بقیہ درس قرآن

طرف رسول انسان اور عربوں کی طرف رسول عربی ہے۔ اس میں تو کوئی تعجب کی بات نہیں بلکہ یہ سراسر ہٹ دھرمی وحجت بازی ہے۔

جیسا کہ دوسرے مقام پر بھی اللہ نے ان کے اس تعجب کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بلکہ انہیں تعجب معلوم ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ایک آگاہ کرنے والا آیا تو کافروں نے کہا کہ یہ اک عجیب چیز ہے۔ (ق۔۲)

اور فرمایا:

اور کافروں کو تعجب ہے کہ ان ہی میں سے ایک انہیں ڈرانے والا آگیا۔ (ص:۴)

اور فرمایا:

کیا ہم سب میں سے اسی پر کلام الہیٰ نازل کیا گیا ہے۔ (ص۔۸)

شیطان بھی جب انسان کو گمراہ کرتا ہے تو وہ کیسے گمراہ ہو جاتا ہے کہ اس کی عقل بھی ماؤف ہو جاتی ہے۔

اب دیکھیں کہ ان لوگوں کی یہ کتنی عجیب بات ہے کہ بھلا پتھر ولکڑی وغیرہ الٰہ ومعبود ہو سکتے ہیں؟ لیکن ایک اخلاق وصفات کے لحاظ سے تمام لوگوں میں ممتاز اور نمایاں اور بے مثال ولاجواب انسان نبی ورسول نہیں ہو سکتا:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعدد مقامات کی طرح اس آیت میں بھی رسول ﷺ کی صفات میں سے دو صفات بشیر ونذیر کو نمایاں کیا ہے کہ آپ اہل کفر، اہل باطل، اہل فسق فجور کو اللہ کے عذاب جہنم سے ڈرائیں اور اہل ایمان، اہل حق، اہل تقوی کو اللہ کی جنت وانعامات کی خوشخبری سنائیں۔

آپ ﷺ کی ان دو صفات کے لئے دیکھئے۔

(البقرہ۔۱۱۹، الاحزاب۔۴۵، ۲۸)

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ایک اور مشہور ہٹ دھرمی کا ذکر کیا کہ محمد ﷺ جادوگر ہے۔ نعوذ باللہ۔

کافروں کو جب کوئی جواب نہ آتا اور وہ لاجواب ولاچار ہوتے تو آپ کو جادوگر کہہ کر چھٹکارا کر لیتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ

اور کہا کافروں نے کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔ (ص۔۴)

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے بھی ان کو جادوگر کہا:

(الاعراف:۱۰۹، الذاریات۔۳۹)

بلکہ تقریباً تمام اقوام نے اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام کی تکذیب کرتے ہوئے ان کو جادوگر اور مجنون کہا۔

(الذاریات۔۵۲۔۵۳)

اللہ تعالیٰ ہمیں ضد وتعصب اور ہٹ دھرمی سے بچائے اور انشراح صدر کے ساتھ حق کو قبول کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

فوائد

۱۔ وحی الٰہی کا اثبات۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کا ثبوت۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ کے وظیفے وذمہ داری کا بیان کہ وہ بشیر ونذیر ہیں۔

۴۔ اہل ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں انعامات کی بشارت

بقیہ بھارتی فوج

فوج جس بے بسی کے ساتھ مرتی رہی اور الیکشن کامیاب نہیں کروا سکی اس نے بھارتی فوجیوں کے دماغ کافی حد تک ''درست'' کر دیئے اور اس کی طاقت کا نشہ ہرن ہو گیا۔

مقبوضہ جموں وکشمیر کے علاوہ بھی بھارت میں ہونے والی جہادی کارروائیوں خصوصاً گجرات میں ہونے والے معرکوں نے بھی بھارتی فوج کو اس کی اوقات یاد دلادی۔ جو فوج اپنے ملک میں اپنے اوپر ہونے والوں حملوں کو تو نہ روک سکی، وہ دوسرے ملک کی فوج سے کیسے لڑ سکتی ہے؟ جگہ جگہ مظلوم مسلمانوں کی گوریلا کارروائیوں نے بھارتی فوج کو مجبور کر دیا کہ وہ سرحدوں سے ہٹ کر ملک کے اندر اپنی حفاظت پر توجہ دے۔

سب سے بڑی وجہ بھارتی فوج کے حملہ نہ کرنے کی وہ یہ تھی کہ بھارتی فوج کو اس بات کا پختہ یقین تھا کہ اگر اس نے پاکستان پر حملہ کر دیا تو ہماری پشت پر موجود مجاہدین کا نیٹ ورک، مقبوضہ جموں وکشمیر کے ایک ایک پہاڑ، وادی اور میدانوں میں مجاہدین کے گوریلا دستے، فدائی گروپ، اس نازک موقع سے فائدہ اٹھا کر بھارتی فوج کی پیٹھ میں خنجر نہ گھونپ دیں جیسا کہ کارگل کے موقع پر مجاہدین اور پاک آرمی نے باہمی تعاون سے بھارتی افواج کا کچومر نکال دیا تھا۔ اس شدید احساس نے بھارتی جرنیلوں کو بار بار سوچنے پر مجبور کیا کہ ہمارے سامنے پاک فوج ہوگی اور پیچھے سے مجاہدین ماریں گے تو اس خوفناک صورتحال کا مقابلہ کیونکر ہو سکے گا؟ اس کے علاوہ وہ یہ جانتے تھے کہ اس نازک صورتحال سے فائدہ اٹھا کر مجاہدین بہرحال یہ منصوبہ بندی کر چکے ہیں کہ کس طرح انہوں نے بھارتی افواج کی سپلائی کاٹنی ہے، ان کے اسلحہ ڈپوؤں کو نشانہ بنانا ہے۔ گہرائی میں موجود چھاؤنیوں پر قبضہ کرنا ہے اور اس پر بیٹھی ہوئی بھارتی فوج کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر لاکھوں کشمیری وبھارتی مسلمانوں کے قتل عام کا قرض چکانا ہے۔

بھارتی فوجوں کے سرحدوں پر آنے سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ کشمیر کا ایشو عالمی مسائل میں سرفہرست آ گیا۔ دنیا بھر کے تجزیہ نگار مبصرین اور حکام یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ آخر ان تمام معاملات کے محرکات کیا ہیں؟ اس طرح ان تمام مہینوں کے دوران کشمیریوں کی آواز دنیا بھر کے پلیٹ فارم پر گونجتی رہی اور دنیا کے انصاف پسند لوگ سوال کرتے رہے کہ آخر بھارت کشمیر کو آزاد کیوں نہیں دیتا؟

مرکز طیبہ مرید کے میں پلاٹ خریدنے کے خواہش مند حضرات متوجہ ہوں

طیبہ کالونی فیز i، ii میں 5,10 مرلہ اور ایک کنال کے رہائشی پلاٹس دستیاب ہیں۔ نیز ریزی سیل رہائش وکمرشل پلاٹ خریدنے کے لئے رابطہ کریں۔ مسجد ام القریٰ کے نزدیک پلاٹس اور تعمیر شدہ رہائشی مکان فروخت کے لئے موجود ہیں۔ خواہش مند حضرات فوری رابطہ کریں۔ کم آمدنی والے حضرات کے لئے آسان اقساط میں پلاٹ خریدنے کی سہولت موجود ہے۔

رابطہ: محمد خالد، عبدالمجید مرکز طیبہ مرید کے

Ph:042-7990779-0303-643224

791097-7922393

عظیم خوشخبری

اہلیان سندھ کیلئے جماعۃ الدعوۃ کے جانب سے سندھی زبان میں جاری ہونے والا پہلا

ماہنامہ باب الاسلام

نبوی منہج کے مطابق دعوتی وتربیتی، اصلاحی اور علمی مضامین عالم اسلام کو درپیش مسائل پر تجزیاتی اور تحقیقاتی رپورٹوں سے مزین (خود پڑھیں اور اپنے دوستوں، گھر والوں کو پڑھائیں)

برائے رابطہ

ہر ماہ باقاعدگی سے حاصل کرنے کیلئے سندھ بھر میں تحصیلی مسئولین اور جماعۃ الدعوۃ کے دفاتر سے رابطہ فرمائیں۔

سرکولیشن آفس ماہنامہ باب الاسلام مرکز القادسیہ 4- لیک روڈ چوبرجی لاہور فون۔ 7240942/7240945

اب میں ہندوؤں کی چند چیزیں آپ کے سامنے ذکر کرتا ہوں۔ سب سے پہلی چیز تو عبادت ہے اور عبادت میں پہلی چیز توحید الٰہی ہے۔ ہندوؤں کے ہزاروں خدا ہیں بلکہ ان کے نزدیک ہر چیز ہی خدا ہے۔ مسلمانوں میں یہ عقیدہ وحدۃ الوجود کی صورت میں ظاہر ہوا۔

ہندوؤں کی "سندھیا" اور مسلمانوں میں

شیخ کا تصور اور ذکر کی مخصوص صورتیں

دوسری چیز نماز ہے۔ **تحفة الهند** کے دوسرے باب کی دوسری فصل میں لکھا ہے کہ ہندوؤں کے دین میں دن رات میں ایک عبادت فرض ہے اس کا نام سندھیا ہے۔ اس کے تین وقت ہیں صبح کا وقت۔ دن کے درمیان کا وقت اور شام کا وقت۔ اس عبادت میں وہ دل سے تو اپنے تین بڑے دیوتاؤں برہما' بشن اور مہادیو کی تعظیم میں مصروف رہتے ہیں اور آنکھیں اور ناک بند کر کے ان کی صورت کا تصور رکھتے ہیں۔ بشن کی تصویر کو اپنی ناف میں خیال کرتے ہیں۔ برہما کی صورت کو سینے میں اور مہادیو کی صورت کو اپنے دماغ میں خیال کرتے ہیں۔ صبح کے وقت سندھیا میں مشرق کی طرف منہ کرتے ہیں۔ دوپہر کو کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ بطور دعا اٹھاتے ہیں اور شام کی عبادت میں مغرب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے ہیں۔

اب آپ غور فرمائیں۔ اسلام کا ان چیزوں سے کوئی تعلق ہی نہیں بلکہ یہ سب بت پرستی کے کام ہیں۔ نہ ہی اسلام میں آنکھیں بند کر کے نماز کی اجازت ہے نہ ہی سانس بند کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ مگر ہندوؤں کے اثر کی وجہ سے مسلمانوں میں یہ چیزیں بھی آگئیں۔ صوفی حضرات نے اسم ذات اور نفی اثبات کے ذکر کا طریقہ ہی یہ بتایا کہ آنکھیں بند کر کے پڑھو اور سانس بند کر کے پڑھو۔ یہ طریقہ ہندوؤں سے آیا ہے۔ ہندوؤں کے دیوتاؤں کی جگہ مسلمانوں نے شیخ کا تصور رکھنا شروع کر دیا کہ عبادت کرو' اللہ کا ذکر کرو تو ساتھ مرشد کا تصور رکھو۔ حالانکہ یہ صاف اللہ کی عبادت میں مخلوق کو شریک کرنا ہے۔ لا الہ الا اللہ پڑھتے وقت اس کے مفہوم کی طرف توجہ کی بجائے یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ لفظ لا کی گھنڈی کا تصور ناف میں رکھیں۔ الہ کا تصور دماغ میں رکھیں۔ الا اللہ کی ضرب دل میں لگائیں حالانکہ اس طریقہ کا کتاب وسنت میں کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ (یہ طریقہ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ سراسر ہندوؤں کا طریقہ ہے) کئی لوگ لفظ اللہ لکھ کر اس کا نقش دل پر یا دماغ پر جماتے ہیں حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا تصور نہیں ہے نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو وہ ہستی ہے جس کی کرسی آسمان وزمین سے وسیع ہے۔

اس کا تصور کاغذ پر لکھے ہوئے ایک لفظ کی صورت میں کرنا اسلام کی تعلیمات سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ پھر جس طرح ہندوؤں نے اپنے دیوتاؤں کے نقش کے تصور کے لئے ناف سینہ اور دماغ مقرر کئے ہیں' اسی طرح صوفی حضرات نے ناف سینے اور دماغ میں چھ لطیفوں کی جگہیں مقرر کر رکھی ہیں اور ہر ایک لطیفے کو کسی نہ کسی پیغمبر کے زیر قدم رکھا ہوا ہے۔

اسلام میں زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تاکید کی گئی ہے مگر اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع کی مناسبت سے ذکر کی تعلیم دی ہے۔ نہایت جامع اور بامعنی کلمات سکھائے ہیں۔ مثلاً صبح کو اٹھے تو کہا **الحمدللّٰه الذى احيانا بعدما اماتنا واليه النشور**

بیت الخلاء کے لئے گئے تو **اللهم انى اعوذبك من الخبث والخبائث**

گھر سے نکلے تو **بسم اللّٰه توكلت على اللّٰه ولا حول ولا قوة الا باللّٰه**

چھینک آئی تو **الحمدللّٰه**۔ سننے والے نے کہا **يرحمك اللّٰه**۔ چھینک والے نے دوبارہ کہا **يهديكم اللّٰه ويصلح بالكم**

عام حالات میں کوئی بامعنی کلمہ مثلاً **سبحان اللّٰه الحمدللّٰه لا اله الا اللّٰه واللّٰه اكبر** پڑھتے رہے۔

ہندو اپنے دیوتا بشن کی تصویر کو ناف میں برہما کی صورت کو سینے میں اور مہادیو کی صورت کو دماغ میں رکھ کر عبادت کرتے ہیں

ہندوؤں اور دوسری غیر مسلم قوموں میں ایک ہی لفظ بار بار دہرایا جاتا ہے۔ کوئی رام رام کی گردان کرتا ہے کوئی اوم یا اون کی۔

اسلام میں ان الفاظ کی تو گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ لفظ اللہ کا ورد اختیار کیا گیا کہ سانس بند کر کے آنکھیں بند کر کے زیادہ سے زیادہ جتنی دفعہ کہہ سکو' بڑھاتے چلے جاؤ' کہتے چلے جاؤ۔ بے شک یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے مگر صرف اس لفظ یعنی محض اللہ اللہ کے ورد کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی نہ خود آپ ﷺ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا۔

ہندو بت پوجتے تھے۔ تم نے شیخ کا تصور پوجنا شروع کر دیا۔ وہ سانس اور آنکھیں بند کرتے تھے۔ تم نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا۔ بتاؤ فرق کیا رہ گیا۔ وہ سورج کی طرف منہ کرتے تھے۔ اس کی تعظیم کرتے تھے۔ بعض مسلمانوں نے بھی سورج نکلتے وقت اس پر نظر جمانے کے نام پر اس کی عبادت شروع کر دی اور باور یہ کروایا کہ اس سے روحانی قوت حاصل ہوتی ہے۔

صرف نام بدل گئے ہیں۔ کام نہیں بدلے مگر صرف نام بدلنے سے کیا ہوتا ہے۔

بدلنا ہے تو مے بدلو' مزاج مے کشی
وگرنہ ساغر مینا بدل جانے سے کیا

ہندوؤں کی مالا

اور مسلمانوں کی تسبیح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں پر اللہ کا ذکر گننے کی تلقین فرمائی۔ فرمایا **اعقدن بالانامل فانهن مسؤلات ومستنطقات** (ابوداؤد ۱/۲۳۵) انگلیوں کی گرہوں پر گنو کیونکہ ان سے سوال کیا جائے گا اور یہ بلوائی جائیں گی۔

ہندو مالا جپتے ہیں۔ مسلمانوں نے تسبیح رکھ لی۔ یہ تسبیح آپ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملے گی۔

شیخ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت فرمائے' نے ضعیف اور موضوع احادیث کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ **سلسلة الاحاديث الضعيفه والموضوعته** کی جلد نمبر ۱ حدیث نمبر ۸۳ میں مشہور روایت **نعم المذكر السبحة** یعنی تسبیح بہت اچھی یاد دلانے والی ہے' کو موضوع قرار دیا ہے اور تفصیل سے ثابت کیا ہے کہ تسبیح کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت ثابت نہیں۔ پھر شیخ البانی نے لکھا ہے کہ اب تک جو صحیح احادیث مجھے یاد ہیں' سو سے زیادہ گن کر پڑھنے والی کوئی مجھے نہیں ملتی اور سو تک آسانی کے ساتھ انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ اس سے زیادہ پڑھنا ہو تو بغیر گنتی کے پڑھو۔

ویسے مسلمان کو اتنا موقع ملتا ہی مشکل سے ہے کہ وہ گن کر ہزاروں کی تعداد میں وظیفہ کرے۔ کوئی دوست آ گیا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو اسے جواب دیا۔ کوئی مظلوم آ گیا۔ اس کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ نہیں کہ ادھر مہمان ذلیل ہو رہا ہے اور ادھر حضرت صاحب ہزار دانے کی تسبیح پھیر رہے ہیں۔ سانس بند کر کے بارہ ہزار دفعہ اللہ اللہ پورا کر رہے ہیں۔ یہ طریقہ مسلمانوں کا نہیں۔ ہندو سادھوؤں کا ہے۔ ہندو کٹیاؤں میں گیان دھیان میں مشغول رہتے تھے۔ مسجد میں یہ طریقے چل نہیں سکتے تھے۔ مسلمانوں نے خانقاہیں بنا لیں۔ سوا سوا لاکھ کے وظیفے شروع کر دیئے۔ خواہ بندوں کے حقوق بالکل ہی برباد ہو جائیں۔ خواہ کفار مسلمانوں کے ممالک پر قابض ہو جائیں انہیں اپنی گنتی پوری کرنے کی فکر ہے۔

میرے بھائیو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ نہیں ہے۔ اس راستے پر چلو گے تو بزدلی اور بے ہمتی کی طرف جاؤ گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر چلو گے تو عزت

میرے بھائیو! جب ایمان صحیح طریقے سے دل میں آجاتا ہے تو پھر یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے ساتھ شدید محبت پیدا ہو جاتی ہے اور ان کے دشمنوں سے شدید نفرت اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ میں ایک دو واقعات مثال کے طور پر ذکر کرتا ہوں۔

دیکھئے ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ پہلے کافر تھے۔ بنو حنیفہ کے سردار تھے۔ مسیلمہ کذاب کے کہنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کرنے کے لئے نکلے۔ مگر مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر لیا اور مسجد نبویؐ کے ستون کے ساتھ لا کر باندھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے فرمایا، ثمامہ کہو کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا اچھا ہے۔ اگر آپ قتل کریں گے تو ایک خون والے کو قتل کریں گے۔ (جس کا بدلہ لینے والے موجود ہیں) اور اگر انعام کریں گے تو ایک شکر گزار قدردان پر انعام کریں گے اور اگر مال چاہتے ہیں تو فرمایئے جتنا آپ چاہتے ہیں، آپ کو دے دیا جائے گا۔ آپؐ اسے وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر اگلے دن اس کے پاس آئے تو اس سے یہی بات فرمائی اور اس نے یہی جواب دیا۔ پھر تیسرے دن وہاں سے گزرے تو پھر اس کا حال دریافت فرمایا اور اس نے وہ جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا ثمامہ کو چھوڑ دو۔ ثمامہ اس دوران قرآن کریم سنتا رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی نماز اور دوسرے حالات دیکھتا رہا۔ جونہی اسے چھوڑا گیا۔ مسجد کے قریب کھجوروں کے ایک باغ میں گیا۔ غسل کیا۔ مسجد میں آیا اور بلند آواز سے پڑھا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اب دیکھئے اسلام لانے کے ساتھ ہی کیا تبدیلی واقع ہوئی۔ کہنے لگا، یا رسول اللہ، اللہ کی قسم اس روئے زمین پر آپؐ کے چہرے سے زیادہ بغض مجھے کسی چہرے سے نہیں تھا تو، اب آپ ﷺ کا چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے اور اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی دین مجھے آپؐ کے دین سے زیادہ ناپسندیدہ نہیں تھا اور اب آپ ﷺ کا دین مجھے سب دینوں سے زیادہ پیارا اور محبوب ہو گیا ہے اور اللہ کی قسم کوئی شہر آپ ﷺ کے شہر سے زیادہ برا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اب آپ کا شہر مجھے سب شہروں سے زیادہ محبوب دکھائی دیتا ہے۔ (مختصر سیرۃ الرسول عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب)

ہند بنت عتبہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ کیا تھا اور جگر چبایا تھا، جب ایمان لے آئی تو کہتی ہے یا رسول اللہ، تمام روئے زمین پر آپ کے خیمہ والوں سے زیادہ کسی خیمہ میں رہنے والوں کے متعلق میری یہ خواہش نہیں تھی کہ وہ ذلیل ہوں اور اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ روئے زمین پر آپؐ کے خیمے سے بڑھ کر کسی خیمہ والوں کے متعلق میری خواہش نہیں کہ انہیں عزت حاصل ہو۔
(صحیح بخاری ج ا کتاب المناقب ذکر ہند بن عتبہ)

میرے بھائیو! یہ ایک قدرتی چیز ہے کہ ایمانی محبت تمام محبتوں پر غالب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہم سے تقاضا بھی یہی ہے کہ ہماری طرف آؤ تو پورے آؤ۔ یہ نہیں کہ کچھ دوستی ہم سے اور کچھ ہمارے دشمنوں سے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو قطعاً گوارا نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یا ایها الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطان انه لکم عدو مبین (البقرہ)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو۔ یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

میرے بھائیو یہ بات تو ہم سب جانتے ہیں کہ ہم میں سے بیشتر کے پہلے آباء و اجداد ہندو تھے۔ پھر اللہ نے انہیں اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔ اب چاہئے تو یہ تھا کہ جب مسلمان ہوئے تو پورے پورے اسلام میں داخل ہوتے اور انہیں کفر کی رسموں سے شدید بغض ہوتا۔ ہو سکتا ہے ابتدا میں مسلمان ہونے والوں کا ایسا ہی حال ہو۔ وہ پورے پورے اسلام میں داخل ہوئے ہوں اور انہوں نے ہندوانہ رسوم یکسر چھوڑ دی ہوں مگر افسوس کفر کے ساتھ اسلام کو جو عداوت ہونی چاہئے۔ مسلمان اسے قائم نہ رکھ سکے جبکہ ہندوؤں نے اسلام کے ساتھ اپنی نفرت برقرار رکھی۔ انہوں نے مسلمانوں کو ناپاک قرار دیا

> **صوفی کہتے ہیں لا الٰہ الا اللہ پڑھتے وقت لا کی گھنڈی کا تصور ناف میں اور الٰہ کا تصور دماغ میں رکھیں اور الا اللہ کی ضرب دل میں لگائیں**

کہ یہ پلید ہیں۔ ان کا جھوٹا کھانا پینا ناجائز ہے۔ اگر ان کا سایہ پڑ جائے تو ہندو بھرشٹ ہو جاتا ہے۔ پلید ہو جاتا ہے۔ کفر کا اسلام کے ساتھ اتنا شدید بغض دیکھ کر ہی مسلمانوں کو چاہئے تھا کہ وہ کفر کی رسوم سے دلی بغض رکھتے اور کسی صورت ان کا اثر قبول نہ کرتے۔ مگر ہوا کیا؟ آپ اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالیں۔ امت مسلمہ کے افراد کی زندگی کا جائزہ لیں۔ میں کچھ نشان دہی بھی کروں گا۔ آپ اس ارادے سے مسلمانوں کے اعمال کو دیکھیں کہ ان میں غیروں کی کون کون سی چیزیں داخل ہو گئی ہیں تو آپ کو بے شمار چیزیں نظر آنی شروع ہو جائیں گی اور آپ پکار اٹھیں گے کہ اوہو ہم تو ہندوؤں کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہماری وہ روش نہیں جو اصحاب رسول کی تھی۔ عبادات سے لے کر معاملات تک رہن سہن، بول چال غرض ہر چیز میں وہ طریقہ اختیار کر لیا ہے جو خاص کفار کا طریقہ ہے حالانکہ دشمنی کا تقاضا یہ تھا کہ ان کی مخالفت کی جاتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **خالفوا الیهود والنصاری** یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو۔ بہت سی چیزیں بتائیں۔ فلاں چیز میں مخالفت کرو، فلاں میں مخالفت کرو۔ یہودیوں کو دیکھا کہ سر کی مانگ نہیں نکالتے۔ یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے درمیان میں مانگ نکالنی شروع کر دی یہودی موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی فرعون سے نجات کے شکرانے کے طور پر ۱۰ محرم کا روزہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نو محرم کا روزہ رکھوں گا۔ (مسلم) تاکہ اصل عبادت اور شکریہ بھی ادا ہو جائے اور دن بدلنے کے ساتھ یہود کی مخالفت بھی ہو جائے۔

میرے بھائیو کوئی ایسا کام جو کفار کا خاص طریقہ ہو، اگر قرآن و حدیث میں اس کی واضح طور پر ممانعت نہ بھی آئی ہو تب بھی مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔ کیونکہ جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ انہی میں سے ہے۔

لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں نے کفار کے وہ طریقے بھی اپنا لئے ہیں جن سے صاف طور پر اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ خصوصاً ہندو قوم کے بے شمار عقائد اور رسوم و رواج مسلمانوں میں رائج ہو گئے ہیں۔

ہندوؤں کے رسم و رواج سے واقفیت کے لئے میں نے چند کتابیں تلاش کی ہیں۔ میں آپ سے بھی گزارش کروں گا کہ آپ ان کا ضرور بالضرور مطالعہ کریں۔ ایک کتاب ہے **تحفة الهند**۔ یہ مولانا عبید اللہ نے لکھی ہے۔ یہ پہلے ہندو تھے۔ اس وقت ان کا نام اننت رام تھا۔ توفیق الٰہی سے مسلمان ہو گئے تو انہوں نے ہندوؤں کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے یہ کتاب لکھی اور اس میں اسلام کی تعلیمات اور ہندو مذہب کے عقائد اور رسوم رواج کا مقابلہ کر کے اسلام کی حقانیت ثابت کی۔ اس کتاب میں ہندوؤں کی مستند کتابوں سے ان کے رسوم و رواج اور عقائد و عبادات ذکر کئے ہیں اور خود مصنف بھی چونکہ پہلے ہندو تھے۔ اس لئے ان کا بیان بھی ہندو مذہب کے رسوم و رواج کے بیان میں معتبر حیثیت رکھتا ہے۔

دوسری کتاب البیرونی کی کتاب الھند ہے۔ البیرونی نے ہندوستان میں آکر یہاں کے عالموں اور پنڈتوں سے باقاعدہ ان کے علوم پڑھے۔ ان کی شاگردی کی۔ پھر اس کتاب میں ان کے علوم اور ان کے عقائد اور رسوم و رواج تفصیل سے بیان کئے۔ تیسری کتاب ڈاکٹر محمد عمر کی تالیف "ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر" ہے۔ اس میں انہوں نے ہندو تہذیب کی ان چیزوں کی تفصیل لکھی ہے جو مسلمانوں میں داخل ہو چکی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کئی کتابوں میں ہندوؤں کی رسوم بیان کی گئی ہیں۔

مسلمانوں اور ہندوؤں کے رسم و رواج

ایک جیسے .... کیسے؟

ایک علمی و معاشرتی جائزہ

محترم حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ نے مرکز الدعوۃ والارشاد کے ایک گزشتہ سالانہ مرکزی اجتماع میں مسلمانوں پر ہندو تہذیب کے اثرات پر ایک جامع خطاب کیا تھا۔ اس مفید اور فکر انگیز خطاب کو اب انہوں نے تحریری صورت میں مرتب کیا ہے جو قارئین کے استفادہ کے لئے پیش خدمت ہے۔ ادارہ

جب کوئی شخص اسلام لاتا ہے تو اس میں کئی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک اہم تبدیلی یہ ہوتی ہے کہ اس کی دوستی اور دشمنی کا معیار بدل جاتا ہے۔ جو کل تک اس کے دوست تھے' وہ دشمن بن جاتے ہیں اور جو دشمن تھے وہ دوست بن جاتے ہیں اور ان نئے بننے والے دوستوں کی خاطر وہ پرانے دوستوں سے لڑائی تک کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس لڑائی میں اپنی جان اور اپنا مال قربان کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔

اللہ تعالی نے فرمایا۔

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ اذ قالوا لقومھم انا برءؤا منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابدا حتی تومنوا باللہ وحدہ (ممتحنہ۔۴)

یقیناً تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے (برملا) کہہ دیا کہ ہم بری ہیں تم سے اور اس سے جس کی اللہ کے علاوہ تم عبادت کرتے ہو (ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں) ہم تمہارا انکار کرتے ہیں اور ہمارے تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی اور بغض کھلم کھلا ظاہر ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا تقاضا ہے کہ مسلمان اور کافر کے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی ہو اور اس دشمنی کا کھلم کھلا اعلان کیا جائے۔ یہ دشمنی صرف اس وقت ختم ہو سکتی ہے جب وہ اکیلے اللہ پر ایمان لے آئیں۔ اگر یہ بات نہ ہو تو ایمان نہیں ہے۔ ایمان اسی چیز کا نام ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان کے دوستوں سے محبت ہو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی ہو۔

میرے بھائیو! اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاری اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین (المائدہ۔۵۱)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ یہود و نصاری کو دوست نہ بناؤ۔ ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے' وہ انہی سے ہے۔ یقیناً اللہ تعالی ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت میں یہود و نصاری کو دوست بنانے سے منع کرنے کی ایک نہایت نفیس حکمت بیان فرمائی گئی ہے۔

فرمایا تم یہود و نصاری کو دوست نہ بناؤ۔ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

کافروں سے دوستی اور دشمنی

کے ہمارے معیار

بعض اوقات انسان کی کسی کافر یہودی یا عیسائی سے دوستی ہو جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ اس سے تعاون کرتا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ اس نے مجھے کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔ اس لئے یہ میرا حقیقی دوست ہے۔ اللہ تعالی نے اس غلط خیال کی اصلاح فرمائی۔ فرمایا **بعضھم اولیاء بعض** یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ جسے آپ اپنا دوست سمجھ رہے ہیں' یہ دوسرے یہود و نصاری کا دوست ہے۔ اس کی تمہارے ساتھ دوستی ہے تو کچھ اوروں کے ساتھ بھی دوستی ہے جو تمہارے دشمن ہیں۔

کفار کے ساتھ دوستی پر اتنا سخت حکم لگایا **ومن یتولھم منکم فانہ منھم** (المائدہ۔۵۱) تم میں سے جو ان کے ساتھ دوستی رکھے گا پھر وہ ہم سے نہیں بلکہ انہی میں سے ہے۔ وہ مسلمانوں کی صف میں نہیں بلکہ کفار کی صفوں میں ہے۔ میرے بھائیو! دیکھو کتنا سخت فتوی ہے کہ کفار سے دوستی رکھنے والا انہی میں سے ہے۔ مسلمانوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ومن تشبہ بقوم فھو منھم** جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے' وہ انہی میں سے ہے۔

میرے بھائیو! اس کا سبب یہ ہے کہ انسان کے دوست تین قسم کے ہوتے ہیں اور دشمن بھی تین قسم کے۔ سب سے پہلے میرا دوست وہ ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے۔ مجھ سے دوستی رکھتا ہے' دوسرا دوست وہ ہے جو میرے کسی دوست سے دوستی رکھتا ہے' تیسرا دوست وہ ہے جو میرے کسی دشمن سے دشمنی رکھتا ہے۔

اسی طرح میرا ایک دشمن وہ ہے جسے مجھ سے دشمنی ہے' دوسرا دشمن وہ ہے جو میرے کسی دوست کا دشمن ہے' تیسرا دشمن وہ ہے جو میرے کسی دشمن کا دوست ہے۔ جو شخص کسی دشمن سے دوستی رکھے' وہ میرا دوست نہیں ہو سکتا۔ میرا دشمن بھی میرا دشمن ہے۔ میرے دوستوں کا دشمن بھی میرا دشمن ہے اور میرے دشمنوں سے دوستی رکھنے والا بھی میرا دشمن ہے۔

اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا

یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو' میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نہ بنا لینا۔ کبھی ان پر اعتماد نہ کرنا۔ (الممتحنہ۔۱)

تھے۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ اے نبی تم مسلمانوں کو جہاد کے لئے قتال کے لئے ابھارو۔ محترم والدین مجھے اس چیز کا بھی احساس ہے کہ میں آپ کی وہ خدمت نہ کر سکا جو کرنی تھی۔ لیکن حالات کا تقاضا یہ تھا کہ گھروں کو چھوڑا جائے اور کفار کی للکار کا جواب دیا جائے اور مسلمانوں کی بے حرمتی کا بدلہ لیا جائے۔ محترم والدین آپ لوگ بدعات کو ترک کردیں کیونکہ آپ خود سمجھدار ہیں اور سمجھتے ہیں لیکن شیطان بعض اوقات انسان سے لاشعوری طور پہ ایسے کام کروا دیتا ہے۔ آپ شیطان کی چالوں سے نکلیں اور خالص اللہ کے قرآن اور نبی کے فرمان پہ عمل کریں۔ کیونکہ ہمارے لئے نمونہ یہی دو چیزیں ہیں۔ باقی جو بزرگان دین ہیں' ان کی وہ بات مانی جائے گی جو ان دو چیزوں (قرآن وحدیث) سے نہ ٹکرائے کیونکہ وہ انسان ہیں اور ان سے غلطی ہو سکتی ہے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ سے غلطی نہیں ہوتی۔ اگر نبی سے غلطی ہو جائے تو پھر اللہ بذریعہ وحی ان کی اصلاح کر دیتا ہے لیکن اگر کوئی بزرگ غلطی کرے تو اللہ ان کی اصلاح بذریعہ وحی تو نہیں کر سکتا۔ اس لئے ہمیں صرف قرآن وحدیث پہ عمل کرنا چاہئے۔ گھر میں پردے کا خاص اہتمام کریں کیونکہ بے پردگی سے بہت سی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اور یہ اسلام کا شعار نہیں اور میں لشکر طیبہ کے ساتھ اندر جا رہا ہوں۔ یہ نہ ہو کہ میری شہادت پہ کوئی دوسرا سیاستدان آئے اور اپنی سیاست چمکائے اور میں اللہ کی رضا کے لئے اور جنت کے حصول کے لئے جا رہا ہوں اور مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے جا رہا ہوں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ تم پہ قتال فرض کردیا گیا ہے۔ جو لوگ میری شہادت کی اطلاع دینے آئیں' ان کی خوب اور استطاعت کے مطابق دعوت کریں۔ یہی سمجھیں کہ میرا ولیمہ ہے اور میری شادی جنت کی حوروں کے ساتھ ہو چکی ہے۔ اگر میری طرف سے کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو معاف کردیں۔ میں ان شاء اللہ جنت میں آپ کا انتظار کروں گا۔ اگر آپ نے شرک نہ کیا۔

والسلام ابو قتال
محمد عرفان اسلم

سر شام مچلتی کرنوں نے افسون شب غم توڑ دیا
اب جاگ اٹھے ہیں دیوانے دنیا کو جگا کر دم لیں گے
یہ بات عیاں ہے دنیا پر' ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزم جہاں مہکائیں گے یا خوں میں نہا کے دم لیں گے
سوچا ہے انجام اب کچھ بھی ہو ہر حال میں اپنا حق لیں گے
عزت سے جیئے تو جی لیں گے یا جام شہادت پی لیں گے

وفیات

- سرحد کے عالم دین شیخ حبیب اللہ ایک قاتلانہ حملہ میں شہید ہو گئے۔ مرحوم ایک جرات مند داعی تھے۔
- ساہیوال کے جماعتی بزرگ باباجی میاں محمد عیسیٰ ۱۰۵ سال کی طویل عمر پاکر وفات پا گئے۔ ان کی وفات سے قبل ان کے چھوٹے بھائی میاں محمد عبداللہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔
- مرکز الدعوۃ والارشاد البدر زون گوجرہ (ڈسکہ) کے مسئول محمد طیب مظہر کے دادا جان مولانا محمد عبداللہ وفات پا گئے۔ آپ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے شاگرد تھے۔
- مرکز الدعوۃ والارشاد گوجرانوالہ کے مخلص اور متحرک بھائی ماسٹر بشیر بھٹی صاحب کی زوجہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔
- ان کے علاوہ مجاہد بھائی ابو قاص کے والد' محمود اختر کے والد ماسٹر ادریس' رحمت اللہ صاحب کی زوجہ محترمہ' مولانا عبدالستار اور عبدالجبار قاسم کی والدہ محترمہ' قاضی خلیل الرحمن تبسم مسئول مکتب گوجرانوالہ کے سسر محترم' بھیرہ کے مخلص جماعتی بزرگ مستری عبدالعزیز اور شیخ الحدیث مولانا رفیع الدین فردوسی کے جواں سال صاحبزادے محمد عبداللہ بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ ادارہ ان تمام مرحومین کے ورثاء کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ لواحقین کو صبر جمیل دے اور مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ آمین

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں داخلے کے خواہشمند ساتھی متوجہ ہوں

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں نئے داخلے مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۹۶ء سے شروع ہو رہے ہیں۔ آخری تاریخ ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۶ء ہے۔ معلومات اور رابطے کے لئے درج ذیل پتہ سے رجوع کریں۔

دفتر مرکز الدعوۃ والارشاد
D-81 لیاقت ہال زرعی یونیورسٹی فیصل آباد
یا
دفتر طلباء مرکز الدعوۃ والارشاد ملت چوک شیخوپورہ روڈ فیصل آباد

کشمیر تا بوسنیا رواں دواں ۔ دعوت وجہاد کا کارواں

دعوت وجہاد کانفرنس

۹ اکتوبر بروز بدھ بعد عشاء مرکز جامع مسجد طیبہ اہلحدیث چک 7/8AR کربلی والا تحصیل میاں چنوں میں جید علماء کرام مجاہد کمانڈرز خطاب فرمائیں گے

مہمانان خصوصی: مقبوضہ کشمیر میں کفار ہند کے ساتھ برسرپیکار ضلع خانیوال کے مجاہدوں' غازیوں شہیدوں کے ورثاء ہوں گے۔

خصوصی آمد: محترم جناب عبدالرحمن الداخل امیر مجاہدین لشکر طیبہ مقبوضہ جموں وکشمیر

پروفیسر حافظ محمد سعید امیر مرکز الدعوۃ والارشاد

حافظ عبدالسلام بھٹوی مدیر معہد الدعوۃ الاسلامیہ

مولانا امیر حمزہ۔ ایڈیٹر مجلہ الدعوۃ' مولانا سیف اللہ قصوری مسئول صوبہ پنجاب

الداعی حافظ عبدالستار خطیب جامع مسجد طیبہ اہلحدیث 7/8AR کربلی والا میاں چنوں

اطلاع برائے رابطہ

شعبہ تعلیم و شعبہ اساتذہ مرکز الدعوۃ والارشاد کا مرکزی دفتر مرکز طیبہ مریدکے میں قائم کردیا گیا ہے۔ لہٰذا رابطہ کے لئے مرکز طیبہ مریدکے رجوع فرمائیں۔ اخوکم فی اللہ

پروفیسر ظفر اقبال
مدیر شعبہ تعلیم واساتذہ مرکز الدعوۃ والارشاد
مرکز طیبہ مریدکے ضلع شیخوپورہ
فون نمبر 7991248-7990747

ورفعت کی طرف جاؤ گے۔ علم حاصل کر کے دعوت پھیلاؤ۔ جہاد کرو اور ہر وقت زبان ان اذکار سے تر رکھو جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں کی گنتی کے چکروں نہ پڑو۔

مخلوق کے ناموں سے ابتداء

میرے بھائیو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ ہر کام اللہ کا نام لے کر شروع کرو۔ جو اہم کام اللہ کا نام لے کر شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہے۔ کوئی کام بسم اللہ سے شروع ہوتا ہے۔ کوئی الحمد للہ سے، کوئی اللہ اکبر سے۔ غرض ہر کام اس پیدا کرنے والے کے نام سے شروع ہوتا ہے۔

تحفۃ الھند کے تیسرے باب کی چوتھی فصل میں لکھا ہے کہ ہندوؤں کے دین میں ہر کام سے پہلے گنیش کا نام لینا ضروری ہے۔ وہ ہر کام سے پہلے کہتے ہیں **سری گینشائے نمہ** یعنی گنیش کو میری نمسکار یعنی تسلیمات ہے اور گنیش کون ہے۔ مہادیو کا بیٹا ہے جس کا سر ہاتھی کا سا ہے اور وہ ہندوؤں کا بہت بڑا دیوتا ہے۔

معلوم ہوا ہندوؤں کے ہاں ہر کام کی ابتداء خالق کی بجائے مخلوق کے نام سے کی جاتی ہے۔ اب مسلمانوں کا حال دیکھئے۔ میں نے خود ان گناہ گار کانوں سے سنا ہے۔ ڈرائیور گاڑی پہ بیٹھا ہے۔ اللہ کا نام نہیں لیتا۔ بسم اللہ نہیں پڑھتا۔ کیا کہتا ہے۔ یا پیر استاد۔ اللہ تجھے ہدایت دے، پیر استاد بیچارے کے ہاتھ میں کیا ہے۔ وہ تمہاری کیا مدد کرے گا۔ تم بسم اللہ پڑھ کر سوار ہو اور پھر یہ دعا پڑھو۔

سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون

اگر کوئی شخص کشتی میں بیٹھا ہے تو کہتا ہے یا خواجہ خضر۔ اتنے نادان اور بے سمجھ ہیں کہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو پکارتے ہیں۔ کوئی شیخ عبدالقادر جیلانی کو پکارتا ہوا کہتا ہے۔ یا غوث پاک' کوئی کہتا ہے یا رسول اللہ۔ میرے بھائیو کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سکھایا ہے کہ یا رسول اللہ کہو۔ نہیں آپ ﷺ نے تو سکھایا تھا **اذکروا اللہ ذکرا کثیرا**۔ اللہ کا ذکر کرنا ہے۔ غیر اللہ کو نہیں پکارنا۔ جو ہمارے عزیز' ہمارے دوست' ہمارے رشتہ دار' یہ کام کرتے ہیں' انہیں سمجھاؤ' ان سے کہو اپنی عاقبت برباد نہ کرو۔ کیوں ہندوؤں کے راستے پر چل پڑے ہو۔ کیوں خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے فریادیں کر رہے ہو۔

ملاقات کے ہندوانہ طریقے

اب ملاقات کا طریقہ لیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملتے وقت سلام کا طریقہ سکھایا۔ چھوٹا بڑے کو پہلے سلام کہے۔ چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو پہلے سلام کہے۔ چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کہے۔ سوار پیادہ کو سلام کہے اور سلام کے لفظ کیا ہیں۔ السلام علیکم اور جواب وعلیکم السلام اگر ورحمۃ اللہ بڑھا دیں تو کیا ہی کہنا اور اگر وبرکاتہ بھی بڑھا لیں تو اس سے بھی بہتر ہے۔ مصافحہ بھی سنت ہے۔ اگر کبھی سفر سے آئے تو معانقہ بھی کر سکتا ہے۔ اب ہندوؤں کا طریقہ سنئے۔ ہندوؤں کے آپس میں ملنے کے طریقے مختلف ہیں۔ ان کے نزدیک جو چھوٹا ہے' وہ پہلے بڑے کو ماتھا ٹیکے۔ بڑا اس کے جواب میں دعا دے مثلا جیتے رہو۔ اس طرح دوسری قوم کے لوگ برہمن کو ماتھا ٹیکیں۔ سکھ لوگ جب آپس میں ملتے ہیں تو واہ گرو جی کی فتح کہتے ہیں۔ (تحفۃ الھند تیسرا باب چوتھی فصل)

اب دیکھئے مسلمانوں نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟ مسلمان بھی سلام کرتے وقت جھکتے ہیں حالانکہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے صاف لفظوں میں منع فرمایا۔ ترمذی میں صحیح حدیث ہے۔ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ' آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملتا ہے تو کیا اس کے لئے جھکے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھکنے سے منع فرمایا۔ جھکنا صرف اللہ کے سامنے ہے۔ مخلوق کے سامنے نہیں۔ پروفیسر حضرات' جج صاحبان اور افسر لوگ دیکھے ہیں کہ سلام کرتے وقت اتنا جھکتے ہیں کہ رکوع میں ہی چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالی سب بھائیوں کو ہدایت دے۔ یہ مسلمانوں کا طریقہ نہیں۔ ہندوؤں کا طریقہ ہے۔ پھر یہ سیلوٹ بھی غیر مسلموں کا طریقہ ہے۔

اب مسلمانوں میں ہندوؤں کا ایک اور طریقہ دیکھئے۔ مسلمان جب دوسرے مسلمان بھائی سے ملتا ہے تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے۔ دوسرا جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لئے اللہ تعالی سے سلامتی اور رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اب بعض لوگ سلام کی جگہ کیا کہتے ہیں۔ "یا علی مدد" اور جواب میں کہا جاتا ہے "مولا علی مدد"۔ بھائیو ایک دوسرے سے ملتے وقت اللہ سے سلامتی اور رحمت کی دعا کی بجائے مخلوق سے مدد مانگنا صرف ہندوؤں کا طریقہ ہے۔ صرف نام بدلے ہیں۔ عقیدہ وہی ہے۔ پرانی شراب نئی بوتلوں میں آگئی ہے۔

ہندوؤں اور مسلمانوں میں ستارہ پرستی

فال' جنتری' نجومی' عامل

البیرونی نے کتاب الھند میں لکھا ہے کہ ہندو ستاروں کی بہت تعظیم کرتے ہیں خصوصا قطب تارے کی تعظیم دوسرے ستاروں سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔ ان کے اعتقاد کے مطابق آسمان قطب پر اس طرح گھومتا ہے جس طرح کمہار کا چکر۔ اسلام میں ستاروں کی کوئی تاثیر نہیں مانی گئی۔ خوش قسمتی یا بدقسمتی سے ان کا کوئی تعلق ہے نہ قحط یا بارش میں ان کا کوئی دخل ہے۔ نہ ان کی تعظیم کی تعلیم دی گئی ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں ایک رات بارش ہوئی تو صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا' اللہ تعالی نے فرمایا ہے میرے کچھ بندے ایسے ہیں جنہوں نے آج صبح اس حال میں کی ہے کہ وہ میرے ساتھ ایمان لانے والے ہیں اور کچھ کفر کرنے والے ہیں تو جس نے کہا ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ بارش ہوئی تو یہ میرے ساتھ ایمان لانے والا اور ستارے کے ساتھ کفر کرنے والا ہے اور جس نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں ستاروں کے ملنے سے بارش ہوئی تو یہ میرے ساتھ کفر کرنے والا' ستارے کے ساتھ ایمان رکھنے والا ہے۔

اب آپ دیکھئے۔ مسلمانوں میں قطب کی تعظیم ہندوؤں سے کس طرح آئی۔ اکثر مسلمان قطب کی اتنی تعظیم کرتے ہیں کہ اپنی چارپائی کی پائنتی قطب (شمال) کی طرف نہیں کرتے حالانکہ قطب بے چارہ کیا ہے۔ کیا وہ ہمارا خالق ہے۔ نہیں۔ صرف ایک ستارہ ہے جو اللہ تعالی کے زبردست حکم کے سامنے مجبور ہے۔ بعض لوگوں نے تو ایک حدیث بھی گھڑ لی ہے کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا اور وہ اتنے سالوں تک قطب تارے میں رہا۔ آپ نے بھی یہ حدیث سنی ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی ہندوؤں کی مہربانی سے بنائی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی کوئی سند نہیں۔

ہندوؤں میں ستارہ پرستی بہت ہے۔ ستاروں کے ذریعے اپنی قسمت کا حال معلوم کرنا' زائچے بنوانا' ہر کام کرنے سے پہلے نجومیوں سے پوچھنا کہ مبارک گھڑی کون سی ہے کہ کام شروع کیا جائے اور منحوس کون سی تا کہ کام شروع نہ کیا جائے۔ یہی چیز مسلمانوں میں بھی آچکی ہے۔ جسے دیکھو زائچے بنواتا پھرتا ہے۔ نجومیوں سے اپنی قسمت کا حال پوچھتا پھرتا ہے۔ باباؤں کے پاس دھکے کھاتا پھرتا ہے۔ بے نظیر بھی جاتی ہے۔ نواز

شریف بھی جاتا ہے۔ بتاؤ مجھے حکومت کب ملے گی۔ سبحان اللہ اگر ایسے ہی کرنی والے ہوتے تو تمہیں حکومت کیوں دیتے۔ خود کیوں نہ لیتے۔ بس عقل کی کمی ہے۔ انسان جب اللہ تعالیٰ کی درگاہ پر قائم نہیں رہتا تو وہاں سے اسے دھکیل دیا جاتا ہے۔ پھر وہ ذلیل ہو کر پستی کی طرف لڑھکتا ہی چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مشرک کی مثال بیان فرمائی۔

ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفه الطیر او تھوی به الریح فی مکان سحیق (حج)

جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا۔ پس اسے پرندے اچک لیتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔

آپ خود دیکھ لیں۔ جب توحید کے آسمان سے گرے تو کیسے کیسے مردار خور گدھوں کے پنجوں میں جا پھنسے۔ جنتریاں اور فالنامے لے کر بیٹھے ہوئے قسمت شناس سڑکوں کے کنارے طوطوں والے پروفیسر سارے جہان کے گھوڑوں کی لید پھانکنے والے تقدیریں بتا رہے ہیں۔

میرے بھائیو انہیں سمجھانے کی بہت ضرورت ہے۔ کیوں اپنی عاقبت برباد کرتے ہو اور وہمی خیالی چیزوں کے پیچھے پڑ کر دنیا بھی خراب کرتے ہو۔ کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا ہوگا۔ یہ قرآن کا فیصلہ ہے **ماتدری نفس ماذا تکسب غدا** (لقمان)

صحیح مسلم میں ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من اتی عرافا فساله عن شئی لم یقبل له صلاۃ اربعین لیلة (مشکوۃ باب الکہانہ)

جو شخص کسی عراف (چوریاں بتانے والے) کے پاس جائے اور اس سے کسی چیز کے متعلق پوچھے، چالیس راتوں تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

اب آپ دیکھ لیں۔ کتنے مسلمان ہیں کہ ان کی چوری ہوتی ہے یا کوئی چیز گم ہوتی ہے تو ساتھ ہی ایمان بھی گم ہو جاتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام انہیں بھول جاتے ہیں۔ پوچھتے پھرتے ہیں۔ کوئی عامل بتاؤ جو گمشدہ چیز کا پتہ بتائے۔ کوئی دائرہ ڈالنے والا، لوٹا گھمانے والا نہیں چھوڑتے۔

استخارہ کے نام پر

مستقبل بینی

کچھ مولویوں نے استخارے کے نام پر مستقبل کے حالات بتانے کا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔ حالانکہ استخارے کا یہ مطلب ہی نہیں۔ استخارہ تو وہ دعا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سکھائی کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو فرض کے علاوہ دو رکعت پڑھے اور آخر میں یہ دعا کرے۔ اس دعا میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں درخواست کی جاتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یا اللہ یہ کام اگر میرے لئے بہتر ہے تو میری قسمت میں کر اور میرے لئے آسان کرے اور اگر میرے لئے برا ہے تو مجھے اس کام سے ہٹا دے اور جو کام میرے لئے بہتر ہے، میری قسمت میں کر دے۔

اس استخارہ کا آئندہ حالات بتانے سے اور غیب کی باتیں معلوم کر لینے سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ آئندہ کے حالات اور غیب کی خبریں بتانے کا کام جو ہندو پنڈت اور نجومی کرتے تھے، وہی کام یہ عامل استخارے کے نام پر کر رہے ہیں حالانکہ یہی کہانت ہے۔ جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

جو شخص کاہن کے پاس آیا اور اسے اس بات میں سچا جانا جو وہ کہتا ہے تو وہ اس چیز سے بری ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔ (احمد، ابوداؤد بحوالہ مشکوۃ باب الکہانہ)

پھر ان عاملوں کے ہاں شرکیہ نقش، ہندسوں والے تعویذ، ٹونے ٹوٹکے، دشمن کی بربادی، محبوب کو تسخیر کرنے کے کتنے ہی کام ہیں جو صاف یہودیوں اور ہندوؤں کے کام ہیں۔ مسلمانوں کے کام نہیں۔ بچالو اپنے بھائیوں کو اپنی ماؤں اور بہنوں اور عزیزوں کو جو ان لوگوں کے پاس جا کر اپنا ایمان برباد کر رہے ہیں۔

"سرادھ" اور ایصال ثواب کی رسمیں

ختم۔ قل۔ برسی۔ سالگرہ وغیرہ

توحید و رسالت اور نماز کے بعد تیسرا فرض زکاۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو کچھ عطا فرمایا، اس میں اللہ کا حصہ ہے۔ فرمایا **وآتوا حقه یوم حصاده** (انعام) زمین میں سے جو فصل حاصل ہو کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔ اگر کوئی فصل ۷ امن پیدا ہو جائے تو اس میں سے دسواں یا بیسواں حصہ ادا کرنا لازم ہے۔ اگر کنویں یا ٹیوب ویل کے پانی سے سیراب ہوتی ہے تو بیسواں حصہ اور اگر بارانی یا دریائی پانی سے سیراب ہوتی ہے تو دسواں حصہ دینا ہوگا۔ سونے چاندی میں سے اڑھائی فیصد زکاۃ ہے اور بکریوں اونٹوں اور گائیوں کا بھی نصاب زکاۃ مقرر ہے۔ جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جائداد وارثوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ لڑکے بھی وارث ہیں لڑکیاں بھی۔

اب مسلمان نہ عشر دیتے ہیں نہ زکاۃ دیتے ہیں نہ لڑکیوں کو ان کی وراثت دیتے ہیں۔

مگر جب کوئی فوت ہو جائے تو اس کا ختم ضرور دلاتے ہیں حالانکہ یہ ہندوؤں کا طریقہ ہے مسلمانوں کا نہیں۔

تحفة الهند کے دوسرے باب کی چھٹی فصل میں لکھا ہے کہ ہندوؤں کے ہاں مردہ کو کھانے کا ثواب پہنچانے کا نام سرادھ ہے اور جب سرادھ کا کھانا تیار ہو جائے تو اول اس پر پنڈت کو بلا کر کچھ بید پڑھواتے ہیں اور مردوں کے لئے ثواب پہنچانے کے لئے ان کے ہاں خاص دن مقرر ہیں۔ خصوصاً جس دن فوت ہوا ہو۔ ہر سال اسی دن ختم دلانا یعنی برسی یا مرنے کے بعد تیرھواں دن، بعض کے لئے پندرھواں دن اور بعض کے لئے تیسواں یا اکتیسواں دن ثواب پہنچانے کے لئے مقرر ہے۔

اسی طرح مسلمانوں نے بھی تیجا، ساتواں، چالیسواں، برسی مقرر کر لئے اور کھانا تیار کروا کر اس پر ختم پڑھوانا شروع کر دیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان میں سے کوئی رسم بھی ثابت نہیں۔ اب اگر یہ کام پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوں اور ہندوؤں سے ثابت ہوں تو ہم انہیں اسلام کے احکام سمجھیں گے یا کفر کی رسم سمجھیں گے۔ میرے بھائیو یہ سب کفر کی رسمیں ہیں۔ تیجہ، ساتواں، چالیسواں، برسی

یوم پیدائش، سالگرہ یہ سب کفار کے طریقے ہیں- اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن کسی کے ہاں کوئی شخص فوت ہو یا ان کے کسی فرد کی موت کی خبر آئے، اس دن اس کے اقارب ان کے گھر کھانا تیار کر کے بھیجیں-

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب ان کے والد جعفر طیار کی شہادت کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ ان کے پاس ایسی چیز آئی جو انہیں مشغول کر رہی ہے-

(ابوداؤد، ترمذی، احمد بحوالہ نیل الاوطار ص ۹۷ ج ۴)

میت کے دفن کے بعد میت کے گھر اجتماع کرنا اور کھانا تیار کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں بلکہ مسند احمد میں حدیث ہے

عن جریر بن عبداللّٰہ البجلی قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعة الطعام بعد دفنہ من النیاحة (نیل الاوطار ج ۴ ص ۹۷)

جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم میت کو دفن کرنے کے بعد اس کے گھر والوں کے پاس اکٹھ کرنے اور کھانا تیار کرنے کو نوحہ خوانی سے شمار کرتے تھے-

اب دفن کے بعد اس گھر میں اجتماع کرنا، کھانا تیار کرنا، مجلسیں برپا کرنا، اسی دن ہو یا قل کے نام پر تیسرے دن ہو یا ساتویں یا چالیسویں دن، صحابہ کرامؓ اسے نوحہ خوانی (رونے پیٹنے) کی ایک قسم قرار دیتے تھے اور نوحہ خوانی حرام ہے- ابوداؤد میں ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی پر لعنت فرمائی

(مشکوۃ باب البکاء علی المیت)

کئی عالم لوگ جو اتباع سنت کا دعوی رکھتے ہیں، قل، ساتے کی مجلس میں اس لئے چلے جاتے ہیں کہ وہاں جاکر کھانا کھانے کے ساتھ انہیں وعظ و نصیحت بھی کریں گے- کہتے ہیں اس طرح اجتماع میں جانے میں کیا حرج ہے- میرے بھائی صحابہ اس مجلس کو، اس اجتماع کو نوحہ خوانی کی مجلس قرار دے رہے ہیں- اس میں تو شامل ہونا ہی حرام ہے ہاں اگر وہاں جاکر نہ کھانا کھائے نہ میت کے قصیدے پڑھے بلکہ یہی بات تاکید سے کہے کہ تمہارا یہ اجتماع نوحہ خوانی ہے حرام ہے اور اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت ہے تو الگ بات ہے-

گاڑیوں کے پیچھے لٹکے ہوئے جوتے

اور نقش نعلین شریفین کی حقیقت

ہندو تہذیب کا ایک اور نمونہ دیکھنا ہو تو وہ آپ کو گاڑیوں کے آگے لٹکے ہوئے جوتے کی صورت میں ملے گا- جوتا کیوں لٹکایا جاتا ہے- صاف ظاہر ہے کہ ان کے خیال کے مطابق یہ جوتا انہیں ایکسیڈنٹ سے بچائے گا- آفات سے بچائے گا- سبحان اللہ اتنی پستی- مسلمان اور اتنی ذلت کہ جوتا جو پاؤں میں ہوتا ہے- وہ مشکل کشا بن گیا- جب انسان توحید سے اکھڑ جائے تو ذلت کی گہرائیوں میں اسی طرح گرتا ہے-

کئی توحید کا دعوی کرنے والے بھی اس مصیبت میں پھنسے ہوتے ہیں- آپ نے دیکھا ہو گا کئی گاڑیوں میں ایک کاغذ پر جوتے کا نقش لٹکا ہوا ہوتا ہے اور اوپر لکھا ہوتا ہے **نقشہ نعلین شریفین** کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں کا نقشہ ہے- غور کیجئے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جوتا بھی نہیں بلکہ آپ کے جوتے کا کاغذ پر نقشہ ہے- جس طرح بت بنائے جاتے تھے- وہ کسی بزرگ یا پیغمبر کے ہی بت ہوتے تھے- وہ بت حقیقت میں وہ شخص نہیں ہوتا تھا- مگر مشرک اس کو وہی شخص سمجھتے تھے- جب اس کو وہ سمجھتا تو آہستہ آہستہ اس کی پرستش شروع ہو گئی- اب اس **نقش نعلین شریفین** میں لکھا ہے کہ جس کو کوئی حاجت ہو **نعلین شریفین** کا یہ نقش اپنے سر پر رکھ کر کہے- یا اللہ اس جوتے کے طفیل میری حاجت پوری فرمادے- استغفر اللہ- کیا کسی صحابی نے نبی کریم صلی اللہ کا اصل جوتا سر پر رکھ کر کبھی یہ دعا کی ہرگز نہیں- پہلے مشرکوں نے پتھر اور دھات کے بت بنائے تھے اور انسان کے بنائے تھے- ان لوگوں نے کاغذ کے بت بنائے اور جوتے کے بنائے- واقعی پستی کی کوئی حد نہیں ہوتی-

ایک طرف گنگا، جمنا، متھرا کے سفر

دوسری طرف اجمیر، داتا، سہون کے سفر

اب حج کو دیکھئے- ہر مسجد اللہ کا گھر ہے- ساری زمین پر جہاں چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں- مگر حج صرف مکہ مکرمہ میں ہی ہو گا- طواف صرف بیت اللہ کا ہو گا- بوسہ صرف حجر اسود کو ہی دیا جائے گا- قربانیاں ساتھ لے کر فقیری کا اظہار کرتے ہوئے احرام کے کپڑے پہن کر بیوی سے پرہیز کرتے ہوئے شکار سے بچتے ہوئے سفر صرف بیت اللہ کی طرف کیا جائے گا- کسی دوسری جگہ حج نہیں ہو گا خواہ اللہ کا کوئی گھر ہی ہو- پھر غیر اللہ کے آستانوں کی طرف اس طرح کے بھیس بنا کر جانا جس طرح اللہ کے گھر کی طرف جاتے ہوئے بناتے ہیں اور ان سے امید اور خوف رکھنا اللہ تعالی کو کس طرح گوارا ہو سکتا ہے- اس نے تو برملا کہہ دیا ہے کہ **ان اللّٰہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء** اللہ تعالی یہ جرم ہرگز نہیں معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے اور اس کے علاوہ جسے چاہے گا بخش دے گا-

ہندوؤں کے ہاں بہت سی جگہیں ہیں جو ان کے مختلف معبودوں کے نام سے مشہور ہیں وہ ان کی طرف جماعتیں بنا کر جھنڈے اٹھاتے ہوئے فقیری بھیس بنا کر جاتے ہیں- وہاں جاکر ان کی عبادت کرتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں- ان کے نام کی نذریں نیازیں قربانیاں دیتے ہیں- **تحفة الہند** کے دوسرے باب کی پانچویں فصل سے چند جگہیں ملاحظہ فرمائیں- **کرکھیتر**، گنگا، جمنا، کانگڑا، متھرا، دوارکا، جگن ناتھ اور بہت سی جگہیں ہیں لیکن ان جگہوں میں جانے سے اللہ کی عبادت کا پتہ بھی نہیں لگتا-

اب مسلمانوں کو دیکھ لیجئے- انہوں نے بھی حاجات مانگنے کے لئے جماعتیں بنا کر جھنڈے اٹھائے ہوئے فقیری لباس پہن کر کئی قبروں کی طرف سفر شروع کر رکھا ہے- وہاں جاکر قبر کا طواف کرتے ہیں، نذریں نیازیں دیتے ہیں، جانوروں کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور ان فوت شدہ بزرگوں سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں- بلکہ صاف کہہ دیتے ہیں- کے جانے کی کیا ضرورت ہے، قلعے والے کے گھر طواف ہی کافی ہے- کئی لوگ ہر سال اجمیر جاتے ہیں، کئی لوگ سہون شریف حج کے لئے جاتے ہیں- ہمارے گاؤں سے میرا ایک رشتہ دار سہون کے لئے سفر پر روانہ ہوا تو دوسرے بھائی نے سمجھایا کہ وہاں کیوں جاتے ہو، اس نے کہا کہ مکہ میں کوئی زیادہ حج ہوتا ہے، کیا سہون جانے سے حج نہیں ہوتا- میرے بھائیو اب بھی ہم مسلمان ہیں؟ کیا یہ مسلمانی ہے؟ اللہ تعالی نے صرف ایک گھر کا طواف بتایا تھا- یہاں سینکڑوں گھروں کے طواف ہو رہے ہیں بلکہ غیر اللہ کے آستانوں کی وہ فضیلت بیان ہو رہی ہے جو اللہ کے گھر کی بھی نہیں- دیکھیں مکہ میں کوئی ایسا دروازہ نہیں کہ جو اس سے گزر جائے بہشتی ہو جاتا ہے مگر پاک پتن میں فرید الدین شکر گنج کی قبر پر بہشتی دروازہ بنا دیا گیا کہ جو اس سے گزر جائے جنتی ہو جاتا ہے اور سنئے شیر گڑھ، کلیئر شریف، داتا گنج بخش، امام بری، مادھو لال حسین، غرض جتنے کنکر اتنے شنکر، ان سب کی طرف ہر سال سفر ہوتا ہے- عقیدہ ہندوؤں کا تھا- اختیار مسلمانوں نے کر لیا- میرے بھائیو اپنے ان بھائیوں کو بچالو- یہ صاف جہنم کی طرف جا رہے ہیں- غیر اللہ کو پکار رہے ہیں- انہیں اس پیغمبر کا حکم سناؤ جس کا انہوں نے کلمہ پڑھا ہے- ان سے کہیں کہ آؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں- یا رسول اللہ آپ ﷺ کا حکم اس کے متعلق کیا ہے-

صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے-

نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ سلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ

(بحوالہ مشکوۃ باب دفن المیت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ قبر کو چونہ گچ کیا جائے یا اس پر عمارت بنائی جائے یا اس پر بیٹھا جائے- اور مسلم ہی میں روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ابو الھیاج اسدی سے کہا کہ میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا-

ان لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا

سویتہ (مشکوۃ باب دفن المیت)

وہ یہ ہے کہ کوئی تصویر نہ چھوڑ مگر اسے مٹادے اور کوئی اونچی قبر نہ چھوڑ مگر اسے برابر کردے۔

علی رضی اللہ عنہ نے ابو الھیاج کو خاص طور پر اس کام کے لئے کیوں بھیجا؟ اس میں ایک خاص مناسبت تھی کہ ابو الھیاج سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے داماد تھے۔ جس طرح حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد کو اس کام پر مقرر فرمایا اور علی رضی اللہ عنہ نے اپنے داماد کو مقرر فرمایا۔

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس کام پر بھیجنے میں اللہ کی طرف سے ایک اور حکمت بھی نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ جتنے قبر پرست سلسلے ہیں، سب علی رضی اللہ عنہ کے نام لیوا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمایا کہ بلند قبریں برابر کروائیں تو انہی کے ہاتھ سے کروائیں تاکہ علی رضی اللہ عنہ کے نام لینے والے کسی شخص کے پاس شرک کے مرکز بنانے یا باقی رہنے کی کوئی دلیل نہ رہے۔

یہ عبادات کے متعلق چند اصولی چیزیں تھیں۔ اب ہم عام رسموں کی طرف آتے ہیں۔ پیدائش کی رسمیں، موت کی رسمیں، نکاح کی رسمیں اور عام رہن سہن کی رسمیں کثرت سے ہندوؤں سے مسلمانوں میں رواج پاگئی ہیں۔ سب سے پہلے ہم شادی کو لیتے ہیں۔

شادی کی رسمیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شادی کا طریقہ نہایت سادہ اور آسان تھا۔ سب سے پہلے رشتہ تلاش کرنا ہے تو دیندار تلاش کرنا ہے۔ ذات پات کی اسلام میں کوئی قید نہیں۔ ذات پات کی وجہ سے صرف اپنی ہی ذات میں رشتہ کرنے کا تصور ہندوؤں سے مسلمانوں میں آیا ہے۔ اسلام نے نکاح کو کس قدر آسان بنایا۔ میں آپ کو صحیح بخاری کتاب النکاح سے ایک حدیث سناتا ہوں۔ اس سے آپ کو نکاح کا اسلامی طریقہ کافی حد تک سمجھ آجائے گا۔

عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا بھائی بنادیا۔ انہوں نے کہا بھائی جان اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت مال دیا ہے۔ ہم آپس میں برابر برابر تقسیم کرلیتے ہیں۔ میری دو بیویاں ہیں۔ آپ دیکھ لیں۔ جسے آپ پسند کریں، میں طلاق دے دیتا ہوں۔ عدت ختم ہونے کے بعد آپ اس سے نکاح کرلیں۔ اللہ اکبر۔ آسمان نے ایثار کے ایسے ایسے نظارے بھی دیکھے ہیں۔ لیکن یہ محبت صرف دین سے پیدا ہوتی ہے اور کسی چیز سے یہ محبت اور ایثار پیدا نہیں ہوسکتا۔ اب دوسرے بھائی کا جواب سنئے۔ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے مال اور اہل میں برکت عطا فرمائے۔ مجھے بازار کا راستہ بتادیجئے۔ بازار گئے صبح سے شام تک مختلف چیزیں خریدتے اور بیچتے رہے۔ شام کو کھا پی کر کچھ بچاکر بھی لے آئے۔ چند دن گزرے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کپڑوں پر زعفران کا کچھ نشان دیکھا۔ فرمایا یہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کی ہے۔ فرمایا کتنا مہر دیا ہے؟ کہا ایک نواۃ سونا۔ نواۃ کھجور کی گٹھلی کو کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا **اولم ولو بشاۃ** ولیمہ کرو خواہ ایک بکری یا بکرے یا چھتری یا چھترے کے ساتھ ولیمہ کرو۔ شاۃ عربی میں کہتے ہیں بکرے بکری، چھترے چھتری کو۔ عام گفتگو میں وقف کے ساتھ شاہ کہتے ہیں۔ ویسے شاہ صاحبان ناراض نہ ہونا۔ میں فارسی شاہ کی بات نہیں کر رہا۔ عربی میں شاہ بکری بکرے یا چھتری چھترے کو کہتے ہیں۔ سو آپ نے فرمایا **اولم ولو بشاۃ** ولیمہ کرو خواہ ایک شاہ کا ہی کردو۔

عزیز بھائیو! یہ طریقہ جو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے، اس میں پہلی قابل لحاظ بات یہ ہے کہ عبدالرحمان بن عوف کو جونہی رشتہ ملا فوراً نکاح کرلیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر انہیں کوئی عزیز نہیں تھا مگر آپ کی شرکت کو بھی ضروری نہیں سمجھا۔ نہ آپ کو شریک کرنے کے لئے نکاح کو موخر کیا۔

ہمارے ہاں کیا ہوتا ہے۔ لڑکی جوان ہے۔ لڑکا بھی جوان ہے۔ رشتہ طے ہوچکا ہے مگر مہینوں کے مہینے اور سالوں کے سال گزر رہے ہیں مگر نکاح نہیں ہوتا۔ جہیز بنے گا تو نکاح ہوگا۔ ہمارے فلاں عزیز دبئی سے آئیں گے تو نکاح کریں گے۔ ہماری فلاں بیٹی کا دیور انگلینڈ سے آئے گا تو نکاح کریں گے۔ بعض بیوقوف نکاح کرکے لڑکی گھر بٹھا لیتے ہیں۔ ایک سال بعد رخصت کریں گے۔ کیوں کیا لڑکی نابالغ ہے یا بیمار ہے؟ جب بالغ ہے، تندرست ہے، تو اسے خاوند کے گھر کیوں نہیں بھیجتے۔ یہ سب باتیں کفار سے مسلمانوں میں آئی ہیں۔ انکے ہاں بدکاری آسان سے آسان اور نکاح مشکل سے مشکل بنادیا گیا ہے۔

نکاح کے موقعہ پر آپ کسی مسلمان کے گھر جاکر دیکھیں ایک ایک رسم پر غور کریں۔ بے شک کسی نمازی گھر کو دیکھ لیں سوائے ایک آدھ شخص کے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہو۔ آپ کو ہر جگہ پورا نقشہ کسی ہندو گھر کا نظر آئے گا۔ انہی کے طریقے اور انہی کی رسمیں دیکھنے میں آئیں گی۔

نکاح سے پہلے

"روٹی" اور "نیوندرا"

سب سے پہلے تو یہ کہ مسلمانوں میں دعوت ولیمہ لڑکے کی طرف سے ہوتی ہے اور خاوند اور بیوی کی آپس میں ملاقات کے بعد ہوتی ہے۔ یہاں آپ کو لڑکی والے کی طرف سے دعوت طعام کا ذکر کہیں نہیں ملے گا کہ بہت سے لوگ جمع کرکے بارات بناکر لڑکی والوں کے گھر ضیافت اڑائی جائے۔ ہمارے ہاں نکاح سے پہلے کھانا پکتا ہے۔ لڑکے والوں کے ہاں بھی اور لڑکی والوں کے ہاں بھی اور اس میں لوگوں کو بلایا جاتا ہے۔ اسے روٹی کہتے ہیں۔ یہ روٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں۔ ہندوؤں کا طریقہ ہے۔ جب ہندوؤں کا ایک طریقہ اختیار کیا تو اس کے ساتھ ان کے دوسرے طریقے بھی اختیار کرنے پڑتے ہیں۔

چلئے کھانا آپ نے کھلا دیا۔ اب رجسٹر رکھ کر بیٹھ گئے۔ کہتے ہیں پیسے لاؤ۔ اس کا نام نیوتہ (نیوندرا) رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا **ولاتمنن تستکثر** (مدثر) اس لئے احسان نہ کر کہ تو زیادہ طلب کرے۔ بتائیے اس سے بڑھ کر بے مروتی کیا ہوگی۔ کہا جاتا ہے یہ تعاون اور ہمدردی ہے۔ اگر یہ ہمدردی یا تعاون ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کرتے جبکہ یہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، نہ صحابہ نے کیا، نہ تابعین نے، نہ ہی کسی عرب ملک میں اب تک پایا جاتا ہے۔ اور تعاون تو تب ہوتا کہ قرض نہ ہوتا۔ اب کوئی شخص چاہے کہ میری موت آئے تو مجھ پر کوئی قرض نہ ہو۔ وہ ہر شخص کا قرض ادا کردیتا ہے۔ اگر اس نے اپنی شادیوں میں نیوتہ وصول کیا ہے تو یہ قرض ادا نہیں کرسکتا۔ یہ اسی وقت ادا ہوگا جب نیوتہ دینے والے شادی یا ختنہ کی کوئی رسم برپا کریں۔

بلکہ آپ برا نہ منائیں تو نیوتہ میں بڑی ہی خفت اور کمینگی پائی جاتی ہے۔ آپ میرے گھر آئے۔ میں نے آپ کو کھانا کھلایا اور ساتھ ہی اس کی قیمت کا مطالبہ کردیا۔ یا چلئے میرے مطالبہ کے بغیر ہی آپ نے کچھ روپے نکال کردے دیئے اگر میں کھانا کھلاکر قیمت وصول کروں تو بتائیے یہ بے غیرتی ہے یا نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ اتنے آدمیوں کو اپنی گرہ سے کون کھلائے تو بھائیو آپ کو کس نے یہ مصیبت ڈالی ہے کہ ضرور ہی اتنے لوگوں کو بلا بلاکر ان کے پیسوں سے ان کی دعوت کریں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو جاہلیت کے طوق اور زنجیریں کاٹ دی تھیں۔ آپ نے دوبارہ اٹھاکر پہن لیں۔

لڑکی کو وراثت میں حصہ دینے کی بجائے

ہندوؤں کی طرح جہیز دینا

اس قسم کی ایک اور رسم جہیز ہے جس کی وجہ سے برسوں تک لڑکیاں بیٹھی رہتی ہیں اور کئی اسی انتظار میں بوڑھی ہوجاتی ہیں اور کئی دنیا ہی سے رخصت ہوجاتی ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے لڑکی کے تمام اخراجات کا ذمہ دار مرد کو ٹھہرایا ہے۔ وہ عورت

کو مہر دیتا ہے۔ شادی کے اخراجات کرتا ہے۔ ولیمہ کرتا ہے۔ رہائش مہیا کرتا ہے۔ لباس، کھانا، علاج وغیرہ ہر چیز مرد کے ذمے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم (النساء)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور اس وجہ سے کہ وہ اپنے مالوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔

ہندوؤں نے اس کا الٹ کر دیا۔ ان کے ہاں گھر کے استعمال کی تمام چیزیں عورت لائے گی۔ چارپائیاں، بستر، کپڑے، کھانے پکانے کے برتن غرض ضرورت کی ہر چیز عورت لائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ جہیز کی یہ رسم مرد کے شرف اور مردانگی کے ہی خلاف ہے۔ ڈاکٹر محمد عمر نے اپنی کتاب "ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر" کے تیسرے باب میں لکھا ہے کہ (متحدہ) ہندوستان کے زمانہ میں بھی کبوہ برادری کے مسلمان جہیز نہیں دیتے تھے نہ باراتیوں سے نیوتہ لیتے تھے۔

معلوم نہیں کبوہ حضرات اب بھی اس پر قائم ہیں یا نہیں۔ ہندو مت میں لڑکی کو جہیز اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ ماں باپ کی جائیداد کی وارث نہیں ہوتی۔ اب مسلمانوں نے بھی یہی طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ ساری جائیداد بھائی لے جاتے ہیں۔ مکان دکان سب بھائی لے گئے اور بہن کو ٹرخا دیا جہیز پر اور لڑکی پر اس ظلم میں باپ بھی برابر کے شریک ہیں۔ وہ بھی صرف بیٹوں کو ہی جائیداد کا وارث بنانا چاہتے ہیں۔

شادی اور مخصوص مواقعوں پر

شادی کے موقع پر ہندوؤں کی جو رسوم مسلمانوں میں رواج پا گئی ہیں، ان میں سے ایک بے پردگی اور بے حیائی ہے۔ ہندو قوم بنیادی طور پر ایک بے حیا قوم ہے اور شرک اور زنا کا آپس میں خاص تعلق ہونے کی وجہ سے اس قوم میں بے پردگی اور بدکاری عام ہے بلکہ اسے مذہبی سند جواز حاصل ہے حتیٰ کہ ان کے ہاں شرمگاہ کی پوجا تک کی جاتی ہے۔ ان کے بڑے بڑے دیوتاؤں کے زنا کے (باتصویر) قصے ان کی مذہبی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ نکاح کے موقع پر آپ مسلمانوں کے گھروں میں جائیں تو آپ کو وہاں ہندو تہذیب صاف ناچتی ہوئی نظر آئے گی۔ الا ماشاء اللہ۔ جوان لڑکیاں زیب و زینت لگا کر بے پردہ عام پھر رہی ہوں گی۔ ان کے ساتھ جوان لڑکے بھی آ جا رہے ہوں گے۔ غیر محرموں سے کوئی پرہیز، کوئی حجاب نہیں۔ ٹھٹھے بازی، مخول، نظارہ بازی صاف کفار کا ماحول نظر آتا ہے۔ حتیٰ کہ اس موقعہ پر بڑی بوڑھیاں بھی خوب سرخی پاؤڈر لگا کر عمر رفتہ کو آواز دیتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

غیر محرم لڑکیوں کے سروں پر ہاتھ پھیرنا

اسی ہندو معاشرے کا ایک اثر ہمارے گھروں میں یہ ہے کہ اگر کبھی ننھیال یا ددھیال میں اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لئے جائیں تو چچا کی لڑکیاں، ماموں کی لڑکیاں، دوسری عزیزائیں گلے لگ کر ملتی ہیں۔ میرے بھائیو یہ رسم کہاں سے آئی۔ جو لڑکا لڑکی محرم نہیں بے شک رشتہ دار ہیں۔ ان کے لئے گلے ملنا کس طرح جائز ہے۔ یہ ہندو تہذیب کا اثر ہے۔ کئی لوگ غیر محرم لڑکیوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔ بھائی وہ تمہاری محرم نہیں سر پر ہاتھ پھیرنے کا کیا مطلب؟

بغیر اجازت گھروں میں جانا

ہندو تہذیب کا ہمارے معاشرے پر ایک اور اثر یہ ہے کہ سب لوگ بغیر اجازت کے ایک دوسرے کے گھروں میں آتے جاتے ہیں حتیٰ کہ غیر محرم مرد اور غیر محرم عورتیں بغیر اجازت، بغیر حجاب ایک دوسرے کے گھروں میں گھس جاتے ہیں۔ (گاؤں میں) کئی لوگ حقہ کی چلم ہاتھ میں پکڑ کر جس گھر میں چاہتے ہیں، یہ کہتے ہوئے داخل ہو جاتے ہیں کہ "کیا آگ موجود ہے۔" خواہ اس گھر میں اس وقت کوئی اکیلی عورت ہی کیوں نہ موجود ہو۔ گویا حقے کی چلم لوگوں کے گھروں میں گھسنے کا سرٹیفکیٹ ہے جہاں چاہو گھس جاؤ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا (نور)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لو اور ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کہو۔

اپنے گھر کے علاوہ ہر گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینی ہے خواہ کوئی اجنبی ہو یا رشتہ دار، بھائی کا گھر ہو یا بہن کا، سسرال کا گھر ہو یا والدین کا۔ اجازت لے کر داخل ہو۔ الحمد للہ میں جب سسرال کے ہاں بھی جاتا ہوں تو دروازہ کھٹکھٹا کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر اس وقت تک باہر کھڑا رہتا ہوں جب تک اندر سے آواز نہیں آتی کہ آ جاؤ۔ بے شک انہیں تعجب ہو۔ پروا نہیں کیونکہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔

آپ مقابلہ کیجئے ہندو معاشرہ کا جس میں عام آزادی ہے۔ کتنا گندا معاشرہ ہو گا اور اسلام کا معاشرہ جس میں اجازت کے بغیر اندر جا ہی نہیں سکتا کتنا پاکیزہ معاشرہ ہو گا۔

دیور کا بھابی سے عام میل جول

اسلام میں معاشرہ کو پاکیزہ رکھنے کے لئے ایک پابندی یہ لگائی گئی ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکیلا نہ ہو۔ ہاں اپنی بیوی یا اپنی محرم عورتوں کے ساتھ اکیلا رہ سکتا ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عورتوں کے پاس داخل ہونے سے بچو۔ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ خاوندوں کے بھائی کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا

الحمو الموت .... دیور تو موت ہے

یعنی اسی طرح خلوت کا عام موقعہ میسر ہو سکتا ہے اور اس سے بے تکلفی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس سے تو بہت ہی زیادہ بچنا چاہئے۔ اب ہندو مذہب کی بے غیرتی دیکھئے۔ دیور یا جیٹھ سے خلوت میں رہنا تو معمولی بات ہے۔ ہندی زبان میں دیور کا معنی ہی دوسرا خاوند ہے۔ اس معاشرے کا ہم مسلمانوں پر بھی یہاں تک اثر ہے کہ خاوند اپنی بیوی کے ساتھ اپنے جوان بھائی کو تنہا رات ایک گھر میں رہتے ہوئے دیکھتا ہے اور برداشت کرتا ہے بلکہ خود ہی اس کے پاس اپنے جوان بھائی کو چھوڑ جاتا ہے۔ سفر میں اس کا ساتھی اپنے جوان بھائی یا کسی غیر محرم رشتہ دار کو بنا دیتا ہے۔ اور اس کی غیرت آرام سے سوئی رہتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کئی ایسی باتیں ہو جاتی ہیں جو کہنے کے لائق نہیں اور معاملہ حد سے گزر جاتا ہے مگر اس وقت بھی ہندو تہذیب سے آنے والی بے غیرتی اس کی زبان پر تالا لگائے رکھتی ہے یا پھر کبھی غیرت جاگ اٹھے۔ بھائیوں کے ہاتھوں سگے بھائیوں کا خون ہو جاتا ہے۔ (اخبارات ان حادثات سے بھرے پڑے ہیں) یہ سب کچھ کس چیز کا نتیجہ ہے کہ گھر میں ہندو تہذیب کو برقرار رکھا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق گھر کا ماحول نہ بنایا۔

اسی ہندو تہذیب کا ایک اور اثر مسلمانوں میں پھیلی ہوئی بے پردگی ہے۔ جب کوئی نکاح ہوتا ہے تو یہ بے پردہ عورتیں اور زیادہ بے پردہ ہو جاتی ہیں جب دولہا سسرال کے گھر آتا ہے تو اس سے مذاق کرتی اور سٹھنیاں دیتی ہیں۔ بے پردہ سامنے کھڑی ہو کر بکواس کرتی ہیں اور دولہا اتنا بے غیرت ہے کہ سب کچھ برداشت کرتا ہے۔ ہندو قوم تو تھی ہی دیوث۔ مسلمان بھی ذلت میں اس حد تک پہنچ گیا کہ بے عزتی کروا رہا ہے مگر اف نہیں کرتا۔

میرے بھائیو یہ غیرت مسلم مجاہدوں میں ہوتی ہے کہ ایسی صورت میں سب کچھ چھوڑ کر پلٹ آنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

> **ہندوؤں کے برعکس ایک مسلمان مجاہد کو ڈر نہیں ہوتا کہ شہید ہونے پر اس کی بیوی سے کوئی نکاح نہ کرے گا**

ہندو تہذیب کی علامت

موسیقی اور گانا بجانا

ہندو تہذیب سے زنا اور بدکاری پھیلانے والی چیزوں میں بے پردگی' مردوں عورتوں کے میل جول اور بغیر اجازت گھروں میں آنے جانے کے علاوہ ایک چیز موسیقی اور گانا بجانا ہے جو بدکاری میں مبتلا کرنے کے لئے جادو کا کام کرتا ہے۔ اور دل میں اس طرح منافقت پیدا کرتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو اگاتا ہے اور بڑھاتا ہے۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو باجوں کو حلال کرلیں گے۔

اس سے ثابت ہوا کہ موسیقی اور باجے گاجے حرام ہیں لیکن کفار کی یہ تہذیب ٹی وی کی صورت میں ہر گھر میں پہنچ گئی ہے۔ ہر گھر میں باجے بج رہے ہیں۔ آپ میں سے کتنے بھائی ہیں جن کے گھروں میں ٹی وی نہیں۔ (اس موقعہ پر مجمع کی اکثریت نے ہاتھ کھڑے کردیئے) الحمدللہ۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس مجمع میں بہت سے لوگ ہیں جن کے گھر ٹی وی کی لعنت سے پاک ہیں کیونکہ یہ مجمع مجاہدین اور جہاد سے محبت رکھنے والوں کا مجمع ہے۔ میرے بھائیو اس مشن کو آگے بڑھانا ہے۔ ہندوؤں کی تہذیب اور ان کی ان رسموں کو اگر ہم ختم نہیں کریں گے' ان کی مخالفت نہیں کریں گے تو ان سے لڑیں گے کس طرح؟ ہمارے ان کے درمیان تو قیامت تک کے لئے عداوت اور دشمنی ہونی چاہئے۔ یہ عداوت تبھی قائم رہ سکتی ہے جب ہم ان کی تہذیب وثقافت سے بھی دشمنی رکھیں گے۔

چہرے کی وضع قطع

داڑھی اور مونچھیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں میں غیر مسلم قوموں کی مخالفت کا خاص طور پر حکم دیا' ان میں سے ایک چہرے کی وضع قطع ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہے کہ مشرکوں کی مخالفت کرو' داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو اچھی طرح کترو۔ بعض احادیث میں آپ نے مجوسیوں کی مخالفت کا حکم دینے کے ساتھ داڑھیاں بڑھانے اور مونچھیں کترنے کا حکم دیا۔ تمام دنیا میں یہ حلیہ صرف مسلمان کا ہے جس سے وہ باقی قوموں سے پہچانا جاتا ہے۔ باقی قوموں میں سکھ اور یہودی ہیں تو داڑھیوں کے ساتھ مونچھیں بھی بڑھی ہوتی ہیں۔ داڑھیاں منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوتی ہیں۔ بعض کے ہاں مونچھیں داڑھی دونوں صاف ہیں۔

اگر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر چلتے کفار کی مخالفت کرتے' داڑھیاں بڑھاتے' مونچھیں کٹاتے تو دور سے پہچانے جاتے۔ کسی مسلم مجاہد کو پریشانی نہ ہوتی کہ اس کی زد میں آنے والا مسلم ہے یا ہندو' مگر افسوس اب چہرے سے نہیں پہچانا جاتا کہ مسلم ہے یا ہندو۔ عیسائی ہے یا یہودی۔ مسلمانوں نے بھی کفار کی طرح داڑھی منڈانا شروع کردیا۔ داڑھی بھی صاف۔ مونچھیں بھی صاف۔ داڑھی منڈا کر کفار کے ساتھ مشابہت کے علاوہ عورتوں سے بھی مشابہت اختیار کرلی۔ اللہ تعالی کی خلق (پیدائش) بدل ڈالی۔ شیطان نے قسم کھا کر کہا تھا کہ میں انہیں حکم دوں گا' یہ اللہ کی خلق بدل دیں گے۔

ولامرنهم فليغيرن خلق الله (نساء-۱۱۹)

دس چیزیں فطرت سے ہیں۔ ان میں سے ایک داڑھی بڑھانا۔ یہ مرد کی فطرت اور مردانگی کی علامت ہے۔ صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

لعن الله المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال (مشکوۃ باب الترجل)

اللہ تعالی نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

میرے بھائیو! مردوں کو داڑھی منڈا کر چہرہ صاف کروا کر عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کی ضرورت کیا ہے۔ کبھی سوچا ہے آپ نے؟ ناراض نہ ہونا۔ بات بے ادبی کی نہ ہوجائے۔ سخت نہ ہوجائے مگر میں تھوڑا سا اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

اس زمین پر ایک ایسی قوم گزری ہے جس کے لڑکے ایسے انداز میں ظاہر ہونا پسند کرتے تھے کہ مردوں کے لئے ان میں کشش ہو۔ وہ چہرہ صاف کروا کر عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے۔ کہیں اس قوم کے ساتھ تو مشابہت اختیار نہیں کر رہے۔ اگر یہ بات نہیں تو بتاؤ اور کیا وجہ ہے؟ جب مردانگی کی علامت داڑھی کو منڈا کر عورت کی طرح چہرہ صاف کرلیا تو بتاؤ اس کے پیچھے کون سا جذبہ کارفرما ہے؟ شروع شروع چودہ پندرہ سال کا تھا۔ داڑھی منڈادی۔ چہرہ خوبصورت نکل آیا۔ اگرچہ یہ بھی نہایت مکروہ حرکت ہے اور اس کے پیچھے نہایت گندہ ذہن ہے۔ مرد کو عورت کی طرح جنسی کشش کا باعث بننا مردانگی کی توہین ہے لیکن جب بوڑھا ہوگیا۔ چہرے پر جھریاں پڑ گئیں' چٹکیوں سے پکڑ پکڑ کر چہرے کے بال صاف کر رہا ہے۔ اب تو اسے کچھ خیال کرنا چاہئے کہ تیری عمر کیا ہے اور تیری حرکتیں کیا ہیں اور تو کس پیغمبر کا کلمہ پڑھتا ہے اور شکل کون سی بنا رہا ہے۔

(اس موقعہ پر سٹیج سے ایک بھائی نے داڑھی رکھنے کا وعدہ لینے کی طرف توجہ دلائی) عزیز بھائیو مجھے ایک بھائی کہہ رہے ہیں کہ ان سے وعدہ لیں جو داڑھی منڈاتے ہیں۔ اس مبارک مجلس میں وعدہ کریں کہ آج سے داڑھی نہیں منڈائیں گے نہ کترائیں گے۔ ہاں بھئی یہ وعدہ کرنے والے کھڑے ہوجائیں۔ (اس موقعہ پر مجمع میں سے سینکڑوں حضرات نے کھڑے ہوکر داڑھی رکھنے کا وعدہ کیا)

ماشاء اللہ الحمدللہ۔ یا اللہ تیرا شکر ہے۔ اب آپ کا حلیہ مسلمانوں کا ہوگا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ ہوگا مشرکوں کا حلیہ نہیں ہوگا۔ مجوسیوں کا نہیں ہوگا۔ قوم لوط کا نہیں ہوگا۔ اللہ آپ کو اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہندوؤں کی طرح

بیوہ کی شادی کو معیوب سمجھنا

مسلمانوں نے ہندوؤں کی جو رسمیں اختیار کر رکھی ہیں ان میں سے ایک بیوہ کا نکاح نہ کرنا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ اپنی لڑکیوں کو گھر میں ہی بٹھائے رکھتے ہیں۔ ان کا نکاح ہی نہیں کرتے اور اس کو شرافت سمجھتے ہیں۔ کئی سید کہلانے والی عورتیں تارک ہوکر بیٹھ جاتی ہیں۔ یہ عورتیں آل رسول ہونے کا دعوی رکھنے کے باوجود گوردواروں میں رہنے والی ہندو دیویوں کے نقش قدم پر چل رہی ہیں۔ (اسی طرح کا ایک ظلم عورت کا قرآن کے ساتھ شادی کرنا بھی ہے) ہندوؤں نے عورت پر وہ ظلم روا رکھے ہیں جن کا اسلام میں تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ جس بیچاری کا خاوند فوت ہوجائے' وہ منحوس ہوگئی۔ ساری عمر آگے نکاح نہیں کرسکتی۔ اس ظلم سے بچنے کے لئے وہ خاوند کی لاش کے ساتھ ہی آگ میں جل مرتی تھی۔ اسے ستی کی رسم کہتے ہیں۔ ایک شاعر نے ہندو عورت کی تعریف کی ہے۔

چوں زن ہندو کسے درہمت مردانہ نیست
سوختن بر شمع مردہ کار ہر پروانہ نیست

”ہندو عورت جیسی مردانہ ہمت کسی میں نہیں ہے۔ مردہ شمع پر جل جانا ہر پروانے کا کام نہیں“

مقصد یہ کہ ہندو عورت کی بڑی دلیری ہے کہ اپنے خاوند کے پیچھے وفاداری کا حق ادا کرتے ہوئے وہ آگ میں جل جاتی ہے۔

میرے بھائی تو نے غلط تجزیہ کیا ہے۔ وہ وفاداری کے اظہار کے لئے نہیں جلی۔ وہ اس لئے جلی ہے کہ اگر زندہ رہتی تو اس کے لئے زندگی سے موت بہتر ہوتی۔ جس مجلس میں جاتی اسے نکال دیا جاتا۔ یہ منحوس کہاں آگئی ہے۔ دوسری بیوہ عورتوں کو دیکھ کر اس کو صاف نظر آرہا تھا کہ گردوپیش کے ہر آدمی کی خواہش ہوگی کہ اس سے شہوت پوری کرے۔ اس سے بدکاری کرے۔ وہ پاک دامن رہنا چاہے تو کوئی اسے پاک

دامن رہنے نہیں دے گا مگر کوئی اسے اپنے نکاح میں نہیں لے گا- کوئی مونس و غمخوار نہیں ہوگا- کوئی اس کا محافظ نہیں ہوگا-

اسلام تو نہایت ہی پاکیزہ دین ہے- خاوند فوت ہو جائے تو لڑکی کی جلد از جلد دوسری جگہ شادی کردو- اس کا گھر جلدی آباد کرو- اگر اسلام پر عمل ہو تو انسان جہاد میں جاتے ہوئے اللہ کی راہ میں شہید ہوتے ہوئے جھجکتا نہیں- اس کو معلوم ہے کہ میں شہید ہوا تو میری بیوی کی عدت گزرنے کے بعد دوسرا مجاہد بھائی اسے اپنے نکاح میں لے لے گا- میرے بچوں کی کفالت بھی ہو جائے گی- موجودہ جہاد میں ایسے کئی واقعات پیش آئے- دو مجاہد بھائی مقبوضہ کشمیر میں جہاد کے لئے گئے- ایک نے دوسرے کو وصیت کی کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو میری بیوی سے تم نکاح کر لینا اور میری بچی کی دینی تربیت اچھی طرح سے کرنا- الحمد للہ اس کی شہادت کے بعد دوسرے بھائی نے اس کی بیوہ سے نکاح کر لیا اور اس کی بچی کی کفالت بھی کر رہا ہے لیکن اگر ہندوؤں کے راستے پر چلیں گے تو وہ عورت جسے پتہ ہے کہ خاوند شہید ہو گیا تو میں ساری عمر بیوہ ہی رہوں گی- کیا اپنے خاوند کو آسانی سے جہاد کے لئے جانے دے گی- ہرگز نہیں- دامن پکڑ کے بیٹھ جائے گی- اللہ کے لئے نہ جاؤ- لڑنے والے اور تھوڑے ہیں- میرے بھائیو وعدہ کرو کہ اگر کسی کی بہن یا بیٹی یا کوئی عزیزہ بیوہ ہے یا مطلقہ ہے تو وہ اس کا نکاح پہلی فرصت میں کسی متقی آدمی کے ساتھ کردیں گے-

لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ مرد بھی سنت کے مطابق ایک سے زیادہ نکاح کریں اور بعض اوقات اس کی بے حد ضرورت ہوتی ہے- بھائی فوت ہو گیا- اب اس کے بچوں یعنی اپنے بھتیجوں کی نگہداشت اور ان کی جائیداد کی حفاظت جتنی چچا کر سکتا ہے اور کون کر سکتا ہے- وہ اپنی بھابھی سے نکاح کر لے- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اسی لئے نکاح کیا کہ ان کے خاوند ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی اسلام میں بے شمار قربانیاں تھیں- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کے بعد ان کی بیوی سے نکاح کر کے ان کے بچوں کو اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا اور جتنے نکاح زیادہ کرے گا اولاد زیادہ ہوگی- امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اضافہ ہوگا- قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری امتوں کے مقابلے میں اپنی امت کی کثرت پر فخر فرمائیں گے- خوش ہوں گے- اگر مسلمان اس سنت پر عمل شروع کردیں تو اتنی تیزی سے افرادی قوت بڑھے گی کہ ہندو مسلمانوں کا مقابلہ کر ہی نہیں سکیں گے- اس لئے تمام دنیا کے کفار مسلمانوں کی آبادی بڑھنے پر فکر مند ہیں- ان کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کی آبادی بڑھنے کا بم ایٹم بم سے بھی خوفناک ہے-

ذکر اور جہاد سے روکنے والے کھیل

پتنگ بازی، آتش بازی، تاش، شطرنج

ہندوؤں اور غیر مسلم قوموں کے جو طور طریقے مسلمانوں میں رائج ہو گئے ہیں، ان میں سے وہ کھیل بھی ہیں جن کا مقصد دل لگی کے علاوہ کچھ نہیں- جو انسان کو اللہ کے ذکر سے اور اپنے فرائض ادا کرنے سے روکتے ہیں- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے تمام کھیل جو جہاد سے غافل کرتے ہیں، باطل قرار دیئے ہیں- فرمایا

عن عقبة بن عامر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل شئى يلهو به الرجل باطل الا رميه بقوسه او تاديبه فرسه او ملاعبته اهله فانهن من الحق (ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، بحوالہ مشکوۃ باب اعداد **آية الجهاد**)

ہر وہ چیز جس سے آدمی دل لگی کرتا ہے، کھیلتا ہے، باطل ہے مگر اپنے کمان کے ساتھ تیر اندازی کرنا یا اپنے گھوڑے کو سدھانا یا اپنے گھر والوں کے ساتھ کھیلنا تو یہ حق سے ہیں-

صاف ظاہر ہے یہ سب کھیل جہاد کی طرف لے جاتے ہیں- بعض احادیث میں سباحۃ یعنی تیراکی کا بھی ذکر ہے- رسول اللہ نے فرمایا

ارموا واركبوا وان ترموا احب الى من ان تركبوا

(یہ گزشتہ حدیث کا ہی ایک حصہ ہے)

تیر اندازی کرو اور سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا مجھے تمہاری سواری کرنے سے زیادہ پسند ہے-

تیر اندازی میں ہر قسم کی نشانہ بازی شامل ہے مثلاً گولی، راکٹ، میزائل، بم پھینکنا- سواری میں گھوڑ سواری کے ساتھ موٹر سائیکل، موبائل گاڑی، ٹینک، جہاز ہر چیز کی ڈرائیونگ شامل ہے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوڑ لگانا، کشتی کرنا بھی ثابت ہے- یہ تمام کھیل براہ راست جہاد سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ کھیل جن میں اصل چیز دل لگی ہے اور جن کا جہاد سے براہ راست کوئی تعلق نہیں، وہ بے کار ہیں، باطل ہیں- کفار کی پسند ہیں- مثلاً ہندوؤں کے کھیل دیکھ لیجئے- پتنگ بازی، ہولی، دیوالی ان کا جہاد سے کیا تعلق- پتنگ بازی سے دشمن کو کیا تکلیف ہے اور دیوالی چراغاں تو صاف آتش پرستوں کا طریقہ ہے- مسلمانوں کا طریقہ ہی نہیں- اسی طرح کرکٹ، فٹ بال، والی بال کفار کے کھیل ہیں جن کا جہاد سے براہ راست کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ جہاد اور ذکر سے روکنے والی چیزیں ہیں- چند آدمی کھیل رہے ہیں اور پوری قوم ریڈیو ٹیلی ویژن پر اسے دیکھنے سننے اور ہار جیت کا نتیجہ معلوم کرنے کے بخار میں مبتلا ہے- پھر ان کھیلوں کے ساتھ جوا شامل ہوتا ہے- سکولوں کے ٹورنامنٹ لے لیجئے- ہر ٹیم انٹری کے لئے دو سو چار سو روپے دیتی ہے- جو ٹیم جیت گئی، ساری پیسے لے گئی- جو ہار گئی، منہ لٹکا کر واپس آگئی- یہ خالص جوا ہے- عالمی ٹیموں میں سونے چاندی کے تمغے جیتنا بھی جوا ہے- اور صرف کھلاڑی ہی جوا نہیں کھیلتے بلکہ بے شمار لوگ ان پر شرطیں لگا کر بیٹھے ہوتے ہیں کروڑوں اربوں کا جوا ہوتا ہے کہ کون سی ٹیم جیتے گی اور کون سی ہارے گی- اس کے علاوہ تاش، شطرنج، ویڈیو گیمز، جانور لڑانا سب باطل اور ذکر الٰہی اور جہاد سے روکنے والے ہیں- میرے بھائیو یہ اسلام کے کھیل نہیں- نہ ہی اسلام ایسے افراد تیار کرنا چاہتا ہے جو ان بے کار اور باطل چیزوں میں زندگی برباد کردیں- اسلام کی سربلندی کے لئے تو ایسے افراد درکار ہیں جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہوں- اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہو- کافروں کے خلاف سخت ہوں- ان کی رسوم، ان کی تہذیب وثقافت سے شدید نفرت رکھنے والے ہوں- اہل ایمان سے محبت اور رحم رکھنے والے ہوں- اللہ تعالیٰ کے دین میں کسی ملامت والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں- اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے ہمیں ایسے ہی لوگوں میں شامل فرمائے- آمین

jul-2

مولانا عبداللہ ثاقب افسوسناک حادثہ میں اللہ کو پیارے ہو گئے-

فضیلۃ الشیخ عبداللہ ثاقب وائس پرنسپل معھد الشریعۃ والصناعۃ ومسئول مرکز الدعوۃ والارشاد تحصیل کوٹ ادو اور مولانا غلام سرور محمدی امام وخطیب مرکزی محمدی جامع مسجد اہلحدیث تحصیل والی علاقہ پیر جگی موڑ پر ۲۶ اگست کا جمعہ پڑھا کر موٹر سائیکل پر واپس کوٹ ادو تشریف لا رہے تھے- پیر جگی موڑ سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک تیز رفتار ٹرک نے کچل دیا- موقع پر ہی دونوں بھائی وفات پا گئے- انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا سرور صاحب کا دس سالہ بیٹا بھی زخمی ہو گیا جس کو نشتر ہسپتال ملتان میں داخل کر دیا گیا- جس کی صحت اب بہتر ہے- دونوں شیخ اہل علم، باکردار باصلاحیت، مخلص اور محنتی انسان تھے- دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی دینی خدمت قبول فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے- اور جماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے- ادارہ مرحومین کے غم میں برابر کا شریک ہے- ادارہ

قرآن و سنّت کی روشنی میں

مسائل و احکام

آپ کے سوال

مبشر احمد ربانی

نماز جنازہ سری یا جہری

س- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگ جو نماز جنازہ اونچی قرات سے پڑھتے ہیں اس کا اور آہستہ آواز میں پڑھنے کا کیا ثبوت ہے؟ اس سوال کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل دیں-

(شمشاد احمد سلفی ڈی ٹائپ کالونی فیصل آباد)

ج- نماز جنازہ میں قرات جہرا و سرا دونوں طرح درست ہے البتہ دلائل کی رو سے سرا" پڑھنا زیادہ بہتر واولی ہے- سری پڑھنے کے دلائل یہ ہیں-

ا- سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا

السنة فی الصلاة علی الجنازة ان یقرا فی التکبیرة الاولی بام القرآن مخافتة ثم یکبر ثلاثا والتسلیم عند الآخرة (نسائی ۱/ ۲۸۰ المحلی ۵/ ۱۲۹ المجموع ۵/ ۲۳۳ شرح معانی الاثار للطحاوی ۱/ ۲۸۸)

نماز جنازہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں سورۃ فاتحہ آہستہ آواز میں پڑھے، پھر تین تکبیریں کہے اور آخری تکبیر کے پاس سلام پھیرے-

یعنی تکبیر اولی کے بعد سورۃ فاتحہ آہستہ پڑھے پھر باقی تکبیرات میں جیسا کہ دیگر احادیث میں صراحت ہے کہ دوسری تکبیر کے بعد درود پڑھے پھر تیسری تکبیر کے بعد دعا پڑھے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے- بعض صحیح روایات میں چار سے زائد تکبیرات کا بھی ثبوت موجود ہے ملاحظہ ہو- احکام الجنائز للشیخ البانی حفظہ اللہ- امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام ۱/ ۲۳۹، ۲۴۰ پر اور انہی کی سند سے امام بیہقی ۴/ ۳۹ پر اور امام ابن الجارود المنتقی (۲۶۵) پر لائے ہیں کہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں ہے-

ان السنة فی الصلاة علی الجنازة ان یکبر الامام ثم یقرا بفاتحة الکتاب بعد التکبیرة الاولی سرا فی نفسه ثم یصلی علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ویخلص الدعاء للجنازه فی التکبیرات لا یقرا فی شئی منهن ثم یسلم سرا فی نفسه والسنة ان یفعل من وراءہ مثلما فعل امامه

نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر کہے- پھر پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ آہستہ آواز میں پڑھے- پھر (تکبیر کے بعد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے- پھر باقی تکبیروں میں میت کے لئے خلوص سے دعا کرے اور ان تکبیروں میں قراۃ نہ کرے پھر آہستہ سلام پھیر دے- اور سنت یہ ہے کہ مقتدی بھی وہ عمل کرے جو اس کا امام کرے-

اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں-

واصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لا یقولون بالسنة والحق الا لسنة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان شاء اللّٰه تعالی

یعنی اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مسئلہ کے بارے میں کہیں کہ یہ سنت اور حق ہے تو اس کا مطلب محض یہی ہوتا ہے کہ یہ سنت نبویؐ ہے- ان شاء اللہ- ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قراۃ آہستہ کرنا مسنون ہے اور **سرا فی نفسه مخافتة** کے الفاظ اس مسئلہ پر صراحتا دلالت کرتے ہیں-

اور جہری قراۃ کرنے کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں-

صلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علی جنازة فحفظت من دعائه وهو یقول "اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه الحدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی میں نے آپ ﷺ کی دعا سے یاد کرلیا- آپؐ کہہ رہے تھے- اے اللہ اس کو بخش دے اور اس پر رحم کر اور اس کو عافیت و معافی سے نواز دے-

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابیؓ نے آپ کے جنازے سے یہ دعا حفظ کی اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب آپ نے جہری پڑھا ہو بہرکیف سری پڑھنا حدیث سے صراحتہ اور جہری پڑھنا استدلالا

ثابت ہے' اس لئے آہستہ پڑھنا زیادہ قوی و بہتر ہے۔ تفصیل کے لئے علامہ البانی حفظہ اللہ کی کتاب احکام الجنائز ملاحظہ کیجئے۔

نماز جنازہ سلام ایک طرف پھیرا جائے گا یا دونوں طرف

س۔ نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرتے ہیں۔ یہ عمل کیسا ہے۔ اہل حدیث عامل ہیں جبکہ دار قطنی' حاکم' بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طرف سلام پھیرنے کی روایت نقل کی ہے اور مسند شافعی میں سلام پھیرنے کا ذکر ہے مگر ایک یا دو کا ذکر نہیں۔ وضاحت کریں۔ (محمد اشفاق احمد سلفی مسئول طلباء امیر پور سادات)

ج۔ نماز جنازہ میں ایک طرف سلام پھیرنا بھی صحیح ہے اور دونوں طرف بھی۔ ایک طرف سلام پھیرنے والی جس حدیث کی طرف سائل نے اشارہ کیا ہے' وہ یہ ہے۔ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی جنازۃ فکبر علیھا اربعا وسلم تسلیمۃ واحدۃ

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پڑھایا اس پر چار تکبیریں کہیں اور ایک سلام پھیرا۔ (دار قطنی (۱۹۱) حاکم (۳۶۰/۱)

امام حاکمؒ نے اس حدیث کے بعد فرمایا

قد صحت الروایۃ فیہ عن علی بن ابی طالب وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عباس وجابر بن عبداللہ وعبداللہ بن ابی اوفی و ابی ھریرۃ انھم کانوا یسلمون علی الجنازۃ تسلیمۃ واحدۃ

سیدنا علی' سیدنا عبداللہ بن عمر' سیدنا عبداللہ بن عباس سیدنا جابر بن عبداللہ' سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی اور سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہم سے صحیح روایات سے ثابت ہے کہ وہ جنازہ پر ایک سلام پھیرا کرتے تھے۔ مذکورہ بالا حدیث اور عمل صحابہ سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں ایک طرف سلام پھیرنا درست ہے' رہا یہ مسئلہ کہ عموما جو جنازوں پر سلام پھیرا جاتا ہے وہ دونوں طرف ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ثلاث خلال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعلھن ترکھن الناس احداھن التسلیم علی الجنازۃ مثل التسلیم فی الصلاۃ" بیہقی ۴۳/۴

تین کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے جنہیں لوگوں نے ترک کردیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ نماز جنازہ پر اس طرح سلام پھیرنا جس طرح نماز میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

امام نووی نے ۲۳۹/۵ پر اس کی سند کو جید قرار دیا ہے اور امام ہیثمی نے مجمع الزوائد ۳۴/۳ پر فرمایا رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ملاحظ ہو احکام الجنائز ص ۱۲۷ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم وغیرہ میں روایت ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یسلم تسلیمتین فی الصلوۃ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دو سلام پھیرا کرتے تھے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابن مسعود نے نماز جنازہ کے متعلق جو فرمایا کہ اس پر نماز کی طرح سلام پھیرتے تھے تو وہ سلام دونوں طرف ہے۔ لہذا نماز جنازہ پر جو عموما اہل حدیث و دیگر حضرات دونوں طرف سلام پھیرتے ہیں' بالکل جائز و درست ہے اور ایک طرف سلام پھیرنا بھی روا اور مشروع ہے۔

جنازہ اٹھاتے وقت بلند آواز سے کلمہ پڑھنا اور ذکر کرنا

س۔ دور حاضر میں جب جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو لوگ باواز بلند کلمہ شہادت کہتے ہیں۔ بعض علاقوں میں جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے نظمیں پڑھتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے بینوا توجروا۔ (ایک سائل۔ لاہور)

ج۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسا کرنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ بلکہ جنازہ کے ساتھ آواز بلند کرنا ناجائز ہے اور اس کی کراہت منقول ہے۔

سیدنا قیس بن عباد سے مروی ہے کہ

کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکرھون رفع الصوت عند الجنائز بیہقی ۷۴/۴

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنازوں کے پاس آواز بلند کرنا ناپسند کرتے تھے۔

اسی طرح ایک مرفوع حدیث جو کہ اپنے مختلف شواہد کی بنا پر قوی ہے' میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا تتبع الجنازۃ بصوت ولا نار

جنازے کے پیچھے آواز اور آگ کے ساتھ نہ آ (ابوداؤد ۶۳/۲ مسند احمد ۴۲۷/۲' ۵۲۸' ۵۳۲)

ان احادیث سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جنازہ کے ساتھ آواز بلند کرنا منع ہے اور یہ جو ہمارے ہاں طریقہ رائج ہو چکا ہے کہ جنازہ کو کندھا دیتے ہوئے باواز بلند کہا جاتا ہے "کلمہ شہادت" اس کا کوئی ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ کے اصحابؓ اور شریعت اسلامیہ سے نہیں ملتا اور نہ ہی جنازہ کے ساتھ نعت گوئی کا کہیں تذکرہ ملتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ کتاب الاذکار ۲۰۳ میں فرماتے ہیں کہ

واعلم ان الصواب والمختار وما کان علیہ السلف رضی اللہ عنھم السکوت فی حال السیر مع الجنازۃ فلا یرفع صوت بقراۃ ولا ذکر ولا غیر ذلک

جان لیجئے کہ صحیح اور مختار بات اور جس پر سلف صالحین رضی اللہ عنہم تھے' وہ یہ ہے کہ جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے خاموشی ہو۔ جنازے کے ساتھ آواز نہ قرات کے ذریعے بلند کی جائے اور نہ ہی ذکر وغیرہ کے ساتھ۔

اور آگے فرماتے ہیں۔ کثرت کے ساتھ جو لوگ اس بات کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان سے دھوکہ مت کھائیے۔ ابوعلی فضیل بن عیاض نے فرمایا

" ہدایت کے راستوں کو لازم تھام سالکین کی قلت تجھے نقصان نہیں دے گی اور گمراہی کے راستوں سے بچئے اور ہلاک ہونے والوں کی کثرت سے دھوکہ نہ کھائیے" اور سنن کبری بیہقی سے ہم نے وہ روایت نقل کی ہے جو ہمارے قول کا تقاضا کرتی ہے (یعنی اوپر قیس بن عباد والی روایت جس میں آواز بلند کرنے کی کراہت منقول ہے) اور دمشق وغیرہ میں جنازے میں شامل جو جاہل لوگ قراۃ کے ساتھ آواز سختی سے کھینچتے ہیں اور کلام کو اس کی جگہوں سے نکال دیتے ہیں' وہ علماء کے اجماع کے ساتھ حرام ہے۔

امام نووی کی اس صراحت سے بھی معلوم ہوا کہ جنازہ کے ساتھ ذکر اذکار یا قراۃ قرآن وغیرہ کی آواز بلند کرنے کا ثبوت کتاب وسنت سے نہیں ملتا۔ جو کام نبیؐ اور آپؐ کے اصحابؓ نے نہیں کیا' نہ اسے جائز سمجھا نہ افضل تو ہم کیسے ایسے کام کو جائز' افضل بنا سکتے ہیں۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

مجاہدین لشکر طیبہ کے زیر اہتمام

ضرب مجاہد کانفرنس

۲۳ ستمبر۔ سوموار ۱۰ بجے دن بالمقابل تھانہ سٹی کچہری روڈ نارووال

مقررین

پروفیسر حافظ محمد سعید' مولانا سیف اللہ قصوری' غازی ابو خبیب کمانڈر لشکر طیبہ مقبوضہ کشمیر' مولانا جمیل راہی۔

نوٹ یہی پروگرام بعد نماز عشاء اسلامیہ گرلز کالج شکرگڑھ میں ہوگا۔ ان شاء اللہ

منجانب مرکز الدعوۃ والارشاد بائی پاس نارووال فون نمبر ۳۲۲۲

ضرورت باورچی

مرکز طیبہ مریدکے میں ایک عدد باورچی کی اشد ضرورت ہے۔ اہلحدیث اور باشرع باعمل بھائی جلد رابطہ کریں۔

رابطہ کے لئے۔ مرکز طیبہ مریدکے

نورستان (افغانستان) کے سنگلاخ پہاڑوں میں

ڈاکٹر محمد ایوب

ڈاکٹرز مرکز الدعوۃ والارشاد پاکستان جو سال کے مختلف مہینوں میں ملک کے مختلف علاقوں میں فری میڈیکل کیمپ لگاتے ہیں اور تقریباً" ہر سال دعوت و علاج کے لئے ایک نیا علاقہ بھی دریافت کرتے ہیں' اس دفعہ نورستان کی طرف عازم سفر ہوئے۔

پاکستان کے صوبہ سرحد کی مشہور وادی چترال اور باجوڑ ایجنسی سے کوہ ہندوکش کے ذریعہ جدا ہونے والا افغانستان کا وہ علاقہ جو کبھی جہالت اور کفر کا مرکز ہوا کرتا تھا' آج نورستان کے نام سے موسوم ہے۔ یہاں کے باسی نہ صرف ظاہری حسن سے مالا مال ہیں بلکہ نور ایمان کی روشنی سے بھی منور ہیں ---------- نورستان کو پہلے کسی اور نام سے یاد کیا جاتا تھا مگر جب ۱۸۹۲ء میں امیر عبدالرحمان کے دور حکومت میں بذریعہ جہاد یہاں کے لوگوں نے کفر کو ترک کر کے اسلام کی دعوت کو قبول کیا تو توحید کی کرنوں سے یہ علاقہ جگمگا اٹھا۔ اور اسی نسبت سے آج نورستان کہلاتا ہے۔ اس خطے کا تقریباً" ہر فرد سلفی ہے' ہر مرد متشرع ہے اور ہر عورت باپردہ ہے۔

جغرافیائی لحاظ سے نورستان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے شرقی نورستان' وسطی نورستان وادی پارون اور روادی قفستوہ پر مشتمل ہے۔ اور یہ وسطی نورستان اور غربی نورستان وادیاں بالترتیب دریائے پارون اور دریائے قفستوہ کے کناروں پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کے مغرب میں غربی نورستان واقع ہے۔ یہ سب علاقے ایک دوسرے سے سنگلاخ پہاڑوں اور فلک شگاف چوٹیوں کے ذریعے منقسم اور جدا ہیں۔ ان سب کا آپس میں بھی اور باقی دنیا کے ساتھ تعلق صرف پگڈنڈیوں سے قائم ہے جن پہ چلنے والی تیز ترین اور آرام دہ ترین سواری گھوڑا' خچر اور گدھا ہے یا پھر اپنے پاؤں۔ ۲۵ جون بروز منگل رات گیارہ بجے راقم کی زیر امارت یہ قافلہ لاہور سے روانہ ہوا اور فجر کی نماز اسلام آباد مرکز میں ادا کر کے بدھ کو صبح ۹ بجے پشاور دفتر میں پہنچا۔

اس قافلے میں مندرجہ ذیل لوگ شامل تھے۔

1- ڈاکٹر احمد داؤد ایم بی بی ایس ماہر امراض چشم و مسئول ڈاکٹرز مرکز الدعوۃ والارشاد پاکستان

2- ڈاکٹر محمد ایوب ایم بی بی ایس ماہر امراض گردہ و مثانہ مسئول تعلقات عامہ

3- ڈاکٹر محمد نعیم مغل- ایم بی بی ایس - ایف سی پی ایس (آرتھوپیڈک) ماہر امراض ہڈی و جوڑ

4- ڈاکٹر گل ریز ڈی وی ایم -جنرل فزیشن

5- ابو یاسر عمر فاروق پیرامیڈیکل

6- قاری محمد فاروق پیرامیڈیکل

7- حاجی عبدالحمید پیرامیڈیکل

8- حاجی عبدالطیف پیرامیڈیکل

9- ابو ناصر پیرامیڈیکل

پشاور مرکز میں تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد بھائی عبدالمنان کے ساتھ ہم نورستانیوں کے دفتر میں پہنچے اور اپنے مشن سے آگاہ کیا۔ انہوں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ہمارے ساتھ ایک آدمی بھی روانہ کیا اور شرقی نورستان کے مختلف مقامات میں ذمہ دار لوگوں کے نام خطوط بھی دیئے۔ مگر بعد میں ہمارا پروگرام وسطی نورستان' کی وادی پارون تک محدود ہو گیا تو وہ ہمارے بھائی راستے میں سے ہی گھر چلے گئے اور ہم ان کی سفارتی سہولتوں اور چاہتوں سے مستفید نہ ہو سکے - شرقی نورستان جانے کا قرض ہمارے ذمہ باقی ہے۔ اللہ نے توفیق دی تو ان شاء اللہ پھر کبھی اس علاقے میں بھی کیمپ لگائیں گے۔

پشاور سے چلے تو شام تک معسکر طیبہ پہنچے اور اگلے دن جمعرات کی صبح نماز فجر ادا کر کے معسکر کی گاڑی پر بھائی منیر کے ساتھ وسطی نورستان کی طرف روانہ ہو گئے۔ معسکر سے ہماری راہنمائی کیلئے ایک غازی ریاض اللہ ہمارے ساتھ ہو لئے۔ اور چند اور مجاہد بھی تھوڑی دور تک ہمارے ساتھ گئے۔ دریائے کنہڑ کے کنارے چلتے چلتے شیخ جمیل الرحمان ؒ کے گاؤں **ننگلام** پہنچے تو پتہ چلا کہ ہمارے مزاج کے کھانے صرف یہاں تک دستیاب ہیں۔ اس سے آگے نئے لوگ ہوں گے۔ نئی زبان ہو گی۔ نیا رہن سہن ہو گا۔ نئی خوارک ہو گی اور نیا موسم ہو گا اور اس نئے پن میں اگر کوئی چیز پرانی ہو گی تو وہ ہماری زبان کا TASTE ہو گا جسے ہم کبھی نہ بدل سکیں گے چنانچہ یہاں سے سیر ہو کر کھانا کھایا اور پھر چل پڑے۔ عصر تک مولانا عبدالعزیز نورستانی صاحب کے گاؤں "واما" پہنچے اور نمازیں ادا کیں۔ یہاں سے وسطی نورستان کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ گاؤں کا ایک حصہ نیچے دریا کے کنارے واقع ہے اور باقی اوپر پہاڑی کے ساتھ یوں چمٹا ہوا ہے جیسے معصوم بچہ ڈر کے مارے اپنی ماں کے سینے سے چمٹ جاتا ہے ۔اس سارے راستے میں بھی اور اس گاؤں میں بھی ہرے بھرے پھل دار درخت خصوصاً" سفید اور سیاح توت بہت عام تھے۔ پتہ چلا کہ اوپر والے گاؤں کے ساتھ افغانستان کے سابق حکمران ظاہر شاہ کا ایک بہت بڑا باغ ہے موسم اتنا بدلا ہوا کہ 27 جون کو رضائی اور کمبل کے بغیر رات گذارنا مشکل ہو گیا۔ ٹوٹی پھوٹی اونچی نیچی پتھروں کی جو سڑک اب تک ہمارا ساتھ دے رہی تھی' یہاں آ کے بالکل ختم ہو گئی۔ مغرب کی نماز یہاں ایک مسجد میں ادا کی اور راقم نے مرکز الدعوۃ کا تعارف کروایا اور اپنے پروگرام سے آگاہ کیا۔ امام نے بعد میں نورستانی زبان میں ترجمہ کر دیا۔ نماز سے فارغ ہو کے کھانا کھانے کے بعد مجلس مشاورت ہوئی اور آئندہ سفر کی مشکلات زیر بحث آئیں۔ اس سے آگے چونکہ گاڑی تو جا نہیں سکتی تھی اور گھوڑے خچر ہمیں دستیاب نہ ہو

مسافر کی امامت کا حکم

س : کیا مسافر آدمی مقیم کی امامت کرواسکتا ہے ؟ اور مسافر اگر نماز فرض پڑھے اور مقیم اٹھ کر اپنی نماز پوری کرے تو مقیم کی نماز میں کوئی خلل واقع ہوگیا نہیں۔ کتاب وسنت کی روسے واضح کریں بعض حضرات اس بات پر جھگڑا کرتے ہیں کہ مسافر کو مقیم کی اقتداء نہیں کرنی چاہئے اگر مسافر نماز پڑھائے تو اسے پوری نماز پڑھانی چاہئے۔ (ایک اللہ کا بندہ۔ لاہور)

ج : اگر کوئی شخص کسی قوم کے ہاں مہمان بنے تو وہ ان کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے اگر وہ اجازت دے دیں تو انہیں نماز پڑھا سکتا ہے اور مسافر مقیم کی امامت جب کرائے اور دو رکعت پر سلام پھیر دے تو مقیم اٹھ کر اپنی بقیہ دو رکعتیں پوری کرلے اس سے مقیم کی نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ابی عطیہ سے روایت ہے کہ مالک بن الحویرث ہماری نماز کی جگہ میں آئے ایک دن نماز کا وقت آگیا ہم نے انہیں کہا کہ تم آگے بڑھو تو انہوں نے کہا تم میں سے کوئی شخص آگے بڑھے یہاں تک کہ میں تمہیں بیان کروں کہ میں آگے کیوں نہیں بڑھتا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے " مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَؤُمَّهُمْ وَلْيَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ " جو آدمی کسی قوم کی زیارت کے لئے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کروائے ان میں سے کوئی آدمی ان کی امامت کرائے۔

(ترمذی ابواب الصلوۃ باب ماجاء فیمن زار قوما لا یصلی بھم (386) ابن خزیمہ (1520) بیہقی 126/3 نسائی کتاب الامامۃ باب امامۃ الزائر (786) ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب امامۃ الزائر (596) مسند احمد 436/3، 53/5 اس کی سند میں ابوعطیہ ہے جس کے بارے میں امام ابوحاتم، امام علی بن مدینی اور یحییٰ القطان نے کہا ہے کہ یہ مجہول ہے لیکن امام ترمذی نے اس کی حدیث کی تحسین اور امام ابن خزیمہ نے تصحیح کی ہے

اس حدیث کے بعض شواہد بھی ہیں۔

نافع سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ کی ایک جانب مسجد میں نماز کیلئے اقامت کہی گئی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس مسجد کے قریب زمین تھی جس میں وہ کام کر رہے تھے اور اس مسجد کا امام ان کا غلام تھا اس غلام اور اس کے ساتھیوں کا مسکن بھی وہاں ہی تھا۔ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں سنا تو ان کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے تشریف لائے تو مسجد کے امام نے انہیں کہا آگے بڑھیں اور نماز پڑھائیں تو عبداللہ بن عمر نے فرمایا "انت احق ان تصلی فی مسجدك منی فصلی المولی" تم اپنی مسجد میں نماز پڑھانے کا مجھ سے زیادہ حق رکھتے ہو پس غلام

مبشر احمد ربانی

نے نماز پڑھائی۔

(کتاب الام 158/1 بیہقی 126/3 کتاب الصلوۃ باب الامام الراتب اولی من الزائر)

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ مقرر امام امامت کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ دوسرے شخص کو اس کے ہوتے ہوئے نماز نہیں پڑھانی چاہئے ہاں اگر مقرر امام کسی دوسرے شخص کو اجازت دے دے تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے۔ جیسا کہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

وَلَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَؤُمَّ قَوْمًا إِلَّا بِإِذْنِهِمْ

کسی شخص کیلئے حلال نہیں جو اللہ تعالی اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو کہ وہ کسی قوم کی امامت کرائے ماسوائے ان کی اجازت کے۔

ابوداؤد کتاب الطھارۃ باب ایصلی الرجل وھو حاقن (91) بیہقی (129/3)

وَلَا يَؤُمُّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَجْلِسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ

کوئی آدمی دوسرے آدمی کی حکومت میں امامت نہ کرائے اور نہ اس کے گھر میں اس کی عزت والی جگہ (مسند وغیرہ) میں بیٹھے مگر اس کی اجازت کے ساتھ۔ (ترمذی ابواب الصلوۃ باب ماجاء من احق بالامامۃ (235) مسند احمد 272/5 المنتقی لابن الجارود (308) نسائی کتاب الامامۃ باب من احق بالامامۃ (779) ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب من احق الامامۃ (582`583`584) کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ (673/290) ابن ماجہ کتاب فی اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا باب من احق بالامامۃ (980) ابوعوانہ 36/2`36 مسند حمیدی (457) عبدالرزاق (`3809 3808) مستدرک حاکم 243/1 شرح السنۃ 394/3 بیہقی (90/3` 119` 125)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر مقرر امام کسی آنے والے شخص کو امامت کی اجازت دے دے تو وہ شخص نماز پڑھا سکتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اھل علم کا اس پر عمل ہے آگے مزید لکھتے ہیں : امام احمد بن حنبل نے فرمایا : نبی کریم ﷺ کا یہ قول کہ کوئی آدمی کسی آدمی کی حکومت وسلطہ والی جگہ میں امامت نہ کرائے اور نہ اسکی عزت والی جگہ میں بیٹھے مگر اس کی اجازت سے۔ یہ اجازت امامت اور عزت والی جگہ دونوں کے متعلق ہے اور جب اسے نماز پڑھانے کی اجازت دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ترمذی ابواب الصلوۃ 461/1 تحقیق شیخ احمد شاکر)

علامہ احمد شاکر فرماتے ہیں امام احمد بن حنبل نے جو بات استنباط کی ہے یہ اس حدیث کی بعض روایات میں بطور نص واقع ہوئی ہے بلاشبہ امام ابن تیمیہ نے المنتقی مع نیل الاوطار 192/3 میں کہا ہے کہ اور سعید بن منصور نے روایت کیا ہے :

وَلَا يَؤُمُّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَقْعُدُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ

کوئی شخص دوسرے شخص کی سلطنت میں اس کی امامت نہ کرائے مگر اس کی اجازت کے ساتھ اور نہ اس کے گھر میں اس کی مسند پر

بیٹھے مگر اس کی اجازت کے ساتھ پس اجازت ان دونوں صورتوں میں ہے۔ یعنی صاحب بیت کی اجازت سے اس کی مسند پر بھی بیٹھ سکتا ہے اور آدمی کی حکومت اور سلطہ والی جگہ میں اس کی اجازت سے امامت بھی کروا سکتا ہے۔ مذکورہ توضیح سے معلوم ہوا کہ مسافر اور زائر آدمی مقیم کی اجازت سے نماز پڑھا سکتا ہے اس میں شرعی طور پر رخصت ہے اگرچہ زیادہ حق مقرر امام کا ہے۔
اور جب مسافر مقیم امام کی اجازت سے نماز پڑھائے اور وہ قصر کرنا چاہتا ہو تو مقیم کھڑے کر اپنی نماز پوری کرلیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "ان عمر بن الخطاب کان اذا قدم مكة صلى بهم ركعتين ثم يقول: يا اهل مكة اتموا صلاتكم فإنا قوم سفر"
بے شک عمر بن خطاب جب مکہ تشریف لاتے تو انہیں دو رکعت پڑھاتے پھر کہتے اے مکہ والو! اپنی نماز پوری کرلو بلاشبہ ہم مسافر قوم ہیں۔
(المؤطا كتاب قصر الصلوة فى السفر باب صلوة المسافر اذا كان امام او كان وراء الامام (19) بیہقی 126/3 عبدالرزاق بحوالہ نصب الرایہ 187/2)
عمران بن حصین سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر غزوہ کیا اور فتح مکہ کے موقع پر میں آپ کے ساتھ حاضر تھا آپ مکہ میں 18 راتیں مقیم رہے آپ صرف دو رکعت نماز پڑھتے اور کہتے: اے شہر والو تم چار رکعات پڑھو بے شک ہم مسافر قوم ہیں۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب متی یتم المسافر (1229) بیہقی 157/3 دلائل النبوۃ 105/5) لیکن اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان کمزور راوی ہے۔
صفوان سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عبداللہ بن صفوان کی عیادت کے لئے آئے انہوں نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر سلام پھیر دیا ہم کھڑے ہوگئے تو ہم نے نماز پوری ادا کی۔ (المؤطا کتاب قصر الصلوۃ فی السفر (21)
مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ مسافر نماز پڑھائے تو دو رکعت پر سلام اگر پھیر دے تو مقیم آدمی کھڑے ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کرلیں۔ اس میں شرعی طور پر رخصت ہے اس سے مقیم لوگوں کی نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اگر کسی قسم کا خلل واقع ہوتا تو خلیفۃ المسلمین عمر بن الخطاب اور ان کے بیٹے عبداللہ بن عمر کبھی ایسا نہ کرتے جو لوگ اس بات پر لڑتے جھگڑتے ہیں ان کا یہ رویہ نامناسب ہے جب شریعت میں رخصت موجود ہے تو اسے شرح صدر کے ساتھ قبول کرنا چاہئے اور مسافر کی اقتداء میں مقیم کی نماز بالاتفاق صحیح ہے اور میرے علم میں کسی اہل علم نے اس میں اختلاف نہیں کیا
فقہ حنفی کی کتاب قدوری باب صلوۃ المسافر ص 53 فقہ حنبلی کی المغنی 146/3 رقم المسئلہ 276 فقہ شافعی کتاب الام اور فقہ مالکی کے لئے مؤطا ملاحظہ ہو۔

خلع اور طلاق میں فرق

س 1: ایک عورت اپنے خاوند کی غیر موجودگی میں پاکستانی عدالت سے یکطرفہ خلع کی ڈگری حاصل کرلیتی ہے اس کے 6 بچے ہیں۔ 14 سال شادی کو ہوگئے ہیں۔ خاوند کی سختی اور مار کٹائی بھی شامل ہے اب اگر خاوند مار کٹائی سے باز آنے کی قسم اٹھائے اور عورت بھی دوبارہ اس کی زوجیت میں آنا چاہے تو کتاب و سنت کی رو سے مسئلہ بتائیں کہ آیا بغیر حلالہ کے وہ اپنے پہلے شوہر کی زوجیت میں آسکتی ہے۔
(ڈاکٹر ابوطلحہ عمر فاروق معسکر ابن تیمیہ کوٹلی آزاد کشمیر)

ج: اہل علم کے ہاں یہ بات مختلف فیہ ہے کہ خلع طلاق ہے یا فسخ نکاح صحیح اور راجح بات یہ ہے کہ خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ نکاح ہے اس کے دلائل یہ ہیں کہ

1- مطلقہ عورت کی عدت تین حیض ہے جبکہ خلع والی عورت کی عدت ایک حیض ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "ان امرأة ثابت بن قيس اختلعت منه فجعل النبى ﷺ عدتها حيضة"
﴿سنن ابى داؤد كتاب الطلاق باب فى الخلع (۲۲۲۹) المصنف عبدالرزاق باب عدة المختلعة ۵۰۶/۲ (۱۱۸۵۸) جامع الترمذى كتاب الطلاق باب ماجاء فى الخلع (۱۱۸۵)﴾
بلاشبہ ثابت بن قیس کی بیوی نے ان سے خلع لیا تو نبی ﷺ نے اس کی عدت ایک حیض مقرر کی۔
امام خطابیؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں "هذا أدل شیء على ان الخلع فسخ وليس بطلاق"
یہ حدیث اس بات پر سب سے زیادہ دلالت کرتی ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے طلاق نہیں کیونکہ اگر خلع طلاق ہوتی تو اس کی عدت ایک حیض کی بجائے تین حیض ہوتی۔
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "عدة المختلعة حيضة" خلع والی عورت کی عدت ایک حیض ہے۔ ﴿سنن ابى داؤد كتاب الطلاق باب فى الخلع (۲۲۳۰) بیهقی ۴۵۰/۷ المؤطا للمالک ۵۶۵/۲﴾
اسی طرح الربیع بنت معوذ بن عفراء نے عہد نبوت میں خلع لیا تو نبی کریم ﷺ نے اسے ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا۔
﴿جامع الترمذى كتاب الطلاق باب ماجاء فى الخلع (۱۱۸۵) سنن ابن ماجه كتاب الطلاق باب عدة المختلعة (۲۰۵۸) سنن النسائى كتاب الطلاق باب عدة المختلعة (۳۴۹۷، ۳۴۹۸)﴾
جامع الترمذی میں ہے کہ امام اسحاق بن راھویہ فرماتے ہیں یہ مذہب قوی ہے۔
اس لئے کہ صحیح احادیث اس کی تائید کرتی ہیں۔

2- صحیح شرعی طلاق ایسے طہر میں ہوتی ہے جس میں شوہر نے بیوی سے جماع نہ کیا ہو۔ ثابت بن قیس کی بیوی نے جب رسول اللہ ﷺ سے آکر خلع کا مطالبہ کیا تو آپ نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ ایام ماھواری میں ہے یا طہر کی حالت میں۔ اس موقع پر اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا سوال نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ خلع حیض اور جس طہر میں جماع ہوا ہو دونوں میں واقع ہو جاتا ہے جبکہ شرعی طلاق خاص طہر میں واقع ہوتی ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ خلع طلاق نہیں۔

3- ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دیں پھر اس کے بعد عورت نے اس سے خلع لے لیا کیا وہ اس کے بعد اس سے شادی کرسکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں خلع طلاق نہیں اللہ تعالیٰ نے خلع والی آیت سے پہلے اور اس کے آخر میں طلاق کا ذکر کیا ہے اور خلع اس کے درمیان میں ہے۔ خلع کوئی چیز نہیں پھر انہوں نے یہ آیت پڑی "الطلاق مرتان فامساک بمعروف اوتسریح باحسان" اور پڑھا "فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره" (تفسير ابن كثير ۲۹۵/۱)
یعنی الطلاق مرتان میں دو رجعی طلاقوں اور فان طلقها میں تیسری طلاق کا ذکر ہے جبکہ خلع کا حکم ان کے درمیان میں ہے اگر خلع کو بھی طلاق شمار کیا جائے تو وہ چوتھی طلاق بن جائے گی جبکہ چوتھی طلاق کا شرع میں کوئی وجود نہیں۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فتوی ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں "وهذا الذى ذهب اليه ابن عباس رضى الله عنهما من أن الخلع ليس بطلاق وانما هو فسخ هو رواية عن امير المومنين عثمان بن عفان و ابن عمر وهو قول طاؤس و عكرمة وبه يقول احمد بن حنبل و اسحاق بن راهويه وابوثور وابو داؤد بن على الظاهرى و هو مذهب الشافعى فى القديم وهو ظاهر الآية الكريمه" (تفسير ابن كثير ۲۹۵/۱)
اسی بات کی طرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما گئے ہیں کہ خلع طلاق نہیں فسخ نکاح ہے اور یہی روایت امیر المومنین عثمان بن عفان اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے اور امام طاؤس، عکرمہ، احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ، ابوثور، داؤد بن علی الظاہری کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی کا قدیم مذہب بھی یہی ہے اور آیت کریمہ کا ظاہر بھی یہی ہے اور دلائل قویہ اسی مذہب کے مؤید ہیں۔ لہٰذا مذکورہ شخص اپنی سابقہ اہلیہ سے نیا نکاح کر کے اپنا گھر آباد کرلے اس لئے

کہ خلع کی ڈگری سے نکاح ٹوٹتا ہے طلاق واقع نہیں ہوتی اس کے لئے حلالہ کی قطعاً حاجت نہیں کیونکہ حلالہ تو شریعت اسلامیہ کی رو سے حرام ہے رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے اور کروانے والے پر لعنت ذکر کی ہے جیسا کہ کتب واحادیث میں تصریح ہے۔

حیض ونفاس کی حالت میں عبادات کا حکم

س2: مولانا محمد یٰسین راہی اپنی کتاب احکام دین میں لکھتے ہیں کہ ''حیض ونفاس کی حالت میں نماز پڑھنا' وطی یعنی جماع کرنا' مسجد میں داخل ہونا' روزہ رکھنا' قرآن کو چھونا وغیرہ سب جائز نہیں کیا یہ سب صحیح ہے۔ قرآن وحدیث کے دلائل سے واضح کریں خاص طور پر مسجد میں داخل ہونے اور قرآن پاک کو چھونے کی وضاحت کریں۔؟ (ن۔ل۔م لاہور)

ج: حیض ونفاس کی حالت میں نماز' روزہ' وطی' مسجد میں داخل ہونا منع ہیں۔ قرآن کو چھونا مختلف فیہ ہے اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

1- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کو عیدگاہ کی طرف نکلے۔ آپ عورتوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: اے عورتوں کے گروہ صدقہ کیا کرو تم مجھے اکثر جہنم میں دکھلائی گئی ہو۔ انہوں نے کہا کس وجہ سے اے اللہ کے رسول ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم کثرت سے لعن طعن کرتی ہو اور شوہروں کے ساتھ کفر کرتی ہو۔ میں نے کوئی ایسا کم عقل اور کم دین نہیں دیکھا جو تم سے بڑھ کر عقل مند آدمی کی عقل کو زائل کرنے والا ہو۔ عورتوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے دین اور عقل کا نقصان کیا ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''الیس شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل؟ قلن بلیٰ'' ''کیا عورت کی گواہی آدمی کی گواہی سے آدھی نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ ان کے عقل کا نقصان ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا ''الیس اذا حاضت لم تصل و لم تصم؟ قلن بلی قال فذلک من نقصان دینها'' ''کیا جب عورت ایام ماہواری میں ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ان کے دین کا نقصان ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الحیض باب ترک الحائض الصوم. ۱۳۰۴)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت ایام ماہواری میں نہ نماز پڑھے گی اور نہ روزہ رکھے گی البتہ جب ان ایام سے گزر جائے گی تو طہارت کی حالت میں روزہ قضاء کرے گی۔ نماز کی قضاء نہیں ہوگی۔ جیسا کہ صحیح البخاری کتاب الحیض باب لاتقضی الحائض الصلاة رقم (۳۲۱) وغیرہ میں وضاحت موجود ہے۔ حالت نفاس کا بھی یہی حکم ہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ کانت النفساء علی عهد رسول الله ﷺ تقعد بعد نفاسها أربعين يوماً أو اربعين ليلة. ﴿سنن ابی داؤد کتاب الطهارة باب ماجاء فی وقت النفساء (۳۱۱) سنن ابی ماجه کتاب الطهارة و سننها باب النفساء کم تجلس (۶۴۸) جامع الترمذی ابواب الطهارة باب ماجاء فی کم تمکث النفساء (۱۳۹)﴾

نفاس والی عورتیں رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اپنے نفاس کے بعد چالیس دن یا چالیس راتیں بیٹھی رہتی تھیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ مُسّہ ازدیہ کہتی ہیں میں نے حج کیا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی میں نے کہا اے ام المومنین بے شک سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ عورتوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ حیض والی نمازیں قضا کریں وہ کہنے لگیں قضاء نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں سے ایک عورت چالیس راتیں نفاس میں بیٹھتی۔ نبی ﷺ نفاس کی حالت والی نماز قضاء کرنے کا حکم اسے نہیں دیتے تھے۔ ﴿سنن ابی داؤد کتاب الطهارة باب ماجاء فی وقت النفساء (۳۱۲) المستدرک للحاکم ۱/۱۷۵ بیهقی ۱/۳۴۱﴾ امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں ''وقد اجمع اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعين ومن بعدهم علی أن النفساء تدع الصلاة أربعين يوماً الا أن ترى الطهر قبل ذلک فانها تغتسل و تصلی (جامع الترمذی ۱/۲۵۸ مع تحقيق شيخ احمد شاکر رحمة الله)

اہل علم اصحاب النبی ﷺ' تابعین اور ان کے بعد لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ نفاس والی عورتیں چالیس دن نماز چھوڑیں گی ہاں اگر وہ چالیس دن سے پہلے طہر کی حالت دیکھ لیں تو غسل کریں اور نماز پڑھیں۔ شیخ احمد شاکر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یہی مذہب صحیح ہے اور حدیث کے موافق ہے۔

حالت حیض میں جماع بھی منع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''ويسئلونک عن المحيض قل هو اذی فاعتزلوا النساء فی المحيض ولا تقربوهن حتی يطهرن فاذا تطهرن فاتوهن من حيث امركم الله ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين'' (البقرہ: ۲۲۲)

اور وہ آپ سے حیض کے بارے سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیں وہ گندگی ہے۔ حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ جب وہ ستھرائی کرلیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ یہودیوں میں جب کوئی عورت حیض والی ہو جاتی تو وہ اسے گھر سے نکال دیتے اور گھر میں نہ اس کے ساتھ کھاتے پیتے اور نہ جماع کرتے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے سوال کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کردی (ويسالونک عن المحيض قل هو اذی فاعتزلوا النساء فی المحيض) آخر آیت تک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو گھروں میں رکھو اور جماع کے علاوہ باقی تمام کام کرو۔ یہودیوں نے کہا کہ یہ شخص ہر معاملہ میں ہماری مخالفت چاہتا ہے۔ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ بے شک یہودی اس طرح کہتے ہیں کیا ہم حالت حیض میں عورتوں سے جماع نہ کریں؟ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا یہاں تک کہ ہم نے سمجھ لیا کہ آپ ان دونوں سے ناراض ہو گئے ہیں۔ وہ دونوں وہاں سے نکلے پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ان کو دودھ کا تحفہ بھیجا گیا تو ہم نے سمجھا کہ آپ ان سے ناراض نہیں ہیں۔ ﴿سنن ابی داؤد کتاب الطهارة باب فی مؤاکلة الحائض و مجامعتها (۲۵۸) صحيح مسلم کتاب الحيض باب جواز غسل الحائض رأس زوجها (۳۰۲/۱۶) جامع الترمذی کتاب تفسير القرآن باب ومن سورة البقرة (۲۹۷۷) سنن النسائی کتاب الطهارة باب تأويل قول الله عزوجل ويسئلونک عن المحيض (۲۸۷.۳۶۷) سنن ابی ماجه کتاب الطهارة و سننها باب ماجاء فی مؤاکلة الحائض و سؤرها (۶۴۴)﴾

اس آیت قرآنی اور صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت سے حالت حیض میں صحبت و جماع حرام ہے۔ البتہ اس کے ہاتھ کا کھانا' پینا' کنگھی وغیرہ امور دیگر جائز ودرست ہیں۔ اگر حالت حیض میں صحبت کر بیٹھے تو اسے ایک دینار یا نصف دینا' صدقہ دینا پڑے گا جیسا کہ ﴿سنن ابی داؤد کتاب الطهارة باب فی اتيان الحائض (۲۶۴) جامع الترمذی ابواب الطهارة باب ماجاء فی الکفارة فی ذلک (۱۳۶) سنن ابن ماجه کتاب الطهارة و سننها باب فی کفارة من اتی حائضا (۶۴۰)﴾ میں صحیح حدیث موجود ہے۔

حالت حیض میں عورت مسجد کے اندر عبادت کے لئے نہیں جاسکتی البتہ مسجد سے گزر سکتی ہے اور کوئی چیز مسجد سے اٹھانی ہو تو اٹھاسکتی ہے اس کی رخصت موجود ہے۔

جیسا کہ سورۃ النساء آیت نمبر ۴۳ میں جنبی کو جنابت کی

باقی صفحہ 60 پر ملاحظہ فرمائیں

نور جہاں یا ظلمت جہاں

ذرائع ابلاغ کے افسوسناک کردار کا بے لاگ تجزیہ

ہمارے ذرائع ابلاغ پر قابض افراد کے اذہان وحواس پر گانے اور گانے والیاں کس قدر چھائی ہوئی ہیں'اس کا اندازہ 24 دسمبر 2000ء کے اخبارات کو ایک نظر دیکھنے سے بخوبی ہوجاتا ہے۔ ارزل العمر کو پہنچی ہوئی ایک گانے والی عورت کیا مری کہ اچھے اچھے اخبارات کی متانت اور ثقاہت بھی عالم امر کو سدھار گئی۔ 27 رمضان المبارک (24 دسمبر) کو لیلۃ القدر کے انتظار میں جاگے ہوئے قارئین نے مطالعہ کے لئے اخبارات اٹھائے تو انہیں یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ پورے عالم کا کاروبار حیات رک گیا ہے'نور جہاں کی موت کے علاوہ دنیا میں کوئی بھی واقعہ'سانحہ یا خبر ایسی نہیں تھی جسے بعض اخبارات نے قابل اشاعت سمجھا ہو۔ ذکر واذکار میں مصروف رہنے والے افراد نے جب اگلی صبح اخبارات کی ورق گردانی شروع کی تو یہ نور جہاں کے حالات زندگی اور اس کے گائے ہوئے گیتوں کی فہرست سے بھرے ہوئے تھے۔ ہرطرف نور جہاں کی بچپن سے لے کر آخری عمر تک تصاویر چھپی ہوئی تھیں۔

آدمی جس سے حسن ظن رکھتا ہے'اس کی جانب سے معمولی لغزش اور نالائقی بھی طبیعت پر بے حد گراں گزرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ راقم الحروف کو سب سے زیادہ افسوس اور غصہ جس اخبار پر آیا وہ اخبار'نوائے وقت ہے۔ افراد کی طرح اخبارات کی بھی ایک شخصیت اور ''امیج'' ہوتا ہے۔ اخبارات اپنے فکری تشخص اور نظری انفرادیت کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔ ''نوائے وقت'' کی اصل پہچان یہ ہے کہ یہ اخبار نظریہ پاکستان کا علمبردار ہے۔ مگر 24 دسمبر کا نوائے وقت دیکھ کر حسن ظن کا سارا شیش محل چکنا چور ہوگیا۔ اس روز کے نوائے وقت کے صفحہ اول اور صفحہ آخر پر ''نور جہاں'' کے علاوہ ایک بھی خبر شائع نہ ہوئی۔ شہ سرخی کے الفاظ ملاحظہ ہوں ''نور جہاں تاروں کے کارواں میں کھوگئی'' صفحہ اول اور صفحہ آخر پر بھرپور تشہیر بازی سے بھی معلوم ہوتا ہے'ادارہ نوائے وقت کے ذمہ داران کی تسکین نہ ہوئی'اس لئے دو تین اندرونی صفحات پر بھی نور جہاں کے حالات زندگی اور گانوں کی تفصیلات شائع کرکے '' قارئین'' کے ''ذوق غناء'' کی تسکین کا سامان کیا گیا۔ صبح ہی صبح ''نوائے وقت'' کی زیارت سے طبیعت میں اس قدر گرانی اور اشتعال پیدا ہوا کہ جی چاہا'ابھی ابھی جا کر مجید نظامی صاحب کے در دولت پر دستک دوں اور انہیں کہوں ''نظامی صاحب! نوائے وقت کے آپ مالک ضرور ہیں مگر یہ آپ کی پرائیویٹ پراپرٹی نہیں ہے'یہ ایک پبلک پراپرٹی ہے'جس کے حصہ داروں میں نوائے وقت کے تمام قارئین شامل ہیں''

عطاء اللہ صدیقی

غالباً 1976ء میں جب نوائے وقت بھٹو حکومت کے زیر عتاب تھا اور سرکاری اشتہارات بند کردیئے گئے تھے تو اس میں فلمی اشتہارات پہلی دفعہ شائع ہونا شروع ہوئے تھے۔ اس وقت نوائے وقت کی انتظامیہ نے فلمی اشتہارات شائع کرنے پر اپنے قارئین سے معذرت کا اظہار کیا کہ اخبار کو جاری رکھنے کے لئے بہ امر مجبوری یہ اشتہارات شائع کئے جارہے ہیں۔ کہاں فلمی اشتہارات شائع کرنے پر معذرت طلبی اور احساس جرم کا اظہار اور کہاں فلمی عورت کی یہ بے جا تشہیر۔ جی چاہتا تھا کہ وہ اشتہار کہیں سے مل جائے اور میں مجید نظامی صاحب کو دکھاتے ہوئے ان سے یہ پوچھنے کی جسارت کروں کہ ''حضور آپ کی اخلاقی اقدار بدل گئی ہیں یا نوائے وقت کی پالیسی میں تبدیلی واقع ہوگئی ہے؟'' آخر وہ کون سے حالات وقوع پذیر ہوئے ہیں کہ جن کی وجہ سے جو'ناخوب'تھا'آج خوب'بن گیا ہے؟ دل میں ایک طوفان برپا تھا اور بار بار جی چاہتا تھا کہ نظامی صاحب سے دریافت کروں کہ جناب ''نظریہ پاکستان کا صحیح مفہوم آپ کے ذہن میں کیا ہے۔'' نظریہ پاکستان کا عام تصور تو یہ ہے کہ یہ اسلام ہی کا دوسرا نام ہے مگر اسلام میں اصل فضیلت تو اہل تقویٰ کو ہے۔ فلمی پیشہ تو ہر اعتبار سے فسق وفجور اور لہو ولعب اور بے حیائی وعریانی کے زمرے میں آتا ہے۔ اس سے وابستہ افراد اس قدر محترم ومکرم کیسے ہوگئے کہ جن کے لئے نوائے وقت جیسے سنجیدہ اخبار کے صفحات پر سوائے ان کے ذکر کے اور کوئی خبر ہی شائع نہ کی جائے؟ کاش نظامی صاحب ''نوائے وقت'' کی آبرو کا ستیاناس مارنے والے حضرات کا محاسبہ کرسکتے؟

ہمارے ذرائع ابلاغ نے نور جہاں کو جو اہمیت'عزت و احترام اور بھرپور پذیرائی عطا کی ہے'کیا واقعی وہ اس کی مستحق تھی؟ آخر نور جہاں کا وہ عظیم کارنامہ کیا ہے جس کی بنیاد پر اس کی شخصیت کے متعلق مبالغہ آمیز پراپیگنڈہ کیا جارہا ہے؟ گانا بجانا اور موسیقی سے وابستگی ایک مخصوص طبقے کے لئے بے حد قابل قدر فن ہوسکتا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کیا پاکستانی قوم کی عظیم اکثریت بھی راگ رنگ کو اسی قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے؟ پاکستان میں گانا سننے والے بہت ہیں مگر کتنے لوگ ہیں جو اپنی بیٹیوں کو گانے والیوں کے روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں؟...... اگر گیت گانا ہی عظیم ترین فن ہوتا تو ہمارے معاشرے میں ہرطرف میراثیوں کا راج ہوتا مگر آج بھی ہمارے معاشرے میں مراثیوں کو کمی'کمین اور گھٹیا طبقہ سمجھا جاتا ہے۔ ان کے انسان ہونے کے ناطے سے نہیں بلکہ ان کے پیشے کے اعتبار سے۔ زیادہ سخت الفاظ میں عام طور پر لوگ گانے والوں کو 'کنجر طبقہ' جیسے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

نور جہاں کے جو حالات اخبارات میں شائع ہوئے ہیں'ان کو ہی پیش نظر رکھا جائے تو اس کی زندگی'پیدائش سے لے کر موت تک فسق وفجور اور لہو ولعب کا ایک ناقابل رشک مرقع نظر آتی ہے۔ وہ 1928ء میں قصور کے ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئی جس کا پیشہ قحبہ گری تھا۔ نور جہاں کے چاہنے والوں کے جذبات یقیناً مجروح ہوں گے'مگر حقائق یہی ہیں کہ یہ گھرانہ اپنے پیشے کے اعتبار سے 'کنجر' گھرانہ کہلاتا تھا۔ نور جہاں کا خاندانی نام اللہ وسائی رکھا گیا۔ اللہ وسائی بلاشبہ ایک طوائف زادی تھی۔ طوائف زادی ہونا فی نفسہ کوئی

گناہ نہیں ہے' نہ ہی کسی گانے والی کی اولاد ہونا بذات خود کوئی عار کا باعث ہے۔ البتہ اس گانے بجانے کو زندگی بھر اوڑھنا بچھونا بنالینا اور طوائفوں کے انداز حیات کو ہی اپنا طرز زندگی بنالینا یقیناً پسندیدہ امر نہیں ہے۔ اسلام اس طرح کے طرز زندگی کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اللہ نے اس کو اچھی آواز عطا کی تھی مگر اس نے اس کو ہمیشہ غلط استعمال ہی کیا۔ اللہ وسائی ابھی چھ برس کی ہی تھی کہ اس نے گانا شروع کر دیا تھا۔ دس بارہ برس کی عمر میں اللہ وسائی قصور سے نکل کر بمبئی کی فلمی صنعت میں پہنچ گئی۔ فلمی صنعت کے طوائف پرستوں نے اس کے جسمانی حسن اور صوتی جمال کا بھرپور استحصال کر کے اپنے کاروبار کو چمکایا۔ بمبئی میں اللہ وسائی نے مختلف فلمی کمپنیوں اور تھیٹر کمپنیوں میں کام کیا۔ اس کے ساتھ اس کی دو بہنیں عیدن اور حیدر باندی نے بھی فلموں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ سیٹھ سکھ لال کرنانی کئی فلم کمپنیوں کے مالک تھے' 1934ء میں اللہ وسائی کو اس کی کمپنی میں ملازمت مل گئی۔ اس تھیٹر کمپنی نے پہلی دفعہ اللہ وسائی کا نام ''بے بی نور جہاں'' رکھا۔ یہ نام اتنا مقبول ہوا' کہ لوگ اللہ وسائی کو بھول گئے۔ بمبئی میں قیام کے دوران نور جہاں کم سنی کے باوجود جنسی آوارگی میں مبتلا رہی۔ اس کے کئی افراد کے ساتھ ناجائز تعلقات رہے۔ عشق کے نام پر وہ فسق میں بھرپور مشغول رہی۔ فلمی دنیا میں جس رویے کو عشق کا نام دیا جاتا ہے' وہ فی الحقیقت فسق کی ہی بدترین صورت ہے۔ یہ اوباش طبقہ شہوت رانیوں کو ''الفت و محبت'' کا نام دیتا ہے۔ عیاشی اور بدمعاشی اس مکروہ طبقے کا معروف کلچر ہے۔ سعادت حسن منٹو' ''نور جہاں' سرور جہاں'' کے عنوان سے لکھے گئے خاکے میں لکھتا ہے۔

''ایکٹرلیس سے شادی کا سلسلہ ہی میرے نزدیک بڑی غلط بات ہے' دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہیں' بس ٹھیک ہے' جب اکتا جائیں' اپنا اپنا راستہ پکڑیں''

فلمی صنعت سے وابستہ افراد کی عام طور پر یہی سوچ ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جن لوگوں کو 'ذواقین' اور ذواقات' کا نام دیا ہے' جدید دور میں اس کا صحیح مصداق یہی مکروہ طبقہ ہے۔ بمبئی کے قیام کے دوران نور جہاں نے شوکت رضوی سے جنسی روابط قائم کئے جو بعد میں رشتہ ازدواج میں تبدیل ہو گئے۔ سعادت حسن منٹو نے مزے لے لے کر ان دونوں کے عشق (حقیقت میں فسق) کا حال بیان کیا ہے۔ منٹو کے بیان کے مطابق باقاعدہ شادی سے پہلے نور جہاں مسلسل شوکت رضوی کے ساتھ راتیں گزارتی رہی۔ 24 دسمبر کے نوائے وقت میں سعادت حسن منٹو کا تقریباً تمام مضمون شائع کیا گیا مگر اس میں سے وہ پیراگراف حذف کر دیئے گئے جس میں شوکت رضوی کے ساتھ نور جہاں کی فاسقانہ شب باشیوں کا تذکرہ ہے۔ ہمارے کلچرل رپورٹر آج نور جہاں کی ابتدائی زندگی کی فاحشانہ جھلک اپنے قارئین کو نہیں دکھانا چاہتے کیونکہ انہوں نے اسے ''تقدس مآب'' کا درجہ جو عطا کر دیا ہے۔ مگر نور جہاں پر سعادت حسن منٹو کا

اسلامی جہاد کے پاکیزہ جذبے کو نور جہاں جیسی گانے والیوں سے منسوب کرنا ایک نہایت گھٹیا اور قابل اعتراض امر ہے

نور جہاں کی موت کی خبر پہ شہ سرخیوں کے ساتھ بھرپور تشہیر بازی دیکھ کر جی چاہا کہ نظریہ پاکستان کے علمبردار نوائے وقت کے ذمہ داران سے پوچھا جائے کہ کیا ان کی اخلاقی اقدار بدل گئی ہیں یا نوائے وقت کی پالیسی میں تبدیلی واقع ہو گئی ہے

خاکہ جب تک ریکارڈ پر ہے' اس کی بے راہ روی کا یہ پہلو اس کی زندگی سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

فلمی صنعت سے وابستہ افراد فن کے نام پر تعفن' ثقافت کے نام پر کثافت اور کلچر کے نام پر لچرپن کو فروغ دے رہے ہیں۔ مگر ہمارے ذرائع ابلاغ اس طبقہ کے پیشہ کو اس قدر مبالغہ آمیز طریقے سے پیش کر رہے ہیں گویا اس سے بہتر لائق عزت کوئی دوسرا فن نہیں ہے۔ کافی عرصہ سے یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ ہمارے اخبارات میں موسیقی اور گانے بجانے کے متعلق اسلامی احکامات کو پیش نہیں کیا جا رہا۔ اگر کوئی صحافی بھی اس موضوع پر اظہار خیال کرنا بھی چاہے تو اسے بنیاد پرست کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ نظریاتی اعتبار سے تو ہم اسلام کو زندگی کے ہر شعبے کے لئے ذریعہ راہنمائی سمجھتے ہیں مگر عملی طور پر ہمارے کان موسیقی کے اس قدر رسیا ہو چکے ہیں کہ اس کے خلاف کسی قسم کی بات سننے کے لئے ہم بالکل آمادہ نہیں ہیں۔ ہماری منتخب اخلاقیات کا ہی شاخسانہ ہے کہ ہم اسلام کی محض ان تعلیمات کو قبول کرتے ہیں جو ہمارے نظریات کی تائید کرتی ہیں۔ ہمارے ذرائع ابلاغ لہو و لعب کا اس قدر پرچار کر رہے ہیں کہ لہو و لعب کے خلاف کسی بات کو شائع کرنا ان کے نزدیک عوام کو ایک 'جائز تفریح' سے محروم کرنے کے مترادف ہے۔

جس طرح موسیقی اور گانے بجانے کا رواج ہمارے معاشرے میں عام ہے' علمائے کرام' محدثین اور مفسرین نے کتاب و سنت کی روشنی میں اسے بالاتفاق حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہ فواحش و منکرات میں شامل ہیں۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی گروہ یا فرد گانے بجانے کو ہی زندگی کا مستقل شغل بنا لے۔ اسلامی تاریخ کے شروع کے ادوار میں عام معاشرہ تو ایک طرف' حکمرانوں کے درباروں میں بھی اس طرح کے پیشہ ور گانے والوں یا گانے والیوں کا وجود نہیں ملتا۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر لہو و لعب اور فواحش سے کنارہ کشی کی تعلیم دی گئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''کہہ دیجئے (اے نبی ﷺ) بے شک میرے رب نے حرام کیا ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں''

سورۃ لقمان میں ارشاد ہوتا ہے۔

''اور کوئی انسان ایسا بھی ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی باتیں (لہو الحدیث) خرید کرتا ہے تا کہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے دوسروں کو گمراہ کرے اور اس راہ کا مذاق اڑائے۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے''

اس آیت مبارکہ میں ''لھو الحدیث'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں' مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس کا ترجمہ ''کلام دلفریب'' کیا ہے' جبکہ مولانا محمد جونا گڑھیؒ نے تفسیر ابن کثیر کے ترجمے میں ''لھو الحدیث'' کا مطلب 'لغو باتیں' تحریر کیا ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں۔

''یہاں بیان ہو رہا ہے ان بدبختوں کا' جو کلام الٰہی کو سن کر نفع حاصل کرنے سے باز رہتے ہیں اور بجائے اس کے گانے بجانے' باجے گاجے' ڈھول تاشے سنتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' ''قسم اللہ کی' اس سے مراد گانا اور راگ ہے۔ ایک اور جگہ ہے کہ آپؓ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے تین دفعہ قسم کھا کر فرمایا کہ اس سے مقصد گانا اور راگ راگنیاں ہیں۔ یہی قول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ' مجاہد' عکرمہ' سعید بن جبیر وغیرہ کا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ لغو باتیں خریدنے سے مراد گانے والی لونڈیوں کی خریداری ہے۔ چنانچہ ابن حاتم وغیرہ میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ گانے والیوں کی خرید و فروخت حلال نہیں اور ان کی قیمت کا کھانا حرام ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد چہارم صفحہ 188)

1- ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میری امت میں سے کچھ گروہ اٹھیں گے جو زنا کاری اور ساز باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ (بخاری)

2- سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں لوگ زمین میں دھنسیں گے' شکلیں تبدیل ہوں گی اور ان پر پتھروں کی بارش ہو گی۔ دریافت کیا گیا: کیا وہ لا الہ الا اللہ کہنے والے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! جب گانے والیوں کا عام رواج ہو گا' سود کا کاروبار خوب چمک پر ہو گا' شراب کا رواج عام ہو گا اور ریشم کو حلال سمجھ کر پہنیں گے۔ (ترمذی)

3- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ساز باجے کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔

4- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا' میں ساز باجے اور ڈھولک کو ختم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

5- سیدہ ام سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس گھر میں باجا بجتا ہو اس میں فرشتے نہیں آتے۔ (نسائی)

قارئین کرام! قرآن وسنت کی مندرجہ بالا ہدایات واحکام کی روشنی میں گانے بجانے اور فلموں میں کام کرنے کی اسلامی معاشرے میں حیثیت کا تعین خود کر لیجئے۔ یہ ہر اعتبار سے مذموم افعال ہیں جن کو تحسین کی نگاہ سے نہیں دیکھا جا سکتا اور ان افعال میں مشغول افراد کو معزز و محترم' صرف وہی افراد قرار دے سکتے ہیں جن کا اخلاقی طور پر دیوالیہ نکل چکا ہے۔ اگر صحیح معنوں میں اسلامی معاشرہ قائم ہو جائے تو نور جہاں جیسی گانے والیوں اور فسق وفجور کی زندگی بسر کرنے والی عورتوں اور مردوں پر شرعی حدود کے نفاذ کے ذریعے انہیں نمونہ عبرت بنا دیا جائے۔

موسیقی اور گانے بجانے کو بطور پیشہ اختیار کرنے کے علاوہ بھی اللہ وسائی عرف نور جہاں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو یکجا کر کے اس کی شخصیت کا مرقع تیار کیا جائے تو اس کی زندگی ایک فاحشہ اور بدکارہ کی تصویر پیش کرتی ہے۔ 30 دسمبر 2000ء سے حکومت پاکستان کی جانب سے حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کو کیبنٹ ڈویژن میں استفادہ عام کے لئے رکھ دیا گیا ہے۔ اس رپورٹ میں یحیٰی خان اور افواج پاکستان کے دیگر سینئر جرنلوں کی رنگ رلیوں اور بدکاریوں کے جو واقعات بیان کئے گئے ہیں' ان میں نور جہاں کے جرنیلوں کے ساتھ تعلقات کا تذکرہ بھی شامل ہے۔ اخبارات میں رپورٹ کے یہ حصے مسلسل شائع ہو رہے ہیں۔ 5 جنوری 2001ء کے روزنامہ انصاف' میں حمود الرحمٰن رپورٹ کے حوالہ سے شائع ہونے والی ایک مفصل خبر کا اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

''نومبر 1971ء میں جب پاک فوج مشرقی پاکستان میں دشمنوں سے نبرد آزما تھی تو اخبارات میں ایک تصویر شائع ہوئی جس میں نور جہاں جنرل یحیٰی خان کے قدموں میں بیٹھ کر شراب پیش کر رہی تھی۔ صدر کا عہدہ سنبھالنے کے بعد جب یحیٰی خان نے اپنی سالگرہ منعقد کی تو جنرل رانی پہلی مرتبہ نور جہاں کو لے کر آئی۔ پہلی ہی ملاقات میں نور جہاں نشے میں دھت یحیٰی خان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ نور جہاں نے یحیٰی خان کے نام ایک خط لکھا جس میں اس نے اپنی محبت کا یقین دلاتے ہوئے ایک صنعت کار کا کام کرنے کی فرمائش کی۔''

جنرل یحیٰی خان جیسے اوباش اور رنڈی باز حکمران کے ساتھ ہونے والی ملاقاتیں محض گانا سننے تک تو محدود نہیں رہ سکتی تھیں۔ ایوان صدر اور گورنر ہاؤس میں شراب نوشی کی محفلوں میں ''کباب'' بننے والی نور جہاں کو آج بعض کالم نگار ایک مقدس ہستی کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

1965ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران نور جہاں کے جنگی ترانوں کے اثرات کا ذکر بھی بعض صحافی مبالغہ آمیز پیرائے میں کرتے ہیں۔ نور جہاں کے متعلق شائع ہونے والا شاید ہی کوئی مضمون ہو جس میں ان ترانوں کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔ ایک سینئر کالم نگار شریف فاروق لکھتے ہیں' لاہور بھارتی توپوں اور گولوں کی زد میں تھا'

عیاش لوگوں نے قصور کے ایک گنجر گھرانے کی نوخیز اللہ وسائی کو پہلے ''نور جہاں'' بنایا' اہل لاہور کے ایک گروہ نے تاجپوشی کے ذریعے ''ملکہ ترنم'' بنایا اور پھر گھٹیا ثقافتی سطح کے حامل افراد نے اس فاحشہ کے ساتھ ''میڈم'' کا سابقہ نتھی کر دیا

ان حالات میں بھی ملکہ ترنم کا جذبہ جہاد بے پناہ آتش فشاں کی طرح نغموں کی صورت میں پھٹ پڑا جس نے جہاں دشمن کے حوصلے پست کئے' وہیں افواج پاکستان اور ملت پاکستان کے حوصلوں کو ولولہ تازہ سے سرشار کیا۔ ملکہ ترنم نور جہاں کی آواز نے جوش جہاد کو وہ مہمیز لگائی کہ پاکستان کا ایک ایک بچہ شوق شہادت سے سرشار ہو گیا'' (نوائے وقت' 6 جنوری 2001ء) اس طرح کے تبصروں کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ حقیقت میں یہ تبصرے پاک افواج کے غیور نوجوانوں کے جذبہ جہاد کی صریحاً توہین پر مبنی ہیں جنہوں نے اسلام اور ارض پاک کے تحفظ کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔ اولاً تو یہ محل نظر ہے کہ 1965ء میں جب ٹیلی ویژن کو قائم ہوئے صرف ایک سال ہوا تھا اور ریڈیو کی سہولت بھی بہت کم لوگوں کو میسر تھی' ایسی صورت میں نور جہاں کے گانے سننے والوں کی تعداد اس قدر زیادہ کیسے ہو سکتی تھی۔ دوسرا یہ کہ افواج اور مسلمان قوم کا شوق جہاد کسی گانے والی کے ترانوں کی مہمیز کا محتاج نہیں ہے۔ نور جہاں اگر 1965ء میں چند گانے نہ بھی گاتی' تب بھی پاکستان کی بہادر افواج نے جرأت وبہادری کی ویسی ہی تاریخ رقم کرنی تھی جو انہوں

1971ء میں جب پاک فوج مشرقی پاکستان میں مدہوش گاندھی کی ذریت سے نبرد آزما تھی تو نور جہاں یحیٰی خان کے قدموں میں بیٹھ کر شراب کے جام پیش کر کے داد عیش دے رہی تھی

نے کی اور پاکستانی قوم کا بھارت کے خلاف جوش وخروش بھی ویسا ہی ہونا تھا۔ آج بھی جو مجاہدین جہاد کشمیر میں بھارتی افواج کے خلاف جرأتوں کی لازوال تاریخ رقم کر رہے ہیں' ان کے اندر جذبہ جہاد کسی مغنیہ کے گانوں کا پیدا کردہ نہیں ہے بلکہ مجاہدین تو حتی الوسع احتیاط کرتے ہیں کہ ان کے کان گانے والوں کی ناپاک آوازوں سے آلودہ نہ ہوں۔ ان کے کان تو تلاوت قرآن سننے کے عادی ہوتے ہیں۔ اسلامی جہاد کے پاکیزہ جذبے کو نور جہاں جیسی گانے والیوں سے کسی بھی طور پر منسوب کرنا ایک نہایت گھٹیا اور قابل اعتراض امر ہے۔ یہ شریف فاروق جیسے صحافیوں کا ذاتی تاثر تو ہو سکتا ہے' اسے پاک افواج یا ''پاکستانی بچے بچے'' سے منسوب کرنا غلط بیانی ہے۔

(پھر یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ یہ نور جہاں آخر 71ء میں کہاں مر گئی تھی جب قوم کو نازک ترین مسئلہ درپیش تھا' ملک دو ٹکڑے ہو تا رہا تو اس وقت تو نور جہاں کچھ نہ کر سکی۔ شاید وہ نیرو کی طرح باہر بیٹھی بانسری ہی بجاتی رہی اور گھر جلتا رہا۔ ادارہ)

گانے والیاں ہوں' طوائف زادیاں ہوں' بھانڈ ہوں یا میراثی' ہماری سماجی اقدار نے انہیں کبھی احترام کا مستحق نہیں سمجھا اور سچی بات یہ ہے کہ اخلاقی دیوالیہ پن کا شکار یہ اوباش طبقہ کسی احترام کا مستحق بھی نہیں ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں خوبصورت آواز کو ذہنی عیاشی کا ذریعہ سمجھنے والے ایک طبقے نے قصور کے ایک کنجر گھرانے کی نوخیز لڑکی اللہ وسائی کو پہلے نور جہاں بنایا' لہو ولعب سے مریضانہ عشق کرنے والے اہل لاہور کے ایک گروہ نے نور جہاں کو باقاعدہ تاجپوشی کے ذریعے ملکہ ترنم بنا دیا۔ گانوں کو' لافانی شاہکار' کا درجہ دینے والے پست ثقافتی سطح کے حامل افراد نے ملکہ ترنم نور جہاں کے ساتھ مستقل طور پر ''میڈم'' کا سابقہ نتھی کر دیا۔ ''میڈم'' جو انگریزی زبان کا لفظ ہے' اصل میں فرانسیسی لفظ ''مادام'' کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ ان دونوں زبانوں میں اس کا مطلب محترمہ ہی ہے۔ اگر میڈم کا مطلب محترمہ ہے جو کہ یقیناً ہے تو پھر یقین مانیئے کہ اس لفظ کی اس سے زیادہ ناقدری اور توہین میرے لئے ناقابل تصور ہے کہ اسے نور جہاں یا اس قماش کی عورتوں کے ناموں کے ساتھ استعمال کیا جائے۔

آج اگر یورپ نے طوائفوں کے اڈے کی نائکہ کے لئے ''میڈم'' کے لقب کو قبول کر لیا ہے تو یہ اہل یورپ کی پسند کا معاملہ ہے' اخلاقی زوال میں ہم ان کی پیروی کرنے کے مکلف نہیں ہیں۔ پاکستان تو اسلام کے نام پر بنایا گیا تھا' اس کی پہچان تو اسلام ہی رہنی چاہئے۔ آخر یہاں گانے والیوں کو ''محترمہ'' کیوں لکھا اور سمجھا جائے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جس طرح کسی محترم ومعزز شخص کی توہین کرنا اور اسے گالیوں سے نوازنا ملکی قانون کی رو سے ازالہ حیثیت عرفی کا موجب بن جاتا ہے' بالکل اسی طرح کسی طوائف' فاحشہ' گانے والی اور فلموں میں کام کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے ''محترم'' اور ''محترمہ'' جیسے الفاظ استعمال کرنے کو بھی قابل

تعزیر قرار دیا جانا چاہئے۔ ہمارے اخبارات کے فلمی رپورٹرز آج کل بڑے دھڑلے سے فلمی اداکاراؤں کے لئے ''محترمہ'' کا لفظ استعمال کر رہے ہیں مگر نہ تو اخبارات کے مدیران محترم ان کی اس جسارت کو قابل گرفت سمجھتے ہیں نہ ہی نظریہ پاکستان اور اسلام کے علمبردار کالم نگاروں نے کبھی ان کو قابل تنقید گردانا ہے۔

کالم نگاروں کا ایک گروہ تو بے حد اصرار کے ساتھ یہ فتویٰ صادر کر چکا ہے کہ نور جہاں مرنے کے بعد سیدھی جنت میں چلی گئی ہے۔ اس فتویٰ کی بنیاد وہ یہ بتاتے ہیں کہ چونکہ وہ 27 رمضان المبارک کی رات کو قبر میں اتری' لہٰذا اس کے لئے جنت' میں جانا یقینی ہو گیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اہل عقل و دانش اور صاحب تحقیق سمجھتے ہیں مگر ان میں سے کسی نے اپنے فتویٰ کے ثبوت میں کسی حدیث

اسلام میں نجات کی بنیاد عقیدہ توحید ہے جبکہ نور جہاں نے فحش ولغو گانوں کے علاوہ عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں ایسے شرکیہ گیت گائے جن میں عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا گیا ہے

کا حوالہ دینا ضروری نہیں سمجھا۔ نہ ہی ان میں سے کسی نے قرآن مجید کی اس آیت پر توجہ دینے کی زحمت گوارا کی ہے جس میں ''لھوالحدیث'' کے خریداروں کے لئے دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

(ویسے بھی رمضان کے مقدس دنوں میں ہی غزوہ بدر کے دوران ابوجہل اور کفر کے بڑے بڑے سردار مرے تھے اور بھی کفر کے سرغنے رمضان میں مرتے رہے اور مرتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس سلسلے میں کسی دھوکے کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ اسلام میں نجات کی بنیاد عقیدہ توحید ہے۔ جب کہ نور جہاں نے لغو گانوں کے علاوہ عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں ایسے شرکیہ گیت بھی گائے جن میں عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا گیا ہے۔ اس کی تفصیل ہم دسمبر 2000ء کے مجلہ میں بھی دے چکے ہیں۔ اللہ کا قرآن میں اعلان ہے کہ وہ شرک کے علاوہ جو چاہے گناہ بخش دے لیکن شرک کرنے والے کو نہیں بخشے گا۔ اس لئے یہ کہنا کہ رمضان میں ہر مرنے والا بخشا جائے گا' بے بنیاد بات ہے۔ قاضی کاشف نیاز)

روزنامہ ''دن'' کے ایک مستقل کالم نگار جو باریش بھی ہیں اور پگڑ پوش بھی' موصوف اپنے نام کے اعتبار سے ''بے نیازیاں'' کے عنوان سے کالم نگاری فرماتے ہیں۔ فلمی اداکاراؤں کے متعلق موصوف اپنے دل میں ایک خاص گوشہ جمال رکھتے ہیں۔ اگر کبھی ''خوبی'' قسمت سے کسی فلمی اداکارہ سے پانچ منٹ کی ملاقات ہو جائے تو وہ ''موصوفہ'' کے ساتھ اس جمالیاتی ملاقات کے حوالہ سے 5000 الفاظ پر مبنی کالم لکھنا اپنی ''جمال پسندی'' کا عین تقاضا سمجھتے ہیں۔ موصوف نے نور جہاں پر واقعی بے نیازانہ انداز میں کالم لکھا ہے۔ 25 دسمبر روزنامہ دن میں ان صاحب نے اپنے کالم کا عنوان رکھا: ''وہ سیدھی جنت میں گئی ہو گی'۔ اگر نور جہاں سے نفرت کرنے والا کوئی اپنے کالم کا عنوان رکھتا' ''وہ سیدھی جہنم میں گئی ہو گی''، تو سیکولر طبقہ الفاظ کی لاٹھیاں اس پر برساتا اور واقعی کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس طرح کا دعویٰ کرے۔ مگر یہ صاحب کس قدر جسارت سے اپنی غیب دانی کا اعلان کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سے انہیں براہ راست ہم کلامی کا شرف حاصل ہے' جو اتنا بڑا دعویٰ وہ اس دھڑلے سے کر رہے ہیں۔ موصوف نے اپنے کالم میں سخن سازی اور مبالغہ آمیزی کے تمام ریکارڈ توڑنے کی کوشش کی ہے۔

نور جہاں کے شہوت انگیز گانے سن کر ان صاحب پر کبھی وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اس کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

''سنسناہٹ' سرسراہٹ' کسمساہٹ' تھرتھراہٹ اور نجانے کیسی کیسی آہٹ بدن میں سنائی دیتی ہے۔''

اسی طرح کے ادیبوں کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے کہا تھا:

''آہ بے چاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار!''

عام طور پر تو لوگ نور جہاں کو ملکہ ترنم ہی کہتے ہیں مگر یہ کالم نگار نہیں مانتے۔ وہ بضد ہیں:

''وہ صرف ملکہ ترنم نہ تھی' وہ ملکہ بھی تھی اس کی حکومت دلوں سے دلوں تک' جہانوں سے جہانوں تک تھی'' (استغفراللہ) قرآن مجید میں تو یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے بیان کی گئی ہے کہ اس کی حکومت تمام جہانوں پر حاوی ہے مگر ایک گانے والی عورت کے جسمانی وصوتی

لیلۃ القدر کی رات کی جانے والی تلاوت اور نور جہاں کے لہوولعب کو ہوا دینے والے گانے سننے کو برابر قرار دینا ایک ایسی ناپاک اور زندیقانہ جسارت ہے جس کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے

جمال کے گھائل ملحد کالم نگار کی خرافات نگاری ملاحظہ ہو۔ نور جہاں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ گناہوں کے ارتکاب میں بہت بے باک اور جری تھی۔ کسی کا گناہوں میں اس طرح جری ہونا گمراہی اور ضلالت کی علامت ہے مگر ایک باتونی کالم نگار کچھ اور ہی سمجھتا ہے۔

''ہم آدھے ادھورے ادھ موئے لوگ' نہ نیکی کر سکے جس طرح نیکی کرنے کا حق ہے۔ ہم نہ گناہ کر سکے جس طرح گناہ کرنے کا حق ہے۔ یہ دونوں کام نور جہاں نے اس طرح کئے کہ انہیں کارنامہ بنا دیا۔''

یہ ہذیان گوئی کی انتہا ہے کہ موصوف کے نزدیک بے اندازہ گناہوں کا ارتکاب بھی ایک کارنامہ ہے۔ نور جہاں کے گناہوں سے ایک عالم واقف ہے مگر موصوف کو چاہئے تھا کہ وہ نور جہاں کی وہ فہرست بھی پیش کرتے جس سے ظاہر ہوتا کہ اس نے نیکی کرنے کا بھی 'حق' ادا کر دیا۔ یہ کالم نگار جن کا نام نامی اجمل نیازی ہے' اپنی ملحدانہ فکر کے اظہار میں نور جہاں سے بھی زیادہ بے باک واقع ہوئے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

ایک سچے مسلمان کے لئے ان کلمات کا پڑھنا ہی سخت اذیت ناک ہے مگر ہمارے سیکولر کالم نگار ذرا برابر رک کر نہیں سوچتے کہ ان کے یہ کلمات کفر و شرک کی غلاظت سے کس قدر لتھڑے ہوئے ہیں۔ لیلۃ القدر کی رات کی جانے والی تلاوت اور نور جہاں کے لہوولعب کو ہوا دینے والے گانے سننے کو برابر قرار دینا اجمل نیازی کی ایک ایسی ناپاک اور زندیقانہ جسارت ہے جس کی جس قدر بھی مذمت کی جائے' کم ہے۔ مسلمانوں کی تکفیر کرنا ایک ناپسندیدہ عمل ہے مگر اس طرح کی باتیں کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتیں اگر ایسے کلمات پڑھنے کے بعد ایک عالم دین ایسے کالم نگار کے متعلق اسلام کے دائرے سے خارج قرار دینے کا فتویٰ دے تو یہ عین دینی حمیت کا تقاضا سمجھا جانا چاہئے۔

گانا گانے والیوں اور فلموں میں کام کرنے والوں کو نہایت احترام سے ''آرٹسٹ'' کہا جاتا ہے اور یہ ''آرٹسٹ'' جب پبلک میں آتے ہیں تو بظاہر بے حد تصنع اور ملمع سازی سے کام کرتے ہیں۔ منہ بنا بنا کر بات کرتے ہیں۔ سوسو نخرے کرتے ہیں اور سوچ سمجھ کر اچھے الفاظ استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ لوگ انہیں کلچرڈ اور مہذب سمجھیں۔ مگر اندر سے یہ غیر مہذب' بے ہودہ اور بداخلاق ہی ہوتے ہیں۔ نور جہاں سے ملنے والا کوئی شخص اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ وہ ایک زبان دراز عورت تھی جو بے حد تھوک کے حساب سے مغلظات بکتی تھی۔ اس سے ملنے والی شاید ہی کوئی گلوکارہ ہو گی جو اس کی گالیوں کا تختہ مشق نہ بنی ہو۔ خواجہ خورشید انور جسے فلمی دنیا کا ذہین ترین موسیقار سمجھا جاتا ہے اور جس نے نور جہاں کے بہت سے معروف گانوں کی دھنیں ترتیب دیں تھیں' نے نور جہاں کے خلاف ایک پمفلٹ بھی تحریر کیا تھا۔ اس نے نور جہاں کی شخصیت کے جو بھیانک گوشے بے نقاب کئے تھے' اس میں ایک گوشہ اس کی گالیاں دینے کی عادت سے متعلق بھی تھا۔ انگریزی اخبارات میں لکھنے والے معروف صحافی خالد حسن نے انگریزی زبان میں نور جہاں پر جو خاکہ لکھا ہے' اس میں بھی نور جہاں کی زبان درازی کا تذکرہ ملتا ہے۔ خالد حسین نے نور جہاں کا ایک قول بھی نقل کیا ہے۔ نور جہاں نے

کہا تھا کہ ہر وقت کسی مرد سے قلبی وابستگی (عشق) رکھنا اس کی مجبوری ہے' اس کے بغیر وہ اچھی طرح گا نہیں سکتی۔ انگلستان میں نوٹنگھم کے علاقے میں رہائش پذیر ایک متمول پاکستانی نے روایت کیا کہ ایک دفعہ اس نے لندن میں نور جہاں کا ایک پروگرام کرایا تھا۔ اس پروگرام کے دوران اس نے نور جہاں کو اس قدر غلیظ گالیاں دیتے سنا کہ اس سے اسے نفرت ہوگئی۔ نہایت افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑتا ہے کہ ایسی عورت کو ہمارے بعض کالم نگار آج ''نیک پروین'' کے طور پر پیش کرنا چاہتے ہیں۔

نور جہاں نے اپنے آخری انٹرویو میں بالکل سچ کہا کہ ''زندگی جھوٹ ہے اور موت برحق ہے'' اگر اس پر یہ حقیقت بہت پہلے منکشف ہو جاتی تو وہ اپنا خاندانی پیشہ کبھی اختیار نہ کرتی' وہ محض اللہ وسائی ہی رہتی' نور جہاں بننا کبھی پسند نہ کرتی۔ نور جہاں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے والے ہمارے صحافیوں کو اس کے مذکورہ قول پر سنجیدگی سے غور و فکر کرنا چاہئے۔ اگر ان کو بھی اس حقیقت کا ادراک ہو جائے تو وہ فلمی عورتوں کے مبالغہ آمیز اور شہوت انگیز افسانے لکھ کر اپنے قلم کی حرمت کو کبھی پامال نہ کریں۔ قلم ایک مقدس امانت ہے' اس کا تقدس قائم رکھنا ہر صاحب قلم کی ذمہ داری ہے......!!

بقیہ — آپ کے مسائل

حالت میں مسجد میں نماز ادا کرنے کی اجازت نہیں دی گئی البتہ مسجد کے اندر سے گزرنے کی ضرورت پڑے تو گزرنے کی رخصت دی گئی ہے۔ حیض و نفاس بھی ناپاکی کی حالت ہے جس طرح جنابت ہے جبکہ حیض و نفاس کی ناپاکی جنابت سے غلیظ معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا حیض و نفاس کی صورت میں بھی مسجد کے اندر ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ 'قال لی رسول الله ﷺ ناولینی الخمرة من المسجد قلت 'انی حائض فقال رسول الله ﷺ 'ان حیضتك لیست فی یدك '' مجھے رسول اللہ ﷺ نے کہا مسجد سے مجھے دوپٹہ پکڑا دو۔ میں نے کہا میں حائضہ ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بلاشبہ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔

﴿سنن ابی داؤد کتاب الطهارة باب فی الحائض تناول من المسجد (۲۶۱) صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجها...... (۲۹۸/۱۱) جامع الترمذی ابواب الطهارة باب ماجاء فی الحائض تتناول الشی من المسجد (۱۳۴) سنن النسائی کتاب الطهارة باب استخدام الحائض (۳۸۲)﴾

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔

وهو قول عامة اهل العلم لا نعلم بینهم اختلافاً فی ذالک بان لا بأس أن تتناول الحائض شیئاً من المسجد (جامع الترمذی ۱/ ۲۴۲ تحقیق شیخ احمد شاکرؒ)

یہ عام اہل علم کا قول ہے اس مسئلہ میں ہم ان کے درمیان اختلاف نہیں جانتے کہ حائضہ کا مسجد سے کسی چیز کے پکڑانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

رہا حائضہ عورت کے لئے قرآن پاک کو چھونا تو اس کی ممانعت میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں اہل علم اس کے بارے مختلف ہیں البتہ افضل اور بہتر یہی ہے کہ مسلمان عورت طہارت کی حالت میں قرآن حکیم کو چھوئے یا کوئی صاف ستھرا کپڑا قرآن مجید کے اوراق کو پلٹنے کے لئے استعمال کرے۔ ہاتھ لگانے سے اجتناب کرے امام نووی رحمہ اللہ اس صورت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ اختلاف کے بغیر جائز ہے۔ (المجموع شرح المهذب ۳/۳۷۲)

تفصیل کے لئے دیکھیں ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' جلد اوّل

بقیہ — ابو عمر

قبول فرمائے۔ دونوں شہید ہونیوالے بھائیوں کی غائبانہ نماز جنازہ ملک بھر میں جگہ جگہ ادا کی گئی۔ تیسرے ساتھی غازی ابو دجانہ جو کہ میلسی کے رہنے والے ہیں' اس حادثے میں اتنے شدید زخمی ہوئے ہیں کہ تا حال بے ہوشی کی حالت میں ہیں۔ دو سال سے زائد عرصہ مقبوضہ علاقوں میں برسرپیکار رہنے والے اس غازی کے لئے قارئین کرام سے التماس ہے کہ خصوصی دعائیں کریں تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت یابی عنایت فرمائے اور وہ ایک بار پھر اسلام کی سربلندی کے لئے کھڑے ہوں۔ غازی ابو دجانہ جو کہ پینٹر بھی ہیں ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دعوتی جملوں سے مزین دیواریں آج بھی مظفر آباد میں جہاد کی گواہی پیش کر رہی ہیں۔ چوتھے زخمی ہونے والے غازی ابو اسامہ ابھی تک بہاولپور ہسپتال میں داخل ہیں۔ ان کی ٹانگوں کے آپریشن ہو چکے ہیں۔ دیگر آپریشن باقی ہیں ان کے لئے بھی خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔ یہ سب مقدروں کی بات ہے کہ وہ شہادت کے لئے برستی گولیوں اور بارود کے شعلوں میں کودتے رہے لیکن جہاں ان کی موت لکھی تھی یا جہاں ان کا زخمی ہونا مقدر تھا وہیں ہو کے رہا۔ یہ سب اللہ کے فیصلے ہیں اور وہی ان کی حکمتوں کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ اللہ سب مجاہدین کی حفاظت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

بقیہ — غازی ابو حمزہ

کر کہنے لگے' فائر نہ کرنا۔ فا۔ فا۔ فائر نہ کرنا ہم تمہارے بھائی ہیں۔ ایک نے تو فوراً کلمہ پڑھ دیا اور کہنے لگے آپ نے جدھر جانا ہے ادھر جلدی سے نکل جائیں مگر بھگوان کے لئے ہمیں کچھ نہ کہیں۔ اسی اثنا میں دو فوجی اندھیرے سے فائدہ اٹھا کے بھاگ نکلے۔ جبکہ دو کو ہم نے قابو کر لیا۔ ابو قتال نے جب ایک کو بیلٹ سے پکڑا تو اس نے گن پکڑ لی ابو قتال نے دھمکی لگاتے ہوئے کہا گن چھوڑ دو ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ اس نے فوراً گن چھوڑ دی اور ہم سے جان بخشی کی بھیک مانگنا شروع کر دی۔ ہمارے پوچھنے پہ انہوں نے بتایا کہ آرمی کافی تعداد میں اوپر بنکر میں بیٹھی ہے۔ ہم نے کہا اچھا جو بھاگے ہیں انہیں واپس بلاؤ تو وہ کہنے لگے ہمیں چھوڑ دو۔ ہم انہیں بلاتے ہیں۔ مگر یہ ان کی چال تھی۔ ہم نے کہا تم ادھر سے ہی آواز لگاؤ تو انہوں نے انہیں آواز دی مگر وہ واپس نہ آئے۔ پھر ہم نے پوچھا تمہارا آفیسر کہاں ہے تو وہ کہنے لگے کہ تھوڑی دیر پہلے ہمارا آفیسر یہاں آیا تو اس سے ہماری تلخ کلامی ہوگئی۔ وہ ہمیں کہنے لگا کہ تم مجاہدین سے ملے ہوئے ہو۔ پھر انہوں نے ہمیں وہ راستہ بتایا جس پہ ہم پہلے آتے جاتے تھے۔ وہ کہنے لگے یہ راستہ محفوظ ہے۔ آگے تمہیں کہیں آرمی نہیں ملے گی۔ مگر ہم نے جان بوجھ کر انہیں بتایا کہ ہم تو ادھر نہیں جانا چاہتے بلکہ فلاں جگہ ہمیں جانا ہے۔ وہ کہنے لگے۔ بس آپ ہمیں کچھ نہ کہیں اور آپ نے جہاں جانا ہے چلے جائیں۔

الجامعة السلفیة اسلام آباد

شعبہ درس نظامی: اس کے چار مراحل ہیں...... 1- المرحلة الثانویة العامة (میٹرک) 2- المرحلة الثانویة الخاصة (ایف اے) 3- المرحلة العالیة (بی اے) 4- المرحلة العالمیة (ایم اے)

شرائط داخلہ: 1- مرحلہ ثانویہ عامہ کے لئے کم از کم مڈل پاس یا اس کے مساوی قابلیت ہو۔ 2- مرحلہ ثانویہ خاصہ کے لئے ثانویہ عامہ کے سرٹیفکیٹ کا حامل ہو۔ 3- مرحلہ عالیہ کے لئے ثانویہ خاصہ کے سرٹیفکیٹ کا حامل ہو۔ 4- مرحلہ عالمیہ کے لئے عالیہ کا حامل ہو۔

شعبہ تحفیظ القرآن ' شعبہ عصری علوم: جامعہ میں میٹرک' ایف اے' بی اے کی عصری تعلیم (ریاضی' انگلش وغیرہ) کا بھی اعلیٰ انتظام ہے۔

امتیازات و خصوصیات: اسلاف کے نہج پر طلبہ کی تعلیم و تربیت...... ماہر اساتذہ کی زیر نگرانی تحریر و تقریر اور اعلیٰ تعلیم و تربیت کے لئے پرکشش اور پرسکون ماحول...... جامعہ ہذا کا مدینہ یونیورسٹی اور ام القریٰ یونیورسٹی سعودی عرب سے معادلہ ہے...... عربی بول چال کے لئے خصوصی کلاس...... محنتی اور ذہین طلباء کے لئے خصوصی مراعات...... جامعہ کے طلباء کے استفادہ کے لئے عظیم الشان لائبریری...... جدید تقاضوں کے عین مطابق وسیع کلاس روم اور جدید ہاسٹلز...... طلباء کے لئے قیام و طعام' علاج و معالجہ اور دوسری ضروریات کا مکمل بندوبست۔

10 شوال ۱۴۲۱ھ سے آخر شوال تک داخلہ جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ

سالانہ اخراجات: جامعہ ہذا کا سالانہ خرچہ تقریباً 20 لاکھ روپے ہے۔ جامعہ ہذا سے مخیر حضرات بھرپور تعاون فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔

بینک اکاؤنٹ نمبر 8208 یونائیٹڈ بینک سٹی برانچ راجہ بازار راولپنڈی

الداعی الی الخیر: سید عبدالغفار بخاری مدیر الجامعة

قسط نمبر 43

درس قرآن

سورۃ الانعام کی تشریح وتفسیر

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

نذر ونیاز لغیر اللہ ' مردار ' خنزیر اور خون حرام ہے

قُلْ لَّآ أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَّكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ
رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (145) وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا
حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا
اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ (146) فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ
عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ (147) (الانعام)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھائے ' مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو ' کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کیلئے نامزد کر دیا گیا ہو۔ پھر جو شخص مجبور ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور الرحیم ہے اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری میں سے ان دونوں کی چربیاں ان پر ہم نے حرام کر دی تھیں مگر وہ جو ان کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا جو ہڈی سے ملی ہو۔ ان کی شرارت کے سبب ہم نے ان کو یہ سزا دی اور ہم یقیناً سچے ہیں۔ پھر اگر یہ آپ کو کاذب کہیں تو آپ فرما دیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا۔

مفردات:

۱۔ مَسْفُوحًا = کا مادہ (س۔ف۔ح) ہے اور یہ سَفَحَ یَسْفَحُ (باب منع یمنع) کا اسم مفعول ہے اس کا معنیٰ = بہتا ہوا خون ہے۔

۲۔ ذی ظفر = ناخن والے جانور یعنی جن کی انگلیاں پھٹی ہوئی جدا جدا نہ ہوں جیسے اونٹ۔ شتر مرغ۔ بطخ وغیرہ

۳۔ حوایا۔ جمع ہے۔ اس کا مفرد حویۃ اور حوی۔ اس سے سانپ کی طرح کنڈلی مارنے والی انتڑیاں مراد ہیں

تفسیر:

گزشتہ آیات میں مشرکین کی مذمت تھی اور ان کے اس عقیدہ و نظریہ کا رد تھا جس کی رو سے وہ اللہ کے حلال کردہ جانوروں کو اپنی اھواء و خواہشات کی بناء پر حرام جانتے اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے کہ اس نے حرام کی ہیں اسی طرح بحیرہ۔ سائبہ ' وصیلہ ' حام بھی۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے رسول ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کسی کھانے والے کے لئے کوئی چیز حرام نہیں پاتا سوائے چار چیزوں کے پس جب میں اللہ کا رسول ہو کر ان چار کے علاوہ کوئی چیز حرام نہیں پاتا تو وہ کیسے حرام ہو گئیں اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے علاوہ کوئی جانور حرام کیا ہوتا تو وہ مجھے ضرور اس سے آگاہ کرتا کیونکہ میں اس کا رسول ہوں اور اس نے بندوں کے لئے حلال و حرام وغیرہ کے جو احکام دینے ہیں وہ میرے ذریعہ سے دینے ہیں جب مجھ پر نازل کردہ وحی میں ان جانوروں کی حرمت کا بیان نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ تم نے ان کو اپنی عقل و خواہش سے حرام قرار دیا ہے اور اللہ کی طرف ان کی حرمت کی نسبت بطور افتراء و بہتان کے ہے اس آیت میں حرام کردہ چار چیزیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مردار ' جو شرعی طور پر ذبح کئے بغیر مر جائے۔

سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۳ میں مردار کی اقسام بیان ہوئی ہیں

۱۔ گلا گھونٹ کر مرنے والا۔

۲۔ چھری یا پتھر کی ضرب سے مرنے والا یا جس طرح آج کل مشینی ذبح کا طریقہ ہے جس میں جھٹکے سے مارا جاتا ہے۔

۳۔ بلندی سے گر کر مرنے والا۔

۴۔ سینگ کی ضرب سے مرنے والا۔

۵۔ درندے کے پھاڑنے کی وجہ سے مرنے والا

۲۔ (جانور ذبح کرتے ہوئے) بہایا ہوا خون۔ ورنہ گوشت کے ساتھ لگا ہوا خون حلال ہے حدیث کی رو سے دو مردار = مچھلی اور ٹڈی اور دو خون: کلیجی اور تلی حلال ہیں۔ (سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمۃ باب الکبد والطحال' مسند احمد۔ ۲/۹۷)

۳۔ خنزیر کا گوشت۔ خصوصیت سے گوشت کا ذکر اس لئے ہے کہ وہ اس کا اہم جزء ہے ورنہ سارا خنزیر (سؤر) نجس اور حرام ہے اور یہ بے غیرتی میں بدترین جانور ہے ان تینوں کو اللہ تعالیٰ نے نجس اور پلید قرار دیا۔

۴۔ ہر وہ چیز جو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام پر ذبح یا مشہور کر دی جائے مثلاً یہ بکرا یا دنبہ یا گائے وغیرہ فلاں پیر یا بزرگ کی ہے یہ جانور گیارھویں کے لئے یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب اگرچہ ذبح کرتے وقت اس پر اللہ ہی کا نام لیا جائے کیونکہ غیر اللہ کے تقرب کے حصول کے لئے مشہور ہو جانے 'کہ یہ چیز فلاں بت یا اس کے تھان یا قبر و مزار یا بزرگ کی جگہ وغیرہ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے حرام ہو چکی ہے لہذا اب ذبح کرتے وقت محض اللہ کا نام لینے سے یہ حلال نہیں ہوگی جب تک کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے یا دینے سے سچی توبہ نہ کی جائے کیونکہ یہ فسق اور شرک ہے جیسے مشرکین عرب کی عادت تھی کہ وہ بزرگوں اور نیک لوگوں کے نام پر بنائے گئے بتوں اور ان کی مورتیوں 'تصویروں کے نام پر جانور مشہور کرتے اور ذبح کرتے' جانوروں کے علاوہ کھانے پینے کی چیزیں اور دوسری اشیاء بھی ان کے لئے نذر و نیاز اور چڑھاوے کے طور پر دیتے اسی طرح آج کے نادان 'اسلام کے عقائد اور بنیادی تعلیمات سے نابلد اور ناآشنا مسلمان بھی فوت شدہ بزرگوں کی عقیدت و محبت میں ان کی خوشنودی و تقرب حاصل کرنے کیلئے یا ان سے ڈرتے اور ان سے امیدیں رکھتے ہوئے ان کی قبروں اور مزاروں اور ان کے آستانوں و درگاہوں اور ان کی طرف منسوب مقامات و جگہوں کی نذر و نیاز کے نام پر جانور اور دوسری اشیاء دے آتے ہیں یا وہاں قبور و مزارات کے اردگرد بیٹھے فقراء و مساکین میں بزرگوں کے نام پر دیگیں 'لنگر' مٹھائی و پیسے وغیرہ تقسیم کرتے ہیں یا وہاں رکھے گئے گلہ جات اور صندوقچیوں میں پیسے ڈال دیتے ہیں یا عرس کے موقعہ پر وہاں دودھ پہنچاتے ہیں یہ سب کام شرکیہ امور ہونے کی وجہ سے حرام اور ناجائز ہیں کیونکہ یہ سب اللہ کے علاوہ دوسروں کے نام پر نذر و نیاز ہے جو اس آیت اور سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۳ اور سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۳ اور سورہ نحل کی آیت نمبر ۱۱۵ کی رو سے مردار' خنزیر اور ذبح کرتے وقت جانور کی رگوں سے بہتے ہوئے خون کی طرح حرام اور نجس و پلید ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ نے اس کو فسق و نافرمانی یعنی اللہ کی اطاعت سے خروج قرار دیا جس سے اجتناب لازمی اور ضروری ہے اور اس لئے کہ نذر بھی نماز و روزہ اور دوسری عبادات کی طرح ایک عبادت ہے اور عبادت کی تمام اقسام اور انواع صرف ایک اللہ کے لئے مختص ہیں' سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے حرام کردہ جانوروں میں بتوں یا تھانوں پر ذبح کئے جانے والے جانوروں کا بھی ذکر کیا ہے۔ (المائدہ: ۳)

اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے ذبح کرنے والے کو حدیث میں ملعون قرار دیا گیا ہے جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے چار چیزیں بیان کیں کہ اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو۔

۱۔ جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے ذبح کرے۔

۲۔ اور جو اپنے والدین پر لعنت کرے۔

۳۔ اور جو کسی بدعتی یا مجرم کو پناہ دے۔

۴۔ اور (جو قبضہ کرنے کی غرض سے) زمین کے نشانات میں ردو بدل کرے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الاضاحی باب تحریم الذبائح لغیر اللہ ولعن فاعلہ)

اور فرمایا کہ (مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ) جس نے غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا وہ ملعون ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ للالبانی ج ۲ ص ۱۰۲۴) غیر اللہ کی نذر و نیاز اور چڑھاوا جہنم میں داخلے کا سبب ہے۔ طارق بن شہاب ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ ایک آدمی مکھی کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا اور ایک آدمی مکھی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ دو آدمی ایک ایسی بت پرست قوم کے پاس سے گزرے جنہوں نے یہ طے کیا ہوا تھا کہ وہ یہاں سے کسی کو تب گزرنے دیں گے جب وہ اس بت کے تقرب اور اس کی نذر و نیاز کیلئے کوئی نہ کوئی چیز چڑھاوے کے طور پر دیں گے تو انہوں نے ان میں سے ایک کیلئے کہا کہ اس بت کے تقرب کے لئے کوئی چیز دے اس نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ کیا دوں؟ انہوں نے کہا کہ اس کے تقرب کے لئے ضرور کوئی چیز دے چاہے مکھی ہی کیوں نہ ہو تو اس آدمی نے بت کے تقرب کے لئے ایک مکھی چڑھا دی تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ پس وہ جہنم میں داخل ہوا۔ انہوں نے دوسرے آدمی سے کہا کہ تو بھی اس بت کے تقرب کے لئے کوئی چڑھاوا چڑھا اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کے علاوہ کسی کے لئے بھی کوئی چیز نہیں چڑھاؤں گا پس انہوں نے اس کو قتل کر دیا پس وہ جنت میں داخل ہوا۔ (کتاب الزھد للامام احمد)

جس مقام پر اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے ذبح کیا جائے وہاں اللہ کے لئے ذبح کرنا منع ہے جیسا کہ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ بوانہ نامی جگہ پر اونٹ ذبح کرے گا پس اس نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا آپ نے پوچھا کہ کیا وہاں زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی پرستش کی جاتی تھی؟ لوگوں نے بتلایا کہ نہیں پھر آپ نے پوچھا وہاں ان کی عیدوں میں سے کوئی عید تو نہیں منائی جاتی تھی؟ لوگوں نے اس کی بھی نفی کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے سائل کو فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر کیونکہ اللہ کی نافرمانی والی نذر اور جس چیز کا انسان مالک نہ ہو اس کی نذر پوری کرنا منع ہے۔

(ابوداؤد۔ کتاب الایمان والنذور۔ باب مایؤمر بہ من وفاء النذر)

اس سے معلوم ہوا کہ بتوں کو ہٹائے جانے کے بعد بھی غیر آباد آستانوں پر جا کر جانور ذبح کرنا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ ان آستانوں اور درباروں پر جا کر جانور ذبح کئے جائیں جو پرستش اور نذر و نیاز کے لئے مرجع عوام ہیں۔ العیاذ باللہ۔

اسی لئے تمام علماء اسلام نے نذر غیر اللہ کو حرام اور اسلام کے منافی قرار دیا ہے چنانچہ تفسیر عزیزی میں بحوالہ تفسیر نیشاپوری موجود ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی جانور غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے ذبح کیا تو وہ مرتد ہو جائے گا اور اس کا ذبیحہ ایک مرتد کا ذبیحہ ہوگا۔

اور حاشیہ بیضاوی میں ہے۔ ہر وہ جانور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے حرام ہے اگرچہ ذبح کے وقت اس پر اللہ ہی کا نام لیا جائے آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ مجبور شخص جس کو سخت بھوک لگی ہو اور اس کے پاس سوائے حرام کے کوئی اور چیز کھانے کے لئے نہ ہو اسے ان حرام کردہ چیزوں سے کھانے کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ ان میں سے بوقت ضرورت بقدر ضرورت کھائے اور اس کے دل میں اللہ کی حرام کردہ اشیاء کی نفرت بدستور قائم رہے۔

تو اے رسول ﷺ ایسے لوگوں کے لئے تیرا رب واقعی بخشنے والا مہربان ہے۔ یاد رہے کہ آیت میں بیان کردہ چار حرام چیزوں میں مطلق حصر نہیں یعنی ان چاروں کے علاوہ اور جانور وغیرہ بھی حرام ہیں کیونکہ یہ حصر اضافی ہے یعنی مشرکین مکہ کے اس فعل کے ضمن میں کہ وہ حلال جانوروں کو بھی حرام

قرار دے لیتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے حرام کردہ حرام نہیں بلکہ حرام تو صرف یہی ہیں۔ نیز جانوروں کی حلت وحرمت کے متعلق حدیث میں دو اصول مذکور ہیں۔

ا۔ درندوں میں ذوناب (جو کچلیوں سے شکار کرے)

۲۔ اور پرندوں میں ذو مخلب (جو پنجوں سے شکار کرے) حرام ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حدیث بھی قرآن کی طرح دین وشریعت کا مأخذ اور دین میں حجت ہے لہٰذا ایمان لانے اور عقیدہ رکھنے اور ثواب وگناہ متعین کرنے اور حلال وحرام بیان کرنے میں قرآن وحدیث ایک ہیں اور ان میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں۔

اس کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ان چار چیزوں کے علاوہ یہود پر جو دوسری اشیاء حرام تھیں وہ اصل میں حرام نہیں تھیں وہ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکشی وشرارت کی بناء پر حرام قرار دی تھیں اس کے باوجود مشرکین مکہ جن چیزوں کو حرام جانتے ہیں وہ ان میں شامل نہیں تو جب تورات اور قرآن میں ان جانوروں کی حرمت کا ذکر نہیں تو صاف ظاہر ہے کہ اے مشرکین مکہ تم نے ان جانوروں کو اپنے معبودان باطلہ اور خود ساختہ مشکل کشاؤں اور حاجت رواؤں کے تقرب کے حصول کی خاطر اور ان کی خوشنودی میں اپنی احواء وخواہشات سے بلا دلیل وحجت حرام قرار دیا اور پھر اللہ پر افتراء باندھتے ہوئے ان کی حرمت اس کی طرف منسوب کردی۔ اس آیت کی رو سے یہود پر ان چار (مردار۔ رگوں کا خون۔ خنزیر۔ نذر غیر اللہ) بنیادی حرام چیزوں کے علاوہ ہر ناخن والا جانور یعنی جس کی انگلیاں پھٹی ہوئی نہ ہوں جیسے اونٹ۔ شترمرغ اور بطخ وغیرہ حرام تھا اور گائے اور بکری کی چربی بھی ان پر حرام کی گئی تھی سوائے اس چربی کے جو گائے اور بکری کی پشت پر ہو یا انتڑیوں یا اوجھ یا ہڈیوں کے ساتھ لگی ہوئی ہو چربی کی یہ مقدار حلال تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہود پر یہ چیزیں ہم نے ان کی شرارتوں کی وجہ سے بطور سزا حرام کی تھیں لہٰذا یہود کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ یہ چیزیں سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کی ہوئی تھیں اور ہم تو ان کی پیروی کی وجہ سے ان کو حرام سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم جو بات بیان کر رہے ہیں وہ سچی ہے بھلا اللہ سے سچی بات کس کی ہو سکتی ہے؟ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا

اور کون ہے جو اپنی بات میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو۔

(النساء۔ ۱۲۲)

اور فرمایا

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہوگا۔ (النساء ۸۷)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ اگر اس وضاحت کے باوجود بھی یہود و مشرکین مکہ مطمئن نہ ہوں اور حلت وحرمت کے مسئلہ میں آپ کی تکذیب کریں تو آپ ان سے فرما دیجئے کہ اللہ بڑی وسیع رحمت والے ہیں۔ اس لئے تمہاری تکذیب کے باوجود تمہیں عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتے اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے کبھی نہیں ٹلے گا یعنی تمہیں مہلت دینے کا مطلب ہمیشہ کے لئے عذاب الٰہی سے محفوظ ہونا نہیں ہے وہ جب بھی عذاب دینے کا فیصلہ کرے گا تو پھر اسے کوئی ٹال نہیں سکے گا۔ العیاذ باللہ

فوائد

ا۔ حرام کردہ چار چیزوں کا بیان۔

ا۔ مردار۔ ۲ بہتا ہوا خون۔ ۳۔ خنزیر کا گوشت۔ ۴ نذر غیر اللہ

۲۔ کبھی کبھی بندوں کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ حلال چیزیں حرام کر دیتے ہیں جیسے یہود کے ساتھ ہوا۔

۳۔ مجرموں کو اللہ تعالیٰ کے مہلت دینے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ان کو سزا نہیں دیں گے سزا تو بہر حال ضرور ملے گی چاہے دیر سے ہی کیوں نہ ہو۔

بقیہ ابوجلال

(بقیہ ابوجلال)

کی دعوت ضرور دیتے۔ بالآخر ابوجلال بھائی فدائیان کتاب وسنت کے گائیڈ بنے اور کئی ایک مجاہدین کے قافلے وادیٔ لہورنگ میں لے کر گئے اسی طرح ایک قافلے کو لے کر جا رہے تھے' راستے میں ہی انڈین آرمی سے مڈھ بھیڑ ہوگئی۔ اور انہوں نے اپنے انتقام کی آگ ہندو فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ٹھنڈی کی اور داد شجاعت دیتے ہوئے نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

بیوی کے تاثرات:

مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میرا خاوند اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے شہید ہوا۔ اس سے مجھے اعلیٰ مقام ملا ہے۔ اللہ کے فضل سے خاوند کی شہادت سے پہلے میرا بڑا بھائی ابوعلی اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر جام شہادت نوش کر چکا ہے۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ وہ مجھے صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یہ بات ٹھیک ہے کہ اب میرا دنیا میں کوئی سرپرست نہیں رہا لیکن مجھے اللہ پر پورا یقین ہے کہ اللہ میرے خاوند کی قربانی قبول کرے گا اور مجھے قیامت کے دن بھی ان کے ساتھ کھڑا کرے گا۔

میری تمام عورتوں سے اپیل ہے کہ وہ بھی اپنے خاوندوں کو اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر میدان جہاد میں روانہ کریں۔ یہ جنگ کفر و اسلام کی جنگ ہے اس میں جتنی بڑی سے بڑی قربانی بھی دی جائے وہ میرے خیال میں کم ہے۔ بس میری اللہ سے دعا ہے کہ اللہ مجھے دین پر ثابت قدم رکھے اور میرے خاوند کی قربانی قبول فرمائے۔ آمین

وصیت نامہ ابوجلال

"بے شک اللہ پاک نے ان مومنوں کی جانوں اور مالوں کا سودا جنت کے عوض کر لیا ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔"

قرآن کا یہ بیان کہ شہید زندہ ہوتا ہے اور اللہ رزق دیتا ہے تو پھر اس حیات جاوداں کی طرف ہمارے قدم کیوں نہیں بڑھتے؟ دنیا سے محبت اور موت سے نفرت آج یہی چیز مسلمانوں کو پستی میں لے گئی ہے۔ جب مسلمان موت سے محبت کرتے تھے تو کفار اپنی زندگی کی بھیک مانگتے تھے مگر آج مسلمان کفار سے اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہے ہیں۔

آج دنیا جس وحشت وظلم کا نظارہ کشمیر میں کر رہی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ نہتے مسلمانوں پر جن کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ ان پر ہندو آرمی آج ظلم ڈھا رہی ہے۔ بے دردی سے بے گناہ مسلمانوں کو روندا جا رہا ہے۔ ایسا ظلم جسے سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔

اے مسلمانو! تم بزدلی کا شکار کیوں ہو گئے ہو؟ شوق شہادت کے طلب گار و تمہارا جذبہ جہاد کہاں چلا گیا ہے؟ تمہارے کان کس کے قبضہ میں ہیں؟ کشمیر میں بہنوں کے دوپٹے جوتوں تلے روندے جا رہے ہیں۔ ماؤں' بہنوں اور بیٹیوں کی صدائیں تمہیں پکار رہی ہیں۔ بچوں کی خون آلود لاشیں تمہیں پکار رہی ہیں۔

میں نے رب کی رضا کے لئے ایک گھر چھوڑا۔ اللہ نے اس سے بہتر گھر دیا' گھرانہ دیا اور پھر ابوعلی بھائی کی گن میرے ذمہ تھی۔ اس نے میری زندگی کا اور بھی سکون چھین لیا۔

میرے گاؤں کے ساتھیو! میرے جانے کے بعد میری گن کے تم وارث ہو میری گن کو اٹھانا جس طرح ہم مسجد میں یا گھر میں شام کو اکٹھے ہو کر باتیں کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ جاری رکھنا۔ آپس میں اتفاق سے رہنا۔ تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھنا۔ حاجی صاحب آپ ساتھیوں کے ذمہ دار ہیں۔ بھائیو برادری کے چکر میں آکر بگڑ نہ جانا۔ حاجی صاحب! میں اپنی بچی آپ کے پاس امانت چھوڑے جا رہا ہوں۔ میری پیاری اسماء کا ضرور خیال رکھنا۔ اسے رسوا نہ ہونے دینا' اسے میرا احساس بھی نہ ہونے دینا کہ تیرا باپ اس دنیا میں موجود نہیں۔ میرے گھر کا خیال رکھنا کہیں میرے گھر والے رسوا نہ ہو جائیں۔

میری شہادت کی قبولیت کے لئے ضرور دعائیں کرنا۔ میں نے دنیا میں آپ بھائیوں کو اپنا بھائی بنایا تھا مجھے بھلا نہ دینا۔ میں ان شاء اللہ جنت کے دروازے پر آپ کا انتظار کروں گا۔ حاجی صاحب میری گن کے ذمہ دار آپ ہیں اس کو ضرور اٹھانا' لاوارث نہ چھوڑ دینا۔ ابوجلال کے مشن کو جاری رکھنا اسی میں خیر ہے۔ جس طرح ہم دنیا پر اکٹھے رہتے تھے اب اللہ ہم سب کو جنت میں اسی طرح اکٹھا کرے۔ آمین

آپ کا بھائی

ابوجلال

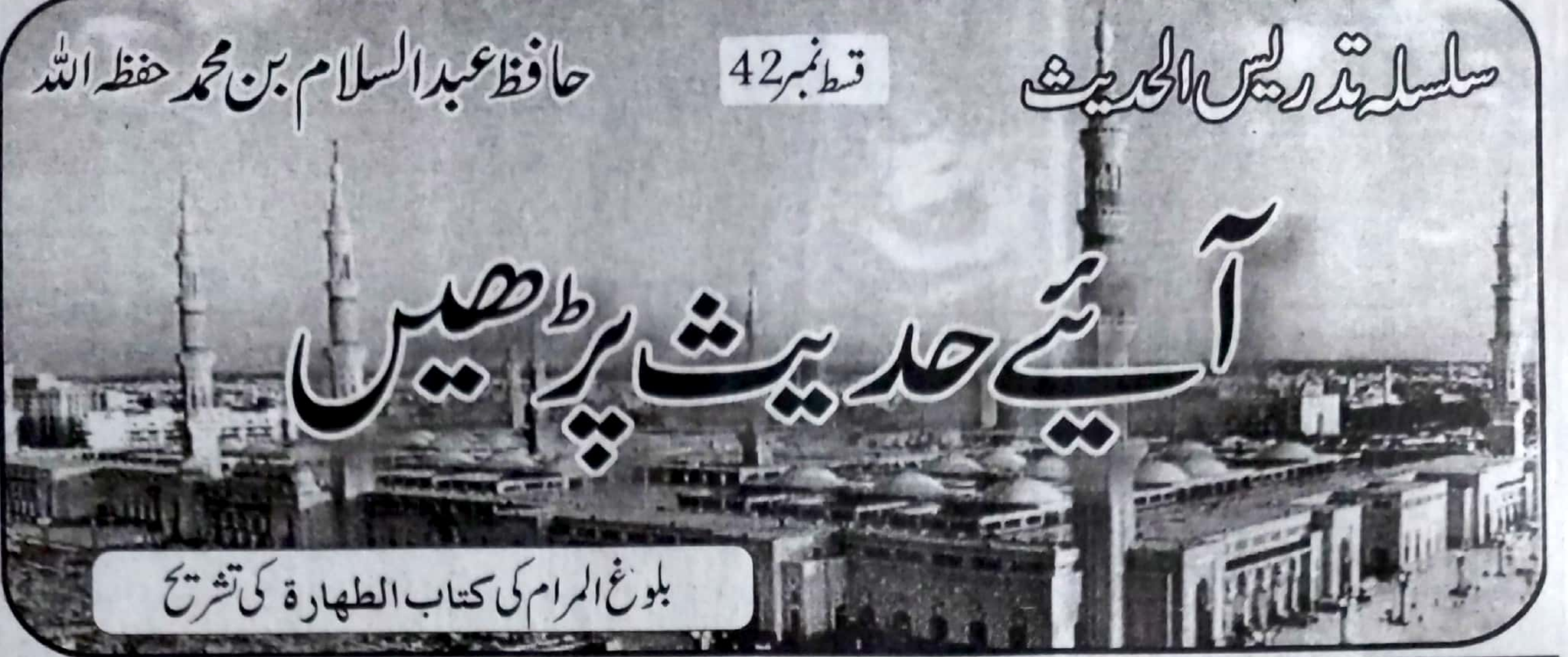

باب الآنية

برتنوں کا بیان

الآنیة اِنَاءٌ کی جمع ہے جس طرح أَكْسِيَةٌ كِسَاءٌ کی جمع ہے۔ جمع الجمع اَوَانِی ہے چونکہ رسول اللہ ﷺ نے بعض برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا ہے تو حافظ رحمہ اللہ نے پانی اور برتن کے تعلق کی مناسبت سے پانی کے احکام کے بعد برتنوں کے احکام ذکر فرمائے۔ جن برتنوں سے منع نہیں کیا گیا وہ سب جائز ہیں خواہ وہ کسی بھی چیز کے بنے ہوئے ہوں مثلاً لوہا، پیتل، تانبہ، لکڑی، رنگا ہوا چمڑا وغیرہ۔ اور خواہ وہ کتنے قیمتی کیوں نہ ہوں مثلاً زمرد، مرمر، چینی، فیروزہ، یاقوت، نیلم وغیرہ کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (البقرہ/۲۹)

وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمہارے لئے پیدا فرمایا:

۱/۱۳ عن حُذَيْفَةَ ابن اليَمَانِ رَضي الله عنهما قَالَ قَالَ رَسولُ الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهِما فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ متفق عليه

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سونے اور چاندی کے برتنوں میں مت پیو نہ ہی ان کے پیالوں میں کھاؤ کیونکہ یہ دنیا میں ان کے لئے اور آخرت میں ہمارے لئے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاری کتاب الاطعمة باب الاکل فی اناء مفضض رقم الحدیث ۵۴۲۶ صحیح مسلم کتاب اللباس رقم الحدیث ۲۰۶۷) تحفۃ الاشراف ۳/۴۸

حذیفہ تصغیر کے ساتھ کنیت ابوعبداللہ اُن کے والد یمان بھی صحابی ہیں۔ دونوں احد میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے صاحب السر (رازدار) تھے سنہ ۳۵ یا ۳۶ھ میں مدائن میں فوت ہوئے۔

مفردات: صِحَاف صَحْفَةٌ کی جمع ہے۔ پیالے

فوائد: ۱۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے نہ مرد کھا سکتے ہیں نہ عورتیں۔ پہننے کیلئے عورتوں کو سونا، چاندی، دونوں کی اجازت ہے۔ مردوں کے لئے سونا پہننا حرام ہے۔ البتہ چاندی کی انگوٹھی پہن سکتے ہیں۔ کھانے پینے کے برتنوں اور پہننے کی چیزوں کے علاوہ دوسرے استعمالات میں سونا چاندی کی ممانعت کہیں نہیں آئی ہے۔

۲۔ ٹوٹے ہوئے برتن کو جوڑنے کیلئے چاندی کی تار لگانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے دیکھئے بلوغ المراد حدیث نمبر ۸/۲۱ چاندی کا برتن استعمال کرنے میں جو فخر و تعَلِّی ہے۔ وہ ٹوٹے ہوئے برتن کو چاندی کی تار سے جوڑنے میں نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی انسانی عضو مثلاً ناک یا دانت وغیرہ مرد بھی سونے کا لگوا سکتے ہیں ایک صحابی کی ناک ایک جنگ میں کٹ گئی تھی اس نے چاندی کی ناک لگوائی اس میں بدبو پیدا ہوگئی تو رسول اللہ نے اسے سونے کی ناک لگوانے کا حکم دیا۔ جامع الترمذی کتاب اللباس باب ماجاء فی شد الاسنان بالذهب ۱/۳۰۶

۳۔ "وہ ان کے لئے دنیا میں ہیں" یعنی کفار دین کے احکام کے پابند نہیں دنیا میں وہ ان چیزوں کو استعمال کرتے ہیں تمہارے لئے ان کی مشابہت جائز نہیں۔ البتہ آخرت میں یہ نعمت صرف تمہارے ساتھ ہی خاص ہے۔

۱۵/۲ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضي الله عنها قالت قال رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَشْرَبُ فِي إِنَاءِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ (متفق علیہ)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ جہنم کی آگ ہی گھونٹ گھونٹ کر کے اپنے پیٹ میں انڈیلتا ہے۔ بخاری و مسلم

تخریج: بخاری (۵۶۳۴) مسلم (اللباس/ ۲،۱) تحفۃ الاشراف (۱۳/ ۱۹)

اس روایت میں صرف چاندی کا ذکر ہے مسلم کی ایک اور روایت میں سونے اور چاندی دونوں کے برتنوں کا یہی حکم بیان ہوا ہے۔

مفردات: یُجَرْجِرُ۔ پانی پیتے وقت حلق سے گزر کر پیٹ میں جاتے وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے جَرْجَرَةُ کہتے ہیں اسی طرح اونٹ کے پینے یا جگالی کے وقت نگلنے سے پیدا ہونے والی آواز کو بھی جرجرۃ کہتے ہیں۔

نار جھنم۔ نار کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں اس صورت میں یہ یجرجر کا فاعل ہو گا یعنی اس کے پیٹ میں پانی نہیں بلکہ جہنم کی آگ آواز پیدا کرتے ہوئے گر رہی ہے۔

اور منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اس صورت میں نار یجرجر کی مفعول ہو گی اور پینے والا فاعل ہو گا اور فعل متعدی ہو گا یعنی وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ گھونٹ گھونٹ کر کے داخل کر رہا ہے جس طرح فرمایا: إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا (النساء/ ۱۰)

اکثر شارحین اس کو ترجیح دیتے ہیں۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہند بنت ابی امیہ۔ پہلے ابو سلمہ بن عبدالاسد کے نکاح میں تھیں اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئیں۔ واپس آ کر دونوں مدینہ پہنچے پھر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ جنگ احد میں لگنے والے ایک زخم کے بگڑنے کی وجہ سے فوت ہو گئے تو سنہ ۴ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا سنہ ۵۹ھ اور ایک قول کے مطابق ۶۲ھ میں ۸۴ سال کی عمر میں فوت ہو کر بقیع میں دفن ہوئیں (سبل السلام/ اتحاف الکرام)

فوائد: اس حدیث سے بھی گزشتہ حدیث کی طرح سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی حرمت معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی کہ قیامت کے دن سزا و جزاء اس عمل سے ملتی جلتی ہو گی جو وہ دنیا میں کرتا تھا۔

چمڑے کے احکام

۱۶/۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَعِنْدَ الْأَرْبَعَةِ أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب چمڑا رنگ لیا گیا تو وہ یقیناً پاک ہو گیا اسے مسلم نے روایت کیا۔ اور چاروں کے ہاں یہ لفظ ہیں کہ "جو چمڑہ بھی رنگ لیا گیا"

تخریج: صحیح مسلم کتاب الطہارۃ' باب الحیض رقم الحدیث ۸۱۲ سنن ابی داوٗد کتاب اللباس رقم الحدیث ۴۱۲۳ جامع الترمذی کتاب اللباس' رقم الحدیث ۱۷۲۸ سنن النسائی الفرع العتیرۃ باب جلود المیتۃ' رقم الحدیث ۴۲۴۶ سنن ابن ماجہ کتاب اللباس رقم الحدیث (۳۶۰۹) ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ تحفۃ الاشراف (۵/ ۵۳) **سبب حدیث:** یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ (مسند احمد ۱/ ۳۶۵) میں صحیح سند کے ساتھ مذکور ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی ایک بکری مر گئی تو آپ نے فرمایا: "تم نے اس کے چمڑے سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا کیونکہ چمڑے کا رنگنا" ہی اس کا پاک ہونا ہے"

مفردات:
الاھاب۔ چمڑا یا وہ چمڑا جسے دباغت نہ دی گئی ہے (قاموس ونہایہ)

دبغ۔ چمڑے کو خراب اور بدبودار کرنے والی رطوبتوں کو دور کرنے والی چیزیں استعمال کر کے اسے خشک اور صاف کر لینے کو دباغت کہتے ہیں۔ خواہ وہ کیکر کی چھال ہو' انار کے چھلکے ہوں یا اس عمل والی کوئی اور دوا ہو۔

طھر۔ طاء اور ھاء دونوں کے فتحہ کے ساتھ۔ ھاء کا ضم بھی جائز ہے۔

۱۷/۴۔ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ رضي الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِبَاغُ جُلُودِ الْمَيْتَةِ طُهُورُهَا - صَحَّحَهُ ابْنُ حَبَّانَ

سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا مردار کے چمڑے کو رنگ لینا ہی اس کا پاک ہونا ہے۔ اسے ابن حبان نے صحیح کہا ہے

تخریج: صحیح ابن حبان (۱۰/ ۴۵۲۲) میں یہ روایت ان الفاظ سے آئی ہے "زکاۃ الادیم دباغہ" یہاں بلوغ المرام میں جو الفاظ ذکر ہوئے ہیں وہ ابن حبان (۴/ ۱۲۹۰) میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔ ابن حبان کے علاوہ احمد' ابوداوٗد' نسائی اور بیہقی نے بھی سلمہ بن محبق سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ راوی حدیث۔ سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ سلمہ سین اور لام دونوں کے فتحہ کے ساتھ۔ محبق صاحب قاموس نے بروزن مُحَدِّث اور حافظ ابن حجر نے اسے بروزن مُحَمَّد بیان کیا ہے (تقریب: ترجمہ موسی بن سلمہ) ان کی کنیت ابو سنان ہے بصریوں میں شمار ہوتے ہیں ان کے بیٹے سنان ؓ بھی صحابی ہیں۔

۱۸/۵ – عَنْ مَيْمُونَةَ رضي الله عنها قَالَتْ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ يَجُرُّونَهَا فَقَالَ لَوْ أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَقَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ يُطَهِّرُهَا الْمَاءُ وَالْقَرَظُ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ

میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ ایک بکری کے پاس سے گزرے جسے لوگ کھینچ کر لے جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کاش تم اس کا چمڑا اتار لیتے! انہوں نے کہا: یہ تو مردار ہے آپ ﷺ نے فرمایا اسے پانی اور قرظ پاک کر دیتے ہیں۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

تخریج: (صحیح) سنن ابی داوٗد 'کتاب اللباس' باب فی اھاب المیتۃ' رقم الحدیث ۴۱۲۶ سنن النسائی 'الفرع والعتیرۃ' رقم الحدیث ۴۲۳۹ السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۱۹' مسند احمد (۶/۳۳۴)

اس سند میں کچھ کمزوری ہے مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے شیخین کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ اس حدیث کا شاہد موجود ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اَوَلَیْسَ فِی الْمَاءِ وَالْقَرَظِ مَایُطَهِّرُهَا؟ (دار قطنی' بیہقی)

مفردات:

شَاۃٌ۔ بھیڑ یا بکری میں سے ایک۔ خواہ مذکر ہو یا مونث جمع شاء اور شِیَاۃٌ

القرظ۔ درخت سَلَمْ کے پتے۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے اس درخت سے اقاقیا نکالا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں کیکر سے اقاقیا نکلتا ہے اور کیکر کی چھال دباغت کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ راوی حدیث۔ ام المومنین میمونہ بنت الحارث الھلالیۃ۔ ان کا نام برّۃ تھا رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام میمونہ رکھا۔ ذوالقعدہ سنہ ۷ ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقعہ پر ان سے نکاح کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں۔ نبی ﷺ نے ان کے بعد کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا:

تینوں حدیثوں سے حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ چمڑے کو رنگ لینے سے اس کی طہارت اور پاک ہونے کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض علماء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہا کہ جو چمڑا بھی رنگ لیا جائے وہ پاک ہو جاتا ہے خواہ وہ ایسے جانور کا ہو جو زندہ ہونے کی حالت میں پاک ہوتا ہے یا ناپاک اور حلال ہوتا ہے یا حرام: جبکہ بہت سے علماء نے اس حکم سے خنزیر کے چمڑے کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ یعنی اس پر ان کا اتفاق ہے کہ خنزیر کا چمڑا رنگ لینے سے بھی پاک نہیں ہوتا۔ ایک کثیر تعداد نے کتے کے چمڑے کو بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔ (نیل الاوطار: ۱/ ۷۳)

جبکہ محققین کے نزدیک دباغت (رنگ لینے) سے صرف ان جانوروں کا چمڑا پاک ہوتا ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

۲۔ سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ "میتۃ" (مردار) کے چمڑوں کو رنگ لینا ان کی پاکی ہے۔ اس "میتۃ" سے مراد وہی جانور ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہو مگر ذبح نہ کئے جا سکے ہوں۔ ان کے چمڑوں کو رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتے ہیں۔ اس کی وضاحت اس سے بھی ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید میں میتہ کی جو حرمت بیان کی گئی ہے اس سے بھی مراد 'ماکول اللحم جانوروں کا مردار ہے۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ (المائدہ / ۳)

کیونکہ حرام جانور مردار ہوں یا مذبوح دونوں صورتوں میں حرام ہیں۔

میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بھی یہی بات نکلتی ہے کہ دباغت سے مردہ بکری اور دوسرے حلال جانوروں کی کھال ہی پاک ہوتی ہے۔ اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جو 'ہر چمڑے کو رنگنے کے بعد پاک قرار دیا گیا ہے' اس سے مراد ہر ماکول اللحم مردہ جانور کی کھال ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے کتوں' لومڑیوں' گیدڑوں وغیرہ کی کھالیں رنگ کر استعمال کرنے کا ذکر کہیں نہیں آیا۔

۳۔ دباغت کے بعد جب چمڑا پاک ہو گیا تو اسے پہننا' بچھانا' اسے فروخت کرنا یا خریدنا' اس کا برتن بنا کر خشک چیزوں کے لئے استعمال کرنا یا مشکیزہ وغیرہ بنا کر پانی وغیرہ کے لئے استعمال کرنا سب کچھ جائز ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں سودہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ مَاتَتْ لَنَا شَاةٌ فَدَبَغْنَا مَسْكَهَا ثُمَّ مَا زِلْنَا نَنْبِذُ فِيهِ حَتَّى صَارَ شَنًّا (صحیح البخاری ۶/ ۶۴۶ کتاب الآیمان والنذور' باب نمبر ۲ رقم الحدیث ۲۳۰۸)

ہماری ایک بکری مر گئی ہم نے اس کا چمڑا رنگ لیا' پھر ہم اس میں نبیذ بناتے رہے یہاں تک کہ وہ پرانا ہو گیا۔

مردار کا چمڑا رنگنے سے پہلے اس سے کوئی فائدہ اٹھانا مثلاً فروخت کر کے پیسے لینا جائز نہیں۔ ہاں رنگنے کے بعد فروخت کر سکتے ہیں اور دوسرے مقاصد کے لئے بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ یہی مراد ہے اس حدیث سے جو سنن اربعہ 'احمد' دار قطنی' بیہقی اور ابن حبان میں عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قُرِئَ عَلَيْنَا كِتَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْضِ جُهَيْنَةَ وَأَنَا غُلَامٌ شَابٌّ أَنْ لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ وَلَا عَصَبٍ (مسند احمد ۴/ ۳۱۱' ابوداؤد ۴۱۴۷' النسائی ۲/ ۱۹۲) جہینہ میں جب میں جوان تھا رسول اللہ کا یہ خط ہمیں پڑھ کر سنایا گیا کہ مردہ جانور کے چمڑے اور پٹھے سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے۔ (ارواء الغلیل ۱/ ۷۶۔ حدیث نمبر ۳۸)

بقیہ
ابوعمر

دن...... جس دن اسماعیل علیہ السلام اللہ کے حضور اپنی جان لٹانے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ عیدالاضحیٰ والے دن بھی ابوعمر یعقوب اور ابوعزیز انڈین فوج کے بٹالین ہیڈکوارٹر پر عزم شہادت ساتھ یلغار کرتے ہیں کئی گھنٹوں پر محیط اس معرکہ میں درجنوں ہندو ظالم وغاصب فوجیوں کو جہنم واصل کرتے ہوئے دونوں [illegible] جام شہادت نوش کر جاتے ہیں۔

ابوعمر شہید کے والدین نے اپنے باقی تینوں بیٹوں کو بھی جہاد کے لئے پیش کر دیا ہے۔

تاثرات والد شہید:

الحمدللہ! میں نے اپنے بیٹے کو بخوشی جہاد پر روانہ کیا تھا اور خود بارڈر تک اسے پہنچا کر آیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے شہید کا والد بنا دیا۔ میں اپنے باقی تینوں بیٹوں کو بھی جہاد کیلئے اللہ کی راہ میں وقف کرتا ہوں۔

عظیم ماں کے عظیم تاثرات:

الحمدللہ' اللہ تعالی نے مجھے ایک شہید کی ماں بنایا ہے۔ اللہ ہماری یہ قربانی قبول فرمائے۔ میں اپنے باقی تینوں بیٹوں کو بھی اللہ کی راہ میں وقف کرتی ہوں انہیں محاذ پر بھیجا جائے یہاں کیوں، رکا ہوا ہے؟

برادر شہید محمد عثمان کے تاثرات:

بھائی کی خبر شہادت پر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اللہ نے مجھے شہید کا بھائی بنایا ہے۔ میں اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لئے ہندوستان کے چپے چپے پر پہنچ کر وحشی اور ظالم ہندو بنئے کو واصل جہنم کر کے انتقام کی آگ بجھاؤں گا۔

حالت حمل میں طلاق اور رجوع کا حکم

س: ایک شخص نے اپنی اہلیہ کو حالت حمل میں طلاق دے ڈالی پھر چار ماہ بعد بچہ پیدا ہو گیا اور ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہے اب دونوں میاں بیوی صلح کرنا چاہتے ہیں کیا صلح کی کوئی گنجائش موجود ہے۔ (محمد ارشد ولد احمد علی)

ج: حالت حمل میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ وَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا أَوْ حَامِلًا انہوں نے اپنی عورت کو طلاق دے دی اور وہ حالت حیض میں تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات نبی ﷺ سے ذکر کی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ عبداللہ کو حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کر لے پھر اسے (بعد از حیض) طہر میں طلاق دے یا حالت حمل میں (صحیح مسلم ۱/۴۷۶) قاضی شوکانی فرماتے ہیں رواہ الجماعۃ الا البخاری (نیل الاوطار ۶/۲۲۱) اسے امام بخاری کے علاوہ جماعت نے روایت کیا ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ الطلاق على اربعة وجوه وجهان حلال ووجهان حرام فاما الحلال فان يطلقها طاهرا عن غير جماع أو ان يطلقها حاملا مستبينا واما الحرام فان يطلقها وهى حائض او يطلقها حين يجامعها لا تدرى اشتمل الرحم على ولد ام لا" (دار قطنی کتاب الطلاق (۳۸۴۵) بیہقی ۷/۳۲۵)

طلاق کی چار صورتیں ہیں دو حلال ہیں اور دو حرام۔ جو حلال ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ اسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو دوسری یہ کہ اس وقت طلاق دے جب حمل ظاہر ہو جائے اور وہ جو حرام ہیں ایک یہ کہ حیض کی حالت میں اہلیہ کو طلاق دے دوسری یہ کہ جماع کے بعد طلاق دے اور حمل کا کچھ علم نہ ہو۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع صحیح اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت سے معلوم ہوا کہ حاملہ عورت کو بھی طلاق دی جا سکتی ہے اور یہ طلاق بدعی نہیں سنی ہے اور اس طلاق کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ سورۃ الطلاق میں اس کی تصریح موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق: ۴) اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کا وضع حمل ہے۔ اس آیت مجیدہ سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر حاملہ کی عدت بچہ جنم دینے تک ہے عورت خواہ مطلقہ ہو یا بیوہ۔ امام ابن کثیر اس آیت مجیدہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں "من كانت حاملا فعدتها بوضعه ولوكان بعد الطلاق او الموت بفواق ناقة فى قول جمهور العلماء من السلف والخلف كما هو نص هذه الاية الكريمه وكما وردت به السنة النبويه (تفسیر ابن کثیر ۴/۳۸۱) حاملہ عورت مطلقہ ہو یا بیوہ ہو دونوں کی عدت ان کے بچے کا پیدا ہونا ہیں خواہ یہ عمل طلاق یا خاوند کی موت کے بعد فوراً وقوع پذیر ہو جائے جمہور علماء سلف و خلف کا یہی قول ہے۔

قرآن مجید کی نص اور سنت نبویہ جیسا کہ اس پر دلالت کرتی ہے لہذا عورت کے بچہ پیدا ہوتے ہی نکاح ختم ہو چکا ہے اور اب رجوع نہیں اگر آدمی کی طلاق پہلی یا دوسری ہے تو از سر نو نکاح ہو سکتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ (البقرہ: ۲۳۲) جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو انہیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جبکہ وہ آپس میں اچھے طریقے سے راضی ہو جائیں۔ اس آیت کریمہ میں دو رجعی طلاقوں کی عدت گزر جانے کے بعد دوبارہ نکاح کا حکم ذکر کیا گیا ہے یعنی اگر شوہر نے پہلی یا دوسری طلاق دی ہو اور عدت گزر چکی ہو تو دوبارہ اگر باہمی رضامندی سے اکٹھے ہونا چاہئے تو نکاح کر کے اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ لہذا صورت مسئولہ میں چونکہ عدت گزر چکی ہے اور طلاق دہندہ کی اگر پہلی یا دوسری طلاق ہے تو نیا نکاح کر کے اپنا گھر آباد کر سکتے ہیں۔ تیسری طلاق کے بعد عورت پکی حرام ہو جاتی ہے۔

گانے بجانے کو ذریعۂ معاش بنانے کا حکم

س:۔ ایک آدمی کا ذریعۂ روزگار شادی بیاہ پر بینڈ باجا کا اہتمام کرنا کرانا ہے۔ ٹیم ساتھ ہوتی ہے پھر جو اس گانے بجانے کا معاوضہ ملتا ہے۔ اسے آپس میں بانٹ لیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ذریعہ معاش نہیں۔ کیا موسیقی گانے بجانے سے حاصل کی گئی رقم حلال ہے؟ کتاب وسنت کی رو سے راہنمائی کریں۔

ج: موسیقی، گانا بجانا شرعی طور پر حرام ہے اور اس کو بطور پیشہ اختیار کرنا بھی حرام ہے۔ اس کی حرمت او رشیطانی فعل ہونے پر درج ذیل نصوص صریحہ دلالت کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں سعید ونیک بخت روحوں کا ذکر کر کے ان شقی وبدبخت روحوں کی مذمت کی جو قرآن کو چھوڑ کر نغمہ وسرود، موسیقی کو شوق سے سنتے اس کو روح کی غذا سمجھتے اور بطور پیشہ روزگار اپناتے ہیں اور حرام کے مرتکب ہوتے ہیں۔ فرمایا "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ (لقمان:۶) بعض لوگ ایسے ہیں جو غافل کرنے والے آلات خریدتے ہیں تاکہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے گمراہ کریں اور اسے ہنسی ٹھٹھا بنائیں ایسے لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ اس آیت میں کلمہ لهو الحديث سے مراد گانا بجانا اور آلات موسیقی ہیں جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الغناء والله الذى لا اله الا هو يرددها ثلاث مرات (ابن کثیر)

اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں لهو الحديث سے مراد گانا بجانا اور آلات موسیقی وغیرہ ہیں۔ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ روایت صحیح الاسناد ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے نہیں نکالا۔ (المستدرک ۳/۱۸۲ (۳۵۹۵) ط جدید)

اسے امام سیوطی نے تفسیر الدر المنثور میں نقل کر کے ابن جریر، ابن المنذر، اور بیہقی کی شعب الایمان، ابن ابی شیبہ کی

المصنف اور ابن ابی الدنیا کی طرف منسوب کیا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول محدثین و مفسرین کے ہاں مشہور و ثابت ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ایک تفسیر یوں مروی ہے کہ ھو الغناء واشباھه کہ لھو الحدیث سے مراد گانا بجانا اور اس کی مثل دوسرے آلات طرب ہیں۔ جابر، عکرمہ، سعید بن جبیر، قتادہ، نخعی، مجاہد، مکحول، عمرو بن شعیب اور علی بن خزیمہ رحمہ اللہ علیہم جیسے جلیل القدر و عظیم الشان مفسرین سے یہی تفسیر منقول ہے جیسا کہ ابن کثیر وغیرہ میں ہے۔

۲۔ سورۃ نجم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ(٥٩) وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ(٦٠) وَأَنتُمْ سَامِدُونَ کیا تم اس حدیث (قرآن) سے تعجب کرتے اور ہنستے ہو روتے نہیں بلکہ تم کھیل رہے ہو اس آیت میں "سامدون" کی تفسیر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں نقل کی گئی ہے ھو الغناء بالحمیریه اسمدلنا تغنی۔ قبیلہ بنو حمیر کی لغت میں "سمد" سے مراد گانا ہے جب کوئی شخص گانا گائے تو کہا جاتا ہے اسمدلنا امام مجاہد سے بھی یہی تفسیر منقول ہے بعض نسخوں میں حمیر کی بجائے یمن کا ذکر ہے۔ (تفسیر مجاہد مع حاشیہ ص ۶۳۳ المصباح المنیر ص ۱۳۳۵)

۳۔ سورۃ بنی اسرائیل:۶۴ میں ہے کہ "وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُم بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ اور ان میں سے تو جس کسی کو بھی اپنی آواز سے پھسلا سکتا ہے، پھسلالے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا اور ان کے مال و اولاد میں تو شریک ہو جا۔ اس آیت کریمہ میں "بصوتك" اپنی شیطانی آواز سے مراد موسیقی، آلات طرب، راگ رنگ، رقص و سرود گانے بجانے، ہر فحش آواز جو اللہ کی معصیت کی طرف لے جاتی ہے۔ تفسیر در منثور میں مجاہد سے اس کی تفسیر یوں منقول ہے۔ استزل من استطعت منهم بالغنا والمزامير واللهو والباطل تو ان لوگوں میں سے جس کو پھسلا سکتا ہے گانے بجانے، مزامیر، لھو و لعب اور باطل طریقے سے پھسلالے۔ نیز دیکھیں (المصباح المنیر ص ۷۷۵)

قرآن مجید کی ان آیات مقدسہ سے واضح ہوتا ہے کہ گانا بجانا، بینڈ باجا اور دوسرے آلات موسیقی اور شیطانی آوازیں حرام اور گمراہی کے آلے ہیں ان کی خرید و فروخت کرنے پر ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب ہے لہذا اسے ذریعہ معاش بنانا حرام ہے اور اس کے ذریعے کمائی گئی روزی طیب اور پاک ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ایسے امور سے فی الفور باز آجانا چاہئے اس کے بعد چند احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ ملاحظہ کیجئے۔ ابو عامر یا ابو مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَيَكُونَنَّ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى جَنْبِ عَلَمٍ يَرُوحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ يَأْتِيهِمْ يَعْنِي الْفَقِيرَ لِحَاجَةٍ فَيَقُولُوا ارْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا فَيُبَيِّتُهُمُ اللَّهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (صحیح البخاری کتاب الاشربہ سنن ابوداؤد)

میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال قرار دیں گے اور کچھ لوگ ایک پہاڑ کے دامن میں ٹھہریں گے مغرب کے وقت ان کا چرواہا ان کے مویشی لے کر ان کے پاس آئے گا اتنے میں ایک فقیر و محتاج آدمی ان کے پاس ضرورت سے آئے گا وہ اسے کہیں گے کل آنا۔ اللہ تعالیٰ ان پر پہاڑ گرا کر رات کے وقت ہلاک کردے گا اور ان میں سے بعض لوگوں کو بندر اور خنزیر بنادے گا وہ قیامت تک اسی حالت میں رہیں گے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوبَةَ قَالَ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر شراب اور جوا اور طبلہ حرام کیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ (ابوداؤد)

گانے بجانے کی حرمت کے بارے میں کئی احادیث صحیحہ مرفوعہ و موقوفہ موجود ہیں جن کی تفصیل ہماری کتاب "ٹی وی معاشرے کا کینسر" میں موجود ہے۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گانا بجانا، بینڈ باجا، راگ رنگ، طبلے، سرنگیاں، ڈھولک بانسری اور دیگر آلات طرب خریدنا بیچنا استعمال کرنا حرام ہے ان کے ذریعے سے کمائی گئی دولت بھی حرام ہے اور حکم الٰہی سے نازل ہونے والے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ لہذا اس حرام پیشہ سے فی الفور توبہ کی جائے اور اسے چھوڑ کر کوئی اور جائز و حلال پیشہ اختیار کیا جائے۔ جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا اور جو اللہ پر توکل کرے اللہ اسے کافی ہو جاتا ہے۔

حق مہر کی معافی کا حکم

س: جناب کیا احکامات ہیں قرآن و سنت کے اس آدمی کے بارے میں جو اپنی بیوی کو طہر کے مطابق طلاق لکھ کر بیک وقت مثلاً (۹۹-۷-۱۰، ۹۹-۸-۱۰، ۹۹-۹-۱۰) اور ۹۹-۹-۱۵ کو رجسٹری اور بذریعہ ڈاک ارسال کر دیتا ہے۔ اور قرآن سنت کے مطابق طلاق مغلظہ آج تک انتظار کے بعد واقع ہو چکی ہے۔ اب وہ لڑکا حق مہر ادا کرنے سے انکاری ہے۔ شواہدات بمعہ نکاح خواں حق مہر کے موجود ہیں کیا حق مہر بچی کا حق ہے یا کہ نہیں۔ لڑکی کو پہلی سہاگ کی رات تنگ کیا گیا۔ معاف کرنے کے لئے، لیکن لڑکی نے معاف کرنے سے انکار کر دیا حق مہر پلاٹوں کی شکل میں تھا اور کچھ زیور میں، یعنی پلاٹ نمبر ۱، ۵ مرلہ اور پلاٹ نمبر ۲، ۱۲½ مرلہ اور زیور ساڑھے تین تولہ طے ہوا تھا۔ اب لڑکی کو استعمال کے بعد صرف اس بات پر طلاق دینا کہ حق مہر مجھے معاف کیوں نہیں کیا لہٰذا یہ میری نافرمان ہے اس لئے میری طرف سے طلاق ہے لڑکی یتیم ہے اور یہ ظلم ہو رہا ہے۔ آپ سے درخواست برائے حصول فتویٰ حاضر ہے۔ قرآن و سنت اور اللہ اور اس کے رسول سے جو احکامات نافذ ہو چکے ہیں ان کے تابع فتویٰ تحریر کر دیں تاکہ قانوناً وہ پلاٹ جو لڑکے کے نام رجسٹرڈ ہیں وہ حق مہر ہونے کی صورت میں بچی کے نام منتقل ہو سکیں اور آپ کا فتویٰ قرآن و سنت کی رو سے چیلنج نہ ہو سکے۔

نوٹ: پلاٹوں کی رجسٹریشن ہی نے لڑکی پر ظلم کروایا ہے۔ اس کا حل ضروری ہے تاکہ عدلیہ اس یتیم کا عند اللہ ساتھ دے جزاکم اللہ خیر۔ میں نے الحمد للہ جو کچھ لکھا ہے اس میں کوئی شک باقی نہیں رکھا یہ صورت حال پنچائیت کے سامنے آئی اور میں نے لکھی

سائل۔ مرزا عبدالغفور اینڈ سنز منڈی چھونا والا تحصیل حاصلپور ضلع بہاولپور۔

جواب منجانب شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ عفیف حفظہ اللہ تعالیٰ

الجواب بعون الوهاب ومنه الصدق والصواب بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ طے شدہ اور مقرر مبلغ مہر بعد از مقاربت صحیحہ (جماع) کے شوہر کے ذمہ واجب ہے خواہ وہ مبلغ مہر قلیل ہو یا کثیر ہو۔ قرآن مجید میں فرمان واجب الاذعان ہے۔

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا (النساء ۴)

اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو۔ ہاں اور وہ اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ پیو۔

اس آیت کریمہ میں لفظ نحلة کا معنی فریضہ واجبہ ہے جیسا جناب ابو بکر جابر الجزائری اس کی تفسیر میں رقم فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر ایسر التفاسیر ج ۱ ص ۴۳۴

مزید لکھتے ہیں۔ فی الاية الرابعة والاخيرية يامر تعالى المومنين بان يعطوا النسآء مهورهن فريضة من الله تعالى فرضها على الرجل لامرأته فلا يحل له ولا لغيره ان يأخذ منها شيئا الا برضى الزوجة فان رضيت فلا حرج فى الاكل من الصداق لقوله تعالى ﴿فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن

شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا﴾۔ (ایسر التفاسیر ج ۱ ص ۴۳۶)

سورۃ النساء کی اس چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو مہر مقرر ادا کر دیں یہ مہر اللہ تعالیٰ نے شوہر پر فرض قرار دیا ہے۔ یہ مہر صرف اس کی بیوی کا حق ہے پس اس مہر میں سے کچھ بھی شوہر کے لئے حلال ہے اور نہ کسی اور کے لئے۔ ہاں اگر عورت بلا جبر و اکراہ اور دھوکہ کے اپنے طور پر برضاء خود سارا معاف کر دے یا کچھ حصہ مہر کا معاف کر دے تو پھر اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں اور مضائقہ شرعاً نہیں ہے۔

مفسر موصوف مزید لکھتے ہیں۔ وجوب مهور النساء وحرمة الاكل منها بغير طيب صاحبة المهر وسوآء في ذالك الزوج وهو المقصود في الاية اوالاب والاقارب۔ کتاب ایسر التفاسیر ج، ص ۴۳۶)

اس آیت میں یہ راہنمائی ہے کہ بیویوں کو مقرر شدہ مہروں کی ادائیگی شوہروں پر شرعاً واجب اور فرض ہے۔ اور بیوی کی رضا کے لئے بغیر شوہر کو اس کے مہر میں سے کچھ تھوڑا سا حصہ بھی لینا حلال نہیں اس آیت کا روئے سخن شوہر ہی کی طرف ہے یا پھر باپ اور دوسرے اقارب کو خطاب کیا گیا ہے۔

الاستاذ السید محمد سابق المصری اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں۔ ای و آتوا النساء مهورهن عطاء مفروضا لايقابله عوض فان اعطين شيئا من المهر بعد ما ملكن من غير اكراه ولا حياء ولا خديعة فخذوه سائغا ولا غصة فيه ولا ...... معه فاذا اعطت الزوجة شيئا من مالها حياء اوكوفا اوخديعة فلا يحل اخذه قال تعالى ﴿وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا (۲۰) وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا﴾ (سورۃ النساء ۲۰‘۲۱) فقہ السنۃ ج ۲ ص ۱۳۵) یعنی اس آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ بیویوں کو ان کے مقرر شدہ مہر ادا کر دو یہ ایسا عطیہ ہے جو کہ شرعاً فرض ہے کوئی چیز اس کا عوض نہیں۔ اگر وہ اپنے مہر کی مالک بن جانے کے بعد بغیر کسی حیاء‘ خوف (طلاق کا خوف وغیرہ) اور دھوکہ فریب کے اپنی خوشی سے کچھ دے تو اسے بلا کسی کھٹکے کے لے لو۔ مگر جب کوئی بیوی اپنے مہر کا کچھ حصہ مارے شرم کے یا طلاق وغیرہ کے خوف سے یا کسی دھوکہ اور فریب میں آ کر چھوڑ دے تو شوہر کے لئے شرعاً حلال نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا ہی چاہو اور ان میں سے کسی کو تم نے خزانے کا خزانہ دے رکھا ہو تو بھی اس میں سے کچھ نہ لو۔ کیا تم اسے ناحق اور کھلا گناہ ہوتے ہوئے بھی لے لو گے‘ تم اسے کیسے لے لو گے؟ حالانکہ تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور ان عورتوں نے تم سے مضبوط عہد و پیمان لے رکھا ہے

یعنی خود طلاق دینے کی صورت میں حق مہر واپس لینے سے نہایت سختی کے ساتھ روک دیا گیا ہے۔ قنطار خزانے اور مال کثیر کو کہتے ہیں۔ کتنا بھی حق مہر دیا ہو (خواہ نقدی ہو یا پلاٹ ہوں زرعی زمین ہو یا سکونتی ہو) واپس نہیں لے سکتے۔ اگر واپس لو گے تو یہ ظلم (بہتان اور کھلا گناہ) ہوگا ایک دوسرے سے مل چکنے کا مطلب ہم بستری ہے جسے اللہ نے کنایۃً بیان کیا ہے۔ اور مضبوط عہد و پیمان سے مراد وہ عہد ہے جو بوقت عقد نکاح مرد سے لیا جاتا ہے کہ تم اسے بھلے طریقے سے آباد رکھنا یا پھر شائستگی (احسان) کے ساتھ چھوڑ دینا۔

۳۔ تیسرے مقام پر فرمایا: فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً (سورۃ النساء ۲۴) پس جن منکوحہ عورتوں سے تم فائدہ (جماع کرو) اٹھاؤ انہیں ان کا مقرر کیا ہوا مہر دے دو۔

چوتھے مقام پر فرمایا: وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا۔ (البقرہ ۲۲۹) اور تمہیں حلال نہیں کہ تم نے انہیں جو دے دیا ہے اس میں سے کچھ بھی واپس لو۔

ان آیات مقدسہ سے معلوم ہوا کہ عورت کا حق مہر ایک ایسا شرعی فریضہ ہے جسے بلا کسی پس و پیش جبر و اکراہ اور دھوکہ فریب کے ادا کرنا واجب ہے اور یہ کہ بیوی از خود بغیر کسی جبر و اکراہ۔ شرم ساری اور دھوکہ کے اپنے طور پر بطیب خاطر کچھ یا سارا معاف کر دے۔ اور یہ ایسا ہے کہ اگر شوہر استطاعت کے باوجود مقرر حق ادا نہ کر رہا ہو تو بیوی بذریعہ نالش یہ حق وصول کر سکتی ہے اور عدالت مجاز کا فرض ہے کہ وہ عدالتی کارروائی مکمل کر کے بیوی کی داد رسی کرے۔ بشرطیکہ عورت اپنے موقف میں حق بجانب ہو۔

شیخ الکل فی الکل السید نذیر حسین المحدث الدهلوی رحمۃ اللہ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں تصریح فرماتے ہیں۔ در صورتے کہ شوہر طاقت اور مقدور ادا کرنے مہر کی رکھتا ہو پھر باوجود قدرت ادائے مہر کے‘ مہر زوجہ کا ادا نہ کرے تو اس صورت میں حاکم وقت شوہر کی جائیداد اور مال سے مہر زوجہ کا دلوا دے اور جو نہ دے تو اس کو قید کرے کہ وہ ظالم ہے کیونکہ ذی مقدور کا حیلہ کرنا ادائے دین مہر وغیرہ میں ظلم ہے۔ مطل الغنى ظلم ويحبس المديون في الثمن والقرض والمهر المعجل وما لزمه بكفالة كما في تنوير الابصار والدر المختار. (فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۵۹۵)

بالجملہ بروقت موجود ہونے مال بقدر ادائے دین مہر حسب طلب زوجہ کے واجب الادا ہوگا۔ اگر شوہر دین مہر ادا کرنے کے لئے کسی طرح آمادہ نہ ہو تو بذریعہ نالش عورت اپنا یہ شرعی حق وصول کرنے کی مجاز ہے اور عدالت مجاز ضابطہ کی کارروائی میں عورت کو حق بجانب پائے تو اس عورت کی داد رسی اس کا شرعی اور قانونی فریضہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

قبلہ کی صحیح سمت کا حکم؟

س۔ ہمارے ہاں گاؤں کی مسجدوں کا قبلہ کمپاس کے مطابق ۱۰۵ اور ۹۵ درجے کا ہے جبکہ کمپاس پر ہمارے علاقہ کا درجہ ۱۲۰ پر ہے۔ اس طرح ہماری مسجد کا قبلہ مغرب اور جنوب کے درمیان دکھائی دیتا ہے۔ ہمیں بتایا جائے کہ ہم موجودہ مساجد کے مطابق قبلہ رخ کر لیں یا ۱۲۰ درجہ پر رکھیں۔ (سائل۔ گاؤں کھرانہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات)

جواب منجانب شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ عفیف حفظہ اللہ تعالیٰ

الجواب بعون الوہاب واضح ہو کہ قبلہ کی سمت متعین کرنے میں اہل مکہ اور غیر اہل مکہ کے حکم میں قدرے اختلاف ہے۔ یعنی تھوڑا سا حکم مختلف ہے۔ بیت کے مطاف اور اس کے گرد مسجد میں نماز پڑھنے والوں کے لئے بوقت نماز عین کعبہ کی طرف نماز پڑھنا ممکن ہے اس لئے ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ بالکل کعبہ کی صحیح سمت میں نماز پڑھیں۔ مگر غیر اہل مکہ کے لئے خاص خانہ کعبہ کی طرف نماز میں رخ کرنا چونکہ ناممکن ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے غیر اہل مکہ کی سہولت کے پیش نظر کعبہ کے رخ میں فراخی کر کے ساری سمت کو قبلہ بنا دیا ہے۔ بالفاظ دیگر جن نمازی حضرات کو کعبہ شریف دکھائی دیتا ہو تو ان کے لئے وقت نماز عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے مگر جن لوگوں کو کعبہ دکھائی نہ دیتا ہو ان کے لئے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا مشکل ترین مسئلہ ہے لہٰذا ان کے لئے یہی کافی ہے کہ بوقت نماز ان کا رخ جہت کعبہ کی طرف ہو۔ جمہور علماء سلف و خلف اور ائمہ اربعہ کا یہی مذہب اور فتویٰ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ۔ (البقرہ ۱۴۴)

ترجمہ: تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی طرف پھیرا کرو۔

امام ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں یہ تصریح فرماتے ہیں کہ اگرچہ امام شافعی اور بعض دوسرے اہل علم کا موقف یہ ہے کہ عین کعبہ کی طرف رخ کرنا مقصود ہے۔ مگر دوسرا قول آپ کا یہ ہے کہ کعبہ کی جہت ہونا کافی ہے اور یہی مذہب اکثر ائمہ کرام کا ہے اصل عبارت یہ ہے کہ

والقول الاخر وعليه الاكثرون ان المراد لمواجهة كما رواه الحاكم عن على بن ابى طالب رضى الله عنه ﴿فَوَلِّ

وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ قال شطرہ قبلہ ثم قال صحیح الاسناد۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۶) امام شافعی رحمہ اللہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ قبلہ کی جہت کافی ہے جیسا کہ امام حاکم نے روایت کی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شطر المسجد الحرام سے مراد مسجد کی طرف ہے عین کعبہ نہیں۔

سید احمد حسن محدث دھلوی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں شطر کے معنی جہت قبلہ ہے۔ (تفسیر احسن التفاسیر ج ۱ ص ۱۲۹)

مفسر ابو بکر جابر الجزائری اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وجوب استقبال القبلة فی الصلوۃ وفی ای مکان کان المصلی علیه ان یتجه الی جهة مكة. (تفسیر ایسر التفاسیر ج ۱ ص ۱۲۹) کہ بوقت نماز قبلہ کی طرف منہ کرنا واجب ہے لہذا نمازی جہاں بھی ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز پڑھتے وقت مکہ کی طرف منہ کرے۔

قرآن مجید کی اس آیت اور مفسرین کی تفسیر کے مطابق ثابت ہوا کہ مکہ سے دور بسنے والے نمازیوں پر بوقت نماز عین کعبہ کی طرف رخ کرنا فرض نہیں۔ ان کے لئے جہت کعبہ ہی کفایت کرتی ہے۔ احادیث رسول ﷺ میں بھی یہی راہنمائی ملتی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ (ابن ماجہ باب القبلۃ ص ۷۱ قال الترمذی ھذا حدیث (عن سعید المقبری، عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ حسن صحیح جامع الترمذی باب ما بین المشرق والمغرب قبلة ج ۱ ص ۴۵ و ۴۶) رواہ الحاکم ایضا وصححہ الذہبی)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے

وضاحت: رسول اللہ ﷺ نے یہ مدینہ والوں کو فرمایا کیونکہ ان کا قبلہ جنوب کو پڑتا ہے تو مشرق اور مغرب کے درمیان جنوب ہوگا۔ اسی طرح ہم پاکستانیوں کا قبلہ مغرب کی طرف ہے تو یہ شمال اور جنوب کے درمیان پڑے گا۔ مطلب یہ ہے کہ خاص خانہ کعبہ کی طرف نماز میں منہ کرنا چونکہ ناممکن ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس میں فراخی کر کے ساری سمت کو قبلہ بنا دیا ہے۔ (افادات اسماعیل سلفی)

امام شوکانی اس حدیث کی شرح میں رقم فرماتے ہیں: والحدیث یدل علی ان الفرض علی من بعد عن الکعبة الجهة لا العین (نیل الاوطار۔ باب حجۃ من رای فرض البعید اصابۃ الجہۃ لا العین ج ۲ ص ۱۶۹) کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جو لوگ کعبہ شریف سے دور رہتے ہیں ان کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ بوقت نماز اپنا منہ کعبہ کی طرف کر لیں۔ عین کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض نہیں۔

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يُوَلِّهَا ظَهْرَهُ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا (صحیح البخاری باب لا تستقبل القبلۃ الخ ج ۱ ص ۲۶) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی بول و براز کرنے لگے تو قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ ہی پیٹھ بلکہ وہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں تصریح فرماتے ہیں کہ حدیث شرقوا او غربوا یہ حکم اہل مدینہ کے لئے ہے کیونکہ اہل مدینہ کا قبلہ چونکہ جنوب اور شمال کے درمیان واقع ہے لہذا بول و براز کے وقت ان کو مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس حدیث کے مطابق اہل مشرق کا قبلہ چونکہ مغرب میں پڑتا ہے لہذا بول و براز کے وقت ان کو شمال یا جنوب کی طرف منہ کر کے بیٹھنا چاہئے۔ فرماتے ہیں اما من کان فی المشرق فقبلته فی جهة المغرب وکذالك عكسه' (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۹۶) کہ اھل مشرق کا قبلہ مغرب کی جہت میں ہے اور اہل مغرب کا قبلہ مشرق کی جہت میں ہے۔ اس صحیح حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ ہم پاکستانیوں کے لئے نماز کے وقت مغرب کی طرف رخ کرنا کافی ہے۔

۳۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال البیت قبلة لاهل المسجد والمسجد قبلة لاهل الحرم والحرم قبلة لاهل الارض مشارقها ومغاربها من امتی۔ (رواہ البیہقی وقال تفرد بہ عمر بن حفص وھو ضعیف۔ نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۶۹ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیت اللہ قبلہ ہے مسجد حرام والوں کا اور مسجد حرام قبلہ ہے اہل حرم کا اور حرم قبلہ ہے روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمانوں کا خواہ وہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں میری تمام امت کا قبلہ یہی ہے۔

محدث سید احمد حسن دھلوی فرماتے ہیں۔ اس آیت میں شطر کے معنی جہت کے ہیں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خاص کعبہ' مسجد حرام میں نماز پڑھنے والوں کا قبلہ ہے اور حد حرم کے اندر رہنے والوں کا قبلہ المسجد الحرام ہے اور جہت حرم سب روئے زمین کے رہنے والوں کا قبلہ ہے۔ بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس حدیث کی سند کو عمر بن حفص راوی کی وجہ سے ضعیف بتلایا ہے۔ لیکن یہ حدیث کئی سندوں سے روایت کی گئی ہے جس سے ایک سند کو دوسری سند سے قوت ہو جاتی ہے۔ اس لئے تین اماموں ابو حنیفہ' مالک اور احمد بن حنبل نے اپنے مذہب کا مدار اس حدیث پر رکھا ہے۔ (تفسیر احسن التفاسیر ج ۱ ص ۱۲۹)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ روئے زمین کے مشرقی' مغربی' شمالی اور جنوبی مسلمانوں کیلئے حرم کی جہت ہی قبلہ ہے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری نہیں۔

۴۔ سیدنا امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی الصحیح میں ایک باب یوں قائم فرمایا ہے بَابُ التَّوَجُّهِ إِلَى الْقِبْلَةِ حَيْثُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكَبِّرْ صحیح بخاری (ج ۱ ص ۵۷) کہ ہر مقام اور ہر ملک میں آدمی جہاں رہے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کعبہ کی طرف منہ کر اور تکبیر کہو

علامہ وحید الزمان اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں۔ ہمارے امام احمد بن حنبل' امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا یہ قول ہے کہ جہت کعبہ کی طرف منہ کرنا کافی ہے۔ کیونکہ عین کعبہ کی طرف منہ کرنا دوسرے ملک والوں کے لئے بہت مشکل ہے۔ البتہ جن لوگوں کو کعبہ دکھائی دیتا ہے ان کو عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔ (تیسیر الباری ج ۱ ص ۲۹۸)

مسلک سلف و خلف:

امام ترمذی اپنی الجامع میں رقم فرماتے ہیں۔ وقد روی عن غیر واحد من اصحاب النبی ﷺ بین المشرق والمغرب منهم عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب وابن عباس (جامع الترمذی ج ۱ ص ۴۶) کہ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے جن میں سیدنا عمر' سیدنا علی اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔

امام ابن کثیر کے مطابق جناب ابو عالیہ' مجاہد' عکرمہ' سعید بن جبیر' قتادہ اور ربیع بن انس وغیرہ تابعین کا بھی یہی قول ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۶)

ابن عبد البر تصریح فرماتے ہیں۔ وهذا صحیح لا مدفع له ولا خلاف بین اهل العلم فیه (نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۶۹) کہ قبلہ کی طرف رخ کرنے میں توسیع ہے اور یہ ایسی صائب رائے ہے کہ اس کی تردید ممکن نہیں اور علماء کا اس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں۔

ائمہ اربعہ کا مسلک:

اگرچہ اوپر ضمناً ائمہ اربعہ کا مسلک ذکر ہو چکا ہے۔ اب ذیل میں خود ان کے مذاہب کی مستند کتابوں کے حوالہ جات مع صفحات پیش کئے دیتا ہوں تاکہ کسی کو ہمارا موقف سمجھنے میں کسی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

فقہاء احناف کا مسلک:

فقیہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں۔ ومن کان غائبا ففرضه اصابة

جهتها هوا الصحيح لان التكليف بحسب الوسع: (هدایہ اولین ج ا ص ۹۷) کہ جو مسلمان شہر مکہ سے دور رہتا ہے تو نماز کے لئے ہے اس پر صرف جہت قبلہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے عین قبلہ کی طرف نہیں اور یہی بات صحیح ہے کیونکہ شرعی تکلیف (ذمہ داری) ہر شخص کی وسعت کے مطابق ہے۔

امام مالک کا فیصلہ:

حدثنا مالك عن نافع ان عمر بن الخطاب قال ما بين المشرق و المغرب قبلة اذا توجه قبل البيت۔ (موطا ص ۱۸۳ باب القبلۃ) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے جب بیت اللہ کی طرف رخ کرلیا جائے۔ مگر یہ اہل مدینہ کے لئے ہے کیونکہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جنوب میں پڑتا ہے لہذا اس فرمان کے مطابق اہل مشرق کا قبلہ شمال اور جنوب کے درمیان پڑے گا۔ مشرق والوں کا قبلہ مغرب میں اور مغرب والوں کا مشرق کی جہت میں پڑے گا چنانچہ علامہ باجی مالکی تصریح فرماتے ہیں۔ واما من كان من مكه فى المشرق او فى المغرب فان قبلتهم ما بين الجنوب و الشمال۔ حاشیہ موطا ص ۱۸۳)

امام احمد اور حنابلہ کا فیصلہ۔

سائر من بعد من مكة طلب جهة الكعبة دون اصابة العين قال احمد ...... فان حرف عن القبلة قليلا لم يعد ولكن يتحرى الوسط وبهذا قال ابوحنيفة وقال الشافعى فى احد قوليه كقولنا۔ (مغنی ابن قدامہ ج ا باب احکام القبلۃ ص ۴۵۷) کہ جو نمازی مکہ مکرمہ سے دور ہو اس کے لئے جہت کعبہ ہی کافی ہے اس پر عین کعبہ شریفہ کی طرف منہ کرنا فرض نہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ اگر اس کا رخ کعبہ سے تھوڑا سا ٹیڑھا بھی ہو جائے تو وہ نماز کا اعادہ نہ کرے تاہم کعبہ کو اپنے وسط میں رکھنے کی کوشش ضرور کرے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کا ایک قول بھی ہمارے قول کے موافق ہے۔

صاحب نہر الخیر لکھتے ہیں۔ واختلف فى الغائب عن البيت الحرام هل يصلى الى عين الكعبة او الى جهتها الصواب انه يصلى الى جهة الكعبة ناويا استقبال البيت لان استقبال عين الكعبة متعذر على غير الموجود فى المسجد الحرام اما من فى المسجد الحرام فلا تصح صلاته ان لم يستقبل عن الكعبة۔ (حاشیہ ایسر التفاسیر ج ا ص ۱۲۷)

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ بیت اللہ سے دور رہنے والا نماز میں کعبہ کی جہت میں نماز پڑھے یا عین کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو صحیح یہ ہے کہ وہ استقبال کعبہ کی نیت کر کے اس کی جہت میں نماز پڑھے۔ کیونکہ جو شخص مسجد حرام سے دور رہتا ہے اس کے لئے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ مگر جو شخص مسجد حرام کے اندر ہے اس کے لئے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے ورنہ اس کی نماز صحیح نہیں ہو گی۔

الشیخ سید محمد سابق مصری تصریح فرماتے ہیں المشاهد للكعبة يجب عليه ان يستقبل عينها والذى لا يستطيع مشاهدتها يجب عليه ان يستقبل جهتها لان هذا هو المقدور عليه ولا يكلف الله الا وسعها کہ جو نمازی کعبہ کے سامنے ہو اس پر واجب ہے کہ وہ عین کعبہ کی طرف منہ کرے اور جس کو کعبہ نظر نہ آرہا ہو تو اس پر جہت کعبہ کی طرف منہ کرنا واجب ہے کیونکہ وہ عین کعبہ کی طرف منہ کرنے پر قادر نہیں اور اللہ تعالی کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

مزید وضاحت فرماتے ہیں۔ هذا بالنسبة لاهل المدينه ومن جرى مجراهم كاهل الشام والجزيرة والعراق واما اهل مصر فقبلتهم بين المشرق والمغرب واما اليمين فى المشرق يكون عن يمين المصلى والمغرب عن يساره والهند يكون المشرق خلف المصلى والمغرب امامه وهكذا (فقہ السنۃ ج ا ص ۱۰۹) کہ بین المشرق والمغرب قبلۃ کا یہ حکم اہل مدینہ اور اس جہت میں پڑنے والے دوسرے لوگ جیسے اہل شام، اہل جزیرۃ اور اہل عراق کے متعلق ہے۔ اسی طرح اہل مصر کا قبلہ مشرق اور جنوب کے درمیان ہے اور اہل یمن مشرق کو اپنی دائیں طرف اور مغرب کو اپنی بائیں طرف کر کے نماز پڑھیں گے اور اسی طرح ہندوستانی اور پاکستانی نمازی کے مشرق پیچھے اور مغرب اس کے سامنے ہو گا اور علی ھذا القیاس۔

سیدنا الشیخ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری فیصلہ یوں کرتے ہیں: حدیث بین المشرق والمغرب قبلۃ حجت کو قاطع قرار دیتے ہوئے رقم فرماتے ہیں۔ فالحديث دليل على ان ما بين الجهتين قبلة وان الجهة كافية فى الاستقبال وقوله تعالى حيث ماكنتم فولوا وجوهكم شطره (البقرہ ۱۴۴) يدل على كفاية الجهة اذا العين فى كل محل تتعذر على كل مصلى فالحق ان الجهة كافية لمن تعذر عليه العين۔ (مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح باب المساجد فصل ثانی ص ۴۲۲) یہ حدیث اس مسئلہ میں حجت اور دلیل ہے کہ دونوں جہتوں مشرق اور مغرب یا پھر جنوب و شمال کے درمیان قبلہ ہے اور ...... قبلہ کے لئے جہت قبلہ ہی کافی ہے۔ اللہ تعالی کا یہ ارشاد تم جہاں بھی ہو پھیر لو اپنے مونہوں کو قبلہ کی طرف جہت کے کافی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ ہر ایک جگہ پر، ہر ایک نمازی کے لئے عین قبلہ کی طرف منہ کرنا بڑا مشکل ہے پس حق بات یہی ہے کہ جس آدمی کے لئے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا مشکل ہو تو اس کے لئے سمت قبلہ ہی کافی ہے۔

قبلہ کی سمت متعین کرنے کا پرانا دیسی طریقہ

ہمارے شیخ مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ نے قبلہ کی سمت متعین کرنے کا طریقہ یہ بتلایا تھا کہ قطب ستارہ کے رخ پر دائیں سے بائیں طرف سو فٹ خط بنا لیجئے پھر اس خط کے قطبی سرے سے دس فٹ خط اوپر کو کھینچ لیجئے ازاں بعد نیچے والے سو فٹ لمبے خط کو جنوبی سرے سے خط کھینچ کر اس خط کو جو دس فٹ کا خط ہے اس کے اوپر کے سرے سے ملا دیں۔ اب اس ترچھے خط کی سمت قبلہ رخ ہو گی نقشہ یہ ہے۔

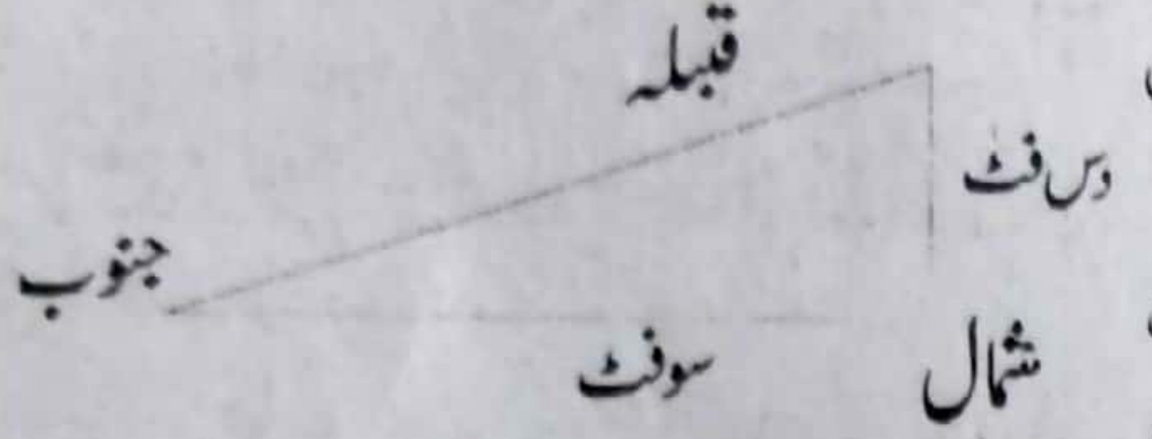

خلاصہ کلام یہ کہ حرم مکہ سے باہر دور دراز کے امصار اور ممالک کے مسلمانوں کیلئے چونکہ نماز میں عین قبلہ کی طرف منہ کرنا ناممکن اور مشکل ہے اس لئے اللہ تعالی نے اس میں فراخی کر کے ساری سمت کو قبلہ بنا دیا ہے۔ مذکورہ بالا آیات' احادیث صحیحہ۔ صحابہ کرام' تابعین' فقہا' محدثین' امام ابو حنیفہ' امام مالک' امام احمد بن حنبل اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کی مذکورہ بالا تصریحات کے تحت ہمارے لئے مکہ مکرمہ کی طرف اپنا رخ کر لینا ہی کافی ہے۔ خاص خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری نہیں لہذا آپ موجودہ مساجد کے مطابق اپنی مسجد کا رخ رکھ سکتے ہیں۔ یعنی ۱۰۵ اور ۱۱۰ درجے کے درمیان کوئی ایک درجہ اختیار کر لیں احتیاط اسی میں ہے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

علوم اسلامیہ کی عظیم درسگاہ جامعہ محمدیہ اہلحدیث خانپور
کے زیر اہتمام 26 ویں سالانہ سہ روزہ عظیم الشان
سیرت کانفرنس
5,6,7' اپریل بروز ...... جمعہ' ہفتہ' اتوار مرکز اہلحدیث کے وسیع پنڈال میں منعقد ہو رہی ہے۔ ان شاء اللہ
جس میں عالم اسلام کی نامور شخصیات مقتدر قائدین' مشائخ کو مدعو کیا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں ملک بھر سے اہلحدیث قائدین و اکابرین و مجاہدین تشریف لا رہے ہیں۔ جوق در جوق' قافلہ در قافلہ مع احباب و اخوان شرکت فرما کر دینی و مسلکی محبت کا بھرپور مظاہرہ کریں۔
منجانب: عطاء الرحمٰن حقانی' احباب جامعہ محمدیہ خانپور

بسلسلہ جنگ یرموک

قسط نمبر 1

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف معرکہ آرائیاں

ابویحیٰ محمد زکریا زاہد

حالات واسباب:

رومیوں کو شکست دے کر بے شمار مال غنیمت اور قیدی لے کر لشکر اسامہ جمادی الاولی 11 ہجری کے پہلے عشرہ میں چالیس دن بعد مرکز خلافت مدینہ منورہ واپس آ گیا۔ اس فوج کی روانگی بظاہر خطرناک معلوم ہوتی تھی مگر اس کے نتائج اسلام اور مسلمانوں کے لئے بے حد مفید ثابت ہوئے۔ ملک کی اس شورش اور بدامنی کے زمانے میں لشکر اسلام کا اس طرح رومیوں پر حملہ آور ہونا گویا تمام مرتدین اور باغیوں کو بتادینا تھا کہ ہم تمہاری ان سرکشیوں اور تیاریوں کا بھرپور جواب دے سکتے ہیں۔ اس ہمت وطاقت کے عملی ثبوت نے سرکشوں اور باغیوں کے حوصلے پست کر کے ان کو فکر وتردد میں مبتلا کر دیا اور وہ بجائے اس کے کہ بے تحاشا سب کے سب مسلمانوں کی بیخ کنی پر پل پڑتے' اپنی جگہ یہ تحقیق کرنے لگے کہ مسلمانوں کو مغلوب کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ طلیحہ اسدی اور مسیلمہ کذاب جیسے مدعیان نبوت اپنے اپنے علاقوں سے باہر قدم نہیں نکال سکے۔ اسی طرح منکرین زکوٰۃ وغیرہ اور سرکش قبائل بھی مخالفتِ اسلام کا قطعی فیصلہ نہ کر سکے۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا رومیوں کے لشکر پر فتح مند ہونا اور سالماً غانماً واپس آنا اور خبر کا ملک میں شہرت پانا اور بھی مفید ثابت ہوا۔ چونکہ مال غنیمت بھی خوب ہاتھ آ گیا تھا لہٰذا آئندہ سرکشوں کو درست کرنے اور ملک کے امن وامان کو بحال کرنے میں اس غنیمت سے مسلمانوں کو بڑی مدد ملی۔

قبائل بنو اسد وغطفان اور ہوازن وبنوطئی وغیرہم کے مرتدین کے وفود مدینہ منورہ آنے لگے اور آ آ کر درخواست کرتے کہ: نمازیں ہم پڑھتے ہیں لیکن زکوٰۃ ہمیں معاف کر دو'' مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر کہ: اللہ کی قسم! اگر زکوٰۃ کا ایک جانور یا ایک دانہ بھی کوئی قبیلہ ادا نہ کرے گا تو میں اس سے ضرور قتال کروں گا۔'' وہ اپنے قبائل میں واپس چلے جاتے۔ تمام ملک میں خلیفہ الرسول (ﷺ) کے اس عزم راسخ کی خبر پھیل گئی۔ اس پر منکرین زکوٰۃ اور مرتدین معرکہ آرائی کے لئے تیار ہو گئے۔ صوبوں کے عاملوں نے اپنے اپنے علاقوں سے بغاوت کی۔ اطلاعات مدینہ منورہ بھیجنا شروع کر دیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوری مستعدی کامل ہمت اور استقلال کے ساتھ ایک بیدار مغز حاکم کی طرح اپنے تمام عاملین کے نام مناسب ہدایات اور سرداران قبائل

> جو لوگ اسلام قبول کر لیں، عمل صالح اختیار کریں اور اس پر مدد کریں ان کی مدد کریں اور جو انکار کریں' ان سے لڑائی کی جائے حتی کہ وہ اسلام قبول کر لیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کے نام خطوط روانہ کئے۔

ادھر مرتدین جو مدینہ منورہ کے نواح میں جمع ہو گئے تھے' مرکزِ خلافت پر حملے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ چنانچہ آپ نے پہاڑی راستوں پر قابل جنگ مسلمان مجاہدین کے پہرہ دینے والے مجموعہ جات بنائے اور ان کے امراء مقرر کر دیے۔ ان گشتی دستوں اور مستقل پہرہ دینے والے کتائب کے سردار علی بن ابی طالب' زبیر بن العوام' طلحہ بن عبداللہ' سعد بن ابی وقاص' عبدالرحمٰن بن عوف اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم مقرر ہوئے۔

مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا فتنہ تو لشکر اسامہ کی روانگی کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس لشکر کے واپس آنے تک بہت زور پکڑ گیا تھا۔ مقام ابرق میں قبیلہ عبس اور مقام ذی القصہ میں بنو ذبیان کا جماؤ تھا۔ بنو اسد اور بنو کنانہ کے لوگ بھی ان میں شامل ہو گئے تھے اور اسامہ رضی اللہ عنہ کی واپسی سے پہلے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان قبائل کے ساتھ دو دو ہاتھ کر چکے تھے اور یہ وہ پہلے لوگ تھے جنہوں نے اول خلیفۃ الرسول ﷺ کے ساتھ مقابلہ کیا تھا۔ (المنتظم جلد نمبر 4 ص 74)

امام شعبی کا بیان ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن خطاب' عثمان بن عفان' علی بن ابی طالب' عبدالرحمٰن بن عوف' طلحہ' زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم جیسے کبار صحابہ کرام کی مجلس بلائی اور مانعین زکوٰۃ کا معاملہ ومطالبہ ان کے سامنے رکھا اور پوچھا: کیا ایسا کر لینا چاہئے؟ تو وہ کہنے لگے: ہاں! اور اس معاملے کو اتنی دیر تک مؤخر کر دینا چاہئے جب تک لوگوں میں سکون نہ آ جائے۔ لشکر واپس نہ پلٹ آئیں۔'' (یہ لشکر اسامہ کی واپسی پہلے کی بات ہے) تو آپ رضی اللہ عنہ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: ''اگر انہوں نے جانور کے گلے میں ڈالا جانے والا ایک قلادہ بھی روک کے رکھا کہ جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے تو میں اس کے روکے جانے پر ان سے ضرور جنگ کروں گا۔ اللہ کی قسم! میں اس سے ضرور مقاتلہ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتا ہے۔'' ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا اللہ کی قسم! اگر سب لوگ اس طرح ہو جائیں تو تب بھی میں لڑوں گا چاہے میں اکیلا ہی کیوں نہ رہ جاؤں حتی کہ یا تو یہ جان چلی جائے اور یا پھر اللہ کا دین غالب آ جائے۔'' سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور ارتداد کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تو

میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا اور عرض کی: ''اے خلیفۃ الرسول ﷺ لوگوں کے ساتھ الفت اور شفقت سے پیش آئیں۔ وہ اس وقت بمنزلت وحوش ہو چکے ہیں۔'' یہ سن کر انہوں نے (ناراض ہو کر) فرمایا: ''اے ابن خطاب! میں نے تو تجھ سے مدد کی امید رکھی تھی (کہ تو اس معاملہ میں میری مدد کرے گا) مگر تو تو رسوائی لے کر آ گیا ہے۔ جاہلیت میں تو تُو بڑا طاقتور تھا۔ کیا اسلام میں کمزور پڑ گیا ہے؟ تو کس چیز کے ساتھ تُو نے امید رکھی ہے کہ میں ان سے الفت کروں؟ کسی جعلی قسم کی بیہودہ شاعری کے ساتھ یا گھڑے ہوئے جادو کے ساتھ؟ ہائے افسوس نبی ﷺ دنیا سے چلے گئے اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا (ورنہ تمہارے متعلق ضرور کچھ نازل ہوتا) اللہ کی قسم! جب تک میرے ہاتھ تلوار تھامنے کے قابل رہے' میں ان لوگوں کے ساتھ ضرور جنگ کرتا رہوں گا چاہے جانور کی ایک رسی کے لئے بھی لڑنا پڑا'' (تاریخ الخلفاء للامام السیوطی ص 68) (المنتظم حوالہ بسابقہ والبدایہ والنہایہ جلد اول ص 311)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہاں ابن عساکر کے حوالے سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک انتہائی فصیح وبلیغ خطبہ نقل کیا ہے۔) سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: واللہ ابوبکر کی شرح صدر اور فراست سے میں یہ بات جان گیا کہ ان کا یہ فیصلہ عین حق پر مبنی تھا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ (جلد دوم ص 314 پر) درج کیا ہے کہ (مقام ذی حسٰی' ذی القصہ اور ابرق میں معرکہ آراء ہو کر) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان باغی قبائل پر قابو پانا اور سالم وغانم واپس آنا نبی ﷺ کی وفات سے ٹھیک ساٹھ دن کے اندر اندر ہو چکا تھا۔ اور ادھر لشکر اسامہ واپس پہنچ کر ستا بھی چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے مذکورہ بالا مہم سے فارغ ہوتے ہی گیارہ لشکر اور ان کے جھنڈے تیار فرمائے۔ ہر لشکر پر ایک امیر مقرر فرمایا اور انہیں چہار جانب روانہ کیا۔

ان لشکروں کی روانگی سے پہلے خلیفۃ الرسول (ﷺ) نے ایک فرمان لکھا اور اس کی متعدد نقلیں کروا کر قاصدوں کے ذریعے پورے جزیرہ عرب میں بڑے بڑے قبائل کی طرف روانہ فرمائیں اس فرمان کا متن یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے ہر اس عام وخاص شخص کی طرف کہ جس تک میرا یہ مکتوب پہنچ جائے۔ خواہ وہ اسلام پر قائم ہو یا اس سے پھر چکا ہو۔ ہر اس آدمی پر سلام کہ جس نے ہدایت کی پیروی کی اور ہدایت پا لینے کے بعد وہ گمراہی اور خواہشات کی طرف پلٹ نہ گیا ہو۔ میں اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ بلاشبہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس بات کا ہم اقرار کرتے ہیں اور جو اس کا انکار کرے' ہم اس سے جہاد کرتے ہیں۔ امابعد:

بالتحقیق اللہ عزوجل نے محمد ﷺ کو اپنی مخلوق کی طرف حق دے کر بھیجا کہ جو خوشخبری دینے والے' اس کے عذاب سے ڈرانے والے' اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والے اور ہدایت کے سراج منیر ہیں۔ جو شخص آپ (ﷺ) کی دعوت کو قبول کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ حق کی ہدایت دیتا ہے۔ جو اس سے پھر گیا' اس سے رسول اللہ ﷺ نے جہاد کیا حتی کہ وہ طوعاً او کرہاً اسلام کی طرف آ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو فوت کر لیا۔ آپ نے اپنی حیات طیبہ میں اللہ کی شریعت کا نفاذ فرمایا' اپنی امت کو نصیحت فرمائی اور اپنے فرائض ودعوت کو بخوبی سرانجام فرمایا۔

یہ سب کچھ اللہ نے اپنی کتاب میں واضح فرما دیا اور اہل اسلام کو اس بات کی خبر دے دی کہ:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ بلاشبہ آپ بھی موت سے ہمکنار ہونے والے ہیں اور وہ بھی۔'' (سورۃ الزمر 30)

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ ۔ (سورۃ الانبیاء (21) نمبر 34)

اور اے نبی! ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کو بقائے دوام نہیں بخشا' کیا اگر آپ موت سے ہمکنار ہو جائیں تو یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے؟''

اور اہل ایمان سے فرمایا:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ . (آل عمران 144)

اور محمد (ﷺ) تو صرف اللہ کے ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سارے پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ بھلا اگر یہ موت سے ہمکنار ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں (اسلام) سے پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا (مرتد ہو گا) تو وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اللہ رب العالمین تو شکر کرنے والے (مومن بندوں) کو بہتر جزا دے گا۔''

تو جو شخص سید الانبیاء محمد (ﷺ) کی پوجا کرتا تھا وہ تو فوت ہو چکے (یعنی اب اسے ان کی عبادت چھوڑ دینی چاہئے کیونکہ جو فوت ہو سکتا ہے' اس کی عبادت نہیں کی جا سکتی) اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اس کا الٰہ زندہ وقائم ہے۔ اسے موت نہیں آتی اور نہ ہی آئے گی۔ اسی طرح سے اونگھ بھی۔ وہ (اللہ عزوجل) اپنے دین کا محافظ اور (اپنی جماعت کے ذریعے) اپنے دشمن سے انتقام لینے والا ہے۔ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے' نبی ﷺ کے لائے ہوئے دین اور اللہ کی رحمت سے وافر حصہ لینے' اسلام کی ہدایت اختیار کرنے اور دین اللہ کی مضبوط رسی کو تھامنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ ہر وہ شخص کہ جسے اللہ نے ہدایت نہ دی' وہ گمراہ ہو گیا ہر وہ شخص کہ جس کی اللہ نے مدد نہ کی' وہ ذلیل ورسوا ہو گیا۔ اور جس کی راہنمائی کسی غیر اللہ نے کی' وہ گمراہ ہو گیا۔ اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (سورۃ الکہف 17)

جسے اللہ ہدایت دے' وہ ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے تو تم اس کے لئے کوئی دوست' راہ بتانے والا نہ پاؤ گے۔''

انسان جب تک اسلام کا انکار کرے' دنیا میں اس کا کوئی عمل قبول نہیں اور آخرت میں اس سے کوئی بدل اور صرف نظر نہ ہو گا۔ تم میں سے وہ لوگ کہ جنہوں نے دین اسلام کا اقرار کرنے اور اس پر عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ کر اور شیطان کی بات مانتے ہوئے دین حق سے ارتداد کیا' ان سے متعلق مجھے خبر مل چکی ہے۔ اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے:

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا . (سورۃ الکہف 50)

کیا تم اس (شیطان) کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں اور شیطان کی دوستی ظالموں کے لئے (اللہ کی دوستی کا) بہت برا بدل ہے۔''

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (سورہ فاطر 6)

بلاشبہ شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو وہ اپنے گروہ کے لوگوں کو دعوت دیتا ہے تا کہ وہ جہنم والوں میں سے ہو جائیں۔''

میں تمہاری طرف انصار ومہاجرین اور تابعین کرام پر مشتمل

خلیفہ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد کو لکھا کہ مرتد ہو کر پھر مسلمان ہونے والے طلیحہ سے مشورہ لینے میں کوئی حرج نہیں لیکن اسے امیر نہ بنانا۔ ہمارے لئے اس میں سبق ہے کہ بدعقیدہ آغا خانیوں' قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کرنا ہی اسلامی اصول سیاست ہے

لشکر روانہ کر رہا ہوں۔ میں نے اس لشکر کو حکم دیا ہے کہ وہ ایمان باللہ کے سوا کسی چیز کو قبول نہ کرے اور جب تک کسی کو دین اسلام کی دعوت نہ دے لے کسی کے ساتھ جنگ نہ کرے۔ جو لوگ اسلام کو قبول کرلیں، عمل صالح اختیار کریں اور اس پر مدد کریں ان کی اعانت کی جائے (اور انہیں کچھ نہ کہا جائے) مگر جو شخص انکار کردے اس سے لڑائی کی جائے حتی کہ وہ اللہ کے دین کی طرف پلٹ آئے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے۔ اسلام کے سوا کوئی چیز قبول نہ کی جائے۔ جو شخص اس حکم کو مان لے اس کے لئے بہتری ہوگی اور جس نے اسے چھوڑ دیا (یعنی نافرمانی کی) تو وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز عاجز نہ کرسکے گا۔

میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ میرے اس حکم نامے کو تمہارے ہر مجمع عام میں پڑھ کر سنائے۔ جب اسلامی لشکر تمہارے قریب پہنچے اور ان کا موذن اذان کہے تو تم بھی اس کے مقابلے میں اذان دو۔ یہ علامت اس بات کی ہوگی کہ تم نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ تم پر حملہ نہ کیا جائے گا۔ اور تم نے اذان نہ کہی تو تم سے باز پرس ہوگی اور درصورت انکار تم پر حملہ کردیا جائے گا۔ (البدایہ والنہایہ جلد دوم ص 315، ص 316 عن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہم)

اور پھر ان گیارہ کے گیارہ سرداروں کو روانگی کے وقت ایک ہی مضمون کا فرمان لکھ کر دیا گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ عہد نامہ ہے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) خلیفۂ رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے...... فلاں...... فلاں کے لئے جبکہ اسے لشکر اسلام کا امیر بنا کر مرتدین اسلام کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا جارہا ہے۔ اس سردار سے اس بات کا عہد لیا جاتا ہے کہ: وہ اللہ تعالیٰ سے ظاہراً و باطناً اپنے تمام کاموں میں ڈرتا رہے گا۔ دین اللہ کے معاملے میں جدوجہد سے کام لے گا۔ ہم نے اسے حکم دیا ہے کہ اللہ رب العالمین کی راہ میں مرتدین سے لڑے مگر پہلے ان پر اتمام حجت کرے اور انہیں اسلام کی دعوت دے۔ اگر وہ قبول کرلیں تو لڑائی سے باز رہے اور اگر وہ قبول نہ کریں تو ان پر حملہ کیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ اسلام کا اقرار کرلیں۔ جب وہ ایسا کرلیں تو انہیں ان کے فرائض اور حقوق سے آگاہ کرے۔ جو ان پر واجبات ہیں وہ ان سے وصول کرے اور جو ان کے حقوق ہیں انہیں وہ ادا کرے۔ اس معاملے میں کسی سے رعایت نہ کی جائے۔ مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے سے نہ پلٹائے۔ جو اللہ عزوجل کے حکم کو قبول کرلے اور اس کا اقرار کرے اس کا یہ ایجاب و اقرار قبول کرلیا جائے اور اس کی معروف طریقے سے مدد کرے۔

اور جس نے اقرار کے بعد بھی اللہ کے حکم (یعنی اس کی شریعت) کا انکار کردیا اس سے لڑائی کی جائے۔ مگر جس نے دعوت کو قبول کرلیا اسے بے گناہ سمجھا جائے اور جو شخص زبانی اقرار کے بعد دل میں کوئی دوسرا نظریہ و عقیدہ رکھے گا اس سے اللہ تعالیٰ ہی نبٹے گا۔ یعنی ہم تو ظاہر کے مکلف ہیں) اسلام کے علاوہ کسی سے کوئی چیز قبول نہ کی جائے گی۔ جو لوگ منکر ہو کر لڑائی تک نوبت پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ ان پر مسلمانوں کو غلبہ عطا کرے تو ان سے حاصل ہونے والے غنائم میں سے خمس مال (ساری غنیمت کا پانچواں حصہ) نکال کر ہم تک پہنچایا جائے اور جو بچ رہے لڑنے والوں کو دیا جائے۔ ہم نے یہ ہدایت بھی کردی ہے کہ امیر لشکر اپنے مامورین کو عجلت اور فساد سے منع کرے اور کسی غیر کو اپنے لشکر میں داخل نہ ہونے دے جب تک کہ اسے اچھی طرح پہچان نہ لے تاکہ جاسوسوں کے فتنے سے محفوظ رہ سکے۔ اسے یہ بھی ہدایت کردی گئی ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ان کی روانگی اور قیام میں نرمی اختیار کرے اور ان سے نیک سلوک کرے۔ ان میں سے بعض کو بعض پر جلدی نہ کرنے دے۔ مسلمانوں کو نشست و برخاست اور گفتگو میں ایک دوسرے کے ساتھ نرمی اختیار کرنے کی نصیحت کرے۔''

اگر مانعین زکوٰۃ نے ایک رسی بھی روک رکھی جسے وہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ادا کیا کرتے تھے تو میں اس کی خاطر بھی ان سے ضرور جنگ کروں گا اور ان سے بھی جنگ کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز میں فرق کرتے ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقریر

گیارہ لشکروں کی تفصیل

1۔ پہلا علم بہادروں کے سردار سیف من سیوف اللہ ابوسلیمان سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور حکم ہوا کہ پہلے طلیحہ بن خویلد الاسدی پر چڑھائی کرو۔ جب اس مہم سے فارغ ہو جاؤ تو مقام بطاح کی طرف مالک بن نویرہ پر حملہ کرو۔

2۔ دوسرا جھنڈا اور ایک چھوٹا سا لشکر سیدنا عکرمہ بن ابوجہل کو دیا گیا اور حکم ہوا کہ یمامہ کی طرف نکلو اور مسیلمہ کذاب پر حملہ کرو۔

3۔ تیسرا لشکر اور علم سیدنا مہاجر بن ابوا[illegible] رضی اللہ عنہ کو دیا گیا اور انہیں اسود عنسی کے باقی لشکروں پر حملہ کرنے کا حکم ملا۔ یمن کے پہلے مسلمان حاکم سیدنا باذان کے ابناء کی مدد بھی ان کے ذمے لگی۔ ابناء کی قیادت قیس بن مشکوح کر رہے تھے۔ اس کے بعد حضرموت کی طرف بنوکندہ اور بنوقضا پر حملے کا حکم ملا۔

4۔ چوتھا علم اور ایک لشکر سیدنا خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو دیا گیا کہ ملک شام کی سرحد پر پہنچ کر اس طرف کے قبائل کو درست کرو۔

5۔ بنوقضاعہ، بنو ودیعہ اور بنوالحارث کے مرتدین کا دماغ ٹھیک کرنے کے لئے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر اور علم دے کر روانہ کیا گیا۔

6۔ چھٹا علم مع لشکر حذیفہ بن محصن کو دے کر ملک عمان کی طرف جانے کا حکم دیا۔

7۔ ساتواں علم اور ایک لشکر عرفجہ بن ہرثمہ کے سپرد کرکے اہل مہرہ کی طرف روانہ فرمایا۔ عرفجہ اور حذیفہ کو یہ بھی حکم ملا کہ دونوں ساتھ ساتھ رہیں۔ ملک عمان میں حذیفہ امیر اور عرفجہ ماتحت ہوں گے۔ اور جب مہرہ میں ہوں تو عرفجہ امیر ہوں گے اور حذیفہ مامور۔

8۔ آٹھواں علم طریفہ بن حاجز کو دیا گیا اور حکم ہوا کہ بنوسلیم اور ان کے شریک حال بنوہوازن کی طرف جاؤ۔

9۔ نواں علم اور لشکر سیدنا سوید بن مقرن کو دے کر تہامہ کی طرف روانہ کیا گیا۔

10۔ دسواں علم سیدنا علاء بن الحضرمی کو دیا گیا کہ بحرین کی طرف جاؤ۔

11۔ گیارھواں علم سیدنا شرحبیل بن حسنہ کے سپرد ہوا کہ عکرمہ کی امداد کرو اور یمامہ سے فارغ ہو کر حضرموت کی طرف بنوکندہ اور بنوقضا پر حملہ آوری کرو۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

یہ تمام سردار جمادی الاولیٰ 11 ہجری میں مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر اپنے اپنے مقررہ علاقوں کی طرف جا کر مشغول عمل ہوئے۔ آیئے ایک ایک سردار کی مہم کا بالاختصار جائزہ لیتے ہیں تاکہ اگلی باتیں سمجھنے میں آسانی رہے۔

طلیحہ اسدی پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی لشکر کشی

طلیحہ بن خویلد الاسدی ایک شعبدہ باز کاہن تھا۔ پہلے اسلام میں داخل ہوا اور پھر آخر زمانہ حیات نبوی میں مرتد ہو کر مردود ہوا اور خود مدعی نبوت بن بیٹھا۔ بنواسرائیل کے بعض قبائل اور بنوغطفان، بنو عبس اور ذبیان بھی کہ جو ذی القصہ اور ذی خشب میں ابوبکر صدیق رضی عنہ سے شکست کھا کر بھاگے تھے۔ اس کی جماعت میں داخل ہوگئے۔ بنوجدیلہ، الغوث اور بنوطیئی (حاتم طائی کا قبیلہ) کی طرف اس نے پیغام بھیجا تو انہوں نے بھی اپنے کچھ آدمی اس کے ساتھ ملا دیے۔

دراصل بنواسد کے لوگ کہ جن میں طلیحہ مذکور بھی شامل تھا غالباً نویں سال ہجرت میں نبی ﷺ کے پاس آئے تھے اور انہوں نے اپنے ایمان و اسلام کا احسان آپ پر جتانا چاہا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کے لئے قرآن اتار کر ان کے

بارے میں خبردار کردیا تھا۔ تفصیل کے لئے سورۃ الحجرات کی آیت 14 تا 18 کی تفسیر از ابن کثیر وطبری واشرف الحواشی اور مختصر سیرۃ الرسول للشیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب ص 432 دیکھ لیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری ایام میں طلیحہ کی سرکوبی کے لئے سیدنا ضرار بن ازور رضی اللہ کو روانہ فرمایا تھا۔ مگر وہ اپنا کام ختم نہ کرپائے تھے کہ آپ کی وفات کی خبر مشہور ہوئی اور وہ اس مہم کو نا تمام چھوڑ کر واپس آگئے۔ طلیحہ کو اس فرصت میں اپنی حالت درست کرنے اور جمعیت بڑھانے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ انتہائی بیدار مغز اور زیرک خلیفۃ الرسول (ﷺ) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے طلیحہ جیسے سرکشوں اور اللہ کے دشمنوں کی سرکوبی کیلئے ایک ایسے سپہ سالار اور بہادر جرنیل کا انتخاب کیا کہ جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

"نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ وَأَخُوا لْعَشِيْرَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَسَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ سَلَّطَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَى الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِيْنَ."

خالد بن ولید بہترین اللہ کا بندہ (میرے) خاندان والا اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے کہ جسے اللہ عزوجل نے کافروں اور منافقوں پر للکار رکھا ہے۔" (یہ اللہ کی تلوار ان کی گردنیں خوب اڑاتی ہے)

(مسند احمد 8/1 جلد اول ص 16 مطبوع بدار احیاء التراث الاسلامی ابی البیروت۔ لبنان)

خلیفۃ المسلمین الاول رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو ذی القصہ سے روانہ کرتے وقت پیچھے ذکر کئے گئے عمومی حکم نامہ برائے امراء افواج کے علاوہ چند خصوصی نصیحتیں اور بھی فرمائیں۔ کہا

پہلے طلیحہ اسدی پر چڑھائی کرو۔ اس سے فارغ ہو کر بنوتمیم کی طرف نکل جانا اور پھر مسیلمہ کذاب کی خبر لینا۔ بطاع میں مالک بن نویرہ کی بھی گوشمالی کرتے جانا اور کسی بھی مہم سے فارغ ہو کر اتنی دیر تک اس جگہ کو مت چھوڑنا جب تک میری طرف سے حکم نہ آجائے ہمارا خیبر کا ارادہ ہے۔ تم سے بنو عامر کے علاقے میں (آج کل حائل شہر اور اس کے ارد گرد کا علاقہ مشہور پہاڑیوں سلمیٰ وأجا پر ملاقات ہوگی۔" (یہ وہ علاقہ اور قبیلہ ہے کہ جس میں لیلیٰ اور قیس کی محبت کا قصہ مشہور ہوا)

پھر مدینہ منورہ پہنچ کر عدی بن حاتم طائی رضی اللہ کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ اور اپنے قبیلے کو سمجھاؤ بجھاؤ کہ وہ طلیحہ کے ساتھ کہیں شامل نہ ہوں کہ ساتھ میں ان کا بھی خون بہتا رہے۔ چنانچہ عدی مدینہ سے نکلے اور سیدھے اپنے قبیلہ میں پہنچے۔ انہیں اسلام پر پختگی کے لئے وعظ ونصیحت کی اور حکم دیا کہ سب لوگ خلیفۃ الرسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں اور اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئیں۔ پہلے تو انہوں نے پس وپیش سے کام لیا۔ ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے مگر بالآخر وہ نرم پڑ گئے اور اسلام پر پختگی اختیار کی۔

بنی طئی کے لوگ جو طلیحہ کے لشکر میں شامل ہوگئے تھے۔ ان کی طرف سیدنا عدی نے تُخ کے مقام پر پہنچ کر امیر لشکر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے تین دن کی مہلت لے کر آدمی بھیجے کہ خالد کے حملہ سے پہلے پہلے وہاں سے نکل آؤ ورنہ خواہ مخواہ مارے جاؤ گے۔ اس پیغام کے پہنچتے ہی بنوطئی کے سب آدمی جدا ہوکر آگئے اور سب کے سب اسلام پر قائم ہوکر خالد بن ولید کے لشکر میں شامل ہوگئے اسی طرح جدیلہ اور الغوث کے قبیلوں میں پہنچ کر سیدنا عدی نے انہیں بھی اسلام پر پختگی کے لئے تیار کرلیا۔ ان دونوں قبیلوں سے ایک ہزار جنگجو سیدنا خالد کے لشکر میں شامل ہوگئے۔ بنوطئی میں عدی بن حاتم کا اللہ تعالیٰ نے بہت وقار اور شرف رکھا تھا۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ، طلیحہ اور اس کے معاون عیینہ بن حصن کا قصد کر کے بنواسد کے چشمے بزخہ کی طرف روانہ ہوئے۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے کے علاوہ ہزاروں دیگر قبائل کے لوگوں کو دعوت اسلام دے کر انہیں مرتدین ومنکرین کی جماعت سے نکال لیا۔ اللہ نے عدی کو ان کے علاقے میں بہت شرف بخش رکھا تھا

جب ان کے قریب پہنچ گئے تو لشکر اسلام کے دو بہادروں (انصار کے حلیف بنوعجلان) عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہما کو طلایہ گردی کے لئے روانہ کیا۔ ان دونوں سے طلیحہ اور اس کے بھائی سلمہ کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ جانبین نے ایک دوسرے کو للکارا اور پھر لڑائی شروع ہوگئی۔ نتیجتاً عکاشہ رضی اللہ عنہ نے طلیحہ کے بیٹے جبال کو قتل کردیا اور پھر طلیحہ نے جوش انتقام میں عکاشہ رضی اللہ عنہ پر زوردار حملہ کرکے انہیں شہید کردیا۔ (رضی اللہ عنہ) اس کے بعد طلیحہ اور سلمہ دونوں نے ثابت بن اقرم کو گھیرا اور انہیں شہید کردیا۔ (رضی اللہ عنہ)

ادھر تھوڑی دیر کے بعد خالد بن ولید اور ان کے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے۔ اپنے دونوں ساتھیوں کی لاشیں خون میں لت پت دیکھیں تو مسلمانوں پر یہ معاملہ انتہائی گراں گزرا۔ کہنے لگے: "دونوں سادات المسلمین کے سردار اور بہادر شاہسوار تھے۔" (یعنی ہم ان کا انتقام ضرور لیں گے)

سیف من سیوف اللہ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے بنو عامر کے علاقے اور دو مشہور پہاڑیوں سلمیٰ وأجا کے قریب مقام ارک پر پہنچ کر اپنے لشکر کو مرتب کیا۔ ثابت بن قیس کو انصار کا اور عدی بن حاتم کو یہاں سے ملنے والے سپاہیوں کا جن کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے زیادہ تھی سردار بنا کر مرکزی قیادت اپنے پاس رکھتے ہوئے طلیحہ کے مقام وقوف بزاخہ کی طرف چل پڑے۔ بنو عامر غیر جانبدار ہوکر نتیجے کا انتظار کرتے رہے کہ دیکھو کون غالب آتا ہے۔

ادھر عیینہ بن حصن اپنی قوم کے سات سو مردان جنگی لے کر میدان میں اترا تھا جبکہ طلیحہ کے لشکر کی سپہ سالاری اس کا بھائی خیال کررہا تھا۔ طلیحہ الگ ایک چادر اوڑھے ہوئے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے وحی کے انتظار میں بیٹھا تھا۔

خوب زوروشور سے لڑائی شروع ہوئی مگر جلد ہی مرتدین کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ عیینہ کچھ دیر تو بے جگری سے لڑتا رہا پھر طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا بتاؤ جبریل آئے ہیں؟ کہا: نہیں۔ پھر جا کر لڑنے لگا۔ دوسری بار پھر آکر پوچھا: بتاؤ کوئی وحی اتری ہے؟ کہا: ابھی نہیں۔ پھر جا کر لڑنے لڑانے لگا اور تیسری دفعہ پھر آکر پوچھا تو اس نے کہا: "جبریل آیا تھا اور کہا ہے کہ تیرے لئے وہی ہوگا جو تیری قسمت میں لکھا ہے۔" یہ سن کر عیینہ بن حصن واپس پلٹا اور زوردار آواز سے اعلان کرنے لگا: لوگو طلیحہ جھوٹا ہے' لوگو! طلیحہ جھوٹا ہے۔" پھر بنوفزارہ (اپنی قوم کے لوگوں) کو ساتھ لیا اور میدان سے بھاگ اٹھا۔ انہیں بھاگتا دیکھ کر باقی مرتدین بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ بہت سارے مسلمانوں کے ہاتھوں مقتول ہوئے اور بہت سارے گرفتار۔

طلیحہ نے فرار ہونے کے لئے پہلے ہی بندوبست کر رکھا تھا۔ اپنے لئے ایک چابک دست گھوڑا اور اپنی بیوی کے لئے النوار نامی اونٹ۔ کچھ مرتدین اس کے پاس آئے اور اسے گھیرے میں لے لیا۔ پوچھا بتایئے! اب ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ اس نے اپنی بیوی کو اونٹ پر سوار کرواتے ہوئے اور خود گھوڑے پر بیٹھتے ہوئے کہا: جیسا کہ میں نے کیا ہے' ویسا تم میں سے جو بھی کرنے کی طاقت رکھتا ہے اسے کرلینا چاہئے۔" پھر اونٹ کو ہنکوایا اور گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ ملک شام کی طرف فرار ہوگیا۔ بنو قضاعہ میں جا کر مقیم ہوا۔

عیینہ بن حصن کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے (اس کے پیچھے جانباز دوڑا کر اسے) گرفتار کرلیا۔ پھر اسے مدینہ منورہ خلیفۃ المسلمین کے پاس بھیج دیا۔ عیینہ کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور وہ اس حالت میں مرکز خلافت میں داخل ہوا۔ بچے اسے دیکھ کر طعنے دینے لگے۔ اللہ کے دشمن! تو اسلام سے پھر گیا ہے؟ وہ کہتا: اللہ کی قسم میں مسلمان ہوا ہی نہیں تھا۔

اسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے اس پر اسلام پیش کیا مگر اس نے نہایت درشتی اور سختی کے ساتھ انکاری جواب دیا جس کی پاداش میں اسے قتل کردیا گیا۔ البتہ طلیحہ جب تک ملک شام پہنچا اور وہاں کے مسلمانوں کو جب اس کے متعلق خبر ملی تو انہوں نے اسے گرفتار کرکے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

باقی صفحہ 24 پر ملاحظہ فرمائیں

قسط نمبر 2

منکرات کو نہ روکنے پر سخت سزائیں

نوید قمر

وَتَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (٦٢) لَوْلَا یَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (المائدہ: ٦٢، ٦٣)

ترجمہ: اور تم دیکھو گے کہ ان میں اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام کھانے میں جلدی کر رہے ہیں۔ بے شک یہ جو کچھ کرتے ہیں برا کرتے ہیں۔ بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بلاشبہ وہ بھی برا کرتے ہیں۔

یہاں بنی اسرائیل کے علماء وفقہاء پر سخت تنقید کی گئی ہے کہ جب عوام کی اکثریت گناہ اور ظلم وزیادتی میں مشغول ہونے لگی تو علماء و صلحاء کا سب سے بڑا فریضہ یہی تھا کہ لوگوں کو ان کے برے افعال سے روکتے اور ان کا نہ روکنا دراصل بہت برا عمل ہے۔ آج کے اس دور میں علماء کی غفلت اور ''مصلحت پسندی'' نے عوام کو دین سے بہت دور کر دیا ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ عوام اور اپنے مقتدیوں کو کوئی ایسی بات نہ کہیں جس سے وہ ناراض ہو جائیں۔ اگر عام لوگ اور اس کے پیچھے نمازیں پڑھنے والے ان کی بات کا برا مان گئے تو پھر مسجد کے چندے بند ہو جائیں گے۔ تنخواہ روک لی جائے گی یا اس کی چھٹی کرادی جائے گی۔ بس اسی قسم کے تحفظات کے پیش نظر وہ موجودہ بیماریوں کے تدارک کی بجائے عوام الناس کو قصے کہانیوں میں مشغول رکھتے ہیں۔ موجودہ حالات سے بے خبر رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ دس دس بیس بیس سال تک مسجدوں کے چکر لگاتے رہتے ہیں' نمازیں پڑھتے رہتے ہیں لیکن ان کی شکل وصورت' لباس وضع قطع' گھر اور اہل خانہ اور معاشرے میں رتی برابر تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔ چہرے داڑھیوں سے صاف ہی رہتے ہیں۔ لباس میں عریانی برقرار رہتی ہے۔ گھروں میں ٹی وی' وی سی آر' ناچ گانے کی محفلیں جمی رہتی ہیں۔ جو لوگ جس قسم کے شرک میں مبتلا ہوں وہ اس پہ ڈٹے رہتے ہیں۔ طاغوت کی اطاعت قبول کرتے ہیں۔ برائیوں کو چھوڑنا تو دور کی بات اس سے نفرت کا احساس تک باقی نہیں رکھتے۔ اس معاملے میں سب سے زیادہ قصور انہیں علماء وقائدین کا ہے جو لوگوں کو خود ساختہ دین کی طرف بلاتے ہیں تاکہ ان کی دکان داری چمکتی رہے اور اس طرح لوگوں کو گمراہ کر کے اپنے پیٹ کا ایندھن بھرتے رہیں۔

اسی سورت میں آگے چل کر اس روش کو اختیار کرنے والے لوگوں پر لعنت کی گئی ہے۔

لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ

ترجمہ: لعنت کیے گئے وہ لوگ جنہوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ بن مریم کی زبان کے ذریعے۔

ان کا جرم کیا تھا؟

كانوا لايتناهون عن منكر فعلوه

وہ ایک دوسرے کو شدت کے ساتھ ان برائیوں سے منع نہیں کرتے تھے جس پر وہ کاربند تھے۔ بلکہ ان لوگوں کو منع نہ کرنا یہ بات ثابت کرتا تھا کہ وہ خود بھی اس جرم میں جلد یا بدیر شریک ہونے والے ہیں۔

مسلمان غیرت مند ہوتا ہے وہ کسی بھی صورت میں یہ بات برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی نظروں کے سامنے اللہ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی خلاف ورزی کی جائے اور وہ پادریوں اور راہبوں کی طرح کونے کھدروں میں چھپ کر بیٹھا رہے یا جنگلوں کی طرف نکل جائے بلکہ ان منکرات کو مٹانا دین کا اہم اور ضروری فریضہ سمجھتا ہے۔ جس کے بغیر اس کا دین نامکمل اور اس کی عبادت اکارت ہونے کا اندیشہ موجود ہے۔ دل ہلا دینے والی ایک

تربیتی کالم برائے کارکنان

حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ فلاں شہر کو الٹ دے اور اس کے ساتھ فلاں شخص کو بھی مع اہل کے الٹ دے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب تحقیق ان بندوں میں تیرا فلاں بندہ ہے کہ اس نے ایک لحظ کے لئے بھی گناہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بستی کو میرے اس بندے کے اوپر الٹ دے اس لئے کہ میرے اس بندے کا چہرہ ایک لحظہ کے لئے بھی میرے دین کی نافرمانی دیکھ کر متغیر نہیں ہوا۔ (بیہقی)

اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنَّهٗ كَانَ الرَّجُلُ یَلْقَی الرَّجُلَ فَیَقُوْلُ یَاهٰذَا اتَّقِ اللّٰهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ فَاِنَّهٗ لَا یَحِلُّ لَكَ ثُمَّ یَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ عَلٰی حَالِهٖ فَلَا یَمْنَعُهٗ ذٰلِكَ اَنْ یَّكُوْنَ اَكِیْلَهٗ وَشَرِیْبَهٗ وَقَعِیْدَهٗ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ ضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ

''بنی اسرائیل میں سب سے پہلے جو نقص پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ ان میں سے ایک شخص دوسرے شخص سے ملاقات کرتا تو یہ کہتا تھا اے فلاں' اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جو تم کر رہے ہو اس کو چھوڑ دو اس لئے کہ یہ تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔ پھر اس کی اسی شخص سے اگلے روز ملاقات ہوتی تھی اور وہ اپنے سابق حال پر قائم ہوتا ہے۔ لیکن یہ چیز اس (پہلے شخص) کے راستے میں مانع نہیں ہوتی تھی کہ وہ اس کا ہم نوالہ وہم پیالہ اور ہم نشین بنے۔ جب انہوں نے یہ روش اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آپس میں مشابہ کر دیا۔''

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مائدہ کی آیت لعن الذین كفروا...... فاسقون تک تلاوت کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔

كَلَّا وَاللّٰهِ لَتَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰی یَدِ الظَّالِمِ وَلَتَاْطُرُنَّهٗ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا وَلَتَقْصُرُنَّهٗ عَلَی الْحَقِّ قَصْرًا اَوْلَیَضْرِبَنَّ اللّٰهُ بِقُلُوْبِ بَعْضِكُمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ لَیَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ (ابوداؤد' ترمذی)

ترجمہ: ''ہرگز نہیں اللہ کی قسم تمہیں لازماً ظالم کے ہاتھ کو قوت کے ساتھ پکڑنا ہوگا اور تمہیں اس کو لازماً حق کی جانب موڑنا ہوگا۔ اسے حق کے اوپر قائم رکھنا ہوگا۔ یا پھر اللہ تمہارے دل بھی ایک دوسرے کے مشابہ کر دے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ تم پر بھی لعنت فرمائے گا۔ جیسے ان (یہود) پر لعنت فرمائی۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّمَا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ فِی الْمَعَاصِیْ فَمَنَعَهُمْ عُلَمَاءُ هُمْ فَلَمْ یَنْتَهُوْا فَجَالِسُوْهُمْ فِیْ مَجَالِسِهِمْ وَاٰكِلُوْهُمْ وَشَارِبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَلَعَنَهُمْ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَ مُتَّكِئًا وَقَالَ لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ حَتّٰی تَاْطُرُوْهُمْ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا (ترمذی)

ترجمہ: جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو ان کے علماء نے انہیں روکا لیکن وہ باز نہ آئے۔ (لیکن اس کے باوجود) علماء نے ان کی

ہم نشینی اور ان کے ساتھ باہم کھانا پینا جاری رکھا تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بھی مشابہ کر دیا اور ان پر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی لعنت فرمائی۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی روش اختیار کی اور حدود سے تجاوز اختیار کرتے رہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ جبکہ اس سے پہلے آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے اور فرمایا' ہرگز نہیں اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ (تمہاری ذمہ داری اس وقت تک ادا نہیں ہوگی) جب تک کہ تم انہیں زبردستی حق کی جانب موڑ نہ دو۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے منع کردہ امور میں مداخلت کرنے والے شخص اور ان کا ارتکاب کرنے والے شخص کی مثال یوں ہے کہ کچھ لوگوں نے ایک بحری جہاز میں بیٹھنے کے لئے قرعہ اندازی کی۔ کچھ لوگ اس کے نچلے اور کچھ اوپر والے حصے میں سوار ہو گئے۔ پس ایک شخص جو اس کے نیچے کے حصے میں تھا اوپر والوں کے پاس سے پانی وغیرہ لے کر گزرتا رہا تو انہوں نے اس کی تکلیف محسوس کی۔ چنانچہ اس نے کلہاڑا لیا اور جہاز کے نچلے حصے میں سوراخ کرنا شروع کر دیا پھر وہ سب اس کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تمہیں کیا ہے؟ اس نے کہا کہ تم نے (میری آمد و رفت کی وجہ سے) تکلیف محسوس کی تھی حالانکہ پانی کے بغیر میرا کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔ (آپ ﷺ نے فرمایا) کہ اب اگر وہ اس کے ہاتھ روک لیتے ہیں تو اس کو بھی بچا لیں گے اور اپنے آپ کو بھی بچا لیں گے اور اگر اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں تو اسے بھی ہلاک کر ڈالیں گے اور اپنے آپ کو بھی ہلاک کر ڈالیں گے۔ (بخاری)

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم کرو گے اور برائی سے روکو گے یا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب مسلط کرے گا۔ پھر تم دعا مانگو گے وہ قبول نہ ہوگی۔ (ترمذی)

عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا!

''جب زمین میں کوئی گناہ کیا جاتا ہے جو شخص وہاں موجود ہوتا ہے۔ اگر وہ اس کو برا سمجھتا ہے تو وہ اس شخص کی مانند ہے جو وہاں سے غائب ہے اور جو غائب ہے اور اس (برے کام) سے راضی ہے تو وہ اس شخص کی مانند ہے جو وہاں حاضر ہے۔'' (ابوداؤد)

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا...... فرماتے تھے کوئی شخص کسی ایسی قوم میں نہیں ہوتا جس میں گناہ کیے جاتے ہیں وہ قدرت رکھتی ہے کہ اس سے روکیں پھر وہ روکتی نہیں تو مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (ابوداؤد/ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا اور اس میں کچھ مسلمانوں کی تعریف فرمائی پھر فرمایا۔

''ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں میں دین کی سمجھ پیدا نہیں کرتے اور انہیں تعلیم نہیں دیتے اور دین نہ جاننے کے عبرتناک نتائج انہیں نہیں بتاتے اور انہیں برے کاموں سے نہیں روکتے؟ اور ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں سے دین نہیں سیکھتے اور دینی سمجھ نہیں پیدا کرتے اور دین نہ جاننے کے عبرتناک نتائج معلوم نہیں کرتے۔''

اللہ کی قسم لوگ اپنے پڑوسیوں کو لازماً تعلیم دیں' ان کے اندر دینی سمجھ پیدا کریں انہیں نصیحت کریں۔ ان کو اچھی باتیں بتائیں اور ان کو بری باتوں سے روکیں نیز لوگوں کو اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھنا ہوگا۔ دین کی سمجھ پیدا کرنا ہوگی اور ان کے وعظ و نصیحت کو قبول کرنا ہوگا ورنہ میں انہیں بہت جلد سزا دوں گا پھر آپ منبر سے اتر آئے اور تقریر ختم کر دی۔

سامعین میں سے کچھ لوگوں نے کہا یہ کون لوگ تھے جن کے خلاف آپ ﷺ نے تقریر فرمائی۔ دوسرے لوگوں نے بتایا کہ آپ ﷺ کا روئے سخن قبیلہ اشعر کے لوگوں کی طرف تھا یہ لوگ دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور ان کے پڑوس میں چشموں پر رہنے والے دیہاتی اجڈ لوگ ہیں۔

جب اس تقریر کی خبر اشعری لوگوں کو پہنچی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا ''آپ ﷺ نے اپنی تقریر میں کچھ لوگوں کی تعریف فرمائی اور ہمارے اوپر غصہ فرمایا تو ہم سے کیا قصور سرزد ہوا ہے۔''؟

آپ ﷺ نے فرمایا ''لوگ اپنے پڑوسیوں کو لازماً تعلیم دیں۔ انہیں وعظ و نصیحت کریں' اچھی باتوں کی تلقین کریں اور بری باتوں سے روکیں۔ اسی طرح لوگوں کو اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھنا ہوگا۔ وعظ و نصیحت کو قبول کرنا ہوگا اور اپنے اندر دینی سمجھ پیدا کرنا ہوگی۔ ورنہ میں ان لوگوں کو بہت جلد دنیا میں سزا دوں گا۔ تو اشعرین نے کہا ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم دوسروں میں سمجھ پیدا کریں۔ (کیا تعلیم و تبلیغ بھی ہماری ذمہ داری ہے آپ ﷺ نے فرمایا) ہاں یہ بھی تمہاری ذمہ داری ہے۔'' آپ ﷺ نے ان کو ایک سال کی مہلت دی جس میں وہ اپنے پڑوسیوں کے اندر دینی سمجھ پیدا کریں اور احکام بتائیں اس کے بعد نبی ﷺ نے آیت پڑھی۔

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا...... الخ (المائدہ ۷۸)

یہ آیات و احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ ہمارے علماء و صلحاء و داعیان کا سب سے اہم کام یہی ہے کہ وہ لوگوں کو منکرات سے روکیں اس کے لئے ہاتھ اور زبان دونوں طریقے اختیار کیے جائیں اور دوسری اہم بات کہ اگر عوام الناس اس ''حرکت'' کو جاری رکھیں اور گناہ کی روش ترک نہ کریں تو پھر ان سے روابط مضبوط نہ کیے جائیں۔ ان سے ملنے جلنے میں احتیاط سے کام لیں۔ ان کی مجلس' ان کی خوشی اور غمی کے معاملات کا بائیکاٹ کریں۔ حتیٰ کہ جو لوگ عقیدے کی حد تک معصیت کا شکار ہوں ان کی نماز جنازہ تک نہ پڑھائی جائے۔ ان کے نکاح نہ پڑھائے جائیں۔ جن لوگوں کی کمائی حرام کی ہو ان کے مال قبول نہ کیے جائیں اور انہیں یہ بات باور کرائی جائے کہ ان کا حرام مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا نیکی نہیں۔ تاوقتیکہ وہ اس حرام خوری سے باز آ جائیں۔

لیکن اس کے برعکس بنی اسرائیل کی عادات کے مطابق اکثر علماء نے منع تو کیا کرنا تھا بلکہ عوام کی ان غلطیوں میں ان کے ساتھ شریک ہوتے ہیں بلکہ بعض تو اس حد تک گر جاتے ہیں اور گھٹیا پن کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ ان کاموں کے جواز کے لئے قرآن کی آیات و احادیث رسول ﷺ تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح یہ حکومتوں کے غلط صحیح تمام فیصلوں کو ایک فرمانبردار غلام کی طرح شریعت سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ وہ طاغوتی حکومت کے اقدامات یا سیاستدانوں کے بیانات یا ان کی بدعملیوں سے عوام کو آگاہ کرنے یا ان میں نفرت پیدا کرنے کی بجائے حکومتی پالیسیوں کے گن گاتے نظر آتے ہیں اور معاشرے کا عام فرد یہ سمجھنے لگتا ہے کہ جب ہمارے بزرگوں اور علماء کو اس سے کوئی تکلیف نہیں ہے تو یہ بات پھر نیکی ہی ہوگی یا کم از کم برائی نہیں ہے۔

اور دوسری بڑی بات یہ ہے کہ یہ نافرمانیاں عام ہوتے ہوتے معاشرے کا ایک حصہ اور زندگیوں کا جزو بن جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ انہیں ضرورت کا نام دے دیا جاتا ہے۔ سڑکوں پر نکل کر مرد اور خواتین اس ضرورت کو حاصل کرنے کے لئے اجتماعات کرتے ہیں۔ مطالبات پیش کرتے ہیں اور جمہوری حکومتیں اکثریت کے ان مطالبات کو تسلیم کرتی ہیں۔ بل پیش ہوتے ہیں۔ قوانین بنتے ہیں اور نافذ کر دیئے جاتے ہیں پھر سود کو نفع کا نام دے کر حلال کر لیا جاتا ہے۔ زنا اور اغلام بازی کے پرمٹ جاری کیے جاتے ہیں بلکہ اس ماحول کی پرورش کے لئے تفریح گاہیں ''کلب' فائیو سٹار ہوٹل' بازار حسن'' تعمیر کیے جاتے ہیں۔ شراب مشروب کے نام پر استعمال کی جاتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم شروع ہو جاتی ہے۔ پردے کو گھٹن کہہ کر اتار دیا جاتا ہے اور اس کی انتہا برہنگی کی حدود کو چھو لیتی ہے۔ موسیقی روح کی غذا قرار دی جاتی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے سکولز اور کالجز میں ڈانس کے مقابلہ جات منعقد ہوتے ہیں اور انسانیت عبادت کے وسیع و عریض مفہوم سے نکل کر جنسی آوارگی' بدمعاشی اور اقتدار کی تنگ نائیوں میں گم ہو کر رہ جاتی ہے اور آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس سارے ماحول سے دیندار متاثر نہ ہوں گے۔؟

پورے معاشرے میں غلاظت پھیلی ہوئی ہو تو اس سے وہ شخص بھی ہرگز محفوظ نہیں رہ سکتا جو ہر روز غسل کرتا ہو اور اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھتا ہو۔ لہٰذا دین پر ذاتی حد تک عمل کر لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ یہ دین کا بہت بڑا حصہ ہے کہ آدمی اس دین کو پھیلائے۔ نیکیوں کا وجود تسلیم کرائے اور برائیوں کو مار بھگائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا مُنْكَرًا وَلَمْ يُغَيِّرُوهُ يُوشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللَّهُ بِعِقَابِهِ

''لوگ برائی کو دیکھ کر اسے ختم کرنے کی کوشش نہ کریں تو ہو سکتا ہے کہ اللہ ان پر عام عذاب نازل کر دے۔'' (جو برائی کرنے والوں اور اس سے منع نہ کرنے والوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے) (ابن ماجہ)

درس قرآن

قسط نمبر 42

سورۃ الانعام کی تشریح وتفسیر

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

اللہ کی نعمتوں سے اللہ کا حق ادا کرو اور حلال جانوروں کو حرام نہ ٹھہراؤ

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا
وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿141﴾ وَمِنَ
الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَّفَرْشًا كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿142﴾ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ
مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ نَبِّئُونِي
بِعِلْمٍ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿143﴾ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ
عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَذَا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ
النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿144﴾ (الانعام)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ جو چھتریوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو چھتریوں پر نہیں چڑھائے جاتے۔ اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے' ان کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو اور حد سے مت گزرو یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ اور مواشی میں اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے (پیدا کئے) جو کچھ اللہ نے تم کو دیا ہے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو بلاشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ (پیدا کئے) آٹھ نر مادہ یعنی بھیڑ میں دو قسم اور بکری میں دو قسم' آپ کہئے کہ کیا اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو؟ یا اس کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں؟ تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتاؤ اگر سچے ہو۔ اور اونٹ میں دو قسم اور گائے میں دو قسم آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو؟ یا اس کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں؟ کیا تم حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کا حکم دیا؟ تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل جھوٹی تہمت لگائے' تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راستہ نہیں دکھلاتا۔

مفردات:

۱۔ أَنشَأَ کا مادہ (ن۔ش۔ء) ہے أَنشَأَ يُنشِئُ إِنشَاءً (باب افعال) سے ہے اور إِنشَاءً کے معنی پیدا کرنے کے ہیں۔

۲۔ مَعْرُوشَاتٍ کا مادہ (ع۔ر۔ش) ہے جس کے معنی بلند کرنے کے ہیں۔ اس کا باب عرش یعرش (ضرب یضرب) ہے معروشات جمع مؤنث اسم مفعول ہے۔ معروشات کا معنی چھتوں اور منڈیروں وغیرہ پر چڑھائی ہوئی بیلیں ہے۔

۳۔ وَصَّكُمُ اللّٰهُ اس کا مادہ (و۔ص۔ی) ہے وَصَّى يُوَصِّي تَوْصِيَةً (باب تفعیل) کا معنی حکم کرنا ہے وصکم اللہ کا معنی ہے۔ اللہ نے تمہیں حکم دیا۔

تفسیر:۔

گزشتہ آیات میں مشرکین اور اللہ پر افتراء (جھوٹ) باندھنے والوں کا ذکر کیا گیا جنہوں نے اپنی فاسد آراء اور غلط عقائد کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں' کھیتیوں اور حلال جانوروں کو تقسیم کردیا۔ ان میں سے بعض کو حلال جانا اور بعض کو حرام۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ تمام اشیاء باغات' کھیتیوں اور جانوروں وغیرہ کا اللہ خالق ومالک ہے اور جب ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے تو ان میں تصرف واختیار کا حق بھی اسی کا ہے جس چیز کو چاہے اپنے بندوں کے لئے حلال کرے اور جس کو چاہے اپنے بندوں کے لئے حرام کردے مخلوق کا کام اس کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری کرنا ہے۔ ان کو حرام اور حلال کرنے کا کوئی اختیار نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ وہ ذات ہے جس نے مختلف قسم کے باغات پیدا کئے جن میں سے بعض چھتوں اور منڈیروں پر چڑھائی جانے والی انگوروں اور بعض ترکاریوں وغیرہ کی بیلیں ہیں اور بعض اوپر چڑھانے کی بجائے زمین پر پھیلنے والی خربوزہ اور تربوز وغیرہ کی بیلیں ہیں اور تنے دار درخت پیدا کئے جو بیل کی شکل میں نہیں ہوتے اور کھجور کے درخت اور مختلف ذائقے والی کھیتیاں پیدا کیں اور زیتون' انار پیدا کئے جو بعض اوصاف میں باہم ملتے جلتے ہیں اور بعض میں نہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ ان کے پتے ایک دوسرے سے ملتے ہیں پھل نہیں ملتے یا ان کی شکلیں آپس میں ملتی ہیں اور ذائقے ومزے باہم مختلف ہیں حالانکہ زمین اور پانی ایک ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ (الرعد۔۴)

ترجمہ: سب ایک ہی پانی پلائے جاتے ہیں پھر بھی ہم بعض کو بعض پر ذائقے میں برتری دیتے ہیں۔

ان سب چیزوں کا خالق صرف اللہ ہے اس لئے مشرکین کا اللہ کی مخلوق اور پیداوار میں اپنے معبودان باطلہ کا حصہ مقرر ومتعین کرنا یا ان میں سے کسی کو حلال یا حرام جاننا ظلم وزیادتی اور ناانصافی ہے کیونکہ اپنی مخلوق میں ہر قسم کے تصرف واختیار کا حق حلال وحرام کرنا وغیرہ صرف اور صرف خالق اور مالک حقیقی کو ہے نہ کہ عاجز وبے بس اور مجبور ومقہور مخلوق کا۔

قرآن میں اللہ کی نعمتوں: پھلوں میں سے کھجور وانار کا کثرت سے خصوصی تذکرہ اس لئے ہے کہ ان کے فوائد بکثرت ہیں اور یہ پھل ہونے کے ساتھ ساتھ بھرپور غذا بھی ہیں اور قرآن کے اولین مخاطب عرب ان سے بہت اچھی طرح مانوس تھے۔

اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جب پھل توڑا جائے اور کھیتی کاٹی جائے تو ان کو کھانے اور فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ اس کا حق: نفلی صدقہ یا عشر ادا کیا کرو جو بارانی زمین میں دسواں حصہ (دس من پیداوار میں ایک من) اور نہری زمین یا کنویں اور ٹیوب ویل سے سیراب ہونے والی زمین میں بیسواں حصہ (بیس من پیداوار میں ایک من) ہے۔ زرعی پیداوار میں سال گزرنے کی شرط نہیں بلکہ زمین سے پھل وکھیتی وغیرہ آتے ہی اس میں سے عشر ادا کردیا جائے۔

اس کے بعد سال گزرنے پر دوبارہ اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ صدقہ وخیرات میں حد سے تجاوز نہ کرو کہیں بعد میں تم خود محتاج ہو جاؤ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ افضل صدقہ وہ ہے کہ جس کے بعد انسان خود محتاج نہ ہو جائے۔ (مسلم: کتاب الزکوۃ۔ باب افضل الصدقۃ عن ظہر غنی)

اسی طرح حکام' صدقات وزکوۃ کی وصولی میں حد سے تجاوز نہ کریں۔ اسی طرح گناہ میں خرچ کرنا اور زیادہ کھانا بھی اسراف اور حد سے تجاوز کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (الاعراف:۳۱)

خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو بے شک اللہ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

کیونکہ زیادہ کھانا عقل اور جسم دونوں کے لئے نقصان دہ ہے آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے اس لئے صدقہ وخیرات اور کھانے پینے اور دوسرے امور میں اعتدال اختیار کرنی چاہئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سواری کرنے اور بوجھ اٹھانے کے لئے جانور (اونٹ' بیل گھوڑا' خچر' گدھا) اور دودھ وگوشت' مفروشات اور دوسرے منافع (کھالوں اور بالوں سے) والے جانور (بکری' بھیڑ وغیرہ) پیدا کئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے چوپائے جانور (بھی) پیدا کردیئے' جن کے یہ مالک ہوگئے ہیں۔ اور ان مویشیوں کو ہم نے ان کا تابع فرمان بنادیا ہے جن میں سے بعض تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کا وہ گوشت کھاتے ہیں۔ انہیں ان سے اور بھی بہت فائدے ہیں۔ کیا پھر (بھی) یہ شکر ادا نہیں کریں گے؟ (یٰسین ۷۱۔۷۳)

اور فرمایا:

ترجمہ = تمہارے لئے تو چوپایوں میں بھی بڑی عبرت ہے کہ ہم تمہیں اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسی میں سے گوبر اور لہو کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے سہتا پچتا ہے۔ (النحل۔۶۶)

اور فرمایا:

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں میں سکونت کی جگہ بنادی ہے اور اسی نے تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں کے گھر بنادیئے ہیں' جنہیں تم ہلکا پھلکا پاتے ہو' اپنے کوچ کے دن اور اپنے ٹھہرنے کے دن بھی' اور ان کی اون اور روؤں اور بالوں سے بھی اس نے بہت سے سامان اور ایک وقت مقررہ تک کیلئے فائدہ کی چیزیں بنائیں۔ (النحل۔۸۰)

اور فرمایا۔

ترجمہ: تمہارے لئے چوپایوں میں بھی بڑی بھاری عبرت ہے۔ ان کے پیٹوں میں سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور بھی بہت سے نفع تمہارے لئے ان میں ہیں ان میں سے بعض بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ (۲۱) اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو۔ (المومنون ۲۱۔۲۲)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے پھل اور غلہ جات اور حلال جانور تمہارے لئے پیدا کئے پس اللہ کا رزق کھاؤ اور شیطان کی اطاعت واتباع نہ کرو جیسا کہ جانوروں کی حلت وحرمت اور کھانے اور نہ کھانے میں مشرکین مکہ نے شیطان کی اطاعت واتباع کی' پس تم شیطان سے دور رہو۔ کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اس کی دشمنی کوئی ڈھکی چھپی نہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان حلال جانوروں کی تفصیل بیان فرمائی۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کے طور پر حلال فرمایا وہ آٹھ ہیں جو باہم ایک دوسرے کا جوڑا (نر۔ مادہ) ہیں بھیڑ کے دو اور دو بکری کے اور اونٹ کے دو اور دو گائے کے۔

اس تفصیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے خود ساختہ اور غیر معقول عقیدہ باطلہ کا رد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے رسول ﷺ ان سے پوچھ کہ کیا ان جانوروں میں مذکر حرام ہیں یا مونث یا مؤنث کے پیٹ میں ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ اگر مذکر حرام ہیں تو پھر اس جنس کی مؤنث بھی حرام ہونی چاہئے اور اگر مونث حرام ہیں تو پھر اس جنس سے مذکر بھی حرام ہونا چاہئے۔ اسی طرح جو جانور خود حلال ہے تو اس کے پیٹ سے نکلا ہوا بچہ بھی سب کے لئے حلال ہونا چاہئے یا حرام۔

یہ تو کوئی بات نہیں کہ جانوروں کی بعض جنس کے مذکر حلال ہوں اور مؤنث حرام۔ اور جانوروں میں بعض جنس کے مؤنث حلال ہوں اور مذکر حرام۔

اسی طرح اس مؤنث کے پیٹ سے نکلا ہوا بچہ زندہ ہو تو

باقی صفحہ 44 پر ملاحظہ فرمائیں

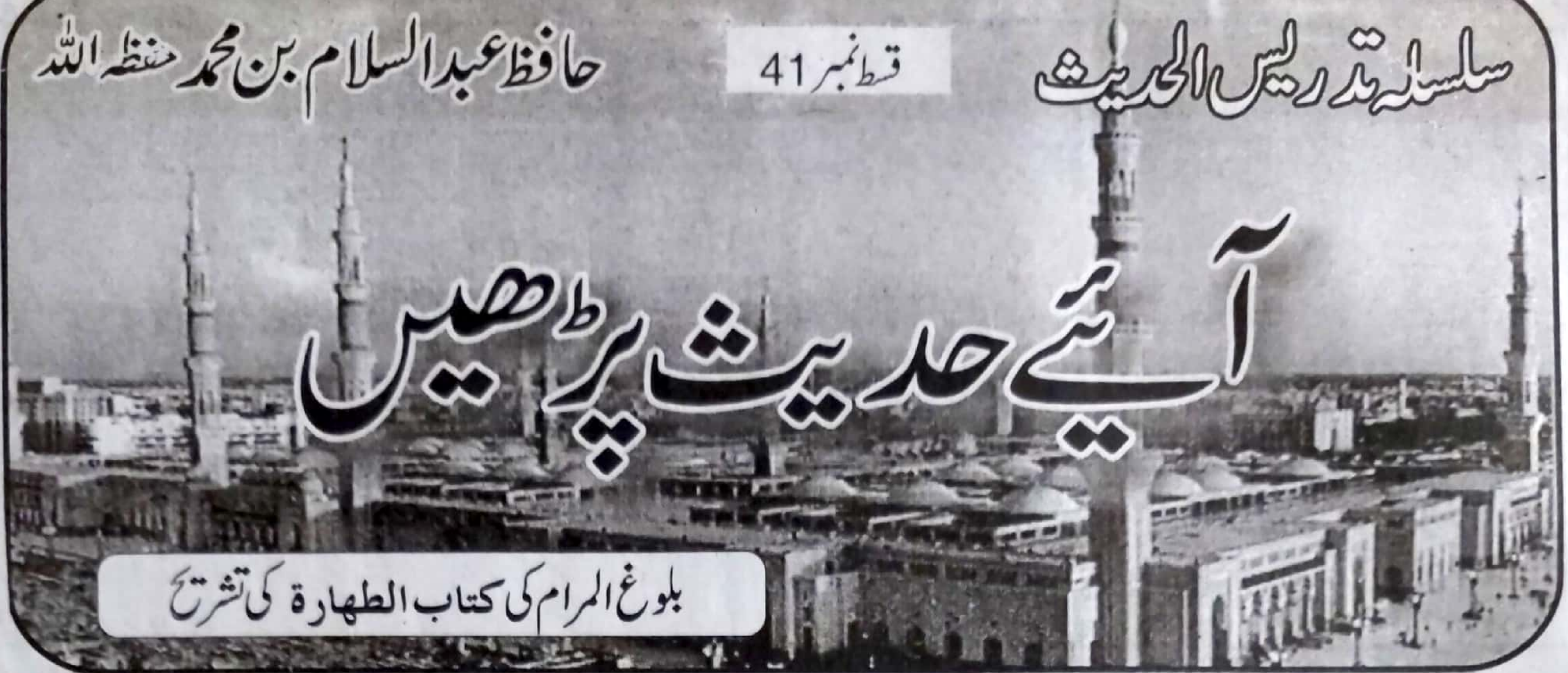

ٹڈی، مچھلی، تلی اور کلیجی کا حکم

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالطِّحَالُ وَالْكَبِدُ اخرجه ابوداؤد وابن ماجه وفيه ضعف

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کردیئے گئے ہیں۔ وہ دو مردار ٹڈی اور مچھلی ہیں اور دو خون تلی اور جگر (کلیجی) ہیں۔ اسے احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور اس میں کچھ کمزوری ہے۔

تخریج: (صحیح موقوف) مسند احمد بن حنبل (۲/۹۷) سنن ابن ماجہ ۲/۲۳۲ کتاب الاطعمہ رقم الحدیث ۲۶۷۹

اس کچھ کمزوری کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند اس طرح ہے عن عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم عن ابیہ عن ابن عمر مرفوعا

احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس "عبدالرحمٰن" کو ضعیف کہا ہے اور اس کی اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے (عقیلی) مگر زید بن اسلم سے عبدالرحمٰن کے علاوہ ان کے دو بھائیوں اسامہ بن زید اور عبداللہ بن زید نے یہ روایت مرفوعاً بیان کی ہے۔ یہ دونوں بھی ضعیف ہیں۔ مگر متابعت کی وجہ سے ضعف کچھ کم ہو گیا ہے۔ البتہ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول صحیح سند سے ثابت ہے۔ بیہقی نے ابن وہب کے طریق سے اس کی سند یوں بیان کی ہے: حدثنا سلیمان بن بلال عن زید بن اسلم عن عبداللہ بن عمر انه قال احلت لنا میتتان ودمان بیہقی نے فرمایا' یہ سند صحیح ہے اور یہ مسند (مرفوع) کے معنی میں ہے۔ (السنن الکبری للبیہقی ۱/۲۵۴)

مطلب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہونے کے باوجود معنی کے لحاظ سے یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہی ہے کیونکہ صحابی کا یہ کہنا کہ ہمارے لئے فلاں چیز حلال کی گئی یا حرام کی گئی" اسی طرح ہے کہ وہ کہے کہ ہمیں فلاں چیز کا حکم دیا گیا ہے یا فلاں چیز سے منع کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ موقوف ہونے کے باوجود حکم کے لحاظ سے مرفوع ہے اور صحیح ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ (۱۱۱۸) دار قطنی نے بھی علل میں موقوف کو صحیح قرار دیا ہے

سبل السلام میں ہے کہ ابوزرعہ اور ابوحاتم نے بھی موقوف کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور دیکھئے تحفۃ الاشراف (۵/۳۵۰)

مفردات:

الجراد' ٹڈی اسم جنس ہے۔ واحد کے لئے اس کے آخر میں گول تاء بڑھا کر جَرَادَۃٌ کہتے ہیں جو مذکر و مؤنث سب کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ جرادۃ جراد کی مؤنث ہے جس طرح تَمْرٌ اسم جنس ہے اور ایک کھجور کے لئے تَمْرَۃٌ کہا جاتا ہے۔

فوائد: ا۔ مردار ہونے کے باوجود ٹڈی اور مچھلی حلال ہے اور خون ہونے کے باوجود کلیجی اور تلی حلال ہے۔

۲۔ بعض لوگ جو ضعیف احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ اور صحیح احادیث کے مقابلے میں ضعیف احادیث پر عمل کرتے ہیں' اس حدیث کو ضعیف پر عمل کے لئے بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ دیکھئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فیہ ضعف" کہا ہے اس کے باوجود اس پر تمام امت کا عمل ہے۔

حالانکہ اس سے ضعیف حدیث پر عمل ثابت نہیں ہوتا کیونکہ "فیہ ضعف" کا معنی یہ نہیں کہ یہ ضعیف ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس میں کچھ ضعف ہے اور یہ حدیث حقیقت میں ضعیف بھی نہیں ہے بلکہ صحیح ہے۔ جیسا کہ اس کی تخریج میں ذکر ہو چکا ہے۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں بھی ان اشیاء کا حلال ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں خون کی حرمت کے لئے مسفوح "بہتا ہوا" ہونے کی شرط لگائی ہے جس سے جگر اور تلی کا حلال ہونا خود بخود ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہ دم مسفوح یعنی بہتا ہوا خون نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: احل لکم صید البحر وطعامه (المائدہ/۹۶)

تمہارے لئے سمندر کا صید اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے۔ صید سے مراد وہ شکار ہے جو آدمی زندہ حالت میں پکڑے اور طعام سے مراد وہ ہے جو خود بخود سمندر میں مر جائے۔ (صحیح البخاری کتاب الصید والذبائح) اور ٹڈی میں دم مسفوح ہوتا ہی نہیں۔

مکھی گر جائے تو کیا کریں

۱۲/۱۲ وعن ابي هُرَيْرَةَ رَضِي اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ فَإِنَّ فِي إِحْدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً فِي الآخَرِ شِفَاءً

اخرجه البخاری وابوداؤد وزاد وَإِنَّهُ يَتَّقِي بِجَنَاحِهِ الَّذِي فِيهِ الدَّاءُ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تم میں سے کسی شخص کے پینے کی چیز میں مکھی گر جائے تو وہ اسے ڈبو دے۔ پھر اسے نکال دے کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے۔ اسے بخاری اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس نے یہ لفظ زیادہ بیان کئے "اور وہ اپنے اس پر کے ساتھ بچاؤ کرتی ہے جس میں بیماری ہے۔"

تخریج: صحیح بخاری کتاب بدء الخلق رقم الحدیث ۳۱۴۲ مسند احمد ۲/۲۲۹) سنن ابی داؤد ۲/۲۲۸ کتاب الاطعمہ ۳۲۵۵ اور دیکھئے تحفۃ الاشراف (۱۰/۱۹۶) یہ حدیث صرف ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی نہیں بلکہ مسند احمد میں ابو سعید خدری اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے بھی آئی ہے۔ توضیح الاحکام

فوائد:۔ ۱۔ مکھی کو مارنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ ڈبونے سے وہ مر جائے گی خصوصاً جب وہ مشروب گرم ہو۔

۲۔ مکھی کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے نکال پھینکنے کا حکم دیا۔

۳۔ مکھی جب کسی مائع چیز میں مر جائے تو وہ پلید نہیں ہوتی اگر اس کے مرنے سے وہ چیز پلید ہو جاتی تو رسول اللہ ﷺ اسے ڈبونے کا حکم نہ دیتے۔ بلکہ زندہ نکالنے کی تاکید فرماتے۔

۴۔ مکھی کو ڈبو کر تھوڑی دیر کے بعد پھینکنا چاہئے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ثم لینزعہ "ثم" کا لفظ تھوڑی مہلت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

۵۔ مکھی جب پانی میں گرتی ہے تو آپ مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ اس کا ایک پر پانی سے اٹھا رہتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح بھڑ اور شہد کی مکھی کے ڈنک میں اللہ تعالیٰ نے زہر رکھا ہے اور وہ اس ڈنگ کے ذریعے اپنا دفاع کرتی اور اپنے آپ کو بچاتی ہیں اسی طرح مکھی کے پاس دفاع کے لئے وہ پر ہے جس میں بیماری ہے وہ اپنے بچاؤ کے لئے اس زہریلے "پر" کو پانی کی طرف بڑھا دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دوسرا پر ڈبو کر اس کا زہر بے اثر بنانے کی تلقین فرمائی۔

۶۔ اہل علم نے بھڑ' شہد کی مکھی اور مکڑے وغیرہ کا بھی یہی حکم بیان کیا ہے کہ وہ پلید نہیں ہیں کیونکہ ان میں بھی مکھی کی طرح بہتا ہوا خون نہیں ہوتا

زندہ جانور سے کاٹے ہوئے ٹکڑے کا حکم

۱۳/۱۳ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ الليثى رضي الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهو مَيتٌ (اخرجه ابوداؤد والترمذی وحسنه واللفظ له)

ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو چیز جانور سے اس حال میں کاٹی جائے کہ وہ زندہ ہو تو وہ مردار ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور ترمذی نے اسے حسن کہا اور یہ لفظ اسی کے ہیں۔

تخریج (سند حسن ہے اور شواہد کی بناء پر صحیح ہے) مسند احمد ۵/۲۱۸ سنن ابی داؤد ۳/۵۵۲ کتاب الصید رقم الحدیث ۲۴۸۵ جامع الترمذی ۲/۸۴ ابواب الصید حدیث ۱۱۹۷ حاکم نے مستدرک ۴/۲۶۷ کتاب الذبائح میں اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ (صحیح ابی داؤد رقم الحدیث ۲۴۸۵) اور دیکھئے تحفۃ الاشراف ۱۱/۱۱

صحابی کا تذکرہ

ابو واقد کا نام حارث بن عوف ہے۔ بنو عامر بن لیث کی طرف منسوب ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ اہل مدینہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق بدری ہیں۔ مکہ میں رہائش اختیار کر لی تھی اور وہیں پر ۶۵ یا ۶۸ ہجری میں ستاون برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ (اتحاف الکرام/۱۵)

مکمل حدیث: یہ حدیث مختلف سندوں کے ساتھ چار صحابہ کرام سے آئی ہے' ابو سعید خدری' ابو واقد ابن عمر اور تمیم الداری رضی اللہ عنہم' احمد اور حاکم نے ابو واقد' رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں کچھ لوگ دنبوں کی چکیاں اور اونٹوں کی کوہانیں کاٹ لیا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ جو چیز جانور سے اس حال میں کاٹی جائے کہ وہ زندہ ہو تو وہ مردار ہے۔

مفردات: البهيمة۔ جو بول نہ سکتا ہو کیونکہ اس کی آواز میں ابہام ہوتا ہے۔ بات سمجھ نہیں آتی۔ لیکن عرف میں درندوں اور پرندوں کے علاوہ جانوروں کے لئے خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ۔ (المائدۃ/۱)

مفردات۔ راغب

فائدہ: اس حکم سے ہرن کا نافہ مستثنیٰ ہے۔ ہرن کی ایک خاص قسم کی ناف میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کستوری پیدا ہوتی ہے۔ اسے ہرن کی زندہ ہونے کی حالت میں علیحدہ کر لیا جائے تو پاک ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے اس کا استعمال ثابت ہے اور اس کی طہارت پر امت کا اجماع ہے۔

تاریخ کے آئینے میں

آخری قسط نمبر 3

لشکر اسامہؓ کے گھڑ سوار دستوں نے رومیوں کو روند کر رکھ دیا

مولانا ابو یحییٰ زکریا زاہد

اُسامہ لشکر لئے ہوئے جرف میں پڑے رہے اور نبی ﷺ کی علالت دیکھ کر کوچ نہ کر سکے۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سیدنا اُسامہ رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کر کے مدینے آتے اور رسول اللہ ﷺ کی بیمار پرسی کر کے واپس چلے جاتے۔ آپ ﷺ نے بھی اس حالت میں اُسامہ کو کوچ کرنے کا حکم نہ دیا اور لشکر سمیت ان کے جرف میں مقیم رہنے کو جائز رکھا۔ اللہ کا فیصلہ بھی یہی لگتا تھا کہ پوری کائنات کے سردار اور دنیا جہاں کے تمام زمانوں میں سب سے اعلیٰ اور سب سے بڑے عبقری جرنیل محمد ﷺ کے ہاتھوں تیار کردہ اور آپ ﷺ کے حکم سے ایک نوجوان جرنیل کی قیادت میں لڑنے والی اپنے دور کی جری اور بے مثل بہادر سپاہ کے سپہ سالار اعلیٰ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی مہم کا آغاز خیر القرون ولام امت محمدیہ کے سب سے افضل و اکرم اور اعظم و اعلیٰ فرد خلیفہ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ کے ہاتھوں ہو۔ تاکہ باطل نظاموں اور طاغوتی قوتوں کی بیخ کنی کے لئے عہد نبوی میں کیا ہوا آغاز اور کھلا ہوا دروازہ کھلا ہی رہے۔ ویکون الدین کلہ للہ...... حتی کہ ہر جانب اللہ کا دین غالب آجائے۔

پوری کائنات میں سے اعلی ترین جمال خلق و کمال خلق سے متصف، بنو قریش کا بدر منیر، تابناک چہرے، خوبصورت ساخت، جمالِ جہاں تاب کے ساتھ ڈھلے ہوئے پیکر والا، سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ اپنے رفیق اعلیٰ رب العالمین کے پاس (اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لشکر جرار کی روانگی سے ٹھیک 15 دن بعد 12 ربیع الاول 11ھ بروز سوموار) جا پہنچے ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

اس حادثہ دلفگار کی خبر چہار جانب فوراً پھیل گئی۔ اہل مدینہ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اطراف واکناف اھل ایمان کے لئے تاریک ہوگئے۔ عمر کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ ضرور پلٹ کر آئیں گے اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیں گے جو کہہ رہے ہیں کہ آپ کی موت واقع ہو چکی ہے۔'' (سیرت ابن ہشام 655/2) فرط غم سے کسی کی بات سننے کیلئے تیار ہی نہیں۔ اتنی دیر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ پہنچتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے رخ انور کو بوسہ دینے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں: ''عمر! بیٹھ جاؤ۔'' مگر انہوں نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص محمد (ﷺ) کو پوجا کرتا تھا وہ جان لے کہ ان کی موت واقع ہو چکی ہے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو یقیناً اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ وہ کبھی نہیں مرے گا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سارے پیغمبر گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ (محمد ﷺ)

> **ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وفاتِ نبی ﷺ پر موقف سننا تھا کہ میں انتہائی متحیر اور دہشت زدہ ہوگیا اور میں زمین پر گر پڑا کیونکہ میں نے جان لیا کہ واقعی نبی ﷺ وفات پا چکے ہیں۔**
>
> **عمر فاروق رضی اللہ عنہ**

مر جائیں یعنی ان کی موت واقع ہو جائے یا وہ قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم لوگ اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ (یعنی دین اسلام چھوڑ دو گے؟) اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پھر گیا تو یاد رکھے کہ وہ اللہ تعالی کا کچھ نقصان نہ کر سکے گا۔ عنقریب اللہ تعالی شکر کرنے والوں کو اجر عطا کرے گا۔'' (سورہ آل عمران نمبر 144)

صحابہ کرام کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطاب سن کر یقین آ گیا کہ رسول اللہ ﷺ واقعی رحلت فرما چکے ہیں۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: واللہ! میں نے جونہی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا انتہائی متحیر اور دہشت زدہ ہو کر رہ گیا۔ حتی کہ میرے پاؤں مجھے اٹھا ہی نہیں رہے تھے۔ میں زمین پر گر پڑا کیونکہ میں جان گیا کہ واقعی نبی ﷺ کی موت واقع ہو چکی ہے۔'' (صحیح البخاری 640/2)

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بھی جرف سے مدینہ منورہ پہنچ چکے تھے۔ آپ ان سات صحابہ کرام میں شامل تھے کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے غسل و تکفین میں حصہ لیا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کا حال سن کر مسجد نبوی میں لوگ جمع ہو گئے تھے اور ان میں تقریباً سب ہی مہاجرین تھے۔ کیونکہ ان کے مکانات مسجد کے قریب تھے۔ یہاں انصار بہت کم تھے۔ دوسری طرف بازار کے متصل سقیفہ بنی ساعدہ میں مسلمانوں کا اجتماع تھا اور اس مجمع میں تقریباً سب انصاری تھے۔ کوئی ایک دو مہاجرین بھی اتفاقاً موجود تھے۔ اسلام کی ابتدا اور اس کی نشوونما' مخالفین کی کوششیں' جنگ و پیکار کے ہنگامے' شرک کا مغلوب و معدوم ہونا اور اسلامی قانون اور آئین کے سامنے سب کا گردنیں جھکا دینا یہ سب کچھ ان لوگوں کے پیش نظر تھا اور وہ جانتے تھے کہ یہ نظام اب وفات نبوی کے بعد دنیا میں تب ہی بحسن وخوبی قائم رہ سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا جانشین فوراً منتخب کر لیا جائے۔ چنانچہ سقیفہ بن ساعدہ میں انصار کے جمع ہونے اور اس موضوع پر مہاجرین کی مشاورت کے بغیر کسی امیر یا خلیفہ کے انتخاب پر ان کی گفتگو اور بحث سے متعلق جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی تو وہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے بتلانے پر' عمر فاروق اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کے ہمراہ فوراً یہاں انصار کے پاس پہنچے۔ اگر اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ذرا بھی تامل فرماتے تو نہ جانے کیسے کیسے خطرات رونما ہو جاتے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اسلام پر یہ سب سے زیادہ نازک وقت تھا۔ عین ممکن تھا کہ مہاجرین و انصار کی اخوت پارہ پارہ ہو جاتی مگر اللہ رب العالمین اپنے دین کا خود محافظ و ناصر ہے اس نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہمت و استقامت عطا فرمائی۔ ہر خطرہ اور اندیشہ ان کی قوت بصیرت کے سامنے فوز و اصلاح میں تبدیل ہو گیا۔ انصار کو مخاطب

کر کے انہیں وعظ ونصیحت کی اور کہا کہ امراء مہاجرین میں سے ہو گے اور انصار ان کے وزراء۔ اس بات سے وہاں کچھ دیر کے لئے اختلاف کی فضا بھی قائم ہوئی مگر سیدنا بشیر بن النعمان بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہ کے اس بات کی تائید کرنے سے کہ خلیفہ قریش سے ہی ہونا چاہئے اور یہی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے' فضا خوشگوار ہوگئی۔ بعض دوسرے انصار صحابہ نے بھی سیدنا بشیر کی تائید کردی اور

(تہذیب سیرۃ ابن ہشام۔ لعبد السلام ہارون ص 348)

اس روز 33 ہزار صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ خلافت والا معاملہ تو بخیر وخوبی انجام پا گیا۔ مگر یمن ویمامہ جیسے دور دراز کے علاقوں میں ارتداد کا فتنہ سر اٹھانے لگا تھا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے استفسار پر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث

''اللہ کی قسم! آپ سواری سے اتریں گے نہ میں سوار ہوں گا''

میرا کیا نقصان ہے اگر میں اپنے قدموں کو اللہ کی راہ میں کچھ دیر کے لئے غبار آلود کرلوں۔ گھوڑے پہ بیٹھے ہوئے اسامہ کو خلیفہ رسول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جواب

خلافت کے متعلق انصار ومہاجرین کا نزاع یکا یک دور ہوگیا۔ سیدنا عمر اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما نے فضا کو سازگار دیکھ کر پہلے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے دونوں بزرگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ ان کے بعد انصار میں سے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے آغاز کیا اور پھر چاروں طرف سے لوگ بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ یہ خبر سقیفہ سے باہر پہنچی تو لوگ سنتے ہی کیا انصار کیا مہاجرین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے دوڑے چلے آئے اور یوں آپ متفقہ طور پر بلا اختلاف امت اسلامیہ کے پہلے خلیفہ مقرر ہوگئے۔

بیعت سقیفہ سے واپس آ کر اگلے روز نبی ﷺ کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہوکر آپ نے مسجد نبوی میں بیٹھ کر بیعت عامہ کی اور اللہ رب العالمین کی حمد وثناء کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا: لوگو! مجھے تمہارے اوپر والی مقرر کیا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ پس اگر میں نیک کام کروں تو میری مدد کرنا۔ اور اگر میں کوئی غلط راہ اختیار کروں تو مجھے سیدھی راہ پر قائم رکھنا۔ سچائی اور راست بازی امانت ہے جبکہ دروغ گوئی خیانت۔ تم میں سے کمزور میرے نزدیک طاقتور ہے حتی کہ میں اس کا حق اسے دلوادوں۔ اور تم میں سے جو قوی ہیں وہ میرے نزدیک ضعیف ہیں جب تک کہ میں ان سے حق نہ لے لوں۔ (ان شاء اللہ)

جب بھی کسی مسلم قوم نے جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کیا اللہ تعالی نے ان پر ذلت کو مسلط کردیا اور کسی قوم میں بے حیائی (عریانی وفحاشی) نہیں پھیلی کہ اللہ تعالی نے اپنا عذاب ان پر مسلط کردیا جب تک میں اللہ تعالی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں میری بات مانتے رہنا اور جب (جس بات میں بھی) میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت ضروری نہیں ہے۔''

بیان کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں سویا ہوا تھا کہ اپنے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن دیکھے۔ مجھے انہیں دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔ پھر خواب ہی میں مجھ پر وحی کی گئی کہ میں ان کنگنوں پر پھونک ماردوں۔ چنانچہ میں نے ان میں پھونکا تو وہ اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر دو جھوٹے مدعیان نبوت سے لی جو میرے بعد نکلیں گے۔ ان میں سے ایک اسود عنسی (یمن والا) تھا اور دوسرا مسیلمہ کذاب (یمامہ والا) (صحیح بخاری' کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ حدیث 4374)

اسود صنعاء (یمن کے دارالحکومت) میں ظاہر ہوا تھا اور نبوت کا دعوی کر کے رسول اللہ ﷺ کے عامل مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ پر غالب آ گیا تھا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نبی ﷺ کی طرف سے

اگر میں غلط راہ اختیار کروں تو مجھے سیدھا کردو۔ سچائی امانت اور جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں سے کمزور میرے نزدیک طاقتور اور طاقتور کمزور ہے جب تک کہ میں اس سے حق نہ لے لوں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

باذان وہاں کا عامل تھا۔ اسود عنسی نے اس کی بیوی مرزبانہ سے نکاح کرلیا اور یمن کا حاکم بن بیٹھا آخر کار فیروز رضی اللہ عنہ ایک رات نقب لگا کر اس کے گھر میں گھس گئے۔ دروازے پر ہزار آدمیوں کا پہرہ تھا اس لئے انہیں نقب لگانا پڑی۔ آخر فیروز رضی اللہ عنہ نے اس کا سر کاٹ لیا

اور باذان کی عورت کو مال واسباب سمیت نکال لائے۔ اسود کے قتل کی خبر بذریعہ وحی رسول اللہ ﷺ کو وفات سے ایک دن پہلے ہوگئی تھی جو آپ نے اپنے صحابہ کو سنادی تھی۔ بعد میں کچھ آدمیوں کے ذریعے یہ خبر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پہنچی۔

البتہ دوسرے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب بن حارث کا انتہائی خطرناک معاملہ ابھی باقی تھا۔ یہ شخص عربوں کے انتہائی طاقتور قبیلے بنوحنیفہ سے تعلق رکھتا تھا کہ جن کا ستر آدمیوں پر مشتمل ایک وفد 9 ہجری میں نبی ﷺ کے پاس آیا تھا۔ اس وفد میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا۔ باقی سب لوگ مسلمان ہو گئے مگر اس نے تکبر اور امارت کی ہوس کا اظہار کیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے انداز گفتگو سے جان گئے کہ اس کے اندر شر ہے۔ آپ ﷺ اپنے خطیب ثابت بن شماس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جب اس کے پاس تشریف لے گئے تو ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ اس نے کہا: ''اگر آپ چاہیں تو حکومت کے معاملے میں ہم آپ کو آزاد چھوڑ دیں مگر اپنے بعد اسے ہمارے لئے طے فرمادیں۔'' آپ نے کھجور کی شاخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم مجھ سے یہ ٹکڑا چاہو گے تو تمہیں یہ بھی نہ دوں گا اور تم اپنے بارے میں اللہ کے مقرر کئے ہوئے فیصلے سے آگے نہیں جاسکتے۔ اگر تم نے پیٹھ پھیری تو اللہ تعالی تمہیں توڑ کر رکھ دے گا۔ اللہ کی قسم! میں تجھے وہی شخص سمجھتا ہوں جس کے بارے میں مجھے وہ خواب دکھلایا گیا ہے۔ یہ ثابت بن شماس رضی اللہ عنہ تمہیں میری طرف سے جواب دیں گے۔'' اس کے بعد آپ واپس تشریف لے آئے۔

بالآخر وہی ہوا جس کا اندازہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی فراست سے کرلیا تھا۔ مسیلمہ کذاب نے واپس جا کر دعویٰ کیا کہ اسے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کار نبوت میں شریک کرلیا گیا ہے۔ چنانچہ اس نے (ہمارے دور کے پنجابی مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح کہ جس کے پیروکار آج پاکستان پر قابض ہو چکے ہیں اور اس مملکت خداداد سے دین اسلام کو نکال کر باہر کرنے کا پورا منصوبہ بنا کر دن رات اس پر عمل پیرا ہیں) نبوت کا دعوی کیا اور سجع گھڑنے لگا اپنی قوم کے لئے اس نے زنا اور شراب حلال کردی۔ اس کی قوم فتنے میں پڑ کر اس کی پیروکار بن گئی اور اس کا معاملہ نہایت سنگین ہوگیا۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی۔ ترجمہ تشریح مولانا داؤد راز رحمہ اللہ اور الرحیق المختوم ص 607)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کا بوجھ سنبھالتے ہی کئی قسم کے فتنوں سے دوچار ہونا پڑا کہ جن میں سے ایک یہ جھوٹے مدعیان نبوت کا فتنہ تھا۔ نمبر دو مدینہ منورہ' مکہ مکرمہ اور طائف کے شہروں کو چھوڑ کر باقی تمام جزیرہ عرب میں فتنہ ارتداد کے شعلے پوری قوت واشتداد کے ساتھ بھڑک اٹھے تھے۔ ساتھ ہی یہ خبریں بھی مسلسل پہنچ رہی تھیں کہ مطلق العنان اور حکومت پسند قبائل مدینہ منورہ

پر حملوں کی تیاری کرنے لگے ہیں۔

ان مخدوش حالات میں کہ جب مسلمانوں کی حالت ان بکریوں کی طرح ہوگئی تھی جو سخت بارش والی رات میں جائے پناہ تلاش کرتی پھریں۔ اپنی عسکری قوت کو کسی تیسری چوتھی جانب مشغول کردینا بظاہر عقل کے خلاف نظر آتا تھا۔ اور پھر ہوا بھی ایسے۔ جب آپ نے منادی کروادی کہ نبی ﷺ کے تیار کردہ جند اسامہ میں سے ہر شخص جرف کی چھاؤنی میں پہنچ جائے اور لشکر اسامہ کو روانگی کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ تو صحابہ کرام ؓ نے اس پر سخت قسم کا اعتراض اٹھایا اور کہنے لگے کہ فی الوقت اس لشکر کی روانگی کو ملتوی کردیا جائے مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قوت ایمانی' ہمت و شجاعت اور استقامت و پامردی کا اندازہ تو کیجئے کہ آپ نے سب کو جواب دیا: اگر اس لشکر کی روانگی کے بعد مجھے کوئی درندہ مدینہ منورہ میں تنہا پاکر چیر پھاڑ دے تب بھی میں رسول اللہ ﷺ کے تیار کردہ ''لشکر اسامہ'' کو ملتوی نہ کروں گا۔'' چنانچہ صحابہ کرام نے آپ کی پوری پوری اطاعت کی اور وہ سب کے سب لوگ کہ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے جھنڈے تلے جمع کیا تھا جرف کی لشکر گاہ میں پہنچ گئے۔

خلیفہ الرسول بھی تشریف لے آئے اور پھر آپ نے اللہ کی حمد وثناء کے بعد لشکر سے یوں خطاب کیا: ''لوگو! بلاشبہ میں بھی تمہاری ہی طرح ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مجھے اس کام کا مکلف کر بیٹھو کہ جس کی طاقت نبی ﷺ تو رکھتے تھے مگر میں نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو ساری کائنات سے چن لیا تھا اور انہیں آفات سے بچالیا تھا تم لوگ صبح وشام موت کے ساتھ سفر کروگے۔ اس حالت میں عمل صالح کو لازم پکڑنا اور موت سے خبردار رہنا۔ بیشک اللہ تعالیٰ وہی اعمال

جب بھی کسی مسلم قوم نے جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کیا اللہ نے اس پر ذلت کو مسلط کر دیا اور کسی قوم میں بے حیائی نہیں پھیلی کہ اللہ نے اس پر عذاب نازل کر دیا۔ جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت ضروری نہیں (فرمان خلیفہ اول)

پسند کرتا ہے جو اس کی رضا کے لئے ہوں۔'' اس طرح کی نصیحت آمیز ایک لمبی گفتگو آپ نے لشکر سے فرمائی کہ جس سے فدائیان اسلام کی آنکھیں بہہ پڑیں اور ان کا تعلق اپنے رب سے مزید گہرا ہوگیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ گفتگو فرماکر واپس مدینہ آگئے۔

مدینہ منورہ کے گرد ونواح میں بہت تھوڑے افراد کو چھوڑ کر کہ جو ہتھیار بند ہوکر مدینہ منورہ اور اپنے قبائل کی حفاظت کے لئے پیچھے رہ گئے تھے باقی سب ''لشکر اسامہ'' میں شامل ہوگئے۔ جب تمام لشکر جمع ہوگیا تو سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو (کہ وہ بھی اس لشکر کے ایک سپاہی تھے) ابوبکر ؓ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ بڑے بزرگ صحابہ کرام اور سرداران عرب میرے ساتھ ہیں۔ آپ ان سب کو واپس بلالیں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں مشرکین حملہ کر کے رسول اللہ ﷺ کے اثاثہ اور آپ کو اور مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ سالار لشکر کا پیغام لے کر عمر فاروق جب لشکر گاہ سے روانہ ہونے لگے تو انصار نے کہا: ہمارا بھی ایک پیغام لیتے جائیے گا۔ وہ یہ ہے کہ اگر ابوبکر ؓ اسامہ ؓ کی بات

رومیوں کو مہینہ بھر کی جنگ میں ہزاروں لاشیں اٹھانا پڑیں وہ تو پکار اٹھے یہ مسلمان کیسی قوم ہے کہ اِدھر ان کے نبی فوت ہوئے اور اُدھر انہوں نے ہماری سرزمین پہ تباہی مچا رکھی ہے۔ ان کا یہ تبصرہ ''جارحیت بہترین دفاع'' کی اسلامی سٹریٹیجی کے اعلیٰ ہونے کا اعتراف ہے

کو رد کردیں اور ہمیں بہرصورت لشکر کے ساتھ چلنا ہی پڑے تو پھر ان سے کہئے گا کہ آپ لشکر کا امیر کسی ایسے شخص کو مقرر فرمائیں جو اسامہ سے عمر میں بڑا اور قریش سے ہو۔''

عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ دونوں پیغام لے کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اسامہ کا پیغام سن کر صدیق اکبر فرمانے لگے مجھے بھیڑیے اور کتے کیوں نہ چیر پھاڑ کھائیں میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو ہرگز نہیں بدلوں گا۔ (سب لوگوں کو اسامہ کے ساتھ چلنا ہوگا) عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد جب انصار کا پیغام خلیفہ الرسول کو سنایا تو آپ اچانک غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سخت لہجے میں مخاطب کر کے فرمایا۔ خطاب کے بیٹے! اللہ کرے تجھے تیری ماں گم پائے تو اسکول ہی نہ سکے۔ اسامہ کو رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کا امیر مقرر فرمایا تھا اور تم لوگ کہہ رہے ہو کہ میں اسے دستبردار کردوں؟'' عمر فاروق خلیفہ الرسول (رضی اللہ عنہما) کو غصے میں دیکھ کر فوراً واپس لشکر گاہ میں پلٹ آئے۔ لوگوں نے پوچھا: عمر! بتایئے کیا فیصلہ ہوا؟ سیدنا عمر رضی اللہ نے انہیں نہایت سختی سے جواب دیا: ''چلے جاؤ میرے سامنے سے' تمہاری مائیں تمہیں گم پائیں۔ مجھے تم نے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ محترم کے سامنے ہلکا کردیا۔''

ادھر خلیفہ رسول بھی مدینہ منورہ سے نکلے اور لشکر کو روانہ کرنے کے لئے جرف پہنچ گئے۔ لشکر گاہ میں پیدل چل پھر کر صحابہ کرام کی ذمہ داریاں لگائیں۔ ان کی یونٹیں اور دستے مقرر فرمائے۔ جب تمام لشکر کی ترتیب لگ گئی تو انہیں روانگی کا حکم فرمایا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آپ کی سواری ساتھ ساتھ لئے پھر رہے تھے مگر آپ اس پر سوار نہ ہوئے جبکہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اپنے گھوڑے پر سوار تھے۔ اسامہ کہنے لگے: اے خلیفہ الرسول رضی اللہ عنہ! واللہ آپ سوار ہوجایئے یا پھر مجھے بھی سواری سے اترنے کی اجازت مرحمت فرمائیے!'' تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! نہ آپ ہی سواری سے اتریں گے اور نہ میں سوار ہوں گا۔ میرا کیا نقصان ہوگا اگر میں اپنے قدموں کو اللہ کی راہ میں کچھ دیر کے لئے غبار آلود کرلوں (اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب مومن بندے کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوگئے انہیں جہنم کی آگ ہرگز نہ چھو سکے گی) غازی کے ہر قدم کے بدلے کہ جو اللہ کی راہ میں اٹھتا ہے سات سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں' سات سو درجات بلند کردیئے جاتے ہیں اور اس سے سات سو خطائیں مٹادی جاتی ہیں۔'' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو سن کر اور یہ طریق عمل دیکھ کر انصار کے دلوں کا انقباض دور ہوگیا اور خلیفۃ الرسول کو امیر لشکر سترہ سالہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ہمراہ پیدل چلتا دیکھ کر (جبکہ اسامہ رضی اللہ عنہ سوار تھے) سارا لشکر حیران رہ گیا۔ ان کے دلوں میں دونوں بزرگوں کی محبت امڈ آئی اور سب کے ہاں اطاعت وفرمانبرداری اور خلوص کے جذبات پیدا ہوگئے۔

تھوڑی دور جاکر آپ نے تمام لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور الوداعی خطاب کیا: لوگو! میں تمہیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ انہیں پلے باندھ لینا اور ان پر عمل ضرور کرنا۔

1۔ کسی چیز میں خیانت نہ کرنا۔

2۔ بدعہدی نہ کرنا اور نہ ہی دشمن کی لاشوں کا مثلہ کرنا۔

3۔ بچوں' بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔

4۔ کھجوروں کے سر کاٹنے شروع نہ کردینا اور نہ ہی انہیں جلانا۔

5۔ کسی بھی پھل آور درخت (اور فصل) کو نہ کاٹنا۔

6۔ کسی بھیڑ' بکری' گائے اور اونٹ کو ذبح نہ کرنا مگر صرف کھانے کے لئے۔

7۔ تم ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جن کے بعض لوگوں نے اپنے

باقی صفحہ 58 پر ملاحظہ فرمائیں

ابوالحسن مبشر احمد ربانی

نماز میں سورۂ فاتحہ کا حکم

س1: سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ والی حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی جب آپ ﷺ نے نماز ختم کی تو صحابہ سے پوچھا کہ تم میرے پیچھے کچھ پڑھتے ہو تو صحابہ نے فرمایا۔ ہاں یارسول اللہ ﷺ پڑھتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو کیا یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف۔ جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں پہلے بھی سوال بھیجا تھا لیکن آپ نے اس کا جواب تحریر نہیں کیا برائے مہربانی ضرور جواب دیں۔

2- کیا نماز میں مقتدی سورۃ فاتحہ نہیں پڑھ سکتا کیونکہ دو احادیث اسکے بارے میں ہیں کہ سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے مقتدی نہ پڑھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھے امام کی قراۃ کافی ہے چاہے اونچی آواز سے قراۃ کرے یا آہستہ (دار قطنی ج1 ص331) دوسری جگہ فرمان نبوی ہے۔ جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی (ابوداؤد' ج1 ص145) کیا یہ احادیث صحیح ہیں یا ضعیف۔

(زبیر اشفاق سرگودھا)

ج: سوال کا جواب تحریر کرنے سے پہلے ازراہ نصیحت عرض کرتا ہوں کہ خط لکھتے وقت یہ بات یاد رکھا کریں کہ خط کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کیا کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی تحریر کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوتا تھا اور قرآن حکیم سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ آمدم برسر مطلب۔

نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا ہر شخص پر لازم ہے خواہ امام ہو یا مقتدی۔ منفرد ہو یا مسبوق۔ ہر نمازی کو چاہئے کہ وہ سورۃ الفاتحہ ضرور پڑھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ" (بخاری وغیرہ)

جس شخص نے نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔ یہ حدیث عام ہے ہر نمازی کو شامل ہے اور سوال میں جس حدیث عبادۃ کے بارے آپ نے پوچھا ہے یہ بالکل صحیح ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے امام دار قطنی فرماتے ہیں یہ سند حسن ہے' امام بیہقی فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے' امام ابن حبانؒ اور امام ابن خزیمہؒ نے اسے اپنی اپنی صحیح سند کیا ہے۔ امام ابو داؤد نے بھی اسے صحیح کہا ہے' امام خطابی فرماتے ہیں اس کی سند جید ہے جس میں کوئی طعن نہیں۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ امام حاکم نے اسے مستقیم الاسناد کہا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس کے راوی ثقہ ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ علامہ ابن علان لکھتے ہیں یہ صحیح ہے اس میں کوئی طعن نہیں۔ علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں۔ یہ حدیث جید ہے علامہ شوکانی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح قوی السند ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں توضیح الکلام' ج۱ ص ۲۲۲' ۲۲۳

لہٰذا اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مقتدی کو فاتحہ پڑھنی چاہئے۔ سورۃ فاتحہ کی نفی کے لئے جو دو روایات آپ نے ذکر کی ہیں ان کی مختصر بحث حسب ذیل ہے۔

(۱) امام دار قطنیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی اس روایت کے ساتھ ہی لکھا ہے "عاصم لیس بالقوی ورفعه وهم" اس کی سند میں عاصم بن عبدالعزیز راوی قوی نہیں اور اس کا اسے مرفوع بیان کرنا وہم ہے۔ معلوم ہوا کہ امام دار قطنی نے تو خود اس روایت پر جرح کی ہے اس لئے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

(۲) ابوداؤد میں یہ روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کی سند میں یحیٰی بن ابی سلیمان ہے جسے ابوحاکم رازی' بیہقی اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف کہا ہے اور امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے اور امام بخاریؒ کی یہ جرح شدید ہے۔ اس لئے کہ میزان وغیرہ میں ابان بن جبلہ الکوفی کے ترجمہ میں ہے کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اس سے روایت کرنا حلال نہیں۔ پھر امام بخاری نے جزء القراۃ میں حسن سند کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ "لا يجزئك إلا ان تدرك الإمام قبل ان يركع" تجھے رکعت کفایت نہیں کرے گی سوائے اس کے کہ تو اس کو رکوع سے پہلے پالے۔ معلوم ہوا کہ یہ مرفوع روایت ضعیف ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خود اس رکعت کو کافی سمجھتے تھے جو امام کے ساتھ رکوع سے پہلے پالی ہو لہٰذا آپ کی ذکر کردہ دونوں روایات ضعیف اور ناقابل حجت ہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

جبراً نکاح اور طلاق کا حکم؟

س: میری بہنوں کی شادی میرے والد نے ان کی مرضی اور تمام گھروالوں کی مرضی کے بغیر کی ہے جو حق مہر زیادہ دے دے اسے نکاح دے دیتا ہے نہ ان کی ذات پات کو دیکھتا ہے اور نہ لڑکے کے کریکٹر کو اور حق مہر بھی خود رکھتا ہے اسی طرح میرے والد نے ماضی قریب میں میری ایک بہن کی جو مجھ سے بڑی ہے اس کی شادی اس کی مرضی کے بغیر کی۔ جبکہ ہم سب گھروالوں سمیت میری بہن اس سے شدید نفرت کرتی ہے کیونکہ وہ ایک ان پڑھ اور بے نماز بندہ ہے جبکہ میری ہمشیرہ پڑھی لکھی اور نمازی ہے اب وہ تین چار ماہ سے گھر میں بیٹھی ہوئی ہے اور میرا والد اسے کہتا ہے 40 ہزار دے دو اور اپنی بیوی کو لے جاؤ میرا والد ایک لالچی شخص ہے جبکہ ہم طلاق چاہتے ہیں اور وہ طلاق نہیں دے رہا تھا تو ہم نے اس کو گھر بلوا کر طلاق نامہ لکھ کر اس کے زبردستی انگوٹھے لگوا لیے تھے آپ ہمیں یہ بتائیں کیا یہ طلاق صحیح ہے اگر صحیح نہیں تو ہم اس شخص سے کس طرح چھٹکارا حاصل

کریں جبکہ ہم انتہائی غریب ہیں اور وہ طلاق ہی نہیں دیتا اور اب جب سے انگوٹھے لگوائے ہیں وہ شخص غائب ہے پتہ نہیں کہاں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں اور تمام گھر والے والد کی اس حرکت سے بہت پریشان ہیں کیا اس صورت میں میں اپنی بہنوں کی شادی کر سکتا ہوں جبکہ میری والدہ اور بہنیں مجھے کہتی ہیں کہ آپ ولی بن کر صحیح رشتے تلاش کر کے ان کی شادی کرو۔ میں اکیلا بھائی ہوں آٹھ بہنیں ہیں۔ میں والدہ اور بہنوں سمیت بہت پریشان ہوں برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں حل بتا کر مشکور فرمائیں۔ کیا میں اپنے والد کے ہوتے ہوئے یہ کام سر انجام دے سکتا ہوں۔

(عبدالخالق ہزارہ محلہ لورالائی بلوچستان)

الجواب بعون الوھاب منجانب: شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ تعالیٰ

سنن ابو داؤد میں حدیث ہے۔

عن ابن عباس قل أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

(ابو داؤد (۲۰۹٦) مسند احمد، ابن ماجہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک باکرہ لڑکی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ذکر کیا کہ میرا نکاح میرے باپ نے جبراً پڑھ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو اختیار دے دیا کہ اپنے نکاح کو فسخ کرے یا قائم رکھے اور صحیح مسلم میں ہے بیوہ اپنے نفس کی ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اس کا باپ اس کے نکاح میں اذن مانگے اور اذن اس کا خاموشی ہے۔ ان دلائل سے معلوم ہوا کہ بالا صورت میں لڑکی نکاح ردّ کر سکتی ہے کیونکہ نکاح اس کی مرضی کے بغیر ہوا اور پھر باپ نے اس پر زبردستی کی ہے جس کا اسے اختیار نہ تھا۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح میں دو باب بایں الفاظ قائم کیے ہیں۔

باب لا ینکح الاب وغیرہ البکر والثیب الا برضاھما باپ وغیرہ باکرہ اور بیوہ کا نکاح نہ کرے مگر ان دونوں کی رضامندی سے۔

باب اذا زوج الرجل ابنۃ وھی کارھۃ فنکاحہ مردود

جب باپ اپنی بیٹی کا نکاح زبردستی کر دے تو وہ مردود ہے اور باپ چونکہ حصول زر کا لالچی اور اولاد کا بدخواہ ہے لہٰذا اس کی ولایت ناقابل اعتبار ہے۔

طبرانی اوسط میں حدیث ہے

لانکاح الابولی مرشد اوسلطان

ہدایت والے ولی یا سلطان کے بغیر نکاح نہیں بنا بریں اس کی جگہ بھائی ولی بن کر اپنی بہنوں کا نکاح دیندار افراد سے کر سکتا ہے۔

نیز راجح مسلک کے مطابق زبردستی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ حدیث میں ہے میری امت سے خطا اور نسیان اور جس پر جبر کیے جائیں معاف ہے (ابن ماجہ وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ جبراً طلاق واقع نہیں ہوتی منتقی الاخبار میں اس قسم کی متعدد روایات موجود ہیں جو ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری (۳۹۰/۹)

علیحدگی کی صورت یہ ہے کہ عورت عدالت یا پنچائت وغیرہ میں عدم رضاء کا اظہار کرے یہ کام اپنے آپ نہ کرے کیونکہ جدائی کا معاملہ نکاح سے زیادہ نازک ہے۔ جب عورت ولی کے بغیر بذات خود نکاح نہیں کر سکتی تو جدائی خود بخود کیونکر درست ہو گی۔ پس ضروری ہے کہ حسب استطاعت باوثوق ذرائع سے علیحدگی ہو۔

عاق کرنے کا حکم

س: کیا اسلام میں اس بات کی گنجائش ہے کہ جائیداد اور وراثت سے بچوں کو عاق کر دیا جائے؟ (ابو معاذ کراچی)

ج: عصر حاضر میں اولاد کی نافرمانی کی صورت میں والدین اخبارات، جرائد و رسائل میں اشتہار دے دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے فلاں بیٹے یا بیٹی کو اپنی جائیداد سے عاق کر دیا ہے یہ طریقہ اسلامی نہیں ہے۔ وراثت سے محرومی کے جو اسباب شریعت نے بتائے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ غلامی: ہر شخص خواہ مرد ہو یا عورت غلامی کے باعث نہ وہ کسی کا وارث بن سکتا ہے اور نہ اس کا کوئی وارث ہے جو مال اس کے پاس ہے وہ اس کے مالک کے لئے ہے البتہ ناقص غلام کے بارے میں اختلاف ہے ناقص (جو مکمل طور پر آزاد نہ ہو) کی کئی اقسام ہیں جیسے مکاتب، مدبر وغیرھما۔

۲۔ قتل: قاتل اپنے مقتول کا وارث نہیں ہو گا جبکہ قتل ایسا ہو کہ اس سے قصاص واجب ہوتا ہو جیسے قتل عمد یا دیت لازم آتی ہو۔ جیسے قتل خطأ یا کفارہ دینا پڑتا ہو جیسے ایک آدمی دو متحارب فوجوں کے درمیان کھڑا ہوا ہو اسے حربی سمجھ کر قتل کر دیا گیا ہو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَلَا يَرِثُ الْقَاتِلُ شَيْئًا قاتل مقتول کی کسی چیز کا وارث نہیں ہو گا۔ (ابو داؤد کتاب الدیات باب دیات الاعضاء (۴۵٦۴) نسائی کتاب القسامہ (۴۸۱۵) ابن ماجہ (۲٦۳۰) بیہقی ۲٦۰/٦)

۳۔ اختلاف الدین: مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وراثت نہیں غیر مسلم خواہ کتابی ہو جیسے یہودی و عیسائی یا غیر کتابی ہو جیسے وثنی مجوسی وغیرھما

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ مسلم کافر کا اور کافر مسلم کا وارث نہیں ہو سکتا۔ (بخاری، مسلم وغیرھما)

تفصیل کے لئے دیکھیں۔ (فقہ المواریث ص ۱۲ تعلیم الفرائض ص ۳۴" ۳۵ اعانۃ الراجی ص ۵۸، ۵۹ لہٰذا ان موانع کے بغیر اولاد اپنے والدین کی وراثت سے محروم نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم

بالوں یا داڑھی کو رنگنے کا حکم

س۔ سفید بالوں یا داڑھی پر "مہندی" لگاتے ہیں اور رنگ بدل لیتے ہیں تو کیا یہ اللہ پاک کی خلق کو بدلنے والی بات نہیں ہے؟ (عائشہ۔ سیالکوٹ)

ج: مسلم کیلئے اپنے تمام امور میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری ضروری ہے۔ سر یا داڑھی کے بالوں کو رنگنا تغیر خلق اللہ کے زمرے میں نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے خود ان بالوں کو رنگنے کا حکم دیا ہے۔

ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَعْفُوا اللُّحَى وَخُذُوا الشَّوَارِبَ وَغَيِّرُوا شَيْبَكُمْ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى (مسند احمد ۳۰٦/۲)

داڑھیاں بڑھاؤ، مونچھیں کاٹو اور اپنی سفیدی کو بدلو اور یہود و نصاریٰ کی مشابہت نہ کرو۔ یہ حدیث ان الفاظ سے بھی مروی ہے إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبُغُونَ فَخَالِفُوهُمْ (بخاری ۳۴٦۲) مسند احمد ۲۴۰/۲ مسلم کتاب اللباس والزینۃ) بے شک یہودی و عیسائی (اپنے بالوں کو) رنگتے نہیں تم ان کی مخالفت کرو'

عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا (مسند احمد ۱۷/۲، ۱۱۰ بخاری (۱٦٦) مسلم ۱۱۸۷)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے میں بھی یہی رنگ پسند کرتا ہوں۔

ابو رمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ قَدْ لَطَخَ لِحْيَتَهُ بِالْحِنَّاءِ * (مسند احمد ۱٦۳/۴ نسائی ۱۴۰/۸)

میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا آپ نے اپنی داڑھی کو مہندی لگائی ہوئی تھی مذکورہ بالا احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ داڑھی یا سر کے بالوں کو رنگنا رسول اللہ ﷺ کا حکم بھی ہے اور عمل بھی

مسئولیت اوراس کے تقاضے کے بعد اس کالم میں ہم ایک نیا سلسلہ وار مضمون ''دعوت دین اوراس کے تقاضے'' کا آغاز کررہے ہیں جس میں دعوت کی اہمیت وضرورت' اقسام'' دعوت کے اسلوب وطریقہ کار' اثرات ومشاہدات' داعی کی خوبیوں' ممکنہ غلطیوں' کوتاہیوں......غرض اس موضوع سے متعلقہ تمام پہلوؤں کواجاگر کرنے کی کوشش کریں گے۔ان شاء اللہ۔قارئین سے دعااورتجاویز کی استدعا ہے۔ (ادارہ)

قسط نمبر1

دعوت دین اوراس کے تقاضے

نوید قمر

تربیتی کالم برائے کارکنان

دعوت کی ضرورت:

جب انسان نے اپنے خالق کے نازل کردہ احکامات کو تبدیل کرنا چاہا اس میں ترمیم یا اضافہ کی خواہش کی یا مکمل طور پر اس کے رنگ وروپ' معنی ومفہوم کو ختم کرنا چاہا تو وہ شرک کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔اس نے شجر وحجر کے مختلف معبود گھڑ لئے' بے جان وبے وقعت اشیاء کی پوجا پاٹ کرنے لگا۔چونکہ اس کا تعلق ایک بہت بڑی قوت وطاقت رکھنے والے مالک سے ختم ہوگیا اس لئے وہ ہر اس شے سے خوف کھانے لگا جو ذرا سی بھی قوت وطاقت کی مالک تھی' جو کسی بھی حوالے سے ظاہراً کچھ نفع ونقصان کی طاقت رکھتی تھی۔وہ سورج' چاند ستاروں اور حتیٰ کہ جانوروں تک سے خوف کھا کر ان کی عبادت کرنے لگا۔انہیں خوش کرنے کے درپے رہنے لگا اور بعض اوقات نوبت یہاں تک پہنچ جاتی کہ اپنے جیسے انسانوں کو ہی خدا بنا بیٹھتا' ان کی اطاعت کرنے لگتا' ان کے احکامات کے سامنے سر جھکا دیتا۔

جب معاشروں کی حالت اتنی ابتر ہوجاتی' کفر وشرک میں لتھڑی ہوئی انسانیت ذلت ورسوائی کی اس سٹیج تک پہنچ جاتی تو ایسے میں اللہ احکم الحاکمین جو انسانوں کا خالق مالک اور رب العالمین ہے اپنی رحمت خاص سے انہیں میں سے اپنے خاص بندوں کو مبعوث فرماتے جو ان باغیوں' نافرمانوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے' معاشرے کو سدھارنے کا کام سرانجام دیتے۔اللہ ان بندوں کی خاص ماحول میں تربیت کرتے اور ان مخصوص حالات کے لئے تیار کرتے جن میں رہ کر انسانوں کی اصلاح کرنا مقصود ہوتا۔یہ تربیت یافتہ افراد کہ جنہیں ایک عظیم مشن سرانجام دینا ہوتا تھا' سسکتی اور ڈوبتی ہوئی انسانیت کو ضلالت وبہیمیت کے اندھیروں سے نکال کر اشرف المخلوقات کے درجے تک پہنچانا ہوتا تھا انسان اور اس کے خالق کا رشتہ مضبوط اور پختہ کرنا ہوتا تھا' انبیاء کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں یعنی انسان کو انسان بنانے اور اس کو اصل اور خالص دین پر لوٹانے کے لئے انبیاء کرام مبعوث کیے جاتے۔یہ انبیاء اپنے اپنے ادوار میں' اپنے اپنے معاشروں میں لوگوں کو صرف ایک اللہ کی عبادت' اطاعت' حاکمیت ومحبت کے لئے عملی طور پر تیار کرتے اور لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچا بچا کر جنت کی راہوں پر گامزن کرتے اور وہ لوگ جو اس دعوت حق کو قبول نہ کرتے ان سے ایک کشمکش جاری رہتی جو کبھی بحث ومباحثہ سے بڑھ کر جنگ وجہاد کے معرکوں تک پھیل جاتی۔پھر یا تو وہ غلبہ حاصل کرلیتے یا پھر اس راہ میں قربان ہوکر نبوت کا حق ادا کردیتے۔

لیکن! سلسلۂ نبوت ختم ہوجانے کے بعد اب یہ عظیم ذمہ داری ہر اس شخص پر عائد ہوجاتی ہے' جس تک دعوتِ حق پہنچتی ہے اور وہ اسے قبول کرلیتا ہے۔اب یہ اشخاص انبیاء تو نہیں لیکن ان کا کام وہی ہے کہ جس کے لئے طاغوتی معاشروں میں انبیاء مبعوث کیے جاتے اب ہم ان حضرات کو داعیان کہتے ہیں۔

اب داعیان دین کے لئے ملائیکہ نے کوئی وحی تو نہیں لانی لیکن قرآن وحدیث کی شکل میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے وہ ہدایت موجود ہے کہ جو ہر خطے' ہر معاشرے میں داعیان کے لئے بصورت خورشید روشن' صاف' واضح اور تاریکیوں کو دور کرنے والی ہے۔ان ہدایات سے انبیاء کی طرز پر کام کرنے والے اعلیٰ وارفع افراد تیار ہوتے ہیں اور دنیا کی قیادت وسیادت سنبھالتے ہیں کہ دنیا ان کی دعوت کے بغیر اندھی اور جاہل ہے۔

دعوت کی اہمیت:

قرآن میں اس مقصد کے لئے بہت سی اصطلاحات وارد ہوئی ہیں۔جو نبوت کے تمام ممکنہ پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہیں۔ان میں دعوت' تبلیغ' امر بالمعروف ونہی عن المنکر' انذار' تبشیر' تذکیر' ہدایت' وعظ' شہادت' وصیت اور قول وغیرہ زیادہ نمایاں ہیں۔کتاب اللہ کی سینکڑوں آیات ایسی ہیں کہ جن میں یہ اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں۔بیسیوں آیات وہ ہیں کہ جن میں صیغہ امر کے ساتھ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ دعوت دین کے لئے اُٹھیں اور جو لوگ اس فریضہ کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں ان کے لئے سخت وعیدوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

لغت کے اعتبار سے تبلیغ کے معنی پہنچادینے کے ہیں۔یعنی شریعت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے' اسے انسانوں تک اس انداز سے پہنچایا جائے کہ لوگ اس کا اثر محسوس کریں۔

يَـاأَيُّهَاالرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَايَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (المائدہ:٦٧)

''اے پیغمبر جو ارشادات رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچادو اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ اللہ کا پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے بچائے رکھے گا۔بے شک اللہ منکروں کو ہدایت نہیں کرتا۔''

ایک اور جگہ فرمایا کہ

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَداً إِلَّااللَّهَ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيباً (الاحزاب:٣٩)

''جو اللہ کے پیغام (جوں کے توں) پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ ہی حساب کرنے کو کافی ہے۔''

انذار کے معنی ہوشیار وآگاہ کردینے کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ومعصیت سے لوگوں کو خبردار کرنا اور ڈرانا۔

يَـاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (١) قُمْ فَأَنذِرْ (٢) وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (٣) (المدثر ١ تا ٣)

''اے کپڑا لپیٹنے والے! اٹھ اور اللہ کے عذاب سے ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔''

هَذَاالْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ (الانعام)

''یہ قرآن اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے میں آپ کو

اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے آگاہ کردوں۔''

تبشیر کے معنی خوشخبریاں سنانا یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر سر جھکا دینے اور اسے تسلیم کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور خوشیوں سے آگاہ کرنا۔

إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر ۲۴)

''ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بھیجا ہے اور ہر امت میں ڈرانے والا گزر چکا ہے۔''

اسی طرح وصیت کے الفاظ کے ساتھ

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (سورہ العصر)

اور انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی اور صبر کی تلقین کی۔

وَوَصّٰى بِهَا إِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ (البقرہ: ۱۳۲)

''اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی (اپنے فرزندوں سے یہی کہا)''

یہی بات لفظ ہدایت کے ساتھ اس بیان ہوئی۔

فَاتَّبِعْنِيْ أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا

آپ میری اتباع کریں میں آپ کو سیدھی راہ پر چلا دوں گا۔

اور اسی طرح نصیحت (ذکر) کے ساتھ

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الذاریات، ۵۵)

''اور نصیحت کیجئے۔ پس نصیحت مومنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔''

فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ

''پس قرآن کے ساتھ ان لوگوں کو نصیحت کیجئے جو میری وعید سے ڈرتا ہے۔''

اس کے علاوہ بے شمار احادیث سے بھی اس کی اہمیت، فرضیت اور فضیلت کی تائید ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

''مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ''

''جس نے بھلائی کے کام کی طرف کسی کی راہنمائی کی اس کو بھلائی کا کام کرنے والے کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔ (صحیح مسلم)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا

فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرًا لَّكَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ (بخاری)

''اللہ کی قسم! تمہارے ذریعے اللہ تعالیٰ اگر ایک شخص کو ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔''

یعنی اگر کوئی شخص کسی کی دعوت سن کر کوئی عمل صالح یا صحیح عقیدہ اختیار کرتا ہے تو اللہ کے ہاں جو ثواب درج ہوگا اس میں داعی کے لئے بھی اتنا ہی اجر ہے جتنا اس پر عمل کرنے والے کے لئے ہے اور عمل کرنے والے شخص کے اجر سے کوئی کٹوتی نہیں ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کام اتنا اہم اور ضروری ہے کہ آج کے دور کے مطابق اس کے لئے لگژری گاڑیاں یا دوسری قیمتی و مادی اشیاء تک قربان کی جاسکتی ہیں۔ بلکہ ان اشیاء کو حاصل کرنے سے بھی افضل یہی انبیاء والا کام ہے کہ جس پر اخروی وابدی زندگی کی کامیابی کا انحصار ہے۔ آپ اس کا اندازہ صرف ایک مثال سے لگا لیجئے کہ اگر کوئی شخص کسی کی تبلیغ سے نماز پڑھنا شروع کر دیتا ہے یا برے افعال سے باز آجاتا ہے یا شرک سے نکل کر عقیدہ توحید کی راہ پر آجاتا ہے تو ساری زندگی جب تک وہ یہ عمل کرتا رہے گا دعوت دینے والے شخص کے نامہ اعمال میں برابر یہ نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی۔ بلکہ اس کی موت کے بعد تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور اگر اصلاح کرنے والا شخص بھی دعوت کے کام میں مشغول ہو جاتا ہے پھر تو نیکیوں کا اندازہ لگانا ناممکن ہو جاتا ہے۔

پہلی امتوں کی عمریں زیادہ تھیں اس لئے وہ نیکیوں میں بہت بڑھ گئیں۔ امت محمدیہ کے افراد کی عمریں کم ہیں تو اب پہلی امتوں کے اجر و ثواب تک پہنچنے کا مختصر راستہ یہی دعوت و اصلاح کا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک داعی کے نامۂ اعمال میں روزانہ سینکڑوں فرض نمازوں، ذکر و اذکار اور جہاد و قتال کا ثواب فقط اس کی اس کوشش کے نتیجے میں لکھا جاتا ہو جو وہ دن رات لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کرتا ہے۔

عصر حاضر میں دعوت و تبلیغ کا کام فرض ہو چکا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے اس وقت زندگی کے تمام شعبوں میں برائی غالب اور نیکی مغلوب ہو چکی ہے۔ لوگ مٹی کے ڈھیروں، اینٹ، پتھر، جوتوں اور کاغذوں کو معبود بنا چکے ہیں۔ ایک اللہ کی عبادت واطاعت، نذر و نیاز اس کی محبت، اس کے وضع کردہ حلال و حرام کے واضح تصورات دھندلا گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی سنتیں ایک ایک کر کے اٹھتی چلی جارہی ہیں اور ان کی جگہ بدعات کا مکروہ چہرہ نمودار ہوتا جارہا ہے۔ اس سے ہٹ کر کچھ لوگ اللہ اور یوم آخرت کے منکر اور دین اسلام کا سر عام مذاق اڑا رہے ہیں۔ یہ روش تو اللہ کے غیظ و غضب کو بلانے بلکہ اسے چیلنج کرنے والی ہے۔ ان حالات میں سب سے بڑھ کر نقصان یہ ہو رہا ہے کہ جو لوگ حق پر چلنا چاہتے ہیں، دین پر عمل کر کے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ بھی ماحول کی مخالفت اور سینہ زوری کے سامنے ٹھہرنے سے عاجز ہوتے جارہے ہیں۔ اکثر کمزور ایمان والے تو اس ماحول سے دل برداشتہ ہو کر اپنے سچے دین کو چھوڑ بیٹھتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اس معاشرے میں ''عجیب'' نظر نہ آئیں۔ لہٰذا ان لوگوں کو بھی ایک مناسب دینی ماحول دینا ضروری ہے، اللہ کے دین کو غالب کرنے اور برائی کا قلع قمع کرنے کے لئے راہیں ہموار کرنا بھی ضروری ہے اور یہ کام دعوت و جہاد ہی کے ذریعے ممکن ہے۔

دعوت، انسان کے شعور کو بیدار کرتی ہے۔ اس کو صحیح رخ پر چلانے کے لئے نہ صرف راہنمائی (Guide Line) مہیا کرتی ہے بلکہ اسی کے ساتھ قدم بقدم سفر کرتی ہے اس کی تربیت کرتی ہے حتیٰ کہ اسے اللہ کے مقرب بندوں میں لاکھڑا کرتی ہے اور یہی مقرب بندے اللہ کے باغیوں اور نافرمانوں کو (جو دعوت کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں) جہاد کے عمل سے معاشرے میں مغلوب و ذلیل کرتے ہیں اور خود بھی اس عمل کے ذریعے اپنے قول کو سچا اور پکا ثابت کرنے کے لئے آخری مہر ثبت کر دیتے ہیں۔

اجتماعی حیثیت میں دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری

خیر امت کا ٹائٹل:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (ال عمران: ۱۱۰)

''(مومنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

امت وسط (افراط و تفریط سے مبرا) اور شہداء علی الناس کا فریضہ

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ: ۱۴۳)

''اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں) تم پر گواہ بنیں۔''

شہادت (گواہی) کا مطلب ہے کہ لوگوں پر اتمام حجت کر دی جائے تاکہ لوگوں کے لئے اس سے انحراف میں کوئی عذر باقی نہ رہے جیسا کہ

اجتماعی طور پر ہر علاقے کے علماء و فقہاء و مجاہدین کی ذمہ داری

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ: ۱۲۲)

''(اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں) تو یوں کیوں نہ کیا جائے کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈراتے تاکہ (برے کاموں سے) بچ جاتے۔''

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسرین اور محدثین نے دعوت اور جہاد دونوں قسم کے مفہوم مراد لئے ہیں۔

ایک خصوصی شعبہ اسی مقصد کے لئے ہو

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (ال عمران: ۱۰۴)

''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔

باقی صفحہ 55 پر ملاحظہ فرمائیں

ایک دن اخت ابو صخر شہید کہتی ہیں...... بھیّا آپ ادھر کتنے اچھے لگتے ہیں وہ مسکرا کر کہنے لگے نہیں بہن میں تو اس وقت اچھا لگوں گا جب میرے ہاتھوں میں گن ہوگی اور دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا ہوں گا اور ہندو بزدل میرے آگے دوڑیں لگا رہے ہوں گے

کر جاتے ہیں۔

بارہ مولہ میں انڈین آرمی کے ساتھ جھڑپ میں شہادت پا کر اپنی کہی ہوئی بات کہ مجھے قرآن میں سے اپنی شہادت نظر آتی ہے کو سچ ثابت کر جاتے ہیں۔ قرآن نے ان جیسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے۔ منهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر اور حدیث میں آیا ہے لو اقسم على الله لا برّہ ۔ کہ ایسے مخلص لوگ اللہ پر قسم اٹھالیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور پورا کر دیتا ہے۔

قارئین کرام! یہ اپنے عہد کو سچا کر جانے والے بھائی ابو صخر فہد اقبال ہیں کہ جنہوں نے کچھ عرصہ معہد العالی مریدکے میں اعلیٰ تعلیم کے حصول میں بھی لگائے تھے اور عملی میدان میں بھی ادھر سے ہی راہنمائی لی۔

درمیانہ قد' گندمی رنگ' مضبوط جسم وقوت ارادی کے مالک چہرے پہ ہر وقت ہلکی ہلکی مسکراہٹ سجائے رکھتے اور گفتگو نہایت دھیمے انداز میں کیا کرتے۔ نہایت خوش اخلاق اور رقیق القلب تھے۔ جب ہندوؤں کے ظلم وستم کا سنتے تو بے اختیار ان کی آنکھوں میں آنسو امڈ آتے۔

ایک دفعہ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھتا ہے تو والدہ کہتی ہیں اقبال بیٹا تیرا بھائی دس سال پہلے سے گم ہو چکا ہے اس کے لئے دعا ضرور کرنا کہ اللہ اسے ہمیں ملا دے۔ اقبال کہتا ہے امی جان دوسری دعا یہ کروں گا کہ اللہ مجھے جلد کشمیر جانے اور وہاں پہ شہید ہونے کی توفیق دے۔ آمین

عید کے دن والدہ محترمہ پوچھتی ہیں بیٹا کوئی خواب دیکھا ہے تو بتاؤ۔ عرض کرتا ہے امی جان! خواب میں پانچ پھول دیکھے ہیں آپ کی گود میں تین پھول گرے ہیں دو نہیں۔ والدہ شہید کہتی ہیں میں اسی وقت سمجھ گئی۔ پانچ پھولوں سے مراد پانچ میرے بیٹے ہیں ایک گم ہو چکا ہے اور ایک شہید ہوگا۔ اب جب اقبال سے اجازت کا مسئلہ اٹھایا تو ماں کہنے لگیں بیٹا تو جب سے پیدا ہوا ہے میں نے تجھے اللہ کے دین کے لئے ہی تو وقف کر رکھا ہے۔ والد صاحب کے پاس آئے تو انہوں نے کہا تعلیم مکمل کر کے جانا۔ وہ پھر خاموشی سے معہد چلے جاتے ہیں۔

دو ماہ بعد آتے ہیں تو بہن کہتی ہے بھیا! آپ ادھر کتنے اچھے لگتے ہیں وہ مسکرا کر کہتا ہے نہیں بہن میں تو اس وقت اچھا لگوں گا جب میرے ہاتھوں میں گن ہوگی اور دشمنوں کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا ہوں گا اور ہندو بزدل میرے آگے دوڑیں لگا رہے ہوں گے۔ ان شاء اللہ میں اس وقت اچھا لگوں گا۔ واقعی اللہ کو پیارے لگے کہ اس نے انہیں شہادت عطا فرما کر جنتوں میں جگہ دے دی۔ ان شاء اللہ

شہادت کی اطلاع پر ان کے والدین اور سب گھر والوں کو صبر کا

وصیت نامہ ابو صخر فہد اقبال

محترم والدین! السلام علیکم

محترم والدین! میں ان شاء اللہ جنت کے دروازے پر آپ کا انتظار کر رہا ہوں گا اور آپ کو جنت میں لے جانے کے لئے بے تاب کھڑا ہوں گا۔ ان شاء اللہ

میرے بھائیو! آپ نے والدین کی بھرپور خدمت کرنی ہے۔ اللہ کا بھی والدین کی خدمت کے بارے میں حکم ہے اور اللہ کے فرمان پر آپ نے عمل کرنا ہے۔ ''وبالوالدین احسانا'' اور والدین کے ساتھ نیکی کا سلوک کرو۔ بھائیو! داڑھیوں کو معاف کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ میری کلاشن کو گرنے نہیں دینا بلکہ اپنے بیٹوں کو بھی اس میدان میں بھیجتے رہنا۔

میرے بعد کلاشن میری گرنے نہیں دینا
ہندو کو لمحہ ایک بھی دم لینے نہیں دینا

بھائیو! گھروں میں وی سی آر' ٹی وی گھسنے نہیں دینا۔ اپنے بیٹوں کو مجاہدین کے مدرسہ میں داخل کروانا۔ دنیا کے کاموں میں نہ پڑنا ورنہ آخرت کا نقصان کر بیٹھو گے۔

پیاری بہنو! نماز کی خود اور اپنے بچوں کو بھی پابندی کروانا اور میری شہادت پر رونا بالکل نہیں ہے۔ گاؤں کی عورتیں آئیں تو انہیں کہنا کہ ہم شہید کے وارث ہیں ہمیں مبارکباد دو۔ پیاری بہنو! پردے کی سخت پابندی کرتے رہنا اور اپنی بیٹیوں کو بھی اس پر پابند رکھنا۔

ہمارا خون کبھی رائیگاں نہیں جائے گا
اسی خوں سے وقت کی تاریخ لکھی جائے گی

فقط والسلام

ابو صخر فہد اقبال سلفی

پہاڑ پایا۔ 15 اگست کو ٹھیک اسی جگہ غائبانہ نماز جنازہ ادا ہو رہی تھی جس کی نشاندہی شہید کر گئے تھے۔ اللہ ان کی شہادت قبول فرمائے۔ آمین

بقیہ تربیتی کالم

یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔''

ایک دوسرے کو حق بات اور ثابت قدمی کی نصیحت

وَالْعَصْرِ (۱) إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ (۲) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (۳)

''عصر کی قسم۔ بے شک انسان نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے کہ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر واستقامت کی تلقین کرتے رہے۔''

اس مقام پر انسان کو قیامت کے روز خسارے سے بچانے کے لئے جو چار شروط بیان کی گئی ہیں اس میں بھی دو شروط کا تعلق دراصل دعوت ہی سے ہے یعنی عام زندگی کے معاملات میں بھی ایک دوسرے کی اصلاح کرتے رہیں۔ ان کی غلطیوں' کوتاہیوں پر سرزنش کرتے رہیں اور دوسری طرف آزمائش کے مراحل میں بھی ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں انہیں صبر وتحمل اور ثابت قدمی کی تلقین کریں۔ استقامت کے لئے ماحول پیدا کریں۔ یعنی یہ مسلمان ہر حالت یعنی حالت امن اور حالت جہاد دونوں میں ایک طرف دنیا بھر کے انسانوں کو دعوت خیر دے رہے ہوتے ہیں۔ معروف کا حکم اور منکر سے روک رہے ہوتے ہیں' دوسری طرف ایک دوسرے کی اصلاح سے غافل نہیں ہوتے۔

خاوند بیوی کو اور بیوی خاوند کو نصیحت کرے۔ بھائی بھائی کو باپ بیٹے کو بیٹا باپ کو ماں بیٹی کو اور بیٹی ماں کو تلقین کرے۔ غرض جس کسی مرد وعورت کا کسی دوسرے مرد وعورت سے جو تعلق اور رشتہ ہو وہ اسی مناسبت سے اس فریضہ کی ادائیگی کرے اور وہ یہ ذمہ داری اپنی فیکٹری اور دوکان میں تاجر اپنی صنعت میں اور آفیسر اور کلرک اپنے دفاتر میں' صحافی اخبارات وجرائد میں' حتیٰ کہ گھروں میں زیادہ تر وقت گزارنے والے افراد اپنے محلے اور گلیوں میں اور خواتین اپنی سہیلیوں میں اس فرض کی ادائیگی کریں تب جا کر یہ شروط پوری ہوں گی جو کہ آخرت میں ذلت ورسوائی سے بچنے کے لئے جز ولاینفک کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس چھوٹی سی صورت میں یہی بات سامنے آتی ہے کہ ایمان کی دلیل اگر عمل صالح نہ بنے تو ایمان قابل قبول نہیں ہے۔ ایمان کا بیج اگر خالص ہے اور دل کی زرخیز زمین میں بویا گیا ہے تو اس سے اعمال صالح اگیں گے۔ ایمان اور عمل صالح انسان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیں گے۔ بلکہ وہ اللہ کے دین کے لئے اٹھے گا' اللہ کا سپاہی بن کر زندہ رہے گا۔ معاشرتی برائیوں کی اصلاح کرے گا۔ ہر کفر وطاغوت سے ٹکرائے گا اور اس کے نتیجے میں صبر واستقامت کا ایک پہاڑ ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ

(جاری ہے)

مسلک ہوگیا اور داڑھی رکھ لی۔ ایف ایس سی میں 799 نمبر لئے 22 نمبروں سے میڈیکل میں داخلہ نہ ملا۔ ہم نے اسے یونیورسٹی میں فارمیسی میں داخل کرادیا۔ بڑا ہونہار بچہ تھا۔ تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کی طرف دلچسپی بڑھتی گئی۔ قرآن پاک کی تفسیر کی کئی جلدیں مطالعہ کرڈالیں اور ساتھ ساتھ گرمیوں کی چھٹیوں میں ٹریننگ کرتا رہا۔ میں اسے کہتی بیٹا تم بیمار ہو کہتا امی جان میں کشمیر جاکر ٹھیک ہوجاتا ہوں۔ وہاں پر سانس کی تکلیف نہیں ہوتی حالانکہ وہاں بھی تکلیف ہوتی تھی۔ ٹریننگ کے کمانڈر اسے ٹریننگ سے منع کرتے ناراض ہوجاتا روتا کہ مجھے ٹریننگ کرنے دیں جب تکلیف بڑھ جاتی تو پہاڑوں سے اتر کر دوائی کھاتا۔ جب طبیعت بحال ہوجاتی تو واپس آجاتا کہ مجھے ٹریننگ کی اجازت دیں۔ اسی طرح اچانک مقبوضہ کشمیر روانہ ہوگیا۔

اب مجھے بے انتہا افسوس ہے کہ میں نے اپنے بیٹے کو جہاد پر جانے کی اجازت کیوں نہ دی اور یہ افسوس مجھے ہمیشہ رہے گا۔ میری ان ماؤں سے التجا ہے کہ جن کے بیٹے جہاد پر جانے کے لئے اصرار کریں انہیں خوشی خوشی اجازت دے دیا کریں۔ اس سے ایک تو ان کے بیٹے کے لئے آسانیاں پیدا ہوں گی اور دوسری طرف آپ کے غم کی شدت میں کمی واقع ہوجائے گی۔

میرا بیٹا ہمیشہ نماز کا پابند تھا۔ ہمیشہ روزے رکھتا۔ زندگی میں دو دفعہ اعتکاف پر بیٹھا۔ پچھلے سال مسجد میں خیمہ لگا کر اعتکاف پر بیٹھا اور خط میں لکھا ''امی جان مجھے معاف کردیں میں آپ کو بتائے بغیر اعتکاف پر بیٹھ گیا ہوں۔ شاید زندگی میں دوبارہ موقع نہ ملے۔ ٹی وی کے سخت خلاف تھا۔ ایک دفعہ ٹی وی خراب کردیا۔ ہمیشہ اسے توڑنے کی کوشش کرتا رہتا۔ چھوٹے بھائی کو دینی تعلیم دینے پر زور دیتا اسے نماز کا پابند بنایا۔ دوسرا بیٹا بھی مجاہد ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کی شہادت قبول فرمائے اور ہمیں اس کی نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے اور ہمیں صبر وہمت دے۔ آمین

بقیہ لشکر اسامہ

آپ کو دنیا سے الگ تھلگ کرکے اپنے عبادت خانوں میں رہنا اختیار کرلیا ہے۔ ان سے کوئی تعرض نہ کرنا۔

8۔ تم ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو تمہارے پاس برتنوں میں کھانا لے کر آئیں گے۔ ان کا کھانا بسم اللہ پڑھ کر کھالیا کرنا۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا کھانا حلال کررکھا ہے۔

9۔ امن کی حالت میں جب کسی قوم سے ملو تو انکے حفظ مراتب کا خیال رکھنا۔

10۔ اللہ کے نام پر اس کی راہ میں لڑتے چلے جانا۔ جائیے آپ سب کا اللہ رب العالمین حامی وناصر ہو۔ (تاریخ الطبری جلد نمبر 3 ص 226-227 'مطبوعہ دارالمعارف مصر)

اس کے بعد آپ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق سفارش کی کہ آپ انہیں میرے پاس رہنے دیں۔ امارت وخلافت کے معاملات میں میرا ہاتھ بٹائیں گے۔'' امیر لشکر نے اجازت دے دی۔ پھر آپ نے سیدنا اسامہ کو الگ سے چند نصیحتیں فرمائیں: ''اسامہ وہی کیجئے گا جس کا حکم آپ کو رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا۔ بنو قضاعہ کے دیار سے اپنی مہم کا آغاز کرنا اور اسکے بعد (یہود ونصاریٰ کے مقدس شہر) بیت ایل پر چڑھائی کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم میں سے ذرا برابر بھی کسی چیز میں کمی نہ کرنا۔ اپنے باپ زید کے مقتل کو ضرور روند کے آنا۔ جس کام کے لئے آپ کو نبی ﷺ کے وقت سے منتخب کیا گیا ہے اسے بخوبی سر انجام دینا' جلدی نہ کرنا۔''

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما امت اسلامیہ کے خلیفہ' اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے رخصت ہوکر اپنی مہم پر روانہ ہوگئے کہ جس کے لئے نبی کائنات ﷺ نے آپ کو منتخب فرمایا تھا اور فاروق وصدیق رضی اللہ عنہما واپس مدینہ منورہ آگئے۔

لشکر اسامہ (رضی اللہ عنہ) مدینہ کے شمال مغرب کی طرف سفر کرتے ہوئے کئی دنوں کے بعد' اپنے دور کی سپر پاور روم کی سرحدوں میں جا داخل ہوا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق درون وبلقاء کی وادیوں میں پہنچ کر رومی سپاہ پر حملہ کردیا۔ دشمن کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر اسے تباہ وبرباد کرتے ہوئے اس کے علاقوں میں گھستے چلے گئے۔ جب ملک شام میں پہنچے تو اللہ رب العالمین نے گہرے بادلوں اور دھند کے ساتھ ان کی مدد فرمائی۔ دھند نے حائل ہوکر انہیں دشمن سے چھپالیا۔ جب مطلع صاف ہوتا مسلمان پھر حملہ آور ہوجاتے اور اللہ کے دشمنوں کو بے تحاشا نقصان کر ڈالتے۔ غنیمتیں سمیٹتے اور واپس اپنی قرارگاہوں میں آجاتے۔ یہ سلسلہ مہینہ بھر سے زیادہ دیر تک جاری رہا۔ اسلامی سپاہ کا بہت تھوڑا نقصان ہوا۔ جبکہ رومی ہزاروں میں تہہ تیغ ہوئے پڑے تھے اور ان کی لاشیں سنبھالنے کا موقع بھی قیصری حکومت کو نہیں مل رہا تھا۔ گھڑ سوار دستوں نے تو بنو قضاعہ کو بالکل روند کر رکھ دیا۔ قیصر روم کو ایک طرف نبی ﷺ کی وفات اور دوسری جانب اپنی مملکت کے جنوب میں اسلامی سپاہ کی غارت گری کا سن کر حیرانی اور پریشانی کے عالم میں یہ کہنا پڑا: یہ مسلم قوم کیسی ہے کہ ادھر ان کا نبی فوت ہوا اور ادھر انہوں نے ہماری زمین پر تباہی مچا رکھی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی الجزء الثانی ص 503 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ فی البیروت)

جنگ موتہ میں شہید ہونے والے باپ سیدنا زید بن حارثہ' دوسرے سپہ سالار جعفر بن ابی طالب' تیسرے کمانڈر سیدنا عبداللہ بن رواحہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادتوں کا بدلہ چکا کر اور صلیبی سلطنت کو سبق سکھا کر سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما چالیس دن کے بعد سالم وغانم لدے پھندے واپس مرکز خلافت مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ آپ نے عظمت وبہادری اور سپہ سالاری کے ایسے کمالات دکھائے کہ تمام کبار وصغار صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے انتخاب کا اعتراف دل وجان سے کئے بغیر نہ رہ سکے اور ان کے دلوں میں سانولے رنگ کے سترہ سالہ اسامہ رضی اللہ عنہ کی محبت جاگزیں ہوگئی۔

مصادر ومراجع

1۔ صحیح البخاری' کتاب المغازی' مطبوعہ دارالسلام ومطبوعہ مکتبہ قدوسیہ۔ لاہور

2۔ تاریخ الطبری۔ جلد نمبر 3 ص 223 تا 227' مطبوعہ دارالمعارف مصر

3۔ سیر اعلام النبلاء' جلد نمبر 2۔ ص 496 تا 507 مطبوعہ مؤسسہ الرسالۃ۔ بیروت

4۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم (ابن جوزی کی) جلد نمبر 4 ص 73 تا ص 79 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

5۔ تاریخ اسلام محمد اکبر شاہ نجیب آبادی جلد اول۔ مطبوعہ الفیصل ناشران کتب لاہور

6۔ الرحیق المختوم۔ (صفی الرحمٰن مبارکپوری) مطبوعہ سلفیہ لاہور

7۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد نمبر 10 ص 35 تا ص 40

8۔ طبقات ابن سعد جلد نمبر 3 ص 40

9۔ تاریخ خلیفہ ص 77

10۔ مسند الامام احمد 161/4

11۔ تاریخ البخاری الکبیر

12۔ المعجم الکبیر للطبرانی جلد 5 ص 478

13۔ تاریخ دمشق ابن عساکر جلد نمبر 6 ص 291

14۔ الاستیعاب ج 2 ص 542

15۔ اسد الغابہ جلد نمبر 2 ص 224

16۔ الاصابہ جلد نمبر 1 ص 563

17۔ صحیح مسلم' فضائل الصحابہ

18۔ جامع الترمذی۔ ابواب المناقب۔

19۔ تہذیب التہذیب للحافظ ابن حجر جلد نمبر 3 ص 246' 247

20۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 21 ص 731' ص 732

21۔ تفسیر ابن کثیر (سورۃ الاحزاب)

22۔ رحمۃ للعالمین جلد دوم قاضی سلیمان منصور پوری

اعتذار

مجلہ الدعوۃ فروری 2002ء کے کچھ شماروں کے صفحات غلط بائنڈنگ کی وجہ سے آگے پیچھے جڑ گئے تھے۔ جن احباب کے پاس ایسے شمارے پہنچے ہوں وہ خط لکھ کر صحیح شمارہ منگوا سکتے ہیں۔ ادارہ اس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔

درس قرآن

قسط نمبر 44

سورۃ الانعام کی تشریح و تفسیر

ابو عمر عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ

کتاب و سنت کے منکرین اور خواہشات و خیالات پر چلنے والوں کی اتباع حرام ہے

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿148﴾ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿149﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿150﴾ (الانعام)

ترجمہ: یہ مشرکین (یوں) کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں، انہوں نے بھی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا۔ آپ کہئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو۔ تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو۔ آپ کہئے کہ بس پوری حجت اللہ ہی کی رہی۔ پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لے آتا۔ آپ کہئے کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات پر شہادت دیں کہ اللہ نے ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو آپ اس کی شہادت نہ دیجئے اور ایسے لوگوں کے باطل خیالات کا اتباع مت کیجئے! جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ دوسروں کو رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

مفردات:

اَشرَکوا کا مادہ (ش۔ر۔ک) جس کا معنی شراکت اور ساجھی پن ہے اور یہ اَشرَکَ یُشرِکُ (باب افعال) میں سے فعل ماضی معلوم جمع مذکر غائب ہے اس کا معنی = انہوں نے شرک کیا = یعنی اللہ کے ساتھ شریک بنایا ہے۔

۲۔ ذاقوا۔ مادہ (ذ۔و۔ق) جس کا معنی چکھنا ہے اور یہ ذاق یذوق (باب نَصَرَ یَنصُرُ) میں سے فعل ماضی معلوم جمع مذکر غائب ہے۔ اس کا معنی۔ انہوں نے چکھا۔ یعنی اللہ کا عذاب چکھا۔

۳۔ تَخرُصُونَ: کا مادہ (خ۔ر۔ص) جس کا معنی پھلوں کا اندازہ کرنا ہے اور یہ خَرَصَ یَخرُصُ (باب نَصَرَ یَنصُرُ) میں سے فعل مضارع معلوم جمع مذکر حاضر ہے۔ اس کا معنی۔ تم اٹکل (اندازے) سے باتیں بناتے ہو۔

۴۔ یَعدِلُونَ۔ کا مادہ (ع۔د۔ل) ہے جس کا معنی برابر کرتا ہے اور یہ عَدَلَ یَعدِلُ (باب ضَرَبَ یَضرِبُ) میں سے فعل مضارع معلوم جمع مذکر غائب ہے اس کا معنی = وہ (اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو) برابر کرتے ہیں۔

تفسیر:۔

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین اور مشرکین یہود وغیرہ کو شرک چھوڑنے اور حلال وحرام کے احکام الٰہیہ میں دخل نہ دینے کی تنبیہ فرمائی۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور اہل ایمان کو خبر دے رہے ہیں کہ اہل شرک وباطل اللہ تعالیٰ کی اس تنبیہ کا تو کوئی جواب نہیں دے سکتے البتہ یہ کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ہم اور ہمارے آباء واجداد شرک نہ کرتے اور اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرتے اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' ان سے پہلے مشرکوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرتے ہوئے یہی بات کہی تھی جس کی وجہ سے وہ ہمارے عذاب کے مستحق بنے۔ ان کے اس طرز عمل کا دوسرے مقام پر تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ لوگوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی اور کی عبادت ہی نہ کرتے۔ نہ اس کے فرمان کے بغیر کسی چیز کو حرام کرتے۔ یہی فعل ان سے پہلے لوگوں کا رہا تو رسولوں پر تو صرف کھلم کھلا پیغام کا پہنچادینا ہے۔ (النحل۔ ۳۵) اور فرمایا= اور کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم ان (معبودوں) کی عبادت نہ کرتے۔ انہیں اس کی کچھ خبر نہیں۔ یہ تو صرف اٹکل پچو (جھوٹی باتیں) کہتے ہیں۔

قدیم وجدید مشرکین اور منکرین حق کا بہت بڑا شبہ اور شیطانی وسوسہ یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہمارے تمام احوال سے عالم اور واقف ہیں اور ہمارا شرک کرنا اور اشیاء کو حلال یا حرام کرنا اس پر مخفی نہیں اور وہ ہمارے طرز عمل پر ہمارا مؤاخذہ نہیں کرتا تو وہ ہم پر راضی ہے اور ہم اس کی رضا کے مطابق چل رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس شبہ اور مغالطہ کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہی بات ان سے پہلے مکذبین ومجرمین نے کہی تھی اور وہ اپنے اس قول پر جمے اور اپنی اس روش پر ڈٹے رہے حتی کہ ہمارے عذاب کی لپیٹ میں آگئے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ ان کے شرک اور شر پر راضی ہوتا تو ان کو عذاب نہ دیتا۔ ان سب کا عذاب سے دوچار ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ شرک کرنا اور شریک بنانا اور اپنی طرف سے بلاسند ودلیل حلال وحرام کرنا سخت ناپسند ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی حکمت ومصلحت کے تحت بندوں کو ایک مقرر مدت تک مہلت دینا اور حجت پوری کرنے کے لئے مقرر وقت سے پہلے عذاب میں گرفتار نہ کرنا شرک اور شر پر اس کے راضی ہونے کی دلیل نہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ارشاد فرمایا کہ ان مشرکوں سے کہو کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل وسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے شرک اور تمہارے حلال وحرام کرنے پر راضی وخوش ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ بھلا تمہارے پاس دلیل کہاں؟ تم تو صرف خیالی باتوں اور ظن وگمان کی پیروی کرتے ہو اور اٹکل پچو اور اندازے سے باتیں بناتے ہو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ اے رسول اکامل اور مؤثر دلیل وحجت تو اللہ تعالیٰ کی ہے جس پر تمام انبیاء ورسل علیہم السلام اور تمام آسمانی کتابیں اور عقول سلیمہ اور فطرت صحیحہ متفق ہیں جس کے بعد کسی کا کوئی عذر وشبہ باقی نہیں رہتا کہ جب خالق ورازق اور مالک صرف ایک اللہ ہے تو پھر ہر قسم کی عبادت کا مستحق بھی وہی اللہ ہے اور حکم وقانون بنانا بھی صرف ایک اللہ کا حق ہے۔ اس نے اپنے ساتھ شرک کرنا اور شریک ٹھہرانا حرام قرار دیا ہے اور حلال وحرام کرنا صرف اسی کا حق ہے اور انبیاء ورسل علیہم السلام اس کا پیغام پہنچانے والے ہیں۔ ان کی اطاعت واتباع اصل میں اللہ کی اطاعت ہے لہٰذا اپنے خود ساختہ عقائد اور ظن وتخمین پر مبنی نظریات اور خیالات باطلہ اور تاویلات فاسدہ پر قائم افعال واعمال سے اجتناب کرتے ہوئے صرف اور صرف ایک اللہ کی الوہیت وعبودیت بجالانی چاہئے اور صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع کرنی چاہئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا لیکن اس نے اپنی حکمت ومشیت کے تحت لوگوں پر جبر واکراہ نہیں کیا بلکہ پیدا کرنے اور حق وباطل اور خیر وشر کی راہ دکھانے اور اس میں تمیز کرنے کی طاقت واختیار دے کر یہ حکم دیا کہ حق وخیر کی راہ اختیار کرو اور باطل وشر کی راہ سے اجتناب کرو۔ تمہارا احساب وکتاب کل قیامت کے دن ہوگا اور جس نے جو راہ اختیار کی' اس کو اس کے مطابق اس کا بدلہ ملے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ارشاد فرمایا کہ ان مشرکین سے کہو تم اپنے گواہ پیش کرو جو اس بات کی شہادت دیں کہ ان جانوروں کو (جن کو تم حرام جانتے ہو) اللہ نے حرام قرار دیا ہے؟ اگر وہ نادانی اور تعصب کی بناء پر گواہی دے دیں تو اے پیغمبر آپ ان کے ساتھ یہ غلط گواہی نہ دیں اور ہماری آیتوں کی تکذیب کرنے والوں اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں اور اپنے رب کے ساتھ اس کی ذات وصفات اور عبادت کی اقسام میں سے کسی بھی قسم میں دوسروں (بتوں وغیرہ) کو برابر اور شریک کرنے والوں کی خواہشات اور غلط خیالات کی اتباع وپیروی مت کیجئے کیونکہ اللہ کی آیات کی تکذیب کرنے والوں اور آخرت کے منکروں اور حق کی پیروی کرنے کی بجائے خواہشات وخیالات کے پیچھے لگنے والوں کی گواہی کا کوئی اعتبار نہیں اور ان کی گواہی کوئی گواہی نہیں۔

فوائد

۱۔ گناہ پر اصرار واستمرار کیلئے تقدیر سے حجت پکڑنا باطل ہے۔

۲۔ دلیل وحجت صرف حق ہے۔

۳۔ جھوٹی گواہی کی تصدیق وتائید حرام ہے۔

۴۔ کتاب وسنت کے منکرین اور اپنی خواہشات وخیالات پر چلنے والوں کی اتباع حرام ہے۔

بقیہ شہداء

شہید نے دوستوں کے ساتھ وفا کے تقاضے نبھانے' اللہ کو منانے کا جوش ولولہ لئے فدائیان کتاب وسنت سے تربیت لی۔ واپسی پر دعوت کے مشن کو خوب پروان چڑھایا۔ زیادہ تر وقت جہاد کی تبلیغ اور اس پر بحث وتمحیص میں ہی گزار دیتے۔ والدین جہاد پر جانے کی اجازت نہ دیتے تھے چنانچہ چند دوستوں کو لے کر والدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جہاد میں عملی شرکت کی اجازت چاہی تو والدین نے بخوشی اجازت دے دی۔ جون 2000ء میں کافروں غاصبوں سے انتقام کا جذبہ لئے ہوئے وادی لہورنگ میں اترے اور چھ ماہ تک اللہ نے خوب کارروائیوں کا موقع دیا۔

شہید کے والد کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے بیٹے نے مجھ سے شہادت کی دعا کرنے کا کہا تو میں نے دعا کی۔ یا اللہ میرے بیٹے کو غازی بنانا تو ابوعبداللہ افسوس کرتے ہوئے کہنے لگے ابو جان یہ کیا دعا کی ہے؟ میں تو شہادت کا متمنی ہوں۔ تو میں نے کہا میری خواہش ہے کہ اللہ تیرے ہاتھوں زیادہ سے زیادہ ہندو ظالم مردار کروائے۔ اللہ نے دونوں دعائیں قبول فرمائیں۔

ابوعبداللہ چند گنے چنے مجاہدین میں سے تھے اللہ نے انہیں بہت سی خوبیوں سے مالا مال کر رکھا تھا۔ ایک خصوصی مشن کے لئے منتخب ہوئے اور ایک خاص دستے میں شامل ہوئے۔ مشن کی خاطر سفر کرتے ہوئے گرفتار ہوگئے تو ابومعاذ کے ساتھ مل کر حوالات میں سپیشل آپریشن گروپ SOG کی حراست سے حوالات توڑ کر نکل گئے۔ اس مشن میں دو سنتری بھی قتل ہوئے۔ ابومعاذ اور ابوعبداللہ نے علیحدہ علیحدہ راستہ اختیار کیا اور ابوعبداللہ کا پونچھ میں دوبارہ فوج سے ٹاکرہ ہوگیا۔ یہاں پر معرکے میں ابوعبداللہ شہید ہوگئے۔

والدین کے تاثرات:

والدین نے شہادت کی خبر بڑے سکون سے سنی۔ جب ساتھیوں نے واپسی کے لئے اجازت مانگی تو ابوعبداللہ کے والد کہنے لگے آج تک ہمارے ہاں ایسا مہمان نہیں آیا جو اتنی پرسعادت خبر لایا ہو لہٰذا تواضع کئے بغیر اجازت نہیں دوں گا۔ انہوں نے کہا اگر اللہ قیامت تک سرسجدہ میں رکھ کر اس نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق دے تو تب بھی اس نعمت کا شکر ادا نہ ہوسکے گا۔ اللہ ہم سب کو شہادت کی موت دے۔ آمین

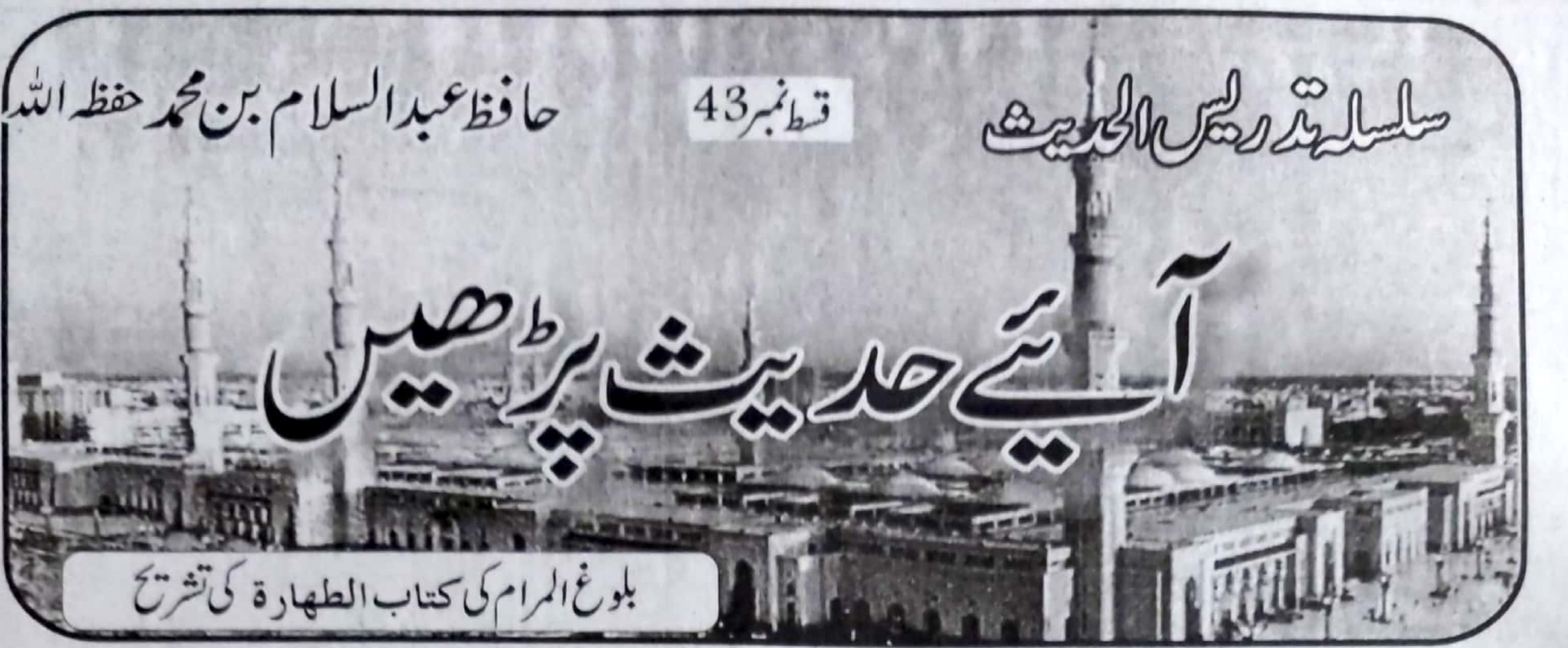

کفار کے برتن استعمال کرنے کا حکم

۱۹/۶ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ رضي الله عنه قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا بِأَرْضِ قَوْمٍ أَهْلِ الْكِتَابِ أَفَنَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ؟ قَالَ لَا تَأْكُلوا فِيْهَا إِلَّا أَنْ لَّا تَجدُوا غَيْرَهَا فَاغْسِلُوهَا وَكُلُوا فِيْهَا متفق عليه

ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے کہا، یارسول اللہ! ہم اہل کتاب لوگوں کی سرزمین میں (رہتے) ہیں تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھالیا کریں؟ آپ نے فرمایا، ان میں مت کھاؤ مگر یہ کہ ان کے علاوہ نہ پاؤ تو انہیں دھولو اور ان میں کھالو۔

تخریج: صحیح البخاری کتاب الذبائح والصید باب صید القوس رقم الحدیث ۵۴۷۸ صحیح مسلم کتاب الصید والذبائح رقم الحدیث ۴۹۸۳۔۸ تحفۃ الاشراف۔(۱۳۵/۹)

راوی حدیث: ابو ثعلبہ خشنی۔ خاء کے ضمہ اور شین کے فتحہ کے ساتھ۔ خشین بن النمر کی طرف منسوب ہے جو بنو قضاعہ سے تھے۔ نام جرھم بن ناشب ہے۔ بیعت رضوان میں شریک تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ لوگ مسلمان ہوگئے۔ شام میں سکونت اختیار کرلی تھی اور وہیں پر سنہ ۷۵ھ میں فوت ہوئے (اتحاف الکرام/۱۷)

۲۰/۷ وَعَنْ عِمْرَانَ بن حُصَين رَضِيَ اللهُ عَنه أَنَّ النَّبِي صَلّي الله عَلَيهِ وَسَلّمَ وَأصحَابُه تَوضَّأوا مِن مزادة اِمْرَأة مشركة متفق عليه في حديث طويل

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے ایک مشرک عورت کی ایک بڑی مشک سے وضوء کیا۔ اسے بخاری اور مسلم نے ایک لمبی حدیث میں بیان کیا۔

تخریج: صحیح البخاری کتاب المناقب رقم الحدیث ۳۵۷۱، صحیح مسلم کتاب المساجد ۱۵۶۳۔ ۳۱۲ تحفۃ الاشراف (۱۹۸/۸)

مفردات: مَزَادَةٌ۔ دو کھالیں ملا کر ان کے درمیان تیسری کھال لگادی جاتی ہے تاکہ کھلی مشک بن جائے (قاموس)

راوی حدیث: عمران بن حصین۔ ابو نجید (نجد کی تصغیر) الخزاعی الکعبی۔ خیبر کے سال مسلمان ہوئے۔ بصرہ میں رہائش اختیار کرلی اور وہیں پر سنہ ۵۲ یا ۵۳ھ میں فوت ہوئے۔ فاضل اور فقیہ صحابہ سے ہیں۔ (اتحاف الکرام/۱۷)

لمبی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک سفر میں آپ ﷺ کو پانی نہ مل سکا تو آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے صحابی کو پانی کی تلاش کیلئے بھیجا۔ انہیں ایک عورت ملی جو دو بڑی مشکیں اپنے اونٹ پر رکھ کر ان کے درمیان سوار تھی۔ اس سے پوچھا پانی کہاں ہے؟ اس نے بتایا کل اس وقت میں پانی پر تھی۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو۔ مختصر یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک برتن منگوا کر اس میں دونوں مشکوں کے منہ کھول دیئے اور لوگوں میں اعلان کردیا گیا کہ پانی پی لو اور پلالو...... اس کے باوجود مشکوں کے پانی میں کوئی کمی نہیں آئی۔

دونوں حدیثوں کے فوائد۔

۱۔ کفار کے برتنوں میں کھانا پینا جائز ہے خواہ وہ اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) ہوں یا مشرک، قرآن میں مشرکین کو جو نجس قرار دیا گیا ہے۔ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ۔ (التوبہ۔۲۸) یعنی مشرک تو نجس ہی ہیں وہ عقیدہ کی نجاست ہے۔ اگر وہ کسی برتن سے کھاپی لیں تو ان کا ہاتھ منہ لگنے سے وہ پلید نہیں ہوجاتا۔ اس کے چند دلائل یہ ہیں

(الف) نبی ﷺ نے اس مشرک عورت کی مشک کا پانی استعمال

فرمایا۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ (المائدہ۔۵)

اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے۔ ذبیحہ سمیت اہل کتاب کے دوسرے تمام کھانے بھی لفظ طعام میں شامل ہیں جن کا کھانا ہمارے لئے حلال ہے اور اس میں ان کے برتنوں کا استعمال ظاہر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے اہل کتاب شرک میں گرفتار تھے۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ (التوبۃ:۳۰)

یعنی یہودیوں نے کہا عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

اس شرک کی باوجود ان کا طعام حلال ہے۔

(ج) اہل کتاب عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ (المائدہ۵)

یعنی اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح تمہارے لئے حلال ہے۔

ظاہر ہے نکاح کے بعد ان کے برتنوں اور پکے ہوئے کھانے سے اجتناب ممکن ہی نہیں بلکہ شوہر انہی کا پکا ہوا کھانا کھائیں گے اور بچوں کو کھلائیں گے۔

(د) نبی ﷺ نے خیبر کے موقعہ پر ایک یہودی عورت کی دعوت قبول فرمائی (کما رواہ البخاری فی صحیحہ: کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ) تو اس سے بھی ان کے برتنوں کا استعمال ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ پہلی حدیث میں اہل کتاب کے برتنوں میں کھانے سے جو منع کیا گیا ہے اس کی وضاحت خود اسی صحابی کی مفصل روایت میں مذکور ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا کہ ہم اہل کتاب کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں۔ تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھالیا کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی اور برتن مل جائیں تو ان سے کھاؤ پیو اور اگر ان کے علاوہ نہ ملیں تو انہیں پانی سے دھو کر ان میں کھا پی لو۔ (سنن ابی داود' رقم الحدیث ۳۸۳۹) بسند صحیح اور دیکھئے ارواء الغلیل رقم الحدیث ۳۷

اس سے معلوم ہوا کہ جن برتنوں میں خنزیر پکانے' شراب پینے یا کوئی اور حرام چیز پکائے جانے کا اندیشہ ہو' وہ حتی المقدور استعمال کرنا جائز نہیں۔ کوئی اور برتن نہ ملنے کی صورت میں انہیں دھو کر استعمال کرنا جائز ہے البتہ جن برتنوں کے متعلق ایسا اندیشہ نہ ہو' انہیں استعمال کرنا جائز ہے جیسا کہ مشرک عورت کی مشک' یہودی عورت کی دعوت' اہل کتاب کے کھانے کی حلت اور ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح میں ذکر ہو چکا ہے۔

ٹوٹا ہوا برتن چاندی کی تار سے جوڑنا جائز ہے

۳/۲۱ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ قَدَحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْكَسَرَ فَاتَّخَذَ مَكَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِنْ فِضَّةٍ اخرجه البخاری

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ ﷺ نے شگاف کی جگہ پر چاندی کی زنجیر لگوالی۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

تخریج: صحیح البخاری کتاب فرض الخمس: رقم الحدیث ۳۱۰۹ تحفۃ الاشراف (۱/۳۷۳)

مفردات:

قَدَحٌ۔ قاف اور دال کے فتحہ کے ساتھ۔ پیالہ جمع اقداح اور قاف کے کسرہ اور دال کے سکون کے ساتھ (قِدْحٌ) اس "تیر" کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ابھی لکڑی نہ لگی ہو۔

شَعب۔ شین کے فتحہ کے ساتھ۔ متعدد معنوں میں آتا ہے۔ یہاں شگاف (ٹوٹی ہوئی جگہ مراد ہے۔)

فوائد: کے لئے اسی باب کی پہلی حدیث دیکھئے۔

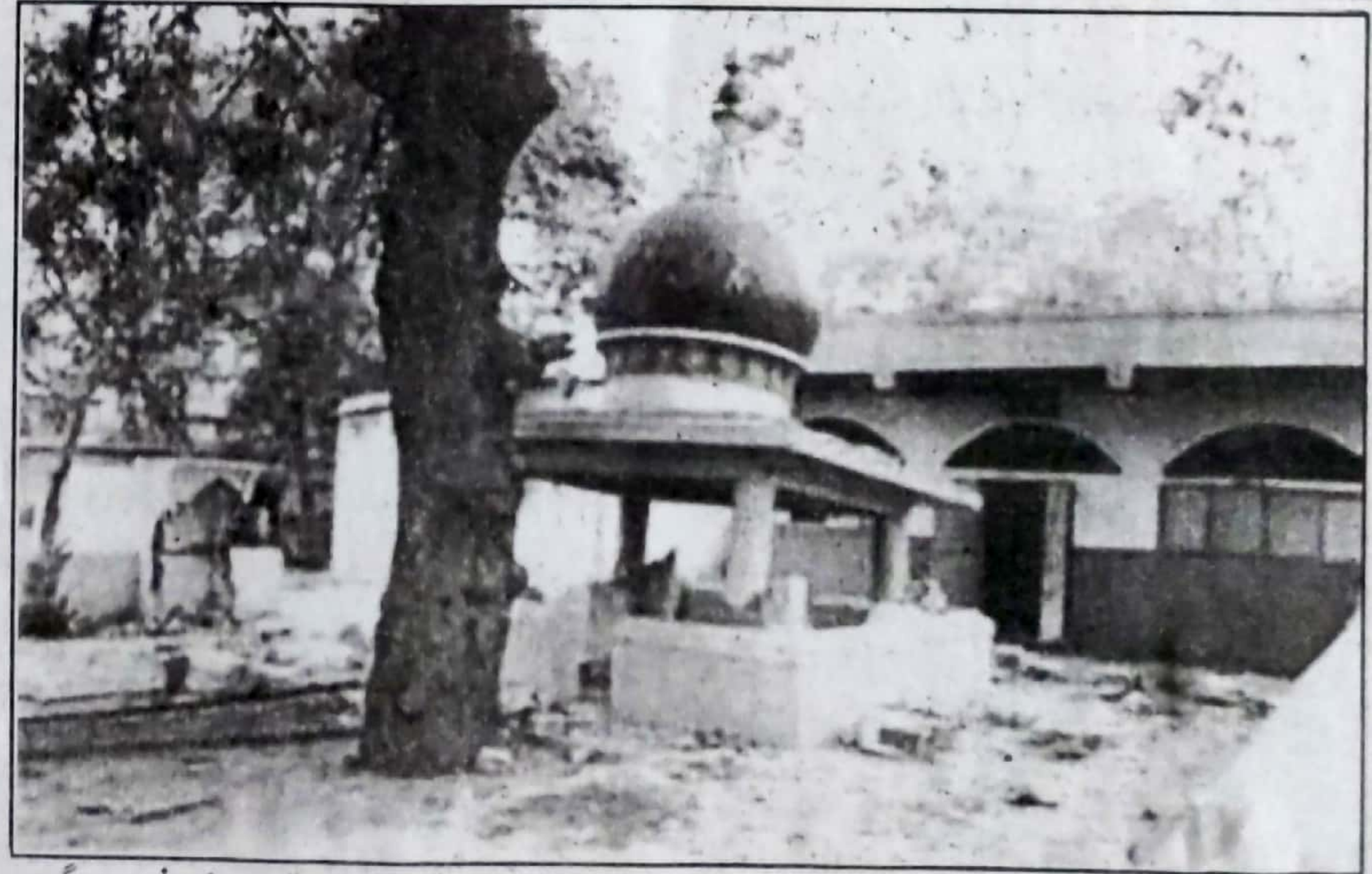

مدینہ مسجد جسے ہندوؤں نے حملہ کر کے تباہ کر ڈالا۔ اگر مسلمان جہاد کے لئے تیار نہ ہوئے تو بھارت کی کوئی مسجد ان کے ہاتھوں سے محفوظ نہیں رہے گی

ایک مسلمان عورت آر ایس ایس کے ہندو غنڈوں کی طرف سے مسلمانوں پر پھینکے گئے گرنیڈ بم کو دکھا رہی ہے

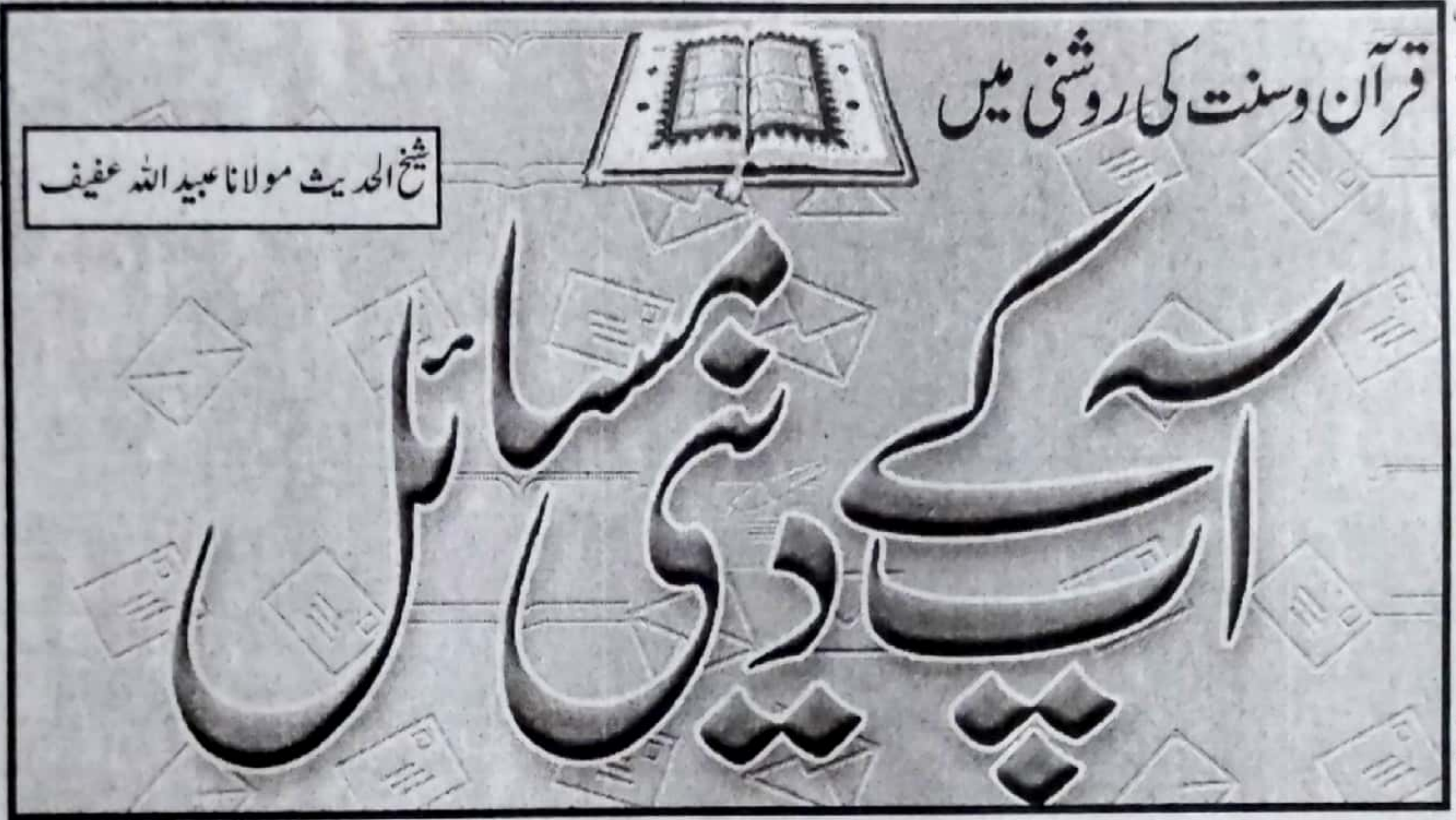

علم غیب اور دست شناسی

سوال بعض لوگ دست شناسی کے جواز کے قائل ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ دست شناسی کو جائز قرار دینا کتاب وسنت کی نصوص صریحہ کے سراسر منافی ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق علم غیب کے ساتھ ہے علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے جیسا کہ فرمایا۔

۱۔ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ اللہ ہی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔

۲۔ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ (النمل ۶۵)

کہہ دیجئے آسمان والوں میں سے اور زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا۔ انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اٹھا کھڑے کئے جائیں گے۔

۳۔ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (لقمان ۳۴)

بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش نازل فرماتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے، کوئی (بھی) نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کرے گا۔ نہ کس زمین میں مرے گا (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے۔

۴۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا۔ (الاعراف ۱۸۷) یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے۔ اس کے وقت پر اسے اللہ کے سوا اور ظاہر نہ کرے گا۔

۵۔ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (الاعراف۔ ۱۸۸) آپ فرمادیجئے کہ میں اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا کہ جتنا اللہ نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں اور ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

تشریح: پہلی آیت کی مزید تفسیر تیسری آیت میں کردی گئی کہ مفاتح الغیب سے مراد یہ پانچ چیزیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کو مفاتح الغیب قرار دیا ہے۔ جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ لقمان حدیث نمبر ۴۷۷۸ ج ۲ ص ۱۰۱۶ و کتاب الاستسقاء باب لایدری متی یجیئ المطر الا اللہ) قرب قیامت کی علامات تو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں لیکن قیامت کے وقوع کا قطعی اور یقینی علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں کسی فرشتے کو، نہ کسی نبی مرسل کو، بارش کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے آثار وعلائم سے تخمینہ تو لگایا جاتا اور لگایا جا سکتا ہے لیکن یہ بات ہر شخص کے مشاہدہ اور تجربہ میں آچکی ہے کہ یہ تخمینے کبھی صحیح نکلتے ہیں اور کبھی غلط یہاں تک کہ محکمہ موسمیات کے اعلانات کے باوجود بارش کی ایک بوند بھی نہیں برستی جس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ بارش کا قطعی اور یقینی علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو نہیں۔

۳۔ آج کے مشینی آلات سے رحم مادر میں مذکر ومونث کا ناقص اندازہ تو شاید ممکن ہے کہ بچہ ہے یا بچی؟ مگر یہ بچہ زندہ پیدا ہوگا یا مردہ، طویل عمر کا ہوگا یا مختصر عمر پائے گا۔ ناقص ہوگا یا کامل، خوب رو ہوگا یا بدصورت، خوش بخت ہوگا یا بدبخت امیر ہوگا یا قلاش، صاحب اولاد ہوگا یا بے اولاد۔ مومن ہوگا یا کافر۔ عالم ہوگا یا جاہل وغیرہ باتوں کا علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۴۔ انسان کل کیا کرے گا۔ وہ دین کا معاملہ ہو یا دنیا کا، کتنے نکاح کرے گا یا مجرد ہی رہے گا کیا پائیگا اور کیا کھوئے گا۔ اس کی دنیوی تگ وتاز کا کیا انجام ہوگا۔ کسی دست شناس اور فٹ پاتھ پر بیٹھے علم نجوم کے نام نہاد پروفیسروں کو آنے والے کل کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں۔ سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ستارے تین مقاصد کے لئے بنائے ہیں۔ آسمان کی زینت، راہنمائی کا ذریعہ اور ابلیس کو گولہ مارنے کیلئے، لیکن اللہ کے احکام سے ان جاہل نجومیوں اور نام نہاد دست شناسوں نے ان سے غیب کا علم حاصل کرنے (کہانت) کا ڈھونگ رچا رکھا ہے مثلاً کہتے ہیں کہ فلاں ستارہ سعد ہے۔ فلاں نحس ہے، فلاں ستارے کے طلوع پر جو بچہ پیدا ہوگا وہ خوش نصیب ہوگا، فلاں ستارے کے وقت پیدا ہونے والا بدنصیب ہوگا وغیرہ، یہ سب ڈھکوسلے ہیں۔ ان کے ان قیاسات کے خلاف اکثر ہوتا رہتا ہے۔ ستاروں، پرندوں اور جانوروں سے علم غیب آخر کس طرح حاصل ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا سورۃ النمل کی آیت ۵ میں فیصلہ تو یہ ہے کہ آسمان وزمین میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا خود ان علم نجوم کے ٹھیکیداروں اور دست شناسی کے مدعیوں کو یہ تک علم نہیں کہ آنے والا کل ان کی زندگی میں آئے گا بھی یا نہیں اور اگر آئے گا تو وہ کیا کریں گے، کیا پائیں گے اور کیا کھوئیں گے۔

۵۔ موت کہاں اور کیسی آئے گی؟ گھر میں آئے گی یا گھر سے باہر دیس میں آئے گی یا پردیس میں، حسرتوں کے حصول کے بعد آئے گی یا حسرتیں ناکام لئے مریں گے۔ اور سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۸ اس بات میں کتنی صاف اور واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب نہیں۔ عالم الغیب اللہ کے سوا کوئی اور نہیں مگر ظلم اور جہالت کی انتہا ہے کہ شرک وبدعت کے رسیا لوگ رسول اللہ ﷺ کو عالم غیب باور کراتے پھرتے ہیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ غزوہ احد میں آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی اور آپ اس وجہ سے پورا مہینہ پریشان رہے۔ زینب نامی یہودیہ عورت نے آپ ﷺ کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو زہر ملا کھانا کھلا دیا تھا جس کی تکلیف آپ ﷺ عمر بھر محسوس فرماتے رہے۔ اور ایک صحابی اس زہریلے کھانے کی وجہ سے موت کی آغوش میں بھی چلے گئے۔ اور اس قسم کے کئی اور واقعات بھی احادیث وسیر کی کتابوں میں مرقوم ہیں جن سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ تکلیفیں اور نقصانات عدم علم کی وجہ سے اٹھانے پڑے اور قرآن کی بیان کردہ اس حقیقت کا اثبات ہوتا ہے کہ اگر میں غیب جانتا

ہوتا تو بہت سے منافع اپنے دامن میں سمیٹ لیتا اور کوئی نقصان مجھے نہ پہنچتا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا واضح بیان عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ وَهُوَ يَقُولُ (لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ) وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ الْغَيْبَ فَقَدْ كَذَبَ وَهُوَ يَقُولُ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ * (صحیح بخاری حدیث رقم ۷۳۸۰ باب قوله: الله عالم الغيب فلا يظهر علی غيبه احدا صحیح البخاری ص ۱۰۹۷ او حدیث رقم ۴۸۵۵) کہ جو شخص آپ سے یہ کہے کہ محمد ﷺ نے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے تو اس نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آنکھیں اس کو نہیں پاتیں اور اسی طرح جو شخص یہ کہے کہ آپ ﷺ غیب جانتے تھے تو اس نے جھوٹ بولا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ کے سوا غیب کوئی نہیں جانتا۔

حنفی فقیہ اور مفتی کردری کا فتویٰ۔ نجومیوں دست شناسوں اور رسول اللہ ﷺ کو غیب دان باور کرانے والے کی اطلاع کیلئے امام محمد بن محمد المعروف ابن البزار المتوفی ۸۴۷ ھ کا فتویٰ زیب قرطاس ہے۔ ان تزوجها بشهادة الله تعالیٰ جل جلاله ورسوله عليه السلام لا ينعقد ويخاف عليه الكفر لانه يوهم انه عليه السلام يعلم الغيب «وعنده مفاتح الغيب...... الاية» وما اعلم الله تعالى الخيار عباده بالوحى او الالهام الحق لم يبق بعد الاعلام غيبا فخرج عن الحصرين المستفادين من تقديم المسند والحصر بالا (کتاب النکاح فصل سادس فی الشہود حاشیہ فتاوی عالمگیری ج ۴ ص ۱۱۹ طبع مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ) کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بنا کر نکاح کرے گا تو ایسا نکاح منعقد نہیں ہوگا اور ڈر ہے کہ یہ شخص عند اللہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس طرح وہ باور کرا رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غیب جانتے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا غیب کی چابیاں اللہ ہی کے پاس ہیں انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور جو کچھ وحی یا سچے الہام کے ساتھ اپنے پسندیدہ بندوں کو جتلا دیا ہے وہ بتلا دینے کے بعد علم غیب کی تعریف میں داخل نہیں کیونکہ عندہ کو مقدم لانے اور کلمہ حصر الا کی وجہ سے علم غیب کی تعریف سے خارج ہے۔

قرآن مجید کی ان پانچوں نصوص صریحہ اور احادیث صریحہ و صحیحہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کے حق میں غیب دانی کا عقیدہ رکھنے والے اہل بدعت، نجومی اور دست شناس کذاب اور مفتری ہیں اور حنفی فقیہ علامہ کردری کے مطابق یہ ڈر ہے کہ وہ اس عقیدہ کی وجہ سے کافر ہو گیا ہو۔ اور آخر میں نجومیوں، کاہنوں اور دست شناسوں کی تصدیق کرنے والے خوب یاد رکھیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

۱۔ عَنْ حفصة رضي الله عنها قالت قال رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً (رواہ مسلم) باب الکہانۃ ص ۳۹۳ کہ جو شخص کاہن اور نجومی کے پاس گیا اور اس سے آئندہ کے بارے میں کچھ پوچھا اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔

۲۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جب بارش برسی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مطرنا بنوء كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ (متفق علیہ مشکوۃ ۳۹۳) کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ربّ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا اللہ نے کہ میرے کچھ بندے مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور کچھ کفر کرنے والے ہیں۔ جس نے یہ کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش برسی ہے میرے اوپر ایمان لانے والا اور ستارے کے ساتھ کفر کرنے والا ہے اور جس نے یہ کہا کہ ہم پر فلاں فلاں ستارہ کی وجہ سے بارش ہوئی ہے وہ میرے ساتھ کفر کرنے اور ستارہ پر ایمان رکھنے والا ہے۔

۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَتَى كَاهِنًا فصدقه بما يقول...... فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ (رواہ احمد وابوداؤد مشکوۃ ص ۳۹۳) کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کاہن دست شناس اور نجومی وغیرہ کے پاس گیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو وہ اس شریعت سے بیزار ہو چکا ہے جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔ یہ ہے کاہنوں، نجومیوں اور دشت شناسوں کی حقیقت اور ان کے پاس جانے والوں کا انجام بد اللہ تعالیٰ ایسے عقائد باطلہ اور افکار کاسدہ اور اعمال فاسدہ سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

خالہ پر بھانجی سے نکاح کرنا حرام ہے

س: میری بیوی کے بچے فوت ہو جاتے ہیں یا تو حمل ساقط ہو جاتا ہے یا مردہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اس نے مجھے کہا کہ آپ دوسری شادی کر لیں تو میں نے اس کو کہا کہ آپ خود میرے لئے رشتہ تلاش کریں تو اس نے اپنی بھانجی کا رشتہ میرے لئے منتخب کر لیا اور دن بھی مقرر کر دیئے۔ بعد ازاں کسی نے کہا کہ یہ رشتہ تو شرعاً نہیں ہو سکتا۔ ہم نے بعض دیہاتی کم علم لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا جائز ہے۔ پھر ہم نے کاموکی منڈی کے حنفی اور اہل حدیث مولویوں سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ خالہ پر بھانجی سے نکاح کرنا شرعاً جائز نہیں۔ آپ ہماری شرعی راہنمائی بحوالہ قرآن وحدیث فرمائیں۔

محمد یوسف۔ دھوپ سڑی علاقہ منڈی کاموں کی ضلع گوجرانوالہ

الجواب بعون الوہاب منہ الصدق والصواب۔ واضح ہو کہ پھوپھی اور بھتیجی اور اسی طرح خالہ اور بھانجی کو ایک ساتھ یعنی ایک وقت میں ایک شوہر کے نکاح میں جمع کرنا شرعاً حرام اور ناجائز ہے اور اس مسئلہ میں اہل سنت کے تمام مکاتب فکر میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری باب لا تنکح المراۃ علی عمتہا ج ۲ ص ۷۶۶ میں روایت ہے۔

۱۔ عَنِ الشَّعْبِيِّ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ جب پھوپھی نکاح میں ہو اس پر اس کی بھتیجی کے ساتھ نکاح کیا جائے یا خالہ کے ہوتے ہوئے بھانجی سے نکاح کیا جائے۔

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا * رسول اللہ نے فرمایا نہ جمع کیا جائے بھتیجی اور اس کی پھوپھی کو اور نہ بھانجی اور اس کی خالہ کو ایک ہی شوہر کے نکاح میں (صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۶۶)

۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا أَوِ الْعَمَّةُ عَلَى ابْنَةِ أَخِيهَا أَوِ الْمَرْأَةُ عَلَى خَالَتِهَا أَوِ الْخَالَةُ عَلَى بِنْتِ أُخْتِهَا وَلَا تُنْكَحُ الصُّغْرَى عَلَى الْكُبْرَى وَلَا الْكُبْرَى عَلَى الصُّغْرَى (رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی والنسائی وروایۃ الی قول بنت اختها۔ مشکوۃ ج ۲ ص ۲۷۴ و جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۶۷) کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب کوئی عورت بطور بیوی کے آباد ہو تو اس کے ہوتے ہوئے اس کی بھتیجی کے ساتھ یا بھتیجی کے ہوتے ہوئے اس کی پھوپھی کے ساتھ اور اسی خالہ کے ہوتے ہوئے اس کی بھانجی اور بھانجی کی ہوتے ہوئے اس کی خالہ کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے۔ نہ چھوٹی کے ساتھ نکاح کیا جائے جب بڑی نکاح میں آباد ہو اور نہ بڑی کے ساتھ نکاح کیا جائے جبکہ پہلے چھوٹی نکاح میں ہو۔ پس ان احادیث صحیحہ کے مطابق صورت مسئولہ میں بیوی کی بھانجی کے

ساتھ نکاح کرنا حدود اللہ کی خلاف ورزی ہے اور یہ نکاح شرعاً باطل ہوگا۔ (ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب)

راجح مصلحت کے تحت مسجد کی جگہ تبدیل کرنا جائز ہے

س: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے کچھ جگہ مسجد کے لئے وقف کردی لیکن اس جگہ پر آبادی نہیں ہے اور نہ ہی جلدی آبادی ہونے کی توقع ہے۔ وہ اس جگہ پر مسجد بنانے کو موجودہ حالت میں مناسب نہیں سمجھتے۔ کیا وہ وقف شدہ جگہ فروخت کرکے کسی آبادی والی جگہ جہاں پر مسجد کی ضرورت ہے "وہاں جگہ خرید سکتے ہیں یا مسجد کی تعمیر پر لگا سکتے ہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

(سائل محمد طارق جاوید رچنا ٹاؤن فیروزوالا)

الجواب بعون الوہاب ومنہ الصدق والصواب بشرط صحۃ السوال

اگر واقعی صورت حال وہی ہے جو سوالنامہ میں مرقوم ہے تو اس وقف میں مفید تبدیلی کی شرعاً اجازت اور گنجائش ہے۔ ورنہ کسی قسم کی تبدیلی ہرگز جائز نہیں کیونکہ مسجد وقف کی قسم ہے اور وقف عقد لازم ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا حدیث میں ہے انه لا یباع ولا یوهب ولا یورث یعنی وقف نہ فروخت کیا جاسکتا ہے نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ وراثت میں لیا جاسکتا ہے اس بنا پر مسجد کیلئے وقف پلاٹ مسجد ہی کیلئے رہے گا۔ لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ اس پلاٹ سے فائدہ اٹھانے کی صورت کیا ہے اگر یہاں مسجد بنائی جا سکتی ہے تو مسجد ہی تعمیر کرنی ہوگی۔ ہاں اگر وہاں مسجد بنانے کی کوئی صورت نہیں۔ یا یہاں مسجد کی ضرورت ہی نہیں یا وہاں نماز نہیں۔ اور نماز کے لئے دوسری مسجد موجود ہے یا کوئی اور وجہ ہے تو اس مسجد کو کسی اور وقف میں تبدیل کیا جاسکتا ہے جس سے دوسری مسجد کو فائدہ پہنچے مثلاً یہ جگہ کرایہ پر یا ٹھیکہ پر دے دی جائے یا اس میں کھیتی باڑی کی جائے یا پھر فروخت کرکے اس کی قیمت سے کسی ایسی جگہ مسجد تعمیر کردی جائے جہاں مسجد کی ضرورت ہو یا درس وتدریس وغیرہ کسی نیک مصرف پر صرف کردی جائے۔ بہرصورت جو چیز للہ وقف ہو چکی حتی الوسع جیسے بھی ممکن ہو اس کو اسی راہ میں صرف کرنا چاہئے۔ ضائع نہ ہونے پائے بالآخر وہاں قبرستان بھی بنایا جاسکتا ہے۔ یہ بھی مسلمانوں کے عام فائدہ کی چیز ہے۔ صحیح مسلم ونیل الاوطار میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ أَوْ قَالَ بِكُفْرٍ لَأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَجَعَلْتُ بَابَهَا بِالْأَرْضِ وَلَأَدْخَلْتُ فِيهَا مِنَ الْحِجْرِ۔ (صحیح مسلم باب نقض الکعبۃ ج ۱ ص ۴۲۹ ونیل الاوطار ج ۶ ص ۳۱) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ نے فرمایا کہ اگر تمہاری قوم نئی نئی جاہلیت کو نہ چھوڑے ہوتی یا کفر کو تو میں کعبہ کا خزانہ اللہ کی راہ میں صرف کردیتا۔ (یعنی جہاد میں) اور اس کا دروازہ زمین کی سطح کے برابر بنا دیتا اور حطیم کو کعبہ میں شامل کردیتا۔

بیت اللہ کے خزانے سے وہ مال مراد ہے جو لوگ بیت اللہ کی خاطر نذر کرتے تھے۔ جیسے مسجد میں لوگ دیتے ہیں۔ یہ خزانہ بیت اللہ میں یوں ہی مدفون پڑا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا کہ یہ بیت اللہ کی ضرورت سے فاضل ہے تو اس کو فی سبیل اللہ خرچ کردینا مناسب سمجھا لیکن اہل مکہ چونکہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ بدظن نہ ہو جائیں۔ اس لئے اسے جوں کا توں چھوڑ دیا۔ آپ کے اس ارادہ سے ثابت ہوا کہ جب کوئی وقف ضائع ہوتا نظر آئے تو اس کی کوئی ایسی صورت بنالینی چاہئے جس سے وہ ضائع نہ ہو پائے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ تصریح فرماتے ہیں۔ والمسجد اذا خرب ماحوله فينتقل الى مكان آخر او يباع ويشترى بثمنه ما يقوم مقامه. فقہ السنۃ ج ۳ ص ۳۸۶

جب مسجد کے اردگرد ویرانہ ہو جائے تو اسے دوسری جگہ منتقل کردیا جائے گا یا وہ بیچ دیا جائے گی اور اس کی قیمت سے اس کے قائم مقام کچھ اور خرید لیا جائے گا۔

مزید لکھتے ہیں واحتج احمد بان عمر بن الخطاب رضی الله عنه نقل مسجد الكوفه القديم الى مكان آخر وصار الاول سوقا للتمارين فهذا ابدال لعرصة المسجد واما ابدال بنائة ببناء آخر فان عمر وعثمان رضی الله عنهما بنيا مسجد النبی ﷺ علی بناءه الاول فقہ السنہ ج ۳ ص ۳۸۶

احمد نے استدلال کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قدیم مسجد کوفہ دوسری جگہ منتقل کی۔ اور پہلی جگہ کھجور منڈی بن گئی یہ (مثال) مسجد کی زمین بدلنے کی ہے۔ اور مسجد کی عمارت بدلنے کی مثال یہ ہے کہ عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما نے مسجد نبوی کی عمارت تبدیل کی قدیم بنیادوں پر۔

ولو خرب المسجد وما حوله وتفرق الناس لا يعود الى الملك والواقف عند ابی حنيفه وابی يوسف فيباع باذن القاض ويصرف ثمنه الى بعض المساجد رد المختار ج ۳ ص ۳۸۳

اگر مسجد اور اردگرد ویران ہو جائے اور لوگ منتشر ہو جائیں تو ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک وقف کرنے والے کی ملکیت نہیں بن جائے گی بلکہ قاضی کی اجازت سے بیچ دی جائے گی اور دیگر مساجد پر اس کی قیمت خرچ کردی جائے گی۔

خلاصہ بحث یہ کہ مذکورہ بالا حدیث اور فقہی فتاوی کی روشنی میں مسئولہ وقف شدہ پلاٹ فروخت کرکے اس کی قیمت سے دوسری ضرورت والی جگہ میں مسجد تعمیر کرلینی بلاشبہ شرعاً جائز ہے یا پھر اس کی قیمت کو کسی دوسری ضرورتمند مسجد پر صرف کر سکتے ہیں اور وقف خواہ ذہنی ہو یا قانونی ہو دونوں قسم کا وقف شرعاً وقف ہی ہے کیونکہ اصل نیت ہے اور مقصود رضا الٰہی ہے۔ ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بقیہ — احوال العالم

اگرچہ انہوں نے اپنی خفت مٹانے کے لئے شاہی کوٹ کی 50 غاروں کا معائنہ کیا۔ جہاں انہیں لٹریچر، نقشے، تصاویر وغیرہ ملیں لیکن وہ ایک مجاہد کو بھی زندہ گرفتار نہیں کرسکے۔ روس کی خبر رساں ایجنسی کے مطابق مجاہدین نے یہاں بھاری اسلحہ استعمال کیا اور اینٹی ایئر کرافٹ گنوں سے 4 رایاچی ہیلی کاپٹر مار گرائے۔ روس کے مطابق ان علاقوں میں جلال الدین حقانی کا بہت اثر ورسوخ ہے وہ روس کے خلاف لڑائی میں بھی کافی شہرت یافتہ ہیں اور انہوں نے 1979ء کی روس افغانستان جنگ میں صوبہ پکتیا اور صوبہ پکتیا میں روسیوں کے قدم جمنے نہیں دیئے تھے۔ جلال الدین حقانی نے انعام مقرر کررکھا ہے کہ جو افغانی کسی امریکی فوجی کو زندہ گرفتار کرکے لائے گا اسے ایک لاکھ ڈالر انعام دیا جائے گا۔ جلال الدین حقانی چیچن اور عرب مجاہدین کے حامی سمجھے جاتے ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

عبدالرشید صاحب والد محمد طارق اکاؤنٹنٹ ساہیوال زون قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون قارئین سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

ضرورت برائے ڈسپنسرز

سلفی العقیدہ ڈسپنسر حضرات رابطہ کریں..... معقول وظیفہ دیا جائے گا..... درکار تعداد ڈسپنسرز: 20

رابطہ: ڈاکٹر مقبول احمد الدعوۃ میڈیکل مشن جنوبی زون لاہور

فون: 7284103-5430455-5811686

الدعوۃ ماڈل سکول برائے طالبات کا اعزاز

الحمد للہ ادارہ ھذا کا کلاس پنجم کا رزلٹ بفضل الٰہی سو فیصد رہا اس کے علاوہ مڈل کلاس کا رزلٹ بھی سو فیصد ہی رہا۔

قارئین سے مزید دعاؤں کی التماس ہے۔

منجانب: ابوطلحہ پرنسپل الدعوۃ ماڈل سکول فار گرلز چوک جمیل آباد شیخوپورہ روڈ فیصل آباد

قسط نمبر 2

تاریخ کے آئینے میں' بسلسلہ جنگ یرموک

جب مرتدین اپنے بھیانک انجام کو پہنچے

ابویحییٰ محمد زکریا زاہد

رمضان المبارک 6 ہجری کی بات ہے کہ بنوفزارہ کی ایک شاخ کے متعلق اطلاع ملی کہ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مجاہدین کا ایک دستہ دے کر ان کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں بھی اس سریہ میں ان کے ساتھ تھا۔ جب ہم صبح کی نماز پڑھ چکے تو آپ کے حکم سے ہم لوگوں نے چھاپہ مارا اور (وادی القری میں بنوفزارہ کے) چشمے پر دھاوا بول دیا جس کے نتیجے میں دشمن کے بہت سارے آدمی مقتول ہوئے۔ باقی بھاگ اٹھے۔ میں نے ایک گروہ کو دیکھا کہ جس میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ لوگ کہیں مجھ سے پہلے پہاڑ پر نہ پہنچ جائیں۔ میں نے انہیں پکڑنے کی کوشش کی اور ان کے سامنے تیر پھینکا' تیر دیکھ کر یہ لوگ ٹھہر گئے۔

ان میں ام قرفہ نامی ایک عورت تھی جو ایک پرانی پوستین اوڑھے ہوئے تھی۔ کثرت اولاد اور خاندان قبیلے کی عزت وشرف کے اعتبار سے عربوں میں ام قرفہ کی مثال دی جاتی تھی۔ اس کے کل بارہ بیٹے بیٹیاں تھے۔ عربوں کے نزدیک کثرت اولاد شان وشوکت کی موجب ہوتی ہے۔ یہ شیطان صفت عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تدبیریں کیا کرتی تھی۔ اور اس مقصد کیلئے اس نے اپنے خاندان کے تیس شہسوار بھی تیار کئے تھے۔ اس کے سارے شہسوار ایک معرکہ میں مارے گئے اور وہ خود قیدی ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جو عرب کی خوبصورت ترین عورتوں میں شمار ہوتی تھی۔ میں ان سب عورتوں اور بچوں کو کھینچتا ہوا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا انہوں نے وہ لڑکی مجھے عطا کردی۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے یہ لڑکی مجھ سے لے کر مکہ بھیج دی اور اس کے عوض وہاں کے متعدد مسلمان قیدیوں کو رہا کرالیا۔ (الرحیق المختوم بحوالہ صحیح مسلم جلد نمبر 2 ص 89)

یہ لڑکی کہ جس کا نام سلمٰی تھا اور یہ مالک بن حذیفہ بن بدر الفزاری کی بیٹی ام قرفہ بنت ربیعہ کے بطن سے تھی' نہ جانے کیسے یہ مکہ سے نکلی اور اپنے قبیلے میں واپس پہنچ گئی۔ قبیلے اور قبیلے سے باہر کافی اس کی شہرت ہوئی۔ پھر جب نبی ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کا ہنگامہ کھڑا ہوا تو اس بدبخت نے بھی انتقام لینے کی تیاری کرلی۔ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ یہ لڑکی سیدہ عائشہ کے پاس بھی رہی۔ (لگتا ہے کہ جب اسے نبی ﷺ نے سیدنا سلمہ بن اکوع ؓ سے لیا تو مکہ روانہ کرنے سے پہلے کچھ دن گھر میں رکھا ہوگا۔) ایک دن نبی کریم گھر تشریف لائے تو یہ لڑکی (سلمہ بنت مالک الفزاری) بھی وہاں بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا: ان احداکن تستنبح کلاب الحوء ب ...... تم میں سے ایک ایسی بھی ہے (مراد یہی لڑکی تھی) جو مقام حوءب کے کتوں کی

> **لشکر خالد ؓ کی ہیبت سے سجاح کا سارا لشکر فرار ہوگیا خود سجاح بڑی مشکل سے جان بچا کر جزیرہ پہنچی اور معاویہ ؓ کے دور تک یہیں گمنامی کی زندگی بسر کرتی رہی**

طرح بھونکے گی۔'' چنانچہ اس لڑکی (ام زمل سلمٰی بنت مالک الفزاری) نے جب ارتداد کا ہنگامہ ہوا تو یہی کام کیا۔ (تاریخ طبری جلد نمبر 4 جلد ص 264)

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب طلیحہ بن خویلد الاسدی اور عیینہ بن حصن کے خلاف لشکر کشی کر کے ان کی قوت کو پارہ پارہ کردیا تو یہاں مقام بزاخہ سے مفرور ہونے والے شکست خوردہ (بنو غطفان' بنوسلیم اور ہوازن) کے لوگ اسی سلمٰی بنت مالک الفزاری کے پاس جمع ہونے لگے اور اسے اپنا سردار تسلیم کر کے مقابلے کی تیاری شروع کردی۔ ام زمل نے انہیں منظم کیا اور دیگر لوگوں کو بھی لشکر خالد ؓ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار کرنے لگے۔ ہر طرف سے دھتکارے ہوئے لوگ اس کی طرف کھنچتے چلے آئے۔

چنانچہ اس نے اردگرد کے تمام مطرودین کو مقام ظفر اور حوئب کے درمیان جمع کرلیا۔ اس جمیلۂ عرب کے پاس ایک بھاری لشکر تیار ہوگیا۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ فوراً اس طرف متوجہ ہوئے اور مقام بطاح میں مالک بن نویرہ سے نبٹنے سے پہلے ان مفروروں اور ان کی مغرور سردار حسینۂ عرب کی خبر لینے اور ان سب کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے کیلئے ایک لشکر کو حوءب کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔

دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے۔ ام زمل اپنی ماں ام قرفہ کی اس تیزترین اونٹ پر سوار اپنے سپاہیوں کی قیادت کررہی تھی' جس کے متعلق مشہور تھا کہ جو شخص اس کو پکڑ لے اسے سو اونٹ انعام میں دے دیئے جائیں گے۔ اسی طرح اس کی اپنی حفاظت کے لئے بھی ایک مضبوط گھڑ سوار دستہ موجود تھا۔ (لوگ ویسے بھی سلمٰی کے وقار کی وجہ سے اس کی سواری کے قریب نہیں جاتے تھے۔) چنانچہ گھمسان کا رن پڑا اور سخت مقابلہ شروع ہوگیا۔

سپہ سالار لشکر اسلام خود ام زمل کے اونٹ کے درپے ہوئے۔ ان کا حفاظتی دستہ بھی ہمراہ تھا۔ سلمٰی کے اونٹ تک پہنچتے پہنچتے سو آدمی انہوں نے قتل کیے۔ بالآخر خالد بن ولید ؓ نے اونٹ کو شدید زخمی کرکے نیچے گرایا اور شیطان کی بیٹی حسینۂ عرب ام زمل سلمٰی بنت مالک کو تہہ تیغ کرکے جہنم واصل کیا اور اس کے مقتول ہوتے ہی حوءب کا میدان مرتدین سے خالی ہونا شروع ہوگیا۔

☆☆☆☆

رسول اللہ ﷺ 8 ہجری کے رمضان المبارک سے لے کر ذی القعدہ تک فتح مکہ' غزوہ حنین' غزوہ طائف اور واپسی میں عمرہ

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اپنے امیر لشکر خالد رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر مدینہ چلے گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ آپ واپس جا کر لشکر میں شامل ہو جائیں اور اپنے امیر کی اطاعت کریں

سے فارغ ہو کر 24 ذی القعدہ 8 ہجری کو مدینہ منورہ کے لئے واپس ہو گئے۔ اس طویل اور کامیاب سفر سے واپسی کے بعد نبی ﷺ نے مدینہ میں قدرے طویل قیام فرمایا۔ اس دوران آپ وفود کا استقبال بھی فرماتے رہے' دعوت دین کے لئے دعاۃ کو بھی روانہ فرماتے رہے اور حکومت کے عمال بھی روانہ کرتے رہے۔ 9 ہجری کا ہلال محرم طلوع ہوتے ہی آپ نے جو عمال قبائل کی طرف صدقات وزکوٰۃ کی وصولی کی طرف روانہ فرمائے تھے ان میں

ا۔ بنوتمیم کی طرف — عیینہ بن حصن کو

2۔ بنواسلم وغفار کی طرف — یزید بن الحصن کو

3۔ بنوسلیم ومزینہ کی طرف — عباد بن بشیر الاشہلی کو

4۔ جہینہ کی طرف — رافع بن مکیت کو

5۔ بنوفزارہ کی طرف — عمرو بن العاص کو

6۔ طی اور بنواسد کی طرف — عدی بن حاتم کو

7۔ بنوحنظلہ کی طرف — مالک بن نویرہ کو

8۔ بنوتمیم میں سے بنوسعد کی دو شاخوں (الرباب' عوف اور الابناء) کی طرف زبرقان بن بدر اور (مقاعس وبطون کی طرف قیس بن عاصم کو

9۔ بحرین کی طرف — علاء بن الحضرمی کو

10۔ نجران کی طرف — علی بن ابی طالب (منہم من رضی اللہ عنہم) کو روانہ فرمایا تھا۔

فتنہ ارتداد کے دور میں عیینہ بن حصن نے بھی غداری کی اور مرتد ہو گیا۔ اس کا انجام تو آپ نے پڑھ لیا کہ کیا ہوا؟ ادھر بنوتمیم کی ایک شاخ بنوحنظلہ کی طرف عامل بنا کر بھیجے گئے۔ مالک بن نویرہ نے جب بنوتمیم کی ایک دوسری شاخ بنوسعد کے مقاعس وبطون کے عامل قیس بن عاصم کے متعلق سنا کہ وہ بھی مرتد ہو گیا ہے تو اسے بہت خوشی ہوئی اس نے بھی اپنے ارتداد کا اعلان کر دیا۔ البتہ صفوان بن صفوان رضی اللہ عنہ اسلام پر قائم رہے اور قیس بن عاصم سے لڑائی شروع کر دی۔ بنوتمیم ایک بہت بڑا قبیلہ تھا اور اس کی شاخیں مختلف بستیوں میں اور کئی ایک چشموں پر آباد تھیں۔ ان میں بعض نے تو اطاعت اختیار کی اور زکوٰۃ وصدقات کے اموال مرکز خلافت کی طرف روانہ کئے جبکہ بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور ارتداد کا راستہ اختیار کیا۔ بنوتمیم میں بالعموم شر پھیل گیا۔ وہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ اسی اثناء میں بنوتغلب سے تعلق رکھنے والی ایک عورت سجاح بنت الحارث بن سوید بن غطفان نے کہ جو ان کے قریب ہی الجزیرہ نامی ایک علاقے میں رہتی تھی' نبوت کا اعلان کر دیا۔ بنوتغلب کے سردار ھذیل بن عمران' بنوتمر کے سردار عقبہ بن ہلال اور بنوشیبان کے سردار سلیل بن قیس نے اس کے دعوے پر لبیک کہا۔ سجاح دراصل نصرانیہ تھی۔ اس کے اردگرد کے بے شمار عیسائی بھی اپنا مذہب چھوڑ کر اس کی اتباع کرنے لگے تھے۔ سجاح کے پاس چار ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ اس نے مدینہ منورہ پر حملے کا ارادہ کیا اور سفر کا آغاز کرتے ہوئے بنوتمیم کے پاس سے گزری تو انہیں بھی اپنی اتباع کی دعوت دی۔ بنوتمیم کے عام لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کر لی اور اس کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ مالک بن نویرہ نے سجاح سے مصالحت کر کے اس کو مشورہ دیا کہ بنوتمیم کے دوسرے قبائل پر حملہ کر دو اور انہیں مجبور کر کے اپنے ساتھ ملا لو۔ سجاح نے مالک کی باتوں میں آ کر بنوتمیم پر حملہ کر دیا۔ مگر اس کے لشکر کو شکست ہوئی پھر دونوں لشکروں کے درمیان صلح ہو گئی۔ عطارد بن حاجب اور بنوتمیم کے دیگر بڑے بڑے سردار اس کے ساتھ مل گئے۔ اب سجاح' مالک بن نویرہ اور دوسرے تمیمی سردار وکیع بن مالک کو ساتھ لے کر آگے بڑھی مگر تھوڑی دور جا کر دونوں سردار واپس اپنے قبیلے میں پلٹ آئے۔ دوسری طرف انہیں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر کی اطلاع بھی مل چکی تھی۔ مالک بن نویرہ نے واپس آتے ہی لوگوں کو کسی جگہ اکٹھے ہونے سے منع کر دیا اور اسی طرح ان کے اموال بھی دور دور بھیج دیئے تا کہ نقصان نہ ہو۔

سجاح نے اپنے ماننے والوں کے لئے پنجگانہ نماز تو قائم رکھی مگر سؤر کا گوشت کھانا' شراب پینا اور زنا کرنا جائز قرار دے دیا تھا۔ جب یہ شیطان کی بیٹی' سراپائے فتنہ سجاح بنت حارث التغلبیہ بنوتمیم سے ہزاروں کا لشکر لے کر چلی تو آگے بڑھ کر اسے النباج کے مقام پر خالد بن ولد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام کی خبر ملی۔ ادھر یمامہ کے علاقے میں اسے ایک اور نبوت کے دعوے دار مسیلمہ کذاب کی جماعت کثیرہ کا حال معلوم ہوا تو وہ متردد ہوئی کہ کہیں وہ بھی رقابت میں مخالفت پر آمادہ نہ ہو جائے۔ اسی طرح مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب بن حارث کذاب نے جب سجاح کے لشکر کا حال سنا تو وہ اپنی جگہ فکرمند ہوا کہ ایک طرف اسلامی لشکر کا خطرہ ہے اور دوسری طرف بنوتغلب کی سجاح بنت حارث ایک بڑا لشکر لے کر نکلی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس طرف متوجہ ہو جائے اور پھر دقت پیش آئے۔ ادھر سیدنا عکرمہ اور شرحبیل بن حسنہ العزی رضی اللہ عنہما اپنی جمعیت لئے ہوئے یمامہ کے قریب پہنچ چکے تھے اور مسیلمہ وسجاح کو ایک دوسرے کا شریک کار سمجھ کر احتیاط سے کام لے رہے تھے بالآخر مسیلمہ نے سجاح کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ تمہارا ارادہ کیا ہے؟

سجاح نے جواب دیا کہ میں مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتی ہوں۔ میں نبی ہوں اور سنا ہے کہ تم بھی نبی ہو آیئے ہم دونوں مل کر حملہ کریں مسیلمہ نے فوراً جواب بھیجا کہ جب تک محمد (ﷺ) زندہ تھے اس وقت تک تو آدھا ملک میں نے ان کے لئے چھوڑ دیا تھا اور آدھے ملک کو اپنا علاقہ سمجھتا تھا۔ اب ان کے بعد تمام ملک پر میرا حق ہے ہاں البتہ! تم بھی نبوت کے مدعی ہو لہٰذا آدھی پیغمبری تمہیں دے دوں گا بہتر یہ ہے کہ اپنے لشکر کو وہیں چھوڑ کر تنہا میرے پاس چلی آؤ تا کہ تقسیم پیغمبری اور مدینہ پر حملہ آوری کے متعلق تم سے مشورہ ہو جائے۔ دراصل مسیلمہ ایک چالاک اور عیار آدمی تھا۔ سجاح کی کچھ باتیں اسے پہنچیں جن سے اس نے اندازہ لگا لیا کہ وہ انتہائی بے وقوف ہے اور اسے باتوں ہی باتوں میں رام کر لینا آسان ہے۔

چنانچہ اس کا پیغام ملتے ہی اپنی قوم کے چالیس آدمی ساتھ لے کر سجاح مسیلمہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ مسیلمہ نے اپنے قلعہ سے باہر ایک شاندار خیمہ لگوایا۔ اس کے آدمیوں کو ادھر ادھر ٹھہرایا اور اسے خیمے میں اتارا۔ دونوں کی بات چیت ہوئی۔ مسیلمہ کہنے لگا "وحی میں سے جو کچھ آج کل تیرے اوپر نازل ہوا ہو ذرا ہمیں بھی سناؤ" کہنے لگی: کیا عورتیں پہلے کہا کرتی ہیں؟ (یعنی ہمارے ہاں Ladies First کا رواج نہیں ہے) تم ہی کچھ کہو۔ بدبخت نے اتنی فحش کلامی کی کہ اللہ کی پناہ۔ ایک شریف النفس تو سننا گوارا نہیں کرتا۔ مگر وہ بے حیا لوٹ پوٹ ہو گئی اور جیسا کہ اللہ رب العالمین نے اپنی پاک کلام میں فرمایا: (الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات۔ ناپاک (نجس) عورتیں ناپاک (نجس) مردوں کے لئے (اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کیلئے (ہوتے) ہیں۔ (سورۃ النور 26) کہنے لگی۔ اشھد انک نبی۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ تو نبی ہے۔ (تاریخ الطبری جلد نمبر 4 ص 273 والبدایہ والنہایہ جلد دوم ص 321) مسیلمہ نے دل میں سوچا کہ یہ تو مفت میں کام بن گیا: کیا خیال ہے اگر میں آپ سے شادی کر لوں تو؟ ...... وہ بدبخت تو پہلے ہی ریجھی بیٹھی تھی۔ فوراً ہاں کر دی۔

پھر دونوں کا نکاح ہو گیا۔ نکاح میں ادا کئے گئے کلمات بھی فحاشی پر مبنی تھے۔ سجاح تین دن تک مسیلمہ کے پاس رہی اور پھر وہاں سے رخصت ہو کر اپنے لشکر میں آئی تو اس کے نکاح کی خبر پھیلی۔ لشکر والوں نے پوچھا: حق مہر کہاں ہے؟ یہ کیسا نکاح ہے جو حق مہر کے بغیر ہو گیا۔ وہ پھر مسیلمہ کے پاس گئی اور حق مہر کا مطالبہ کیا۔ کہنے لگا: جاؤ حق مہر میں تمہاری جماعت کے لئے میں نے عشاء اور فجر کی نمازیں معاف کر دیں۔ (لعن اللہ الکذابین)

بنوتغلب کی سجاح بنت حارث بن سوید اپنی قوم کے سردار زبرقان بن بدر' عطارد بن حاجب' عمرو بن اہتم۔ غیلان بن خرشہ اور شبث بن ربعی کے ساتھ واپس اپنے علاقے الجزیرہ میں مسیلمہ کے

ساتھ اس بات کی مصالحت کے بعد پلٹی کہ یمامہ کے بنو ہذیل، بنو زیاد اور عقہ سے اپنی پیداوار کا نصف اس سال ادا کریں گے۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ اسے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر کا سامنا کرنا پڑا۔ لشکر خالد بنو تمیم کی گوشمالی کے لئے رواں دواں تھا۔ مسلم سپاہ کو دیکھتے ہی سجاح کے ہمراہی فرار ہوگئے۔ اور وہ بہزار دقت جان بچا کے اپنے قبیلہ بنو تغلب میں بمقام جزیرہ پہنچی۔ پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور تک اس نے یہیں پر گمنامی کی زندگی گزار دی۔ سجاح کے باقی حالات کسی دوسرے مقام پر درج کئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ

مالک بن نویرہ الیربوعی التمیمی (کہ جس کا تھوڑا سا حال پیچھے گزر چکا ہے۔) جب سجاح سے جدا ہو کر واپس اپنی قبیلے میں آیا تو اس نے مقام ''بطاح'' کو اپنا مقر بنایا۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرمان صدیقی کے مطابق اس کی شورش ختم کرنے کیلئے بنو تمیم کی طرف روانہ ہوئے۔ انصار نے اس پر حملہ میں پس وپیش کی۔ سیدنا خالد نے انہیں ان کی رائے کے مطابق وہیں چھوڑا (اور آگے بڑھ گئے دوسرے دن انصار نے پیچھے آدمی دوڑایا کہ ہم سے غلطی ہوئی۔ انتظار کریں، ہم آپ کے ساتھ ملنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ تھوڑا سا رکے اور انصار بھی ساتھ آملے۔

لشکر خالد جب بطاح کے مقام پر فروکش ہوا تو سیدنا خالد نے بنو تمیم کی طرف فوجی دستے روانہ کئے کہ وہ لوگوں کو دین اللہ پر استقامت کی دعوت دیں اور خود ایک جگہ قیام کیا۔ چنانچہ ان کی دعوت پر بنو تمیم کے بعض سرداروں نے اطاعت اختیار کی اور صدقات وزکوۃ کے اموال ادا کر دیئے۔ مگر بعض لوگوں نے انکار کر دیا اور اپنے ارتداد پر قائم رہے۔ چنانچہ ان کے خلاف خلافتی فرمان کے مطابق پہلے اذان کہی گئی اور اس کے جواب میں جب اذان کی آواز سنائی نہ دی تو پھر بعض کو قتل کر دیا گیا اور بعض گرفتار ہوئے۔ اسی طرح یہ فوجی دستے مالک بن نویرہ کی بستی پر بھی گئے۔ اذان کہی مگر جب کوئی جواب نہ آیا تو ان کے خلاف کارروائی ہوئی جس کے نتیجے میں بعض لوگ قتل ہوئے اور بعضوں کو مالک بن نویرہ سمیت قید کر لیا گیا۔ مالک کو سیدنا خالد کے سامنے پیش کیا گیا۔

یہاں اس کی پیشی پر بعض صحابہ کرام میں اس بات پر اختلاف ہو گیا کہ مالک بن نویرہ کی بستیوں سے اذان کی آواز آئی تھی یا نہیں؟ اذان کا اثبات پیش کرنے والوں کی تعداد کم اور اس کی نفی کرنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ پھر یہ کہ اذان کی آواز سننے کے دعویداروں کے پاس یقینی شہادت بھی نہ تھی۔

اس پر طرہ یہ ہوا کہ مالک بن نویرہ نے اثنائے گفتگو کئی بار یوں کہا: ''صاحبکم کان یزعم ذلک'' تمہارا صاحب یہ گمان کیا کرتا تھا۔ (تمہارے صاحب نے ایسا فرمایا، تمہارے صاحب کا ایسا حکم ہے، وغیرہ۔ یہ البدایہ والنہایہ کے الفاظ ہیں۔ طبری میں ہے: ما اخال صاحبکم الا وقد کان یقول وکذا وکذا۔ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔) تمہارے صاحب سے مراد نبی ﷺ تھے۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے غصے میں آ کر کہا: او ما تعده لك صاحبا؟ ظالم! کیا تو آپ ﷺ کو اپنے صاحب نہیں مانتا؟ اس پر اس نے کوئی مناسب جواب نہ دیا۔

طبری کی روایت ہے کہ (سردیوں کا موسم تھا اور) یہ ایک سرد رات تھی۔ اسی گفتگو کے دوران سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''ادفئوا اسراکم ''یعنی اپنے قیدیوں کو گرمی مہیا کرو۔'' (ادفا یدفا ادفاء کا مطلب ہوتا ہے = گرم کپڑا پہنانا، گرم کرنا، سخت گرمی کو 'الدف' کہتے ہیں اور جدید عربی میں ہیٹر (Heater) کو 'الدفایه' کہتے ہیں۔) سپاہیوں نے سمجھا کہ سپہ سالار نے کہا ہے: ''اُدفُوا أسرَاکُم ''اپنے قیدیوں کو قتل کر دو'' (دَفَّ یَدِفُ دَفًّا کا مطلب ہوتا ہے: کسی چیز کو جڑ سے اکھیڑ دینا، پوری طرح سے فوراً مار ڈالنا۔ دیکھئے مصباح اللغات ص 242) چنانچہ انہوں نے سب قیدیوں کی گردنیں تن سے جدا کر دیں۔ سیدنا

جونہی خالد رضی اللہ عنہ نے شیطان کی بیٹی ام زمل سلمیٰ بنت مالک (جس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتوں کی مانند بھونکنے کی پیشینگوئی کر رکھی تھی) کو تہہ تیغ کیا تو فوراً ہی حوئب کا میدان مرتدین سے خالی ہو گیا

ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ کہ جو مالک بن نویرہ کے قریب کھڑے تھے سیدنا خالد کے یہ الفاظ سنتے ہی انہوں نے مالک کو قتل کر دیا۔ (سیدنا ضرار کی بہن خولہ بنت ازور کی بہادری بہت مشہور تھی۔ اسے ہم اپنے مقام پر لکھیں گے۔ ان شاء اللہ) ادھر باہر جب چیخ وپکار سنی تو سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بھاگ کر باہر نکلے مگر اتنی دیر تک کام ہو چکا تھا۔ کہا: ''جب اللہ کسی بات کا ارادہ فرمالے تو وہ ہو کر رہتی ہے (تاریخ الطبری جلد 4 ص 278) مقتول کی بیوہ نہایت خوبصورت تھی۔ ننگے چہرہ کے ساتھ آئی اور میت پر گر کر رونے لگی (المنتظم ص 79) مالک بن نویرہ کے قتل پر بعض صحابہ کرام نے اختلاف کیا ان اختلاف کرنے والوں میں سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ ناراض ہو کر اپنے امیر سے اجازت لئے بغیر مرکز خلافت مدینہ منورہ چلے آئے۔ یہاں پہنچ کر خلیفۃ الرسول سے شکایت کی کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو بلاوجہ قتل کرتا ہے۔ میری بات کو چھوڑ دیا اور اعراب کی گواہی (عدم اذان وصلوۃ) قبول کر لی۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی حمایت کی۔ اور کہا کہ خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے اس سے قصاص لینا چاہئے۔ ان دونوں صاحبوں کی رائے کے ساتھ اہل مدینہ کے بہت سارے لوگوں میں سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے خلاف ناراضگی پھیل گئی اور سبب اس کا یہ افواہ تھی کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کے قتل کے بعد اس کی بیوہ حسین وجمیل ام تمیم بنت منہال بن عصمت الریاحی سے نکاح کر لیا ہے۔ (ام تمیم کے باپ نے مالک کے کفن دفن کا انتظام کیا تھا۔ دیکھئے تاریخ الطبری جلد 4 ص 278)

ابوقتادہ بن ربعی الانصاری رضی اللہ عنہ کی شکایت سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں غلط قرار دیا کہ وہ اپنے امیر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر مدینہ میں کیوں چلے آئے۔ انہیں حکم دیا کہ واپس چلے جائیں اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو کر ان کے حکم کو بجا لائیں۔ چنانچہ وہ واپس لشکر میں چلے گئے۔ دوسری طرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سیدنا ابوبکر نے کہا: ارفع لسانك عن خالد ...... عمر! اپنی زبان کو خالد سے اٹھا لو' یعنی بدگمانی نہ کرو۔ پھر عمر فاروق سمیت دیگر صحابہ کرام کو سمجھایا کہ خالد پر زیادہ سے زیادہ ایک اجتہادی غلطی کا الزام عاید ہو سکتا ہے۔ اس لئے ''سیف من سیوف الله'' کو نہ زیر قصاص لایا جا سکتا ہے اور نہ ہی معزول کیا جا سکتا ہے۔ پھر خلیفۃ الرسول (ﷺ) نے مالک بن نویرہ کا خون بہا اس کے بھائی متمم بن نویرہ کے مطالبے پر بیت المال سے ادا کر دیا۔

بہر کیف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار پر خلیفۃ الرسول (ﷺ) نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو مرکز خلافت بلوا بھیجا۔ (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: خالد رضی اللہ عنہ کی تلوار میں بیوقوفانہ ظلم ہے۔) خالد رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ اس حالت میں داخل ہوئے کہ لوہے کی جو زرہ زیب تن کئے ہوئے تھے۔ وہ بہت زیادہ خون کی وجہ سے لگنے کی وجہ سے زنگ آلود ہو چکی تھی اور ان کی پگڑی میں خون آلود تیر ابھی تک اٹکے ہوئے تھے۔ (اپنے امیر کی اطاعت میں جلدی کرنے کی یہ مثال قابل تحسین واتباع ہے۔) سیدھے مسجد نبوی میں پہنچے۔ وہاں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ عمر جلدی سے اٹھے خالد رضی اللہ عنہ کی پگڑی سے تیر نکال نکال کر توڑنے لگے۔ پھر کچھ سخت قسم کی باتیں کیں اور کہا: ''خالد! واللہ میں تمہیں بھاری پتھروں سے رجم کر ڈالوں گا'' (یاد رہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فیصلے کرنے والا قاضی مقرر کر رکھا تھا۔ اور ہر قاضی نہی عن المنکر کے تقاضے پورے کرتے ہوئے کسی بھی شخص کو اس طرح کی تنبیہ کر سکتا ہے۔)

خالد رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ کوئی جواب نہ دیا وہ تو خلیفۃ الرسول (ﷺ) کا فیصلہ سننا چاہتے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔ مجلس ہوئی خالد رضی اللہ عنہ نے ساری بات بتلائی اور اپنا عذر پیش کیا جسے آپ نے قبول کر لیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے تجاوز کیا اور انہیں ان کی امارت پر قائم رکھا۔ (رضی اللہ عنہم جمیعا) یاد رہے کہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بطاح کی مہم سے فارغ ہو کر اپنے لشکر سمیت مدینہ منورہ آئے تھے۔

ہم نے اس موضوع کو معتبر تاریخی مصادر اور کتب احادیث سے جمع کر کے اس لئے کھولا ہے کہ یہاں جماعت حقہ کے ان افراد

کے لئے ایک نہایت مفید سبق ہے جو اللہ کے دین کو ارض اللہ پر ایسے عباد اللہ کے ذریعے نافذ کرنا چاہتے ہوں کہ جن کی زندگیاں عین قرآن وسنت کے مطابق گزرتی ہوں اور جن کا منہج خالصتاً نبوی' خلافتی اور اماراتی نظام کی اساس پر کھڑا ہو۔

1۔ اول خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی طرح (کہ جو نظام امارت وخلافت کو سمجھنے اور اسے مضبوط بنیادوں پر کھڑا کرنے کے لئے دنیا کی تمام امتوں میں نبیوں کے بعد سب سے زیادہ معاملہ فہم زیرک' جری' مخلص اور اپنے رفقائے کار سے محبت رکھنے والے تھے۔) امراء' مسئولین ذمہ داران کے لئے تعین وتقرر میں ہمیشہ باصلاحیت' تجربہ کار اور مخلص ساتھیوں کا انتخاب کرنا چاہئے۔

2۔ جب بھی اپنے کسی ذمہ دار' امیر سے متعلق کوئی شکایت پہنچے تو فوراً کوئی فیصلہ نہیں کر دینا چاہئے۔ چاہے یہ خبر دینے والا بظاہر کتنا ہی قریبی اور متقی کیوں نہ ہو۔ (ہمیشہ جماعتوں میں اسی بنا پر نقصان ہوتا ہے۔ امیر اپنے قریبیوں کی شکایات اور بسا اوقات

مالک بن نویرہ مشتبہ حالات میں مارا گیا اور اس کی بیوی ام تمیم سے خالد نے نکاح کر لیا تو خلیفہ رسول ابوبکر نے مقتول کا خون بہا اس کے بھائی کو ادا کر دیا اور قصاص سے انکار فرما دیا کہ خالد سیف من سیوف اللہ ہیں

رقابت کی بنا پر یا کسی اور سبب سے خیر خواہ قسم کے مقربین کی باتیں سن کر اپنے کسی مخلص، محنتی اور باصلاحیت امیر یا ساتھی کو معزول کر کے اللہ کے دین کا نقصان کر بیٹھتا ہے کہ جس کی تلافی بعد میں نہایت مشکل ہو جاتی ہے۔) جانبین کی بات کو دھیان سے سننا چاہئے۔ غیر جانبدار اور اھل الرائے سے اس موضوع پر خوب مشاورت کرنی چاہئے اور قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ تب فیصلوں میں غلطی نہیں ہوتی۔

2۔ ایسے اولین باصلاحیت، مخلص، متقی اور جراتمند ساتھیوں کو ہمیشہ ان کی شان کے مطابق ان کی ذمہ داریوں پر برقرار رکھنا چاہئے کہ جن میں اطاعت اور کام کرنے کی اہلیت موجود ہو۔ اگرچہ وہ بعض اوقات اجتہادی غلطیاں ہی کیوں نہ کر بیٹھیں اور اگرچہ بعض اوقات ان کی نصیحت آموز آراء تلخ کیوں نہ لگتی ہوں) ایک عالی شان کئی منزلہ عمارت کی بنیادوں سے اگر آپ نے بعض مضبوط اینٹوں اور پتھروں کو صرف یہ سمجھ کر نیچے سے نکالنا شروع کر دیا کہ کہیں یہ پرانے نہ ہو گئے ہوں اور ان کی وجہ سے کہیں بنیادیں کمزور نہ ہو گئی ہوں۔ اس واہمے کی بنا پر آپ نے ان اساسی پتھروں کو اگر نکالنا شروع کر دیا تو لامحالہ یہ شاندار عمارت کسی دن ضرور دھڑام سے نیچے گر کر زمین بوس ہو جائے گی۔ چاہے آپ نے ان "پرانے پتھروں" کی جگہ نہایت چمکدار، ملمع اینٹوں کا چناؤ کیوں نہ کیا ہو۔

تجربہ شدہ باتوں اور آنکھوں دیکھے نقصانات کے پس منظر میں جو ٹھوس اصول وضوابط ہم نے اوپر بیان کئے ہیں ان کی تائید کیلئے -1 البدایہ والنہایۃ جلد دوم ص 322' 323 ۔2 تاریخ الطبری جلد چہارم ص 276 تا 280 ۔3 المنتظم لابن الجوزی جلد 5 ص 78 تا 80) ۔4 صحیح البخاری المغازی' حدیث 4339 ۔5 صحیح مسلم' کتاب الامارۃ ۔6 تاریخ اسلام محمد اکبر شاہ خان نجیب آبادی جلد اول ص 275' 276 ۔7 دیگر کتب احادیث وتاریخ اور مقدمہ ابن خلدون وغیرہا کا مطالعہ ضرور کریں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اور ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ جیسے ماہرین عمرانیات ومؤرخین ومفسرین نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی ذمہ داری پر قائم رکھنا اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف واپس بھیجنے میں استدلال

1۔ نبی ﷺ کا سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرمان تھا: "انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: نعم عبداللہ واخوا العشیرۃ خالد بن الولید' وسیف من سیوف اللہ سلہ اللہ عزوجل علی الکفار والمنافقین۔
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: خالد ولید بہترین اللہ کا بندہ اور (مضبوط اشراف' قریش کے) قبیلے والا ہے۔ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ عزوجل نے کافروں اور منافقوں پر لٹکا رکھا ہے"، یعنی خالد کفار ومنافقین کو اپنی تلوار سے خوب سیدھا کر رکھتا ہے اور اللہ کے دشمن اس کے ہاتھوں بے تحاشا مقتول ہوتے ہیں۔ (مسند احمد 8/1 ص 16)

اور نمبر 2 وہ واقعہ تھا کہ جو رمضان المبارک 8 ہجری کے آخر میں فتح مکہ کے متصل بعد پیش آیا تھا۔ نبی ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو پہلے (25 رمضان والے دن) مقام نخلہ میں عزیٰ نامی بت گرانے کے لئے ایک فوجی دستہ دے کر روانہ فرمایا۔ وہاں سے (بت گرانے اور ایک کالی' پراگندہ سر والی' برہنہ عورت کی شکل میں نکلنے والی عزیٰ نامی شیطانہ کو قتل کرنے کے بعد) واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں ساڑھے تین سو انصار ومہاجرین اور بنوسلیم کے صحابہ کرام کا دستہ دے کر بنوجذیمہ کی طرف دعوت کی غرض سے روانہ فرمایا! مقصود حملہ نہیں بلکہ اسلام کی تبلیغ تھی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ جو اس لشکر میں شامل تھے۔) بیان کرتے ہیں کہ (بنوجذیمہ کے پاس پہنچ کر) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے اسلمنا (ہم اسلام لائے) اچھی طرح سے نہ کہا۔ بلکہ وہ صبأنا صبأنا۔ ہم بے دین ہو گئے' ہم بے دین ہو گئے۔ کہنے لگے۔ سیدنا خالد نے انہیں قتل کرنا اور قیدی بنانا شروع کر دیا اور ایک ایک قیدی اپنے ہر ہر ساتھی کے حوالے کیا۔ حتیٰ کہ ایک دن حکم دیا کہ ہر آدمی اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنے قیدی کو قتل کرے گا۔ (عسکری نظام میں تھوڑی سی نفری پر مشتمل پہلے ایک چھوٹی جماعت پر امیر' پھر اس طرح کی کئی ٹکڑیوں پر مشتمل ایک پہلے سے بڑی جماعت پر افسر' پھر اس دوسرے درجے کے کئی دستوں پر مشتمل ایک تیسرے بڑے گروپ پر کمانڈر...... علی ھذا الترتیب دستے' کمپنیاں' بریگیڈ اور کوریں وغیرہ بنتی چلی جاتی ہیں۔ ولا یقتل من اصحابی اسیرہ ۔اور نہ ہی میرے ساتھیوں میں سے کوئی آدمی اپنے قیدی کو قتل کرے گا۔" کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کسی گروپ (یا دستے) کا امیر مقرر کیا گیا تھا۔) آخر جب ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ سے اس معاملے کا تذکرہ کیا۔ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دو بار فرمایا: "اللھم انی ابرأ الیک مما صنع خالد" اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے تیری طرف براءت اختیار کرتا ہوں۔" (صحیح البخاری' حدیث 4339)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا موقف تھا۔ جو عین حق پر مبنی اور درست تھا کہ اس کے باوجود نبی ﷺ نے سیدنا خالد سے اس واقعہ کے بعد بھی کام لیا اور انہیں کئی مہمات کا امیر بنایا

1۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر کہ جو رجب 9 ہجری کو پیش آیا تھا۔ واپسی پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس سواروں کا رسالہ دے کر دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر بن عبدالملک کندی کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے رسالے نے ایک چاندنی رات میں اسے جالیا۔ اور گرفتار کر کے نبی ﷺ کے پاس لا حاضر کیا۔ اس نے دو ہزار اونٹ' آٹھ سو غلام' چار سو زرہیں اور چار سو نیزوں کی ادائیگی پر صلح کی اور جزیہ دینے کا بھی اقرار کیا۔

2۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ربیع الثانی یا جمادیٰ اولیٰ 10 ہجری میں ایک فوجی رسالہ دے کر علاقہ نجران کے بنوحارث بن کعب کی طرف یہ حکم دے کر روانہ فرمایا کہ: ان یدعوھم الی الاسلام قبل ان یقاتلھم ثلاثا فان استجابوا فاقبل منھم وان لم یتفعلوا فقاتلھم۔

ان کے ساتھ لڑائی کرنے سے پہلے تین بار (یا تین دن تک) انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ اگر قبول کر لیں تو ان کا اسلام

باقی صفحہ 13 پر

اپنے محبوب صدر کو جتنی دفعہ چاہے اور جہاں چاہے جا کر ووٹ دے سکتا ہے۔ پولنگ سٹیشنوں پر کوئی یہ بھی چیک نہ کر سکتا تھا کہ آیا بیلٹ بکس خالی ہیں یا پہلے سے بھرے ہوئے۔ کیونکہ جب مخالف امیدوار کے نمائندے ہی موجود نہ ہوں گے تو چیک کس نے کرنا تھا۔ اخبارات میں ایسی بے شمار چشم دید اطلاعات آئیں کہ لوگوں نے کئی کئی بار ووٹ کا حق استعمال کیا۔ اکثر لوگوں کے انگوٹھوں پر سیاہی کا نشان نہیں لگایا گیا۔ پہلے سے بھرے ہوئے بیلٹ باکسوں کی بھی باوثوق رپورٹیں آئیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ جناب مشرف کو کسی بھی علاقے سے 97% سے کم ووٹ نہیں ملے۔ اور جناب مشرف کو تاریخ میں اتنی اکثریت ملی ہے کہ پچھلے سارے ریکارڈ ٹوٹ گئے ہیں۔ سنا ہے کہ جھوٹ بھی اتنا بولنا چاہئے کہ اس میں کچھ نہ کچھ سچ ضرور ہوتا کہ لوگ اسے سچ تسلیم کر سکیں۔ لیکن آج نجانے کیوں سچ ایک طرف شرمایا شرمایا سا دبکا ہوا بیٹھا ہے۔ حالانکہ حکومت نے منصفانہ اور آزادانہ الیکشن کے لئے بے شمار اقدامات کئے تھے اور اس سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا۔ ویسے آپس کی بات ہے اگر اتنے اقدامات اور اتنی سہولتوں کے انبار کے بعد بھی ''حقیقی'' جمہوریت قائم نہ ہوتی اور جناب مشرف صدر منتخب نہ ہوتے تو لعنت ہے ایسی جمہوریت پر اور ایسے نظام پر۔

بہر حال اب یہ حقیقی جمہوریت قائم ہو چکی ہے اور اب اپنے تمام تر جوبن کے ساتھ اپنے کمالات کا مظاہرہ کرے گی۔ اب صرف دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل پاکستان کو ایسی تمام حقیقی، غیر حقیقی، بلدیاتی اور بنیادی، مغربی اور اسلامی جمہوریتوں کی تمام ملمع سازیوں اور ان کے فتنوں سے محفوظ رکھے اور انہیں وہ نظام خلافت عطا کرے جس میں جمہوریت اور اکثریت کے یہ تمام تر فریب و فراڈ نہیں ہوتے۔ جہاں نہ اکثریت کو دیکھا جاتا ہے نہ اقلیت کو، جہاں نہ انسانوں کے بنائے ہوئے پارلیمنٹ کے قانون چلتے ہیں نہ فرد واحد کا کوئی ذاتی قانون چلتا ہے، جہاں نہ اقلیت کی آمریت قائم ہوتی ہے نہ اکثریت کو اقلیت پر مسلط کیا جاتا ہے، نظام خلافت میں صرف اور صرف اللہ کا قانون چلتا ہے۔ اکثریت، اقلیت، حکمران، عوام، مسلم، غیر مسلم، عربی، عجمی، کالے، گورے، امیر غریب، نیچ ذات، اعلیٰ ذات سب ایک ہی الٰہی قانون کے ماتحت ہوتے ہیں۔ کسی کی ذاتی حکمرانی نہیں ہوتی۔ ہر طرف مساوات اور عدل وانصاف کا دور دورہ ہوتا ہے۔ جب یہ سوچ، یہ فکر، یہ عقیدہ، یہ منہج اور یہ عمل و کردار پیدا ہو جائے گا تو پھر حکمرانوں کو اپنی کرسی کے تحفظ کے لئے نت نئے قانون نہ بنانے پڑیں گے۔ آج ریفرنڈم کا حربہ استعمال کرنے کے باوجود جناب مشرف کا دل مطمئن نہیں۔ وہ پھر بھی خوفزدہ ہیں کہ نجانے آئندہ اسمبلی ان کے ساتھ کیا سلوک کرے چنانچہ یہ خوف دور کرنے کے لئے وہ اس طرح کے اور الٹے سیدھے اقدامات کریں گے۔ حقیقت میں یہ کفر کا جمہوری نظام ہے ہی دلدل۔ جوں جوں وہ اس میں داخل ہوتے جائیں گے، اتنا ہی گہرا دھنستے چلے جائیں گے۔

ریفرنڈم میں تمام تر من چاہے اقدامات کے باوجود مشرف پھر بھی خوفزدہ ہیں کہ نجانے آئندہ اسمبلی ان کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ ایسے کسی نہ کسی خوف میں ہر حکمران الٹے سیدھے اقدامات کرتے رہتے ہیں لیکن پہلے سے زیادہ دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔ یہ خوف صرف اللہ کا نظام لانے سے ہی دور ہوگا

ہم آج بھی انہیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ ان مصنوعی خولوں اور پیچ در پیچ تضادات کے بھرے ہوئے نظاموں کے جال سے باہر نکل آئیں۔ ہاں ہاں کہنے والے خوشامدیوں کے ٹولے سے جان چھڑائیں۔ ان کی حقیقت کو ہر سنجیدہ شخص بخوبی جانتا ہے۔ آج آپ کے حق میں جو گلا پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگا رہے ہیں، یہی ہر ایک کو لے ڈوبتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے آپ کو اتنی بڑی جھوٹی اکثریت دلا کر آپ کو ڈبونے کا آغاز کر دیا ہے۔ آپ بھی یقیناً ان کی ابن الوقتی سے بے خبر نہیں ہوں گے۔ پھر کیوں وقتی مفاد کے لئے انہیں اپنا خیر خواہ سمجھ رہے ہیں۔ عالمی طاقتوں نے بھی اپنے مفاد کے لئے آپ کے آگے ڈالروں کے ڈھیر لگائے اور آپ سے ملاقات کرنے والے بڑے بڑے سربراہوں کا تانتا بندھ گیا تو آپ اس زعم میں مبتلا ہو گئے کہ یہ شاید آپ کی قابلیت اور شخصیت کا کرشمہ ہے۔ ان طاقتوں نے ہمارے ہر حکمران کو اسی طرح بے وقوف بنا کر استعمال کیا اور جب اپنا مطلب پورا کر لیا تو پاؤں کے نیچے سے تختہ کھینچ لیا۔ آج آپ کو افغانستان اور جہادی تنظیموں کے خلاف استعمال کرنے کے بعد یہ عالمی طاقتیں پھر اسی طرف بڑھ رہی ہیں۔ عالمی میڈیا میں آپ پر اب تنقید کا سلسلہ آہستہ آہستہ شروع ہو چکا ہے۔ ان کی مستقل پالیسی ہے کہ پہلے ایک مسلم حکمران کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرو اور جوں ہی وہ ہم سے اپنا فائدہ حاصل کرنے کی پوزیشن میں آتے تو پھر اسے ہٹا دو۔ یہی کچھ آپ کے ساتھ ہونے والا ہے۔ اس لئے اب بھی وقت ہے کہ آپ اپنے اصل خیر خواہوں کی طرف واپس لوٹ آئیں، اپنے اصل فرائض پہچانیں۔ ایک مسلمان سربراہ کا کردار ادا کریں۔ جو کچھ اب تک ہو چکا، اللہ سے اس کی معافی مانگیں۔ وہ معاف کرنے والا ہے۔ کافروں کے نظام لانے کی بجائے اللہ کا نظام لائیں...... اسی سے آپ کے سارے ڈر خوف دور ہوں گے اور اسی سے پاکستان بھی ہر قسم کی مشکلات سے نکل آئے گا۔ امت مسلمہ آج جن دردناک مصائب کا شکار ہے، فلسطینیوں کے خون سے جس طرح اسرائیلی درندے ہولی کھیل رہے ہیں، کشمیر اور بھارت میں جس طرح مسلمانوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے تو یہ سب حالات کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنے والے نہیں ہیں۔ یہ صرف اپنی اپنی نبیڑنے اور سب سے پہلے پاکستان یا ''سب سے پہلے اپنی جان'' کے جھوٹے راگ الاپنے کا وقت نہیں۔ یہ وقت پوری امت مسلمہ کی فکر کا ہے۔ اگر ہم نے دین کی فکر نہ کی، کافروں کے نظام نہ چھوڑے اور مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے نہ اٹھے اور اپنی اپنی کرسی، اپنے اپنے اقتدار اور اپنی اپنی جان کی فکر ہی کرتے رہے تو پھر کل کسی کی جان بھی محفوظ نہ رہے گی۔ اللہ ہمیں سوچنے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مشرف حکومت برداشت کے کلچر کی دن رات تبلیغ کرتی رہتی ہے لیکن اپنے خلاف ایک معمولی خبر کی اشاعت بھی برداشت نہیں کر سکی اور فیصل آباد میں صحافیوں کی خوب درگت بنائی گئی

بقیہ — مرتدین

قبول کریں اور اگر نہ مانیں تو پھر ان سے جنگ کریں۔

سیدنا خالد نبی ﷺ سے رخصت ہو کر نجران پہنچے اور اپنے سوار دستوں کو بنو حارث میں ہر طرف پھیلا دیا۔ وہ انہیں اسلام کی دعوت دیتے۔ چنانچہ تین دن کے اندر اندر پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا سیدنا خالد وہاں رک کر رہے قرآن وسنت کی مطابق بنو حارث کی تعلیم وتربیت کا انتظام اور پھر نبی ﷺ کی طرف خط لکھ کر ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ (ان کی تحریر سے دعوت اور تعلیم وتربیت کے اس عظیم عمل سے خوشی ٹپکتی نظر آتی ہے۔) جواب میں رسول اللہ ﷺ خوشی کا اظہار فرمایا اور لکھا کہ ان کا وفد لے کر آپ واپس مدینہ منورہ آ جائیں۔ چنانچہ آخر شوال 10 ہجری میں حجۃ الوداع کی روانگی سے پہلے بنو حارث بن کعب کا وفد نبی ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لئے مدینہ منورہ آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بنو حارث پر قیس بن الحصین کو امیر مقرر فرمایا۔ تفصیل کے لئے = تہذیب سیرۃ ابن ہشام (عبدالسلام ہارون کی) ص 292 تا 294 و ص 320 تا ص 322۔ (الرحیق المختوم ص 587، 609)

اس لئے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی ذمہ داری پر قائم رکھا بلکہ اگلی مہمات بھی انہیں کے ذمہ لگائیں کہ پہلی ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھیں۔

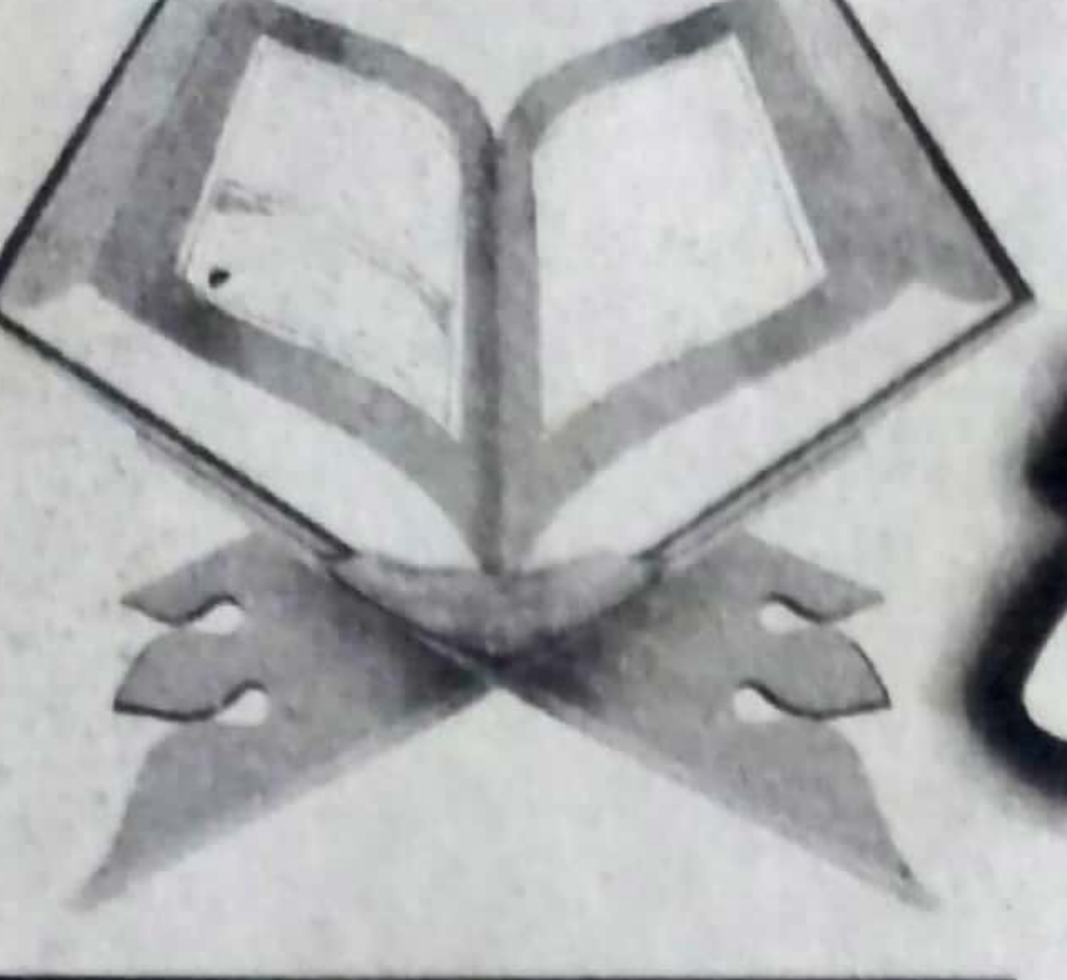

آئیے قرآن سیکھئے

قسط نمبر 8

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿21﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿22﴾ (البقرہ)

لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ جس نے پیدا کیا تمہیں اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم بچو۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے بارش برسا کر تمہارے کھانے کے لئے طرح طرح کے میوے پیدا کئے۔ پس تم کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اس حالت میں کہ تم جانتے ہو۔

تفسیر:

سورہ بقرہ کی پہلی آیات میں بنی نوع انسان کے تین گروہ متقین کافرین اور منافقین کا تذکرہ تھا۔ اب ان آیات میں پوری نوع انسانی سے خطاب ہے اور انسانی تخلیق کا مقصد اور مدعا بیان کیا گیا ہے اور وہ ہے مسئلہ توحید جس پر پوری کائنات گواہ ہے مسئلہ توحید ہی دین اسلام کی اصل ہے۔ پورے قرآن کا مرکزی نقطہ یہی ہے۔ سیدنا آدم ؑ سے لے کر رسول اکرم ﷺ تک سب انبیاء کی تعلیم میں جو قدر مشترک تھی وہ توحید تھی۔ اسی لئے ارشاد ہوا۔

"اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے قبل کے لوگوں کو تاکہ تم متقی بن جاؤ"

یہاں سے اللہ کی توحید اور اس کی الوہیت کا بیان شروع ہوتا ہے۔ وہی اپنے بندوں کو عدم سے وجود میں لایا۔ اسی نے ہر طرح کی ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کیں۔ اسی نے زمین کا فرش بنایا اور اس میں مضبوط پہاڑ کی میخیں گاڑ دیں اور آسمان کو چھت بنایا۔ جیسے ایک اور جگہ یہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ (الانبیاء)

یعنی آسمان کو محفوظ چھت بنایا باوجود اس کے وہ نشانیوں سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

بہر حال یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ کل کائنات کا ملک، خالق رازق، حاجت روا، بگڑی بنانے والا، نفع و نقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسی وجہ سے وہی مستحق ہے ہر قسم کی عبادتوں کا اور شریک نہ کئے جانے کا۔ اسی لئے فرمایا اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔ ابن مسعود پوچھتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ! سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو خالق ہے کسی کو شریک ٹھہرانا۔ سیدنا معاذ ؓ والی حدیث میں ہے کیا جانتے ہو کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں دوسری حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ

جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ یوں کہے کہ جو کچھ اللہ اکیلا چاہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ طفیل بن سبجرہ جو سیدہ عائشہ کے سوتیلے بھائی ہیں فرماتے ہیں۔ میں نے خواب میں چند یہودیوں کو دیکھا میں نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم یہود ہیں میں نے کہا افسوس تم میں بڑی خرابی ہے کہ تم سیدنا عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا تم بھی اچھے لوگ ہو لیکن افسوس تم کہتے ہو جو اللہ چاہے اور محمد چاہیں" پھر میں نصرانیوں کی جماعت کے پاس گیا اور ان سے بھی اسی طرح پوچھا انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ میں نے ان سے کہا افسوس تم بھی مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا جانتے ہو۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ میں نے صبح اپنے اس خواب کا ذکر کچھ لوگوں سے کیا پھر دربار نبوی میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے بھی واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا کسی اور سے بھی تم نے اس کا ذکر کیا ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا طفیل ؓ نے ایک خواب دیکھا اور تم میں سے بعض سے بیان بھی کیا۔ میں چاہتا تھا کہ تمہیں اس اس کلمہ کے کہنے سے روک دوں لیکن فلاں فلاں کاموں کی وجہ سے میں اب تک نہ کہہ سکا یاد رکھو آپ ہرگز ہرگز "جو اللہ چاہے اور اس کا رسول" یہ نہ کہو، بلکہ یوں کہو کہ صرف اللہ تعالیٰ اکیلا جو چاہے۔

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا جو اللہ تعالیٰ چاہے اور آپ چاہیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے یوں کہہ "جو اللہ اکیلا چاہے۔ (ابن مردویہ)

کائنات میں رہنے والے تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دیا اور فرمایا اللہ کی عبادت کرو یعنی اس کی توحید کے پابند بن جاؤ۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ جو نہ نفع دے سکے۔ نہ نقصان پہنچا سکے اور تم جانتے ہو کہ اس کے سوا کوئی رب نہیں جو تمہیں روزی پہنچا سکے اور تم جانتے ہو کہ اللہ کے رسول تمہیں اس توحید کی طرف بلا رہے ہیں جس کے حق اور سچ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ شرک اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے جیسے چیونٹی جو رات کے اندھیرے میں کسی صاف پتھر پر چل رہی ہو انسان کا یہ کہنا کہ "قسم ہے اللہ کی اور قسم ہے آپ کی حیات کی" یہ بھی انسان کا یہ کہنا کہ "اگر یہ کتیا نہ ہوتی تو چور رات کو ہمارے گھر میں گھس آتے" یہ بھی شرک کا کلمہ ہے۔ کسی کا یہ کہنا کہ اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں نہ ہوتا یا جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے یہ سب کلمات شرک ہیں صحیح حدیث میں ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا جو اللہ چاہے اور جو آپ ﷺ چاہیں تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے؟ ابو العالیہ فرماتے ہیں انداد کے معنی شریک اور برابر کے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو پانچ چیزوں کا حکم دیا کہ ان پر عمل کرو اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دو قریب تھا کہ وہ اس میں ڈھیل کریں تو سیدنا عیسیٰ نے انہیں یاد دلایا کہ آپ کو

اللہ کا حکم تھا کہ ان پانچ چیزوں پر خود کار بند ہو کر دوسروں کو بھی حکم دو۔ پس یا تو آپ خود کہہ دیجئے یا میں پہنچا دوں۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ اگر آپ سبقت کر گئے تو کہیں مجھے عذاب نہ کیا جائے یا زمین میں دھنسا نہ دیا جاؤں۔ پس سیدنا یحییٰ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی مسجد میں جمع کیا۔ جب مسجد پر ہو گئی تو اونچی جگہ پر بیٹھ گئے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے کہ خود عمل کر کے تم سے بھی ان پر عمل کراؤں۔ ایک یہ کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص خاص اپنے مال سے کسی غلام کو خریدے۔ غلام کام کاج کرے اور جو کچھ پائے اسے کسی اور کو دے دے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا غلام ایسا ہو؟ ٹھیک اسی طرح تمہارا پیدا کرنے والا، تمہیں روزیاں دینے والا تمہارا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ پس تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ دوسری یہ کہ نماز کو ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا منہ بندے کے منہ کی طرف ہوتا ہے جب تک وہ نماز میں ادھر ادھر التفات نہ کرے۔ جب تم نماز میں ہو تو خبردار ادھر ادھر التفات نہ کرنا۔

تیسرا حکم یہ ہے کہ روزے رکھا کرو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پاس مسک کی تھیلی بھری ہوئی ہو جس سے اس کے تمام ساتھیوں کے دماغ معطر رہیں، یاد رکھو روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے۔ چوتھا حکم یہ ہے کہ صدقہ دیتے رہا کرو۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص کو دشمنوں نے قید کر لیا اور گردن کیساتھ اس کے ہاتھ باندھ دیئے اور گردن لئے کے لئے لے چلے تو وہ کہنے لگا کہ تم مجھ سے فدیہ لے لو اور مجھے چھوڑ دو۔ چنانچہ جو کچھ تھا کم یا زیادہ دے دلا کر اپنی جان چھڑا لی۔ پانچواں حکم اس کا یہ ہے کہ بکثرت اس کے نام کا ورد کرو، اس کا ذکر کیا کرو۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کے پیچھے تیزی سے دشمن دوڑا آتا ہے اور وہ ایک مضبوط قلعہ میں گھس جاتا ہے اور وہاں امن وامان پالیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت شیطان سے بچا ہوا ہوتا ہے۔ یہ فرما کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اب میں بھی تمہیں پانچ باتوں کا حکم کرتا ہوں جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑے رہنا (اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمان حاکم وقت کے احکام) سننا اور ماننا ہجرت کرنا، جہاد کرنا۔ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر نکل گیا اس نے اسلام کے پٹے کو اپنے گلے سے اتار پھینکا ہاں یہ اور بات ہے کہ رجوع کرے۔ جو شخص جاہلیت کی پکار پکارے وہ جہنم کا کوڑا کرکٹ ہے۔ لوگوں نے کہا: اے نبی ﷺ اگرچہ وہ روزے دار ہو اور غازی ہو۔ فرمایا اگرچہ نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔ مسلمانوں کو ان کے ناموں سے پکارتے رہو جو خود اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ مسلمین، مومنین اور عباد اللہ یہ حدیث حسن ہے۔

اس آیت میں بھی یہی بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ وہی تمہیں روزیاں دیتا ہے۔ بس عبادت بھی اسی کی کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے ہر قسم کی عبادتوں کے لائق صرف وہی اللہ ہے۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے وجود پر بہت بڑی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وجود پر زمین اور آسمان کے مختلف شکل وصورت مختلف رنگ، مختلف مزاج اور مختلف نفع کی موجودات ان میں سے ہر ایک کا نفع والا ہونا اور خاص حکمت سے ہونا ثابت ہے ان کے خالق کے وجود کا اور اس کی عظیم الشان قدرت اور حکمت اور زبردست سطوت اور سلطنت کا کسی بدوی سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہونے پر کیا دلیل ہے...... یا سبحان اللہ ان البعر یدل علی البعیر

یعنی مینگنی سے اونٹ معلوم ہو سکے اور پاؤں کے نشان کو زمین پر دیکھ معلوم ہو جائے کہ کوئی آدمی کہاں گیا ہے تو کیا یہ برجوں والا آسمان پہ راستوں والی زمین اور موجیں مارنے والے سمندر اللہ تعالیٰ باریک بین اور اس کے وجود پر دلالت نہیں کر سکتے۔

امام احمد بن حنبل سے بھی ایک مرتبہ وجود باری تعالیٰ پر دلیل طلب کی جاتی ہے تو آپ فرماتے ہیں سنو یہ ایک نہایت مضبوط قلعہ ہے جس میں کوئی دروازہ نہیں نہ کوئی راستہ ہے بلکہ سوراخ تک نہیں۔ باہر سے چاندی کی طرح چمک رہا ہے اور اندر سے سونے کی طرح دمک رہا ہے اور اوپر نیچے دائیں بائیں چاروں طرف سے بالکل بند ہے ہوا تک اس میں نہیں جا سکتی۔ اچانک اس ایک دیوار گرتی ہے اور ایک جاندار آنکھوں کانوں والا بولتا چالتا خوبصورت شکل اور پیاری بولی بولتا چلتا پھرتا نکل آتا ہے۔ کہو اس بند اور محفوظ مکان میں اسے پیدا کرنے والا کوئی ہے یا نہیں اور وہ ہستی انسانی ہستیوں سے بالاتر اور اس کی قدرت غیر محدود ہے یا نہیں مطلب آپ کا یہ تھا کہ انڈے کو دیکھو چاروں طرف سے بند ہے پھر اس میں خالق یکتا پروردگار جاندار پیدا کر دیتا ہے یہی دلیل ہے اللہ کے وجود پر اور اس کی توحید پر۔

افسوس اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کی ذات کے جھٹلانے پر لوگ کیسی دلیری کر جاتے ہیں حالانکہ ہر چیز اس پروردگار کی ہستی اور لاشریک ہونے پر گواہ ہے یعنی آسمانوں کو دیکھو ان کی بلندی اور ان کی وسعت ان کے چھوٹے چمکیلے اور روشن ستاروں پر نظر ڈالو ان کے چمکنے دمکنے، ان کے چلنے پھرنے اور ٹھہر جانے، ظاہر ہو جانے اور چھپ جانے کا مطالعہ کرو۔ پھر سمندروں کو دیکھو جو موجیں مارتے ہوئے زمین کو گھیرے ہوئے ہیں پھر اونچے نیچے مضبوط پہاڑوں کو دیکھو جو زمین میں گڑے ہوئے ہیں اور اسے ہلنے نہیں دیتے۔ جن کے رنگ جن کی صورتیں مختلف ہیں۔ پھر قسم قسم کی اور مخلوقات پر نظر ڈالو پھر ادھر سے ادھر پھر جانے والی کھیتیوں اور باغوں کو شاداب کرنے والی خوشنما نہروں کو دیکھو۔ کھیتوں اور باغوں کی سبزیوں اور ان کے طرح طرح کے پھل پھول مزے مزے کے میووں پر غور کرو۔ زمین ایک پانی ایک لیکن شکلیں صورتیں اور خوشبوئیں، رنگت ذائقہ فائدہ الگ الگ کیا یہ تمام مصنوعات نہیں بتاتیں کہ ان کا صانع کوئی ہے؟ کیا یہ تمام موجودات بآواز بلند نہیں کہہ رہیں کہ ان کا موجد کوئی ہے؟ کیا یہ ساری مخلوقات اپنے خالق کی ہستی اس کی ذات اور پرزور حکمتوں اس کی لاثانی رحمتوں اس کے بے نظیر القابوں۔ اس کے لازوال احسانوں پر دلالت کرنے کے لئے کافی وافی ہے۔ ہمارا اقرار یہی ہونا چاہئے اسی کے مطابق ہمار الیقین، اعتقاد اور عمل ہونا چاہئے کہ اس کے سوا کوئی پالنے والا پوسنے والا نہیں نہ اس کے سوا کوئی پیدا کرنے والا اور نہ ہی حفاظت کرنے والا ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی معبود برحق، نہ اس کے سوا کوئی مسجود، ہاں دنیا کے لوگو! ہم زبان سے لاالہ الا اللہ کا اقرار تو ضرور کرتے ہیں مگر پھر اس رب رحمٰن پر بھروسہ نہیں کرتے۔ پھر اس کے دربار سے ناامید کیوں ہو جاتے ہیں؟ پھر کیوں عارضی سہارے اور ٹھکانے ڈھونڈتے ہیں۔ سن رکھو! توکل اور بھروسہ اسی پر ہونا چاہئے انابتیں، التجائیں، جھکنا اور پست ہونا اسی کی طرف ہونا چاہئے تمناؤں کا مرکز، امیدوں کا آسرا، ماویٰ وملجا وہی یکتا واکیلا ہونا چاہئے جو رب رحمٰن ہے۔ تنہا ہے اس کی ذات وحدانیت کے لائق ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ کا اعلان ہے۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے۔ اس کے علاوہ کوئی نہیں مگر وہی ہے وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔

تو پھر ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی پوری زندگی میں اس رب رحمٰن واحد و یکتا کے بتائے ہوئے ضابطے کے مطابق گزاریں۔ زندگی کا ہر فعل خواہ وہ فرد سے تعلق رکھتا ہو یا خاندان سے سیاست سے یا عائلی زندگی سے معاشیات سے ہو یا معاشرت قومی مسئلہ یا بین الاقوامی تجارت ان تمام معاملات میں اللہ کا حکم نافذ ہو تو یہ تمام عبادت کی تعریف میں ہے۔

''گلدستہ احادیث سے کچھ پھول چنے میں نے''

بنتِ حاجی اشفاق سرگودھا

حدیث نمبر ۱۵۹:

قَالَ عُرْوَةُ كَانَ النَّاسُ يَطُوفُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عُرَاةً إِلَّا الْحُمْسَ وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ وَكَانَتْ الْحُمْسُ يَحْتَسِبُونَ عَلَى النَّاسِ يُعْطِي الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ يَطُوفُ فِيهَا وَتُعْطِي الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ الثِّيَابَ تَطُوفُ فِيهَا فَمَنْ لَمْ يُعْطِهِ الْحُمْسُ طَافَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا وَكَانَ يُفِيضُ جَمَاعَةُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ وَيُفِيضُ الْحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْحُمْسِ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ قَالَ كَانُوا يُفِيضُونَ مِنْ جَمْعٍ فَدُفِعُوا إِلَى عَرَفَاتٍ

ترجمہ: سیدنا عروہ نے بیان کیا کہ حمس کے سوابقیہ سب لوگ جاہلیت میں ننگے ہو کر طواف کرتے تھے اور لوگوں کو (اللہ کے واسطے کپڑے دیا کرتے تھے۔ (قریش) کے مرد دوسرے مردوں کو تاکہ وہ انہیں پہن کر طواف کر سکیں اور (قریش) کی عورتیں دوسری عورتوں کو (کپڑے دیا کرتیں) تاکہ وہ انہیں پہن کر طواف کر سکیں اور جن کو قریش کپڑا نہ دیتے وہ بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر کرتے تھے۔ دوسرے سب لوگ تو عرفات سے واپس ہوتے۔ لیکن قریش مزدلفہ سے (جو حرم میں تھا) واپس ہو جاتے۔ سیدہ عائشہ نے فرمایا کہ یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی کہ ''پھر تم بھی (قریش) وہیں سے واپس آؤ جہاں سے اور لوگ واپس آتے ہیں۔ یعنی عرفات سے۔ (سورہ بقرہ) انہوں نے بیان کیا کہ قریش مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے تھے اس لئے انہیں بھی عرفات سے لوٹنے کا حکم ہوا۔ (بخاری)

حدیث نمبر ۱۶۰:

وَعَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَمَتُّعِهِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَهُ

ترجمہ: عروہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ نے مجھے خبر دی کہ رسول اکرم ﷺ نے حج اور عمرہ کیا اور لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ حج تمتع کیا۔ (بخاری)

حدیث نمبر ۱۶۱:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُ ذَلِكَ ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَرَأَيْتُهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُونَ ذَلِكَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ آخِرُ مَنْ رَأَيْتُ فَعَلَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا عُمْرَةً وَهَذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ فَلَا يَسْأَلُونَهُ وَلَا أَحَدٌ مِمَّنْ مَضَى مَا كَانُوا يَبْدَءُونَ بِشَيْءٍ حَتَّى يَضَعُوا أَقْدَامَهُمْ مِنْ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَا يَحِلُّونَ وَقَدْ رَأَيْتُ أُمِّي وَخَالَتِي حِينَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْتَدِئَانِ بِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنْ الْبَيْتِ تَطُوفَانِ بِهِ ثُمَّ إِنَّهُمَا لَا تَحِلَّانِ وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوا

ترجمہ: محمد بن عبدالرحمن بن نوفل قریشی نے عروہ بن زبیر ؓ سے پوچھا انہوں نے کہا نبی کریم ﷺ نے حج کیا تھا اور مجھے سیدہ عائشہ نے اس کے متعلق خبر دی کہ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ آئے تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ آپ ﷺ نے وضو کیا پھر کعبہ کا طواف کیا' یہ آپ ﷺ کا عمرہ نہیں تھا۔ اس کے بعد سیدنا ابو بکر ؓ نے حج کیا اور آپ ؓ نے بھی سب سے پہلے کعبہ کا طواف کیا جبکہ یہ آپ ؓ کا بھی عمرہ نہیں تھا۔ سیدنا عمر ؓ نے بھی اسی طرح کیا۔ پھر سیدنا عثمان ؓ نے حج کیا میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے آپ نے بھی کعبہ کا طواف کیا۔ آپ کا بھی یہ عمرہ نہیں تھا۔ پھر سیدنا معاویہ ؓ اور سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ کا زمانہ آیا (اور انہوں نے بھی ایسا ہی کیا) پھر میں نے اپنے والد زبیر بن عوام کے ساتھ بھی حج کیا۔ انہوں نے بھی پہلے جو کام کیا وہ یہی بیت اللہ کا طواف تھا۔ جبکہ یہ عمرہ نہیں تھا۔ اس کے بعد مہاجرین وانصار کو بھی میں نے دیکھا کہ وہ بھی اسی طرح کرتے رہے اور ان کا بھی یہ عمرہ نہیں ہوتا تھا۔ آخری ذات جسے میں نے اس طرح کرتے دیکھا وہ سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ کی تھی۔ انہوں نے بھی عمرہ نہیں کیا تھا۔ ابن عمر بھی موجود ہیں لیکن لوگ ان سے اس کے متعلق پوچھتے نہیں۔ اس طرح جو حضرات گزر گئے۔ ان کا بھی مکہ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے قدم طواف کے لئے اٹھتا تھا۔ پھر یہ بھی احرام نہیں کھولتے تھے۔ میں نے اپنی والدہ (اسماء بنت ابی بکر ؓ) اور خالہ (عائشہ ؓ) کو بھی دیکھا کہ جب وہ آتیں تو سب سے پہلے طواف کرتیں اور یہ اس کے بعد احرام نہیں کھولتی تھیں اور مجھے میری والدہ نے خبر دی کہ انہوں نے اپنی بہن (سیدہ عائشہ ؓ) اور زبیر اور فلاں کے ساتھ عمرہ کیا یہ سب لوگ حجر اسود کا بوسہ لیتے تو عمرہ کا احرام کھول دیتے۔ (بخاری)

حدیث نمبر ۱۶۲:

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ وَإِذَا نَاسٌ يُصَلُّونَ فِي الْمَسْجِدِ صَلَاةَ الضُّحَى قَالَ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ فَقَالَ بِدْعَةٌ ثُمَّ قَالَ لَهُ كَمْ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعًا إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ فَكَرِهْنَا أَنْ نَرُدَّ عَلَيْهِ قَالَ وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْحُجْرَةِ

فَقَالَ عُرْوَةُ يَا أُمَّاهُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَتْ مَا يَقُولُ قَالَ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ قَالَتْ يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ

ترجمہ: مجاہد نے بیان کیا کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد نبوی میں داخل ہوئے وہاں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ 'سیدہ عائشہؓ کے حجرہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ لوگ مسجد نبوی میں اشراق کی نماز پڑھ رہے تھے مجاہد کہتے ہیں کہ ہم نے سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے ان لوگوں کی اس نماز کے متعلق پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ بدعت ہے۔ پھر ان سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے کتنے عمرے کئے تھے۔ انہوں نے کہا چار' ایک ان میں سے رجب میں کیا تھا لیکن ہم نے پسند نہیں کیا کہ ان کی اس بات کی تردید کریں۔ مجاہد نے بیان کیا کہ ہم نے ام المومنین عائشہ کے حجرہ سے ان کے مسواک کرنے کی آواز سنی تو عروہ نے پوچھا اے میری ماں 'اے ام المومنینؓ! ابو عبداللہ کی بات آپ سن رہی ہیں؟ سیدہ عائشہؓ نے پوچھا وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ عروہؓ نے کہا وہ کہہ رہے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے چار عمرے کئے تھے جن میں سے ایک رجب میں کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ ابو عبدالرحمٰن پر رحم کرے۔ نبی اکرم ﷺ تو کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا جس میں وہ (ابن عمر) خود موجود نہ رہے ہوں۔ آپ ﷺ نے رجب میں تو کبھی عمرہ ہی نہیں کیا۔ (بخاری)

حدیث نمبر ۱۶۳:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَخَرَجَ مِنْ كُدًا مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ

ترجمہ: سیدہ عائشہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر شہر میں کداء کی طرف سے داخل ہوئے اور کدی کی طرف سے نکلے جو مکہ کی بلند جانب ہے۔ (بخاری)

حدیث نمبر ۱۶۴:

عَنْ عُرْوَةَ أَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَلَا أُرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَلَّا لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ وَكَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا

ترجمہ: عروہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ سے پوچھا (ابھی میں نو عمر تھا) کہ اللہ کا ارشاد ہے "صفا اور مروہ دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں اس لئے جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لئے ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں" اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی ان کی سعی نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ یہ سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں اگر مطلب یہ ہوتا جیسا کہ تم بتا رہے ہو پھر تو ان کی سعی نہ کرنے میں واقعی کوئی حرج نہیں تھا لیکن یہ آیت تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو منات بت کے نام کا احرام باندھتے تھے جو قدید کے مقابل میں رکھا ہوا تھا۔ وہ صفا اور مروہ کی سعی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ جب اسلام آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا اور اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "صفا اور مروہ دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں اس لئے جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے۔ اس کے لئے ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ (بخاری)

حدیث نمبر ۱۶۵:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهَا أَخَاهَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْمَرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ وَحَمَلَهَا عَلَى قَتَبٍ

ترجمہ: سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی عبدالرحمٰن کو بھیجا اور انہوں نے عائشہ کو تنعیم سے عمرہ کرایا اور پالان کی پچھلی لکڑی پر ان کو بٹھا لیا۔ (بخاری)

حدیث نمبر ۱۶۶:

عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ أَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ لَا لَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ

ترجمہ: ام المومنین عائشہ نے کہا کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد سب نیک کاموں سے بڑھ کر ہے۔ پھر ہم بھی کیوں نہ جہاد کریں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ نہیں سب سے افضل جہاد (عورتوں کے لئے) حج ہے جو مبرور ہو۔

وضاحت: حدیث بالا میں لفظ مبرور سے مراد وہ حج جس میں ریاکاری کا دخل نہ ہو خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو اول تا آخر کوئی گناہ نہ کیا جائے اور جس کے بعد حاجی کی پہلی حالت بدل کر اب وہ سراپا نیکیوں کا مجسمہ بن جائے۔ بلاشک اس کا حج مبرور ہے۔ (بخاری)

حدیث نمبر ۱۶۷:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ أَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا

ترجمہ سیدہ عائشہ نے فرمایا کہ جب رسول اکرم ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو اوپر کی بلند جانب سے شہر کے اندر داخل ہوئے اور (مکہ سے) جب واپس گئے تو نیچے کی طرف سے نکل کر گئے۔ (بخاری)

صحرا میں کھڑی ابر گہر مانگ رہی ہوں
پت جھڑ میں بھی میں برگ و ثمر مانگ رہی ہوں
اس زیست کو ہر طور تپش سے جو بچالے
رحمت کا وہ سرسبز شجر مانگ رہی ہوں
اسلوب دعا مجھ کو سکھادے مرے مولا!
بے ربط ہیں الفاظ مگر مانگ رہی ہوں

(عائشہ عبدالرشید)

یہ کیا ہوا تیری دنیا کو اے رب کریم
کہ زندہ لوگ ترستے ہیں زندگی کے لئے

(ماریہ عبدالرشید)

معذرت

"مسواک کے فائدے" کے نام سے گذشتہ ماہ ایک تراشہ چھپا ہے جس میں یہ حدیث کہ "مسواک سے نماز کا ثواب ستر درجے بڑھ جاتا ہے" چھاپ دی گئی جو کہ ضعیف ہے۔ مدیرہ اپنی اس کوتاہی پر معذرت خواہ ہے اور اللہ کے حضور معافی کی خواستگار بھی۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔ توجہ دلانے والے قارئین بھی درگذر فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا...... مدیرہ طیبات

"ماں ایک عظیم تحفہ"

ماں وہ ذات ہے جو دعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ ہے یہ ایک ایسا بینک ہے جہاں ہم اپنے زخم اور پریشانیاں جمع کرواتے ہیں۔ یہ وہ ہستی ہے جو اپنے غم کے آنسوؤں سے موتیوں کی لڑی بناتی ہے اور بہت بڑا دل رکھتی ہے۔ اپنے بچوں کی غلطیوں کو معاف کرنے کے لئے یہ دنیا کا عظیم تحفہ ہے۔ جس کا متبادل آج تک پیدا ہی نہیں ہوا۔ یہ ایک ایسی ذات ہے جس کی قدر سے ہی دنیا و آخرت میں کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا تحفہ ہے جو کھو دینے سے واپس نہیں ملتا۔

مراسلہ: ثوبیہ رفیق فیصل آباد

کوششوں کا بھلا کوئی عمل دخل ہے۔ جس پر ہم خود مختار ہوں یا یہ پروگرام ہماری مرضی پر منحصر ہے۔ کیا اگر بچے دو ہی ہوں گے تو کیا گارنٹی ہے کہ وہ کبھی فوت نہ ہوں گے۔ میرے خیال میں تو اس محکمہ کو Baby Birth کے ساتھ ساتھ Baby Death کا بھی علاج تجویز کرنا چاہئے۔ کیونکہ میرے ذاتی مشاہدے میں ایسے کئی

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جبکہ صحابہ نے ان سے غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر برتھ کنٹرول کی اجازت چاہی کہ جس جان نے قیامت تک پیدا ہونا ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی۔''

جب ہر جان پیدا ہو کر رہے گی تو ضبط تولید یا برتھ کنٹرول میں جو بھی صورت اختیار کی جائے گی بے سود اور رائیگاں جائے گی۔

اگر یہ فیملی پلاننگ والے اتنے ہی مخلص ہیں تو ان کی عنایات ان کا لطف و کرم اولاد والوں پر ہی کیوں ہے۔ بے اولاد والوں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔ اگر اولاد دینے پر یہی قادر ہیں تو دو نہیں کم از کم ایک بچہ ان کو بھی عنایت کر دیں

گھرانے ہیں کہ جنہوں نے Family Planning کے پیغام پر لبیک کہتے ہوئے دو بچوں کے بعد نس بندی کروائی تو کسی کے ایکسیڈنٹ میں اور کسی کے بیماری میں دونوں بچے وفات پا گئے۔ اب وہ بیٹھے رو رہے ہیں اور اپنے کیے پر پچھتا رہے ہیں مگر اب ''پچھتاوے سے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔''

اشتہاری بورڈوں پر بہت بڑی تصویر بنی ہوتی ہے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی فیملی مکمل۔ اللہ اکبر اگر اللہ نے دونوں بیٹے دے دیئے تو پھر اور آج کل کے دور میں اکثر بچے بیمار، ابنارمل یا جسمانی طور پر معذور پیدا ہو رہے ہیں۔ تو کیا یہ محکمہ اس کے ساتھ یہ بھی گارنٹی دیتا ہے کہ صرف دو پیدا ہونے والے بچے جو ہیں وہ کبھی بیمار نہیں ہوں گے۔ انہیں کوئی تکلیف نہیں آئے گی۔ رزق کی خوشحالی رہے گی اور یہ لوگ کبھی مفلس نہ ہوں گے۔

اگر یہ فیملی پلاننگ والے اتنے ہی مخلص ہیں تو ان کی عنایات ان کا لطف و کرم اولاد والوں پر ہی کیوں ہے۔ بے اولاد والوں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔ اگر اولاد دینے پر یہی قادر ہیں تو دو نہیں کم از کم ایک بچہ ان کو بھی عنایت کر دیں اور اگر ایسا نہیں کر سکتے اور یقیناً ایسا نہیں کر سکتے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے ''اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے۔ پھر تمہارے جوڑے بنا دیئے اور کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ کوئی عمر پانے والا عمر نہیں پاتا اور نہ کسی کی عمر میں کچھ کمی ہوتی ہے مگر یہ سب کچھ ایک کتاب میں لکھا ہوتا ہے۔ اللہ کے لئے یہ کام بہت آسان ہے۔ (فاطر۔11)

تو اللہ کے لئے اس نعرے کو بند کر دیں۔ اس لئے کہ مخلوق کی پیدائش رب نے اپنی مرضی سے رکھی ہے۔ ان کی مرضی کو اس میں قطعاً دخل نہیں کہ جب چاہیں اولاد پیدا کرنا شروع کر دیں اور جب نہ چاہیں منصوبہ بندی کر لیں۔ آپ دیکھ لیں حکومت کروڑوں روپے اس پروگرام پر خرچ کر رہی ہے۔ مگر سوائے پیسے کے ضیاع کے اور کچھ نہیں ہے۔

جن روحوں نے دنیا میں آنا ہے وہ آ کر رہیں گی اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ضبط تولید برتھ کنٹرول پوشیدہ طور پر بچے کو زندہ گاڑ دینا ہے۔ (مسلم) اور قرآن کہتا ہے کہ روز محشر زندہ گاڑی ہوئی اولاد سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم کے سبب قتل کی گئی۔ (تکویر) فیصلہ کر لیں اہلیان پاکستان روز محشر رب کے سامنے بھی کھڑے ہونا ہے۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ Family planning کا پرچار کرنے والے سب غلطی پر ہیں اور مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں خاندانی منصوبہ بندی کی تو قطعاً اجازت نہیں نظر آتی۔ پھر ہم سب کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرنے کے بجائے اس سے بغاوت کر رہے ہیں۔ ہم نے پچھلے پچاس برسوں میں اس مہم پر جو سرمایہ کاری کی ہے۔ اگر ایمانداری کے ساتھ قومی پیداواری منصوبوں پر خرچ کی جاتی ہے تو اس کے نتائج بہت عمدہ ہوتے مگر افسوس کہ...... ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا۔

میں نے کوشش کی ہے کہ اپنے ہم وطنوں کو کفر کی اس سازش سے آگاہ کر دوں جو وہ خاندانی منصوبہ بندی کی آڑ میں اسلام کے خلاف کر رہے ہیں اور اسی لئے میں نے شروع میں ایس 2000ء منصوبے کی رپورٹ بھی آپ کے سامنے پیش کر دی ہے اور اس

ان ممالک میں نفاذ شریعت کی تحریکیں موجود ہیں لہٰذا ان لوگوں کو ابھی سے نہ روکا گیا تو یہ لوگ 25 برس بعد امریکہ کے لئے شدید خطرہ بن جائیں گے۔

رپورٹ کے تناظر میں آپ غور فرمائیں کہ کافر کس طرح اپنے ارادوں میں آج کامیاب ہو رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ ہمارے صاحبان اختیار بھی اس کو بروقت محسوس کر لیں اور قوم و ملک کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا موقع

فراہم کریں۔ ورنہ اب یہ کوئی راز نہیں رہا کہ آج پورے عالم اسلام کی آزادی سمٹ گئی ہے۔ پورے عالم اسلام میں علماء کرام تحقیر کا نشانہ بن رہے ہیں۔ عالم اسلام خاموش اور بے بس تماشائی بن چکا ہے۔ افغانستان اور عراق کی افرادی مالی اور فوجی قوت کی تباہی کے بعد عالم اسلام میں پاکستان ہی دشمنوں کی نظر میں کھٹکتا ہے۔ یونہی تو اس پر دہشت گردی کے لیبل نہیں چسپاں کیے جا رہے ہیں۔ اس لئے ہماری حکومت پورے ہوش اور دلائل کے ساتھ سوچے کہ اگر ہم وسائل کا صحیح استعمال کریں تو آبادی یا وسائل کی کمی کوئی مسئلہ نہیں اور جہاد کی راہ بھی اختیار کریں تو آبادی کے ساتھ امت مسلمہ کے کئی مسائل حل ہو جائیں گے۔ حکومت چھوٹا کنبہ زندگی آسان کی بجائے بڑا کنبہ جہاد آسان کا نعرہ بلند کرے اور عوام کو بھی ہماری یہی دعوت ہے کہ وہ اس شرعی حل پر چلیں۔ اسی میں ان کی بقا اور عزت ہے۔

مسلمانو! اللہ کے لئے اب جاگ پڑو۔ کفر بڑی منظم سازشیں کر رہا ہے۔ کب جاگو گے اے مسلمانو! تمہاری آنکھیں کب کھلیں گی۔ اس وقت جب تمہارا بدن تمہارا ساتھ چھوڑ دے گا اور تمہارے اردگرد تمہارے عزیزوں کی لاشیں بکھری ہوں گی۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے پاکستان والو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

بقیہ — زبان قلم

میں ہزاروں بے گناہ افغانی مارے گئے اور لاکھوں بے گھر ہوئے۔ افغانستان میں یہ جنگ آج تک جاری ہے۔ افغانی بعض صوبوں میں گوریلا جنگ لڑ رہے ہیں۔ جس سے دونوں اطراف جانی نقصان ہو رہا ہے۔

ستمبر کے ٹائم میگزین میں جلی حروف میں پیرا ٹائپ ہے۔

عنوان! جہاد کا جوابی حملہ لکھا ہے ''یکم مئی کو صدر بش نے اعلان کیا کہ عراق میں جنگ ختم ہو چکی ہے۔ بش نے کمانڈر انچیف ہونے کی حیثیت سے اعلان کیا کہ ''ہم نے افغانستان میں طالبان کو تباہ کر دیا ہے ان کا نام و نشان مٹا دیا ہے لیکن پچھلے چند ہفتوں میں جو کچھ ہوا اس نے بش کے جھوٹ کو بے نقاب کر دیا۔ طالبان اپنے زخم چاٹنے اور ری گروپ ہونے کے بعد نئی سٹرٹیجی اور طاقت کے ساتھ رونما ہوئے ہیں۔ ایک بس میں 15 افغانی مارے گئے۔ چار دن بعد سینکڑوں گوریلوں نے پکتیا میں پولیس سٹیشن پر حملہ کر دیا اور سات افغانی مار دیئے۔ یہ صوبہ لوگر میں ہوا۔ طالبان ان افغانیوں پر حملہ آور ہو رہے ہیں جو امریکہ کا ساتھ دے رہے ہیں یا حامد کرزئی کے اتحادی ہیں۔ ان حالات سے امریکی کافی پریشان ہیں۔ ایک طالبان نے ٹائم صحافی کو بیان دیتے ہوئے کہا ''طالبان نے جنگ جاری رکھنے کے لئے افغانستان کے ہر صوبہ میں سیل قائم کر دیئے ہیں۔'' وہ پراپیگنڈہ لیف لیٹ تقسیم کر رہے ہیں اور نئے سکولوں کو نذر آتش کر رہے ہیں۔ امریکی ہائی کمان شاید افغانیوں سے جنگ روک دے۔ لیکن جہاد رکتا نظر نہیں آتا۔''

عورتوں کے مسائل اور ان کا قرآن و حدیث کی روشنی میں حل

زوجہ حافظ عبدالسلام بھٹوی

الحمد للہ ہم نے قارئین کے بے حد اصرار پر "عورتوں کے مسائل اور ان کا قرآن وحدیث کی روشنی میں حل" کا سلسلہ شروع کررہے ہیں اور اس سلسلے میں ہم نے اپنی باجی جان حفظہا اللہ تعالی سے تعاون حاصل کیا ہے جو کہ ہمہ تن دین کی سربلندی کے لئے کام کررہی ہیں دعا ہے اللہ تعالی ان کو صحت وتندرستی عطا فرمائے اور تاحیات ان کا سایہ ہمارے سروں پر رہے۔ آمین

قارئین اگر آپ کو بھی کوئی دینی مسئلہ درپیش ہو اسے آپ لکھ کر طیبات کے پتہ پر بھیج سکتے ہیں اور اپنے دینی مسائل کے حل کیلئے اپنے سوالات ارسال کرسکتے ہیں۔ جزاک اللہ خیراً۔

سوال۔ کیا عورت ایام خاص میں قرآن پاک کی تلاوت کرسکتی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کریں۔ (سلمی ناہید چوکی)

جواب: جی ہاں! عورت ایام خاص میں بھی قرآن مجید کی تلاوت کرسکتی ہے سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے جو حدیث بیان کی جاتی ہے ضعیف ہے۔

لَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ

(ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ).

ترجمہ: نہ پڑھے کوئی حائضہ اور جنبی کچھ بھی قرآن میں سے۔

دوسری حدیث جو کہ سیدنا جابر سے روایت ہے کہ

لَاتَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْئًا

(رواہ دارقطنی)

حیض ونفاس والی عورتیں قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھیں۔

یہ حدیث بھی صحیح نہیں اس کی سند میں محمد بن الفضل ہے جسے محدثین نے متروک الحدیث کہا ہے اور اس پر احادیث گھڑنے کا الزام بھی ہے۔ امام شوکانی ان دونوں حدیثوں کے متعلق لکھتے ہیں۔ لکھتے ہیں لا یصلحان للاحتجاج بهما على ذالك فلا يصار الى القول بالتحريم الا بدليل۔ (نیل الاوطار ۱/۴۴۶)

ان دونوں حدیثوں میں حائضہ عورت کو تلاوت کرنے کی ممانعت کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا اور بغیر دلیل کے اسے حرام نہیں کہا جاسکتا۔

امام بخاری و امام مالک، امام شافعی ان سب کے نزدیک حائضہ عورت کو قرآن پڑھنا جائز ہے کیونکہ قرآن وسنت میں صریح دلیل نہیں ہے جس میں حیض والی عورت کو قرآن مجید کی تلاوت سے روکا گیا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں حائضہ ہوتی تھیں اور قرآن مجید کی تلاوت کرتی تھیں اگر تلاوت حرام ہوتی تو رسول اللہ ﷺ انہیں روک دیتے جیسا کہ نماز اور روزے سے روک دیا تھا کسی بھی صحابی یا امہات المومنین سے رسول اللہ ﷺ کی ممانعت تلاوت قرآن والی کوئی حدیث نہیں ملتی اس لئے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن جائز ہے تلاوت کو حرام کہنا صحیح نہیں ہے۔

سوال: کیا شب برات کی رات عبادت کرنا جائز ہے اور روزہ رکھنا سنت ہے کہ نہیں نیز ہم شعبان کی کونسی تاریخ کو روزہ رکھ سکتے ہیں قرآن وحدیث کے روشنی میں واضح کریں۔ (فرح جبیں گوجرانوالہ)

جواب۔ شب براءت کی رات عبادت کرنا جائز نہیں۔ شعبان کے مہینے کی بڑی فضیلت اور بہت زیادہ اہمیت آئی ہے نبی کریم ﷺ اس مقدس مہینے میں کثرت سے روزے رکھتے تھے اور فرماتے تھے اس مہینے بندوں کے اعمال اللہ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ

ترجمہ: میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میں روزے سے ہوں۔ (نسائی کتاب الصوم باب الصوم النبی ص ۲۰۱)

یہ تو نبی کریم ﷺ کے متعلق ہے اور عام مسلمانوں کو نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ مقصد یہ تھا کہ قوت وتوانائی برقرار رہے اور رمضان کے روزے آسانی سے رکھ سکے حدیث ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا (رواہ ترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: شب برات کے متعلق بعض مفسرین اور سیدنا عکرمہ کو یہ شبہ ہوا کہ تنزل الملائکۃ والروح...... یہ آیت نصف شعبان کے متعلق ہے لیکن ابن عباس ابن حسن بصری سعید بن جبیر اور دوسرے بہت سے مفسرین اس بات پر متفق کہ یہ رمضان کی وہی رات ہے جسے لیلۃ القدر کہا گیا ہے۔ جو رمضان المبارک میں ہے اور قرآن مجید خود اس کی تشریح کررہا ہے اور جہاں قرآن کی صراحت موجود ہے۔ وہاں شک کی بنا پر دوسری کوئی رائے قائم کی نہیں سکتی۔

اس لئے نصف شعبان کے متعلق کوئی قابل اعتماد حدیث نہیں اور نہ ہی اس کی فضیلت کے بارے میں ہے۔ ابن ماجہ میں علیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شعبان کی ۱۵ویں شب کو نماز نفل پڑھو دن کو روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالی آسمان دنیا پر اترتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہے کوئی روزی طلب کرنے والا میں اسے روزی دوں یہ روایت ضعیف ہے۔ اس لئے اس رات بکثرت نمازیں پڑھنا اور دیگر کام کرنا روزہ رکھنا ان کا ثبوت صحیح حدیث میں موجود نہیں۔

اس سلسلہ میں جو روایتیں بیان کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں ہاں عام دنوں کی طرح جو عبادت کی جاتی ہے وہ ویسی ہی کرنی جائز ہے۔ باقی سب بدعات اور خرافات ہیں۔

سوال: کیا رمضان المبارک کی آمد پر استقبال کے لئے روزہ رکھنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

جواب: یہ روزہ رکھنا جائز نہیں

آپ نے فرمایا:

وَلَا تَسْتَقْبِلُوا الشَّهْرَ اسْتِقْبَالًا

ترجمہ: کہ رمضان کے مہینے کا استقبال نہ کرو یعنی اس کی آمد کے استقبال کے طور پر روزہ نہ رکھو۔ (نسائی کتاب الصوم ص ۱۳۶ احمد ص ۲۲۶)

ترجمہ رمضان کے استقبال کیلئے روزہ نہ رکھو۔

دوسری جگہ پر فرمایا:

لَا تَقَدَّمُوا الشَّهْرَ بِيَوْمٍ وَلَا بِيَوْمَيْنِ۔

رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو۔ (ترمذی، مسلم ۱۰۸۲ ابوداؤد ۲۳۳۶)

اگر وہ پہلے سے نفلی رکھتا چلا آرہا ہے تو رخصت ہے۔ استقبالی روزہ منع ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

تاریخ کے جھروکوں سے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سب سے پہلا فدائی مشن

اختِ عبدالواسع

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک بد بخت شخص تھا جو اسلام اور اہل اسلام سے نہایت سخت عداوت، بغض، حسد، کینہ اور جلن رکھتا تھا یہ رسول اللہ ﷺ کو اذیتیں پہنچایا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے خلاف جنگ کی کھلم کھلا دعوت دیتا پھرتا تھا۔

اس کا تعلق قبیلہ طی کی شاخ بنونبھان سے تھا اور اس کی ماں قبیلہ بنونضیر سے تھی۔ یہ بڑا مالدار اور سرمایہ دار تھا۔ عرب میں اس کے حسن و جمال کی بڑی شہرت تھی اور یہ ایک معروف شاعر بھی تھا۔ اس کا قلعہ مدینے کے جنوب میں بنونضیر کی آبادی کے پیچھے واقع تھا۔

اللہ کا یہ دشمن رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی ہجو اور دشمنان اسلام کی مدح سرائی پر اتر آیا اور انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے لگا۔ اس سے بھی اس کے جذبات آسودہ نہ ہوئے تو سوار ہو کر قریش کے پاس پہنچا اور مطلب بن ابی وداعہ سہمی کا مہمان ہوا۔ پھر مشرکین کی غیرت بھڑکانے ان کی آتش انتقام تیز کرنے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف آمادہ جنگ کرنے کے لئے اشعار کہہ کہہ کر ان سرداران قریش کا نوحہ وماتم شروع کر دیا۔ جنہیں میدان بدر میں قتل کئے جانے کے بعد کنویں میں پھینک دیا گیا۔ مکے میں اس کی موجودگی کے دوران ابوسفیان اور مشرکین نے اس سے دریافت کیا کہ ہمارا دین تمہارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے یا رسول اللہ ﷺ اور اس کے ساتھیوں کا اور دونوں میں کون سا فریق ہدایت یافتہ ہے۔ تو اللہ و رسول ﷺ کے اس دشمن نے کہا تم لوگ ان سے زیادہ ہدایت یافتہ اور افضل ہو۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یومنون بالجبت والطاغوت و یقولون للذین کفروا ھولاء اھدی من الذین آمنوا سبیلا......(النساء. 51)

تم نے انہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا ہے کہ وہ جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے کہ یہ لوگ مومنوں سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہیں۔

یہ سب کچھ کر کے مدینہ واپس آیا تو یہاں آ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی عورتوں کے بارے میں واہیات اشعار کہنے شروع کئے اور اپنی زبان درازی و بدگوئی کے ذریعے سخت اذیت پہنچائی۔

یہی حالات تھے جن سے تنگ آ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو اس شخص سے نبٹے جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف دی ہے۔

قارئین کرام! آپ کو تعجب ہوگا کہ یہ کون سا بد بخت ہے۔ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے الفاظ استعمال کئے تھے وہ دشمن اسلام کعب بن اشرف ہے۔ یہ یہودی سردار اپنے وقت کا ایک شیرون تھا۔ جیسے شیرون بکواس کرتا ہے "مجھے اتنی خوشی بھی نہیں ہوتی جتنی ایک فلسطینی نوجوان کو شہید ہونے کی ہوتی ہے۔" ایسے ہی کعب بن اشرف مسلمانوں کو تنگ کر کے خوشی محسوس کرتا تھا۔ آخر اس کا انجام کیسا ہوا۔ آگے جا کر معلوم ہو جائے گا ان شاء اللہ۔ اسی طرح آج کے امن کے دشمنوں کا خاتمہ کیا جائے گا۔ جنہوں نے افغانستان اور عراق میں امن کو

> **یہود کو جب اپنے طاغوت کعب بن اشرف کے قتل کا علم ہوا تو ان کے ہٹ دھرم اور ضدی دلوں پر رعب کی لہر دوڑ گئی اور یہ سانپ تیزی سے اپنے بلوں میں جا گھسے**

برباد کیا مگر ان کے ہاتھوں کو کوئی بیڑی پہنانے والا نہیں ہے اور اسرائیل اور بھارت کشمیر و فلسطین کا امن تباہ کر رہے ہیں تو ان کو امن کا ٹھیکیدار ٹھہرایا جا رہا ہے۔ ان کی زبان کو کوئی لگام دینے والا نہیں۔ ایسے برے امن کے ٹھیکیداروں کا خاتمہ عبرتناک ہوگا۔ ان شاء اللہ

رسول اللہ ﷺ کے سوال کے جواب میں محمد بن مسلمہ، عبادہ بن بشیر، ابونائلہ جن کا نام سلکان بن سلامہ تھا اور جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ حارث بن اوس اور ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اس مختصر لشکر کے کمانڈر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھے۔ محمد بن مسلمہ نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! انہوں نے عرض کیا تو آپ مجھے کچھ کہنے کی اجازت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہہ سکتے ہو۔

اس کے بعد محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس تشریف لے گئے اور بولے اس شخص نے ہمارے خلاف اتحاد کر لیا ہے۔ اشارہ نبی ﷺ کی طرف تھا، ہم سے صدقہ طلب کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے ہمیں مشقت میں ڈال رکھا ہے۔ کعب نے کہا واللہ ابھی تم لوگ اور بھی اکتا جاؤ گے۔

محمد بن مسلمہ نے کہا اب جب کہ ہم اس کے پیروکار بن ہی چکے ہیں تو مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ اس کا ساتھ چھوڑ دیں جب تک یہ دیکھ نہ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اچھا ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں وسق یا دو وسق غلہ دے دیں۔

کعب نے کہا میرے پاس کچھ رہن رکھو...... محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کون سی چیز پسند کریں گے؟ کعب نے کہا کہ اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن رکھ دو...... محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا بھلا ہم اپنی عورتوں کو رہن کیسے رکھ دیں۔ جب کہ آپ عرب کے سب سے خوبصورت انسان ہیں...... اس نے کہا تو پھر اپنے بیٹوں کو رہن رکھ دو...... محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اپنے بیٹوں کو کیسے رہن رکھ دیں اگر ایسا ہو گیا تو انہیں گالی دی جائے گی کہ یہ ایک وسق یا دو وسق کے بدلے رہن رکھا گیا تھا۔ ہمارے لئے عار کی بات ہے۔ البتہ ہم آپ کے پاس ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد دونوں میں طے ہو گیا کہ محمد بن مسلمہ (ہتھیار لے کر) اس کے پاس آئیں گے...... ادھر ابونائلہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کا اقدام کیا۔ یعنی کعب بن اشرف کے پاس آئے کچھ ادھر ادھر کے اشعار سنتے سناتے رہے پھر بولے بھئی ابن اشرف میں ایک ضرورت سے آیا ہوں اسے ذکر کرنا چاہتا ہوں لیکن اسے آپ ذرا صیغہ راز میں رکھیں گے۔

کعب نے کہا ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا۔

ابونائلہ نے کہا بھئی اس شخص، اشارہ نبی ﷺ کی طرف تھا کی آمد تو ہمارے لئے آزمائش بن گئی...... سارا عرب ہمارا دشمن ہو گیا ہے۔ سب نے ہمارے خلاف اتحاد کر لیا ہے۔ ہماری راہیں بند ہو گئی

ہیں۔ اہل وعیال برباد ہورہے ہیں۔ جانوں پر بن آئی ہے۔ ہم اور ہمارے بال بچے مشقتوں سے چور چور ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے بھی کچھ اسی ڈھنگ کی گفتگو کی۔ جیسی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ دوران گفتگو ابونائلہ نے بھی کہا کہ میرے کچھ رفقاء ہیں جن کے حالات بھی بالکل میرے ہی جیسے ہیں انہیں بھی آپ کے پاس لانا چاہتا ہوں آپ ان کے ہاتھ بھی کچھ بیچیں اور ان پر احسان کریں۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور ابونائلہ رضی اللہ عنہ اپنی گفتگو کے ذریعے اپنے مقصد میں کامیاب رہے کیونکہ اس گفتگو کے بعد ہتھیار اور رفقاء سمیت ان دونوں کی آمد پر کعب بن اشرف چونک نہیں سکتا تھا۔ اس ابتدائی مرحلے کو مکمل کر لینے کے بعد ۱۴ ربیع الاول ۳ھ کی چاندنی رات کو یہ مختصر سا دستہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوا۔ آپ ﷺ نے بقیع غرقد تک ان کی مشایعت فرمائی پھر فرمایا اللہ کا نام لے کر جاؤ' اللہ تمہاری مدد فرمائے۔

پھر آپ ﷺ اپنے گھر پلٹ آئے اور نماز ومناجات میں مشغول ہو گئے۔ ادھر یہ دستہ کعب بن اشرف کے قلعے کے دامن میں پہنچا تو اسے ابونائلہ نے قدرے زور سے آواز دی۔ آواز سن کر وہ ان کے پاس آنے کے لئے اٹھا تو اس کی بیوی نے جو ابھی نئی نویلی دلہن تھی۔ کہا اس وقت کہاں جا رہے ہیں؟ ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے گویا خون ٹپک رہا ہے۔ کعب بن اشرف نے کہا یہ تو میرا بھائی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور میرے دودھ کا ساتھی ابونائلہ رضی اللہ عنہ ہے۔ کریم آدمی کو اگر نیزے کی مار کی طرف بلایا جائے تو اس پکار پر بھی وہ جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ باہر آ گیا۔ خوشبو میں بسا ہوا تھا اور سر سے خوشبو کی لہریں پھوٹ رہی تھیں۔

ابونائلہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب وہ آ جائے گا تو میں اس کے بال پکڑ کر سونگھوں گا۔ جب تم دیکھنا کہ میں نے اس کا سر پکڑ کر اسے قابو میں کر لیا ہے تو اس پر پل پڑنا اور اسے مار ڈالنا چنانچہ جب کعب آیا تو کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ ابونائلہ نے کہا کعب بن اشرف کیوں نہ شعب عجوز تک چلیں ذرا آج رات باتیں کی جائیں' اس نے کہا اگر تم چاہتے ہو تو چلتے ہیں۔ اس پر سب لوگ چل پڑے۔ اسی اثناء میں ابونائلہ نے کہا آج تک اس جیسی عمدہ خوشبو میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ یہ سن کر کعب بن اشرف کا سینہ فخر سے تن گیا۔ کہنے لگا میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ خوشبو والی عورت ہے۔ ابونائلہ نے کہا اجازت ہو تو ذرا آپ کا سر سونگھ لوں۔ وہ بولا ہاں ہاں...... ابونائلہ نے اس کے سر میں اپنا ہاتھ ڈالا پھر خود بھی سونگھا اور ساتھیوں کو بھی سونگھایا۔

کچھ اور چلے تو ابونائلہ نے کہا بھئی ایک بار اور۔ کعب بن اشرف نے کہا ہاں ہاں...... ابونائلہ نے پھر وہی حرکت کی یہاں تک کہ وہ مطمئن ہو گیا۔ اس کے بعد کچھ اور چلے تو ابونائلہ نے کہا بھئی ایک بار اور اس نے کہا ٹھیک ہے اب کی بار ابونائلہ نے اس کے سر میں ہاتھ ڈال کر ذرا اچھی طرح پکڑ لیا تو بولے...... لے لو اللہ کے اس دشمن کو اتنے میں اس پر کئی تلواریں پڑیں۔ لیکن کچھ کام نہ دے سکیں۔ یہ دیکھ کر محمد بن مسلمہ نے جھٹ اپنی کدال لی اور اس کے پیڑو پہ لگا کر چڑھ بیٹھے۔ کدال آر پار ہو گئی اور اللہ کا دشمن وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حملے کے دوران اس نے اتنی زبردست چیخ لگائی تھی کہ گرد و پیش میں ہلچل مچ گئی تھی اور کارروائی کے دوران سیدنا حارث بن اوس رضی اللہ عنہ کو بعض ساتھیوں کی تلوار کی نوک لگ گئی تھی۔ جس سے وہ زخمی ہو گئے تھے اور ان کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ چنانچہ واپسی میں جب یہ دستہ حرہ عریض پہنچا تو دیکھا کہ حارث رضی اللہ عنہ ساتھ نہیں ہیں۔ اس لئے سب لوگ وہیں رک گئے۔ تھوڑی دیر بعد حارث بھی ان کے نشانات قدم دیکھتے ہوئے آن پہنچے۔ وہاں سے لوگوں نے انہیں اٹھا لیا اور بقیع غرقد پہنچ کر اس زور کا نعرہ لگایا کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی سنائی پڑا۔ آپ ﷺ سمجھ گئے کہ ان لوگوں نے اسے مار لیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے بھی اللہ اکبر کہا پھر جب یہ لوگ آپ ﷺ

ابونائلہ رضی اللہ عنہ نے کہا سارا عرب ہمارا دشمن ہو گیا ہے۔ سب نے ہمارے خلاف اتحاد کر لیا ہے۔ ہماری راہیں بند ہو گئی ہیں۔ اہل وعیال برباد ہو رہے ہیں۔

کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا (افلحت الوجوہ) یہ چہرے کامیاب رہیں۔ ان لوگوں نے کہا وجھک یارسول اللہ آپ ﷺ کا چہرہ بھی اے اللہ کے رسول ﷺ اور اس کے ساتھ ہی اس طاغوت کا سر آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے اس کے قتل پر اللہ کی حمد وثنا کی اور حارث رضی اللہ عنہ کے زخم پر لعاب دہن لگا دیا جس سے وہ شفایاب ہو گئے اور آئندہ کبھی تکلیف نہ ہوئی۔

یہود کو جب اپنے طاغوت کعب بن اشرف کے قتل کا علم ہوا تو ان کے ہٹ دھرم اور ضدی دلوں پر رعب کی لہر دوڑ گئی۔ ان کی سمجھ میں آ گیا کہ رسول اللہ ﷺ جب یہ محسوس کر لیں گے کہ امن و امان سے کھیلنے والوں' ہنگامے اور اضطراب بپا کرنے والوں اور عہد و پیمان کا احترام نہ کرنے والوں پر نصیحت کارگر نہیں ہو رہی ہے۔ تو آپ ﷺ طاقت کے استعمال سے بھی گریز نہ کریں گے۔ اس لئے انہوں نے اپنے طاغوت کے قتل پر چوں نہ کیا بلکہ وہ سب دم سادھے پڑے رہے اور ہمت ہار بیٹھے' یعنی سانپ تیزی کے ساتھ اپنی بلوں میں جا گھسے۔ آج امت مسلمہ میں سے کوئی محمد بن مسلمہ جیسے نوجوان کی ضرورت ہے وہ بھی اس رسول کی امت میں تھے اور ہم بھی اس رسول ﷺ کی امت ہیں۔ انہوں نے بھی وہی کلمہ پڑھا تھا جو ہم نے پڑھا ہے مگر انہوں نے کلمہ کے تقاضے کو سمجھ لیا تھا۔

بقیہ قبول اسلام

واطمینان محسوس کرتی ہوں کہ جو پہلے مجھے حاصل نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ میں بھی ان میں سے ایک ہوں جن کو اسلام کے نور سے روشن اور فیض یاب کر دیا گیا۔ یہ سب واقعات پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ میں یہ بتا سکوں کہ اس راہ پر چلنے سے بہت مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔ لیکن اس تبدیلی سے جو روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں یہ بہرحال زیادہ قیمتی ہیں۔ اب مشکلات کو دیکھا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ میں نے مسلمان بن کر سوائے دردناک تکالیف کے کچھ بھی حاصل نہیں کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر اسلام ایک ایسا عالیشان انعام ہے تو جنت کا کس قدر تحفہ حیران کن ہوگا۔ میں یہ سوچ کر خوشی سے کانپ اٹھتی ہوں۔

میں نے اسلام کو صرف سچا ہونے کی وجہ سے قبول کیا۔ مجھے بالکل پتہ نہیں تھا کہ میرے اندر کس قدر بڑی تبدیلی آئے گی۔ یہاں تک کہ میں اچھنبے میں پڑ گئی کہ میں نے اسلام کیسے قبول کر لیا اور کیسے یہ میرے حواس پر چھا گیا۔ کیسے میں امہ کی ذمہ داریاں محسوس کرتی گئی اور کیسے میں ہر ماہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں میں دلچسپی لیتی گئی۔ شاید یہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق تھا جس میں نبی ﷺ نے حدیث قدسی بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا بندہ جب مجھ سے قریب سے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ سنتا ہے' میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں' جن سے وہ مضبوطی سے پکڑتا ہے۔ اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ (بخاری)

میں نے اس مذہب سے غیر معمولی طور پر انسان کے معاشرتی اور عملی کاموں میں گہری بصیرت حاصل کی۔ اس طرح فلکیات اور ارضیات کے بارے میں جوں جوں قرآنی آیات میرے سامنے آتیں۔ میرے ایمان میں پختگی پیدا ہوتی جاتی اور اسلام کی حقانیت واضح ہوتی جاتی۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے مجھے ہر معاشی اور معاشرتی مشکل میں حوصلہ دیا۔ گذشتہ سال سے میں نے اسلامی علم میں بڑی وسعت حاصل کر لی۔ میں نے قرآنی آیات کا مطالعہ بڑی باریک بینی سے کیا اور کبھی ایک دفعہ بھی میرے ساتھ ایسی بات پیش نہیں آئی۔ جس نے مجھے قرآن کی صداقت میں ذرا بھی شک پیدا کیا ہو۔ صرف یہی ایک مذہب ہے جس پر مجھے پورا یقین ہے اور جیسے جیسے میں اس کی خدمت کرتی جاتی ہوں مجھے اس پر مزید یقین ہوتا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اس نے میری شناخت کو قائم کیا ہے۔ میری نسوانیت کو بحال کیا ہے۔ اب مجھے اپنے اوپر مزید بھروسہ ہو گیا ہے۔ میں ایک طاقتور خاتون بن گئی ہوں۔ میری زندگی پر رونق ہو گئی ہے۔ میں اپنے وجود سے آگاہ ہو گئی ہوں اور اپنی جنت میں زیادہ محفوظ ہو گئی ہوں۔

جانے کتنے بے گناہ اور معصوم بچوں کو شہید کر چکی ہے۔ آزاد کشمیر کے سات اضلاع میں سے پانچ اضلاع لائن آف کنٹرول کے ساتھ واقع ہیں۔ جہاں گولہ باری ہوتی ہے۔ لیکن ان سب میں سے سب سے متاثرہ علاقہ وادی نیلم ہے۔ گزشتہ چودہ سالوں میں کتنے بچے شہید ہوئے کتنے معذور اور کتنے یتیم۔ کسی کے پاس اعداد و شمار نہیں۔ البتہ سرکاری حکام کے مطابق گزشتہ ایک سال میں 50 بچے شہید درجنوں زخمی ہو کر ہمیشہ کے لئے معذور اور لاتعداد یتیم ہو گئے ہیں۔ فلاں کلاں گاؤں کا ایک اور 12 سالہ لڑکا رفاقت ہے۔ جو عید کی چھٹی پر گھر آیا ہوا تھا۔ وہ ہری پور کے کسی اپنے مدرسہ میں حفظ کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ وہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا کہ اچانک بھارتی فوج کا ایک گولہ اس کے قریب آ گرا۔ جس سے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے معذور ہو گیا۔ اب وہ بیساکھیوں کے سہارے چلتا ہے۔ اب اس کو حسرت ہے کہ وہ آزاد گھوم پھر نہیں سکتا وہ کہتا ہے کہ میں کھیل کود نہیں سکتا۔ بیساکھیوں کے سہارے چلتا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے دشمن نے معذور کر دیا ہے۔ میری بددعا ہے کہ اللہ ان سے انتقام لے۔ اس کے والد اور والدہ کچی جھونپڑی میں رہتے ہیں۔ ان کو بچے کے معذور ہونے کا شدید دکھ ہے۔

آیئے! اب چلتے ہیں اسی گاؤں کے کسی اور گھر میں۔ اس گھر میں ایک خاتون اپنے پانچ بچوں کے ہمراہ رہتی ہے۔ جن کی عمریں 2 سے 10 سال کے درمیان ہیں۔ ان بچوں کا باپ قلندر خان اپنی ایک عزیز خاتون کے ہمراہ ہسپتال میں دوائی لینے گیا تھا۔ شام کو وہ دوائی لے کر گھر نہ پہنچ سکا۔ اس کی خون میں لت پت لاش اس کے گھر ضرور پہنچ گئی تھی۔ وہ جب دوائی لے کر واپس آ رہا تھا تو اس بدقسمت جیپ پر سوار ہوا جو اس کے گھر کے صرف ایک کلومیٹر کے فاصلے پر بھارتی توپوں کے گولوں کا نشانہ بن گئی۔ وہ اس کی عزیز خاتون اور اس کا ایک سالہ معصوم بچہ تینوں موقع پر شہید ہو گئے۔ اس کے بچوں کو یہ تو معلوم ہے کہ ان کے والد کو دشمنوں نے ان سے چھین لیا ہے لیکن وہ اس دشمن کو نہیں جانتے۔ سات سالہ شگفتہ قلندر کہتا ہے کہ ہمیں کھلونے لا کر دینے والا کوئی نہیں اور بچوں کے ابو تو انہیں کھلونے لا کر دیتے ہیں۔ کاش کہ ہمارے ابو ہوتے تو ہمیں بھی کھلونے لا کر دیتے۔ یہ تین گھرانے وادی نیلم کے ایک گاؤں میں واقع ہیں۔ لائن آف کنٹرول پر واقع 2 سو کلومیٹر لمبی پٹی پر ایسے لاتعداد گھرانے ہیں۔ جن کی دردناک داستانیں سننے کو ملتی ہیں۔ یہ تینوں واقعات پاکستان اور بھارت کے درمیان سفارتی ڈیڈ لاک ختم ہونے کے بعد واہگہ سے بس سروس چل چکی ہے۔ وفود کا تبادلہ ہو رہا ہے' مٹھائیاں اور پھول تحفوں میں دیئے جا رہے ہیں۔ لیکن یہاں کنٹرول لائن کے مکین اب بھی بچوں کی لاشیں اٹھا رہے ہیں۔ تعلقات کی بہتری کے اثرات یہاں کب پڑیں گے۔ یہاں چودہ سالوں سے برسنے والے گولے کب بند ہوں گے۔ یہ کسی کو معلوم نہیں۔ البتہ یہاں کے باسی یہاں کے بچے تحفظ چاہتے ہیں کہ انہیں کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے۔ انہوں نے تو کسی کو مارا بھی نہیں وہ تو دہشت گرد بھی نہیں' نہ انہوں نے ہتھیار اٹھا رکھے ہیں پھر انہیں کیوں نہیں جینے دیا جا رہا۔ انہیں بھی تحفظ دیا جائے۔ انہیں بھی جینے کا حق دیا جائے۔ ہمیں بھی چین سے رہنے دو' ہمیں بھی جینے دو۔

بڑوں کے انتقام کی باتیں

شاہ خوارزم کی ایک کوتاہی نے تاریخ کا رخ بدل دیا۔ تاجروں کا قتل اور چنگیز خان کے سفارت کاروں سے بدسلوکی نے چنگیزی انتقام کو ایسا بھڑکایا کہ اس آگ نے براعظموں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مغل دور میں شاہی ایوانوں میں باپ نے بیٹوں کو اندھا کیا اور بھائی نے بھائی کا خون بہایا۔ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد قلعہ لاہور میں محلاتی سازشوں اور خانہ جنگی نے سکھ سلطنت کو صرف پانچ سال کے اندر برباد کر کے رکھ دیا۔ انگریزوں نے راج کے استحکام کے لئے ملک کے اندر اور باہر جنگیں لڑیں۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں جہاں ہزاروں ہندوستانی مارے گئے' وہاں فرنگیوں کا بھی بھاری جانی اور مالی نقصان ہوا۔ مسلمان بالخصوص فرنگی انتقام کا نشانہ بنے۔ ہندوستان پر روسی یلغار روکنے کے لئے انگریز نے افغانستان پر بھی قابض ہونے کی کوشش کی۔ جنگوں میں ناکامی کے بعد افغانستان کی آزاد اور خودمختاری کو تسلیم کرتے ہوئے انگریز نے افغانیوں سے صلح کر لی۔ پھر ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے افغانستان کی سرزمین کو سالوں کے لئے خون میں نہلا دیا۔ 12 اپریل 1977ء کے دن افغانستان کے صدر شاہ داؤد اور روسی وزیراعظم BREZNEV کے درمیان ماسکو میں تلخ کلامی ہوئی۔ افغانستان کا سابق ڈپٹی وزیر خارجہ عبدالصمد غوث جو اس میٹنگ میں موجود تھا' اپنی خودنوشت میں لکھتا ہے۔

روسی صدر نے نانو ممالک کے ماہرین کو اتنی تعداد میں افغانستان میں کام پر لگانے میں اعتراض کیا۔ برزنیف نے کہا کہ ماضی میں افغانی حکومتوں نے کبھی شمالی افغانستان میں نانو ممالک کے اتنے ماہرین نہیں لگائے۔ روسی وزیراعظم نے کہا کہ ایسے ماہرین کو افغانستان سے نکال دیا جائے کیونکہ ان میں زیادہ تر جاسوس ہیں۔ افغانی وزیر لکھتا ہے۔ اس پر شاہ داؤد نے قدرے سختی سے جواب دیا کہ جو کچھ روسی وزیراعظم نے کہا اسے تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہم ایسے بیانات کو اپنے اندرونی مسائل میں دخل اندازی تصور کرتے ہیں۔ داؤد نے پھر زور دے کر کہا ہم آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ ہمارا ملک چلانے پر آپ ہمیں ڈکٹیٹ کریں یا حکم دیں کہ فلاں کو کام پر لگاؤ یا نکال دو...... ہم جہاں چاہیں گے فارن ایکسپرٹس کو لگائیں گے۔ افغانستان کو غریب دیکھنا برداشت کر لیں گے لیکن حکومتی فیصلوں کو کسی کا محتاج بننے نہیں دیں گے۔ غوث لکھتا ہے۔ یہ کہنے کے بعد شاہ داؤد اور اس کے ساتھی فوری طور پر کھڑے ہو گئے۔ وہ باہر جانے ہی والے تھے کہ صدر برزنیف نے انہیں روکنے کی کوشش کی اور علیحدگی میں ملاقات کے لئے کہا۔ داؤد نے اونچی آواز میں کہا ایکسلینسی اب ملاقاتوں کی گنجائش نہیں رہی۔ افغانی وزیر لکھتا ہے۔ ان الفاظ نے داؤد کی قسمت پر مہر ثبت کر دی۔ کچھ ہی عرصہ بعد شاہ داؤد کو خاندان سمیت گولیوں سے اڑا دیا گیا۔ پھر چند سالوں بعد حفیظ اللہ امین کا بھی یہی حشر ہوا۔ افغانی فرمانروا داؤد کے چند تلخ الفاظ نے روسی ریچھ برزنیف کو اتنا ناراض کر دیا کہ اس نے سالوں تک افغانستان کو جنگ کی بھٹی میں جھونک دیا۔ جس میں لاکھوں افغانی اور ہزاروں روسی مارے گئے۔ جہاں افغانستان میں خون کی ندیاں بہہ نکلیں وہاں سوویت یونین بھی پاش پاش ہو گیا۔ گورباچوف نے روسی مسلح افواج کو پسپائی کا حکم دیا۔

روسی پسپائی کے بعد افغانستان میں ایسی خانہ جنگی شروع ہوئی جس میں بھاری جانی و مالی نقصان ہوا۔ طالبان نے حکومت بنالی۔ ملک میں امن و امان قائم ہوا تو امریکہ میں 11 ستمبر کا حادثہ پیش آ گیا۔ یہ یہودی منصوبہ بندی تھی یا اسامہ بن لادن کی کارروائی۔ الزام اسامہ اور القاعدہ پر لگا دیا گیا کہ دہشت گردی انہوں نے کرائی۔ اسامہ ان دنوں ساتھیوں سمیت افغانستان میں تھا۔ افغان وار میں امریکہ نے افغانیوں کو گوریلا جنگ کی تربیت دے کر مسلح کیا۔ سٹنگر میزائل تک فراہم کئے۔ ان دنوں اسامہ امریکی دوست تھا۔

امریکہ اور اتحادیوں نے تھوڑے ہی عرصے میں اپنی فضائیہ اور سپیشل دستوں کی مدد سے شمالی اتحاد کو ساتھ ملا کر طالبان حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ امریکہ نے افغانستان میں اپنا جدید ترین اسلحہ استعمال کیا۔ ایسے بم اور میزائل گرائے جو یورینیم کوٹڈ تھے۔ اس جارحیت

باقی صفحہ نمبر 13

قسط نمبر 2

جادو، جنات اور توہمات اصل حقیقت

ام عبد منیب

سے دوست ہیں اور شرک کی گندگی میں لتھڑے ہوئے ہیں۔"
رہے توحید پر پختہ 'صاحب استقامت صاحب شجاعت 'امانت' سچائی' ہمدردی' صبر و حلم' شکر و توکل اور اخلاص کے حامل دل تو ان پر ایسی چیزوں کا گزرنا ممکن ہے۔ نیک بندوں پر یہ چیزیں مسلط نہیں ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا

بیشک تجھے میرے بندوں پر کوئی تصرف حاصل نہیں ہوگا اور توکل کے لئے تیرا رب ہی کافی ہے۔ اسی قسم کا فرمان سورۃ النساء آیت (سورۃ الحجرات ۴۰'۳۹' سورہ ابراہیم۔ ۲۲' سورۃ النحل۔ ۱۰...... سورۃ مریم' ۱۳) میں بھی آیا ہے۔

جو شخص صرف اللہ سے ڈرے' اس پر توکل کرے اس کی اطاعت اور عبادت کرے' جس پر اللہ خوش ہو اس کا شیطان ہو یا اس کے دوست جنات اور چاہے شریر چیزیں ہوں کوئی کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔

اللہ کے نبی ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا
اے عمر شیطان تم سے خوف کھاتا ہے۔ (ابن حبان مسند احمد۔ السند صحیح)

ترمذی میں یہی روایت یوں ہے:۔
میں نے جنوں اور انسانوں کے شیطانوں کو عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگتے دیکھا ہے۔ (ترمذی بسند صحیح' بحوالہ جنات اور شیاطین)

قرآن حکیم اور احادیث کی روشنی میں پرہیز

ذکر الٰہی سے غفلت مت کیجئے۔

اللہ کا فرمان ہے۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَانِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ (الزخرف۔ ۳۶)

جو شخص رحمان کے ذکر سے غفلت برتتا ہے۔ ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ کو یاد نہیں رکھتے ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ یاد رکھنے سے مراد یہ ہے کہ ہم زبان سے اسی کا تذکرہ کریں اس کے احسانات کا اعتراف اور شکر کریں اور ہمارا عمل صرف اسی کے پسندیدہ کاموں سے مزین ہو' اگر زبان سے تو اس کا ذکر کیا جائے اور کام اس کو ناراض کرنے والے ہوں تو یہ اس کا یاد رکھنا نہیں بلکہ اسے غصہ دلانے والا کام ہوگا۔ زبان کی حد تک تو لوگ ذکر اور وظائف کرتے کراتے ہیں۔ عامل اور حکیم لوگ بھی بتاتے ہیں کہ اتنے ہزار یا لاکھ بار فلاں اسم پاک کو دہرایا جائے' یا فلاں دعا یا آیت کا ورد کیا جائے لیکن آج کل زبانی ذکر جس قدر عام ہوگا تو پھر اس سے فائدے کی بجائے الٹا نقصان ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اذکار کے باوجود لوگوں کو خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔

وسوسہ کیا ہے؟

کے مصنف لکھتے ہیں "ہر شخص کو ذکر الٰہی شیطانی وساوس سے نہیں بچاتا یہ صرف اسے بچاتا ہے جو صاف دل کے ساتھ ذکر کرے کیونکہ ذکر دوا ہے اور دوا تبھی کارگر ہوگی جب پہلے جسم کا تنقیہ کر لیا گیا ہوگا"

انصاب ایسے مقامات کو کہتے ہیں جنہیں کسی موجود یا غیر موجود بت یا شرکیہ عقیدہ کی بنا پر لوگوں میں تقدس کا درجہ حاصل ہو۔ وہاں نذر و نیاز چڑھائی جاتی ہو' اس میں مرکزی کردار کسی بت' پیر فقیر یا کسی کی روح کا ہوتا ہے

لہذا اذکر سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دل سے گناہ کے تمام داغ دھبے کھرچ کر اسے دھو دھلا کر صاف کر دیا جائے۔

سود کھانے سے بچیئے

حکم ربانی ہے۔

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ (البقرہ)

جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے چھو کر شیطان نے باؤلا کر دیا ہو۔"

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے تمام ذرائع آمدنی کا قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیں اگر خود معلوم نہ ہو تو کسی عالم دین کے سامنے اپنی آمدنی کی تمام نوعیتیں سامنے رکھیں اور پوچھیں کہ اس میں کون کون سا طریقہ' ذریعہ وغیرہ حرام ہے اور پھر اس کو مکمل طور پر ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیں۔ جس کی کمائی حرام ہو اس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ لہٰذا جادو ٹونے کے اثرات سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے جو مسنون دعائیں پڑھی جائیں ان میں بھی تاثیر تب ہوگی جب ہمارا کھانا' پینا' پہننا اوڑھنا حلال روزی کا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے۔

آپ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کر کے غبار آلود' پراگندہ بالوں کے ساتھ (حج یا جہاد کے لئے آتا ہے وہ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر دعا کرتا ہے۔ اے میرے رب! اے میرے رب! اے میرے رب! اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا پینا اور پہننا حرام مال سے ہے۔ حرام مال سے ہی پرورش کیا گیا ہے تو اس شخص کی دعا کیسے قبول ہوگی۔ (صحیح مسلم)

مندرجہ ذیل ذرائع آمدنی حرام ہیں:
جوا یعنی کسی کھیل کے ذریعے کوئی انعام جیتنا یا شرط جیتنا پرائز بانڈ' لاٹری اور انعامی سکیمیں۔ بینک میں رکھی ہوئی یا کسی کو ادھار دی ہوئی رقم پر اضافی رقم' چاہے اس کا نام منافع ہو چاہے مارک اپ' چاہے سود کسی ناجائز کاروبار سے وابستہ ہونا مثلاً شراب اور سود سے متعلق' تصویریں بنانے اور فروخت کرنے سے متعلق فحش لٹریچر سے متعلق۔ داڑھی مونڈنے کا کام کرنا' بیوٹی پارلر۔ کتے بلی' اور دیگر نجس اور درماندہ جانوروں کی خرید فروخت کرنا۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں حرام کی آمیزش ہے
کسی مزدور' ملازم یا آفیسر کا کام مقررہ وقت سے کم کرنا اور تنخواہ یا اجرت پوری وصول کرنا۔ ناپ تول میں کمی کرنا...... گھٹیا چیز دے کر قیمت اعلیٰ چیز کی وصول کرنا۔ اپنے مال کی وہ خوبیاں بیان کرنا جو اس میں موجود نہیں بددیانتی کرنا۔ ایسا کام جس میں اجرت کا عورتوں سے اور عورتوں کا مردوں سے سابقہ پڑتا ہو وہاں عورت کو تو ملازمت ہی نہیں کرنی چاہئے جبکہ مرد

بھی ایسی جگہ پر کام کرنے سے اجتناب کرے' اپنی نظر کو عورتوں کی طرف اٹھنے سے پوری طرح بچائے۔ نگاہ کے گناہ دل میں بڑا جمان ہو جاتے ہیں اور اسے شیطان کا اڈا بننے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔

موسیقی، تصویر اور کتے سے بچئے:

رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے۔ کالا کتا شیطان ہوتا ہے؟

نیز جس گھر میں کتا اور تصویر ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک بار جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے آنے کا وعدہ کیا لیکن مقررہ وقت پر نہیں آئے۔ کچھ دیر بعد کتے کے پلے کی آواز آئی آپ نے اسے باہر نکالا تو جبرائیل علیہ السلام اندر داخل ہوئے۔ آپ نے دیر سے آنے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا۔ جس گھر میں کتا اور تصویر ہو ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ (صحیح مسلم) حدیث کے مورخین لکھتے ہیں کہ جب رحمت کے فرشتے نہ آئیں وہاں غضب کے فرشتے اور شیطان آیا کرتا ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بار ایک لونڈی گانا گا رہی تھی۔ آپ نے فرمایا جب یہ عورت گا رہی تھی تو شیطان اس کے دونوں نتھنوں میں پھونک مار رہا تھا۔ (مسند احمد)

نیز ایک حدیث میں یوں مفہوم ہے:۔

"جب کوئی راگ کے ساتھ گانا گاتا ہے تو اس پر دو شیطان مسلط ہو جاتے ہیں جو اپنے پاؤں کے ساتھ اس کے سینے پر ناچتے ہیں۔ (طبرانی)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْجَرَسُ مَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ (صحیح مسلم کتاب اللباس والزینہ)

گویا جہاں موسیقی ہوگی وہاں شیطان ضرور آئے گا نہ صرف آئے گا بلکہ خوشی خوشی ناچے اور تھرکے گا۔

یہی صورت کتے اور تصویر کی ہے۔ ذرا اپنے گھر کا جائزہ لیں اور موسیقی سے متعلق تمام آلات کو گھر سے باہر نکال پھینکیں۔ تصویریں جہاں تک ممکن ہے اخبار کتابوں چیزوں کے پیکٹوں وغیرہ سے اتار دیں یا مسخ کر دیں۔ شوقیہ بنوائی ہیں تو آئندہ کے لئے توبہ کریں تصویروں کا گھر ٹی وی بھی گھر سے نکال دیں۔ تاکہ شیطان کو اپنی طرف کھینچنے والی کوئی چیز گھر میں موجود نہ رہے۔

رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کیجئے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا (بنی اسرائیل)

اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو اور بے جا مال نہ اڑاؤ۔ بے جا مال خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پیروکار کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا ہے۔

معلوم ہوا کہ اپنے رشتہ داروں' پڑوسیوں' مسافروں یا دیگر انسانوں کے جو حقوق اللہ تعالیٰ نے عائد کئے ہیں۔ وہ اخلاقی ہیں یا مالی ان سب کو ادا کیجئے۔

ناحق جگہ پر خرچ کرنے سے بچئے۔ ورنہ مال اصل جگہ کی بجائے ناحق جگہ پر خرچ ہوگا اور ناحق جگہ پر خرچ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ شیطان کے بھائی قرار دیتا ہے۔ شیطان کا بھائی بن کر اسے اپنے گھر بلانے اور اپنے ساتھ ملانے اور اس کی معاندانہ حرکتوں سے بچنے کیلئے حقوق العباد پر خرچ کرنا اشد ضروری ہے۔

فیصلہ کرتے وقت ظلم کا ارتکاب مت کیجئے:

ایک حدیث کا مفہوم ہے:۔

جب تک قاضی ظلم نہیں کرتا اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ ظلم کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ اس کا ساتھ چھوڑ کر شیطان کو ساتھ لگا دیتا ہے" (مستدرک حاکم' بیہقی)

فیصلہ صرف یہی نہیں کہ عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر کیا جائے بلکہ فیصلے عام زندگی میں بھی کئے جاتے ہیں دو شخصوں کے درمیان' دو گروہوں کے درمیان' دو رشتہ داروں کے درمیان' لہٰذا اپنی زندگی میں مالی امور ہوں' چاہے معاشرتی امور' عدالتی امور ہوں چاہے سیاسی امور' حقوق و فرائض کی بات ہو یا لین دین کی'

فیصلہ ہمیشہ انصاف کے ساتھ کریں کہ آپ کو اس وقت کیا کرنا ہے یا دوسرے کے حق میں انصاف کے ساتھ کس طرح معاملہ کرنا یا بات کہنا ہے۔

بائیں ہاتھ لینے دینے سے یا کھانے پینے سے بچئے:

رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے: تم میں سے کوئی شخص کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے' پیئے تو دائیں ہاتھ سے پکڑے تو دائیں ہاتھ سے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے' بائیں ہاتھ سے پیتا اور بایاں ہاتھ سے لیتا یا دیتا ہے۔ (ابن ماجہ بسند صحیح)

معلوم ہوا کہ کوئی چیز کسی کو دیں تو دائیں ہاتھ سے دیں کسی سے کچھ لیں تو دائیں ہاتھ سے لیں اور دائیں ہاتھ ہی سے کھائیں اور پئیں۔ ورنہ شیطان سے دوستی ہو جائے گی اور ہاں جادو کے اثرات سے بچنے کے لئے ایسا کرنا بہت ضروری ہے۔

شراب سے بچئے:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

شراب خوری' جوا بازی' بت پرستی اور تیروں کے ذریعے تقسیم کرنا شیطانی کام ہیں پس تم ان سے بچ کر رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

مندرجہ بالا حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب شیطان کا کام ہے اور جو شراب پیئے گا وہ اپنے اوپر شیطان کو مسلط ہونے کا موقع دے گا۔

جوئے سے بچئے:

مندرجہ بالا آیت ہی جوئے کو بھی شیطانی کام قرار دیتی

جوا یعنی کسی کھیل کے ذریعے کوئی انعام جیتنا یا شرط جیتنا پرائز بانڈ' لاٹری اور انعامی سکیمیں۔ بینک میں رکھی ہوئی یا کسی کو ادھار دی ہوئی رقم پر اضافی رقم' چاہے اس کا نام منافع ہو چاہے مارک اپ' چاہے سود کسی ناجائز کاروبار سے وابستہ ہونا مثلاً شراب اور سود سے متعلق' تصویریں بنانے اور فروخت کرنے سے متعلق فحش لٹریچر سے متعلق' داڑھی مونڈنے کا کام کرنا' بیوٹی پارلر' کتے' بلی' اور دیگر نجس اور درماندہ جانوروں کی خرید فروخت کرنا

ہے۔ جوئے میں دور حاضر کی بہت سی مروجہ اقسام شامل ہیں۔ مثلاً لاٹری' معمہ' انعامی سکیمیں' ریفل ٹکٹ' ریس' بیمہ' شطرنج' تاش وغیرہ۔ از تفسیر القرآن تفسیر آیت ھذا

خودساختہ مقدس مقامات کی تعظیم سے بچیئے:

مندرجہ بالا آیت میں انصاب کا لفظ آیا ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ایسے مقامات جنہیں کسی موجود یا غیر موجود بت یا شرکیہ عقیدہ کی بنا پر لوگوں میں تقدس کا درجہ حاصل ہو۔ وہاں نذر و نیاز چڑھائی جاتی ہو' اس میں مرکزی کردار کسی بت' پیر فقیر یا کسی کی روح کا ہوتا ہے۔ یہ تو تھی انصاب کی تفسیر دراصل ایسی جگہیں جن کے بارے میں یہ خیال ہو کہ یہاں دعا قبول ہوگی' عبادت' نذر و نیاز' قربانی وغیرہ کرنے سے زیادہ ثواب ہوگا' یہاں جانے سے برکت حاصل ہوگی یا یہ جگہ جس سے منسوب ہے۔ پیر ہو بت ہو' ولی ہو' مجھ پر ایسا کرنے سے مہربان ہوگا تو یہ سب حرام امور میں داخل اور انصاب کا ہی حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف حرم مکہ اور اس سے متعلق شعائر کو مشروع قرار دیا ہے۔ لہٰذا منیٰ کی طرح کہیں اور قربانی کرنا یا نیاز دینا عرفات کی طرح کہیں اکٹھے ہو کر دعا کرنے اور اس کے قبول ہونے کا عقیدہ رکھنا' بیت اللہ کے طواف کی طرح کسی اور جگہ کا طواف کرنا' صفا و مروہ کی طرح کہیں اور سعی کرنا حجر اسود کی طرح کسی بت' قبر یا پتھر وغیرہ کو چومنا...... مساجد کے علاوہ کہیں اور اعتکاف یا چلہ وغیرہ کاٹنا۔ حرم مکہ کے علاوہ کسی اور پیر' بت یا قبر یا مزار' کے لئے کوئی خاص رنگ کا لباس پہننا' بعد از حج اور عمرہ بال کٹانے یا مونڈنے کی طرح کسی اور جگہ بت' یا قبر پر بال کٹانا اور اس میں ثواب اور برکت سمجھنا۔ زمزم کی طرح دنیا کے کسی کنوئیں دریا' چشمے یا نل کے پانی کو متبرک سمجھنا' مساجد کے علاوہ کسی جگہ کو مقدس اور قابل تعظیم سمجھنا۔ ان کا نام پاک' شریف' عالیہ وغیرہ کے لاحقے سے لینا' حرم مدینہ کے ریاض الجنۃ کے علاوہ کسی جگہ یا مکان کو بہشت کا حصہ سمجھنا یا عذاب سے نجات کا باعث سمجھنا' یہ سب انصاب ہی سے متعلق امور اور شیطانی کام ہیں۔ شیطانی اثرات' آسیب جادو تعویذ ٹونے اور سفلی داؤ سے بچاؤ کے لئے ایسی تمام جگہوں سے بچنا ضروری ہے۔

ازلام (فال کے تیروں) سے بچیئے:۔

تفسیر القرآن میں اس کی تفسیر یوں ہے: قسمت کے تیروں کے ذریعے غیب کی خبریں یا اپنی اچھی بری قسمت کا حال معلوم کرنا۔ (المائدہ: ۳) گویا کسی آئندہ واقعہ یا چوری وغیرہ کے بارے میں بتانے والے' فال دیکھنے والے' ہاتھ دیکھنے والے' ستاروں کے زائچے کے ذریعے قسمت معلوم کرنے والے سب سے بچنا ضروری ہے کیونکہ یہ بھی شیطانی کام ہیں اور جہاں شیطانی کام ہوں گے وہاں آسیب اور جن کا اثر بھی ہوگا۔

صبح کو جلدی اٹھئے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر گرہ لگاتے وقت کہتا ہے "رات لمبی ہے سو رہو" اگر آدمی بیدار ہو جاتا ہے اور اللہ کا نام لیتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور نماز پڑھتا ہے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں اور وہ چست خوش دل اور تازہ دم ہو جاتا ہے ورنہ اس پر خباثت اور سستی طاری رہتی ہے۔ (صحیح بخاری بروایت ابوہریرہ)

لہٰذا آسیبی اثرات اور شیطان سے بچنے کا یہ ایک تیر بہدف نسخہ ہے۔ ذرا آزما کر تو دیکھئے۔

دور حاضر میں ہم لوگوں نے رات کو دیر تک دنیا کے کام کرتے رہنے اور صبح کو دیر سے اٹھنے کی عادت بنا رکھی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رات آرام کرنے کے لئے اور دن کام کرنے کے لئے بنایا ہے۔ صبح کو سونا صحت کے لئے بھی مضر ہے۔ صبح دن کا آغاز صبح وقت پر نماز پڑھ کر کرنے سے انسان شیطان کی طرف سے ہونے والے ہر قسم کے وار کو پسپا کرنے کی قوت حاصل کر لیتا ہے جنات اور آسیب اس کے قریب نہیں پھٹک سکتے۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ شیطان تمہارے ہر کام میں موجود ہوتا ہے حتیٰ کہ کھانے کے وقت بھی اگر لقمہ گر جائے تو اس پر لگی ہوئی گندگی صاف کر کے کھا لینا چاہئے اور اسے شیطان کے لئے نہیں چھوڑنا چاہئے کھانے سے فراغت کے بعد انگلیاں چاٹ لینی چاہئیں۔ پتہ نہیں کھانے کے کس حصے میں برکت ہو۔ (صحیح مسلم)

معلوم ہوا کہ روٹی اور کھانے پینے کی دیگر تمام اشیاء کو حتی الامکان نیچے گرنے سے بچانا چاہئے اور اگر گر جائیں تو صاف کر کے کھا لیں۔

انگلیاں چاٹ لیں کیونکہ ان کے ساتھ بھی کھانا لگا ہوتا ہے۔

اگر کسی برتن کے ساتھ کھانا چاہے معمولی سا بھی لگا ہو تو اسے بھی چاٹ لینا چاہئے۔

اگر پھل کھایا ہے تو اس کے چھلکے کے ساتھ لگے ہوئے قابل استعمال حصوں کو نہیں چھوڑو بلکہ وہ بھی کھا لینے چاہئیں۔ کیونکہ چھوڑا ہوا کھانا چاہے انتہائی معمولی ہو کھانے کے لئے وہاں شیطان آئے گا اور ہو سکتا ہے کہ برکت اسی حصے میں ہو جسے معمولی سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہے۔

بسم اللہ کہہ کر کھانا کھائیے:۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار کھانا شروع کیا تو ایک لڑکی دوڑتی ہوئی آئی اس نے کھانے میں ہاتھ ڈالا۔ آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا کیونکہ اس نے بسم اللہ نہیں کہا تھا۔ اس کے فوراً بعد ایک اعرابی آگیا۔ اس نے بھی بغیر بسم اللہ کہے برتن میں ہاتھ ڈال دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر فرمایا۔

جب کھانے پر بسم اللہ نہ کہی جائے تو شیطان اسے اپنے لئے حلال کر لیتا ہے وہ پہلے تو اس لڑکی کے ساتھ آیا تاکہ ہمارا کھانا کھائے۔ میں نے لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا' پھر وہ اس اعرابی کے ساتھ آیا' میں نے اعرابی کا بھی ہاتھ پکڑ لیا' اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' شیطان اس وقت ان دونوں ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ (صحیح مسلم)

امیہ بن مخشی ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے بغیر بسم اللہ کہے کر کھانا شروع کر دیا۔ جب آخری لقمہ رہ گیا تو اس نے بسم اللہ اولہ واخرہ کہا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا شیطان اس شخص کے ساتھ برابر کھانا کھا رہا تھا' جب اس نے بسم اللہ کہا تو شیطان نے جو کچھ کھایا پیا تھا قے کر دیا۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

معلوم ہوا شیطانی اثرات سے بچاؤ کے لئے بسم اللہ ایک بہترین ڈھال ہے اور کھانے کے ساتھ اس کا استعمال برکت کا باعث ہے۔

اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کھانا کھاتے وقت کہو' بسم اللہ علی برکۃ اللہ' اللہ کے نام کے ساتھ کھاتا ہوں اور اس سے برکت کا امیدوار ہوں۔ (مسند احمد)

عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھا۔ میرا ہاتھ پورے دستر خوان پر پھرنے لگا یعنی میں اپنے سامنے کا کھانا چھوڑ کر سب کے سامنے سے کھانے لگا۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: لڑکے بسم اللہ کہہ کر اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (کتاب آداب الطعام صحیح مسلم)

اگر کھانا شروع کرتے وقت بھول جائیں تو رسول اللہ ﷺ نے تاکید فرمائی کہ ایسی صورت میں یاد آنے پر یا بعد میں کہو' بسم اللہ اولہ واخرہ اللہ اول و آخر اللہ کے ہی کے نام سے ہے۔ (ابوداؤد' ترمذی)

گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ کہیے:

جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور اللہ کا نام

لیتا ہے۔ کھانے کے وقت بھی اللہ کا نام لیکر کھانا کھاتا ہے تو شیطان اپنے چیلوں سے کہتا ہے کہ اس گھر میں تمہارے لئے نہ کھانا ہے نہ رات گزارنے کی جگہ اگر آدمی گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہ لے اور نہ ہی کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام لے تو شیطان اپنے چیلوں سے کہتا ہے کہ تمہارے لئے رات گزارنے کی جگہ مل گئی اور اگر کھانا کھاتے وقت بسم اللہ نہ کہے تو کہتا ہے کہ تمہیں کھانا اور رات گزارنے کی جگہ دونوں مل گئے۔ (صحیح مسلم)

گھر میں داخل ہونے والے ہر فرد کو تاکید کیجئے کہ وہ بسم اللہ کہہ کر اندر قدم رکھے ورنہ یقین جانئے کہ شیطان اور باہر کی چیزیں اس فرد کے ساتھ آپ کے گھر میں داخل ہو جائیں گی۔ آنے والے فرد کو یاد دلانے کے لئے خود بسم اللہ بلند آواز سے کہیے تاکہ شیطان اور آسیبی چیزیں سن لیں اور وہاں سے بھاگ جائیں۔

بسم اللہ کہہ کر برتن ڈھانپ دیجئے:

رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کا مفہوم ہے۔

دروازے بند کردو، برتن ڈھانپ دو، چراغ گل کردو، شیطان بند دروازہ نہیں کھول سکتا اور نہ ہی کسی ڈھکی ہوئی چیز سے پردہ اٹھا سکتا ہے۔ (مسند احمد) اپنے مشکیزے اللہ کا نام لے کر بند کرو اور اپنے برتن اللہ کا نام لے کر ڈھانپ دو اور چراغوں کو بجھا دو۔ (الجامع الصحیح ۱۰۷/۲)

غور کیجئے! کہیں آپ برتن سیدھے اور ننگے تو نہیں رکھتے؟ اگر ایسا کرتے ہیں تو آج ہی سے یہ معمول بنالیجئے کہ کوئی برتن ننگا نہیں رکھیں گے۔ گلاس پیالی یا دیگچی غرض کہ سب برتن یا تو الٹے کر کے رکھئے یا ان پر کوئی ڈھکن رکھ دیجئے۔ چاہے وہ اندر سے خالی ہی کیوں نہ ہوں۔

خصوصاً رات کو ننگے برتنوں میں کچھ بلائیں آتی ہیں۔ یہ بلائیں بیماریوں کے جراثیم بھی ہو سکتے ہیں اور آسیبی چیزیں بھی کیونکہ کیڑے مکوڑے بھی رات کے اندھیرے ہی میں بلوں سے نکلتے ہیں اور آسیبی چیزیں بھی رات ہی کو زیادہ تر باہر نکلتی اور گھومتی پھرتی ہیں۔

شام کے وقت بچوں کو باہر نہ جانے دیں:

رات کا اندھیرا شریر اور فتنہ پرور لوگوں اور برے اور ناپاک ور جنوں کے لئے آزادی کا پیغام لے کر آتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب شام کا اندھیرا چھانے لگے تو بچوں کو گھروں میں روکے رکھو کیونکہ اس وقت شیاطین زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

رسول اللہ ﷺ کے اس حکم پر عمل کر کے ہم بچوں کو برے لوگوں اور شیطانی آفتوں سے بچا سکتے ہیں۔

دروازے بند کرتے وقت اللہ کا نام لیں:

رسول اللہ ﷺ کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے:

دروازے بند کرتے وقت اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ کہو، شیطان ایسا دروازہ نہیں کھول سکتا جو اس پر بند کر دیا ہو۔ (ابوداؤد، مسند احمد ابن حبان، حاکم)

لہٰذا جب بھی گھر کے اندرونی یا بیرونی دروازے بند کریں بسم اللہ کہہ کر بند کریں اپنے بچوں اور گھر والوں کو بھی اس کی عادت ڈالیں، ان شاء اللہ شیطان سفلی چیزیں برا ارادہ لے کر آنے والے لوگ، سب سے محفوظ رہیں گے۔

دعائیں اور اذکار:

رسول اللہ ﷺ نے جس جس موقع پر جو جو اذکار تاکید فرمائے ہیں یا آپ خود انہیں پڑھا کرتے تھے ان سب کا اہتمام ضروری ہے۔ اصل میں یہ تمام اذکار، ذکر الٰہی، اور نقصان دینے والی دیکھی اور ان دیکھی چیزوں، آسیب، جن شیطان، جادو، سستی قرض بیماریوں اور اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے مضامین پر ہی مشتمل ہیں۔ یا ان میں اللہ سے حصول خیر کی دعا کی گئی ہے۔ جو شخص دن کے مختلف کاموں کے وقت مسنون ادعیہ کو معمول بنائے گا اسے اللہ تعالیٰ خود کافی ہو جائے گا۔ بعض مواقع پر تو خاص طور پر باہر کی چیزوں کا نام لے کر دعا کی گئی ہے۔

بیت الخلاء میں جاتے وقت جیسا کہ بیت الخلاء میں جاتے وقت رسول اللہ ﷺ نے تاکید کی کہ یوں کہو:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (صحیحین)

اے اللہ میں ناپاک جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

نیز آپ ﷺ نے ساتھ یہ بھی وضاحت کی کہ پاخانے کی جگہیں خطرات کا ٹھکانہ ہیں۔ لہٰذا ضرور دعا پڑھیں۔

بیت الخلاء وغیرہ ناپاکی کا ٹھکانہ ہوتی ہیں اسلئے شریر اور خبیث روحیں ان جگہوں پر ڈیرہ جمائے رکھتی ہیں۔ اکثر لوگوں کی زبانی ایسے واقعات سنتے رہتے ہیں کہ فلاں پیشاب کرنے بیٹھا تو اس پر کسی چیز کا سایہ ہو گیا یا وہ ڈر گیا۔ رسول اللہ ﷺ کے تعلیم کردہ استعاذہ کا مفہوم دل میں رکھ کر اسے یقین کے ساتھ پڑھ لیں۔ ان شاء اللہ خبیث روحوں اور شریر جنوں سے محفوظ رہیں گے بیوی کیساتھ تنہائی کے وقت پڑھئے۔

بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا (صحیحین)

اللہ کے نام سے! اے اللہ ہم کو شیطان سے بچا اور ہماری (ہونے والی اولاد کو شیطان سے دور رکھ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر اس ملاپ سے کوئی اولاد پیدا ہوئی تو شیطان اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔

نیز فرمایا "اگر اس وقت انسان بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان اس شخص کی بیوی سے مصروف ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس اہم موقع پر پیارے نبی ﷺ کے حکم پر عمل کر کے اپنے آپ کو اور اپنی آئندہ نسل کو شیطانی اثرات اور آسیبی خطرات سے بچانے کی تدبیر کیجئے۔

سورۃ بقرہ پڑھا کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے:

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہو شیطان اس گھر کے قریب نہیں جاتا۔ (صحیح بخاری بروایت ابوہریرہ)

"سورہ بقرہ پڑھا کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے۔

"اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہو شیطان اس کے قریب نہیں جاتا۔ (صحیح بخاری بروایت ابوہریرہ)

پڑھنے سے مراد یہ نہیں کہ جلدی الفاظ دہرائے جائیں۔ نہیں بلکہ قرآن حکیم کی تلاوت کا جو حق ہے اسے ادا کرنے کی ممکنہ کوشش کے ساتھ تلاوت کیجئے۔ مثلاً صحیح تلفظ کے ساتھ تلاوت کرنا۔ وضو کر کے تلاوت کرنا۔ مفہوم اور معانی پر غور کرنا اور اس کے احکام پر خود عمل کرنا اور دوسروں کو بھی اس کے احکام بتانا نیز ذرا بلند آواز سے تلاوت کریں تاکہ آسیبی اور جناتی چیزیں اسے سنیں اور ان پر ان کا اثر ہو۔

سونے سے پہلے آیۃ الکرسی پڑھئے۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث سے کا مفہوم ہے "جو شخص آیۃ الکرسی کی تلاوت کرتا ہے اس پر اللہ کی طرف سے ایک محافظ مقرر کیا جاتا ہے اور صبح ہونے تک شیطان اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ (صحیح بخاری)

نیز فرمایا جو شخص رات کو سورہ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کرے گا وہ اس کے لئے کافی ہوں گی۔ (صحیح بخاری)

آیۃ الکرسی پڑھتے ہوئے دل میں کامل یقین رکھئے کہ خود کو اپنے گھر کو، اپنے بچوں کو اپنا سب کچھ اس ایک حی وقیوم کے حوالے کر دیا ہے جو نہ سوتا ہے۔ نہ تھکتا ہے۔ جیسے ہم کسی کو بااعتماد شخص کی نگرانی میں اپنی قیمتی چیز دے کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اس سے سوگنا زیادہ اپنا سب کچھ اللہ کے سپرد کر کے مطمئن ہو کر سوجائیے شیطان، آسیب اور جنات سب اس کی مخلوق ہیں اور سب کو آپ کے گھر اولاد اور جسم سے دور رکھنے

بنت ابراہیم

آدابِ ملاقات

ہر قوم کے خصوصی عقائد و نظریات' عملیات' رہن سہن کے طریقے' ملنے جلنے کے انداز' کھانے پینے کے اطوار' سونے جاگنے کے طریقہ کار' اٹھنے بیٹھنے کے آداب' بولنے چالنے کے انداز' خوشی غمی کے رسم ورواج ہوتے ہیں۔ جن سے قوموں کی پہچان ہوتی ہے اور ان سب عادات واطوار رسم ورواج اور انداز واخلاق کے آداب کو معاشرہ کہتے ہیں اور اسی کو تہذیب اور شرافت کا لازمی حصہ سمجھا جاتا ہے۔ ہر قوم میں اپنے اپنے اور مختلف آدابِ معاشرت رائج ہیں۔ ہر قوم اپنی اپنی تہذیب کے مطابق زندگی بسر کرتی ہے اور لوگ رسم ورواج کے مطابق اپنا سب کچھ کرتے ہیں۔ مگر اسلامی معاشرہ رسم و رواج پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس میں صحیح تہذیب اور اخلاق اللہ کی جانب سے جاری کردہ ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل کے ذریعے انسانوں تک پہنچایا ہے اور یہ تمام پیغمبر تخلق باخلاق اللہ کے سانچے میں ڈھل کر قوم کے لئے علمی و عملی نمونہ بنے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة

''البتہ تحقیق رسول ﷺ تمہارے لئے بہترین مقدس نمونہ ہیں۔''

اللہ کے نبی محمد ﷺ نے جس طرح دوسرے امور میں امت کی رہنمائی فرمائی' اسی طرح آپ ﷺ نے لوگوں کو ملاقات کے طریقے بھی سکھائے اور اس میں بھی مکمل طور پر رہنمائی فرمائی اور فرمایا ملاقات کے وقت سب سے پہلے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا چاہئے یعنی امن اور سلامتی کا لفظ سب سے پہلے بولنا چاہئے اور اس سلام نے ہمیں ادب وآداب بھی سکھائے اور اس اسلامی محاورے کو سلام کہتے ہیں۔ یعنی کسی سے ملتے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا چاہئے۔ اس کے تین فوائد ہیں۔ ایک تو یہ کہ ملاقات میں سب سے پہلے بولنا...... دوسرا سلامتی کا ایک دوسرے کو پیغام دینا...... تیسرا اعمال نامے میں تیس نیکیوں کا درج ہو جانا۔

اور یہ ادب اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے وقت سکھایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر سیدنا آدم علیہ السلام سے کہا کہ یہ فرشتوں کی جماعت بیٹھی ہے ان کو اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہو تو سیدنا آدم علیہ السلام نے ان کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کہا کہ یہی دعا تمہاری اور تمہاری اولاد کی ہے۔ (ترمذی' مشکوٰۃ)

اس حدیث سے سلام کی ابتدا اور اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں سلام کے سلسلے میں کہا گیا۔

واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها او ردوها (النساء)

''اور جب تم کو سلام کہا جائے تو تم اس کو اچھا جواب دو نہیں تو وہی الفاظ لوٹا دو۔''

مسند احمد میں ہے ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو دس نیکیاں مل گئی ہیں۔ پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا اور بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو بیس نیکیاں ملیں...... پھر تیسرے آدمی نے آ کر کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اور بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو تیس نیکیاں ملی ہیں۔ (مسند احمد)

> تھوڑی دیر کے لئے بھی جدائی ڈالنے والی چیز یعنی درخت یا پتھر درمیان میں آ جاتا تو دو صحابی آپس میں دوبارہ مل کر سلام کہتے

السلام علیکم کا مطلب:

السلام علیکم کا مطلب ہے تم پر سلامتی ہو۔ یعنی ہر دکھ درد رنج وغم' فکر آفتوں' مصیبتوں اور تمام مصائب سے بچو اور امن وسلامتی میں رہو۔ لفظ سلام اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جس کے معنی ہیں امن وسلامتی دینے والا۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات امن وسلامتی کا سرچشمہ ہے۔ اس ذات کی طرف سے تمہارے اوپر امن وسلامتی کی بارش ہوتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔ جن میں سے سب سے پہلا حق سلام ہے۔ یعنی جب بھی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ملے خواہ راستے میں ملے' خواہ دنیا میں کسی بھی جگہ پر ملے تو سب سے پہلے سلام کہنا چاہئے اور سلام کے فوائد بھی بہت سارے ہیں۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ اعمال نامے میں نیکیوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے متعلق غصہ ونفرت دور ہوتی ہے اور بول چال شروع ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے سلام کے متعلق فرماتے ہوئے کہا' 'افشوا السلام بینکم'' آپس میں سلام پھیلاؤ۔ سلام پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ تم ہر آشنا اور غیر آشنا کو سلام کرو ہر راہ گزر سے سلام کرو۔ اس میں کسی امیر غریب اور چھوٹے بڑے کی شرط نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا

افشو السلام اطعموا الطعام وصلوا الارحام صلوا باالیل والناس انیام

آپس میں سلام لیا کرو اور (ایک دوسرے) بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ آپس میں صلہ رحمی کرو اور رات کو جب لوگ سو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک کر سجدہ ریز ہو جاؤ۔ اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے کتنی آسان اور پیاری پیاری باتیں جو ہمارے لئے جنت میں جانے کا ذریعہ نہیں بتائی ہیں۔ ایک اور حدیث میں فرمایا۔

البادئ بالسلام بریٔ من الکبر

پہلے سلام کرنے والا انسان تکبر سے پاک ہو جاتا ہے۔ سلام کرنے سے تواضع اور خاکساری پیدا ہوتی ہے۔ تکبر اور غرور جاتا رہتا ہے اور ربّ کریم کے بے شمار انعامات کا مستحق ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرتا ہے۔ کیونکہ اس سے انسان کی نفس کشی ہوتی ہے۔ فروتنی وانکساری آ جاتی ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا سلام:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ بازار جاتے تو ہر مسکین' مسافر اور دکاندار کو سلام کرتے اور صحابہ کرام کا یہ عالم تھا کہ اگر

وہ کسی پتھر یا درخت کی آڑ سے نکلتے تو آپس میں سلام کرتے۔ مطلب یہ کہ تھوڑی سی بھی جدائی ڈالنے والی چیز سامنے آجاتی اور پھر دو صحابی آپس میں ملتے تب بھی سلام کرتے۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔ ابوداؤد میں ہے جب مسلمان دوسرے مسلمان سے ملے تو اسے سلام کرنا چاہئے اور اگر راستے میں گزرتے وقت کوئی چیز راستے میں حائل ہو جائے اور پھر ان دونوں کا سامنا ہو خواہ راستے میں حائل ہونے والی چیز ان کے اندر صرف ایک سیکنڈ کی جدائی کیوں نہ ڈالے پھر بھی سلام کرنا چاہئے۔

عورتوں اور بچوں کو سلام کرنا:

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم سے سلام کرتے تھے۔ (ابن ماجہ)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم بچے کھیل رہے ہوتے تو آپ ﷺ ہم بچوں کے پاس سے گزرتے تو ہم سے سلام کرتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام سب کے لئے ایک جیسے حقوق رکھتا ہے۔ جو مقام اسلام میں مردوں کو حاصل ہیں وہی حقوق عورتوں کو بھی حاصل ہیں۔ اسلام امیر' غریب' چھوٹے' بڑے' مرد' عورت ان سب کے لئے یکساں ہے اور ان سب کے حقوق بھی ایک جیسے ہیں۔ اسلام سے قبل لوگ ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو کہتے تھے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ تمہاری صبح خوشگوار ہو۔ امراء سلاطین کے الفاظ دوسرے تھے۔ ایرانی کہتے تھے ہزاروں سال جیو۔ یورپ کے لوگ گڈ مارننگ و گڈ ایوننگ...... مغربی لوگ ہیلو وغیرہ کہتے۔ اسلام نے ان سب کی بجائے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے الفاظ متعارف کروائے۔ جن میں حسب ذیل مصلحتیں موجود ہیں۔

1- یہ تمام انبیاء علیہ السلام کا متفقہ طریقہ تھا۔

2- اس میں دوسرے کو دعا دی جاتی ہے۔ اس میں نہ طویل عمر کی دعا ہے اور نہ ہی محدود مدت کے لئے دعا ہے بلکہ اس میں دائمی سلامتی کا راز چھپا ہوا ہے۔

3- اس میں مذہبی شان بھی پائی جاتی ہے اور انسان پر اللہ کی رحمت بھی اترتی ہے۔

4- دنیا میں جو انسان کو بہتر سے بہتر دعا دی جاتی ہے وہ سلامتی ہی ہے۔ یعنی دل و جان' آل و اولاد' دنیا و آخرت ہر قسم کی سلامتی پر مشتمل ہے۔

5- اسلام کے پیروکاروں کے درمیان یہ پہچان کی علامت ہے اور مسلمانوں کا رواج بھی ہے۔ جب مختلف ممالک کے مختلف زبانیں بولنے والے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ایک ہی زبان میں سلام لیتے ہیں تو ان کے اندر عجیب محبت اور لذت کی لہر دوڑتی ہے اور آپس میں محبت بھی بڑھتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ امت محمدیہ کے فرزند ہیں۔

کون کس کو سلام کرے:

آپ ﷺ نے فرمایا چھوٹا بڑے کو سلام کرے...... گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے...... سوار پیدل کو چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو۔ (بخاری و ترمذی)

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو سلام کیا کرو۔ اس میں اللہ کی طرف سے پاکیزگی اور خیر و برکت ہے۔ (النور)

ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم اپنے گھر میں جاؤ تو اللہ کا سکھایا ہوا سلام کیا کرو۔ اس میں خیر و برکت ہے۔

غیر مسلم کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا:

جب کوئی عیسائی' یہودی یا کوئی بھی غیر مسلم تم کو سلام کہے تو تم اس کے جواب میں صرف وعلیکم کہو۔

کسی مسلمان کو غیر مسلم کے ساتھ سلام کہنے کی اجازت نہیں ہے۔

مصافحہ اور معانقہ:

ملاقات کے وقت اظہار محبت اور اعلان مسرت کا دوسرا طریقہ مصافحہ ہے (ہاتھ ملانا) معانقہ (گلے ملنا) ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ملاقات کے وقت جب دو مسلمان مل کر مصافحہ کرتے ہیں۔ تو الگ ہونے سے پہلے دونوں بخش دیئے جاتے ہیں۔ (احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

سلام میں مصافحہ و معانقہ کرنا بھی محبت کی دلیل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنھم سے معانقہ کیا۔ (ابوداؤد)

مگر یہ معانقہ سفر کے بعد ہونا چاہئے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کہ ہم اپنے دوست سے ملیں تو تعظیم کے لئے جھک کر مل سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں پھر اس نے پوچھا کہ ہم معانقہ اور بوسہ لے سکتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں پھر پوچھا کہ ہر وقت ملتے ہوئے مصافحہ کر سکتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ (ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا چاہئے۔ دوسری روایت میں ہے کہ کسی دوست وغیرہ کو ملتے وقت تعظیماً نہیں جھکنا چاہئے۔ تیسری روایت میں ہے معانقہ نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں البتہ دور کا سفر کر کے آئے تو معانقہ کر سکتا ہے۔ اپنے استاد کا بوسہ لے سکتا ہے۔

سیدنا زراعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جب ہم لوگ مدینہ میں آئے تو جلدی جلدی اپنی سواریوں سے اتر کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کے دست مبارک اور پاؤں وغیرہ چومتے تھے۔ (ابوداؤد)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سفر سے آئے تو آپ ﷺ نے اُن کا بوسہ بھی لیا اور ان کے ساتھ معانقہ بھی کیا۔ (ترمذی)

اسی طرح چھوٹے بچوں کا پیار سے بوسہ لینا (یعنی ان کو چومنا) سنت رسول ﷺ ہے اور ثواب بھی ہے۔

اسلام اور ہائے ہیلو:

یاد رکھئے ہمارے معاشرے کے اندر جو ملاقات کے پہلو پائے جاتے ہیں یہ سب اسلام کے منافی ہیں۔ یہ جو ہم نے مسنون سلام کو چھوڑ کر مغربی اور یورپی رواج اپنا رکھا ہے کہ کسی کو ملتے وقت ہائے ہیلو کہنا' بائے بائے' ٹائے ٹائے کہنا' یہ سب طریقہ کار ہمارے اوپر ماڈرن ازم کا لیبل تو لگا سکتے ہیں مگر مفید ثابت نہیں ہو سکتے اور نہ ہی اس میں ہماری بھلائی ہے بلکہ یہ اسلام سے دوری کا سبب بنتی ہیں۔ یہ ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس سلام ہمارے لئے خیر و برکت اور آخرت میں منفعت بخش بھی ہے۔ اسی طرح جو لوگ چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے احترام میں کھڑے ہوں ان کے لئے آپ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا۔

''جو چاہتا ہے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں تو اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لیا۔'' (ترمذی)

قوموا الی سیدکم (بخاری)

یعنی تم اپنے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو کہ بیمار تھے اور سواری پر سوار ہو کر آئے تھے کی طرف کھڑے ہو جاؤ اور ان کو سواری سے اتار لو۔ اسی طرح جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس آیا کرتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور ان کے ہاتھ کا بوسہ لیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے اور جب آپ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے تو وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ اسی طرح سے پیش آتی تھیں۔ (ابوداؤد)

خوش آمدید:

کسی سے ملاقات کرتے وقت یا کسی کو آتے دیکھ کر اھلاً وسھلاً مرحبا کہنا یا خوش آمدید کہنا مسنون ہے۔ معراج شریف میں جن جن نبیوں سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی انہوں نے آپ ﷺ کو مرحبا مرحبا کہا اور آپ ﷺ نے بھی بعض صحابیوں کو مرحبا کہا۔ (ترمذی)

ہمیں بھی اپنے گھروں میں بجائے مغربی و یورپی انداز کو اپنانے کی بجائے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا چاہئے تاکہ ہمارے لئے اللہ کی رحمتیں ہوں اور نبی اکرم ﷺ کی سنت بھی زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال درست کرے اور ہمیں صحیح طور پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

باقی صفحہ نمبر 32

بھارتی فلمیں اور پاکستانی گھرانوں پر اس کے اثرات

ثناء بشیر

بھارتی فلمیں اور اداکار ہمارے ملک کے نوجوان طبقہ کے فیورٹ ترین موضوع ہیں۔ کالجز میں یونیورسٹیوں میں' بس اسٹاپوں پر جدھر دیکھو' جب دیکھو' ہر نوعمر لڑکا یا کالج گرل بھارتی فلموں یا اداکاروں کے ہی موضوعات پر مصروف گفتگو نظر آئیں گے۔ ان نوعمر نوجوان طبقہ کے لوگوں کو اس بات کی چنداں فکر نہیں کہ وطن عزیز کس حال میں ہے؟ مسلمانوں پر کشمیر' فلسطین' عراق اور افغانستان سمیت کیا بیت رہی ہے؟ یا پھر امریکہ کو صرف مسلمانوں اور مسلمان ممالک میں دہشت گرد کیوں نظر آتے ہیں؟ کہیں اور کیوں نہیں؟ اگر اس کی سیدھی سادھی وجہ ذاتی مفادات اور خودغرضی کو قرار دیا جائے تو اس خود غرضی میں بڑا ہاتھ اس زہر کا بھی ہے جو بھارتی فلموں کے ذریعے مسلمان نوجوانوں میں انجیکٹ کیا جاتا ہے۔ جی ہاں! جو لوگ بھارتی فلموں کے رسیا ہیں وہ تو اس صورت حال سے اکثر ہی دوچار ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہماری ایک جاننے والی دوست کیبل پر بھارتی فلموں کی دلدادہ ہے۔ اس کی باتیں اس کی زبانی سنیں۔

ہماری دوست کہتی ہیں رات میں نے ایک انڈین مووی دیکھی۔ جونئی ہی مارکیٹ میں آئی تھی۔ گانے اس کے بڑے اچھے تھے۔ لیکن...... سٹوری پاکستان کے خلاف تھی۔ وہ مووی اور ہیرو...... شروع میں تو بڑا اچھا لگا۔ لیکن اینڈ میں تو میرا دل چاہ رہا تھا کہ بھارتی سوروں کو کچا چبا جاؤں اور پھر ڈکار بھی نہ لوں...... اس فلم میں جو ولن ہوتا ہے وہ پاکستانی مسلمان ہوتا ہے۔ جن سے ہیرو نے لڑنا ہوتا ہے۔ ایک سین میں لڑائی کے دوران ہیرو ولن سے کہتا ہے ''قسم ہے بھارت ماتا کی تم اس ملک کی شہہ پر اکڑتے ہو جس پر اگر ہندوستان کے ہر گھر سے ایک لوٹا پانی بہا دیا جائے تو نقشے سے ہی بہہ جائے۔'' یقین کریں واللہ مجھے بڑا برا لگا۔ ایک پل کے لئے میرا سر ندامت سے جھک گیا اور سوچ کا در کھل ہو گیا کہ ہم ہیں کون؟ اور ہماری حرکتیں کیسی ہیں؟ ہماری منزل کیا ہے اور ہم کس منزل کے راہی ہیں۔

میری دوست اور انڈین فلموں کی رسیا مجھ سے مخاطب تھی۔ مجھے اس کی بات سن کر عجیب سی اور انوکھی خوشی محسوس ہوئی کہ اس کے اندر حب الوطنی کا سویا ہوا جذبہ بیدار ہو گیا ہے۔ اصل میں یہ جذبہ تو ہر پاکستانی میں موجود ہے۔ بس جھنجھوڑنے کی ضرورت ہے۔ میری سہیلی مجھے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ایک اور ڈائیلاگ سناؤں...... ثناء...... بلکہ ہمارے لئے تو ڈائیلاگ کم لطیفہ زیادہ ہے۔ ہیرو صاحب نے انہی مسلمانوں کا ایک پلان ناکام بنا دیا۔ کیونکہ؟ اس پلان سے ہیروئن کی جان خطرے میں تھی یہ منصوبہ ناکام کرنے سے وہ فلم میں نیشنل ہیرو بن گیا اور اس کے تاثرات لئے گئے۔ T.V اسٹیشن بلا کر تاثرات لے کر انہوں نے اس سے کہا کوئی پیغام دیں آپ ذرا اس کا پیغام سنیں...... کہنے لگا! وہ لوگ جو ہماری شانتی کے دشمن ہیں۔ وہ ہماری سرحدوں پر کھڑے بھی بھائیوں سے ٹکرانا تو دور کی بات ان کے لئے ہندوستان کا ایک عاشق ہی کافی ہے۔ یہ سنتے ہی مجھے ہنسی آ گئی وہ بھی ہنسنے لگی'' ہے ناں جوک'' (Joke) ساری دنیا ان کے ''بہادر'' فوجیوں کے حالات سے واقف ہے۔ خیر سے کتنے بہادر اور دلیر ہیں ان کے ''فوجی'' پتوں کی سرسراہٹ کو مجاہدین کی آمد سمجھ کر سارا پسٹل خالی کر دیتے ہیں۔ ساری کائنات جانتی ہے کہ بھارت میں سب سے زیادہ خودکشیوں کا ٹرینڈ اسی پروفیشن یعنی انڈین آرمی میں ہے۔ میں یہ کہہ کر دوبارہ ہنسنے لگی۔ خود کو بہلانا بھی تو ہے۔ کسی ناں کسی طریقے سے۔ وہ ہنستے ہوئے بولی ویسے بتاؤ تو سہی تمہیں ہو کیا گیا ہے جو تم آج بھارتی اداکاروں اور فلموں کے خلاف بول رہی ہو۔ میں واقعی ہی حیران تھی۔ اسی طرح ایک دوسری فلم میں ولن کا کردار ایک صاحب ادا کر رہے تھے اور ان کا نام تھا ''رانا صاحب'' یعنی مسلمان اور ان کا ہی ماتحت تھا ''عابد خان'' اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے نام بطور ولن استعمال کر کے انہیں برے کردار اور کریکٹر کے طور پر پیش کرتے ہیں اور انہیں بڑی آسانی سے دہشت گرد قرار دے دیتے ہیں اور اپنے بھارتی ہیروز کو بھارتی نام دے کر امن کی فاختہ معاشرے کے خیرخواہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اسی فلم میں ایک جگہ ولن کا ماتحت ''عابد خان'' رانا صاحب سے کہتا ہے کہ ہمارے مشن کے مطابق طیارہ فلاں جگہ پر اترے گا۔ اس کے نیچے ''بم'' ہو گا اور یوں وہ سالا ہوا ہی میں شہید ہو جائے گا۔ اس ڈائیلاگ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ لفظ ''شہید'' کو دہشت گردی کے طور پر استعمال کر رہے ہیں جو کہ مسلمانوں کے نزدیک ایک مقدس اور بڑی سعادت والا رتبہ ہے۔ یہ اور اس طرح کی بے شمار باتیں ان بے ضرر مسلمانوں کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہیں۔ جو انڈین فلموں کے دلدادہ ہیں۔ کیا اب بھی وہ باز نہ آئیں گے۔ میں (ثناء) نے اپنی دوست سے کہا کہ تم اور انڈین فلموں کے خلاف کیسے بول رہی ہو تم تو انڈین اداکاروں کی دلدادہ تھی اس نے کہا...... اللہ کے لئے۔'' مجھے مزید شرمندہ نہ کرو ثناء آئی ایم رئیلی شیمڈ'' وہ شرمندگی سے بولی۔

قارئین کرام! یہ ایک چھوٹی سی ملاقات تھی ایک ایسی لڑکی سے جس کے گھر کیبل کنکشن موجود ہے۔ جس نے کبھی کوئی انڈین فلم مس نہیں کی۔ ہر انڈین ایکٹریس اور ایکٹر اس کی پسند ہے۔ اسے ہر چیز انڈیا کی پسند ہے۔ تصور میں کئی دفعہ انڈین اداکاروں سے مل چکی ہے۔ اگر یہ سب سن کر کبھی یہ کہہ دو کہ تم ایک پاکستانی ہو اور یہ سب باتیں ایک پاکستانی کو زیب نہیں دیتیں تو آگے سے ٹکا سا جواب سن کر سمجھانے والا اپنا سامنہ لے کر رہ جاتا ہے۔

''ہونہہ پاکستان...... کیا ہے پاکستان میں۔ جو آتا ہے اپنا مستقبل تابناک کر جاتا ہے۔ اس کی بلا سے عوام چاہے غربت کے ہاتھوں سے مریں یا غربت سے تنگ آ کر خودکشی کریں اور وہ عوام کے لئے صدر' گورنر یا وزیراعظم تھوڑی بنتا ہے وہ تو یہ سب عہدے اس لئے سنبھالتا ہے کہ ان عہدوں کے چھوٹ جانے کے بعد بھی وہ ایک وزیراعظم یا صدر کی طرح زندگی گزارے اور یہ جو تم کشمیر...... کشمیر کرتی ہو نا تو دیکھنا ادھر کشمیر آزاد ہو گا اور ادھر ایک نئی حکومت قائم

جو قومیں اپنے رسم و رواج اور تہذیب و ثقافت کو بھول کر کسی اور قوم کی پیروی کرنے لگے تو تاریخ گواہ ہے کہ وہ اپنی پہچان کھو بیٹھتی ہیں اور ترقی و کامیابی کی دوڑ میں سب سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔

تار تار کرتے ہوئے نہ جانے انہیں نبی کریم ﷺ کا فرمان یاد نہیں آتا کہ "حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان دخول جنت کا باعث ہے اور بے حیائی جفا ہے اور جفا دخول دوزخ کا باعث ہے۔" (مشکوۃ)

افسوس! کہ عورتیں بے معنی باتوں پر تو جلوس نکالتی ہیں۔ لیکن جلوس نکالنا تو درکنار، وہ اس بات پر ٹس سے مس نہیں ہوتیں کہ وہ کس طرح بے شمار طریقوں سے ذلیل و رسوا ہو رہی ہیں اور اس نمود، بے حجابی اور بے حیائی کو وہ اپنی شان اور وقار سمجھتی ہیں۔ عریانی اور بے حجابی آج کل فیشن میں داخل ہے۔ اس فیشن کو اپنانے والی عورت ماڈرن کہلاتی ہے اور اس ماڈرن کہلانے کے شوق نے ہی انہیں سماعت قرآن و حدیث سے روک رکھا ہے۔ قرآن و حدیث پر چلنے والی لڑکی یا عورت تو ان کی نظر میں دقیانوسی ہے اور اگر انہیں سمجھایا جائے یا تو نخوت سے سر جھٹک دیتی ہیں یا بڑے آرام سے جواب دیتی ہیں کہ گرمی بہت ہے کیا کریں ہم سے پورے بازو یا کپڑوں کے نیچے شمیز یا بڑی چادر نہیں لی جاتی۔ مجھے تو ڈر ہے کہ اس گرمی سے تنگ آ کر یہ بہنیں ایک دن بالکل بے لباس ہی نہ گھومنے لگ جائیں۔

اللہ کی بندیو! میری مسلم بہنو! دیکھو تو قرآن کیا کہہ رہا ہے" جہنم کی آگ گرمی کی تپش سے زیادہ تیز ہے۔ زیادہ جھلسا دینے والی ہے۔ کبھی اس کا بھی تمہیں خیال آیا ہے۔

کبھی اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ کہیں آپ کا شمار بھی تو ایسی عورتوں کی فہرست میں تو نہیں ہوتا کہ جن کی بابت نبی کریم ﷺ نے فرمایا "وہ کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی، مگر پھر بھی برہنہ ہوں گی، خود مردوں کی طرف اور مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی، مٹک مٹک کر چلنے والی ہوں گے، ایسی عورتیں جنت کی خوشبو کبھی نہیں پاسکیں گی جبکہ جنت کی خوشبو 70 میل کی مسافت سے آئے گی۔"

ذرا ایک لمحے کے لئے سوچئے! تو ایسی عورتیں جنت سے پھر کتنی دور ہوں گی اور عزیز بہنو! وہاں تو ٹھکانے ہی دو ہیں۔ جنت یا جہنم اور جو عورت جنت کی خوشبو نہیں پاسکے گی تو پھر اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوسکتا ہے۔ جسم کے خد و خال کو نمایاں کرنے کے شوق نے آپ کو اس وعید سے کیوں بے خوف کر رکھا ہے۔ (اللہ ہی ہمارے حال پر رحم فرمائے) ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ آج کی گرمی زیادہ سخت ہے یا وہ جہنم کی گرمی کہ جہاں سب سے کم عذاب اس شخص کو ہو رہا ہوگا جس کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے اور اس کی شدت سے اس کا دماغ کھولے گا یعنی گرمی پاؤں سے لے کر سر تک اس انداز میں پہنچے گی کہ دماغ پگھلے گا۔ (اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ. آمین)

حقیر ترین عذاب والے کو اس گرمی کا سامنا کرنا پڑے گا تو کبیرہ گناہوں کے عذابوں کی گرمی کی شدت کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ بے پردگی، عریانیت کا شمار تو بلا اختلاف کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔ فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔ بہنو! کہ آپ کون سی گرمی برداشت کرسکتی ہیں۔

کوئی غیرت مند باپ یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی اس کی جوان بیٹی کو گھورے اور نہ ہی کوئی غیور خاوند یہ برداشت کرسکتا ہے کہ کوئی اس کی بیوی کو نظر بد سے دیکھے۔ مگر جب یہ عورت باریک لباس زیب تن کیے، اپنے محاسن کو ظاہر کرتی، رنگ و روغن اور خوشبودار عطریات سے لیس اور مزین ہو کر نکلے گی تو اسے ایسی کئی نظروں کا سامنا لازماً کرنا پڑے گا جو نگاہوں ہی نگاہوں میں بے لباس کر کے رکھ دیتی ہیں۔ افسوس کہ عریانیت کا یہ مرض اندھی تقلید کے ساتھ چھوت چھات کی طرح بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ گھر کے ذمہ دار یہ سب کچھ دیکھتے ہیں اور اس کے اندر تبدیلی لانے کے بجائے اس پر خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں اور حکومت نے تو بے حیائی کے بیسیوں دریچے کھول رکھے ہیں اور کیبل نیٹ ورک عام کر کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو بے حیائی کا زہر پلا رہی ہے۔ سوچئے! کیا اس عالم میں ہم کس حد تک مسلمان رہ گئے ہیں

لباس کی عمومی شکل آج کل عریانیت کے تقاضوں کو پورا کر رہی ہوتی ہے۔ ہاف سیلوز (آدھے بازو) اور دن بدن قمیضوں کی لمبائی کے ساتھ ساتھ گھیرے بھی بتدریج کم ہونے لگے ہیں۔ چاک تو اس قدر بڑے کہ بغلوں تک پہنچے ہوئے ہیں

اور حیا جو ایمان کا حصہ ہے اس کی چاپ بھی ہمارے ایوان ایمان میں کہیں سنائی دیتی ہے۔ ایسے لوگ روزِ محشر رب کو کیا جواب دیں گے؟

آیئے ذرا قرآن کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے عورت کے لئے کیا لائحہ عمل مرتب کیا ہے۔

فرمایا ہے کہ اے عورتو! "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ" اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو۔ کیونکہ شمع خانہ بننا عورت کے لئے قابل ستائش صورت حال ہے تاکہ وہ گھریلو کام کاج میں اپنے اوقات صرف کرے۔ اپنے بیٹوں کی مجاہدانہ پرورش کرے۔ اپنی بیٹیوں کو اسلام کی عزت بنائیں۔ ایسے جوان مجاہد اور علماء پیدا کریں جو پیٹ پر پتھر باندھ کر بش، بلیئر اور شیرون کے مقابلے میں کلسٹر بموں کی بارش میں ڈٹ کر لڑسکیں۔ اپنے گھروں میں قرون اولیٰ والا ماحول پیدا کریں اور اگر کبھی باہر نکلیں تو کس حال میں "یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ" اپنی چادروں کو اپنے اوپر نیچے کی طرف جھکائے ہوئے "جلباب" چادر کی طرح ایک کشادہ پیرہن ہوتا ہے۔ جس سے جسم اس طرح ڈھکا ہوتا ہے کہ کوئی حصہ کھلا نہیں ہوتا اور گھروں میں رہتے ہوئے بھی "ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن" اپنے دوپٹوں کو اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں۔ خمار یعنی دوپٹہ کی ہیئت کذائی یہ ہونی چاہئے کہ وہ ساتر اور اندر کی چیزیں جیسے بال، سینہ، گردن اور اس میں پڑے ہوئے ہار وغیرہ سب کو ڈھانکے رہے۔

یاد رکھئے! جو عورت گھر سے کم نکلتی ہے وہ معزز اور پروقار سمجھی جاتی ہے اور ادھر ادھر پھرنے والی عورتیں ذلیل و خوار سمجھی جاتی ہیں اور عموماً ان پر تہمت عائد ہوتی ہے۔ آج کل اکثر ازدواجی زندگیاں صرف اس وجہ سے اجیرن بنی ہوئی ہیں کہ مرد عورتوں پر شک کرتے ہیں اور یہ شک ان کی زندگی تباہ کر رہے ہیں۔ مجھے اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نظر نہیں آتی کہ عورت نے آج اپنے آپ کو اس قدر عریاں، سستی اور بے قدر بنا دیا ہے۔ کیونکہ عموماً مرد اس عورت کا احترام کرتا ہے جو اپنی فضیلت و عفت اور وقار اور حجاب کا احترام کرتی ہے اور وہ عورت جو باہر نکل کر مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہے، بے پردگی کو اپنا شیوہ بنا چکی ہے۔ کثرت زیبائش اور فحاشی میں مبتلا ہو چکی ہے۔ مرد کے نزدیک بے وقعت ہے جس سے صنف نازک پر سے اس کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مرد ایسی عورتوں کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو پردے کے تقاضوں پر کچھ عمل بھی کرتی ہے اور اسی وجہ سے معاشرہ بے سکونی کا شکار ہو چکا ہے۔

ایک اور مقام پر خالق کائنات نے خواتین سے یہ خطاب فرمایا ہے "ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ" کہ جاہلیت کا سا بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ نکلو۔ جاہلیت کا یہ تبرج جس سے قرآن نے منع فرمایا ہے وہی ہے جس کے اندر آج بیشتر خواتین مبتلا ہیں کہ اپنے جسم کے فتنہ انگیز حصوں کو عریاں کرتی ہیں اور اوڑھنی کے بغیر ننگے سر گھومتی ہیں۔ ہاتھوں کو کندھوں تک کھلا رکھتی ہیں اور اس میں سونے کے کنگن، چوڑیاں اور گھڑی ڈالے ہوتی ہیں۔ گردن اور کان ہار اور بالیوں سے مزین ہوتے ہیں۔ راستوں کو خوشبو سے معطر کرتے ہوئے، اپنی زینت کا برملا اظہار کیے گزرتی ہیں۔ یہی وہ تبرج الجاھلیۃ ہے جو مسلم عورتوں کے لئے قطعی غیر معروف ہے اور عجمی کافر عورتوں کا شیوہ ہے۔

افسوس! کہ آج کی عورت نے مغرب کی عورتوں کو دیکھ کر بڑھ چڑھ کر بے پردگی کو اپنانا شروع کر دیا ہے۔ حالانکہ مسلم خواتین کے لئے ان کا دین اور اپنی ستر پوشی عزیز ترین ہونی چاہئے۔ عریانیت اور کفر کو تو غیر مسلم خواتین اپنا سب کچھ سمجھتی ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ عورتوں کے اندر جس قدر دین کمزور ہوگا ان کے اخلاق میں بگاڑ آئے گا اور وہ بے پردگی کو اپنانے میں آگے سے آگے بڑھیں گی۔ کیونکہ عورتوں کی عقل آبگینوں کی مانند ہے اور یہ دین و عقل کے لحاظ سے کمزور ہیں۔ کبھی یہ کم عقل عورتیں ایسے سر پھرے نوجوانوں کے سر بندھتی ہیں جو اپنی بے پردہ اہلیہ کی بے پردگی پر فخر کرتے ہیں اور عریاں اور فحش لباس پہنا کر انہیں بازاروں میں

گشت کرانا اپنی شان سمجھتے ہیں۔ ایسے نوجوان ''دیوث'' ہیں اور دیوث پر جنت میں داخلہ حرام ہے اور ایسی عورت جو اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کے سامنے زینت وفیشن اور نازواداسے چلی۔ قیامت کے دن سخت ظلمت وتاریکی میں رہے گی۔ (کوئی نور اور روشنی اس

لان بنانے والے دن بدن کپڑا باریک سے باریک تر بناتے چلے جارہے ہیں اور پہننے والیاں اس بات سے قطع نظر کے اس میں جلد کا رنگ نظر آتا ہے یا جسم نظر آتا ہے۔ اسے پہن رہی ہیں۔ بلکہ اسی لباس میں باہر بھی نکل جاتی ہیں

کے لئے نہ ہوگی)

فرنگیت کی پیداوار اور بے پردگی اور عریانیت کے رسیا وہ لوگ ہیں جنہوں نے نمازوں کو ضائع کردیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا

فسوف یلقون غیا

''عنقریب ڈالے جائیں گے یہ غیا میں۔'' (مریم-59)

غیّ جہنم کی ایک گہری وادی کا نام ہے۔ جو بہت سخت عذابوں والی ہے۔ جس طرح کہ کوئی بکرا ذبح کرے تو اسے اونچا لٹکا دیتا ہے کہ اس کا خون اور گندگی نیچے کی طرف بہہ جائے۔ اسی طرح اوپر والے تمام دوزخیوں کا خون اور پیپ نیچے اس وادی میں جمع ہوگا اور ساتھ کے ساتھ اس وادی میں آگ بھڑکتی ہوگی۔ اس وادی میں وہ لوگ ڈالے جائیں گے جو اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگ چکے ہیں۔

الغرض ایسے لوگوں نے شریعت کی دیوار کو پھاڑ دیا ہے۔ دین کی حرام کردہ چیزوں کا مذاق اڑایا ہے اور غیر مسلموں کی راہوں کو اپنالیا ہے۔ یہ نادان اپنی ناقص عقل سے یہ سمجھتے ہیں کہ تمدن' کلچر' ترقی اور جدیدیت تمام تر فرنگیوں کی اقتداء میں ہے۔ افسوس کہ ان جاہلوں کی عقلوں پر جہالت اور نادانی کا پردہ پڑ چکا ہے اور شیطان نے انہیں کھلے دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔ لہٰذا مسلم عورتوں کو اپنے ایمان اور ضمیر سے پوچھ لینا چاہئے کہ ان کو اللہ کے حکم کے آگے کیا کرنا چاہئے۔ نفس کی ماننی ہے یا اپنے خالق' رب اور معبود کی۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ رب رحمان کے حکم کو ماننے کی صورت میں جنت اور اس کی معطر فضائیں آپ کو خوش آمدید کہیں گی اور نفس کی ماننے کی صورت میں ''غیا وادی'' ہی مسکن ہوسکتی ہے۔ (اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین)

بحر حال عزیز بہنو! عورت اللہ کے قوانین کی پابند ہے اور یہ اخلاق اور معتدل کردار سے پہچانی جاتی ہے' پوشاک اور حسن سے نہیں۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ عزت اور شرافت کا لباس زیب تن کریں۔ فضیلت وبزرگی کا لباس وہی ہے جو ساتر اور پوشیدہ اور پردہ پوش ہو۔ یہی حسن وخوبصورتی اور حیا اور وقار کا لباس ہے۔ سب سے بہتر لباس تقویٰ کا ہے اور یہی پرہیزگاروں اور پاکبازوں کی پوشاک ہے۔

ساتھ ہی ساتھ میری بہنو! آپ کو میری یہ نصیحت ہے کہ لباس جو رب رحمان نے ہمارے لئے نازل فرمایا ہے کہ اس سے ہم اپنے جسموں کو ڈھانپیں تو اسے بناتے اور پہنتے وقت اس چیز کا اطمینان کرلیں کہ اس سے واقعی ستر پوشی ہورہی ہے کہ نہیں۔ کپڑا بہت باریک تو نہیں' قمیض کا گلا بہت کھلا تو نہیں۔ چاک بغلوں تک تو نہیں۔ بازو آدھے تو نہیں' گھیرا اور شلوار اس قدر تنگ تو نہیں کہ رانیں واضح طور پر ظاہر ہورہی ہوں۔ جب اطمینان ہوجائے تو لباس پہن کر شکر رب ادا کریں اور یہ دعا کریں۔

الحمدلله الذی کسانی هذاالثوب ورزقنیه من غیر حول منی ولا قوة۔

اور آخر میں نبی کریم ﷺ کی وہ دعا سن کر جھوم اٹھیں کہ نیا لباس پہننے والے کو انہوں نے کیسی پیاری دعا دی ہے۔

البس جدیداً وعش حمیداً ومت شهیداً

''نیا پہن اور تعریف والی زندگی سے زندہ رہ اور شہید ہو کر فوت ہو۔'' سبحان اللہ

اللہ ہمارا انجام ایسا ہی کردے۔ آمین ثم آمین

بقیہ جادو جنات

والی وہ واحد ہستی ہے جو حی وقیوم ہے جسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ اور جسے زمین وآسمان کی حفاظت تھکاتی نہیں۔

گدھے کی آواز سن کر تعوّذ:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے

اگر تمہیں رات کے وقت گدھے یا کتے کی آواز سنائی دے تو اللہ کے ذریعے شیطان سے پناہ مانگو اسلئے کہ گدھے اور کتے ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے۔ (مسند احمد سنن ابی داؤد یہ سند صحیح ہے)

علمائے کرام لکھتے ہیں کہ گدھا اور کتا اکثر شیطان کو دیکھ کر چیختے ہیں۔ خصوصا رات کے وقت گویا ان کا چیخنا اس بات کی علامت ہے کہ شیطان کہیں آس پاس موجود ہے۔ لہٰذا اللہ سے پناہ طلب کرو۔ پناہ طلب کرنے کے لئے مسنون الفاظ وہی ہیں جنہیں تعوذ کہا جاتا ہے۔

یعنی أعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيم

اور

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيم

بھی کہہ سکتے ہیں۔

بچوں کو نظر بد اور خبیث روحوں سے بچانے کیلئے دعا

رسول اللہ ﷺ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی حفاظت کے لئے یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا يَزِيدُ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْمِنْهَالِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَوِّذُ حَسَنًا وَحُسَيْنًا يَقُولُ أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ وَكَانَ يَقُولُ كَانَ إِبْرَاهِيمُ أَبِي يُعَوِّذُ بِهِمَا إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ

میں تم دونوں کو اللہ کے کامل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں۔ ہر شیطان سے اور موذی جانور سے اور نظر بد سے۔ پھر فرماتے تیرے باپ ابراہیم علیہ السلام' اسماعیل علیہ السلام اور اسحٰق علیہما السلام کی حفاظت کیلئے اسی طرح دعا کیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

صرف اللہ کے کلمات ایسے ہیں جن کے ذریعے پناہ طلب کرنا درست ہے اس کے علاوہ کسی تعویذ دھاگے' ٹونے ٹوٹکے گنڈے' کوڈی وغیرہ کے ذریعے پناہ طلب کرنا یا ان کے ذریعے اپنی حفاظت کرنا سب شرکیہ امور سے ہیں۔

مخزن اخلاق

1- سچی بات کہنے سے پہلے اگر اسے بار بار تولا جائے تو اس کا وزن گھٹ جاتا ہے۔
2- خاموشی اعلیٰ ترین تقریر ہے۔
3- انسان کے ارمانوں کی حد قبر میں جاکر ختم ہوتی ہے۔
4- پتو مارنے کے لئے قالین نہ جلاؤ۔

(ایمن فیاض' لاہور)

1- مت کر غلطی پر کسی کی زجر وتوبیخ بلکہ اصلاح میں بہتری ہے۔
2- ایسی بات کرو جو سچی اور مدلل ہو۔
3- کسی کے بارے میں کدورت اور بغض نہ رکھو۔
4- نہ کر نخوت تکبر پیدا کیونکہ اللہ پسند نہیں کرتا۔
5- مت کر وایسے افعال کی پیروی جس سے ندامت ہو۔

(صائمہ عبدالسلام)

دنیا داری میں ڈوبی ہوئی خاتون کا

ایک سبق آموز خط

الف۔ب

محترمہ آپا جی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپا جی نہ تو میں آپ کو جانتی ہوں' نہ ہی میں نے آپ کو دیکھا ہے اور میں یہ بھی نہیں جانتی کہ آپ کا صحیح نام کیا ہے۔ لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ آپ سے یہ درخواست کروں کہ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے میرے تمام گناہوں کی معافی دے کر مجھ سے اپنے دین کا کام لے۔ اسلام میں اس بات کی تو اجازت ہے ناں کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعا مانگے۔

آپا جی! آپ اندازہ نہیں لگا سکتیں کہ میں اس وقت کتنی بڑی ذہنی اذیت میں ہوں۔ میری یہ اذیت اس لئے نہیں کہ میرے پاس دولت کی فراوانی نہیں ہے۔ میرے پاس مہنگے اور بہت زیادہ کپڑے نہیں ہیں۔ میرے گھر میں زندگی کی وہ آسائشیں نہیں جن کی آرزو ہر زندہ انسان کرتا ہے۔ مجھے تو یہ اذیت ہے کہ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود میرے دل کو سکون نہیں ہے بلکہ میرے پاس تو اب دل ہی نہیں رہا۔ گناہوں میں ڈوبے ہوئے اس گوشت کے لوتھڑے کو دل تو نہیں کہا جاتا۔ میرے گناہوں کی وجہ سے میرے دل پر مہر لگی ہوئی ہے۔ سیاہ دلی کی وجہ سے میرے سینے میں گھٹن رہتی ہے۔ میرے دل پر کوئی خاص اثر نہیں کرتا۔ میرے اندر زنگ لگ چکا ہے۔ یہ میرا حشر میرے کرتوتوں کی وجہ سے ہے۔ میری 23 سالہ زندگی بے حیائی' حسد' ماں' باپ' کی نافرمانی کرنے اور والدین کو دکھ دینے' بے حیائی کے متعلق سوچنے' بداخلاقی' گالی گلوچ کرنا' بہنوں کو مار پیٹ کرتے رہنا' بری بری خواہشیں کرنا مثلاً ڈراموں' فلموں کی اداکارہ بننا۔ ان کی ہدایت کاری کرنا' کمپیئر اور کھلاڑی بننے کے شوق اور اس سے بھی زیادہ بے حیائی جس کو شوبز کہا جاتا ہے' اس کے قریب رہنے کی تمنا کرنا اور ان سب کی جرنلسٹ بننے کی کوشش میں' جھوٹی محبت کے ناول پڑھنے میں گزری ہے۔

میں نے زندگی میں کبھی بھی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نماز نہیں پڑھی۔ قرآن پاک نہیں پڑھا۔ اگر میں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو اس لئے کہ پاکستانی ٹیم ورلڈ کپ کا فائنل جیت جائے۔ اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعا کی تو اس لئے کہ میری پسندیدہ اداکارہ کو نیشنل ایوارڈ مل جائے اور میں نے اپنی خواہشات کو اپنا الہٰ بنالیا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت اس لئے کی کہ میری ناجائز خواہشات پوری ہو جائیں۔ میری ماں جس کے قدموں تلے جنت ہے' میں نے اس کی خدمت کرنے کی بجائے ان

> **میرا ایک بھائی حلال رزق کماتا ہے لیکن دوسرے بھائی کے لئے حالات کچھ ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ نہ چاہنے کے باوجود اسے سی ڈی اور ویڈیو کیسٹ کا کاروبار کرنا پڑا**

سے اپنی خدمت کروائی۔ جتنی اچھی میری ماں ہے میں کہتی ہوں کہ دنیا میں کسی کی ماں اتنی اچھی نہ ہوگی اور میرا باپ جس کی خوشنودی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور جس کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے' میں نے ان کے ساتھ ہمیشہ بدتمیزی کی اور آج سے ٹھیک چار سال پہلے رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں جس میں اللہ تعالیٰ انسان کے لئے رحمت و بخشش کے دروازے کھولتا ہے اور انسانوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے۔ اس بابرکت مہینے میں اللہ کی رحمت کے بدلے اس کا عذاب خرید لیا۔ میں نے جنت کے بدلے جہنم کو خریدا۔ نفع کی بجائے نقصان کا سودا کر لیا۔ اپنی ناجائز آرزوؤں کے حصول کے لئے میری زبان سے کفر کے بدترین کلمات نکلنے لگے اور میں مسلمان تک نہ رہی۔ ایک مسلمان مؤمن کے لئے خواہ وہ کیسا بھی ہو اسے اس کا اسلام اس کا ایمان سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ میرے اندر یہ چیزیں بھی نہ رہیں۔ ان دنوں میں بی اے کے امتحان کی تیاری کر رہی تھی اور مجھے اس بات کا خیال تک نہ تھا کہ میری سب سے قیمتی پونجی میرا دین اسلام میرا ایمان مجھ سے چھن چکا ہے اور میں حقیقت میں غریب اور مفلس ہو چکی ہوں۔ ایک مؤمن کے لئے اس کی سب سے عزیز متاع اس کا ایمان اور اسلام ہوتا ہے۔ میں نے سب کچھ پس پشت ڈال دیا اور جو کفر کے کلمات میں نے بولے تھے۔ اس کا عذاب مجھے عید سے ایک دن پہلے ملنا شروع ہو گیا۔ وہ عذاب بخار کی صورت میں تھا اور بخار دوائی کھانے سے کچھ دنوں کے لئے ٹھیک ہو جاتا لیکن پھر کچھ دنوں بعد آن لیتا۔

میں بے حد کمزور ہو گئی۔ اسی دوران مجھے یہ احساس ہونا شروع ہو گیا کہ میری زبان سے جو کچھ نکلا ہے وہ سب غلط تھا لیکن اس وقت تک میرے دل پر مہر لگ چکی تھی۔ اپنی غلطی کا احساس ہونے کے باوجود بھی میں ان چیزوں کی طرف مائل رہی جو چیزیں میری دین اسلام کی دولت چھن جانے کا باعث بنی۔ ڈرامے' ناول' کرکٹ میچ' گانے کے متعلق پروگرام' جھوٹے اسٹارز کے بارے میں باتیں۔ بی اے کے امتحان کے دوران بظاہر میری طبیعت ٹھیک رہی لیکن میں اپنے اندر بہت تھکن محسوس کرتی تھی۔ اس کے بعد گرمیوں میں مجھے پھر بخار ہو گیا۔ بعد میں ٹیسٹ کروانے کے بعد معلوم ہوا کہ مجھے ٹی بی ہو گئی ہے۔ اس سزا کے ملنے پر بھی میں مسلسل اپنی غلطیوں پر ڈٹی رہی اور اس بیماری کے بعد میرے گھر والے خاص طور پر میرے والدین مجھ سے اور بھی زیادہ پیار کرنے لگے۔ چونکہ میرے پاس دل تو تھا ہی نہیں اسی طرح ناول پڑھنے میں ڈٹی رہی اور میں نے اس دوران عمیرہ احمد کا ناول ''حاصل'' پڑھا کہ جس میں لڑکی ایک بہت

بڑے گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیتی ہے اور بہت نیک بن جاتی ہے۔ ناول کی ہیروئن قرآن پاک پڑھتی ہے تو میں نے بھی ہیروئن سے متاثر ہو کر قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا' یہ سلسلہ دو چار دن چلا پھر ڈرامے یا ناول کے ہیرو یا ہیروئن کا کوئی کردار اچھا لگا اس کو اپنایا۔ دو دن بعد وہ بھی چھوڑ دیتی۔ اسی طرح ایک سال گزر گیا اور مجھے اپنے گناہوں کا احساس ہونا شروع ہوا اور میرا T.B کا علاج بھی مکمل ہو گیا۔ احساس کے باوجود یہ سب چیزیں چھوڑنے میں مجھے مشقت ہو رہی تھی۔ جس طرح ایک نشہ کرنے والے آدمی کے لئے نشہ چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔ مجھے بھی کچھ اسی طرح یہ چیزیں چھوڑنی مشکل ہو گئیں مگر کوشش کر کے میں نے پچھلے ڈیڑھ سال ڈرامے دیکھنا چھوڑ دیئے۔ لیکن ناول میں مسلسل پڑھتی رہی اور ساتھ ساتھ ان کو بھی چھوڑنے کی کوشش جاری رکھی۔ اسی طرح نو ماہ ہو گئے ہیں کہ میں نے ان کو بھی پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ میں نے نظر' زبان' آنکھ کا بہت زیادہ زنا کیا ہے۔ دراصل میں اسلام کی اصل حقیقت کو نہ سمجھ سکی۔ ایک مرتبہ میں نے سعدیہ عزیز آفریدی کے افسانے میں اللہ تعالیٰ سے محبت کے بارے میں پڑھا۔ اس میں لکھا تھا اگر محبت کی جائے تو محبوب کی خاطر صبر کیا جاتا ہے۔ اس کا نقطہ نظر اور تھا اور جب میں نے یہ پڑھا تو جھٹ سے اپنی ناجائز آرزوؤں پر صبر کرنا شروع کر دیا اور جب میں نے زاویہ پروگرام میں اشفاق احمد کی باتوں کو سنا تو بجائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ پر اچھے کام کے سلسلے میں توکل کرتی میں اس میں بھی ناجائز توکل کرتی رہی کہ اللہ تعالیٰ مجھے جرنلسٹ بنا دے۔ میں فلموں کی ہدایت کارہ بن جاؤں۔ مجھے بنگلہ' کار سب کچھ مل جائے اور میں نے اسی توکل کے ساتھ بی اے کے بغیر پیپر محنت کے دیئے جس کے نتیجے میں میں بی اے میں بری طرح فیل ہو گئی۔ یہ بھی میری سزا کا ایک حصہ تھا۔ ان میں قصور ان رائیٹروں کا نہ تھا جن کے ناول میں نے پڑھے۔ اب میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتی ہوں' بخشش مانگتی ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے سچی محبت کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ لیکن میرے دل کی وہی حالت ہے۔ قرآن پاک اور حدیث شریف کا ترجمہ پڑھتی ہوں۔ لیکن وہ بھی مجھے یاد نہیں رہتا۔ نماز پڑھتی ہوں میرے دل کو سکون نہیں ملتا۔ ہر وقت گندے گندے وسوسے میرے دل میں رہتے ہیں۔ سجدے میں جاتی ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ میرے سر پر کسی نے بھاری پتھر رکھ دیا۔ نماز میں سورتیں پڑھتے ہوئے زبان کو ادھر ادھر موڑنا پڑتا ہے۔ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے دعا مانگتے ہوئے توبہ' استغفار مانگتے ہوئے یہی حالت ہوتی ہے۔ میرا دل سپاٹ رہتا ہے۔ میں اپنے آپ میں نرمی پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہوں لیکن ایسا لگتا ہے کہ یہ سب کچھ میں زبردستی کرتی ہوں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (القرآن)

اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میری رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ میں بھی اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتی ہوں۔ توبہ کرتی ہوں۔ مگر میری دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ میرے منہ میں حلال کا لقمہ نہیں جاتا۔ ہمارے گھر میں حلال و حرام کی آمیزش ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے رزق میں کمی آ جاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے گھر میں بے سکونی' بیماریاں اور حلال رزق کی کمی صرف میری وجہ سے ہے۔ میرا ایک بھائی حلال رزق کماتا ہے لیکن دوسرے بھائی کے لئے حالات کچھ ایسے پیدا ہو گئے کہ نہ چاہنے کے باوجود اسے سی ڈی اور ویڈیو کیسٹ کا کاروبار کرنا پڑا۔ بھائی جان مجھے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو کہ اس کاروبار سے میری جان چھوٹ جائے۔

لیکن حرام کھانے والے کی نہ نماز قبول ہوتی ہے نہ دعا۔ اس نے دکان کی ساری چیزیں بیچنے کی کوشش کی ہے۔ ابھی تک کوئی راستہ نہیں نکل رہا اور میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔ اس سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کروں۔

اپنی ناجائز آرزوؤں کے حصول کے لئے میری زبان سے کفر کے بدترین کلمات نکلنے لگے۔ میری سب سے قیمتی شے میرا دین اسلام میرا ایمان مجھ سے چھن چکا ہے

قرآن و حدیث ترجمے کے ساتھ پڑھ کر اس کے مطابق زندگی گزاروں۔

آپا جی! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس گناہ گار بندی کو معاف کر دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندے سے ماں کے مقابلے میں ستر گنا زیادہ محبت کرتا ہے۔ اگر آپ میری تمام تر بدتمیزیوں کے باوجود مجھے معاف کر دیتی ہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ بھی ضرور مجھے معاف کر دیں گے۔ مجھے امید ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور معاف کر دیں گے۔ میں اپنا نام نہیں لکھ رہی اس لئے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہو اس کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ آپ اس وقت تک دعا کریں جب تک میں دوبارہ خط لکھ کر آپ کو مطلع نہ کر دوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا سن لی ہے۔ اللہ حافظ

آپ کی بے نام بہن

الف۔ب

نوٹ: ہم اپنی اس بہن سے بہت معذرت کے ساتھ درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہم سے ناراض نہ ہوں۔ اس لئے کہ ہم نے یہ خط عبرت کے لئے چھاپا ہے تاکہ ہماری بہت سی بھٹکی ہوئی بہنوں کی اصلاح ہو سکے اور ان کو رجوع اور توبہ کی توفیق مل جائے۔

شکر میٹھی ہوتی ہے' خواہ اندھیرے میں ہی ہو۔
معافی سے بہتر اور کوئی انتقام نہیں۔
سمندر کی تعریف کرو مگر کنارے پر ہی رہو۔

بقیہ: گناہوں کے نقصانات

سے دوری' دین سے دوری' یہودیوں' کافروں والے طور طریقے اختیار کرنے اور گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ جو انسان اللہ کی یاد میں' قرآن' نماز پڑھنے میں اور نیکی کے کام کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی کوشش کرتا ہے اور اپنی پوری زندگی سنت نبوی ﷺ کے مطابق گزارتا ہے۔ تو وہ انسان دنیا میں بھی باعزت اور کامیاب ہو جاتا ہے اور آخرت میں بھی' ایسے انسان کے دل میں صرف اللہ کا ڈر پیدا ہوتا ہے۔ یعنی وہ اللہ کے سوا دنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتا اور پھر چاہے اس کی زندگی میں کتنی مشکلات پیش آئیں۔ اللہ تعالیٰ اسے صبر دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی ہر مشکل میں مدد کرتا ہے۔ لیکن اگر گناہ گار' نافرمان' مشرک انسان اپنے خیال کے مطابق کوئی اچھا کام کر بھی لیتا ہے تو صحیح ایمان اور صحیح اعتقاد نہ ہونے کی وجہ سے وہ بھی تاریکیوں میں چھپ جاتا ہے اور دب جاتا ہے' جس سے اس کو کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

یعنی ہر نیک کام کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت پر پختہ ایمان اور اعتقاد شرط ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت پر اس کے وحدہ لاشریک ہونے پر ایمان اور اعتقاد نہیں ہے تو پھر کوئی بھی نیک کام کرنے کا فائدہ نہیں ہے کیونکہ مشرک انسان کی قرآن اور احادیث کی رو سے کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔

قرآنی معجزہ

1983ء میں ایک حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ زیر آب ایسے غیبی پردے ہوتے ہیں جو ایک سمندر کو دوسرے سے جدا کرتے ہیں جو کہ بظاہر آپس میں ملے ہوتے ہیں۔ مثلاً بحیرۂ روم حرارتی کیفیات' نمکیاتی تناسب اور کثافت کے لحاظ سے بحیرۂ اوقیانوس سے مختلف ہے۔

منطقی تقاضا تو یہ ہے کہ باہم ملے ہونے کے باعث دونوں سمندروں کا نمکیاتی تناسب اور کثافت وغیرہ یکساں ہو۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔

سائنسدانوں کو یہ حیرت انگیز بات آج کے دور میں معلوم ہوئی ہے۔ لیکن اللہ رب العالمین نے چودہ سو سال پہلے یہ بات قرآن حکیم میں بیان کر دی تھی۔

سورۂ فرقان کی آیت نمبر 53 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا○

"اور وہی ذات ہے جس نے دو سمندر آپس میں ملا رکھے ہیں۔ ایک میٹھا ہے دوسرا کڑوا اور کھاری ہے اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے جو انہیں باہم ملنے سے روکے ہوئے ہے۔"

(عبدالرحیم' راولپنڈی)

تربیتی واصلاحی کالم

گناہوں کے دینی اور دنیاوی نقصانات

ام صفہ

معصیت دگناہوں کا دینی نقصان تو ہے ہی لیکن گناہوں کے دنیوی نقصانات بھی بہت ہیں اور ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ گناہگار، فاسق وفاجر انسان روزی سے محروم ہوجاتا ہے۔ قرآن مجید میں قوم سبا جویمن کی بڑی دولت مند خوش حال اور ذی اقتدار قوم تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے بڑی نعمتوں سے نوازا تھا' کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جنھیں بڑی عیش وعشرت' خوشحالی وفارغ البالی' باغ وبہار اور روزی میں خوب خیر وبرکت حاصل تھی۔ انہوں نے ان نعمتوں کا شکر بجالانے کی بجائے ناشکری' نافرمانی اور معصیت دگناہوں کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب بھیجا۔ پانی کا وہ بند جسے انہوں نے کھیتوں اور باغات میں بوقت ضرورت پانی دینے کے لئے دو پہاڑوں کے درمیان تعمیر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کو ان کی تباہی و بربادی کا باعث بنادیا۔ سیلاب سے بند ٹوٹا تمام باغات اور زمینیں غرقاب ہوگئیں۔ ان کے اعلیٰ قسم کے نفیس اور بہترین باغات کی جگہ نکے درخت اور جھنکاڑ رہ گئے۔ جہاں خوش ذائقہ شیریں دہن انگور اور مختلف میوے اور پھل ہوتے تھے۔ وہاں ان کی جگہ پیلو' جھاؤ' کسیلے اور بدمزہ پھلوں کے درختوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

قرآن مجید نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

''تحقیق قوم سبا کے لئے ان کی بستی میں نشانی تھی' دو باغ دائیں اور بائیں۔ کھاؤ اپنے رب کی روزی سے اور اس کا شکر ادا کرو۔ شہر پاکیزہ اور رب گناہ بخشنے والا ہے۔ سو انہوں نے اعراض کیا۔ (احکام الٰہی سے پہلو تہی کی) تو ہم نے ان پر ایک نالہ زور کا چھوڑ دیا اور ان کے دو باغوں کے بدلہ میں اسے دو باغ دیئے جن کا میوہ کسیلا تھا اور جھاؤ اور تھوڑے سے کچھ بیر۔ ہم نے انہیں یہ بدلہ ان کی ناشکری کی وجہ سے دیا اور ہم یہ بدلہ اسی کو دیتے ہیں جو ناشکرا ہو۔'' (سورۃ سبا' 15 تا 17)

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

ان الرجل یحرم الرزق بالذنب یصیبہ

''بلاشبہ آدمی اپنے گناہوں کی وجہ سے روزی سے محروم ہو جاتا ہے۔''

سنن ابن ماجہ کی ایک روایت میں مختلف گناہوں پر متعدد سخت سزاؤں کی وعیدیں سنائی گئیں ہیں۔ جن میں بعض گناہوں پر قحط سالی' فقر وفاقہ اور افلاس کی وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے قریبی دس مہاجرین کی جماعت میں' میں دسواں آدمی تھا۔ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا

اے مہاجرین کی جماعت! پانچ قسم کی عادتوں سے میں اللہ کی پناہ اور حفاظت چاہتا ہوں کہ تم ان کے مرتکب ہوجاؤ۔

1- جو قوم کھلم کھلا برائی اور بے حیائی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں طاعون اور بھوک میں مبتلا کردے گا۔

2- جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں قحط سالی' سخت محنت ومشقت اور بادشاہوں کے ظلم وستم میں مبتلا کردے گا۔

3- جو قوم اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دے گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں بارش کے قطروں سے محروم کردے گا اور اگر ان کے مویشی نہ ہوتے تو پانی کی ایک بوند ان پر نہ گرتی۔

> بظاہر مصیبتوں کا سبب معصیت الٰہی اور اللہ کی نافرمانی ہے۔ یعنی جب انسان قانون شکنی کرتا ہے اور الٰہی احکام کی حکم عدولی کرتا ہے تو سزاؤں کا مستحق ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ شیطان نافرمانی سے پہلے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا مقرب فرشتہ تھا' نافرمانی پہ رائندہ درگاہ ہوا

4- جو قوم عہد شکنی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ ان پر اجنبی دشمنوں کو مسلط کردے گا جو ان کے ہاتھوں سے ایک ایک چیز چھین لیں گے۔

5- اور جب قوم کے حاکم اور سردار اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق عمل نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں آپس میں سخت لڑائی جھگڑے میں مبتلا کردے گا۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

جب میری امت یہ پندرہ کام کرنے لگے گی تو ان پر مصیبتیں اترتی رہیں گی۔ مسلمان حاکم ملک کے لگان کو اپنی ذاتی دولت بنالیں گے۔ یعنی اس کو شرعی مصرف میں خرچ نہیں کریں گے۔ امانت کو مال غنیمت کی طرح حلال جانیں گے۔ لوگ زکوٰۃ کو تاوان سمجھ کر ادا کریں گے۔ علم صرف دنیوی غرضوں کے لئے سیکھا جائے گا۔ شوہر اپنی بیوی کی بے جا اطاعت کرے گا۔ اولاد اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرے گی۔ اور اپنے دوست کو قریب کرے گی اور اپنے ماں باپ کو دور کرے گی۔ لوگ مسجدوں میں کھیل کود شور وغل کریں گے۔ خوف کی وجہ سے لوگوں کی آؤ بھگت اور تعظیم وتکریم کی جائے گی۔ قوم کے لیڈر بہت رذیل' لالچی اور بداخلاق ہوں گے اور گانے باجے ظاہر ہوں گے۔ یعنی گانے والی لونڈیاں اور عورتیں اعلانیہ طور پر لوگوں کو گانا سنائیں گی اور طبلہ سارنگی اور گانے بجانے کے آلات بہت پھیل جائیں گے۔ جگہ جگہ گانے بجانے کی آواز سنائی دے گی۔ شراب خوری کثرت سے کھلم کھلا ہوگی اور اس امت کی پچھلی جماعت پہلے لوگوں کو برا بھلا کہے گی اور اگلے لوگوں پر لعنت اور طعنہ زنی کرے گی اور ریشمی لباس پہنے جائیں گے۔ (ترمذی)

جب یہ سب باتیں عام ہونے لگیں گی تو تم سرخ آندھی کا انتظار کرو۔ زلزلہ' زمین میں دھنسنا اور صورت کا بگڑنا اور آسمانی پتھراؤ اور دیگر نشانیاں جو مسلسل یکے بعد دیگرے ہونے لگیں گی۔

یہ سب علامات قیامت کی نشانیاں ہیں جو موجودہ زمانے میں پائی جاتی ہیں اور یہی چیزیں عذاب الٰہی کا سبب ہیں۔

بظاہر مصیبتوں کا سبب معصیت الٰہی اور اللہ کی نافرمانی ہے۔ یعنی جب انسان قانون شکنی کرتا ہے اور الٰہی احکام کی حکم عدولی کرتا ہے تو سزاؤں کا مستحق ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ شیطان نافرمانی سے پہلے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا مقرب فرشتہ تھا اور تمام فرشتوں کا قائد اعظم یعنی سردار تھا۔ لیکن الٰہی حکم نہ بجالانے کی وجہ سے مردود بارگاہ الٰہی ہوا اور جنت کے عیش وآرام سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگیا اور دنیا و آخرت کی ذلت کا مستحق ہوگیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

ترجمہ: ''یہ لوگ بسبب اپنے گناہوں کے ڈبو دیئے گئے ہیں اور اللہ کے سوا اپنا کوئی مددگار انہوں نے نہ پایا۔''

معلوم ہوا کہ اللہ کی نافرمانی سے مصیبت آتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا ضروری ہے۔ قوم ہود یعنی عاد پر بھی عذاب الٰہی بوجہ ان کی نافرمانی کے آیا۔ یہ قوم بڑی طاقتور اور شہ زور تھی۔ ہود علیہ السلام نے بہتیرا سمجھایا۔ مگر وہ نافرمانی سے باز نہیں آئے اور کہنے لگے۔

فائتنا بما تعدنا۔ جس عذاب کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اسے لے آؤ۔ چنانچہ ان پر اللہ کی طرف سے اچانک بجلی کی ایک خوفناک گرج پیدا ہوئی اور ہوا نے اس قدر زور کیا کہ پہلے ان کے مکانات ومحلات کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا اور وہ بستی برباد ہوگئی۔

اس کے بعد ہوا نے ان کے پاؤں کے نیچے سے آ کر ان کو سرنگوں زمین پر ڈال دیا۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فارسلنا علیهم ریحاً صرصراً فی ایام نحسات لنذیقهم عذاب الخزی فی الحیوة الدنیا ولعذاب الاخرة اخزی وهم لاینصرون٥

ترجمہ: پھر بھیجی ان پر ہم نے ہوا بڑے زور کی۔ کئی دن جو مصیبت کے تھے تاکہ ہم چکھائیں ان کو رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگانی میں اور آخرت کے عذاب میں تو پوری رسوائی ہے۔ (حم السجدہ۔16)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وفی عاد اذ ارسلنا علیهم الریح العقیم ٥ما تذر من شئی اتت علیه الا جعلته کالرمیم٥ (الذاریات)

اور قوم عاد کے ہلاک ہونے میں بھی قدرت الٰہی کی بہتیری نشانیاں ہیں۔ جب ہم نے ان پر ایک منحوس آندھی چلائی۔ جس چیز سے وہ ہو کر گزرتی اس کو بوسیدہ ہڈی کی طرح (چورا) کیے بغیر نہ چھوڑتی۔ ان مبارک آیتوں میں جس عذاب کے بارے میں کہا گیا ہے۔ وہ ترجمے سے واضح ہو گیا ہے۔ حاصل یہ کہ قوم عاد اور کئی دوسری اقوام اپنی سرکشی اور اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے برباد ہو گئیں۔ ان کی دنیا بھی برباد ہوئی اور آخرت بھی۔ آخرت میں تو ان کے لئے عذاب ہے ہی لیکن دنیا میں بھی ان کو سخت عذاب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو اپنی نافرمانی کی وجہ سے دنیا میں ہی سخت سے سخت عذاب دے کر آنے والے لوگوں کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا۔

الغرض نیکی کرنے میں بھلائی اور سدھار ہے اور گناہ اور نافرمانی کرنے میں بگاڑ اور بربادی ہے۔ گناہوں اور اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانیوں سے دنیا بھی خراب ہوتی ہے اور آخرت بھی خراب ہوتی ہے۔ گناہوں کی کثرت سے ایمانی اور علمی روشنی ختم ہو جاتی ہے۔ گویا گناہ تہہ بتہہ تاریکی ہے جو اس کے ساتھ متصف ہوا۔ وہ گہری تاریکیوں میں پھنس گیا اور جو اس سے نکل گیا۔ وہ نور اور روشنی کی طرف آ گیا۔ گناہوں کی وجہ سے علم کا نور نکل جاتا ہے اور قوت حافظہ خراب ہو جاتی ہے۔

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو وصیت اور نصیحت کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا۔

''میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں روشنی ڈال دی ہے۔ تم گناہ کی تاریکی سے اسے نہ بجھانا''۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے حافظے کے خراب ہونے کے بارے میں شکایت کی۔ امام وکیع نے یہی جواب دیا کہ کسی گناہ میں مت مبتلا ہونا۔ حتیٰ الامکان گناہوں سے بچنے کی کوشش کرو کیونکہ نیکی، علم، ذکاء، نور اور روشنی ہے اور گناہ و نافرمانی صرف اور صرف ظلمت کے راستے ہیں۔ اسی معصیت و گناہ کو قرآن مجید میں کہیں ختم اور کہیں طبع اور کہیں اقفال اور کہیں لفظ رآن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گناہوں کے ذریعے سے دلوں پر مہر، قفل اور زنگ لگ جاتا ہے۔ یعنی دل نیکیوں سے خالی ہو جاتا ہے اور گناہ کی تاریکی اس پر مسلط ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دل کے فتنے اور گناہ کے بارے میں یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔

کہ دلوں پر فتنے اس طرح پیش ہوتے ہیں، جیسے ٹوٹے ہوئے بوریے کا ایک تنکا جو دل انہیں قبول کر لیتا ہے۔ دل میں ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے اور جس دل میں یہ فتنے اثر نہیں کرتے اس میں ایک سفید نقطہ ہو جاتا ہے۔ جس کی سفیدی بڑھتے بڑھتے بالکل سفید ہو کر سارے دل کو منور کر دیتی ہے اور پھر اسے کبھی کوئی فتنہ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اس کے برعکس دوسرے دل میں بھی سیاہی کا نقطہ پھیلتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اب وہ اُلٹے کوزے کی طرح ہے۔ نہ اچھی بات اسے اچھی لگتی ہے نہ برائی بری معلوم ہوتی ہے۔ (مسلم)

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے۔ اگر وہ گناہ سے باز آ گیا، توبہ کر لی اور گناہ سے رک گیا تو نقطہ ہٹ جاتا ہے اور اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ گناہ میں بڑھ گیا تو وہ سیاہی

سرکش قوم عاد نے ہود علیہ السلام سے کہا جس عذاب کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اسے لے آؤ۔ چنانچہ ان پر اللہ کی طرف سے اچانک بجلی کی ایک خوفناک گرج پیدا ہوئی اور ہوا نے اس قدر زور کیا کہ پہلے ان کے مکانات و محلات کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا اور وہ بستی برباد ہو گئی

بھی پھیلتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ سارے دل پر چھا جاتی ہے اور یہی وہ رآن ہے۔ جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

''یعنی یقیناً ان کے دل پر ران یعنی زنگ ہے۔ ان کی بد اعمالی کی وجہ سے۔'' (ترمذی، نسائی، ابن جریرؒ)

گناہ کا اثر جس طرح باطنی اعضا پر پڑتا ہے۔ اسی طرح سے گناہ کا اثر ظاہری اعضاء پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ترجمہ: ''اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا۔ نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف اور جو لوگ کافر ہوئے ان کے رفیق ہیں۔ شیطان نکالتے ہیں ان کو روشنی سے اندھیروں کی طرف۔ یہی لوگ ہیں دوزخ میں رہنے والے اور وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔''

گناہوں کی زیادتی دلوں پر غلاف ڈال دیتی ہے۔ اس کے بعد اگر انسان گناہوں سے توبہ نہ کرے تو دلوں پر مہر خداوندی ہو جاتی ہے۔ جسے ختم اور طبع کہا جاتا ہے۔ اب اس دل میں ایمان کے جانے اور کفر کے نکلنے کی کوئی راہ باقی نہیں رہتی۔ اسی مہر کا ذکر سورۃ البقرہ کی آیت ختم اللہ میں ہے۔ یہ مثال ہے ہماری آنکھوں دیکھی چیزوں کی کہ کسی چیز کا منہ بند کر کے اس پر مہر لگا دیں۔ تو جب تک وہ مہر نہ ٹوٹے گی نہ اس میں کچھ جا سکتا ہے۔ نہ اس میں سے کوئی چیز نکل سکتی ہے۔ علامہ ابن قیم **الداء والدواء معروف به الجواب الکافی لمن سال عن دواء الشافی** میں گناہوں کے نقصانات کے سلسلے میں فرماتے ہیں۔

گناہ کے نقصانات بہت ہیں۔ ان میں سے ایک نقصان یہ ہے کہ دل میں تاریکی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح اندھیری رات کی تاریکی ہوتی ہے۔ اسی طرح دل کے لئے گناہ کی تاریکی ایسی ہے کہ جیسے نابینا انسان کے لئے تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہے کیونکہ حدیث کی رو سے نیکی نور اور روشنی ہے اور گناہ ظلمت اور تاریکی ہے۔ جتنی زیادہ یہ تاریکی دل میں ہوگی۔ اتنا ہی زیادہ انسان بدعتوں میں گمراہیوں میں اور مہلک کاموں میں پھنس جائے گا اور اس کی مثال اس اندھے کی طرح ہے جو اندھیری رات میں تنہا چلے اور یہ گناہوں کی تاریکی اس قدر زبردست اور طاقتور ہوتی ہے کہ اس کا اثر آنکھوں میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جب گناہ کی تاریکی پہلے سے زیادہ قوی ہو جاتی ہے یعنی گناہوں کی کثرت کی وجہ سے جب دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے تو یہ سیاہی چہرے پر بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ جس سے چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ جس کو ہر دیکھنے والا دیکھتا ہے۔ یعنی گناہ کی وجہ سے دل پر بھی اثر ہوتا ہے اور چہرے پر بھی بے رونقی پیدا ہو جاتی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نیکی کے اثر سے چہرہ منور اور بارونق ہو جاتا ہے اور دل میں نور اور روشنی جگمگا اٹھتی ہے۔ روزی میں کشادگی ہوتی ہے۔ بدن میں قوت پیدا ہوتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس گناہ کرنے سے بدن میں کمزوری ہو جاتی ہے۔ روزی سے برکت اُٹھ جاتی ہے۔ چہرہ سیاہ اور بے رونق ہو جاتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ دیکھا جائے تو حدیث میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں۔ آج کل کے دور میں بالکل سچ دکھائی دیتی ہیں کیونکہ آج کل ہر مسلمان دوسرے کا دشمن بن گیا ہے۔ یعنی مسلمان آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنے کی بجائے آپس میں دشمن بن گئے ہیں۔ چہروں سے رونقیں ختم ہو گئی ہیں۔ دولت کی فراوانی کے باوجود خرچے پورے نہیں ہوتے۔ رزق سے برکتیں اٹھ گئی ہیں۔ ڈپریشن، جسمانی امراض اور ذہنی امراض عام ہیں۔ ہر کوئی بے سکون ہے۔ یہ سب اللہ

باقی صفحہ نمبر 34

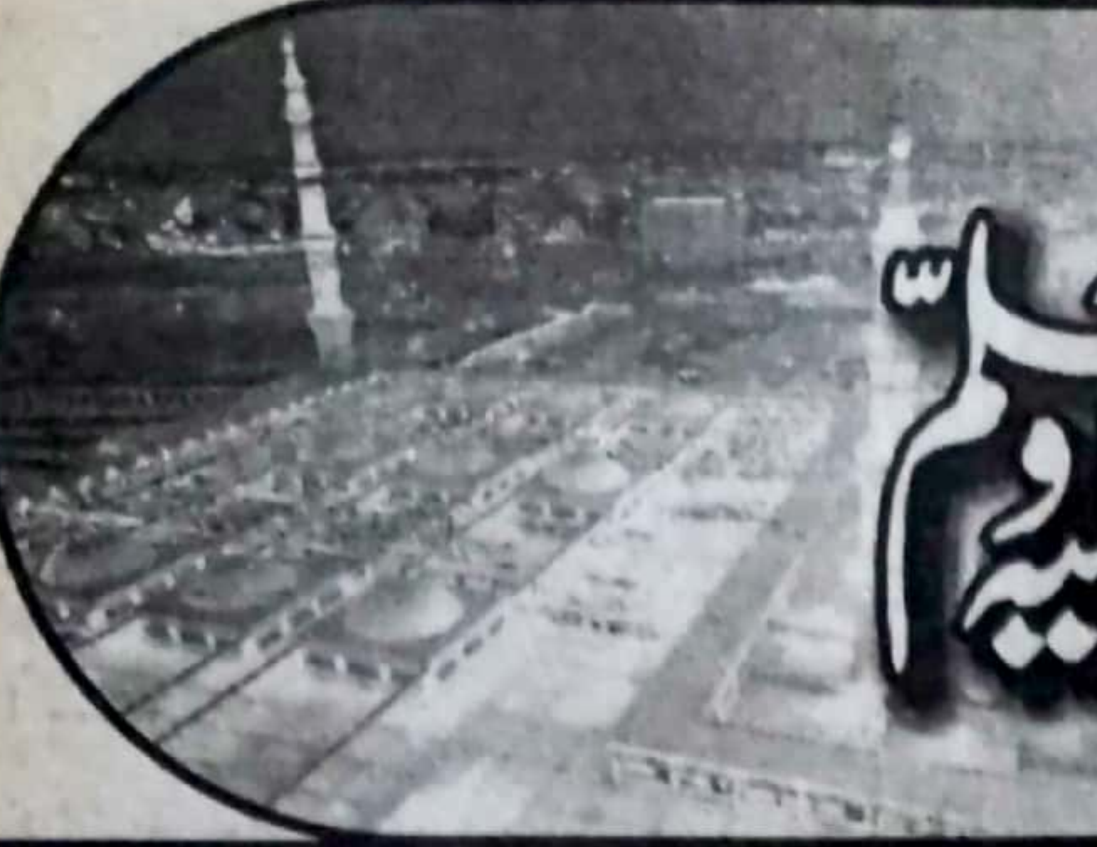

میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ماریہ عبدالرشید

سیدالرسل، خیرالبشر، ختم المرسلین، شفیع المذنبین، رحمت اللعالمین سیدنا محمد ﷺ کی شخصیت و سیرت عظمیٰ ازل سے ابد تک زمان و مکان پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ آپ ﷺ کی اکملیت و جامعیت اور مدحت و رفعت ذکر کا شاہد ہے۔ خالق کائنات نے قرآن مجید میں آپ ﷺ کی سیرت و کردار کی گواہی یوں دی۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ٥

(اے نبی ﷺ) آپ اخلاق کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

''ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا۔'' (الم نشرح۔ آیت 4)

ہمارا ایمان ہے کہ نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ ﷺ جیسی بلند پایہ اور شاندار سیرت کا حامل انسان ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک نہ کوئی پیدا ہوا ہے نہ قیامت تک ہوگا۔

قدیم پیغمبروں اور بانیان مذاہب میں سے کسی کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی زندگیوں کے جو واقعات مشہور ہیں وہ تاریخی شواہد کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ لیکن کسی مورّخ کو اس نظریے سے اختلاف کی جرأت نہیں ہو سکتی کہ کسی شخص کے حالات اور افعال واقوال، اس اہتمام اور تفصیل کے ساتھ محفوظ نہیں کیے گئے جیسے محمد ﷺ کے۔ جرمن مستشرق اسپرنگر جس نے سیرت پر مربوط کتاب لکھی ہے اعتراف کرتا ہے کہ ''کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گزری اور نہ ہی آج موجود ہے۔ جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم فن ایجاد کیا ہو۔ سیرت طیبہ کی تفصیلات کے سلسلے میں یہ امر قابل غور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہر قول اور عمل، خواہ اس کا تعلق نجی زندگی ہی سے کیوں نہ ہو۔ اسی قدر ظاہر و عیاں تھا۔ فرانسیسی مفکر والٹیر نے ٹھیک کہا ہے کہ اپنے نجی خدمت گار کی نظر میں کوئی شخص ہیرو نہیں ہوتا۔

No man is a Hero his valet.

لیکن رسول اللہ ﷺ کی شان اس عالمگیر نظریے سے بلند اور برتر ہے۔ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ آپ ﷺ کے قریبی عزیز، آپ ﷺ کے عزیز ترین دوست اور آپ ﷺ کے غلام ہی آپ ﷺ کے متبعین کی صف اوّل میں نظر آتے ہیں۔ ان ہی سابقون الاولون پر آپ ﷺ کی عظمت و جلالت کا اثر سب سے گہرا دکھائی دیتا ہے۔ اس کا خاص سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ کا معمولی فعل اور قول بھی عظیم اور اہم تھا۔

ایک صحابی عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ جو کچھ آپ ﷺ ارشاد فرماتے لکھ لیا کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کبھی غصے کی کیفیت میں بھی کچھ فرماتے ہیں، تم وہ بھی لکھ لیتے ہو۔ انہوں نے سیدنا محمد ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا اور کہا ''اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق نکلتا ہے'' اس کے علاوہ آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کو اجازت دے دی تھی کہ خلوت میں جو کچھ سنو اور مجھے جو کرتا دیکھو وہ برملا لوگوں کے سامنے کہہ دو۔ اس اخلاقی وثوق اور خود اعتمادی کی مثال آپ کو تاریخ میں کہیں مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

نجی زندگی کے چھوٹے چھوٹے اور معمولی واقعات اکثر مورخ کی نظر میں بہت اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ اس کو زندگی کی تصویر مکمل کرنے میں ان سے مدد ملتی ہے۔ ایسے واقعات جس قدر سیدنا محمد ﷺ کے متعلق محفوظ کیے گئے، تاریخ کے صفحات میں کسی دوسری شخصیت کے متعلق نہیں ملیں گے۔

> **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک ممتاز مسیح عالم ''داور مجاعصِ'' کا یہ تبصرہ امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا انسان وہ ہے۔ جس نے دس برس کے مختصر زمانہ میں ایک نئے مذہب، ایک نئے فلسفے، ایک نئی شریعت اور ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی۔**

اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ﷺ کا ذکر مبارک اتنا بلند کہ کون و مکاں کی ساری رفعتیں اس کے سامنے پست و ہیچ ہیں۔ رحمت اللعالمین ﷺ کے نعت گو صحابی سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا تذکرہ کرنا چاہا تو ان الفاظ میں کیا۔

ترجمہ: سفر ہجرت مدینہ میں جب آپ ﷺ کا گزر مقام قدید میں واقع ام معبد عاتکہ بنت خالد خزاعی کے خیمہ پر ہوا تو وہاں انہوں نے آپ ﷺ کا ذکر اپنے شوہر سے کیا تو یوں گویا ہوئیں ''وہ خوبصورت و روشن چہرے والے اور متناسب ساخت والے تھے۔ نہ پیٹ نکلا ہوا تھا، نہ سر چھوٹا تھا، خوبصورت اور حسین آنکھیں، کشادہ و سیاہ لمبے ابرو، آواز میں لطافت، گردن لمبی، آنکھوں کی پتلیاں بالکل کالی اور ڈیلے نہایت سفید تھے۔ آنکھیں سرگیں تھی۔ بھوئیں لمبی اور باریک مگر ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں۔ بال بالکل سیاہ۔ خاموش رہیں تو پروقار نظر آئیں اور گفتگو کریں تو دل موہ لیں۔ دور سے دیکھنے پر لوگوں میں سب سے نمایاں ملاقات ہو تو سب سے زیادہ دلنشیں محسوس ہوں۔ گفتگو شریں اور واضح، نہ کم سخن، نہ بسیار گو۔ ان کی گفتگو پروئے ہوئے موتیوں کی مانند مربوط و دلکش، میانہ قد جو آنکھوں کو نہ تو چھوٹے پن کی وجہ سے برا معلوم ہو، نہ لمبے ہونے کی وجہ سے بدنما لگے، گویا کہ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ ہے جو خوش کن منظر پیش کرتی ہے اور مرتبے کے لحاظ سے ان میں سب سے اعلیٰ ترین ہیں۔ ان کے ساتھی ان کے گرد دائرہ باندھے ہوئے جب وہ کچھ کہیں تو سب سراپا گوش بن جائیں اور اگر حکم دیں تو تعمیل میں ایک دوسرے پر سبقت پانے کی کوشش کریں۔ سب کا مخدوم اور سب کا مرجع، نہ ترش رو اور نہ ہی تند خو۔'' (زادالمعادج)

ڈاکٹر مائیکل ایچ ہارٹ مشہور امریکی مورخ اور ماہر فلکیات ہے۔ ڈاکٹر مائیکل نے دنیا کی ممتاز شخصیتوں کے مطالعہ کے بعد تاریخ عالم کے ''ایک سو'' ایسے افراد کے حالات زندگی یکجا کیے۔ جنہوں نے تاریخ انسانی پر نمایاں ترین اثرات مرتب کیے۔ مصنف نے باوجود غیر مسلم ہونے کے پیغمبر آخرالزمان سیدنا محمد ﷺ کو اپنی فہرست میں سرفہرست لکھا ہے۔

بساط کہکشاں پر ہے کمند ارتقا تیری
تری راہِ معین سے نہ آگے بڑھ سکے رہرو

ڈاکٹر مائیکل کے مطالعے کے مطابق آپ ﷺ تاریخ انسانی کے سب سے بڑے انسان ہیں۔ جنہوں نے عالم انسان پر بے مثل

انقلابی اثرات مرتب کئے ہیں اور آقائے نامدار ﷺ وہ واحد فرد ہیں کہ جنہوں نے مذہبی سطح پر بھی اور دنیاوی سطح پر بھی اعلیٰ ترین کامیابی حاصل کی۔ ان کی وفات کے صدیوں بعد آج بھی ان کے اثرات غالب اور طاقتور ہیں۔

بیروت (لبنان) کے ایک مسیحی اخبار ''الوطن'' نے 1911ء میں اپنے لاکھوں عرب قارئین کے سامنے یہ سوال پیش کیا تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان کون ہے؟ ان کے ایک ممتاز مسیحی عالم ''داور مجاعص'' کا یہ تبصرہ امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔

دنیا کا سب سے بڑا انسان وہ ہے، جس نے دس برس کے مختصر زمانہ میں ایک نئے مذہب، ایک نئے فلسفہ، ایک نئی شریعت اور ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی۔ جنگ کا قانون بدل دیا اور ایک نئی قوم پیدا کی۔ ایک نئی طویل العمر سلطنت قائم کردی۔ لیکن ان تمام کارناموں کے باوجود وہ امی تھا۔ وہ کون؟

محمد ﷺ بن عبداللہ، قریشی عرب اور اسلام کا پیغمبر! اس پیغمبر نے اپنی عظیم الشان تحریک کی ہر ضرورت کو خود ہی پورا کردیا اور اپنی قوم اور اپنے پیروں کے لئے اور اس سلطنت کے لئے جس کو اس نے قائم کیا۔ ترقی و دوام کے اسباب بھی خود مہیا کردیئے۔

ممتاز مؤرخ اور مستشرق جان ڈیون پورٹ نے 1869ء میں انگریزی زبان میں سیرت پاک پر ایک کتاب بعنوان

''Apology For Muhmmad And Quran''

تصنیف کی۔ جس میں مصنف یوں رقمطراز ہے۔ محمد ﷺ کا مشن نہ تو بے بنیاد تھا اور نہ ہی فریب دہی وجھوٹ و افترا پر مبنی تھا۔ بلکہ اپنے مشن کی تبلیغ و تعلیم کرنے میں انہوں نے کسی لالچ یا دھمکی کا اثر قبول نہ کیا۔ وہ مسلسل سچائی کی تبلیغ کرتے رہے۔ ممتاز ہندو سیرت نگار'' سوامی لکشمی پرشاد'' نے اپنی کتاب ''عرب کا چاند'' میں آپ ﷺ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

دنیا کی جلیل القدر ہستیوں میں جن کے اسمائے گرامی ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کئے جاسکتے ہیں۔ رحمۃ اللعالمین، شفیع المومنین، سید المرسلین، خاتم النبین، سرور کائنات سیدنا محمد ﷺ کو ہر اعتبار سے ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں اور تاریخ قطعی طور پر یہ ثابت کردیتی ہے کہ آپ محمد ﷺ کی ذات جامعیت اور کاملیت کے لحاظ سے مکمل تھی۔ دنیا کے دوسرے مصلحین میں یقیناً بہت سے اوصاف موجود تھے۔ لیکن یہ بات صرف آپ ﷺ کی ذات میں زندگی کے ہر شعبے اور انسانیت کے ہر پہلو کے لئے اعلیٰ ترین نمونہ ملتا ہے۔ آپ نے ایک معمولی سپاہی کی طرح میدان جہاد میں جنگ کی خندقیں کھودیں اور پتھر ڈھوئے۔ جنرل کی حیثیت سے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور حکمران کی حیثیت سے ایک وسیع مفتوحہ علاقے کا نظم ونسق سنبھالا۔ غرض کہ زندگی کے ہر دور سے آپ ﷺ گزرے اور ہر موقع پر مثالی کردار کا نمونہ پیش کیا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی روحانی زندگی کے واقعات بھی ہم کو معلوم ہیں۔ نبوت سے قبل بھی غار حرا میں گوشہ نشین رہ کر عبادت فرماتے تھے۔ بعثت کے بعد بھی فرائض کے علاوہ شب بیداری، نفس کشی اور کثرت سے روزے رکھتے۔ ان سب کو یکجا کر کے غور کیجئے، کس قدر متضاد اوصاف ہیں۔ جو آپ ﷺ کی ذات گرامی میں مجتمع تھے۔ جن لوگوں نے فقر کی زندگی اختیار کی ہے۔ وہ سپاہی اور جنرل کب تھے؟ ان کو نظم حکومت اور جہاں بانی سے کیا تعلق تھا؟ ان کے کارناموں کی فہرست میں فتوحات اور صلح نامے کہاں نظر آتے ہیں؟ یہ آپ ﷺ ہی کی ذات ہے جو ایک طرف تو روحانیت کے لحاظ سے جملہ اولیاء اور انبیاء کے لئے باعث فخر ہے اور دوسری طرف مادی زندگی کے ہر پہلو کا ذاتی تجربہ رکھتی ہے۔ ذاتی اخلاق اور اوصاف کی پاکیزگی اور انسانیت کی اصلاح و ہدایت میں کامیابی کا یہ حیرت انگیز مجموعہ کسی دوسری ایسی شخصیت میں نظر نہیں آئے گا۔ جس نے نسل انسانی کی روحانی قیادت کے ساتھ ساتھ معاشرتی مساوات اور مادی ترقی وخوشحالی کے لئے مؤثر اور انقلابی اقدامات کئے ہوں۔ تاریخ میں ہم کو سیدنا محمد ﷺ کے علاوہ کوئی دوسری شخصیت ایسی نظر نہیں آتی جس نے راتیں جاگ جاگ کر ذکر وعبادت میں گزاری ہوں اور دن میں میدان جنگ میں جان کی بازی لگائی ہو اور آخر میں وسیع پیمانے پر کامیابی حاصل کر کے ایک وسیع علاقے میں نظام حکمرانی قائم کیا اور چلایا ہو اور اقتدار کی ان ذمہ داریوں کے باوجود تخت وتاج پر نہیں فقر وفاقے پر فخر کیا ہو۔ یہی ذات تھی کہ جس کی تعلیم وتربیت نے ایسی جلیل القدر شخصیتیں پیدا کیں کہ ان کے کارناموں نے انسان کی مادی اور روحانی زندگیوں کا نقشہ بدل ڈالا۔ یہ تھی مدینے کی وہ بادشاہی جس کی ذات کی جامعیت اور کاملیت کے لحاظ سے مکمل ہونے کا صرف ہم دعویٰ نہیں کرتے بلکہ بڑے بڑے کافر بھی اس بات کا ثبوت دیتے ہیں اور اپنی زبان سے اقرار کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جنہوں نے دل سے اقرار کرلیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامیابی کا راستہ چن لیا اور بہت سے ایسے ہیں جو قلم سے اور زبان سے اقرار تو کرتے ہیں لیکن صرف اپنی جھوٹی انا کی خاطر حقیقت کو جھٹلاتے ہیں۔ لیکن ان کا غرور، تکبر، سرکشی اور انا ان کے کسی کام نہیں آئے گا۔ صرف اور صرف دنیا و آخرت میں ذلت ورسوائی خرید رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ جس سے بھلائی چاہتا ہے اس کو اس راستے پر چلا دیتا ہے۔ میں یہاں پر چند خوش نصیب لوگوں کا تذکرہ کرنا چاہتی ہوں جنہوں نے سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا اور وہ حق بات کو سمجھ گئے اور اپنے لئے ہدایت اور امن کے راستے کا انتخاب کرنے میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ یہ چند ایسی نومسلم بہنیں ہیں جنہوں نے ان الفاظ میں احساسات اور تاثرات رقم کیے۔ جن کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ان کے قبول اسلام میں سیرت رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے افکار وفرامین کا اچھا خاصا حصہ موجود ہے۔

محترمہ میوس بی جولی (برطانیہ):

''اگرچہ یہ بات ناممکن لگتی تھی، مگر میں یہ تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکی کہ اللہ کی توفیق سے انسانی زندگی میں مکمل انقلاب ایک فرد واحد محمد ﷺ ہی نے برپا کیا تھا۔ جبکہ بیسویں صدی کے تمام تر وسائل کے باوجود آج کی بہترین حکومتیں اس انقلاب کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتیں اور تہذیبی وفکری اصلاح کے لئے اسلام کی مرہون منت ہیں۔ میں یہ سوچ کر اکثر حیرت میں ڈوب جاتی کہ ایک انسان پوری نوع انسانی کو مکمل رہنمائی کیسے دے سکتا ہے؟ لیکن فی الواقع ایسا ہی تھا۔'' (ہم کیوں مسلمان ہوئے؟ ڈاکٹر عبدالغنی فاروق)

محترمہ جے گلکریز (امریکہ):

''قبول اسلام کے حوالے سے مجھے پیغمبر اسلام جناب محمد ﷺ کی بے مثال اور عظیم الشان شخصیت نے بھی بہت متاثر کیا۔ ان کے بارے میں جناب مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی ''یوحنا'' کی انجیل میں یوں نظر آتی ہے'' مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں۔ مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کرسکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔'' (باب 16' آیت 12,13)

یہ پیش گوئی بائبل کے ہر نسخے میں موجود ہے اور باوجود بہت سی تحریفات کے گذشتہ دو ہزار برس سے اسے محو نہیں کیا جاسکا۔ انگریزی میں یہ الفاظ یوں ہیں۔

باقی صفحہ نمبر 44

بائبل میں مسیح علیہ السلام کی محمد ﷺ کے بارے میں پیش گوئی کہ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کرسکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ یہ پیش گوئی بائبل کے ہر نسخے میں موجود ہے اور دو ہزار سالہ کوششوں کے باوجود محو نہیں ہو سکی

انسان آخرت فراموش کیوں...؟

عاتکہ بشیر ملک

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری 'لاریب الہامی' معجزاتی' انقلابی 'نوری' عالمگیر' جامع' بے مثل' مہذب' محفوظ وغیر محرف' بلاکی پر تاثیر' عظیم' حکیم' ذریعہ ہدایت' شفاء' رحمت' برہان' عزیز' بشریٰ' مجید' فرقان جیسی بے شمار خصوصیات پر مبنی کتاب ہے جس کا شاہد خود قرآن مجید ہے۔ یہ مقدس کتاب نبی آخر الزمان سید الانبیاء محمد ﷺ پر اتاری گئی۔ یہ آج بھی اسی طرح موجود و محفوظ ہے جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے اتاری گئی تھی۔ قرآن مجید انسانیت کے لئے تا حیات ہدایت نامہ ہے۔ یہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے ہر روز کروڑوں مسلمان اس قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ یہ شریعت اسلامیہ کا ماخذ اول' اسلامی تعلیمات کا منبع اور دین حنیف کا سر چشمہ ہے قرآن مجید مسلمانوں کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہر پہلو کی رہنمائی اپنے اندر سموئے ہوئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ

اس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔

قرآن نے جہاں ہر دنیاوی معاملات کی تفصیل بیان کی ہے۔ وہیں قرآن مجید اس عارضی دنیا کے فنا ہو جانے یعنی آخرت' قیامت اور موت جیسی تلخ حقیقتوں پر بھی روشنی ڈالے ہوئے ہے جب کوئی روح اس دار فانی سے کوچ کر جاتی ہے تو وہی دن اس کے لئے موت کے ساتھ ساتھ آخرت کا دن ہوتا ہے کیونکہ اس کی دنیاوی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور موت کے بعد والی زندگی شروع ہوتی ہے۔

آخرت کا مفہوم:

لغوی مفہوم: آخرت سے مراد پچھلی اور بعد میں آنے والی چیز ہے۔

اصطلاحی مفہوم۔ اصطلاحی زبان میں آخرت سے مراد پچھلی زندگی یعنی موت کے بعد والی زندگی ہے۔ یہ اللہ رب العزت کی ہی ذات ہے جس نے بڑے بڑے ظالم اور جابر لوگوں کی گردنیں موت سے مروڑ دیں اور اونچے اونچے بادشاہوں کی کمریں موت سے توڑ دیں اور بڑے بڑے خزانوں کے مالکوں کی امیدیں موت سے ختم کر دیں۔ یہ سب لوگ ایسے تھے جو موت و آخرت کے ذکر سے بھی نفرت کرتے تھے لیکن اللہ کا جب وعدہ (موت کا وقت آیا تو ان کو گڑھے میں ڈال دیا اور اونچے محلوں سے زمین کے نیچے پہنچا دیا۔ بجلی اور قمقموں کی روشنی سے نرم بستروں سے قبر کے اندھیرے میں پہنچا دیا۔ غلاموں اور باندیوں سے کھیلنے کی بجائے زمین کے کیڑوں کے حوالے ہو گئے اور اچھے اچھے کھانے اور پینے میں لطف حاصل کرنے کی بجائے خاک میں لوٹنے لگے اور دوستوں کی مجلسوں کی بجائے تنہائی کی وحشت میں گرفتار ہو گئے۔ پس کیا ان لوگوں نے کسی مضبوط قلعہ کے ذریعہ موت سے اپنی حفاظت کر لی۔ اس سے بچنے کے لئے کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کر سکے؟ یقیناً نہیں تو پھر جب انسان

> **اس روز مجرم اس بات کی تمنا کرے گا کہ عذاب سے چھوٹنے کیلئے اپنے نبیوں بیوی و بھائیوں اور خاندان کو جن مین وہ رہتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنے فدیہ میں دیدے**

اس دنیا سے کوچ کرنے کے معاملہ میں قانون الٰہی کا پابند ہے اور وہ اس مشیت ایزدی کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا اور مکمل طور پر بے بس ہے تو پھر آخر وہ فراموشِ آخرت کیوں ہے۔ قرآن مجید جس کی روزانہ تلاوت کی جاتی ہے اس کی آیات پر غور و فکر کیوں نہیں کیا جاتا۔ جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (قمر)

اور تحقیق ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے آسان کر دیا ہے کوئی ہے جو اس کو سمجھے"

قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر اللہ رب العزت نے آخرت و قیامت کے مناظر کی ہولناکیاں بیان کی ہیں۔

سورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ (١) يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ (الحج ۱۔ ۲)

ترجمہ: لوگو اپنے رب سے ڈرو' یقیناً قیامت کا زلزلہ بڑا ہولناک ہوگا۔ جس دن تم اس زلزلہ کو دیکھو گے تو یہ حال ہوگا کہ تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے دودھ پیتے بچے کو دہشت کی وجہ سے بھول جائیں گی اور تمام حاملہ عورتیں اپنا حمل گرا دیں گی اور لوگ نشے کی سی حالت میں دکھائی دیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی بہت سخت ہے۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ (٤٢) مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ (سورۃ ابراہیم ۴۲' ۴۳)

ترجمہ: جو کچھ یہ ظالم لوگ کر رہے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کو (فوری پکڑ نہ کرنے کی وجہ سے) بے خبر ہرگز نہ سمجھو کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے صرف اس دن تک کے لئے مہلت دے رکھی ہے جس دن ہیبت سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور وہ حساب کی جگہ کی طرف سر اٹھائے ہوئے دوڑے جا رہے ہوں گے اور آنکھوں کی ایسی ٹکٹکی بندھے گی کہ آنکھ جھپکے گی نہیں اور ان کے دل بالکل بد حواس ہوں گے۔"

استغفر اللہ! آخر کار انسان اس طرح کی دل دہلا دینے والی اور خوف سے پسینے میں شرابور کرنے والی آیات کو پڑھ کر بھی عذاب الٰہی اور آخرت سے بے خبر کیوں ہے؟ افسوس صد افسوس کہ مسلمان آخرت پہ تو یقین رکھتا ہی ہے لیکن آخرت میں پیش آنے والے عذاب کی تلخیوں کو فراموش کئے ہوئے ہے جبکہ اس دن انسان کے اپنے اعمال کے سواء اس کے ماں باپ' بیٹے' بیوی' بھائی اور خاندان جیسے جان سے بھی عزیز رشتے بھی کچھ کام نہیں آئیں گے اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں

اس طرح بیان کیا ہے کہ

وَلَا يَسْئَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا (المعارج)

ترجمہ: اس دن یعنی قیامت کے دن کوئی دوست کسی دوست کو نہیں پوچھے گا

باوجودیکہ ایک دوسرے کو دکھا دیئے جائیں گے یعنی ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔ اس روز مجرم اس بات کی تمنا کرے گا کہ عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹوں کو، بیوی کو، بھائی کو اور خاندان کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنے فدیہ میں دے دے اور یہ فدیہ دے کر اپنے آپ کو چھڑا لے لیکن ایسا ہرگز نہ ہوگا"

اللہ اکبر روز جزاء وسزا انسان کو یا احکام الٰہی سے غافل کرنے والی تمام اشیاء حتی کہ زندگی میں سب سے محبوب ترین رشتے بھی انسان فدیے میں دینے چاہے گا اور عذاب الٰہی سے چھٹکارا پانا چاہے گا مگر اس روز اس کو کسی بھی طرف سے رہائی نصیب نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ (البروج)

ترجمہ: بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔"

اللہ رب العزت کی پکڑ سے ہمیشہ پناہ مانگنی چاہئے کیونکہ قیامت کا دن ہوگا سورج سوا نیزے پر ہوگا گنہگار آدمی اپنے پسینے میں شرابور ہوگا اور اس کے لئے دائمی جہنم ہوگا اور بے شمار عذاب ہوں گے۔

سورۃ الدخان میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ترجمہ: بیشک دوزخ میں گنہگاروں کے لئے زقوم کا درخت خوراک ہے اور وہ صورت میں کالے تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا جو پیٹ میں ایسا جوش مارے گا جیسے کھولتا ہوا گرم پانی اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس مجرم کو پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ دھکیل دو اور اس کے سر پر تکلیف دینے والا گرم پانی چھوڑ دو (اور دلی اذیت پہنچانے کے لئے کہا جائے گا کہ) لے چکھ لے۔ تو بڑا باعزت و مکرم ہے یعنی تو دنیا میں بڑا عزت والا سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے میرے حکموں پر چلنے میں شرم محسوس کرتا تھا، اب یہ تیری تعظیم ہو رہی ہے اور یہ تمام وہی چیزیں ہیں جس میں تم شک کر کے انکار کر دیتے تھے۔ (الدخان۔ ۴۳۔۵۰)

افسوس آج ہم کس قدر دنیاوی رنگینیوں میں گم ہیں اور اچھے اچھے اور لذیذ کھانوں میں لطف حاصل کر رہے ہیں مگر جہنم میں کھلائی جانے والی خوراک کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں اور دینی احکامات پر عمل کرنے میں ہم ہتک و شرم محسوس کرتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے۔ مگر موجودہ دور میں ہم محض دنیا کے ہی ہو کر رہ گئے ہیں جو کہ نبی کریم ﷺ نے دنیا کی حقیقت واضح طور پر بیان کر دی ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ

ترجمہ اللہ کی قسم دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی دریا میں ڈال کر نکالے پھر دیکھے کہ پانی کی کتنی مقدار انگلی پر لگی ہوئی ہے یعنی جس طرح انگلی پر لگا ہوا پانی دریا کے مقابلہ میں بہت تھوڑا ہے ایسے ہی دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑی ہے۔ (رواہ مسلم)

اسی طرح بخاری شریف کی حدیث میں ملتا ہے کہ

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مربع کی شکل بنائی۔ پھر اس مربع شکل میں ایک دوسری لکیر کھینچی جو اس مربع سے باہر نکل گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس درمیانی لکیر کے اس حصہ کی طرف جو مربع شکل کی لکیروں کے درمیان تھا چھوٹی کئی لکیریں بنائیں (جس کی صورتیں علماء نے مختلف لکھی ہیں)

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ درمیانی لکیر تو آدمی ہے اور جو مربع شکل کی لکیریں اس کو چاروں طرف

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قبر جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔ جنت کا ذکر کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک کوڑے کی جگہ یعنی کم سے کم جگہ بھی دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر اور قیمتی ہے۔ (بخاری)

سے گھیر رہی ہیں وہ اس کی موت ہے کہ آدمی اس سے نکل ہی نہیں سکتا، اور جو لکیر باہر نکل رہی ہے وہ اس کی امیدیں ہیں کہ وہ اس کی زندگی سے بھی آگے ہیں اور یہ چھوٹی لکیریں اس کی بیماریاں اور حادثات ہیں ہر چھوٹی لکیر ایک آفت ہے اگر ایک سے بچ جائے تو دوسری پکڑ لیتی ہے اور اگر اس سے جان چھوٹ جائے تو کوئی دوسری آفت آ پکڑتی ہے"۔ (بخاری)

دراصل انسان کی امیدیں اور خواہشات ہی اس کو آخرت سے غافل کئے ہوئے ہیں اور وہ دنیاوی حسرتوں اور آسائشوں کے پیچھے بھاگتا ہی چلا جا رہا ہے اور زیادہ سے زیادہ دنیاوی مال ومتاع حاصل کرنے کی فکر میں ہے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سیدنا ہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو بہت روتے یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہو جاتی تھی۔ ان سے عرض کیا گیا کہ آپ جنت و دوزخ کے تذکرہ پر نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر اس قدر روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ اگر بندہ اس سے نجات پا گیا تو آگے کی منزلیں اس سے زیادہ آسان ہیں اور اگر اس منزل سے نجات نہ پا سکا تو بعد کی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہیں" (نیز) رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا میں نے کوئی منظر قبر کے منظر سے زیادہ خوفناک نہیں دیکھا۔ (ترمذی)

اسی طرح نبی کریم نے فرمایا

قبر جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا ہے۔ (ترمذی)

جنت کا ذکر کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

جنت میں ایک کوڑے کی جگہ یعنی کم سے کم جگہ بھی دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر اور زیادہ قیمتی ہے۔ (بخاری)

اسی لئے ہمیں دنیاوی مال ومتاع کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی بجائے سب کچھ آخرت کے لئے (جمع) کرنا چاہئے اور جہنم کے عذاب سے پناہ مانگنی چاہئے۔ کیونکہ نبی کریم نے جہنم کی آگ کے بارے میں فرمایا ہے کہ

بعض دوزخیوں کو آگ ان کے ٹخنوں تک پکڑے گی اور بعض کو ان کے گھٹنوں تک پکڑے گی اور بعض کو ان کی کمر تک پکڑے گی اور بعض کو ان کی ہنسلی (گردن کے نیچے کی ہڈی) تک پکڑے گی۔ (مسلم)

اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے مومنوں کو یہ دعا سکھائی کہ

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "دوزخ کی آگ دنیا کی آگ کے مقابلے میں انہتر درجہ بڑھا دی گئی ہے ہر درجہ کی حرارت دنیا کی آگ کی حرارت کے برابر ہے۔ (عن ابی ہریرۃ رواہ بخاری)

دنیاوی محبت کو اپنے اندر سے ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

دنیا مردار ہے اور اس کو چاہنے والے کتے ہیں۔

آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارے دلوں سے اس عارضی دنیا کی محبت کو کم کر دے اور دلوں کو اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت سے بھر دے اور اللہ کے احکامات اور نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کر کے اپنے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ کرنے کی توفیق دے اور جہنم کے دائمی عذاب سے نجات حاصل کرنے کی لگن پیدا کر دے تاکہ ہم دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو سکیں۔ آمین

وماعلینا الاالبلاغ

قرطاس مستورات

ماریہ عبدالرشید

شکرقندی کا حلوہ:

نام اشیاء	مقدار
شکرقندی	آدھا کلو
دودھ	ایک کلو
چینی	حسب ضرورت
پستہ	حسب ضرورت
گری بادام	حسب ضرورت
گھی	حسب ضرورت
چھوٹی الائچی	حسب ذائقہ

ترکیب:

سب سے پہلے شکرقندی کو دھوکر ابال لیں پھر چھلکا اتار کر اچھی طرح اندر سے شکرقندی کے ریشے نما دھاگے نکال دیں۔ اس کے بعد دودھ کو ابال کر الگ رکھ لیں۔ کسی کھلے منہ والی دیگچی یا کڑاہی میں گھی گرم کریں اس کے اندر الائچی بھی ڈال دیں۔ پھر اس میں شکرقندی ڈال لیں، ساتھ ہی تھوڑا سا دودھ ڈال دیں۔ چمچہ مسلسل ہلاتی رہیں اور اس میں دودھ تھوڑا تھوڑا کر کے دو تین مرتبہ ڈال دیں۔ اگر ایک دفعہ ڈالنا چاہیں تو بھی ڈال سکتی ہیں۔ خیال رکھیں کہ گٹھلیاں نہ بنیں۔ جب دودھ خشک ہو جائے اور پھر اس کو بھون لیں تو اس میں چینی اور باقی میوہ جات ڈال کر اتار لیں۔ ڈش میں نکال کر اوپر پستہ اور بادام کاٹ کر چھڑک کر پیش کریں۔

یقطین:

یقطین گول اور لمبے کدو کو کہتے ہیں۔ لفظ یقطین عربی زبان میں بالکل عام ہے۔ کیونکہ لغت میں یقطین ہر اس درخت کو کہتے ہیں جو اپنی ڈنٹھل پر کھڑا نہ ہو۔ جیسے تربوز، ککڑی، کھیرا وغیرہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وانبتنا علیہ شجرۃ من یقطین۔ (صافات-146)

اور ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت بھی اُگا دیا۔ قرآن مجید میں یقطین کا جو ذکر ہے اس سے مراد کدو کی بیل ہے۔ اس کے پھل کو کدو اور لوکی کہتے ہیں اور اس کے درخت کو یقطین کہتے ہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک درزی نے آپ ﷺ کو کھانے پر مدعو کیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی آپ کے ساتھ گیا۔ درزی نے آپ کی خدمت میں جو کی روٹی اور بھونا ہوا کدو اور گوشت کا سالن پیش کیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کھانے کے دوران آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ پیالے کے ارد گرد کدو تلاش کر رہے تھے اور تلاش کر کے کھا رہے تھے۔ اسی روز سے میرے دل میں کدو کی رغبت پیدا ہوگئی۔ ابوطالوت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ وہ کدو کھا رہے تھے اور کہتے تھے کہ اے درخت تو بھی چیز ہے میں تجھے امام الانبیاء ﷺ کے پسند کرنے کی وجہ سے پسند کرتا ہوں۔

غیلانیات میں ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ سے انہوں نے سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ جب تم کوئی ہانڈی پکانے کے لئے تیاری کیا کرو تو اس میں زیادہ مقدار میں کدّو ڈالا کرو۔ اس لئے کہ کدو رنجیدہ دلوں کو مضبوط کرتا ہے۔

کدو سرد تر ہوتا ہے۔ معمولی غذا دیتا ہے۔ یہ معدے سے جلد ہی نیچے کی جانب چلا جاتا ہے اور اگر ہضم ہونے سے پہلے فاسد نہ ہو تو اس سے عمدہ خلط پیدا ہوتی ہے۔ اگر رائی کے ہمراہ اس کو استعمال کریں تو خلط حریف پیدا ہوگی/ ہوگی اور اگر نمک کے ساتھ کھائیں تو نمکین خلط ہوگی اور اگر قابض چیز کے ساتھ کھائیں تو قابض خلط میں تبدیل ہوگا اور اگر بہی کے ساتھ اس کو لگا کر استعمال کیا جائے تو بدن کو عمدہ غذائیت بخشتا ہے۔ کدو لطیف آبی ہوتا ہے۔ مرطوب بلغمی غذا فراہم کرتا ہے۔ بخار زدہ لوگوں کے لئے نافع ہے۔ سرد مزاج لوگوں کے لئے رأس نہیں ہوتا۔ اسی طرح بلغمی مزاج لوگوں کے لئے موزوں نہیں۔ اس کا پانی تشنگی کو دور کرتا ہے۔ اگر اس کو پیا جائے یا اس سے سر دھویا جائے تو گرم سر درد کو ختم کرتا ہے۔ پاخانہ نرم کرتا ہے۔ خواہ کسی طرح بھی اس کو استعمال کیا جائے۔ بخار زدہ لوگوں کے لئے اس جیسی یا اس سے زیادہ زود اثر کوئی دوسری دوا نہیں۔ اگر گوندھے ہوئے آٹے کو اس پر لگا دیں اور چولہے یا تنور میں اس کو بھون کر اس کا پانی نکال کر اس کے پانی کو لطیف مشروب کے ساتھ استعمال کیا جائے تو بخار کی تیزی کو ختم کرتا ہے۔ تشنگی دور کرتا ہے اور عمدہ تغذیہ کرتا ہے۔ اس کو ترنجبین اور بہی کے مربہ کے ساتھ استعمال کریں تو خالص صفراء کا اسہال کرتا ہے۔ اگر کدو کو پکا کر اس کا پانی تھوڑے شہد اور سہاگے کے ساتھ پیا جائے تو صفراء اور بلغم دونوں کو ایک ساتھ خارج کرتا ہے۔ اگر اس کو پیس کر چند بار اس کا ضماد کریں تو دماغ کے ورم حارہ کے لئے مفید ہوتا ہے۔ اگر اس کے چھلکے کو نچوڑ کر اس کا پانی روغن گل کے ساتھ آمیز کریں اور اس کو کان میں ٹپکائیں تو کان کے اورام حارہ کے لئے نافع ہے۔ اس کا چھلکا آنکھ کے گرم ورم کے لئے بھی مفید ہوتا ہے اور گرم نقرس کو بھی ختم کرتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ کدو لطیف ترین اور زود اثر دواؤں میں سے ہے لیکن لوگوں کی کثرت اس کو ناپسند کرتی ہے۔ ان کی ناپسند چیزوں میں سے کدو سرفہرست ہوتا ہے۔ اکثر امیر لوگ کدو کو سستی سبزی سمجھ کر استعمال نہیں کرتے۔

اسلامی معلومات

1- اسلام کے پہلے شہید مرد سیدنا حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ اور پہلی شہید خاتون سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

2- سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق ہونے کے بعد سب سے پہلے سیدنا جبرائیل علیہ السلام اور سیدنا میکائیل نے سجدہ کیا۔

3- خانہ کعبہ کا نقشہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے بنایا۔

4- سیدنا نوح علیہ السلام کی نماز جنازہ فرشتوں نے پڑھائی تھی۔

5- قرآن پاک کے سب سے پہلے حافظ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔

6- قارون کے خزانے کی چابیاں ساٹھ (60) افراد اٹھایا کرتے تھے۔

7- قرآن پاک میں لفظ اللہ 2697 مرتبہ آیا ہے۔

8- قیامت کے دن سب سے پہلے نبی ﷺ کو اور آپ ﷺ کے بعد سیدنا نوح علیہ السلام کو اٹھایا جائے گا۔

9- بارگاہ الٰہی سے مردود ہونے سے پہلے شیطان کا نام عزازیل تھا۔

10- قرآن پاک کی چھ سورتیں پیغمبروں کے نام پر ہیں۔

1- سورۃ یونس 2- سورۃ یوسف 3- سورۃ ہود

4- سورۃ ابراہیم 5- سورۃ نوح 6- سورۃ محمد

مراسلہ: بنت ربانی، الفیصل ٹاؤن

نام کتاب	فتاویٰ برائے خواتین اسلام (مجلد)
ترجمہ وترتیب	محمد اشفاق السلفی
قیمت	عام 600 روپے رعایتی 400
ناشر	دار الکتاب والسنہ پی او بکس 1452 لاہور دار الدعی للنشر والتوزیع الریاض سعودی عرب
ملنے کا پتہ	دار الکتب السلفیہ شیش محل روڈ لاہور

اسلام نے عورت پہ احسان عظیم کرتے ہوئے اسے ظلم وجہالت کی تاریکیوں سے نکال کر دنیا کی عظیم ہستی بنا دیا۔ اسے جاہلیت کی گرد میں لپٹے معاشرے سے اٹھا کر ثریا کی بلندیوں پر پہنچا دیا' اسے عزت دی حق وراثت وملکیت دیا' ماں کے قدموں تلے جنت کو بسا دیا' بہن' بیٹی کی اچھی تربیت کرنے والے کو جنت کی بشارت دی اور بیوی کے حقوق متعین کئے۔ قرآن کی آیات اور فرمودات امام الانبیاء سے خواتین کے حقوق اور ذمہ داریوں کی نشاندہی کی گئی ان سے متعلق احکام وواجبات کو مفصل بیان کیا گیا۔ نبی رحمت ﷺ سے خواتین خود آکر مسائل پوچھتیں اور آپ انہیں جواب دیتے' مسائل کا حل بتاتے جو شریعت کا حصہ بن جاتے' علمائے کرام اور محدثین عظام نے ان حقوق واحکام کی تشریح وتوضیح کا خصوصی اہتمام کیا ان مسائل کو قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی۔

ابتدائے اسلام کی عورت کا اوڑھنا بچھونا اسلام ہوتا تھا۔ وہ خود اسلام کے رنگ میں رنگی ہوتی اور اپنی اولاد کی تربیت بھی اسی نہج پہ کرتی جس سے پوری دنیا میں مجاہدین اسلام کا کفر پہ رعب ودبدبہ ہوتا۔ لیکن آج کی عورت جس نے یہود ونصاریٰ کے بہلاوے میں آکر اپنی شرم وحیاء اور دین کو نیلام کر دیا ہے' اسے ثقافتی پروگراموں کا سمبل بنا دیا گیا ہے۔ کارخانوں اور دفتروں میں شوپیس کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ آج کی عورت اسلام سے بالکل بیگانہ ہے جس کی وجہ سے پوری نسل نو اسلام کو سمجھنے پڑھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے قاصر ہے۔ خواتین اسلام میں دوبارہ قرون اولیٰ کی طیبات وصالحات بیبیوں والا کردار جاگزیں کرنے کے لئے علماء کرام نے خواتین کی تربیت اور آگاہی کے لئے فتاویٰ برائے خواتین اسلام مرتب کیا ہے۔ اس ضخیم کتاب میں خواتین کے تمام مسائل ومعاملات ان کی ہر قسم کی الجھنوں کا شافی جواب ہے۔ اس کتاب میں سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ' علامہ عبدالرحمن ناصر السعدی' فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز' فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین' شیخ عبداللہ اور فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان سے خواتین کے مسائل پر پوچھے گئے فتاویٰ جات کو منتخب کر کے ترتیب دیا گیا ہے۔ فتاویٰ برائے خواتین اسلام کا آغاز طہارت کے مسائل سے ہوتا ہے جو دس ابواب پر محیط ہے۔ اس کے بعد کتاب الصلوٰۃ' کتاب الجنائز' کتاب الزکوٰۃ' صیام' حج' کتاب النکاح' طلاق' لباس' زیب وزینت' اخلاق' عقیدہ' سنن فطرت' رضاعت اور علم وتعلیم سے متعلق تمام امور کے فتاویٰ جات موجود ہیں۔ اتنی اہم کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ مجاہدین کے عالمی اجتماع پر یہ کتاب اسٹالز پہ موجود ہوگی۔ اجتماع میں شریک خواتین اور احباب اپنے گھر کے لئے خریدیں۔ کتاب کا ٹائٹل دیدہ زیب ہے۔ کاغذ بہت عمدہ ہے لیکن قیمت کچھ زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ ہماری نظر میں اس کی قیمت 300 روپے مناسب ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ خرید کر اس سے استفادہ کریں۔

بقیہ: میرے رسول ﷺ

When He the Spirit of Truth is Come, He Will Ghide You Into All Truth.

"یعنی جب روح حق آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔" (ترجمہ اردو بائبل' مطبوعہ لندن)

میں نے اسلام کے مطالعے کے ضمن میں جب سیدنا محمد ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت طیبہ کا جائزہ لیا تو یقین ہو گیا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی کا مصداق صرف اور صرف آپ ﷺ ہیں۔ آپ ۵۷۱ء میں جب دنیا میں تشریف لائے تو اللہ کا دین مسخ ہو کر اپنی حیثیت کھو چکا تھا اور ساری انسانیت گمراہی' بدی اور ظلم کے اندھیروں میں غرق ہو گئی تھی۔ آپ ﷺ نے بے شمار مصنوعی خداؤں کے مقابلے میں الٰہ واحد کا پرچم بلند کیا اور ایک بے رحم مردم کش نظام کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔ مجھے رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہر اعتبار سے مثالی نظر آئی۔ وہ سب کے لئے غیر معمولی رحیم وکریم' حلیم الطبع اور مخلص وشفیق تھے۔ امانت ودیانت اور عدل وانصاف آپ پر ختم تھا۔ آپ کی سیرت اور شخصیت میں تضاد نام کی چیز ڈھونڈے سے نظر نہیں آتی۔ آپ قول وعمل اور ظاہر وباطن میں یکساں دکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کے ان اوصاف حمیدہ سے متاثر ہو کر وہ شخص آپ کے قریب آ گیا جس میں تھوڑی سی بھی حس سلیم موجود تھی۔ اس طرح چند برسوں میں آپ نے بہ توفیق الٰہی وہ انقلاب برپا کیا جس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یقیناً آپ ہی روح حق یعنی Spirit Of Truth تھے اور آپ ہی نے سیدنا مسیح علیہ السلام کے بعد دنیا کو صداقت کاملہ یعنی All Truth کا راستہ دکھایا۔ (ہمیں خدا کیسے ملا۔ ڈاکٹر عبدالغنی فاروق)

محترمہ میری اولیو (برطانیہ):

نبی ﷺ کی رسالت کا اقرار دراصل احسان مندی کے اس گہرے جذبہ کا اظہار ہے۔ جس کے وجود کے بغیر انسانی سماج کا توازن اور اس کی یکجہتی برقرار نہیں رہ سکتی۔ یہ امر واقعہ ہے کہ نبی ﷺ کے ذریعہ سے اسلام کی دعوت دے کر بنی نوع انسان پر اللہ نے جو عظیم ترین احسان کیا ہے' انسان اس سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا اور اقرار رسالت دراصل اسی کا ایک ہلکا سا اعتراف ہے۔ (نومسلم خواتین کی ایمان افروز آپ بیتیاں/ محترمہ نگہت عائشہ)

یہ تھے ان نومسلم بہنوں کے تاثرات جو دین اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہوئیں۔ یہ ہے وہ مقدس حیات جس کو اگر معجزہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا اور یہی وہ زندگی ہے جس کے نقوش لوگوں کے دلوں پر رہتی دنیا تک ثبت ہوتے رہیں گے۔ لیکن رب العزت نے ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا ہے کہ ان کے لئے باغات ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور کچھ ایسے بدنصیب بھی ہوں گے جو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جو اپنی زندگیاں سرکشی میں گزاریں گے۔ ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں سمجھ نہیں دین اسلام کی اور نہ ان کے دلوں پر کوئی بات اثر کرتی ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

خواہش

کچھ کھانے کی خواہش ہو تو غم کو کھاؤ
کچھ لینے کی خواہش ہو تو بزرگوں کی دعائیں لو
کچھ دینے کی خواہش ہو تو اللہ کی راہ میں دو
کچھ بولنے کی خواہش ہو تو اچھی باتیں بولو
جھکنے کی خواہش ہو تو اللہ تعالیٰ کے آگے جھکو
جینے کی خواہش ہو تو اچھے مسلمان بن کر جیو
مرنے کی خواہش ہو تو شہید کی موت مرو
لڑنے کی خواہش ہو تو اللہ کے دین کی خاطر لڑو
جانے کی خواہش ہو تو مقدس مقامات کو جاؤ

ثوبیہ رفیق فیصل آباد

منتخب اشعار

اس کے رستے میں نکل آئے تو پھر سوچنا کیسا
سر قلم ہوتا ہے کہ کٹتے ہیں بازو پہلے
☆☆☆☆☆☆☆
بانٹنے والے مرے ہاتھ کو اوپر رکھنا
پھیل جائے مرے آگے نہ ہتھیلی میری
☆☆☆☆☆☆☆
جھپٹ شکار پہ مثل عقاب رہ رہ کر
لہو میں جوش جنوں میں دام پیدا کر
غرور توڑ دے طاقت کے دعویداروں کا
فنون حرب و شجاعت میں نام پیدا کر

ساجدہ اسلم

"گلدستہ احادیث سے کچھ پھول چنے میں نے"

قسط نمبر 9

بنتِ حاجی اشفاق سرگودھا

حدیث نمبر ۱۴۵:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عِرْقٍ

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل عراق کے لئے ذات عرق (جگہ کا نام) کو میقات مقرر کیا۔

(اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیے۔ اس کی اصل مسلم میں بروایت جابر ہے)

حدیث نمبر ۱۴۶:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَأَهَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَحَلَّ وَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَحِلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ

ترجمہ: سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال نکلے، ہم میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے عمرہ کے لئے تلبیہ کہا اور ہم میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے حج اور عمرہ کے لئے تلبیہ کہا اور ہم میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے حج کیلئے تلبیہ کہا اور رسول اکرم ﷺ نے صرف حج کیلئے لبیک کہا۔ پھر جنہوں نے عمرہ کے لئے لبیک کہا تھا وہ حلال ہوگئے اور جنہوں نے حج کیلئے لبیک کہا یا حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا وہ حلال نہ ہوئے یہاں تک کہ قربانی کا دن ہوا۔ (بخاری ومسلم)

حدیث نمبر ۱۴۷:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهِ حِينَ يُحْرِمُ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ

ترجمہ: عائشہ زوجہ مطہرہ رسول اکرم ﷺ فرماتی ہیں کہ احرام باندھنے سے پہلے میں رسول اکرم کو احرام کے وقت اور احرام کھولنے کے وقت خوشبو لگاتی تھی اس سے پہلے کہ آپ بیت اللہ کا طواف کریں۔ (بخاری ومسلم)

حدیث نمبر ۱۴۸:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفْرِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

ترجمہ: سیدہ عائشہ فرماتی ہیں گویا میں رسول اکرم ﷺ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں حالانکہ آپ احرام باندھے ہوتے ہیں۔ (بخاری)

حدیث نمبر ۱۴۹:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَذَكَرْتُ لَهَا قَوْلَ ابْنِ عُمَرَ مَا أُحِبُّ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا وَأَنْضَحُ طِيبًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَنَا طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَافَ فِي نِسَائِهِ ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا

ترجمہ: محمد بن منتشر فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ سے پوچھا اور ان سے ابن عمر کے اس قول کا ذکر کیا کہ میں اسے گوارا نہیں کر سکتا کہ احرام باندھوں اور خوشبو میرے جسم سے مہک رہی ہو تو سیدہ عائشہ نے فرمایا میں نے خود نبی کریم کو خوشبو لگائی، پھر آپ اپنی تمام ازواج کے پاس گئے اور اس کے بعد احرام باندھا۔ (بخاری)

حدیث نمبر ۱۴۹:

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ الْحِدَأَةُ وَالْغُرَابُ وَالْفَأْرَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ

ترجمہ: سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "پانچ جانور ایسے ہیں جو سب کے سب موذی ہیں اور انہیں حلال اور حرام (سب جگہوں پر مار دیا جائے: بچھو، چیل، کوا، چوہا اور کاٹ کھانے والا کتا۔ (بخاری ومسلم)

حدیث نمبر ۱۵۰:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهَا لَعَلَّكِ أَرَدْتِ الْحَجَّ قَالَتْ وَاللَّهِ لَا أَجِدُنِي إِلَّا وَجِعَةً فَقَالَ لَهَا حُجِّي وَاشْتَرِطِي وَقُولِي اللَّهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي وَكَانَتْ تَحْتَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ

ترجمہ: سیدہ عائشہ نے بیان کیا کہ رسول اکرم ﷺ ضباعہ بنت زبیر (یہ نبی اکرم کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی بیٹی تھیں) کے پاس گئے اور ان سے فرمایا تمہارا ارادہ حج کا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم میں تو اپنے آپ کو بیمار پاتی ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ پھر بھی حج کا احرام باندھ لو۔ البتہ شرط لگا لینا اور یہ کہنا کہ اے اللہ، میں اس وقت حلال ہو جاؤں گی جب تو مجھے (مرض کی وجہ سے) روک لے گا اور (ضباعہ) مقداد بن اسود کے نکاح میں تھیں۔ (بخاری)

حدیث نمبر ۱۵۱:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هَذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ قَالَتْ فَطَافَ الَّذِينَ كَانُوا أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوا ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى وَأَمَّا الَّذِينَ

جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ نے بیان کیا کہ ہم حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے پہلے ہم نے عمرہ کے لئے احرام باندھا لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی ہو تو اسے عمرہ کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھ لینا چاہئے۔ ایسا شخص درمیان میں حلال نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حج اور عمرہ سے ایک ساتھ حلال ہوگا۔ میں بھی مکہ آئی اور اس وقت حائضہ ہو گئی۔ اس لئے نہ بیت اللہ کا طواف کر سکی اور نہ صفا اور مروہ کی سعی۔ میں نے اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ سے شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنا سر کھول ڈال کنگھا کر اور عمرہ چھوڑ کر حج کا احرام باندھ لے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب ہم حج سے فارغ ہوگئے تو رسول اکرم ﷺ نے مجھے میرے بھائی عبدالرحمٰن کے ساتھ تنعیم بھیجا۔ میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا (اور عمرہ ادا کیا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارے اس عمرہ کے بدلے میں ہے (جسے تم نے چھوڑ دیا تھا) سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ جن لوگوں نے (حجۃ الوداع میں) صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے حلال ہوگئے۔ پھر منی سے واپس ہونے پر دوسرا طواف (طواف الزیارہ) کیا لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا۔ انہوں نے صرف ایک ہی طواف کیا یعنی طواف الزیارۃ۔ (بخاری)

حدیث نمبر ۱۵۲:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا كَانَ بِسَرِفَ حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ مَا لَكِ أَنُفِسْتِ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ هٰذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ وَضَحَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم حج کے ارادہ سے نکلے۔ جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو میں حائضہ ہو گئی اور اس رنج میں رونے لگی۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ کیا حائضہ ہو گئی ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں کیلئے لکھ دیا ہے۔ اس لئے تم بھی حج کے افعال پورے کرلو۔ البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔ سیدہ عائشہ نے فرمایا کہ رسول اکرم نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔ (بخاری)

حدیث نمبر ۱۵۳:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَحِلَّ فَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَأَحْلَلْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَحِضْتُ فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ قَالَ وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاذْهَبِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ صَفِيَّةُ مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَهُمْ قَالَ عَقْرَى حَلْقَى أَوَ مَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ قُلْتُ بَلَى قَالَ لَا بَأْسَ انْفِرِي قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا

ترجمہ: سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم حج کے لئے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے ہماری نیت حج کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ جب ہم مکہ پہنچے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ نبی کریم ﷺ کا حکم تھا کہ جو قربانی اپنے ساتھ نہ لایا ہو وہ حلال ہو جائے۔ چنانچہ جن کے پاس قربانی نہ تھی وہ حلال ہو گئے (افعال عمرہ کے بعد) ازواج مطہرات قربانی نہیں لے گئی تھیں۔ اس لئے انہوں نے بھی احرام کھول ڈالا۔ سیدہ عائشہ نے کہا کہ میں حائضہ ہو گئی تھی۔ اس لئے بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی۔ (یعنی عمرہ نہ کر سکی اور حج کرتی چلی گئی) جب محصب کی رات آئی میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ دیگر لوگ تو حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس ہو رہے ہیں اور میں صرف حج کر سکی ہوں۔ آپ نے پوچھا جب ہم مکہ آئے تھے تو تم طواف نہ کر سکی تھیں؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک چلی جا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کر۔ ہم تمہارا فلاں جگہ انتظار کریں گے۔ اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے میں بھی آپ لوگوں کو روکنے کا سبب بن جاؤں گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا نگوڑی، لنگڑی کیا تم نے یوم نحر کا طواف نہیں کیا تھا۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں چل کوچ کر۔ سیدہ عائشہ نے کہا پھر میری ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوئی تو آپ مکہ سے جاتے ہوئے اوپر کے حصہ پر چڑھ رہے تھے اور میں نشیب میں اتر رہی تھی۔ یا یہ کہا کہ میں اوپر چڑھ رہی تھی اور نبی ﷺ اس چڑھاؤ کے بعد اتر رہے تھے۔ (بخاری)

اے حاکمِ پاکستان

ام محسن گجرات

اے حاکم پاکستان مت بن اتنا نادان
یہ کرسی عارضی ہے قانون الٰہی مان
مت روک جہادی دستے بند کر نہ جہاد کے رستے
کچھ فرض اپنا پہچان اے حاکم پاکستان
مدرسے بند کروا نہ مسجدوں کو رکوا
کر دیں کے تقاضے پورے ہو جنت کا سامان
اے حاکم پاکستان
یہ امت پاک نبی، سیل فحاشی میں ڈوبی
کس زور سے چڑھ کر آیا ڈش کیبل کا طوفان
اے حاکم پاکستان
ملا خاک میں اپنا وقار کر کے بش پر اعتبار
اللہ کے دشمنوں کو مت اپنے ساتھی جان
اے حاکم پاکستان
آتی ہیں صدائیں کیوبا کے پنجروں سے
اے طارق، قاسم آ کر ہم پر تو احسان
اے حاکم پاکستان
تیری بش سے محبت نے کیا راکھ افغانستان
بغداد اور کابل کے اُجڑے گلستان
اے حاکم پاکستان
تو بھول گیا انفال اور توبہ کے احکام
یہ تخت دیا کس نے مت بھول اس کا احسان
اے حاکم پاکستان
نہیں برکت مال میں آتی ہے بلکہ اٹھ جاتی ہے
اے حاکم پاکستان نہ بن اتنا نادان

اطلاع برائے مسؤلات شعبہ خواتین جماعۃ الدعوۃ

مرکز طیبہ مریدکے میں خواتین کی سہ روزہ تربیتی نشست 30 ,28,29 ستمبر کو منعقد ہو رہی ہے۔ اسی نشست کے دوران خواتین کی دو ماہی میٹنگ بھی ہوگی۔ تمام مسؤلات اور جماعتی بہنیں شرکت کا اہتمام کریں۔ پابندی وقت کا خصوصی خیال رکھیں۔

آغاز نشست: 28 ستمبر صبح 10 بجے

اختتام: 30 ستمبر بعد از ظہر

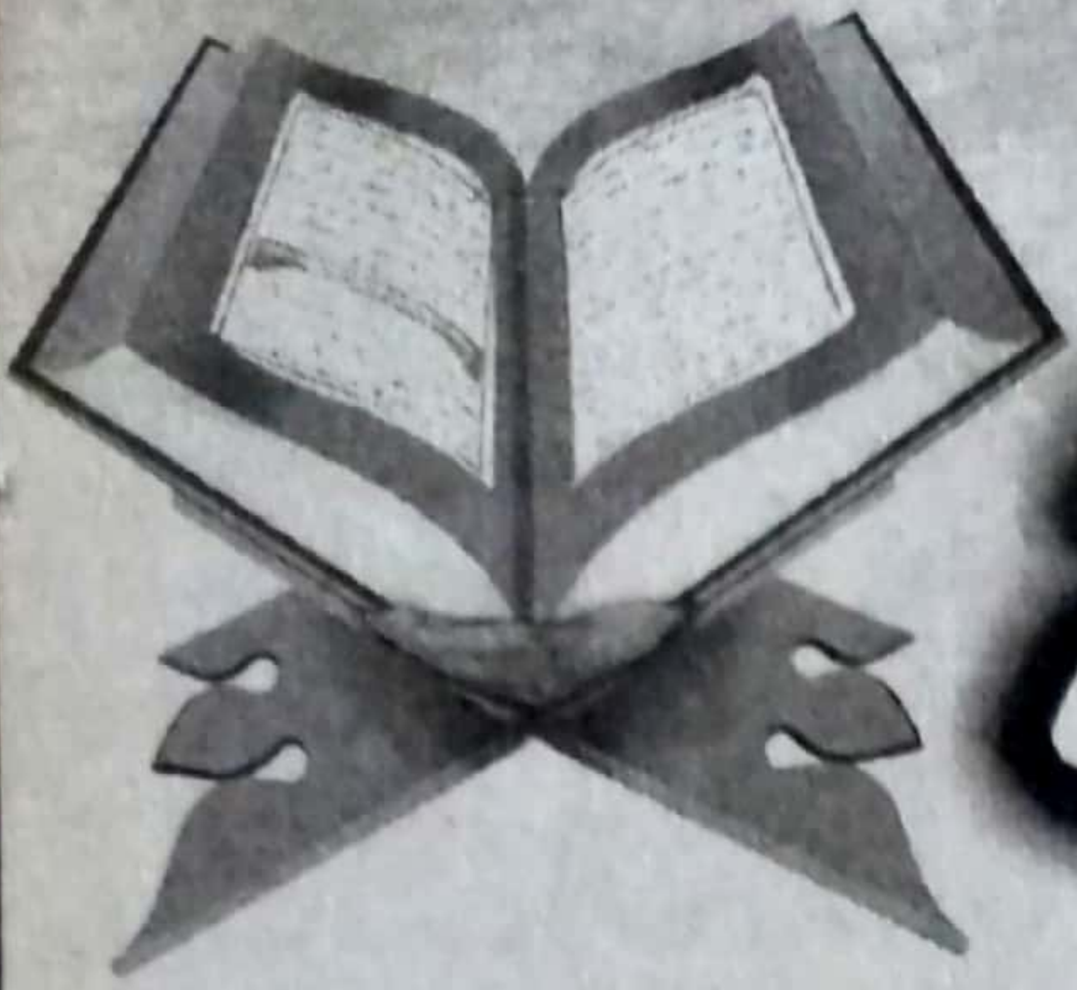

آئیے قرآن سیکھیے

قسط نمبر 7

وجیہا تبسم قصور

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً
فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ
مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ
اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا
وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ(٢٦)الَّذِينَ يَنْقُضُونَ
عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ
أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ هُمُ
الْخَاسِرُونَ (٢٧)كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ
أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ
تُرْجَعُونَ(٢٨)هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ
جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ
سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ(٢٩)

ترجمہ: بے شک اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ مچھریا اس سے بڑھ کر کسی چیز مثلا (مکھی مکڑی وغیرہ) کی مثال بیان فرمائے جو مومن ہیں وہ یقین کرتے ہیں کہ وہ ان کے رب کی طرف سے سچ ہے اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ کی مراد ہی کیا ہے۔ گمراہ کرتا ہے ساتھ اس کے بہت زیادہ کو اور ہدایت دیتا ہے ساتھ اس کے بہت زیادہ کو اور گمراہ بھی کرتا ہے تو نافرمانوں ہی کو۔ جو اللہ کے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز (یعنی رشتہ قرابت) کے جوڑے رکھنے کا حکم اللہ نے دیا ہے اس کو کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں گھاٹا پانے والے۔ تم اللہ سے کیونکر منکر ہو سکتے ہو تم بے جان تھے۔ تو اس نے تم کو زندہ کیا پھر موت دے گا تم کو پھر زندہ کرے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ وہی ذات جس نے پیدا کیا تمہارے لئے زمین میں سب کا سب پھر قرار پکڑا (قصد کیا) طرف آسمانوں کی تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے موقع و محل کی نسبت سے ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں تاکہ قرآن کو سمجھنے میں سہولت پیدا ہو اور شکوک وشبہات کا تدارک ہو۔ چنانچہ قرآن حکیم میں بڑے بڑے جانوروں ہاتھی' شیر' اونٹ وغیرہ کا بھی ذکر ہے اور مکھی' مچھر چیونٹی وغیرہ مخلوق کا بھی لیکن جن طبیعتوں میں ٹیڑھ اور کجی ہوتی ہے جو ہٹ دھرمی اور ضد پر عمل پیرا ہوتے ہیں وہ ہر بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کیسا کلام الٰہی ہے جس میں ایک طرف ہاتھی' اونٹ اور شیر کا تذکرہ تو دوسری طرف مکھی' مچھر وغیرہ کی مثال۔

اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ مچھر یا اس سے بھی گھٹیا شے کی مثال بیان کرے۔ مثال کا مقصد یہی ہے کہ وہ مسئلہ کو زیادہ کھول کر سامنے لے آئے۔ اب یہ مقصد جیسی مثال سے پورا ہو سکے وہی زیادہ مناسب ہو گی۔ ان مثالوں کی جانب مومن و منکر کا رویہ مختلف ہوتا ہے۔ اہل ایمان جو علم و حقیقت' ہدایت و صداقت کے طلبگار ہوتے ہیں۔ جو صحیح بصیرت رکھتے ہیں اور سلیم الطبع ہوتے ہیں۔ ان کا دل پکار اٹھتا ہے کہ یہ باتیں سراسر حکمت اور حقانیت پر مبنی ہیں ایسی مثالوں سے ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ انہیں مزید ہدایت کی روشنی میسر آتی ہے لیکن منکرین حق جو ضلالت و گمراہی کے پرستار ہوتے ہیں جو حق کے متلاشی نہ ہوں وہ ان امثال کا مذاق اڑاتے ہیں' لغو اعتراض کرتے ہیں۔ غلط نتائج اخذ کرتے ہیں۔ اس طرح وہ مزید گمراہی میں پڑ جاتے ہیں۔ مسلسل نافرمانی سے ان کا ضمیر مردہ اور سیاہ ہو جاتا ہے۔ حق و صداقت کی صلاحیت سلب ہو جاتی ہے۔ بالآخر ان کا خاتمہ خالص کفر پر ہوتا ہے۔ یہی لوگ فاسق ہیں۔ یعنی اللہ کے باغی اور رسول کے نافرمان۔ بعض کہتے ہیں فاسقین سے مراد منافق اور بعضوں کے نزدیک کافر مراد ہیں جو پہچانتے ہیں اور انکار کرتے ہیں۔

آیت میں لفظ فما فوقھا کا تو مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ان چھوٹی بڑی چیزوں کے پیدا کرنے سے شرماتا نہیں اور نہ رکتا ہے۔ اسی طرح انہیں مثال کے طور پر بیان کرنے سے اسے کوئی عار نہیں ایک جگہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے لوگو ایک مثال بیان کی جاتی ہے کان لگا کر سنو جنہیں اللہ کے سوا پکارتے ہو اور وہ سارے کے سارے جمع ہو جائیں تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ مکھی اگر ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو یہ اس سے واپس نہیں لے سکتے۔ عابد اور معبود دونوں ہی کمزور ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو مددگار بناتے ہیں مکڑی کے جالے جیسی ہے جس کا گھر تمام گھروں سے زیادہ بودا اور کمزور ہے اور ایک جگہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال پاک درخت سے دی جس کی جڑ مضبوط ہو اور جس کی شاخیں آسمان میں ہوں جو اللہ کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا ہو ان مثالوں کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے غور و تدبیر کے لئے بیان فرماتے ہے اور ناپاک کلام کی مثال ناپاک درخت جیسی ہے جو زمین کے اوپر اوپر ہی ہو اور جڑیں مضبوط نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو مضبوط بات کے ساتھ دنیا آخرت میں برقرار رکھتا ہے اور ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔ اللہ جو چاہے کرے۔

یہی ظالم و فاسق جن کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہے وہی اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں۔ اس کے فرمان کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھلاتے ہیں اور یہ سب اوصاف کفار کے ہیں۔ مومنوں کے اوصاف تو اس کے برخلاف ہوتے ہیں۔ جیسے سورہ رعد میں بیان ہے کہ افمن یعلم کیا پس وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تجھ پر اترا وہ حق ہے اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھا ہو؟ نصیحت تو صرف عقلمند حاصل کرتے ہیں جو اللہ

کے وعدوں کو پورا کرتے ہیں اور میثاق توڑتے نہیں اور اللہ تعالی نے جن رشتوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں جوڑتے ہیں۔ اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور انجام کی برائی سے کانپتے رہتے ہیں۔ آگے چل کر فرمایا جو لوگ اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیں اور جس چیز کو ملانے کا اللہ کا حکم ہو وہ اسے نہ ملائیں اور زمین میں فساد پھیلائیں ان کے لئے لعنتیں اور برا گھر ہے۔ بعض کہتے ہیں توڑنے والے اہل کتاب کے کفار اور ان کے منافق ہیں اور عہد وہ ہے جو ان سے تورات میں لیا گیا تھا کہ وہ اس کی تمام باتوں پر عمل کریں اور محمد ﷺ کی اتباع کریں اور اس عہد کو توڑ دینا یہ ہے کہ انہوں نے آپ کی نبوت اور اطاعت کا انکار کر دیا باوجود علم کے اور باوجود عہد کے اسے چھپایا اور دنیاوی مصلحتوں کی بنا پر اس کے خلاف کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد کوئی خاص جماعت نہیں بلکہ شرک و کفر و نفاق والے سب کے سب مراد ہیں' عہد سے مراد اپنی توحید کا اور اپنے نبی کی نبوت کا اقرار کرانا ہے جس پر کھلی ہوئی نشانیاں اور بڑے بڑے معجزے موجود ہیں اور اس کا توڑ دینا توحید و سنت سے منہ موڑنا اور انکار کرنا ہے۔ یہ قول اچھا ہے۔ یعنی عہد سے مراد اللہ تعالی کی توحید ماننے کا اقرار ہے۔ جو فطرت انسان میں داخل ہونے کے علاوہ روز میثاق میں بھی منوایا گیا ہے فرمایا گیا تھا کہ الست بربکم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے جواب دیا تھا۔ کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے۔ پھر جو کتابیں دی گئیں ان میں بھی اقرار کرایا گیا جیسے فرمایا اوفو بعهدي میرے عہد کو نبھاؤ میں بھی اپنے وعدے پورے کروں گا۔ بعض کہتے ہیں مراد وہ عہد ہے جو روحوں میں کیا گیا تھا جب انہیں سیدنا آدم ؑ کی پیٹھ سے نکالا جیسے اللہ تعالی فرماتا ہے۔ اذا اخذ ربك جب تیرے رب نے اولاد آدم سے وعدہ لیا کہ میں تمہارا رب ہوں اور ان سب نے اقرار کیا اور اس کو توڑنا اس کا چھوڑنا ہے۔

سدی فرماتے ہیں۔ قرآن کے احکام کو پڑھنا' جاننا' سچ کہنا پھر نہ ماننا بھی عہد کو توڑنا تھا۔ اللہ تعالی نے جن کاموں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے ان سے مراد صلہ رحمی کرنا' قرابت کے حقوق ادا کرنا وغیرہ جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ

قریب ہے کہ تم اگر لوٹو تو زمین میں فساد کرو اور رشتے ناطے توڑ دو۔

خسرون سے مراد آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ جیسے فرمان باری تعالی ہے۔

أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ

انہی لوگوں کے لئے لعنت اور برا گھر ہے۔

ابن عباس کا فرمان ہے کہ اہل اسلام کے سوا دوسروں کو جہاں قرآن نے خاسر کہا ہے وہاں مراد کافر ہیں اور اہل اسلام کے لئے جہاں یہ لفظ آیا ہے وہاں مراد گنہگار ہے۔ خاسرون جمع ہے خاسر کی چونکہ ان لوگوں نے نفسانی خواہشوں اور دنیوی لذتوں میں پڑ کر رحمت الہی سے دوری کر لی اس لئے انہیں نقصان یافتہ کہا گیا ہے۔ جیسے وہ شخص جسے اپنی تجارت میں گھاٹا آئے اسی طرح یہ کافر و منافق ہیں کہ رحمت و کرم کی بہت ہی حاجت ہو گی یعنی قیامت والے دن اس دن رحمت الہی سے یہ محروم رہ جائیں گے کیف تکفرون باللہ تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو۔ یعنی اس بات کا ثبوت دیتے ہوئے کہ اللہ تعالی موجود ہے وہ قدرتوں والا ہے وہی پیدا کرنا والا ہے۔ اختیار والا ہے اس آیت میں فرمایا تم اللہ تعالی کے وجود کا کیسے انکار کر سکتے ہو یا اس کے ساتھ دوسرے کو کیسے پوج سکتے ہو جبکہ تم کو عدم سے وجود میں لانے والا ایک وہی ہے جیسے اور جگہ فرمایا کہ یہ بغیر کسی چیز کے پیدا کیے گئے؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انہوں نے زمین و آسمان بھی پیدا کیا ہے ہر گز نہیں بلکہ یہ بے یقین لوگ ہیں اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا

یقیناً انسان پر وہ زمانہ بھی آیا ہے جس وقت یہ قابل ذکر چیز ہی نہ تھا۔

کنتم امواتا مطلب یہ ہے کہ تم تمام اپنے باپوں کی پیٹھ میں مردہ تھے یعنی کچھ بھی نہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مار ڈالے گا یعنی موت ایک روز ضرور آئے گی پھر وہ تمہیں قبروں سے اٹھائے گا پس ایک حالت مردہ پن کی دنیا میں آنے سے پہلے پھر دوسری دنیا میں مرنے کی اور قبروں کی طرف جانے کی پھر روز قیامت میں اٹھ کھڑے ہونے کی دو زندگیاں اور دو موتیں۔

هو الذي خلق لكم ...... کیا تم اس اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ جس نے زمین کو صرف دو دن میں پیدا کیا تم اس کے لئے شریک ٹھہراتے ہو جو رب العالمین ہے۔ جس نے زمین میں مضبوط پہاڑ اوپر سے گاڑ دیئے ہیں جس نے اس زمین میں برکتیں اور روزیاں رکھیں اور چار دن میں زمین کی سب چیزیں درست کر دیں جس میں دریافت کرنے والوں کی تشفی ہے۔ پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہو کر جو دھوئیں کی شکل میں تھے کہ اے زمینو اور آسمانو خوشی یا ناخوشی سے آؤ۔ تو دونوں نے کہا باری تعالی ہم تو خوشی خوشی حاضر ہیں۔ دو دن میں ان سات آسمانوں کو پورا کر دیا۔ اور ہر آسمان میں اس کا کام بانٹ دیا اور دنیا کے آسمان کو ستاروں کے ساتھ مزین کر دیا اور انہیں شیطانوں سے بچاؤ بنایا۔ یہ ہے اندازہ اس اللہ کا جو بہت بڑا غالب اور بہت بڑے علم والا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے زمین پیدا کی پھر ساتوں آسمانوں کو بنایا اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہر عمارت کا یہی مادہ ہے کہ پہلے نیچے کا حصہ بنایا جائے پھر اوپر کا۔

تفسیر ابن جریر میں ہے سیدنا عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ اتوار سے مخلوق کی پیدائش شروع ہوئی۔ دو دن میں زمینیں پیدا دو دن میں ان کی تمام چیزیں پیدا کیں۔ اور دو دن میں آسمانوں کو پیدا کیا۔ جمعہ کے دن آخری وقت ان کی پیدائش ختم ہوئی اور اسی وقت سیدنا آدم ؑ کو پیدا کیا اور اسی وقت میں قیامت قائم ہو گی۔

ابن عباس ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالی کا عرش پانی پر تھا اور کسی چیز کو پیدا نہیں کیا تھا۔ جب اور مخلوق کو رچانا چاہا تو پانی سے دھواں بلند کیا وہ اونچا چڑھا اور اس سے آسمان بنائے پھر پانی خشک ہو گیا اور اس کی زمین بنائی پھر اس کو الگ الگ کر کے سات زمینیں بنائیں۔ اتوار اور پیر کے دو دن میں یہ ساتوں زمینیں بن گئیں۔ زمین مچھلی پر ہے مچھلی وہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ مچھلی پانی میں ہے اور پانی صفاۃ پر ہے اور صفاۃ فرشتے پر اور فرشتہ پتھر پر اور یہ پتھر وہ ہے جس کا ذکر لقمان نے کیا ہے۔ یہ پتھر پر ہے مچھلی کے ہلنے سے زمین کانپنے لگی تو اللہ تعالی نے پہاڑوں کو گاڑ دیا اور وہ ٹھہر گئی یہی معنی ہیں اللہ تعالی کے فرمان

وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ

زمین نہ ہلے اسی لئے ہم نے اس میں پہاڑ جما دیئے ہیں۔

پہاڑ زمین کی پیداوار اور درخت وغیرہ زمین کو کل چیزیں منگل اور بدھ کے دو دنوں میں پیدا کیں اسی کا بیان قل انکم لتکفرون والی آیت میں ہے۔ پھر آسمان بنایا پھر اس میں سے سات آسمان بنائے جمعرات اور جمعہ کے دو دنوں میں جمعہ کے دن کو اسی لئے جمعہ کہا جاتا ہے کہ اس میں زمین و آسمان کی پیدائش جمع ہو گی۔ ہر آسمان میں اس نے فرشتوں کو پیدا کیا اور ان چیزوں کو جن کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں۔ آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ زینت دی اور انہیں شیطان سے حفاظت کا سبب بنایا۔ ان تمام چیزوں کو پیدا کر کے اللہ نے عرش عظیم پر قرار پکڑا یعنی چھ دن میں آسمانوں اور زمین کو پیدا کر کے پھر عرش پر مستوی ہو گیا (تفسیر سدی) یہ موقوف قول جس میں کئی قسم کا احتمال ہے بظاہر ایسی بات میں صحت نامہ نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم

صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا ابن عباس سے جب یہ سوال ہوا تو آپ نے جواب دیا کہ زمین پیدا تو آسمانوں سے پہلے کی گئی لیکن بعد میں پھیلائی گئی ہے۔

(آدم کی تخلیق کیسے ہوئی اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

بنت عبدالرؤف

باپردہ لوگوں کی بے پردگیاں.....

فیشن ایبل پردہ کرنے والوں کے لیے خصوصی تحریر

آج یہود ونصاریٰ کے تقلیدی دور میں فحاشی وعریانی سرعام ہے اور احکام الٰہی پسِ پشت ہیں۔ احکام الٰہی سے روگردانی کا سبب محض دنیاداری اپنانا ہے۔ دنیوی طور طریقے اپنانے کے اسباب...... ڈش اور یہود ونصاریٰ کی تقلید...... پیش پیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تخلیق کی تو ساتھ ان کی تہذیب وتمدن کے اصول بھی وضع کر دیئے جیسے ایک کاریگر مشین بناتا ہے اور ساتھ اس کا Menu بھی تیار کرتا ہے۔ اگر کاریگر کے تیار کردہ Menu کے مطابق مشین نہ چلائی جائے تو مشین دوسرے دن خراب ہوجاتی ہے۔ سو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے ان کا Menu قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر پردہ فرض کیا ہے مگر شیطان ہاتھ دھو کر ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے۔ ہمارے دل ودماغ میں شیطان نے یہ بات ''کہ پردہ تو دل کا ہونا چاہئے'' ڈال کر ہمیں احکام الٰہی سے میلوں دور کر رکھا ہے۔ ہم میں سے اکثر بہنیں تو پردہ کرتی ہی نہیں اور جو کرتی ہیں وہ شرعی تقاضوں کے عین مطابق نہیں ہوتا۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین سے کسی نے سوال کیا کہ شرعی پردہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا شرعی پردہ سے مراد...... ان تمام اعضاء کا ڈھانپنا ہے جنہیں غیر محرموں سے چھپانا عورت پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تیار کردہ Menu ہمیں محرم اور غیر محرم کی پہچان واضح کروا رہا ہے۔

وقل للمومنت یغضضن من ابصار ھن ...... ایہ المومنون لعلکم تفلحونo

''اے پیغمبر ﷺ مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو اس سے ظاہر ہوجائے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں اور اپنی زینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خاوندوں کے باپوں کے (سسر) یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے (خاوند کی پچھلی اولاد) یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کی پردہ والی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ پوشیدہ زینت معلوم ہوجائے۔ اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔'' (سورۃ نور۔ آیت نمبر 31)

اس مذکورہ آیت میں بتلائے گئے مردوں کے علاوہ تمام مرد غیر محرم ہیں۔ مثلاً خالہ زاد کزن، چچازاد، پھوپھو، ماموں زاد کزن وغیرہ۔

ذرا غور کیجئے کیا ہم اللہ کے حکم کے مطابق پردہ کرتی ہیں۔

ہمارا پردہ ایسا ہے کہ برقعہ کے چاک اتنے بڑے ہیں کہ کپڑوں کی زینت دکھائی دے رہی ہے یا برقعہ آدھی پنڈلی تک جس کے نیچے سے شلوار ٹخنوں کو بھی نہیں ڈھانک رہی

ہمارا پردہ (ہاف چادر، برقعوں پر زیبائش وآرائش اتنی کہ وہ برائی کو دعوت دے رہی ہے) ایسا ہے...... یا پھر برقعہ کے چاک اتنے بڑے ہیں کہ کپڑوں کی زینت دکھائی دے رہی ہے...... یا برقعہ آدھی پنڈلی تک جس کے نیچے سے شلوار بھی اونچی ہے اور ٹخنوں کو نہیں ڈھانپ رہی...... یا برقعہ کے بازو اتنے چھوٹے ہیں کہ ہاتھ نہیں چھپ رہے ...... یا برقعہ اتنا فٹ ہے کہ جسم کے خدوخال واضح ہورہے ہیں...... یا برقعہ اتنا باریک کہ ساتر ہونے کا تقاضہ پورا نہیں کررہا...... یا برقعہ کے اوپر والا رومال اتنا دیدہ زیب ہے کہ دیکھنے والے غور کرنے پر مجبور ہوجائیں...... یا برقعہ پہن کر خوشبو اتنی رچائی ہوئی ہے کہ خوشبو سونگھنے سے ساتھ والا اس سوچ پر مجبور ہوجائے کہ جس نے اتنی اچھی خوشبو لگائی ہے...... یا جس کی خوشبو کی پسند کا معیار اتنا حسین ہے وہ خود کتنی حسین وجمیل ہوگی۔ ہمارے ہاں اکثر اس بات کا بڑا دھیان رکھا جاتا ہے کہ باہر نکلتے وقت...... کپڑا خوب سے خوب تر ہو۔ جوتا بہترین اور مہنگا ہو...... کپڑے ذرا فٹنگ والے ہوں' پرفیوم فلاں فلاں ہو...... اس کی مہک بہترین ہو جبکہ گھر میں بہترین زیبائش وآرائش کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ گندے برے بھلے کپڑے پہنے جاتے ہیں کہ گھر میں تو کوئی بات نہیں مگر ایسی سوچ رکھنے یا ایسا رویہ رکھنے سے پہلے یہ سوچ لیں کہ مذکورہ آیت میں ان لوگوں کے سامنے زینت اختیار کرنے کو کہا گیا ہے جو گھر میں رہنے والے ہیں...... محرم ہیں۔

ہمارے ایسے پردہ کو شریعت پردہ نہیں کہتی۔ پردہ وہی ہے جو شریعت کے تقاضوں کو پورا کر رہا ہو۔ ایسے پردہ کو ہمارا Menu کیا بتلاتا ہے؟

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ واقمن الصلوٰۃ واتین الزکاۃ واطعن اللہ ورسولہ (سورۃ احزاب۔ آیت 33)

ہماری شریعت ایسے پردہ کو پہلی جاہلیت کی ایک قسم بتلا رہی ہے۔ نعوذ باللہ ہم پہلی جاہلیت کو نہیں اپنانا چاہتیں۔ ہمارے پاس کتاب اللہ ہے تو ہم پہلی جاہلیت کی مصداق کیوں ٹھہریں گی۔ ان شاء اللہ۔ مذکورہ آیت میں شرعی مطالبہ یہ ہے کہ ہم عورتیں گھروں میں ٹکی رہیں۔ جاہلیت اولیٰ جیسا بناؤ سنگھار کر کے گھر سے نہ نکلیں۔ نماز قائم کرتی رہیں اور زکوٰۃ ادا کرتی رہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتی رہیں۔ ہم سب محمدی دین کی پابند ہیں لہٰذا اللہ کے احکام کو بجالانا ہم سب پر فرض ہے۔ ساتھ ہی ہماری شریعت گھر سے نکلنے کی صورت بھی بتلاتی ہے۔

یاایھا النبی قل لازواجک وبنتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن۔ (سورۃ احزاب۔ آیت نمبر 59)

''کہ جب ہم گھر سے نکلیں تو جلباب ڈال کر نکلیں۔ جلباب کی تشریح امام ابن حزم بتاتے ہیں کہ عربوں کی وہ زبان جس میں نبی ﷺ گفتگو کیا کرتے تھے۔ اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جو تمام بدن کو ڈھانپ لے۔ (یعنی سر سے لے کر پاؤں تک جو کپڑا لٹکایا ہو) اس کے علاوہ کپڑے کو جلباب نہیں کہتے ہیں۔''

ترجمان القرآن میں ابن عباس اس آیت کی تشریح یوں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ اپنے گھروں سے کسی کام کے تحت نکلیں تو سر کے اوپر سے اپنی چادر لٹکا کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا کریں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔

الحدیث:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہنمیوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ ایک قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی۔ مٹک مٹک کر اور اپنے کندھوں اور کولہوں کو ہلا ہلا کر چلنے والی ہوں گی۔ ان کے سر اونٹ کی کوہان کے مانند ہوں گے۔ وہ جنت میں نہ تو داخل ہوں گی اور نہ بختی ان کی خوشبو پا سکیں گی۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے وہ اللہ کے بندوں کو ماریں گے۔" (رواہ صحیح مسلم)

دلوں کے پردہ کے متعلق جو ہمارا خیال ہے۔ اس کی عکاسی دیکھیں قرآن مجید کیسے کر رہا ہے؟

آیت حجاب:

واذا سالتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب ذلکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن۔ (سورۃ احزاب۔ آیت 53)

"جب تم نے عورتوں سے کچھ پوچھنا ہے تو پردہ میں پوچھا کرو یہ تمہارے اور عورتوں کے دلوں کی کامل پاکیزگی ہے۔"

یہاں اللہ تعالیٰ نے پردہ کو دلوں کی مکمل پاکیزگی قرار دیا ہے نہ کہ بے پردہ کر کے دلوں کی صفائی کو پاکیزگی کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے برائی سے بچنے کے لئے کچھ کام حرام کیے ہیں۔ پردہ کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ ہمارا دلی پردہ نہیں یا ہمارے بالمقابل آنے والا باحیا نہیں ہے۔ یہ شریعت نے برائی کے لازم ہونے کا ایک علاج کیا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ جب ہم گھر سے کسی دوسری جگہ جاتے ہیں تو گھر کے تمام کمرے اور مین گیٹ بھی لاک کر کے جاتے ہیں۔ ہمارے لاک کرنے کا مقصد یہ تو نہیں ہوتا کہ ہم ہمسائے یا اردگرد کے ماحول کو چور تصور کر رہے ہوتے ہیں۔ ہمارا مقصود یہ ہوتا ہے کہ کہیں ڈاکو یا چور نہ آ جائیں۔ یہ ہمارا طریقہ برائی سے بچنے کے لئے ہوتا ہے تو اسی طرح جسمانی پردہ بھی ایسا ہی ہے۔

شرعی پردے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم جب گھر سے نکلیں تو جلباب یعنی لمبی اوڑھنی لے کر نکلیں ہمارے برقعے یا چادریں زیبائش و آرائش سے کوسوں دور ہوں۔ ہاتھ پاؤں، چہرہ ڈھکا ہوا ہونا چاہئے اور ہمارا پردہ مکمل ہمارا ساتر ہو تاکہ اللہ ہم سے خوش ہو جائیں۔ خوشبو گھر میں لگائیں۔

رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا ایک جزو جہنمیوں کی ایک قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی، مٹک مٹک کر اور اپنے کندھوں اور کولہوں کو ہلا ہلا کر چلنے والی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کی کوہان کے مانند ہوں گے وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکیں گی۔ (صحیح مسلم)

ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر آنکھ زناکار ہے اور بے شک جو عورت خوشبو لگا کر مجلس کے پاس سے گزرے وہ (ایسی ویسی ہے یعنی) زانیہ ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

نعوذ باللہ۔ اللہ ہمیں اس حدیث کے مصداق ہونے سے بچائے۔ آمین

بقیہ عبادت کیا ہے؟

کہتا پھرے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ جس کی تلافی دربار الٰہی میں ناممکن ہے۔

اسی طرح 5 وقت کی نماز پڑھنے والا شخص اللہ کو بہت محبوب ہے۔ سجدہ اللہ کے ہاں بہت پسندیدہ عمل ہے۔ لیکن اگر نمازی شخص نماز کو تاخیر سے ادا کرے یا دکھاوے کے لئے نماز پڑھے یا بوجھ سمجھ کر جلدی جلدی گلے سے اتارنے کی کوشش کرے تو ایسے نمازیوں کو اللہ تعالیٰ جہنم کی وعید سناتا ہے۔

روزے کی طرف دیکھیں کہ جس کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ فرشتوں کی بجائے بذات خود دینا پسند کرتے ہیں۔ اگر روزہ دار شخص روزہ رکھ کر جھوٹ، غیبت، چغلی، فراڈ، چوری چکاری اور فحاشی سے پرہیز نہیں کرتا تو اس کا سارا دن بھوکا پیاسا رہنا بے سود ہو جاتا ہے۔

حج ادا کرنا بھی فریضۂ عبادت میں شامل ہے۔ جو زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "حج کرنے کے بعد حاجی گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہو۔ لیکن حج کرنے کے بعد باقی عبادات میں کوتاہی حج کا ثواب بھی ضائع کر دیتی ہے۔"

جہاد بھی ایک اسلامی فریضہ ہے۔ اپنے دین کی حفاظت کے لئے جان و مال کی قربانی مسلمانوں پر فرض ہے۔ دوران جہاد جام شہادت نوش کرنے والے کو اسلام ایک شہید کا نام دے کر حیات جاوداں سے سرخرو کرتا ہے۔ لیکن افسوس اپنی قیمتی جان کا نذرانہ پیش کرنے والا مجاہد اپنی نیت کا رخ ریاکاری، شہرت اور عزت کی طرف موڑ دے تو اس کی یہ قربانی ضائع ہو جاتی ہے۔

چند آیات قرآنی عبادت کے بارے میں:

درج ذیل چند قرآنی آیات عبادت کرنے کا نقشہ یوں پیش کرتی ہیں۔

1- یایھا الناس اعبدو ربکم الذی خلقکم

"اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔"

2- سورۃ البقرہ کی آیت 177 میں ارشاد ربانی ہے "یہی بھلائی نہیں کہ تم اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف موڑو بلکہ بھلائی کا کام تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ، قیامت، فرشتوں، کتابوں اور انبیاء پر ایمان لائے اور اس (اللہ) کی محبت کی خاطر اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں اور غلاموں کو دے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور اپنے وعدوں کو پورا کریں اور جو مصیبت، تکلیف اور جنگ میں صبر کرنے والے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے (اللہ کے ساتھ کیے ہوئے وعدوں) کو سچ کر دکھایا اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

3- ایک اور جگہ فرمایا: واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ وانھا لکبیرۃ الاعلی الخشعین ٥

"اور نماز اور صبر کے ساتھ اللہ کی مدد طلب کرو بے شک یہ دونوں کام ماسوائے عاجزی کرنے والوں کے سب پر بھاری ہیں۔"

4- سورۃ النساء میں فرمایا: یایھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ٥ (آل عمران-200)

"اے ایمان والو! صبر کرو، ایک دوسرے کے حوصلے قائم کرو اور (مورچوں پر) جمے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو سکو۔"

5- سورۃ العصر میں فرمایا: "قسم ہے زمانے کی۔ بے شک انسان نقصان میں ہے مگر وہ لوگ نہیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور ایک دوسرے کو حق بات کی اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔"

معزز قارئین کرام! غور کیجئے اللہ تعالیٰ نے ہم پر عبادت کا مفہوم کس قدر کھول کر بیان کیا ہے۔ ہم میں سے اکثر لوگ ایسے ہیں جو احکامات الٰہی کے بعض حصوں پر تو عمل کرتے ہیں اور بعض کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ادخلوا فی السلم کافۃ" "اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔" لہٰذا ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے اوپر تمام احکامات کو لاگو کریں۔ جن کا ہم سے اسلام مطالبہ کرتا ہے اور حتی المقدور نیکیاں بڑھانے کی سعی کرتے رہیں۔ عبادت کا اصل حق بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح انداز سے عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وما علینا الا البلاغ

قسط نمبر1

جادو، جنات اور توہمات اصل حقیقت

ام عبد منیب

جادو اور جنات کی حقیقت اور اس کا توڑ کیا ہے؟ اس پر بہت مفید' جامع اور مؤثر کتب موجود ہیں۔ مثلاً جنات اور شیاطین کی دنیا..... جادوگروں کا قلع قمع کرنے والی تلوار...... جادو اور جنات' علاج اور حقیقت' از حکیم ہدایت اللہ سلیمانی

آج کل جادو کی وبا عام ہے اور اکثر خواتین اس کی شکایت کرتی رہتی ہیں۔ راقمہ نے مندرجہ بالا کتب ہی سے استفادہ کر کے یہ مختصر سی تحریر ترتیب دی ہے۔ اللہ کرے اس سے اکثریت کا بھلا ہو جائے اور خود مرتبہ کے لئے بھی صدقہ جاریہ بنے۔ اس کتابچے میں اس حقیقت کو ذہنوں میں بٹھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اگر ایمان مضبوط ہو' شریعت کی پابندی حتی الامکان ہر شعبہ زندگی میں ملحوظ ہو تو پھر آسیب اور جادو وغیرہ کا اثر ہوتا ہی نہیں اور اگر ہو بھی تو خفیف سا نیز یہ کہ سفلی علوم ایسے شخص کا کوئی بڑا نقصان نہیں کر سکتے۔

جادو ایک ضرر رساں علم:

جادو ایک علم ہے۔ جسے قدیم زمانے سے انسان سیکھتا چلا آ رہا ہے۔ اس کا مقصد کسی کو نقصان پہنچانا ہوتا ہے۔ مثلاً بیماری میں مبتلا کرنا' رشتہ داروں میں پھوٹ ڈلوانا' مالی حالات کمزور کرنا وغیرہ ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس کا واضح ثبوت ہے۔

ویتعلمون مایضر هم ولا ینفعهم (سورہ البقرہ)

''اور وہ ایسی چیز سیکھتے ہیں جو ان کو نقصان دے اور نفع نہ دے۔''

کوئی لاکھ یہ دعویٰ کرے کہ اس نے جادو لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے سیکھا ہے وہ اپنے دعوٰی میں مندرجہ بالا فرمان کی روشنی میں جھوٹا ہے۔

جادو اثر کرتا ہے:

اس کا ثبوت یہ ہے کہ خود نبی اکرم ﷺ پر بھی جادو کیا گیا اور آپ ﷺ نے اس کے خفیف سے اثرات کو محسوس بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے بروقت بتا دیا اور اس کے اثرات کو زائل کرنے کا طریقہ بھی بتایا۔ جادو کا اثر بھی تب ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وماهم بضارین من احدا لا باذن الله۔ (البقرہ)

''وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

جادو کے اثرات کیسے:

جادو کا ایک اثر تو یہ ہے کہ یہ تخیل اور نگاہ پر قبضہ کر لیتا ہے۔ چنانچہ عامل لوگ جو کچھ دکھانا چاہیں وہ دکھا دیتے ہیں یا جو کام اس سے کروانا چاہیں کروا لیتے ہیں یا جو بات اس سے کہلوانا چاہیں کہلوا لیتے ہیں۔ جن جادوگروں سے موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ ہوا تھا انہوں نے لوگوں کی نظروں پر قبضہ کر کے رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپ کی صورت دکھایا تھا۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے یوں ذکر کیا ہے۔

فاذا حبالهم وعصیهم یخیل الیه من سحر هم انها تسعیٰ. (طه)

''یکا یک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں' ان کے جادو کے زور سے موسیٰ' کو دوڑتی ہوئی محسوس ہونی لگیں۔''

میاں بیوی میں جدائی ڈالنا جادو کا ایک اہم اثر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

و یتعلمون منهما ما یفرقون به بین المرء وزوجه (البقرہ)

''یہ لوگ ان سے ایسی باتیں سیکھتے ہیں جن سے مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیں۔''

جادو سیکھنے اور سکھانے والا کافر:

اس کی دلیل قرآن حکیم کا یہ فرمان ہے۔

وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر . (البقرہ)

''سلیمان علیہ السلام نے کفر (جادو سیکھنا) کبھی نہیں کیا بلکہ کفر وہ شیطان لوگ کرتے تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔'' نیز فرمایا

وما انزل علی الملكین ببابل هاروت وما روت وما یعلمن من احد حتیٰ یقولا انما نحن فتنة فلا تكفر ۔(البقرہ)

''(نیز یہودی ان کے پیچھے لگ گئے) جو بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر اتاری گئی تھی۔ یہ فرشتے کسی کو کچھ نہ سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو تمہارے لئے آزمائش ہیں سو تو کافر نہ بن۔'

جادو سیکھنے والا آخرت میں محروم رہے گا:

اللہ تعالیٰ نے جادو سیکھنے والوں کے بارے میں فرمایا۔

ولقد علموا لمن اشتراہ ماله فی الآخرة من خلاق (البقرہ۔102)

''اور وہ یہ بات بھی جانتے تھے کہ جو ایسی چیز کا خریدار بنا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔''

جادو سیکھنے والا فلاح نہیں پاتا:

اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلیل کے طور پر ہے۔

ولا یفلح الساحر حیث اتی

عاملوں کے پاس جانے والے:

جو لوگ جادو اور غیب دانی کا دعویٰ کرنے والوں کے پاس جاتے ہیں' ان کے بارے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''جو شخص عراف (نجومی اور کاہن) کے پاس آئے اور اس سے کچھ پوچھے تو اس کی چالیس دنوں کی نماز قبول نہیں ہوگی۔'' (صحیح مسلم' مسند احمد)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص عراف اور کاہن کے پاس جائے اور اس کی کہی ہوئی باتوں کو سچ سمجھے اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت سے کفر کیا۔ (مسند احمد)

کاہن' نجومی' رمال' فال گیر' سنیاسی' جوگی' ملنگ' عامل' روحانی بابا' کالے علم کی کاٹ کے ماہر' دست شناس وغیرہ سب جادو سے متعلق مختلف علوم کے ماہرین کے نام ہیں۔

اور مندرجہ بالا دونوں حدیثوں میں ان سب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس کی تشریح تفسیر ثقہ علمائے دین نے کی ہے۔ (دیکھئے کتاب التوحید از محمد بن عبد الوہاب)

> آج مختلف کالے پیلے علم کے عاملوں کے اخبارات میں لاکھوں روپے کے اشتہارات اور چلتے ہوئے کاروبار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جاہل اکثریت ان کے ہاں حاضری دیتی ہے اور عملیات کراتی ہے...... اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے

گذشتہ آیات اور احادیث یہ واضح کرتی ہیں کہ جادو اور اس کی قبیل کے دوسرے تمام علوم سیکھنا' سکھانا اور ایسے لوگوں کے پاس جانا سب ہی کفر کی ذیل میں لے جانے والے کام ہیں۔ ایک سچا مسلمان اتنی سخت وعید کے بعد ان کے قریب پھٹکنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اسلام میں حرام امور کو جاری رکھنے میں کسی نہ کسی طرح معاون بننے والے تمام لوگ ہی اس پر کی گئی وعید میں شامل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب سے متعلق مندرجہ بالا 10 آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے۔

1- شراب کشید کرنے والا (یعنی مزدور)

2- شراب کشید کروانے والا (یعنی سرمایہ کار)

3- شراب پینے والا

4- شراب اٹھانے والا (یعنی مزدور)

5- شراب وصول کرنے والا (یعنی تاجر)

6- شراب پلانے والا (یعنی ساقی)

7- شراب فروخت کرنے والا (چاہے مالک فروخت کرے' چاہے ملازم)

8- شراب کی قیمت کھانے والا (خواہ مالک کھائے یا ملازم)

قرآن کے مطابق یہودیوں نے دین سیکھنے کی بجائے جادو اور عیاری' دھوکہ فریب سیکھ لئے تو یہ لوگ دنیا وآخرت میں خسارہ پانے والے اور کافر ہیں۔ ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے

9- شراب خریدنے والا (چاہے اپنے لئے خریدے' چاہے دوسرے کے لئے)

10- جس کے لئے شراب خریدی جائے۔

(سنن ترمذی' بحوالہ لعنت اور رحمت)

جادو اور اس سے متعلق امور:

آئندہ کیا ہوگا؟ ماضی میں کیا ہو چکا ہے؟ جن آسیب اور جادو کا توڑ کرنا' قسمت بتانا' بیماری کا علاج کرنا' شادی' کاروبار' ولادت وحمل' دو آدمیوں کے درمیان محبت یا نفرت پیدا کرنا' ان امور کے لئے بغیر کسی آلے یا ظاہری معروف محسوس ذریعے کے مندرجہ ذیل قسم کے یا ان سے ملتے جلتے جتنے بھی ذرائع اختیار کیے جاتے ہیں سب جادو ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً

☆ کسی کتاب یا لفظوں' یا حروف' جانوروں' پرندوں' چابیوں' سکوں' کوڈیوں' منکوں' دھاگوں وغیرہ کے ذریعے فال نکالنا۔

☆ ستاروں کی چال سے اندازہ لگانا۔

☆ مختلف نقش کھینچنا۔

☆ اعداد کے ذریعے حساب لگانا۔

☆ کسی کی قمیض' چادر یا اس کا غسل کیا ہوا پانی سونگھ کر اندازہ لگانا۔

☆ فرشتوں' نبیوں' ولیوں یا کسی اور مخلوق کے ناموں کو استعمال کرنا۔

☆ کسی سوئی' کھوپڑی' گوشت' بال' کپڑے' پیالی' پلیٹ' لوٹے' آئینے وغیرہ کے ذریعے عمل کرنا۔

☆ کوئی جنتر منتر یا مہمل الفاظ پڑھنا۔

☆ کنوؤں' کھنڈوں' دریاؤں' جنگلوں' قبرستانوں' قبروں میں چلّے کاٹنا۔

☆ چپ کا روزہ رکھ کر...... مسلسل ایک ٹانگ پر کھڑا رہ کر...... حبسِ دم (سانس روکنے کی مشق کرنا)' مہینوں غسل نہ کرنا۔

☆ کسی سورت' کسی آیت' کسی لفظ' کسی اسم کا کسی خاص تعداد میں ورد کر کے روحانیت حاصل کرنا۔

☆ زندہ یا مردہ لوگوں کی روحیں اپنے تئیں حاضر کرنا۔

☆ جنات قابو کرنا۔

☆ رنگوں اور روشنیوں میں توجہ مرکوز کرنا۔

☆ مختلف پتھروں اور ہیروں کے اثرات کو انسانی زندگی میں مؤثر سمجھنا۔

☆ عمل تنویم کرنا۔

☆ الٹی آیات' الٹے اسمائے حسنیٰ' الٹی بسم اللہ پڑھنا۔

☆ تلاوت قرآن حکیم...... یا سورتوں کی تلاوت کا جو طریقہ سنت سے ثابت نہیں ہو اختیار کرنا۔ مثلاً سورہ یاسین کو مبینوں کے ساتھ پڑھنا' سورہ فاتحہ کی ہر اگلی آیت پر رک کر پھر پچھلی آیت کو ساتھ ملا کر پڑھنا' مخصوص تعداد میں پڑھنا' اندھیرے' روشنی' وضو یا بغیر وضو' دن کے تعین یا کسی شخص کے ساتھ یا کسی رنگ' روشنی' کپڑے' بال وغیرہ پر توجہ مرکوز کر کے پڑھنا۔

جادو اور آسیب:

کسی کو کوئی بیماری ہو' یا داشت کمزور ہو جائے' مالی حالات ساز گار نہ ہوں' اوپر تلے اموات ہو جائیں' پڑھنے میں دل نہ لگے' امتحان میں کامیابی نہ ہو' ساس بہو' نند بھابھی' بہن بھائی' اولاد اور والدین یا میاں بیوی میں کوئی جھگڑا ہو' پڑوس کے ساتھ جھگڑا ہو کوئی مقدمہ ہو' جائیداد کا جھگڑا ہو' کہیں رشتہ طے نہ ہو پائے' اولاد نہ ہو' یا پیدا ہونے کے بعد زندہ نہ رہے' صرف بیٹیاں پیدا ہوئی ہوں' چوری ہو جائے' کوئی نقصان ہو جائے' کسی کام میں دل نہ لگے' جانور مر جائیں' کہیں آگ بھڑک اٹھے' فصل اچھی پیدا نہ ہو' بچے اللّو تللّو میں رقم برباد کر دیں۔ نماز پڑھنے یا تلاوت کرنے میں دل نہ لگے' طبیعت اکتاہٹ کا شکار رہے۔ غرض کوئی بھی ذہنی' جسمانی' یا مالی تکلیف ہو' ان سب کا سبب اکثر لوگوں سے یہی سنا کہ ہم پر کسی نے کچھ کر دیا ہے۔ بعض تو بڑے وثوق سے دشمن کا نام اور اس کی مشکوک حرکات بھی بتا دیتے ہیں۔ پھر اس کے اثرات میں کچھ ان دیکھے عوامل بھی آ ٹپکتے ہیں مثلاً گھروں میں گوشت گرنا' خون یا پانی کے چھینٹے گرنا' پتھروں یا چھلکوں یا کسی اور چیز کی بوچھاڑ ہونا' کپڑوں یا سر کے بالوں کا کٹ جانا' مختلف ڈراؤنی شکلیں نظر آنا' سائے حرکت کرتے نظر آنا' مختلف قسم کی عجیب وغریب آوازوں کا آنا' کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دینا' بے ہوش ہو جانا' جسم پر یا اس کے کسی حصے پر دباؤ محسوس کرنا۔ وغیرہ

ان تمام عوامل میں سے اگر کسی ایک کا ہلکا سا بھی شائبہ محسوس ہو تو اس یقین کو تقویت دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے کہ واقعی کسی نے کچھ کیا ہوا ہے۔

جہاں تک ان شکایات کا تعلق ہے ان میں یقیناً صداقت ہے لیکن اکثر وہم کی کارستانی بھی ہوتی ہے۔ دور حاضر میں کچھ شریر اہل خانہ' رشتہ دار' پڑوسی' دوست وغیرہ صرف مزا لینے اور تماشہ دیکھنے کے لئے خون اور پانی کے چھینٹے پھینکنے' آگ بھڑکانے والے کیمیکل چھڑکنے اور بال کاٹنے' چیزیں ادھر ادھر کر دینے مختلف آوازیں

توکل قناعت' صبر وشکر' راضی بالرضا' زہد' تحمل کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے قرآن حکیم اور اس کی تفسیر اور احادیث کے متعلقہ حصوں کا بار بار مطالعہ کرے اور علماء سے دینی علم سیکھے

بذریعہ ٹیپ یا کسی اور ذریعے سے سنا کر خوف زدہ کرنے' گاڑی وغیرہ میں اچانک کوئی خرابی پیدا کر دینے اور اس قسم کی کئی اور حرکات کرتے ہیں۔ یہ کوئی خیالی بات نہیں' غور کیجئے! جس ملک میں اپریل فول منانے' کالجوں میں فول بنانے' مسخرہ پن کرنے' مذاق مذاق میں بیویاں اڑا لے جانے' شادیوں پر دولہا دلہن سے سنگین قسم کے مذاق کرنے' عام معاملات میں فریب اور جھوٹ کا عام رواج ہو' جہاں میڈیا' کارٹونوں اور خیالی کرداروں کے ذریعے فکشن کے نام پر بے عملی اور خیالی دنیا میں پہنچانے کا کام کر رہا ہو' جہاں دوسروں کو تکلیف دے کر' ہنسا کر' غلط بیانی کر کے' سرپرائز دینے کا عام رواج ہو' جہاں جوکر' مداری' سرکس میں کرتب دکھانے والے عام ہوں' جہاں سند باد' ونڈر لینڈ بچوں کو دکھایا جا رہا ہو' جہاں پارکوں میں بھوت بنگلہ جیسے خوفناک اور حیرت انگیز حصے ہوں' وہاں یہ سب ممکن ہی نہیں بلکہ حقیقتاً ہو رہا ہے۔ دوسروں کو اذیت میں دیکھ کر لطف اٹھانا ایک اہم نفسیاتی بیماری ہے اور اس بیماری کا شکار دور حاضر کا پورا معاشرہ

ہو چکا ہے۔

دوسری حقیقت یہ بھی ہے کہ بعض عورتیں' بچے اور مرد اپنے کرتوتوں اور خامیوں کو چھپانے کے لئے اس قسم کی آسیبی باتوں کا اس انداز سے اظہار کرتے ہیں۔ بے ہوش ہونے' رقم کے چوری ہو جانے یا بلڈ پریشر میں مبتلا ہونے کی ایسی با کمال اداکاری کرتے ہیں کہ سننے دیکھنے والے واقعی ان کے ہمدرد بن جاتے ہیں۔ یہ آج کل عام ہے کہ فلاں نے جادو یا آسیب کے زیر اثر بیوی کو پیٹ ڈالا' جادو کے زیر اثر کسی عورت کے اسیر ہو گئے' فلاں جگہ جانے سے پاؤں سن ہو گئے' کمرہ امتحان میں پہنچ کر آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا' کسی غیر مرئی طاقت نے کسی کام کے کرنے سے روک لیا۔ وغیرہ

بعض نفسیاتی مریض اپنے گھر والوں یا دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے اس قسم کی وہمی باتوں میں دلچسپی لیتے اور ان کو حقیقت کے طور پر مانتے اور منواتے ہیں۔ ان سب کا تعلق جادو یا آسیب سے ہے یا نہیں یہ تو ایک الگ بحث ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ شیطان کا مقصد انسان کو صراط مستقیم سے ہٹانا ہے اور وہ جہاں' جس طرح' جو داؤ چلے اسے آزماتا ہے۔

اور سنیاسی باواؤں کے ہاں حاضر ہوتے ہیں۔ وہ لوگ انہیں مزید توہمات کا شکار کر کے پھانس لیتے ہیں۔ طرفہ تماشا یہ کہ سوئیاں چبھی ہوئی کھوپڑیاں' بال' کچھ بوسیدہ ہڈیاں' گھروں میں دبے ہوئے تعویذ اور باقاعدہ جادو کرنے والوں کی شبیہ تک کسی آئینے یا آنکھ میں اتار کر دکھادی جاتی ہے۔ اکثر جادو ٹونا کرنے والے مریض کے اپنے ہی قریبی رشتہ دار' پڑوسی یا دوست کا نام یا شبیہ سامنے آتی ہے۔ اکثر معمول کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ وار تو بڑا کارگر تھا لیکن آپ وقت پر پہنچ گئے ہم سر توڑ کوشش کریں گے کہ جادو کے تباہ کن اثرات کو ختم کر کے آپ کو موت' بیماری اور نحوست سے نجات دلا سکیں اور پھر اس سر توڑ کوشش میں مریض سے بہت بڑی رقم اینٹھ لی جاتی ہے۔

آج سڑکوں' فٹ پاتھوں اور بڑے بڑے دفاتر میں بیٹھے ہوئے مختلف بابوں' بزرگوں' سنیاسیوں' پیروں' عاملوں اور کالے علم کے ماہرین کی بہتات اور ان کا چلتا ہوا روزگار یہ ثابت کرتا ہے کہ اکثریت ان کے ہاں حاضری دیتی اور عملیات کرتی اور کرواتی ہے' ورنہ یہ مایوس ہو کر کب کا یہ پیشہ ترک کر چکے ہوتے۔ ان میں کچھ سفلی عملیات کرتے ہیں' جس کے بعد ان کا دعویٰ ہوتا ہے کہ اب وہ

عورتیں' عورت نما مرد' سڑکوں' بازاروں' کلبوں' پارکوں' کالجوں' دفاتر اور دکانوں پر کفار کی بنی سنوری خواتین کا سیلاب' دکانوں' گاڑیوں' بسوں' رکشوں' پر شرکیہ کلمات' غیر ملکی ثقافت سے دوستی' عورت اور مرد کی عریاں تصاویر اور لایعنی یا لچر قسم کے شعر اور جملے وغیرہ۔

واحد علاج کتاب وسنت پر عمل:

دشمن جتنا طاقتور ہو اس کے مقابلے کے لئے اتنے بڑے پیمانے پر مقابلے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک مسلمان کی اصل طاقت ایمان ہے۔ کتاب وسنت پر عمل اس کا اسلحہ ہے۔ ہم اپنا محاسبہ کریں تو پتہ چلے گا کہ آج یہ دونوں چیزیں ہمارے پاس برائے نام ہیں یا سرے سے ہیں ہی نہیں۔

غور کیجئے! ان خرافات وسمیات کے ہوتے ہوئے شیطان ہم پر سوار ہو گا یا نہیں؟ معلوم ہوا کہ اصل بیماری جادو نہیں جہالت ہے۔ کتاب وسنت سے لاعلمی اور دوری ہے۔ جن لوگوں کو یہ شکایت ہے کہ ان پر جادو کیا گیا ہے وہ مندرجہ ذیل باتوں پر سچے دل سے تاحیات عمل کرنے کا تہیہ کر لیں اور کچھ مدت بعد اس کے اثرات

حسد کے زیر اثر تخریبی اعمال' کافروں کی مشابہت' فریب' جھوٹ' بے حیائی' دوسروں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولنا' دین کا مذاق اڑانا' بدعت وشرکیہ اعمال شیطان کو سہولت فراہم کرتے ہیں اور دوسروں کو اذیت دے کر خود لطف اٹھانا ایک اہم نفسیاتی بیماری ہے جو کہ اب عام ہو چکی ہے

☆ کسی کو اس وہم میں مبتلا کرتا ہے کہ تم پر آسیب ہے۔

☆ کسی کو اکساتا ہے کہ تم شرارت کر کے دوسروں کو خوف زدہ کرو۔

☆ کسی کو اکساتا ہے کہ "جرم کرو" اور کسی نے کچھ کیا ہوا ہے کی آڑ لے کر خود معصوم بھی بنے رہو۔

☆ کسی کو کھلم کھلا گناہ کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

☆ کسی کو لہو ولعب میں غرق کرتا ہے۔

☆ کسی پر واقعی جادو کروا دیتا ہے۔ یوں جادو کرنے والا اور کروانے والا' تینوں اس گناہ کی زد میں آجاتے ہیں۔

شیطان ہمارا ایسا دشمن ہے جو ہمیں نظر بھی نہیں آتا اور ہر وقت ہمارے اندر موجود ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے۔ بے شک شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ (بخاری' مسلم)

مروجہ علاج:

وہم ہو یا حقیقت' دونوں صورتوں میں لوگ کالا علم جاننے والے' جادو کے توڑ کا دعویٰ کرنے والے' بیماری ہے یا جادو اس انکشاف کا دعویٰ کرنے والے مختلف عاملوں' نجومیوں' پیروں' بزرگوں سفلی عمل کا توڑ کرنے کے ماہر ہو گئے ہیں۔ اہل علم نے ان کے اس طرح کے احوال اور ان کی حقیقت پر خوب روشنی ڈالی ہے۔

بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ کوئی غیر مسنون عمل نہیں کرتے وہ تو صرف قرآنی آیات اور اسمائے حسنیٰ کے ذریعے علاج کرتے ہیں اور پھر وہ مریض جو خود کو شرک سے بچانا چاہتے ہیں ان کے طریق علاج کے اسیر ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ علاج بھی اکثر سنت کے مطابق نہیں ہوتا' البتہ عوام میں سے اکثریت اس کی طرف رجوع کرتی اور واقعی قرآنی علاج یا مسنون علاج سمجھتی ہے۔

جادو کے عام ہونے کی وجوہات:

جادو کہیں' جن یا آسیب' یا کسی کی روح کسی پر وارد یا جنات نظر آئیں' شیطان ان سب کا سرغنہ ہے۔ دور حاضر میں کتاب وسنت پر عمل برائے نام رہ گیا ہے۔ دل دنیوی ہوس اور بغض سے بھرے ہوئے ہیں' ایمان اور توکل کی دولت بہت کم ہے۔ شیطان نے انسان کو صراط مستقیم سے ہٹانے کے لئے جگہ جگہ چوکیاں بٹھا رکھی ہیں۔ جن میں جھوٹ' رشوت' بدعنوانی' حرام خوری' سود' لالچ' بخل' کبر' غرور' دھوکہ' اسراف' تبذیر' حسد' قتل' ڈاکہ' وڈیو سنٹر' انٹرنیٹ کلب' سنوکر کلب' اخبارات ورسائل میں بنی سنوری ننگی خواتین' مرد نما

دیکھیں۔

توحید پر پوری طرح کاربند ہوں اور اس کی حقیقت جاننے کے لئے اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کر کے اپنے آپ کو اصل توحید پر گامزن کر لیں کیونکہ یہ ایمان کی شرط اول ہے۔

شرح کتاب التوحید از عطاء اللہ ثاقب...... دروس حرم' محمد خیر حجازی کلی...... توحید کے مسائل' از محمد اقبال کیلانی...... کلمہ گو مشرک' از مولانا مبشر احمد ربانی...... سبیل الرسول اور انوار التوحید' از مولانا صادق سیالکوٹی...... التوحید والرسالہ' از صوفی محمد یوسف...... شرک خفی اور احتیاطی تدابیر...... مطبوعہ مشربہ علم وحکمت۔

رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس اور سنت مطہرہ سے اس قدر خود میں محبت پیدا کر لیں کہ ان کا ارشاد سامنے آتے ہی۔ اپنی تمام خواہشات اور دوسروں کے لحاظ میں کیے جانے والے یا دوسروں سے مرعوب ہو کر سرزد ہونے والے تمام خلاف سنت امور سے بردار ہو جائیں' آپ ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے۔

"تم میں سے تب تک کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی اولاد' اس کا مال اور خود اس کی اپنی جان سے میں زیادہ پیارا نہ بن جاؤں۔" (صحیح مسلم)

توکل' قناعت' صبر' شکر' راضی بالرضا' زہد' سخاوت' ایثار' تحمل کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے قرآن حکیم اور احادیث کے متعلقہ حصوں کا بار بار مطالعہ کرے' اہل علم سے ان کی حقیقت کے بارے میں پوچھے۔ ان صفات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین میں کن اعمال کو پیدا کیا تھا۔ یہ سب پورے خلوص سے جانے اور ان پر کاربند ہو۔

☆ بدعت اور سنت کیا ہے؟ اس کا فرق جاننے کی مخلصانہ کوشش کرے۔ بدعت کو ترک کردے اور سنت کو گلے لگالے۔

☆ خلاف سنت رسم ورواج سے پوری طرح کنارہ کش ہو جائے۔

☆ سچ کو ہر موقعہ پر اپنے لئے لازمی قرار دے لے۔ اس لئے کہ سچ بولنے والوں کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔

☆ نہ اپنی نگاہ نامحرم پر پڑنے دے اور نامحرم کی نگاہوں کو اپنے آپ تک آنے سے ہر ممکن طریقے سے روکے۔ اگر عورت ہے تو حجاب کی ہدایات قرآن وحدیث سے پڑھ کر ان کو اپنائے۔

☆ تالی' سیٹی' گھنگھرو' میوزک کے دیگر تمام آلات ہر قسم کی تصاویر' سوائے روپے' سکے' شناختی کارڈ' پاسپورٹ اور امتحان دینے کے لئے لی گئی تصویر کو اپنے گھر' اپنے لباس' اپنے برتنوں اور اپنی دیگر تمام اشیاء سے مکمل طور پر دور کردے کیونکہ جہاں یہ ہوں وہاں شیطانی چیزیں ضرور آتی ہیں۔

☆ رشتہ داروں' پڑوسیوں' خاوند یا بیوی' اولاد' والدین یا دیگر عام لوگوں کے اس کے ذمہ جو حقوق ہیں' پہلے ان کو کتاب وسنت کی روشنی میں جانے اور پھر ان کو ادا کرنے کی کوشش کرے۔ ان تمام لوگوں اور رشتہ داروں سے نہ جھگڑے' نہ ان کا دل دکھائے' غیبت' چغلی وغیرہ سے دور رہے۔ چاہے یہ لوگ اس کے حقوق ادا نہ کریں پرواہ نہیں' خود ان کے حقوق پورے کرنے میں کبھی کمی نہ آنے دے۔

☆ والدین کی خدمت واطاعت اس انداز سے کرے کہ انہیں اُف تک نہ کہے۔

☆ اگر بیوی ہے تو شوہر کی اطاعت کرے' اسے خوش رکھے' کتاب وسنت کی روشنی میں یہ معلوم کرے کہ شوہر کا حق کیا کیا ہے؟

☆ بھوکا رہنا گوارا کرلے' پھٹے پرانے کپڑے پہن لے' لیکن حرام کمائی سے بچے۔

☆ نماز پنجگانہ اس انداز سے ادا کرے جس انداز سے صحابہ کرام ادا کرتے تھے۔

☆ قرآن کی تلاوت کرے اور اس انداز سے سمجھ کر کرے جس طرح صحابہ کرام کرتے تھے۔

☆ اذکار مسنونہ کو اپنے اپنے وقت پر پورے حضور قلب سے ورد زبان بنائے۔

یاد رکھئے جو لوگ ...... اندھیرے سے خوف کھانے والے' رسی کو سانپ سمجھنے والے' ذرا سی آہٹ پر ڈر جانے والے' اکیلے میں گھبرانے والے' وہم اور شگونوں کے پیچھے بھاگنے والے' سنی سنائی پر یقین کرنے والے' ہر قسم کے خوابوں کو حقیقت سمجھنے والے' کمزور دل' شرک اور وساوس میں گرفتار ہوتے ہیں۔ انہی پر جنوں' شیطانوں' شریر روحوں' آسیب' سائے' چڑیلوں کا وار کارگر ہوتا ہے۔

(جاری ہے)

اناللہ وانا الیہ راجعون

حافظ عبداللہ بہاولپوری مرحوم کی صاحبزادی اور ہماری دینی بہن محترمہ آپا سیدہ رحلت فرما گئیں۔ مرحومہ اعوان ٹاؤن میں مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات کی مدیرہ تھیں اور جماعتی امور میں ہماری شریک تھیں۔ وہ اجتماعات کے موقع پر دارالافتاء اور دیگر شعبہ جاتی ذمہ داریوں میں حصہ لیتی رہیں۔ ان کو دینی وتدریسی حلقوں میں مسلمہ حیثیت حاصل تھی۔ مجلس طیبات اور شعبہ خواتین کی تمام کارکنان بہنیں ان کی وفات پہ سوگوار ہیں اور لواحقین کے غم میں برابر کی شریک ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے لئے صبر وقرار کی دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی مرحومہ بہن کے درجات کی بلندی کے لئے دعاگو ہیں۔ مدیرہ طیبات ومجلس ادارت

تاثرات دورہ صفہ

مجھے دورہ صفہ کرنے کا بہت شوق تھا۔ لیکن میں دو تین ماہ بیمار پڑی رہی۔ اس بیماری کے دوران محترمہ ام فہیم اور لیپہ وادی کی سکول ٹیچرز دورہ صفہ کرنے گئیں۔ مجھے بہت دکھ ہوا کہ یہ لوگ لیپہ سے دورہ کرنے چلی گئیں ہیں اور میں مظفر آباد سے نہ جاسکی۔ میرے بچوں نے کہا کہ امی آپ کو ہم اگلی مرتبہ ان شاء اللہ ضرور بھیج دیں گے۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ دورہ صفہ ادھر مظفر آباد میں ہو رہا ہے۔ مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی۔ جس طرح بچوں کو عید کی خوشی ہوتی ہے' یہی کیفیت میری تھی۔ میں تو انگلیوں پر دن گنتی جا رہی تھی کہ اب اتنے دن رہ گئے ہیں۔ آخر اللہ اللہ کر کے یہ دن آیا اور میرے جذبات کو تسکین ملی۔ مجھے یہاں سے کیا ملا؟ اللہ کا فضل ہے کہ مجھے یہاں آکر دلی سکون ملا۔ اذکار' نماز' تہجد سب کچھ بہت اچھا لگا۔ ریاکاری سے نفرت۔ آخرت میں اپنے کیے کا حساب دینا ہے۔ لوگوں کو اپنے ساتھ نیکی میں شامل کروں گی۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ میرے جذبے برقرار رکھے۔ ہمیں اساتذہ بھی بہت باعمل ملے۔ میں تمام اساتذہ کی سادگی اور دینی تعلیم سے بہت متاثر ہوئی۔ اللہ ہمیں نیک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

ام خورشید مظفر آباد

نسخہ برائے ایمان

اشیاء	مقدار
سچ کے پتے	2 عدد
عاجزی کا نمک	ایک چمچ
ایمانداری کا ایسنس	3 قطرے
اتفاق کا زعفران	حسب ضرورت
پارسائی کا رس	4 قطرے
فرض کا مصالحہ	آدھی چمچ

ترکیب:

ان سب چیزوں کو ملا کر یاد الٰہی کی ہنڈیا میں ڈال کر محبت کے چولہے پر رکھ کر محبت الٰہی کی آگ جلائیں اور اس پر ہنڈیا رکھ دیں جب یہ پک جائے تو اسے نیچے اتار کر ٹھنڈا کرلیں اور پھر اسے شرافت کے جار میں ڈال لیں۔

طریقہ استعمال:

الٰہی ایک تولہ ہر روز ورد کی گلقند کے ساتھ نوش فرمائیں۔

حب الٰہی کی کھچڑی' نیک نیتی کا دودھ خوش دلی خوش اخلاقی کے ساتھ استعمال کریں۔

پرہیز:

غصہ کی مرچ' غرور کی شراب' حسد کی آگ' لالچ کی مٹھائی اور نشہ آور اشیاء سے پرہیز کریں۔

اللہ کن لوگوں کو پسند کرتا ہے؟

اسماء منور' شہداد پور

☆ بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

☆ احسان کرو اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

☆ اللہ مصیبت میں صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

☆ اللہ خلوص سے کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اللہ کن لوگوں کو ناپسند کرتا ہے؟

☆ اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

☆ اللہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا۔

☆ اللہ مفسد لوگوں کے کام بننے نہیں دیا کرتا۔

☆ اللہ ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا۔

☆ اللہ لوگوں کو جو کفر کرتے ہیں (توفیق) ہدایت نہیں دیا کرتا۔

سیاسی اور مذہبی نعرہ بازی

سیاسی نعرہ بازی میں مخالفین کی رسوائی اور مذہبی نعروں میں شرک کی آمیزش ہوتی ہے

ام عبد منیب

دور حاضر میں نعرہ بازی کسی انجمن...... جماعت یا ادارے کے نظریات و مقاصد کی تشہیر کا...... سب سے آسان پر کشش اور عمومی ذریعہ بن چکا ہے۔ یہ ایک ایسا ذریعہ تشہیر ہے کہ جس پر زیادہ لاگت یا خاص محنت درکا نہیں ہوتی گو یہ کام اکیلا آدمی بھی کر سکتا ہے۔ لیکن دو چار ہم نوا مل جائیں تو پھر کیا ہی کہنے۔

نعرے بازی کے لئے کسی پڑھے لکھے اور سمجھدار انسان کی بھی ضرورت نہیں۔ مطلوبہ نعرہ کسی بچے کو سکھا کر اس سے بھی یہ کام لیا جا سکتا ہے۔ نعروں کے الفاظ ترتیب دینے میں یہ خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ نعرہ کم الفاظ پر مشتمل ہو، پر کشش ہو۔ مطلوبہ مقصد کو تیر کی طرح عوام کے دل میں اتار دے۔ لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف کھنچے چلے آئیں۔

نعروں پر مشتمل الفاظ گو مقصد تشہیر ہی کے ترجمان ہوتے ہیں لیکن ان کا نفسیاتی آپریشن کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بظاہر یہ ایک معصوم سا انداز تشہیر اپنے اندر کئی مضر اثرات رکھتا ہے۔ جو نعرہ بازی سننے یا کہنے والے سے زیادہ نعرہ بازی کروانے والی انجمن ادارے یا شخصیت پر مرتب ہوتے ہیں۔ بعض نعرے کسی پسندیدہ شخصیت کا دینی مقام اپنے گمان کے مطابق متعین کر کے مرتب کیے جاتے ہیں تاکہ سننے والے بھی ان کے ہم خیال بن جائیں یا مخالف نقطہ نظر رکھنے والے سن کر طیش میں آ جائیں۔ مثلاً نعرہ رسالت' یا رسول اللہ...... نعرہ حیدری' یا علی...... نعرہ غوثیہ یا غوث یہ نعرے دعائیہ اور ندائیہ ہیں۔ ان کی تہہ میں جھانک کر دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ نعرے لگانے والے حضرات اپنا مخصوص نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں جس طرح اللہ تعالیٰ ہر جگہ' ہر وقت' ہر حال میں مدد کے لئے' دعا کے لئے' فریاد رسی کے لئے پکارا جاتا ہے۔ اس طرح ان نیک اور محترم شخصیات کو بھی پکارا جا سکتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ سمیع' بصیر' مجیب و قریب ہے اس طرح یہ شخصیات بھی یہی صفات اسی طرح رکھتی ہیں جیسے ان صفات سے رب ذوالجلال متصف ہیں اور یہ شخصیات بھی قریب ہیں' سنتی ہیں' دیکھتی ہیں' مدد کے لئے آ سکتی ہیں۔ حالانکہ رب کریم واحد لاشریک ہے اور لا الہ الا اللہ اسی حقیقت کا اعتراف اور وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

''اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' وہ تو یہ فرماتا ہے کہ

''میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو ان کو چاہئے کہ مجھے ہی پکاریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ نیک راستہ پائیں۔''

جہاں تک ان شخصیات کے بذات خود نیک' صالح' متقی ہونے کا تعلق ہے اس سے انکار نہیں۔ لیکن عمر بھر انہوں نے وہی تبلیغ کی۔ وہی تلقین کی جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی بے مثال ذات کے بارے تعلیم دی ہے۔ ان شخصیات نے ہرگز ہرگز نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ہمیں پکارو۔ ہمارے نام کے نعرے لگاؤ' ہماری مسجدوں' چوراہوں' سڑکوں اور بازاروں میں تشہیر کرو۔

اگر زندہ شخصیت کو زندہ باد کہا جا رہا ہے تو یہ ایک دعا ہے۔ کیا رسول اللہ ﷺ سے دعا کے بارے قول یا عمل ملتا ہے کہ آپ نے بآواز بلند کسی شخص کے لئے بار بار چیخ چیخ کر گلیوں' سڑکوں اور بازاروں میں یہ کہا ہو کہ فلاں تم جیتے رہو...... زندہ باد وغیرہ

اگر نعرہ کسی پسندیدہ شخصیت سے وابستگی پر مبنی ہے تو کسی کا کسی سے ذاتی تعلق' محبت یا دوستی رکھنا درست ہے مگر اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اس تعلق یا دوستی' محبت کو شور مچا مچا کر نعرے لگا لگا کر زبردستی لوگوں کو سنوایا جائے۔ انسان تو انسان اللہ تعالیٰ سے بھی اپنے تعلق وابستگی اور محبت کے جذبات کو دوسروں کو بتا بتا کر' جتا جتا کر' سنا سنا کر' ظاہر کرنا ناپسندیدہ عمل ہے۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

''ایک سفر میں ہم نبی ﷺ کی معیت میں تھے ہم کسی بلند مقام پر چڑھتے تو لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتے جس سے ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اپنے نفسوں سے نرمی کرو تم کسی مرے اور غائب کو نہیں پکار رہے وہ ذات تو تمہارے ساتھ ہے وہ سننے والا اور قریب ہے۔'' (بخاری و مسلم حوالہ ریاض الصالحین ص 98)

اگر کسی شخص نے واقعی کچھ اچھے کارنامے انجام دیے ہیں اور ان کے حوالے سے نعرہ بازی کی جاتی ہے تو اس کا نام تعریف ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی شخص نے دوسرے کی تعریف کی جو مبالغہ پر مبنی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔ تین بار یہی فرمایا۔ اگر تعریف ضروری ہی ہو تو یا علی یا علی کے ساتھ یا غوث الاعظم اور ایسے ہی بے شمار نعرے وضع کر کے خالق اور مخلوق کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دینا صریحاً شرک ہے۔ نعوذ باللہ۔ یہی نعرے مسلک سے نکل کر سیاست کی غلام گردش میں وارد ہوئے تو یا اللہ یا رسول بے نظیر بے قصور' کی صورت ڈھل گئے۔ گویا کہنے والے کا مقصد یہ ہے کہ اے اللہ! اے رسول ہم آپ سے فریاد کرتے ہیں کہ بے نظیر بے قصور ہے۔ اس پر الزامات بے بنیاد ہیں۔

بعض نعرے کسی شخصیت کی تعریف میں وضع کیے جاتے ہیں۔ مثلاً قائد اعظم زندہ باد۔ ایسے نعروں میں پسندیدہ شخصیت اگر مردہ ہے تو اسے زندہ باد کہہ کر زندگی کی دعا دی جاتی ہے۔ یعنی جیتے رہو کیا مردہ کو زندہ رہنے کی دعا دینا بے وقوفی نہیں۔؟

''بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کا شریک بنایا اللہ پر بہتان باندھ کر بڑے جرم کا مرتکب ہوا'' اگر مراد یہ ہے کہ موصوف شخصیت کی تعلیمات زندہ رہیں تو یہ حق صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو حاصل ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہہ کر میری رائے فلاں کے بارے یہ ہے اور اصل حقیقت اللہ ہی جانتا ہے اور اللہ پر کسی کی

> عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک آدمی نے ان کی تعریف کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے مٹی اٹھا کر اس شخص کے منہ پر پھینک دی لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ شخصیات خود اپنے حق میں نعروں کے الفاظ چنتی ہیں اور ہاتھ ہلا ہلا کر نعرے لگانے والوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں

پاکیزگی کا حکم نہ لگائے یعنی یوں نہ کہے کہ وہ عنداللہ بھی پاک ہے۔ (کیونکہ یہ اللہ پر حکم لگانا ہے جو کسی بندے کا حق نہیں)۔ (بخاری ومسلم)

نیز مقداد بن الاسود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم (بہت تعریف کرنے والے) کو دیکھو تو ان کے منہ پر خاک ڈال دو۔ (مسلم)

چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک آدمی نے ان کی تعریف کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے مٹی اٹھا کر اس شخص کے منہ پر پھینک دی۔ (معارف الحدیث' کتاب الزھد والاخلاق)

یاد رہے کہ کسی کی حوصلہ افزائی کرنے کے لئے سچی تعریف درست ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ کی تعریف فرمائی ہے لیکن نعروں کی صورت نہیں بلکہ صرف بعض افراد کے سامنے معمول کے مطابق زبان سے...... اس کے برعکس یہاں شخصیات اپنے حق میں خود نعروں کے الفاظ منتخب کرتی' پاس کرتی اور لگواتی ہیں پھر ہاتھ ہلا ہلا کر نعرے لگانے والوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ نیز اپنی عوامی مقبولیت کا اندازہ بڑے پرزور نعروں اور بڑے جلوس سے کرتی ہیں۔ اگر ایسا کرنا ایک معقول طریقہ ہوتا تو خود اللہ کے رسول ﷺ کے کارناموں پر نعرے لگائے جاتے۔ لیکن آپ ﷺ کی انکساری اور غیر امتیازی حیثیت کا عالم یہ تھا کہ جب آپ نے ہجرت کی اور قبا پہنچے تو لوگ غلط فہمی سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سمجھتے رہے۔

اگر کسی شخصیت میں یا جماعت میں وہ اوصاف ہیں ہی نہیں جو نعرہ بازی کے الفاظ سے ظاہر ہوتے ہیں تو یہ کسی کے حق میں جھوٹی گواہی ہے جس کے بارے لوگوں کو سنا سنا کر باور کرایا جا رہا ہے کہ سننے والو! گواہ رہو فلاں صاحب فلاں پارٹی' فلاں فلاں خوبیوں کے مالک آؤ تم بھی اس گواہی میں میرا ساتھ دو جب کہ اللہ تعالیٰ عبادالرحمٰن کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

''اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب انہیں بیہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو بزرگانہ انداز سے گزرتے ہیں''

بعض نعرے مخالفین کی مذمت' ان پر طنز وتشنیع اور ان کے لئے بددعا کے غماز ہوتے ہیں۔ مثلاً امریکہ مردہ باد' ایوب کتا۔

ایسے نعرے لگانا بھی اسلامی طرز عمل سے کوسوں دور ہے اگر مخالف جماعت یا شخص مسلمان ہے جس کے خلاف نعرہ بازی کی جا رہی ہے تو اس پر طنز وتشنیع کرنا یا اسے بددعا دینا کسی صورت بھی درست نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ لہٰذا اس پر ظلم نہ کرے نہ اسے بے مدد چھوڑے' نہ اس کو حقیر جانے' نہ اس کو رسوا کرے پھر سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ تقویٰ یہاں' تقویٰ یہاں ہے۔

غور کیجئے کسی مسلمان کے خلاف نعرے بازی میں اس کی تحقیر کرنا' رسوائی کرنا' اس کی عیب جوئی کرنا' اس کا تمسخر اڑانا' اس کا نام بگاڑنا' اسے تحقیر آمیز نام دینا اور اسے بددعائیں دینا شامل ہوتا ہے یا نہیں...... بعض نعرے کسی غیر مسلم شخص' ملک یا گروہ کی مخالفت پر مشتمل ہوتے ہیں۔ غیر مسلموں نے اہل اسلام پر جو ظلم وزیادتی کی اس کی مذمت کرنا ضروری ہے۔ ایک مسلمان کی غیرت کا یہ تقاضا ہے لیکن زبان کے بہرحال کچھ آداب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اے مومنو! یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں ان کو گالی نہ دو ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے لگیں۔

غیر مسلموں کی تحقیر جواباً تو درست ہے لیکن کسی مسلمان کو نعرے بازی' تحقیر و رسوائی اور برے نام دینا اور اسے بددعائیں دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ مسلمان کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہنے چاہئیں

گویا دشمن کے جھوٹے معبود کے لئے بھی فحش قسم کے الفاظ استعمال کرنا درست نہیں البتہ فکری' عملی اور عسکری غرض ہر پہلو سے دشمن کے لئے ہر وقت چوکنا رہنا چاہئے لیکن یہاں تو صورت یہ ہے کہ جس امریکہ یا انڈیا کے خلاف نعرے بازی کی جاتی ہے انہی کی رسوم' انہی کی سیاست بلکہ انہی کے لباس' انہی کے کھانے کے انداز انہی کے انداز جلوس اور نعرہ بازی اپنائے جاتے ہیں اور پھر دعویٰ کیا جاتا ہے ان سے مقابلے کا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ ہیں۔

غور کیجئے! مخالفانہ نعرہ بازی میں زبان دوسروں کو سلامتی کا مژدہ دیتی ہے یا انہیں اپنی طنز...... تشنیع' نام کے بگاڑ' گالی گلوچ اور مردہ باد کہہ کر زک پہنچاتی ہے۔

بقیہ | کشمیر کی آواز

نے دریائے چناب پر جموں کے قریب سلال کے مقام پر بند بنایا ہوا ہے اور اب اسی دریا پر مزید اور بگلیار بند بنایا جا رہا ہے۔ دریائے جہلم پر وادی کشمیر میں سوپور کے قریب وولر بیراج بنانا چاہتا ہے۔ جسے کشمیری مجاہدین نے فی الحال روکا ہوا ہے۔

اگر یہ دونوں دریا بند ہو گئے تو پاکستان کی کیا حالت ہوگی؟ کیونکہ راوی وستلج تو پہلے ہی بند ہیں۔ ان دریاؤں کے بند ہونے سے پاکستان میں زراعت ہوگی نہ صنعت' بجلی ہوگی نہ پانی' بلکہ پینے کے لئے پانی بھی مشکل سے دستیاب ہوگا۔ کیونکہ جیسے ہی دریا بند ہوئے' نہریں خشک ہو جائیں گی اور زیر زمین پانی بہت نیچے چلا جائے گا اور پاکستان صحرائے تھر اور چولستان کا منظر پیش کرے گا۔ قائداعظم نے اسی لئے کہا تھا ''کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے اور کوئی قوم یہ پسند نہیں کرے گی کہ اس کی شہ رگ دشمن کے قبضے میں ہو۔'' (یعنی کہ دشمن جب چاہے اس شہ رگ کو دبا دے۔ جیسے بھارت نرخا بیراج کے ذریعے بنگلہ دیش سے کر رہا ہے یا فروری 2003ء میں آپ کے ساتھ دریائے چناب پر واقع سلال بند کے ذریعے کیا ہے)

پانی کے عالمی ماہرین کی یہ رپورٹ تو منظر عام پر آ ہی چکی ہے کہ دنیا میں آئندہ جنگیں پانی کی بنیاد پر ہوں گی کیونکہ پانی کی کمی کی وجہ سے دنیا کو غذائی قلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باقی دنیا میں تو جو ہوتا ہے سو ہوتا ہے لیکن پاکستان میں پانی کی کمی کا یہی حال رہا اور بھارت جموں وکشمیر پر قابض رہا اور پانی کے منابع پر اس کا قبضہ برقرار رہا تو پاکستان کے صوبوں میں یہ لڑائی ناگزیر ہے اور آپ تو ابھی تک کالا باغ بند بنانے پر ہی جھگڑ رہے ہیں جبکہ بھارت نے ان دو دریاؤں پر آٹھ مزید بند تعمیر کرنے کی تجویز دے دی ہے۔ (یکم مارچ 2003ء کے اخبارات) بھارت یہ کر گزرے گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بھارت آپ کو ایک قطرہ پانی دینے کا بھی روادار نہیں ہے۔ اس طرح تو آپ بے موت مارے جائیں گے۔ بے موت مرنے سے کچھ کر کے مرنا بہتر ہے...... کچھ کر کے مریں۔

بقول علامہ اقبال

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

پاکستانیو! اپنی شہ رگ دشمن کے قبضے سے چھڑانے کے لئے اور پاکستان کو صحرائے تھر اور چولستان بننے سے بچانے کے لئے۔ جموں وکشمیر میں لڑنے والے مجاہدین کی دامے' درمے سخنے ہر طرح سے مدد کریں۔ جموں وکشمیر کے عوام کی مدد کرنا' اپنی مدد کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا ڈریں اور گھبرائیں نہیں۔ آگے بڑھیں اور کشمیریوں کے ساتھ مل کر جانی ومالی قربانی پیش کریں۔ یہی اللہ کا فرمان ہے اور اسی میں آپ کی بقاء ہے۔ یہ کشمیریوں کا مسئلہ نہیں بلکہ پاکستانیوں اور پاکستان کی بقاء کا مسئلہ ہے۔

اگر بھارت کو جموں وکشمیر میں آٹھ لاکھ فوج رکھنے کا حق حاصل ہے۔ جبکہ جموں وکشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہے۔ بھارت کا اٹوٹ انگ نہیں ہے تو پاکستان کو بھی جموں وکشمیر میں لڑنے والے مجاہدین کی مدد کرنے کا اتنا ہی حق ہے بلکہ پاکستانی فوج بھیجنے کا حق ہے کیونکہ پاکستان جموں وکشمیر کے تنازعے کا شریک ہے اور یہ حق اسے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے 13 اگست 1947ء اور 5 جنوری 1949ء کی قرارداد نے دیا ہے۔

حیات بے ثبات کے بدلتے منظر

بنت ڈاکٹر محمد رفیق

زندگی تیز گام کی طرح گزرتی جا رہی ہے۔ ہم اس میں سوار ہوئے تو ہمیں ناگوار گزرا لیکن خوبصورت دنیا نے ہمیں خوشگوار سا احساس دیا۔ اس میں سوار ہوئے تو پہلا منظر جو دیکھا وہ یہ تھا الدنیا مزرعة الآخرہ اور پھر لاکھوں مناظر ہماری آنکھوں نے دیکھے۔ بہت سے نشیب وفراز پیچھے دھکیل دیئے۔ کچھ ہمیں یاد رہے اور کچھ ہمارے ذہن سے محو ہوگئے۔ ان میں سرسبز وشاداب باغات بھی تھے اور ویران کھنڈرات بھی۔ ابھی ہم ان پھولوں اور کانٹوں میں الجھے ہوئے تھے کہ زندگی کی گاڑی رکی اور اس کی تیز وسل نے ہمیں چونکا دیا کہ منزل آ گئی آخری منظر جو گاڑی سے اترتے دیکھا

کل من علیھا فان ٥ ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ٥ (سورہ رحمن-27)

یعنی جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے۔ تمہارے رب کی ذات جلال وعظمت والی باقی ہے۔ پھر انسان کو ادراک ہوتا ہے کہ وہ کس حادثہ سے دوچار ہوگیا۔ یہ خبر تو زندگی میں ہی اسے دے دی گئی تھی کہ یہ حادثہ جسے موت کہتے ہیں' کتنا ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہو کتنا ہی جاں گسل کیوں نہ ہو' ہر کسی کو پیش آنے والا ہے۔ کوئی جان اس کی پکڑ سے باہر نہیں یہ وہ حقیقت ہے جو 14 سو سال سے قرآن پاک بیان کر رہا ہے کہ اس دنیا میں کھو نہ جانا۔ یہ چند روز کا کھیل ہے اسے بہر حال ختم ہونا ہے مگر چند ہی لوگ تھے جنہوں نے اس آواز پر کان لگایا تھا۔ باقی انہی مناظر میں کھوئے رہے۔ ہادیٔ برحق ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مونڈھوں کو پکڑ کر فرمایا اے عبداللہ دنیا میں مسافر کی طرح رہ بلکہ راہ چلتے کی طرح۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے شام کرو تو صبح کے منتظر نہ رہو اور صبح کرو تو شام کے منتظر نہ رہو اور تندرستی کی حالت میں بیماری کے لئے اور زندگی میں اپنی موت کے لئے کچھ کرلو۔ (بخاری)

مگر اس کے برعکس ہم مادی اشیاء کی طرف لگے رہے اور زندگی نے مسکرا کر ہمیں موت کی گود میں سلا دیا۔ ہم نے کتنے ہی لوگوں کی ناگہاں میتیں اٹھتی دیکھیں۔ کتنے ہی لوگ جو دنیا کے سفر سے آخرت کے سفر پر روانہ ہوگئے۔ بہت سے لوگوں کو بری موت کا شکار دیکھا' کتنے ہی عزیز از جان لوگوں کو اشکبار آنکھوں سے قبروں کی طرف روانہ کیا۔ بڑے بڑے آباد قبرستان دیکھے۔ اگر پیچھے کو نگاہ دوڑائیں تو ہمیں بہت سے اپنے پیارے بچھڑے ہوئے یاد آئیں گے جو اب صرف اک خواب لگتے ہیں۔ ان سب سے ہم نے کیا عبرت حاصل کی؟ یہ نشانیاں ہمیں ہماری موت یاد نہ کراسکیں اور ہمارے اذہان سے یہ احساس تک نکل گیا کہ کل ان خوابوں میں ہم بھی ایک خواب کی طرح داخل ہو جائیں گے۔ زندگی کا کیا ہے یہ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتی ہے اور ہر ایک کو موت کے حوالے کردیتی ہے۔ اس سے بے نیاز کہ یہ شخص اچھا ہے یا برا' یہ والدین کا اکلوتا سہارا ہے یا بہنوں کی امیدوں کا آخری چراغ۔ بس ایک پل میں سب ختم ہو جاتا ہے۔ اگر ہم مسلمان ہیں اور ہمارا یہ ایمان بھی ہے کہ موت کی سختیوں' قبر کی سیاہیوں' وحشتوں اور آخرت کی رسوائیوں سے ڈرانے والے پیغمبر آئے پھر ان کے ساتھ کتابیں آئیں۔ اب اگر ہم نے ان سب پر غور وفکر اور تدبّر کیا تو زندگی کی گاڑی سے اترتے ہی ہماری جانی پہچانی راہیں شروع ہو جائیں گی اور اگر ہم نے ان کی طرف توجہ ہی نہ دی اور ایسے ہی غافل رہے تو منزل پر پہنچ کر

> **ہم نے دنیا کو اپنا حاصل ٹھہرایا اور وقت ہمیں محو خواب دیکھ کر چلتا ہوا گزر گیا۔ اب ہماری حالت یہ ہے کہ موت آنے سے پہلے ہی مر چکے ہیں**

ہمیں اندھیروں سے پالا پڑے گا ہمیں کچھ نظر نہیں آئے گا' اجنبی راہیں ہوں گی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

فاذا جاءت الطامة الکبریٰ ٥ یوم یتذکر الانسان ماسعی ٥ وبرزت الجحیم لمن یریٰ فاما من طغیٰ واثر الحیوٰة الدنیا ٥ فان الجحیم ھی الماویٰ ٥ (النزعت)

ترجمہ: یعنی جب بڑی آفت (یعنی قیامت) آئے گی۔ اس دن انسان اپنے کاموں کو یاد کرے گا اور دوزخ دیکھنے والے کے سامنے نکال دی جائے گی تو جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

ہم نے دنیا کو اپنا حاصل ٹھہرایا اور وقت ہمیں محو خواب دیکھ کر چلتا ہوا گزر گیا۔ اب ہماری حالت یہ ہے کہ موت آنے سے پہلے ہی ہم مر چکے ہیں' جن کو اپنی عقبیٰ کا کوئی خوف نہیں مگر ہمیں تو وارننگ دی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں حدیث مبارکہ ہے

وعن جابر ان رسول اللہ ﷺ مر بجدی اسک میت فقال ایکم یحب ان ھذا لہ بدرھم فقالوا ما نحب انہ لنا ھذا بشیئ قال فواللہ الدنیا اھون علی اللہ من ھذا علیکم. (مسلم)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بکری کے مردہ بچے کے قریب سے گزرے' جس کے کان چھوٹے تھے اور یہ کان کٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون اس بچہ کو ایک درہم میں لینا پسند کرتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنھم نے عرض کیا ہم اس کو کسی چیز کے بدلے میں لینا نہیں چاہتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی یہ دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ جتنا کہ تمہاری نظر میں یہ بچہ ذلیل ہے۔ اب ہم کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ کیا ایک مسلمان ایک ذلیل ترین چیز سے محبت کرسکتا ہے کہ وہ اپنی موت' اپنی عقبیٰ سے ہی غافل ہو جائے جبکہ اسے بار بار یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ اے مرد مومن اور اے مسلمانو تم عام انسانوں کی طرح تو ہو مگر تمہاری ذمہ داری عام نہیں تمہیں زندہ رہنا ہے مگر موت کو کروٹ کروٹ یاد رکھ کر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

یتبع المیت ثلثة فیرجع اثنان و یبقیٰ معہ واحد یتبعہ اھلہ ومالہ وعملہ فیرجع اھلہ ومالہ ویبقی عملہ

میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ دو واپس چلی آتی ہیں اور ایک اس کے پاس رہ جاتی ہے۔ گھر کے لوگ اور مال اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ اس کو تنہا چھوڑ کر واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل اس کے ساتھ جاتا ہے اور اس کے ساتھ رہتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

ابھی وقت ہے بحیثیت مسلمان ہم اپنے عمل کو درست کرلیں تاکہ دنیا بھی عزت سے گزرے اور آخرت بھی سنور جائے۔ یہ حدیث ہمیں راہ دکھاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

جو شخص اپنی دنیا کو عزیز و محبوب رکھتا ہے وہ اپنی آخرت کو ضرر پہنچاتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت کو عزیز رکھتا ہے وہ اپنی دنیا کو ضرر پہنچاتا ہے پس تم اس چیز کو اختیار کرلو جو باقی رہنے والی ہے اور فنا ہونے والی چیز کو چھوڑ دو۔

کل شیئ فان قانون ہے اللہ کا!
ٹوٹ جائے گا بہر صورت حباب زندگی
اس حیات چند روزہ کا بھرم کھل جائے گا
نزع میں جس وقت اٹھے گا نقاب زندگی

پھر وادی سے پیغام ملا

مقبوضہ جموں وکشمیر میں برسرپیکار مجاہد ابوحمزہ سیاف کا نوجوانانِ اسلام کے نام پیغام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم: امابعد

امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ اللہ کے فضل سے ہم بھی الحمدللہ خیریت سے ہیں۔ یہاں ہمیں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

> جس تلوار پر شراب اور عورت کا نشہ لگ جائے وہ تلوار کبھی نہیں چل سکتی۔
>
> صلاح الدین ایوبیؒ

پیارے والدین! آپ نے کبھی بھی اس بات سے پریشان نہیں ہونا کہ آپ کے بیٹے جو برسرپیکار ہیں کن حالات میں ہوں گے یا پھر وہ کس قسم کی دشواری میں مبتلا ہوں گے۔ یہ جہاد کا رستہ مصیبتوں اور مشکلوں کا راستہ ہے لیکن اس میں بھی اللہ نے مسلمان کے لئے ہر وقت مشکل نہیں رکھی چونکہ ہر مشکل کے بعد آسانی آتی ہے اور یہ جو کام ہے اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ جس طرح دن کے بعد ہفتے، مہینے اور اس کے بعد سال اور پھر بندے کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جہاد میں بھی مشکلات اور اس کے بعد آسانیاں اور ان حالات میں بندہ جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس قدر ہی اپنا کرم اور مہربانی فرمائے گا۔ ان شاء اللہ

پیارے والدین! آپ نے جو خط بھیجا سن کر بہت خوشی ہوئی جو ہماری توقع تھی اس سے بڑھ کر جذبات نکلے۔ الحمدللہ۔ اگر ایسے جذبات میدان کارزار میں کھڑے ہونے والوں کو ملتے رہیں اور اسی طرح مائیں بیٹوں کو میدانوں میں بھیج کر فخر کرنے لگیں تو پھر سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ کفر مسلمانوں کو مارتا پیٹتا رہے اور اگر مائیں اپنے حوصلے ختم کرلیں خنساء رضی اللہ عنہا کی سیرت کو پس پشت ڈال دیں تو مسلمان ذلیل ورسوا ہونا شروع ہو جائیں گے۔

اللہ کی چال غالب ہے مومن نہ ہو پریشان
ابھی مات ہونے والا فرعون کا سحر ہے ان شاء اللہ

پیارے والدین! آپ نے یہ سوچ کر بھی پریشان نہیں ہونا کہ ہماری زندگی کیسے گزر رہی ہے۔ الحمدللہ جہاد میں مجاہد کا سونا، جاگنا، بیٹھنا اور کھانا بھی عبادت ہے۔ جس طرح نماز پڑھنا عبادت ہے اسی طرح مجاہد کا ایک ایک منٹ عبادت ہے۔ آج مسلمانوں کے حالات کیسے ہیں اس سے بخوبی آپ سب واقف ہوں گے۔ افغانستان اور پھر عراق کے اندر مغضوب علیہ قوم نے مسلمانوں کے اوپر آگ کی بارش برسا کر یہ ثبوت پیش کیا کہ اگر آج سے چودہ سو سال پہلے محمد عربی ﷺ کے دور میں ابوجہل مقابلے کے لئے آیا تھا تو آج ہم بھی اپنے ناپاک لیڈر کہ جس نے اس کام کا آغاز کیا تھا اس کے نقش قدم پر چل کر یہ سلسلہ جاری رکھیں گے لیکن دوسری طرف مسلم امہ کے نوجوان چپ سادھ کر بیٹھے رہے اور اپنے مظلوم بھائیوں کا تماشہ دیکھتے رہے اگر مسلمانوں نے کوئی قدم اٹھایا بھی تو سوائے نعرہ بازی، جلسہ جلوس کے دوسرا کام کونسا کیا؟ میں پوچھتا ہوں کہ سڑکوں پر نعرہ بازی سے دکانوں کے شیشے توڑنے سے کیا عراق یا افغانستان کی کسی شہید کی بیوہ کو کوئی فائدہ حاصل ہوا؟ نہیں میرے دوستو! اس سے تمہارا ذاتی نقصان ضرور ہوا۔ پاک دھرتی کے شہداء کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہو جو سچا فائدہ ہے وہ گن اٹھانے کی صورت میں ہی ہوگا۔ باقی سب حیلے بہانے ہیں۔ جوانوں کو میرا یہ پیغام دینا ہے کہ اگر دنیا میں جینا چاہتے ہو اور زندگی کا لطف اٹھانا چاہتے ہو تو آؤ میدان جہاد کا رخ کرو کہ جس کی کامیابی کی ضمانت اللہ رب العزت قرآن میں بیان کرتا ہے۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم.

ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل اویغلب فسوف نوتیہ اجراً عظیماo

''اور جو شخص اللہ کے راستے میں لڑائی کرتا ہے وہ قتل کر دیا جائے یا غلبہ پا جائے، پس عنقریب ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔''

اے مسلم! جب سے اسلام کے شیروں نے ہتھیار اٹھائے ہیں کافروں کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں اور الحمدللہ انہیں راستوں پہ نکلنے کے بعد اپنے ربّ کی مدد ہم نے واللہ اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ آج غیرت مند جوانوں نے بلند و بالا چوٹیوں پر بھوک و پیاس تو برداشت کی اور اپنی جانوں کو ہتھیلی پر لئے ہوئے نکلنے سے گریز نہ کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے خرید لیا ایمان والوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے۔ وہ اللہ کے راستے میں قتال کرتے ہیں، مارتے ہیں اور پھر مارے جاتے ہیں۔ سچا وعدہ ہے اس کا توریت، انجیل اور قرآن میں اور کون اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کر سکتا ہے۔ پس خوشخبری ہے ایسی تجارت اور سودا کرنے والے کے لئے اور اسی میں بہت بڑی کامیابی ہے۔''

غیور مسلمانو! اٹھو ہم نے ان شاء اللہ اپنے ربّ کے حکم اور محمد عربی ﷺ کے نقش قدم پر چل کر مکمل مسلمان اور مومنین کی صفوں میں کھڑے ہونے والے بننا ہے۔

عزیز رشتے دارو اور جماعت سے وابستہ بھائیو! میری آپ سے درخواست ہے کہ کہیں یہ مشکلات دیکھ کر جہاد سے پیچھے نہ ہٹ جانا، کہیں اللہ کے غیظ وغضب کو اپنے اوپر مسلط نہ کرلینا۔ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان پر غور کرتے رہنا کہ جابر حکمران ہوں یا عادل، بادشاہ، وزیر یا فوج کا جرنیل ہی کیوں نہ ہو کسی کا عدل وظلم جہاد کو بند نہیں کرسکتا۔ جہاد چلتا ہی رہے گا۔ آپ دیکھ لیں جہاد الحمدللہ پابندیوں میں بھی چلا ہے اور یہ نظر بندیوں کے سلسلے تو چلتے ہی رہتے ہیں۔

> عزیز دوستو! آپ مشکلات دیکھ کر جہاد سے پیچھے نہ ہٹنا، کہیں اللہ کے غیظ وغضب کو اپنے اوپر مسلط نہ کرلینا۔ فرمان رسول ﷺ پر غور کئے رکھنا کہ جہاد کو کسی عادل کا عدل اور جابر کا جبر روک نہیں سکتا

جب بندہ حق پر ہوتا ہے تو اسے آزمائشوں کا سامنا تو یقیناً

آپس میں سلام کی اہمیت

عاتکہ بشیر

فرمان رسول اللہ ﷺ ہے۔

افشوا السلام بینکم

آپس میں سلام پھیلاؤ

عربی کا مقولہ ہے کہ

کل شیئی یرجع الی اصله

یعنی ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے اسی طرح حدیث میں ہے

کل مولود یولد علی الفطرة ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔

اس فطرت سے مراد فطرت اسلام ہے جس کی وضاحت قرآن مقدس سے ہوتی ہے ارشاد ہے۔ فطرة اللہ فطرالناس علیہا

اس حدیث کی حقانیت اور قرآن پاک کی صدقت کا منہ بولتا ثبوت خود میری ذات ہے۔ میری زندگی بھی روایتی انسانوں کی طرح گزر رہی تھی۔ ناپائیدار خوشیوں کے پیچھے بھاگتے' مادی خواہشات سے اپنے من کو سجائے ہوئے۔ یادالٰہی سے منہ موڑ کر' ان حالات میں دل میں ایک خلش ہمہ وقت رہتی تھی کہ یہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہو رہا ہے کہ اچانک زندگی کی خزاں جہاں ہر وقت باد سموم کا بسیرا رہتا تھا۔ ایک دم باد بہاراں کا منظر پیش کرنے لگی۔ جب میں نے اپنی زندگی کا بہترین فیصلہ کر کے دورہ صفہ میں شمولیت اختیار کی چند ماہ قبل جب میں نے دورہ صفہ کیا تو بہت سی متاثر کن باتوں میں سے ایک معلمات و متعلمات کا باہمی ایک دوسرے کو بار بار سلام کرنا بھی ہے حتی کہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک جانے میں بھی طالبات و معلمات السلام علیکم کا تبادلہ کرتی تھیں یہ بات کسی ایسی طالبہ کے لئے بڑی نئی اور دلچسپ تھی جو کسی دینی تعلیم سے بے بہرہ تھی۔ یہ خیال قدرتی طور پر میرے ذہن میں آیا کہ کتنے آسان سہل طریقے سے نیکیاں حاصل کی جاتی ہیں پھر میں نے مختلف کتابوں سے السلام علیکم کے بارے میں مطالعہ کیا اور اہمیت و فضیلت سے آگاہی حاصل کی اور پھر اپنی ماؤں اور بہنوں کو اس سے آگاہ کرنا چاہا۔

سلام کا لغوی مفہوم:

سلام کا لفظ سلم (باب سمع) سے مصدر ہے۔ لغت میں اس کے کئی معنی و مفہوم ہیں۔ مثلاً بے نقص' بے عیب' سلامتی و عافیت

سلام کا شرعی مفہوم:

شریعت محمدیہ میں سلام سے مراد ایک دوسرے کو بغیر جان پہچان السلام علیکم کہنا ہے۔

جب کوئی شخص دوسرے کو سلام کہتا ہے تو وہ اسے اس بات سے آگاہ کرتا ہے کہ میری طرف سے تم بے فکر ہو جاؤ کہ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا کیونکہ جو شخص اللہ سے اس کی سلامتی کی دعا کر رہا ہے وہ خود تکلیف کیسے دے سکتا ہے؟

سلام کا آغاز و رواج:۔

سلام کا آغاز بنی نوع انسان کی پیدائش سے ہی ہوا۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فرشتوں کی جماعت کو

دیگر بہت سی متاثر کن باتوں میں ایک معلمات و متعلمات کا باہم ایک دوسرے کو بار بار سلام کرنا بھی ہے حتی کہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جانے پر بھی السلام علیکم کا تبادلہ کرتیں

السلام علیکم کہا تو انہوں نے جواباً وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام سے فرمایا:

"یہ تمہارے اور تمہاری اولاد کیلئے سلام ہے"

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ دین فطرت سے دور ہوتے چلے گئے اس طرح بعد کے گمراہ لوگوں نے سلام کے مشروع طریقے کو بدل دیا۔ انگریز نے اسے good evening good morning سے تبدیل کر دیا۔

ہندوؤں نے ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا

سکھوں نے ست سری اکال کا نعرہ لگایا

نصاریٰ نے ہاتھ ہلا کر سلام کرنے کا طریقہ ایجاد کیا

یہودیوں نے صرف انگلی کے اشارے پر اکتفا کیا

زمانہ جاہلیت میں عرب" حیاك الله "اللہ تجھے زندہ رکھے۔

انعم الله بك عینا' اللہ تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کرے اور انعم صباحا" صبح کے وقت نعمتوں میں رہو کے رواج کو قائم رکھے ہوئے تھے۔

ہادی دو عالم نے اس تمام مخصوص وقتوں کیلئے وقتی جعلی دعاؤں کو یکسر بدل کر پھر السلام علیکم کو جاری و ساری فرمایا جو اللہ کریم کی طرف سے انسانیت کے لئے ایک جنتی تحفہ بھی ہے اور مشروع دعا و حکم بھی۔ آپ نے اس سلام کو عام کرنے کا حکم دیا۔ (تفہیم الحدیث)

افشوا السلام بینکم

سلام کو آپس میں پھیلاؤ (مسلم عن ابی ہریرہ)

سلام کی اہمیت قرآن مجید کی روشنی میں

سلام کے متعلق سب سے قوی بات یہ ہے کہ یہ اللہ کا نام ہے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

الملك القدوس السلام المومن المهیمن (سورة الحشر)

وہ بادشاہ نہایت پاک' سلامتی دینے والا امن دینے والا' غالب (ہے)

سلام کا معنی وہ ہستی جو ہر عیب و نقص سے سالم ہے اور جو سب کو سلامتی دینے والا ہے اور السلام علیکم کا معنی یہ ہوا کہ سلام (اللہ تعالیٰ) تم پر سایہ فگن رہے تمہارا نگہبان اور محافظ رہے۔ قرآن مجید میں جنت کیلئے لفظ "دارالسلام" استعمال ہوا ہے کیونکہ جنت میں داخل ہونے والا ہر شخص ہر قسم کے مصائب و آلام سے مامون ہو جاتا ہے شکستہ حال یا شکستہ دل نہ ہونا وغیرہ' آپس میں سلام کہنا اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ خالق کائنات نے اس کا تاکیدی حکم فرمایا ہے۔

سلام علی ال یاسین

الیاس پر سلام ہو

سلام علی ابراهیم

ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہو

سلام علی موسی وهارون

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر سلام ہو

سلام علی نوح فی العالمین.

جہانوں میں نوح پر سلام ہو

اہل جنت کو خوش آمدید کہنے کے لئے سلام ہی ان پر پیش کیا جائے گا۔

حتی اذا جاء وھا وفتحت ابوابھا وقال لھم خزنتھا سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین.(الزمر 73)

ترجمہ: یہاں تک کہ جنتی جب جنت کے قریب جائیں گے اور ان کے لئے اس کے دروازے کھولے جائیں گے تو دربان جنت ان سے کہیں گے' تم پر سلام ہو۔ تم پاکیزہ ہو۔ پس اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے داخل ہو جاؤ"۔

سلامٌ قولاً من رب رحیم

مومنو! سلام ہو یہ بات رب رحیم کی طرف سے ہے۔

سلام کی اہمیت احادیث کی روشنی میں

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"مسلمان کے حق مسلمان پر چھ ہیں (جن میں سے سب سے پہلا یہ

> یہود ونصاریٰ کو سلام کہنے میں پہل نہ کرے البتہ وہ سلام کہیں تو صرف وعلیکم کہے یا صرف ان کا احوال پوچھ لے کیونکہ ان سے سلام میں پہل سے منع کیا گیا مگر کلام میں نہیں

ہے کہ) جب تو اسے ملے تو سلام کہہ" (مسلم شریف)

جب مسلمان سے ملے تو اسے سلام کہے' اس کا مطلب یہ نہیں کہ جدا ہوتے وقت سلام کی ضرورت نہیں بلکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

ترجمہ "جب تم میں سے کوئی شخص مجلس میں پہنچے تو سلام کہے اگر اس کا ارادہ بیٹھنے کا ہے تو بیٹھ جائے پھر جب اٹھے سلام کہے کیونکہ پہلے سلام کا حق دوسرے سے زیادہ نہیں۔" (مسند احمد وغیرہ)

ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا "السلام علیکم" آپ نے سلام کا جواب دیا پھر وہ بیٹھ گیا نبی ﷺ نے فرمایا: "دس نیکیاں" پھر ایک اور آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ) کہا آپ نے جواب دیا وہ بیٹھ گیا آپ نے فرمایا: "بیس" پھر ایک اور آیا اس نے کہا' 'السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

اگر تھوڑی دیر کے لئے کسی سے علیحدہ ہو تو دوبارہ ملنے پر پھر سلام کہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو اسے سلام کہے پھر اگر ان کے درمیان کوئی درخت یا دیوار حائل ہو جائے تو دوبارہ ملنے پر پھر اسے سلام کہے۔ (صحیح ابوداؤد عن ابی ہریرہ)

صحابہ کرام ؓ اس فرمان پر بہت اہتمام سے عمل کرتے تھے وہ صحابی جس نے نماز اطمینان سے نہیں پڑھی تھی جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ نے اسے واپس بھیجا کہ دوبارہ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی تین دفعہ ایسا ہی ہوا تو اس نے ہر مرتبہ آ کر پہلے سلام کہا تھا حالانکہ وہ مسجد میں ہی تھا اور رسول اللہ ﷺ بھی مسجد میں تھے۔ (بخاری ومسلم)

سلام کہنے کے آداب:

اسلام ہر معاملے میں حسن معاملہ' حسن سلوک اور نظم وضبط کو دیکھنے کا خواہاں ہے۔ چنانچہ اس نے سلام کہنے کے کچھ اصول وآداب مقرر فرمائے ہیں۔

1۔ سلام کرنے میں پہل کی جائے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

جو سلام میں پہل کرے گا وہ افضل ہے۔"

2۔ پہلے سلام کہنے والا پورے الفاظ السلام علیکم یا اضافہ کے ساتھ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔

3۔ مخاطب سلام کا پورا جواب وعلیکم السلام یا اضافہ کے ساتھ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منھا او ردوھا (النساء 86)

ترجمہ: اور جب تمہیں سلام کہا جائے تو اس سے بہتر طور پر سلام کا جواب دو یا پھر ویسا ہی لوٹا دو۔"

4۔ سلام کہنا سنت ہے اور جواب دینا واجب ہے۔

تھوڑی تعداد والے افراد زیادہ تعداد میں لوگوں کو سلام کہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

"والقلیل علی الکثیر

تھوڑے زیادہ کو (سلام کہیں) (متفق علیہ)

6۔ چھوٹا بڑے کو سلام میں پہل کرے لیکن نبی کریم ﷺ شفقت ومحبت کے انداز میں بچوں کو عام طور پر سلام کرنے میں پہل فرماتے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا

یسلم الصغیر علی الکبیر

چھوٹے بڑے کو سلام کہے

7 گزرنے والا بیٹھے کو سلام کہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

والمار علی القاعد (متفق علیہ)

گزرنے والا بیٹھے کو (سلام کہے)

8۔ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

والرکب علی الماشی

سوار پیدل چلنے والے کو (سلام کرے)

9۔ جب دونوں ملنے والے برابر ہوں تو دونوں کو ابتداء کا حکم ہے۔ ان میں جو پہل کرے گا وہ افضل ہے۔

10۔ ہر واقف وناواقف کو سلام کہنا چاہئے۔ اجنبی عورت کو سلام نہ کہا جائے۔ البتہ بوڑھی عورت کو سلام کہنے میں حرج نہیں۔

11۔ باہر سے گھر میں داخل ہونے والا اہل خانہ کو سلام کہے اور اگر خالی ہو تو پھر بھی سلام کہے۔ سیدنا انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

اے بیٹے جب گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کہہ۔ یہ تیرے اور گھر والوں میں باعث برکت ہے۔"

12۔ جب کوئی شخص مجلس میں آئے تو اہل مجلس کو سلام کہے اور جب واپس جائے تب بھی سلام کہے۔

13۔ یہود ونصاریٰ کو سلام کہنے میں پہل نہ کرے' البتہ وہ سلام کہیں تو صرف وعلیکم کہے یا صرف ان کا احوال پوچھ لے کیونکہ ان

> ھادی دوعالم ﷺ نے جعلی دعاؤں کو یکسر بدل کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کو جاری وساری فرمایا جو اللہ کریم کی طرف سے انسانیت کیلئے جنتی تحفہ اور مشروع دعا اور حکم ہے

سے سلام میں پہل سے منع کیا گیا مگر کلام میں نہیں۔

سلام کی اہمیت وفضیلت جان لینے کے بعد مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں چاہئے کہ ہم زیادہ سے زیادہ سلام کو عام کریں اور نیکیوں کے وسیع ذخیرہ کو اپنے اعمال نامہ میں شامل کر کے دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران ہو جائیں۔

اہم اعلان

بعض تنظیمی اور دیگر مصروفیات کی بناء پر دورہ صفہ برائے خواتین مرکز طیبہ مرید کے میں ماہ ستمبر سے بند کیا جا رہا ہے۔ عید الفطر کے بعد دوبارہ رابطہ کریں۔ جزاکم اللہ خیراً

مسئولہ دورہ صفہ خواتین مرکز طیبہ مرید کے

آخری قسط

ذہن کی خرابیاں حسد، بغض، تکبر

فقیہا صفدر

حبطت اعمالھم

یعنی حسد کرنے والے کے سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ حاسد انسان کی مثال بالکل اسی طرح ہے جس طرح ایک مزدور جو کہ شب و روز محنت و مزدوری کر کے کماتا ہے اور پھر وہ اپنی بھوک' پیاس برداشت کر کے' روپیہ پیسہ جمع کرتا ہے۔ جب سال ہا سال محنت مزدوری کر کے اتنا پیسہ جمع ہو جاتا ہے جس سے ایک چھوٹا سا مکان بن جائے پھر وہ اس سے اپنا چھوٹا سا مکان بھی بنالیتا ہے جو کہ اس کے لئے جنت سے کم نہیں ہوتا مگر اچانک زوردار آندھی طوفان آجائے اور اس مکان کو زمین بوس کر جائے تو سوچیں ذرا! کہ اس مزدور پر کیا بیتے گی؟ جس کی ساری جمع پونجی منٹوں میں ختم ہو گئی۔ ساری محنت پر پانی پھر گیا تو ظاہر ہے وہ پریشانی میں بیمار ہو جائے گا۔ بعض اوقات حساس آدمی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتا ہے۔ اسی طرح مومن کی مثال ہے ایسا مومن جو کہ دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اپنے آرام' اپنی خواہشات کو چھوڑ کر اپنی زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مطابق گزارتا ہے۔ تنگ دستی کے باوجود صدقہ خیرات کرتا ہے اور اپنی کمائی میں سے تھوڑی بچت کر کے حج کرتا ہے' اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔ ان تمام نیکیوں کے باوجود اس کے اندر حسد پایا جاتا ہے کسی کی عزت افزائی اور مال و دولت دیکھ کر جلتا ہے۔ تو اس کی تمام نیکیاں تباہ ہو جاتی ہیں۔ حسد بہت بری چیز ہے۔ تمام نیکیوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ خواہ وہ نیکیاں حج کر کے کمائی ہوں یا جہاد کر کے ختم ہو جاتی ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ آگ نہیں دیکھتی کہ لکڑی کے میں لگے درخت کی ہے یا صندل کی ہے' اس کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ اسی طرح جب انسان حسد کرتا ہے تو وہ حسد اس کی نیکیوں کو جلا کر رکھ دیتا ہے۔ حسد نہیں دیکھتا کہ اس نے نیکی حج کر کے کمائی ہے یا کہ جہاد میں حصہ ڈال کے کمائی ہے۔ حدیث نبوی ہے۔

فان الحسد تاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب .(الحدیث)

پس بے شک حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

وہ محلات جو انسان کی نیکیوں سے آخرت میں سونے' چاندی کی اینٹوں سے اور کستوری کے گارے سے تیار کئے جاتے ہیں انسان کے حسد کرنے سے سب ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کا سب کچھ ضائع ہو کر رہ جاتا ہے۔

جسمانی کمزوری:

جسمانی بیماری پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس سے انسان کے اندر جلنے کڑھنے سے بہت زیادہ بیماریاں آجاتی ہیں۔ یہ بات عام مشاہدے میں آئی ہے کہ حسد انسان کو سر اور پیٹ کا مریض بنا دیتی ہے۔ اس کے اندر یہ بیماریاں کمزوری پیدا کر دیتی ہیں۔ دوسروں کی خوشی چونکہ اس کے دل و دماغ پر لگتی ہے اس لئے جس سے وہ حسد کرتا ہے اس کو ساری محفل میں ذلیل کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ مگر جتنا وہ اس کو ذلیل کرتا ہے اس قدر ہی وہ ابھرتا ہے۔ جس سے حاسد کے دل پر ایسا اثر پڑتا ہے کہ وہ بیچارہ ایسی بیماری اور کمزوری میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر بھی سمجھ نہیں پاتے اور وہ بظاہر ٹھیک ٹھاک نظر آنے والا اندرونی طور پر کھوکھلا ہو کر رہ جاتا ہے۔

جھوٹ کا عادی ہو جاتا ہے:

حسد کرنے والا انسان اپنے مخالف کے خلاف ہمیشہ محاذ کو گرم رکھتا ہے۔ اس کو نقصان پہنچانے کے طرح طرح کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ اگر کوئی بہانہ یا موقع ایسا نہ ملے تو وہ جھوٹ کے بل بوتے پر اس کو نقصان پہنچاتا ہے اور پھر اگر اس کی تحقیق کی جائے تو بھی وہ جھوٹ بولتے ہوئے صاف اس بات سے نکل جاتا ہے۔ اسی طرح صرف وہ اپنے مخالف کو نیچا دکھانے کے لئے جھوٹ پر جھوٹ بولتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ وہ جھوٹ کا اس قدر عادی ہو جاتا ہے کہ عام اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھوٹ بولنا شروع کر دیتا ہے۔

حسد سے نفسیاتی مریض:

دوسروں کی خوشی اور عزت کو برداشت نہ کرنے والے انسان عموماً نفسیاتی مریض ہو جاتے ہیں۔ وہ اس لئے جب وہ کسی مخالف انسان کی خوشی اور عزت کو دیکھتا ہے تو وہ بیچارہ حسرت کا مارا پہلے تو یہ کوشش کرتا ہے کہ یہ خوشی اور عزت مجھے ملنی چاہئے۔ اسی لئے وہ اس کوشش میں رہتا ہے کہ یہ خوشی اور عزت اس سے چھن جائے اور خود اس کو پانے کے لئے کوششیں جاری رکھتا ہے۔ حاسد انسان عموماً حقیقی خوشی سے محروم رہتا ہے اور زیادہ تر خوابوں کی دنیا میں رہتا ہے اور اسی حالت میں (یعنی خوابوں کی دنیا میں رہتے ہوئے) وہ دوسروں سے خوشی چھین کر خود حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بس اس کو صرف ایک ہی فکر رہتی ہے کہ میرے علاوہ کسی کو خوشی اور عزت نہ ملے۔ سارے میرے ماتحت ہوں کسی کو مجھ سے بلند مرتبہ نہ ملے اور پھر بلند مرتبہ انسان کو ذلیل کروانے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسروں کے سامنے اپنے آپ کو مظلوم ظاہر کرتا ہے اور لوگوں سے اپنے مخالف کی برائیاں بیان کر کے اس سے بدظن کرنے میں مصروف رہتا ہے اور زیادہ تر وہ اس میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے "مگر" پھر بعض جگہ پر اس کو اپنی غلطی اور بد احتیاطی پر ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دوسروں کو ذلیل کرنے کے لئے وہ ہر قسم کی تگ و دو جاری رکھتا ہے' اسی تگ و دو میں اگر اس کو لوگوں سے بھیک مانگنا پڑے تو بھی وہ اس حرکت سے دریغ نہیں کرتا۔ مخالف انسان چاہے اس سے عداوت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ یہ بیماری عموماً ہم مرتبہ لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ کزن وغیرہ میں یہ بیماری کثرت سے پائی جاتی ہے اور بچپن میں بھی بہت سے بچے اس عادت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جب بچہ اپنے ہم عمر بچے کے پاس اچھا کھلونا دیکھتا ہے۔ تو وہ اپنے اندر دکھ تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر ایک بچے کے اندر زیادہ صلاحیتیں ہوں تو بھی دوسرے

حسد سے بچاؤ ممکن ہے اس طرح کہ دوسروں کے متعلق دل میں بغض نہ رکھا جائے' کسی کی خوشی عزت' دولت سے حسد نہ کیا جائے بلکہ اس کو بارک اللہ کہے اور صلح جوئی سے کام لیا جائے نیز ہر حال میں اللہ کا شکر کیا جائے

اس کے ہم عمر بچے اس سے جلتے ہیں۔اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔

سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے والد کو بہت زیادہ پیارے تھے تو اس کے بھائی اس سے حسد کرنے لگے اور پھر یہ بیماری اس قدر بڑھی کہ انہوں نے ان کو کنویں میں پھینک دیا۔اس طرح سیدنا آدم علیہ السلام سے شیطان نے حسد کیا کہ ایک معمولی انسان کو مجھ سے زیادہ مرتبہ ملا اور اس کو سجدہ نہ کرنے کی صورت میں مجھ کو جنت سے نکال دیا گیا۔لہٰذا وہ اپنے حسد کی بنا پر ہر وقت سیدنا آدم علیہ السلام کو زک پہنچانے کے لئے موقع دیکھتا رہتا۔اسی طرح اس کو ایک دفعہ موقع ملا اور اس نے ان کو دھوکے سے جنت سے نکلوا دیا۔اسی طرح

حاسد دوسروں کی خوشیاں چھیننے کی فکر میں رہتا ہے اس کے لئے ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور لوگوں کو اپنے مخالف کی برائیاں بیان کر کے بدظن کرنے میں مصروف رہتا ہے

حاسد انسان دوسروں کو نیچا دکھانے کے لئے سوچ سوچ کر ذہنی مریض کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا و آخرت بھی تباہ کر لیتا ہے۔حاسد سے اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔حاسد انسان شروع شروع میں ہر ملنے والے انسان کو اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے اور اس کے ساتھ ہر قسم کے تعاون کی ڈرامہ بازی کرتا ہے۔دوسروں کی برائیاں اور اپنی اچھائیاں بیان کرتا ہے جس سے اگلا انسان بلا سوچے سمجھے اس سے نفرت کرنا شروع کر دیتا ہے اور اس سے سخت بدگمان ہو جاتا ہے۔

حالانکہ قرآن مجید میں ہے

ان بعض الظن اثم

''بے شک زیادہ گمان کرنا گناہ ہے۔''

حدیث نبوی ہے۔

کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع (رواہ المسلم)

''آدمی کا جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کرے۔''

ہمارا یہ حال ہے کہ ہم ایک دوسرے کا تعارف ہی بدگمانی پر اور سنی سنائی بات پر کرواتے ہیں''مگر'' جب قدرت' بدگمان انسان کی ملاقات اس شخص سے کرواتا ہے جس سے وہ بدظن ہوتا ہے تو پھر تمام باتیں کھل کر آ جاتی ہیں۔اس لئے کہ حاسد کا پول کبھی نہ کبھی تو کھلنا ہی ہوتا ہے۔اسی طرح اس کا مکار چہرہ جب اصل روپ میں آتا ہے تو پھر لوگوں کا اس پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اور لوگوں کے دلوں سے اس کی عزت ختم ہو جاتی ہے۔گویا حاسد ہر طرح سے گھاٹے میں رہتا ہے۔

حسد سے بچاؤ کی تدابیر:

دنیا میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا حل نہ ہو کوئی بیماری ایسی نہیں جس کا علاج نہ ہو کوئی جراثیم ایسا نہیں جس سے بچاؤ کی تدابیر نہ ہوں۔اس لئے کہ انسان ہر بیماری گناہ سے توبہ کر لے۔حسد بھی ایک خطرناک بیماری ہے مگر اس کے بچاؤ کے طریقہ کار بھی ہیں کہ دوسروں کے متعلق اپنے دل میں بغض نہ رکھنا۔کسی کی خوشی عزت و دولت سے حسد نہ کرنا بلکہ اس کو بارک اللہ کہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری خوشی میں برکت عطا کرے اور اللہ تعالیٰ ایسی خوشی ایسا سکون ایسی عزت و دولت سب کو عطا کرے۔(آمین) دعا کرنی چاہئے اور اس سے بغض و عداوت رکھنے کی بجائے صلح جوئی سے کام لے۔اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا۔

ولا تحاسدوا ولا تباغضوا

اور تم حسد نہ کرو اور نہ تم (دوسروں کے متعلق) بغض کو اپنے دل و دماغ کے اندر جگہ دو۔اس لئے یہ دونوں چیزیں انسان کے دنیا و آخرت کو تباہ کرتی ہیں اور انسان کی نیکیاں اور نیکیوں سے بنے محلات کو تباہ کرتی ہیں۔حاسد کا اپنا نقصان ہوتا ہے۔مشہور کہاوت ہے کہ'' ہنڈیا جب جلتی ہے تو اپنے کنارے جلاتی ہے۔''اسی طرح مثال ایک انسان کی ہے جب جلتا ہے تو اپنا آپ جلاتا ہے۔دوسروں کو کوئی نقصان نہیں دیتا جو قسمت میں ہوتا ہے وہ انسان کو مل جاتا ہے۔اگر قسمت میں نہ ہو تو پھر انسان چاہے ایڑی چوٹی کا زور لگا لے اس کو کچھ نہیں ملتا۔ناشکری سے بچنا تھوڑی چیز پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

حسد سے انسان کے اندر سے بہت سے بغض پیدا ہوتے ہیں جو کہ اس کو ناشکرا بنا دیتے ہیں۔(کہ اللہ سانوں تے دیندا ای نئی) کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تو کچھ دیتا ہی نہیں۔ساری عمر ترستے ہی رہے ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم

اللہ وہ ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تمہیں روزی دیتا ہے اور انسان چھوٹی سی نعمت کو جب اپنے علاوہ کسی دوسرے پر دیکھتا ہے تو ناشکری پر اتر آتا ہے۔حالانکہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں اس کے پاس ہوتی ہیں اور جب انسان ہمیشہ اپنے سے بالاتر لوگوں پر نظریں دوڑاتا ہے تو وہ حسد اور ناشکری کا شکار ہو جاتا ہے۔اگر انسان اپنے سے کمتر اور غریب کو دیکھے اور یہ خیال کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے جو تو نے مجھے ان لوگوں سے اچھا بنایا۔کہتے ہیں دوسروں کا محل دیکھ کر اپنی جھونپڑی نہیں جلانی چاہئے اور انسان کو اپنے سے کمتر انسان کی طرف دیکھنا چاہئے تاکہ دل میں ناشکری کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

و سنجزی الشکرین

اور عنقریب ہم شکر کرنے والوں کو زیادہ دیتے ہیں۔ناشکرا انسان دنیا و آخرت کی دولت سے محروم رہ جاتا ہے اور شکر کرنے والا انسان دنیا و آخرت میں کامیاب رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کرنا:

جب انسان تھوڑی چیز پر صبر و شکر کرتا ہے تو قدرتی طور پر اس کے اندر عجز و انکساری آ جاتی ہے۔جس سے اس کے تعلقات اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہوتے چلے جاتے ہیں اور وہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اپنے ربّ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط بناتا ہے اور دنیا میں اتنا مصروف نہیں رہتا بلکہ ہر وہ کام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔جس سے اس کی آخرت کامیاب ہوتی چلی جاتی ہے اور دنیا اس کو قید خانہ لگتی ہے۔حدیث پاک میں ہے......کہ دنیا تو مومن کے لئے قید خانہ ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلقات مضبوط بناتا چلا جاتا ہے۔

دو چیزوں پر رشک کرنا چاہئے نہ کہ حسد

وہ دو چیزیں ہیں علم اور دوسرا مال' جسے وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اور یہ دونوں چیزیں جتنی خرچ کرو گے زیادہ ہوں گی۔مثلاً جب ایک عالم انسان علم کو دوسروں تک پہنچاتا ہے تو اس کے علم میں اضافہ ہوتا ہے نہ کہ کمی اور دولت مند جب اپنی دولت کو خرچ کرتا ہے تو اس کی دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔اس لئے ہمیں ان چیزوں پر رشک جائز ہے۔کیونکہ ان دونوں چیزوں سے انسان اپنے

حاسد اپنے محسود کو بھری محفل میں جتنا ذلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے اس قدر ہی وہ ابھرتا ہے جس سے حاسد کے دل پر ایسا اثر پڑتا ہے کہ وہ انتہائی پیچیدہ امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے

اللہ کے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔رشک اس طرح کیا جاتا ہے۔علم والا جب اپنے علم کے موتی دوسروں پر نچھاور کرتا ہے تو انسان تمنا کرتا ہے کاش! میرے پاس بھی دین کی دولت ہو' میں بھی اس سے دوسرے لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچاؤں اور جب سخی کو سخاوت کرتے دیکھتا ہے تو تمنا کرتا ہے کاش! کہ میرے پاس دولت ہوتی تو میں بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اسی طرح خرچ کرتا۔دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں حسد......کرنے سے بچائے اور رشک کرنے کی توفیق دے۔آمین

اپیل برائے زیر تعمیر جامع مسجد الرشید

ہم اللہ کے فضل سے پلاٹ خرید لیا ہے کام شروع کرنا ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی اللہ اس کا گھر جنت میں بنائے گا۔اس لئے دل کھول کر تعاون فرمائیں۔

رابطہ کیلئے: حافظ محمد اعظم خان 180 ٹریڈ سنٹر چوک یتیم خانہ معرفت بسم اللہ سویٹس۔

اکاؤنٹ نمبر 61-2839 حبیب بینک چوک یتیم خانہ

عبادت کیا ھے

قرآن و حدیث کی روشنی میں عبادتِ الٰہی کے مفہوم پر سیر حاصل بحث

مسز ناصر ہاشمی

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون

''اور میں نے انسانوں اور جنوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔''(القرآن)

عبادت عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کا معنی بندگی یا غلامی کرنا ہے۔ یعنی کسی قوت کو نا قابل تسخیر سمجھ کر اس کی اطاعت کرنا۔ جسے سب سے زیادہ زور آور، برتر اور اعلیٰ مانتے ہوئے اس سے ڈرنا۔ جس کی عبادت کی جائے اسے معبود کہا جاتا ہے اور عبادت کرنے والا عبد کہلاتا ہے۔

> جن لوگوں نے آپ ﷺ کی آواز پر لبیک کہا وہ مسلمان اور مومن کہلائے اور جو بغض وعناد کے سبب اپنے آباؤ اجداد کے مذہب پر اڑے رہے وہ کافر بن گئے

جب سے دنیا کائنات کے ورق پر ظہور پذیر ہوئی ہے۔ لاکھوں کروڑوں انسان پیدا ہوئے۔ انسانوں کی زیادتی قوموں کی تشکیل کا باعث بنی۔ ان قوموں کو راہ راست دکھانے کے لئے پے درپے کئی انبیاء اور رسول آئے۔ ان سب کا مقصد سچے دین کی دعوت دینا تھا۔ اور انہیں عبادت کا مطلب سمجھانا تھا۔ ایک نبی دنیا میں تشریف لاتے لوگوں کو پیغام حق سناتے۔ کچھ لوگ مانتے اور اکثر لوگ ان کی عداوت پر تل جاتے۔ برائیوں کی کچھ حد تک روک تھام ہوتی لیکن اس نبی کے فوت ہونے کے بعد معاملہ پھر جوں کا توں بن جاتا اور قوم دوبارہ بگڑ جاتی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کوئی دوسرا نبی یا رسول بھیج دیتا۔ بہت سی قوموں نے انبیاء کی تعلیمات اور وحی الٰہی سے منہ موڑا تو ان کے مذہب بھی مختلف ہوگئے۔ ان کے عبادت کرنے کے طریقے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے جب بنی نوع انسان کو پیدا کیا تو اس کا مقصد اپنی عبادت کرنا ہی بتایا یعنی کہ انسان کی فطرت میں ہی عبادت کی حس شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں انسان عبادت کی طرف مائل رہا لیکن شیطان مردود کی وجہ سے وہ اپنے اصل معبود کو بھلا بیٹھتا اور سامنے نظر آنے والی جس قوت کو زور آور سمجھتا اسی کی عبادت شروع کر دیتا۔ شیطان نے اول بشر (آدم) کی تخلیق کے وقت سے ہی عہد کر لیا تھا کہ وہ اس مٹی کے پتلے کو ضرور گمراہ کر کے چھوڑے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی شیطان پر یہ واضح کر دیا تھا کہ تو انسانوں کو بہکائے گا۔ لیکن تیری تاثیر میرے برگزیدہ اور نیک لوگوں تک نہیں پہنچے گی۔ یہی وجہ تھی کہ ہر زمانے میں فاجر اور فاسق لوگوں کے ساتھ ساتھ نیک مومن اور موحد لوگ بھی موجود رہے۔ جنہوں نے انبیاء کی اتباع اور اطاعت دل وجان سے کی۔

انبیاء کے آخر میں سیدنا محمد ﷺ تشریف لائے۔ اس وقت چیدہ چیدہ لوگوں کے علاوہ تمام لوگ کفر و شرک اور ضلالت کی عمیق گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ سب لوگ عبادت ضرور کرتے تھے مگر بتوں چاند ستاروں، درختوں وغیرہ کی۔ آپ ﷺ نے انہیں عبادت کا اصل رخ بتایا۔ ''توحید کی دعوت دی۔ انہیں بتوں کو معبود بنانے سے منع کیا۔ ان کی بت پرستی کا یہ حال تھا کہ ہر گھر میں اپنے اپنے بت رکھے ہوئے تھے۔ ہر قبیلہ علیحدہ بت کی عبادت کرتا تھا اور جب نبی اکرم ﷺ نے مکہ فتح کیا خانہ کعبہ میں **360** بت موجود تھے۔ جن کا آپ ﷺ نے صحابہ کے ساتھ مل کر خاتمہ کیا۔

رسالت مآب سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر بہت سے لوگ ایمان لے آئے۔ آپ کی دعوت کی روشنی اتنی بڑھی کہ عرب سے نکل کر عجم تک پوری دنیا میں پھیل گئی اور آپ کے پیروکاروں کی تعداد تمام انبیاء اور رسل کے مقابلے میں سبقت لے گئی۔ جن لوگوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا وہ مسلمان اور مومن کہلائے اور جو بغض وعناد کے سبب اپنے آباؤ اجداد کے مذہب پر اڑے رہے وہ کافر بن گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو دین اسلام پر گامزن کیا۔ جو کہ منشاء الٰہی کے عین مطابق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

رضیت لکم الاسلام دیناً

''میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔'' یاد رہے کہ دین اسلام صرف مسلمانوں کے لئے ہی مخصوص نہیں بلکہ پوری دنیا کے لوگوں کے لئے اس میں رشد و ہدایت موجود ہے۔ اس دین کو قبول کرنا اور اس کے مطابق عبادات کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔ لیکن جن کے دلوں پر پردہ پڑا ہے انہیں کوئی نہیں سمجھا سکتا۔

دورِ حاضر میں غیر اسلامی مذاہب کا تصورِ عبادت:

اسلام جب دنیا میں پھیلنا شروع ہوا تو بہت سی قومیں اور قبیلے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ لیکن ایسے لوگوں کی بھی کمی نہ تھی جنہوں نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے آباؤ اجداد کے مذہب پر ڈٹے رہے۔ انہی جیسے لوگ اور بہت سی قومیں آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔ جنہوں نے علیحدہ علیحدہ مذاہب اپنائے ہوئے ہیں۔ عبادت کرنے کا عنصر تمام مذاہب میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ ہر مذہب میں عبادت کو اوّلین حیثیت حاصل ہے۔

> اسلام کے علاوہ باقی مذاہب محدود عبادت کے قائل ہیں ان کی عبادت صرف عبادت گاہوں تک یا پھر جنگلوں ویرانیوں میں ہوتی ہیں

مجوسی لوگ آگ کی پوجا کرتے ہیں...... آگ کو زور آور اور خطرناک مانتے ہوئے اس سے ڈرتے ہیں اور مختلف طریقوں سے اس کی عبادت کرتے ہیں۔

عیسائی نظریہ تثلیث پر ایمان لاتے ہیں اور تین خداؤں کو عبادت کا مستحق سمجھتے ہیں۔

یہودی قوم سیدنا عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتی ہے اور اپنے اولیاء اور پاک بزرگان کی روحوں کو بخشش کا ذریعہ مانتی ہے۔ ان کے مقبروں کو عبادت گاہیں خیال کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یہودی لوگ درختوں اور تعویذ دھاگوں کو بھی عبادت کا ذریعہ بناتے ہیں۔

ہندو قوم نے تو عبادت کے لئے ہزاروں من گھڑت دیوی اور دیوتا بنا رکھے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ معبودان باطل (جنات' انسان' حیوانات' نباتات کی صورت میں) موجود ہیں۔ کبھی یہ برہمن دیوتا کی عبادت کرتے نظر آتے ہیں تو کبھی ناگ دیوتا کی۔ کبھی سوم ناتھ کو (چاند پر رہنے والا آقا) خیال کرتے ہیں تو کبھی سورج کو اپنا اوتار مانتے ہیں۔ کبھی ناگ دیوتا کی پوجا کرتے ہیں تو کبھی ہنومان کے آگے سر جھکاتے ہیں۔

ایک فرقہ دنیا میں ایسا بھی موجود ہے جو کسی بھی مذہب کو نہیں مانتا۔ یعنی وہ لوگ دہریت کے قائل ہیں۔ یعنی کہ اللہ کے وجود کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ (نعوذ باللہ) ان کو دہریہ کہتے ہیں۔

ادیان باطلہ میں عبادت کے مشترکہ عناصر:

اگرچہ تمام مذاہب کے عبادت کرنے کے انداز اور رسوم و رواج مختلف ہیں۔ لیکن ان میں بہت سی ایسی باتیں مشترک ہیں کہ جن پر نظر دوڑانے سے یہ ایک ہی مذہب کے پیروکار دکھائی دینے لگتے ہیں۔ مثلاً

☆ تمام مذاہب کے لوگ کسی نہ کسی صورت میں اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا سب سے بڑا معبود تسلیم کرتے ہیں اور اسے بھگوان' دیوتا' خدا اور اللہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

☆ اللہ کو معبود جانتے ہوئے بھی اپنے جھوٹے اور من گھڑت خداؤں کے پاس حاجتیں اور سفارشیں کروانے کے لئے آتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ہم براہ راست اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگ سکتے۔ چھوٹے خداؤں کو وسیلہ بنائیں گے تو ہماری عبادت اور دعائیں جلد قبول ہوں گی۔

☆ اسلام کے سوا باقی مذاہب محدود عبادت کے قائل ہیں۔ ان کی عبادات کلیساؤں' گرجوں اور مندروں تک محصور ہیں یا دنیا کو چھوڑ کر جنگلوں اور ویرانوں میں عبادت پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

☆ تمام مذاہب دین اور دنیا کو ایک دوسرے سے علیحدہ خیال کرتے ہیں۔ دنیاوی معاملات میں ہر طرح کی برائیاں' بدکاری' فحاشی کو اکثر مذاہب جائز قرار دیتے ہیں۔ جو جی میں آئے کرتے پھریں۔ بعد ازاں تھوڑی سی عبادت انہیں تمام گناہوں سے نجات دلا دیتی ہے۔

☆ تمام مذاہب میں کفر و شرک انتہا درجے کو پہنچا ہوا ہے۔ اپنے من گھڑت خداؤں کی عبادت میں مگن ہو کر خالق حقیقی کے حقوق یکسر بھلا دیتے ہیں۔

☆ یہ مذاہب رہبانیت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ راہب لوگ وہ ہوتے ہیں جو دنیا سے اپنے تعلقات ختم کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ نہ تو شادیاں کرواتے ہیں اور نہ ہی معاشی مسائل کے جھنجھٹوں کو اپنے سر لیتے ہیں بلکہ ویران جگہوں اور بے آباد محلوں میں گیان دھیان میں مصروف ہو جاتے ہیں اور لوگ انہیں بہت پارسا

مسلمان بہت سے من گھڑت معبودوں کی بجائے ایک ہی اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں جس نے پوری کائنات تشکیل دی

اور پہنچے ہوئے ولی خیال کرتے ہیں اور ان سے دعائیں کرواتے ہیں۔ اپنی منتیں اور مرادیں دیوتاؤں تک پہنچانے میں انہیں سفارشی تسلیم کرتے ہیں۔

ادیان باطلہ میں جو عبادت زیادہ مشکلات کے ساتھ کی جائے وہ زیادہ درجہ رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ راہب لوگ بعض اوقات بھوکے پیاسے رہ کر عبادت کرتے ہیں۔ کئی نہائے دھوئے بغیر' اپنے جسموں پر مٹی مل کر گندگی اور نجاست کے ماحول میں عبادتیں کرتے ہیں۔ کئی ایک پاؤں پر کتنے کتنے روز کھڑے ہو کر اور کئی درختوں پر الٹا لٹک کر اپنے آقاؤں کو خوش کرتے ہیں...... الغرض عبادت تمام مذاہب میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ یہ لوگ نہ صرف عبادتیں کرتے ہیں بلکہ مال و دولت کے نذرانے بھی پیش کرتے ہیں۔ وقت آنے پر جان کی قربانیاں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے لیکن درحقیقت خالق حقیقی کے سامنے ان کی عبادتوں کی کوئی قدر نہیں کیونکہ

یہ دین اسلام کو قبول نہیں کرتے

اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبودان باطلہ کی بھی پوجا کرتے ہیں

آخری نبی اور آخری کتاب (قرآن) پر ایمان نہیں لاتے

ہر طرح کے گناہوں میں ملوث ہونے کے باوجود وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارے پیشوا ہمیں جہنم کی آگ سے بچا لیں گے۔ ہمیں بخشوا لیں گے۔ حالانکہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری امت کے لئے دین اسلام کو ہی پسند کیا اور قیامت کے دن وہی قابل قبول ہوگا اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ یہی دین پوری دنیا کے لوگ تسلیم کریں اور اسے تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون۔ (الصف-8)

وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے سب ادیان پر غالب کر دے اور اگرچہ مشرک ناخوش ہی ہوں۔

اسلامی منسک عبادت:

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو ایک مسلمان کی ساری زندگی پر حاوی ہوتا ہے۔ عبادت کے بارے میں بھی اسلام ہمیں بہت کچھ بتلاتا ہے۔ اسلام میں عبادت کا دائرہ لامحدود اور وسیع ہے۔ اسلام کے اندر ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے سرانجام دیا جائے اور وہ ممنوعات جن سے اجتناب کیا جائے۔ عبادت کہلاتا ہے۔ اسلام کے نزدیک ہر وہ شخص اعلیٰ و افضل ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے ڈر کر نیکی و بدی میں تمیز کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر قرآن مجید میں فرمایا

"ان اکرمکم عند الله اتقکم"

"تم میں سے تحقیق وہی سب سے زیادہ عزت والا ہے۔ اللہ کے نزدیک جو تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔" (الحجرات)

اسلام ایک انسانی زندگی کو کلی طور پر عبادت سے مزین کرنا چاہتا ہے اور ہر قول و عمل کا نتیجہ گناہ و ثواب کی صورت میں نکالتا ہے۔

مسلمان بہت سے من گھڑت معبودوں کی بجائے ایک ایسے معبود کی ہستی پر ایقان رکھتا ہے۔ جس نے پوری کائنات تشکیل دی۔ جو خالق السماء والارض ہے۔ جو رب العرش العظیم' جو جبار و عزیز بھی ہے اور رحمٰن و رحیم بھی۔ مسلمان ڈائریکٹ یعنی کہ بلاواسطہ اپنے کل مسائل کا حل بارگاہ الٰہی میں تلاش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا معبود وحدہ لاشریک ہے۔ جسے کسی واسطے اور وسیلے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ

و نحن اقرب اليه من حبل الوريد

ہم (لوگوں) کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ مسلمان اس ذات کو اپنے اتنا قریب سمجھتے ہوئے ڈر' خوف اور طمع کے ساتھ عبادت کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ وہ عرب و عجم میں' خشک و تر میں' بر و بحر میں' ظلمت شب میں' روز روشن میں ہر وقت عیاں ہے۔ اسی نظریئے کے باعث اسلام دوسرے تمام مذاہب سے منفرد اور ممتاز نظر آتا ہے اور تمام ادیان باطلہ انہی وجوہات کے باعث اسلام کی مخالفت کرتے ہیں۔

عبادت کے عوامل:

اسلام کے اندر توحید' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' جہاد عبادت کے بڑے عوامل ہیں۔ ہر مسلمان ہونے والے شخص پر ان کی ادائیگی فرض ہے۔ ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے اور بھی بہت سے افعال ہیں جو عبادت کے زمرے میں ہی آتے ہیں اگر ان کو نہ تسلیم کیا جائے تو عبادت کے یہ کبیرہ ارکان بھی اجر و ثواب کے خزانے سے خالی ہو جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کو اسلام میں اولین حیثیت حاصل ہے لیکن اگر کوئی مسلمان خدائے واحد پر ایمان لا کر شرک بھی کرے' کسی اپنے جیسے انسان کو حاجت روا اور مشکل کشا بھی

باقی صفحہ نمبر 18 پر

اہل حق باطل کے عقوبت خانوں میں کل اور آج

عائشہ عبدالرشید

حق اور باطل شروع ہی سے ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بنایا ہے اس وقت سے لے کر اب تک اور قیامت آنے تک یہ دونوں ایک نہیں ہوسکتے جس طرح کہ آگ اور پانی اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ دریا کے دونوں کنارے نہیں مل سکتے۔ اسی طرح حق اور باطل کبھی اکٹھے نہیں ہوسکتے۔

اسی لئے حق (سچائی) کو باطل (کفر) سے الگ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پیغمبر اور نبی بھیجے' کتابیں اتاریں۔ اس وقت کے باطل کے سردار و نمرود' فرعون' ابوجہل' شیبہ اور عتبہ حق کے پیامبروں کو کبھی آگ میں ڈالتے' کبھی سولی پر چڑھاتے' کبھی راستے میں کنواں کھودتے' کبھی نماز کی حالت میں اوجڑی کو اوپر پھینکتے۔ گلی سے گزرتے تو کوڑا کرکٹ ڈالتے۔ یہیں پر بس نہیں کیا۔ بلکہ اللہ کے آخری نبی ﷺ کو تین سال تک کافروں نے شعب ابی طالب میں قید رکھا۔ کافروں نے ایک رب کو ماننے والوں کو اس کی قوت اور طاقت کو تسلیم کرنے اس کی کتاب کو ماننے اور اس کتاب میں وضع کردہ قوانین کو تسلیم کرنے' اسی کے آگے سر جھکانے اور اس کے یونیورسل ورلڈ آرڈر کو ماننے کی سزا نہ صرف نبیوں کو بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کو بھی دی۔ یہ سلسلہ چلتا ہوا اسلام کے ان جری مجاہدوں اور بہادروں تک پہنچا جنہوں نے کبھی بیت المقدس اور سپین تو کبھی اندلس' ہندوستان اور قسطنطنیہ میں ظالم کافروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ لیکن ساتھ ساتھ ان کافروں کے ظلم کو اسلام کی خاطر برداشت کرتے ہوئے قید و سلاسل کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے سنت رسول کو پورا کیا۔

آج ان تاریخی واقعات کو گزرے ہوئے صدیاں بیت چکی ہیں۔ اس کے باوجود کافروں نے مسلمانوں پر ظلم کرنا اور انہیں قید کر کے طرح طرح کی اذیتیں دینا نہ تو ترک کی ہیں اور نہ کم۔ مغربی تصور جدید کے مطابق سیاسی شعور کا آغاز قدیم یونان سے ہوا تھا اور اسی زمانہ میں ہی جبری قید کو ایک لعنت قرار دیا گیا تھا اور انسانی آزادی کو لازمی اور ضروری انسانی حق قرار دیا گیا۔ صفائی کا موقع دیئے بغیر کسی کو سزا دینا اور بلا جواز قید کرنا ناپسند کیا گیا تھا۔ انسان کو اچھی یا بری زندگی گزارنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اپنی آخری کتاب قرآن مجید نازل کی اس میں انسانوں کو زندگی گزارنے کے گر بتائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسانی حقوق کی آزادی کو بہت اہمیت دی۔ غلامی کی زندگی کو ناپسند کیا گیا۔ غلاموں اور قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین کی۔ قیدیوں کی جلد از جلد رہائی پر زور دیا۔

نبی ﷺ کی فتح مکہ کی زندگی میں ہمیں قیدیوں اور دشمنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بہترین مثال ملتی ہے۔ اسلام انسان تو کیا' جانوروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جانوروں کو بھوکا رکھنا یا ان سے ضرورت سے زیادہ مشقت لینے کو بھی منع فرمایا ہے۔ اسلام نے قید میں کسی کو مسلسل رکھنے کا کوئی طریقہ نہیں بتایا بلکہ قیدیوں کی اصلاح کے لئے مختلف طریقے بتائے ہیں۔

آج کے اس دور میں بھی مسلمانوں کو اسلام کا نام لینے کی پاداش میں پابند و سلاسل کیا گیا ہے۔ کل تک ان کے دشمن نمرود' فرعون' ابوجہل' شیبہ اور عتبہ تھے تو آج کے اس دور میں ان کے دشمن بش' ٹونی' واجپائی اور شیرون ہیں۔ کل تک شعب ابی طالب سپین اور اندلس تھا۔ تو آج کیوبا جزیرے کی "گوانٹانامو" جیل ہے۔ جس میں آہنی پنجروں میں بند کھلے آسمان تلے رگوں میں لہو کو جما دینے والی سرد ہوائیں یخ بستہ راتیں ہیں۔ ظلم یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ان مسلمان جری مجاہد قیدیوں کے جسم سے خون نکالا جاتا ہے۔ ستر افراد کو 24 گھنٹوں میں چند روٹیاں دی جاتی ہیں اور ایک لوٹا پانی دیا جاتا ہے۔ امریکی فوجی قیدیوں کو لاتوں اور بندوقوں کے بٹوں سے مارتے ہیں۔ سور کا گوشت کھلایا جاتا ہے۔ نہ کھانے پر مزید ظلم کیا جاتا ہے۔ 6x6 کے پنجرے میں صفر درجہ حرارت پر رکھا جاتا ہے۔ جب قیدی کا جسم فریز ہو جاتا ہے تو اسے نکال لیا جاتا ہے اور اسی عمل کو بار بار دہرایا جاتا ہے۔ ان مسلمان جری بہادروں کا جرم صرف یہی ہے کہ انہوں نے آج کے دور کے فرعون' ابوجہل کو للکارا۔ ان کو سپر پاور نہ مانا۔ سنت موسیٰ اور سنت نبوی کو زندہ کیا۔ ایک اللہ کو اپنا آقا مانا۔ اسی کی عبادت کرنے' اسی سے ڈرنے اور اسی کے بنائے ہوئے قوانین کو اس کی زمین پر لاگو کرنے کی کوشش کی۔ انہیں مقاصد (اسلام کی اشاعت) کی خاطر ان لوگوں نے اپنے گھروں' آسائش کی زندگی' پرسکون نیند' عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر پہاڑوں کو اپنا مسکن بنایا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات اور ارشادات کو پوری دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کا ارادہ کیا۔ یہی ان مسلمان مجاہدوں کا جرم ہے۔ جس کی خاطر اس وقت کا فرعون بش ان مجاہدوں کو جنہیں معاہدے کے مطابق جنگی قیدی بھی قبول کرنے کو تیار نہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا کو مزید جنگوں کی تباہی سے دور رکھنے کے لئے جنیوا معاہدہ ہوا تھا۔ اس پر امریکہ نے بھی دستخط کیے تھے۔ اس جنیوا سے معاہدے میں ایسے خطوط اور راہنما اصول وضع کیے گئے تھے جن کی مدد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنگی قیدی کون لوگ ہیں؟ اور پھر ان کے ساتھ انسانوں والا سلوک ہوگا۔ چاہے گرفتار قیدیوں کو جنگی مجرم شمار کیا جائے یا نہیں۔ جنیوا معاہدے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گرفتار افراد کے بارے میں اگر شک ہو تو جب تک ان کی قانونی حیثیت متعین نہ ہو جائے اس وقت تک ان کے ساتھ جنگی قیدیوں والا معاملہ ہی کیا جائے جبکہ امریکی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کے بارے میں قانونی حیثیت متعین کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اس بارے میں کسی کمیٹی کی طرف سے فیصلہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس لئے امریکی حکومت نے خود ہی فیصلہ کرلیا ہے کہ یہ جنگی قیدی نہیں ہیں۔ جنگ کے دوران ہی قوموں کی تہذیبی خوبیوں اور خامیوں کا پتہ چلتا ہے اور خاص طور پر ایک دوسرے کے جنگی قیدیوں سے انسانی سطح پر سلوک کرنے کے لئے ابتدا ہی سے معاہدے رائج

باقی صفحہ نمبر 47

> **ان مسلمان جری مجاہد قیدیوں کے جسم سے خون نکالا جاتا ہے۔ ستر افراد کو 24 گھنٹوں میں چند روٹیاں دی جاتی ہیں اور ایک لوٹا پانی دیا جاتا ہے۔ امریکی فوجی قیدیوں کو لاتوں اور بندوقوں کے بٹوں سے مارتے ہیں۔ سور کا گوشت کھلایا جاتا ہے۔ نہ کھانے پر مزید ظلم کیا جاتا ہے۔**

حقیقی کامیابی کا مستحق کون ہے

فوزیہ قاسم

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس دنیا میں ہر شخص کی سعی و کوشش کامیابی کی طرف ہے۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ زندگی کے ہر میدان میں کامیابی سے ہمکنار ہو۔ اسے ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ لہٰذا ہر شخص اپنی ہمت کے مطابق کامیابی کی تلاش میں لگا ہوا ہے۔

بعض لوگ صدر اور وزیر بن جانے کو کامیابی سمجھ رہے ہیں اور اس کے حصول کے لئے طرح طرح کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ پارلیمنٹ کی ممبری سے لے کر میونسپلٹی کی ممبرشپ تک کے لئے مرد تو مرد عورتیں بھی پیچھے نہیں اور اس کے لئے عزت' شرم وحیا اور دینی حمیت کی قربانی تک سے کوئی دریغ نہیں۔ بار بار ہار جانے کے باوجود الیکشن میں حصہ لینے سے باز نہیں آتے۔ کچھ لوگ مالی اعتبار سے چوہدری صاحب وسیٹھ صاحب بن جانے کو کامیابی خیال کرتے ہیں۔ ان کی تجارت بڑی ہے' کوٹھی' بنگلہ' لمبی کاریں' جائیدادیں اور بنک بیلنس ہے۔ لہٰذا بزعم خود کامیاب ہیں۔ کچھ لوگ اداکار و گلوکار بن جانا کامیابی سمجھتے ہیں کہ ہم لوگوں کے دلوں کی دھڑکن بن جائیں۔ ریڈیو' ٹی وی' فلم واخبارات میں انٹرویوز و تصاویر ان کے نزدیک یہ شہرت کامیابی ہے۔

کوئی بینک منیجر سودی معاملات کا سربراہ بن کر اپنے آپ کو کامیاب سمجھ رہا ہے۔ تھانیدار' کسٹم ڈیوٹی وصول کرنے والا' محکمہ آبکاری کا بڑا افسر' وکیل و جج ہر جائز وناجائز طریقے سے دولت کما کر اپنے عہدے وسیٹ پر نازاں ہو کر اپنے آپ کو کامیاب سمجھیں تو یہ محض ان کی حماقت وکم عقلی ہے حالانکہ حرام کمائی اور حرام خوری کی وجہ سے سب اپنے آپ کو آخرت کے عذاب میں جھونک رہے ہیں۔ افسوس صد افسوس! اس بات پر کہ وہ اپنے آپ کو کامیاب سمجھ رہے ہیں۔

انسانوں کی اپنی اپنی سمجھ کے مطابق کامیابی و ناکامی کے معیار و تصورات ہیں لیکن اللہ خالق و مالک کے نزدیک کامیابی و ناکامی کا معیار درج ذیل ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

فمن زحزح عن النار وأدخل الجنة فقد فاز

''جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں جانے والے سب کامیاب اور دوزخ میں جانے والے سب ناکام ہیں۔

کوئی صدر ہو وزیر اعظم ہو' کوئی وزیر خارجہ' وزیر داخلہ ہو' سیٹھ' تاجر' کسی بڑی کمپنی و بڑی جائیداد کا مالک ہو۔ اگر وہ اپنے اعمال کی وجہ سے دوزخ میں جانے والا ہو تو سراسر ناکام ہے۔ یہ دنیاوی عہدے ساز وسامان' بلڈنگیں' کاریں سب یہیں رہ جائیں گے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگرچہ سب دنیاوی چیزیں انسان کو مل جائیں اور موت کے بعد آخرت میں عذاب میں مبتلا ہو تو کیا کامیابی ہوئی؟ ارشاد ربانی ہے۔

افمن یلقی فی النار خیر أمن یاتی امنا یوم القیمة

''کیا جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ بہتر ہے جو قیامت کے دن امن وامان کے ساتھ آئے گا۔'' (حم السجدہ)

> **اسلام مکمل طور پر ترک دنیا کا حکم نہیں دیتا بلکہ شجرِ اسلام کی پاکیزہ چھاؤں کی حدود میں رہتے ہوئے دنیا سے مستفید ہونا ہی حقیقی کامیابی ہے**

یہ دنیا بظاہر بہت خوبصورت ہے اور شیطان انسان کو مزین کر کے دکھاتا ہے۔ لیکن انتہائی خوبصورت و پرآسائش زندگی گزارنے والا بھی آخر ایک دن اس دنیا کو چھوڑ جاتا ہے۔ یہ قانون فطرت ہے۔ یہ دنیا نہ کسی کی ہوئی ہے نہ کسی کی ہوگی۔ وہی بندے اللہ کے محبوب و برگزیدہ ہیں جو دنیا اور اس کی آسائشوں میں دل نہیں لگاتے جو موت کے بعد دوزخ سے بچنے اور جنت حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھوں کو پکڑ کر فرمایا' ''دنیا میں اس طرح رہو جیسے اجنبی ہو یا مسافر۔'' ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کر اور بیماری آنے سے پہلے اپنی صحت سے اور موت آنے سے پہلے اپنی زندگی سے فائدہ اٹھالے۔'' (بخاری)

قرآن واحادیث نبوی ﷺ سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام مکمل طور پر ترک دنیا کا حکم بھی نہیں دیتا بلکہ شجر اسلام کی پاکیزہ چھاؤں کی حدود میں رہتے ہوئے دنیا سے مستفید ہونا ہی حقیقی کامیابی ہے۔ یعنی دنیا میں رہو' حلال پہنو اور حلال کھاؤ اور آخرت کے لئے فکر مند رہو۔ دوزخ سے بچنے اور جنت حاصل کرنے کے لئے کوششیں کرتے رہو۔ مقصود دنیاوی شہرت وناموری نہ ہو ریاکاری نہ ہو بلکہ رضائے الٰہی ہو۔ اس دنیا میں جتنے دن رہیں اس کا حساب ہمیں دینا ہوگا اور آخرت باقی ہے۔ وہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ اس حقیقی کامیابی سے سرفراز ہونے والے کے بارے میں رب کریم کا فرمان ہے۔

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربه فصلی بل تؤثرون الحیوة الدنیا والآخرة خیر و ابقی (سورہ اعلیٰ)

''کامیاب ہوا وہ شخص جو پاکیزہ بن گیا اور اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھتا رہا بلکہ تم دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔''

دیکھئے اس آیت میں اس کو کامیاب بتایا جو پاکیزہ ہو گیا اور جو اللہ کا نام لیتا رہا۔ نفس کا پاکیزہ ہونا یہ ہے کہ انسان ہر قسم کی رذائل و برائیوں سے پاک ہو۔ کفر و شرک' نفاق' ریاکاری' بداخلاقی' اللہ کی نافرمانی' غیبت' جھوٹ' فریب' دغا' خیانت' حرام کمانا' حرام کھانا' زنا' چوری' تہمت' الزام وغیرہ یعنی ہر طرح کی خیانت ومعصیت سے پاک ہونا ہی کامیابی کا ذریعہ ہے اور ہر طرح کی نیکیوں سے متصف ہونا ہی حقیقی کامیابی کے مستحق افراد کی لسٹ میں شامل ہونے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان حقیقی کامیابی سے سرفراز ہونے والے افراد میں شامل فرمائے۔ آمین

اور یہ فقط اس کی رحمت سے ہی ممکن ہے۔

قسط نمبر 51

درس قرآن

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

الکلام المونس فی تفسیر سورۃ یونس

سورۃ یونس کی تشریح وتفسیر

جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا فرمایا ہے ان میں ڈرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ
مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿3﴾ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا
وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿4﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ
الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ
إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿5﴾ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ﴿6﴾ (یونس)

ترجمہ: بلا شبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش کرنے والا نہیں ایسا اللہ تمہارا ہے سو تم اس کی عبادت کرو کیا تم پھر بھی نصیحت نہیں پکڑتے۔ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے' اللہ نے سچا وعدہ کر رکھا ہے۔ بے شک وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا تاکہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے انصاف کے ساتھ جزا دے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور دردناک عذاب ہوگا ان کے کفر کی وجہ سے۔ وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بے فائدہ پیدا نہیں کی۔ وہ یہ دلائل ان کو صاف صاف بتلا رہا ہے جو دانش رکھتے ہیں۔ بلا شبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے واسطے دلائل ہیں جو اللہ کا ڈر رکھتے ہیں۔

مفردات:

ا۔ یُدَبِّرُ ۔دَبَّرَ یُدَبِّرُ تَدْبِیرًا کا مادہ۔ د۔ب۔ر ہے اور یہ دبر یدبر باب تفعیل سے فعل مضارع ہے۔ تدبیر کا معنی کسی کام کو نظم وتدبیر کے ساتھ سرانجام دینا۔ یُدَبِّرُ کا معنی ومطلب ہے کہ اللہ ہر کام کی تدبیر وترتیب کرتا ہے اس کا ہر فعل منظم ومرتب ہے۔

۲۔ شفیع کا مادہ۔ ش۔ ف۔ ع ہے اور یہ شَفَعَ یَشْفَعُ (باب مَنَعَ یَمْنَعُ) سے اسم فاعل ہے شفع کا معنی اس نے اس کو جوڑا بنایا یعنی پہلے وہ اکیلا تھا اب اس کے ملنے سے دو ہوگئے۔

اس لئے اس کو شفیع کہتے ہیں یعنی سفارش کرنے والا

۳۔ حمیم کا مادہ ح۔ م۔ م ہے اور یہ حَمَّ یَحُمُّ (باب نصر ینصر (مضاعف) کا مصدر ہے اس کا معنی "کھولتا ہوا گرم پانی" ہے۔

۴۔ منازل۔ منزل کی جمع اس سے مراد چاند کی مقرر کردہ جگہیں ہیں۔

تفسیر:

سورہ کی ابتدائی دو آیتوں میں وحی کے بیان اور اثبات کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی عبادت والوہیت کے استحقاق کے دلائل بیان فرما رہے ہیں جن میں سے پہلی دلیل یہ ہے کہ تمہارا ربّ و معبود وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا یعنی اس کائنات کا وجود خود بخود نہیں ہوگیا جیسا کہ دہریوں' کیمونسٹوں کا عقیدہ و نظریہ ہے۔ لہٰذا الٰہ و معبود خالق ہے نہ کہ مخلوق جیسا کہ مشرکوں کا خیال ہے کیونکہ خالق تو واجب الوجود ہے یعنی اپنے وجود میں مستقل اور وہ اپنے ہونے اور قائم رہنے میں کسی کا محتاج نہیں اس کے علاوہ ہر شے مخلوق ہے جو اپنے ہونے اور باقی رہنے میں اس کی محتاج ہے لہٰذا معبود' خالق' قائم غیر محتاج ہے اور مخلوق مجبور اور محتاج ہے۔

ربّ اور عبادت میں بڑا گہرا اور مضبوط تعلق ہے کیونکہ اللہ ہی کو ربّ ماننے کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ معبود بھی صرف اور صرف وہی ہے اور عبادت کی تمام اقسام صرف اسی کے لئے خاص ہیں اسی لئے قرآن مجید کے متعدد مقامات میں اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کو اس کی الوہیت و عبادت کے لئے بطور دلیل وسند کے پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً سورہ فاتحہ اور قرآن کی آخری سورۃ۔ الناس

اور آیت نمبر ۲۱۔ البقرہ' ۱۶۳' ۱۶۴' البقرہ' ۱۹۰ تا ۱۹۴ آل عمران' ۱۵۴ تا ۱۵۸ الاعراف

اس کے علاوہ سورہ الانعام' سورہ یونس' سورہ رعد' سورہ زمر تقریباً مکمل وغیرہ

باقی اللہ تعالیٰ نے جو زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا حالانکہ وہ ایک لحظہ میں بھی پیدا کر سکتا تھا اس میں یہ حکمت ہے کہ بندے بھی اپنے امور سہولت اور آہستگی سے سرانجام دیں کیونکہ جلد بازی شیطان کی عادت ہے۔

اللہ کی صفات میں نمایاں صفت اس کا عرش پر مستوی ہونا ہے۔ استواء کا معنی علو اور استقرار ہے یعنی اللہ تعالیٰ عرش پر بلند اور مستقر ہے لیکن اس کی حقیقت و کیفیت معلوم نہیں اور نہ ہی اس کی مثال و تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ وہ عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اس کی ذات اور شان کے لائق اور واجب ہے لہٰذا بغیر کسی تاویل و تحریف اور مثال و تشبیہ اور حقیقت و کیفیت بیان کئے عقیدہ رکھنا فرض ہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اس کی شان اور مقام کے لائق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مستوی علی العرش ہونے کا ذکر قرآن میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ دیکھئے الاعراف ۵۴' الرعد ۲' الفرقان ۵۹' طہٰ ۵ السجدہ ۴ الحدید ۴' اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے فوق (اوپر) ہونے کا تذکرہ بھی کئی مقامات پر ہے۔ (مثلاً الانعام ۶۱' النحل ۵)

اسی طرح متعدد احادیث میں بھی اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے اور اس کی صفت علو کا بیان ہے

۱۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو ایک کتاب لکھی جو اس کے پاس عرش کے اوپر موجود ہے کہ میری رحمت میرے غصہ پر سبقت لے گئی ہے۔ (صحیح بخاری کتاب التوحید باب قولہ تعالیٰ ولقد سبقت کلمتنا")

۲۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی بیویوں پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ تمہارے نکاح تو گھر والوں نے کئے لیکن میری شادی (رسول اللہ ﷺ کے ساتھ) اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کی۔ (صحیح بخاری کتاب التوحید۔ وکان عرشہ علی الماء")

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے لونڈی سے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے تو اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب المساجد۔ باب جواز الاقعاء علی العقبین)

اس کے علاوہ قرآن کا نزول (اوپر سے نیچے) اعمال کا چڑھنا (نیچے سے اوپر) اور واقعہ معراج (نیچے سے اوپر چڑھنے کی سیڑھی) وغیرہ بیشمار دلائل ہیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہر جگہ ہونے کا اعتقاد رکھنا کتاب و سنت اور عقل و فطرت کے خلاف ہے کیونکہ ہر ایک کا فطرتی طور پر نظریہ اور دعا مانگتے وقت کا تصور یہی ہے کہ اللہ اوپر ہے ہاں وہ اپنے علم سمع و بصر و حفاظت کے ساتھ ہر جگہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان وغیرہ یعنی ساری کائنات کو پیدا فرما کر یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ وہ اس کا پورا انتظام چلا رہا ہے۔

چاند' سورج اور ستارے سب اسی کے حکم کے مطابق گردش کر رہے ہیں۔ اور اس کا نظم و ضبط بے مثال ہے کہ بھی کسی چیز کا آپس میں تصادم نہیں ہوا ہر چیز اس کے حکم کے موافق و مطابق اپنے کام میں مصروف ہے۔

اسی طرح کائنات میں موت و حیات' رزق و معیشت اور گردش دوران وغیرہ اس کی تدبیر و انتظام سے ہے۔

اس کے بعد اللہ نے بیان فرمایا کہ اس کا رعب و تصرف اور اختیار بہت زیادہ ہے اس کی اجازت کے بغیر اس کی جناب میں کسی کو سفارش کرنے کی بھی اجازت نہیں اس میں کفار و مشرکین کا رد ہے جو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ بت وغیرہ (جن کی وہ پوجا کرتے تھے) اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے اسی طرح اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو اصحاب قبور ومزارات سے سفارش کی امید اور آس لگائے ہوئے ہیں اور اسی امید کی وجہ سے قبر پرستی و مزار پرستی و قبہ پرستی کا فروغ ہے اور ان جگہوں پر نذر و نیاز اور چڑھانے چڑھاوے اور زندہ و مردہ بزرگوں و مشائخ کو دیئے جانے والے نذرانوں' ماہانوں' سالانوں کے پیچھے ان سے شفاعت و سفارش کی امید اور آس کا عقیدہ کارفرما ہے اور اللہ فرماتے ہیں ہر قسم کی سفارش کا مالک و مختار اللہ ہی ہے۔

قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (الزمر ۴۴)

ترجمہ کہہ دیجئے! کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے۔ تمام آسمانوں اور زمین کا راج اسی کے لئے ہے تم سب اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

یعنی شفاعت کی تمام اقسام کا مالک و مختار صرف اللہ ہی ہے اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکے گا۔ اسلئے صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے تاکہ وہ راضی ہو جائے اور شفاعت کے سہارے کی ضرورت ہی نہ رہے۔ ہاں اگر شفاعت مانگنی ہی ہے تو اللہ سے مانگنی چاہئے کہ اے اللہ! آپ جن کو سفارش کی اجازت دیں گے مجھے بھی ان کی شفاعت نصیب کیجئے گا کیونکہ جب اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت کر ہی نہیں سکے گا اور بول ہی نہیں سکے گا تو کسی سے شفاعت کا سوال عبث اور بے فائدہ ہے۔

آیت الکرسی اور دوسرے مقامات میں اس سفارش کی نفی کی گئی ہے جس کا اعتقاد قدیم و جدید مشرکین رکھتے ہیں جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے کہ سفارش کرنے والا بغیر اجازت کے سفارش کرتا ہے اور جس کے پاس سفارش کی جائے وہ مان جاتا ہے۔ سفارش کرنے والے کی طاقت و قوت یا محبت کے تعلق کی خاطر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ کے ہاں اس قسم کی شفاعت و سفارش کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

باقی صفحہ 23 پر

بقیہ درس قرآن

اللہ کے ہاں جو سفارش ہوگی وہ تین شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔

۱۔ اللہ کی اجازت سے آیت الکرسی۔ الجم ۲۶۔ یونس۔ ۳ سبا۔ ۲۳۔ النساء ۳۸

۲۔ اجازت صرف ان لوگوں کے لئے جن کو اللہ پسند کرے گا۔ (الانبیاء ۲۸)

۳۔ اللہ صرف موحدوں کو پسند کرے گا۔ (طہٰ ۱۰۹)

اپنی الوہیت وعبادت کے دلائل بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ہی ہے جو پوری کائنات کا خالق ومالک ومدبر ومنتظم ہے اور تمام اختیارات صرف اسی کے پاس ہیں وہی ہر قسم کی عبادت کے لائق ہے اور کوئی نہیں پس تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان تمام دلائل کے باوجود بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے کہ اس کے ساتھ شریک کرتے ہو۔

اگلی آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے معبود برحق ہونے کی یہ دلیل بیان کی کہ جس اللہ نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا وہ تمہیں دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ لہٰذا مرنے کے بعد تمہارا دوبارہ اٹھنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا اور اس کے سامنے حساب وکتاب کے لئے پیش ہونا سچا وعدہ اور ایک طے شدہ امر ہے جس سے کوئی مفر نہیں۔ چونکہ اہل مکہ اور دوسرے کفار ومشرکین مرنے کے بعد حشر ونشر کے قائل نہیں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کے دلائل میں اس دلیل کا بطور خاص ذکر کیا کہ تمہیں دوبارہ وجود بھی وہی بخشے گا جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔ جو پہلی مرتبہ پیدا کر سکتا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے بلکہ وہ بنسبت پہلی مرتبہ کے زیادہ آسان ہے اور اس اخروی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ نیک لوگوں کو ان کے اعمال صالحہ کا پورا پورا عدل وانصاف کے مطابق بدلہ دیا جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فیض یاب ہوں اور کافروں اور باغیوں کو ان کے غلط عقائد اور اعمال باطلہ کا بدلہ دردناک عذاب کھولتے ہوئے پانی کی شکل میں دیا جائے۔ العیاذ باللہ

قیامت کے وقوع اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا وسزا کا بیان قرآن مجید میں متعدد مقامات پر موجود ہے خصوصاً مکی سورتوں میں اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی ہونے اور عبادت کی تمام اقسام کے مستحق ہونے کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے سورج کو روشن چمکتا ہوا بنایا اور بندوں کے منافع وفوائد کیلئے اس میں حرارت وگرمی پیدا کی اور اس نے چاند کو روشن بنایا جو روشنی دیتا ہے لیکن سورج کی طرح اس کی روشنی میں حرارت اور تازگی نہیں اور اس نے چاند کی منازل مقرر ومتعین کیں جن سے وہ ادھر ادھر نہیں ہوتا اور نہ ان سے تجاوز کرتا ہے بلکہ یہ رات ودن میں اپنی مقرر کردہ ومتعین کردہ منازل میں سے ایک منزل اپنی مخصوص ومتعین مسافت کے ساتھ طے کرتا ہے اور منازل اٹھائیس ہیں۔

پہلی منزلوں میں وہ چھوٹا اور باریک نظر آتا ہے پھر بتدریج بڑا ہوتے ہوتے چودھویں منزل پر مکمل چاند کی شکل اختیار کر جاتا ہے اس کے بعد وہ باریک ہوتے ہوتے ایک یا دو راتیں چھپ کر ہلال (باریک) کی شکل میں طلوع ہو جاتا ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کر سکو یعنی چاند کی گردش سے سال اور مہینے متعین ہوتے ہیں اور انتیس یا تیس دنوں سے ایک ماہ اور بارہ ماہ سے ایک سال وجود میں آتا ہے اس سے دنیاوی مقاصد اور کاروبار کے ساتھ ساتھ روزہ وحج وغیرہ جیسی عبادات کے اوقات کا تعین ہوتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ساری چیزیں بے مقصد اور بے فائدہ نہیں پیدا کیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے صاف صاف دلائل ہیں جو وہ علم ودانش رکھنے والوں کے لئے بیان کرتا ہے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ چاند وسورج کی وجہ سے بننے والے دن اور رات کے آنے جانے میں اور زمین وآسمان کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کیلئے دلائل اور نشانیاں ہیں وہ غور وفکر کرتے ہیں کہ جس اللہ نے اتنے عظیم آسمان پیدا کئے اور ان کو بغیر ستونوں کے ٹھہرایا اور چاند، سورج پیدا کر کے ان کو ایک تدبیر وترتیب اور نظم وضبط کے ساتھ مقررہ منازل اور راستوں پر چلایا کہ باوجود اپنے عظیم جسم اور وجود کے کبھی وہ آپس میں نہیں ٹکرائے اور مقررہ جگہوں سے تجاوز نہیں کرتے ان کو پیدا کر کے ایک عظیم نظام کے ساتھ چلانے والا کتنا عظیم ہوگا؟

ان شمس وقمر سے وجود میں آنے والے رات ودن بھی بڑی نعمت ہیں اور ان میں بڑی نشانیاں وعبرتیں ہیں ان ساری چیزوں میں اہل تقویٰ اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے دلائل ہیں اسلئے وہ اللہ کے اوامر پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور اس کی نواہی سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کی نعمتوں اور احسانات پر شکر بجالاتے ہیں اور دنیا میں پیش آمدہ مصائب وآلام پر صبر کرتے ہیں اور دین میں استقامت دکھاتے ہیں اور اللہ کے ڈر پر قائم رہتے ہیں۔

فوائد۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور عبادت کا اثبات

۲۔ عقیدۂ آخرت وبعث وجزاء کا ثبوت

۳۔ چاند سورج کی پیدائش اور ان کی مقررہ مسافتوں میں حکمتوں کا بیان

۴۔ اہل اسلام کے لئے مفید علم ہیئت وتقویم کی مشروعیت۔

اے اسیران کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا

ہزاروں میل مغرب میں نظر آئی تھی منزل
بتایا تم نے قوموں کو نظریہ مت چھپا رکھنا
اے اسیران کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا
کٹھن لمحات کی بیڑی ارادوں میں نہ حائل ہو
عزائم میں تسلسل اور جگر میں حوصلہ رکھنا
اے اسیران کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا
ستاروں سے پرے منزل ہوا کرتی ہے جذبوں کی
سمندر کے جزیروں میں یہی یادیں بسا رکھنا
اے اسیران کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا
مبارک صد مبارک ہو تمہیں یہ حوصلہ شیرو
یونہی زندان باطل میں چراغ دین جلا رکھنا
اے اسیران کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا
نکل کر عیش وعشرت سے پہاڑوں میں چلے آئے
پہاڑوں کی چٹانوں میں یونہی مسکن بنا رکھنا
اے اسیران کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا
مسلمانوں کے حق میں یوں بھی دنیا قید خانہ ہے
مصائب کے سبھی قرضوں کو محشر پہ اٹھا رکھنا
اسیران کیوبا اے ہمیشہ دل بڑا رکھنا
غم جاں کو دبا رکھنا اللہ کا آسرا رکھنا
جو ظالم ہیں وہ غارت ہوں لبوں پہ یہ دعا رکھنا
اے اسیران کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا
اللہ کا ساتھ ہونا کامیابی کی ضمانت ہے
تمھارا حال جو بھی ہو اللہ سے رابطہ رکھنا
اے اسیران کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا

(فیاض اصغر مجید)

ہم سے رابطہ کریں

ایران میں چاول اور کینوس کلاتھ ایکسپورٹ کرنے کے لئے اور وہاں سے موبل آئل، واشنگ پوڈر چنے اور پلاسٹک کی مصنوعات منگوانے کے لئے ہم سے رابطہ کریں۔

حافظ عبدالعزیز 10 شجاع سٹریٹ نمبر 113 پاکستانی بازار باغبانپورہ لاہور۔ فون 6841402-6857315

پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ

پہلی آسمانی کتابوں اور قرآن پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے رشد وہدایت کے لئے اپنے رسولوں کو کتابوں اور صحیفوں کے ساتھ مبعوث کیا۔ چار کتابوں اور دو صحیفوں کا ذکر قرآن میں ہے اور ان کے علاوہ کتابوں کے ناموں کا ذکر نہیں کیا البتہ یہ فرمایا کہ رسولوں کو کتابیں دی گئیں چنانچہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ نے حق کے ساتھ کتابیں نازل کیں جن کے ناموں کا ذکر ہے ان کے ناموں کے ساتھ ہم ان کتابوں کو مانتے ہیں اور جن کے ناموں کا ذکر نہیں' انہیں اللہ کے بیان کردہ حکم کے تحت مانتے ہیں قرآن میں ارشاد ہے۔"

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ

ہم نے یقیناً رسولوں کو روشن دلائل کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتابوں کو نازل کیا اور انہیں عدل کا ترازو دیا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں" (سورہ الحدید ۲۵)

اسی طرح فرمایا

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ

یعنی پہلے تو لوگ ایک ہی امت تھے پھر اللہ نے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے نبیوں کو مبعوث کیا اور ان کے ساتھ کتابوں کو نازل کیا تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان چیزوں میں فیصلہ کر دے جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ (البقرہ ۲۱۳)

ان آیات سے دو چیزیں واضح ہوتی ہیں' ایک یہ کہ اللہ نے رسولوں کے ساتھ کتابیں نازل کی ہیں اور دوسرے یہ کہ کتابوں کا مقصد انسانوں کو حق پر قائم کرنا اور جن چیزوں میں انسانوں اور قوموں نے اختلاف کیا ان کا فیصلہ کر کے حقیقت کو واضح کرنا ہے۔ گویا کہ دونوں چیزوں پر ایمان ہونا چاہئے کتابوں کے منزّل من اللہ ہونے پر اور اس بات پر کہ وحی کے ذریعے نازل ہونے والی کتابیں انسانی ذہن اور ان کے علم و تجربہ سے پیدا ہونے والے اختلاف کا فیصلہ کرنے والی ہیں۔ ان کے فیصلے کو مان کر ہی لوگ حق پر قائم ہو سکتے ہیں اور مومن بن سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کائنات کے ظاہری اور غیبی حقائق کے بارے میں انسانوں نے اپنے علوم اور تجربات سے بہت سے نظریات قائم کئے۔ یہ اختلاف قدیم ادوار سے چلا آرہا ہے۔ اللہ کی ذات اس کی صفات اور اس کے افعال کے بارے میں اور کائنات کا اللہ سے کیا رشتہ ہے وغیرہ کے سلسلہ میں لوگوں نے مختلف آراء قائم کیں۔ کائنات کے اندر سورج چاند اور زمین و آسمان ہر چیز کے بارے میں اختلافی نقطہ ہائے نظر رکھے اور ان کو بیان کیا۔ قوموں نے مذہبی پیشواؤں اور ماہرین علم فن سے متاثر ہو کر عقیدے رکھے کہ سورج' چاند خدا ہیں۔ حجر و شجر اور

> **قرآن کے کلمات' آیات سورتیں اور ترتیب سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے اور محفوظ ہے اس کا ایک ایک لفظ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے اس میں رسول اللہ ﷺ یا بعد میں کسی نے کوئی اضافہ یا کمی نہیں کی**

زندہ و مردہ بہت سی مخلوقات کو خدا کہہ دیا۔ ہر دور میں الگ الگ خدا بنا لئے اور ان کی پرستش پر دین قائم کئے۔

کچھ لوگوں نے شرکیہ نظریات کے لئے اس بات کو دلیل بنایا کہ ہمارے بڑے مانتے ہیں اس لئے ہم بھی مانتے ہیں۔ انہوں نے مشرکانہ عقائد کے قدیم ہونے کو دلیل مان لیا۔ حالانکہ قرآن بیان کر رہا ہے کہ انسانی تاریخ کی ابتداء میں توحید کے مسئلے پر اختلاف نہیں تھا۔ سب لوگ ایک اللہ کو رب اور معبود مانتے تھے۔ شرک نہیں تھا۔ سب انسان توحید پر ایک امت تھے بعد میں شرکیہ نظریات آئے جن کی وجہ سے ایک امت کا وجود باقی نہیں رہا۔ انسانوں کے گروہ اور فرقے بن گئے اور ہر کسی نے اپنا اپنا معبود بنا لیا۔ پیش کردہ قرآنی آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ توحید سے انسان ایک امت بنتے ہیں اور شرک سے قوموں اور قومیتوں میں بکھر جاتے ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ کو ایک ماننا سب سے بڑا عدل ہے اور اسی سے دنیا میں عدل قائم ہوتا ہے۔ شرک سب سے بڑا ظلم ہے اسی سے دنیا میں ظلم جاری ہوتا ہے اور فساد برپا ہوتا ہے۔

اللہ نے اپنے رسولوں اور کتابوں کو بھیج کر ہر قسم کے شرک کی نفی کی اور واضح کیا کہ اللہ ایک ہے وہی سب کا خالق و رب ہے اسی کی عبادت ہونی چاہئے۔ اللہ اور کائنات کا رشتہ خالق و مخلوق کا ہے۔ تمام رسولوں اور کتابوں نے بنیادی اختلاف کو ختم کر کے انسانوں کو اللہ کی توحید پر جمع کیا اور سب کو اللہ کی عبادت پر قائم کیا۔ اور اسی دعوت سے تمام انسانی مسائل کو حل کیا اگر آج دنیا کے ہر خطے میں ایک اللہ کو معبود مانا جاتا ہے' سورج' چاند' ستاروں اور زمین و آسمان اور جمادات و حیوانات کو اللہ کی مخلوق تسلیم کیا جاتا ہے تو یہ اللہ کی نازل کردہ کتابوں کا پھیلایا ہوا علم ہے اور اللہ کے رسولوں کی دعوت کی محنت ہے۔ اس کے برعکس اگر بہت سے نظریات و عقائد دنیا میں مانے جاتے ہیں اور مظاہر پرستی اور شرک والحاد قوموں اور علاقوں میں موجود ہیں تو یہ رسولوں کی مخالفت اور اللہ کی کتابوں سے انحراف کا نتیجہ ہیں۔

قرآن نے دو صحیفوں اور چار آسمانی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔

تورات: یہ کتاب موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ سورہ الفرقان میں فرمایا "وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا

یعنی "ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور ہارون علیہ السلام جو ان کے بھائی تھے' کو ان کا ساتھی بنا دیا"

سورہ المائدہ میں فرمایا کہ "بے شک ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے۔ انبیاء بنی اسرائیل جو اللہ کے فرمانبردار تھے اس کے مطابق یہودیوں کو حکم دیتے اور مشائخ اور علماء بھی کیونکہ انہیں اللہ کی کتاب کا نگہبان مقرر کیا گیا تھا اور وہ اس کی صداقت پر گواہ تھے۔" (المائدہ ۴۴)

سورہ اعراف میں فرمایا "اور ہم نے موسیٰ کیلئے تورات کی تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت اور تفصیل لکھ دی تھی تو ہم نے موسیٰ سے کہا کہ ان تختیوں کو قوت سے تھام لیجئے اور اپنی قوم کو حکم دیجئے کہ اس کی اچھی چیزوں کو لے لیں" (الاعراف ۱۴۵)

(۲) زبور: داؤد علیہ السلام کو زبور دی گئی۔ فرمایا

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا

یقیناً ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور عنایت کی" (اسراء ۵۵)

۳۔ انجیل: عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام انجیل ہے سورہ الحدید میں ہے "پھر ان کے پہلے انہی کے قدموں پر اور پیغمبر بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور انہیں انجیل عنایت کی" (الحدید۔ ۲۷)

(۴) سب سے آخر میں قرآن نازل ہوا۔ جیسے محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی آمد کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا ایسے ہی قرآن آخری آسمانی کتاب ہے۔

(۵) صحیفے: قرآن نے دو صحیفوں کا ذکر کیا۔ سورہ الاعلیٰ میں ہے "یقیناً یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں" (الاعلیٰ ۱۹)

پہلی کتابیں مخصوص امتوں اور محدود وقت تک کے لئے تھیں جیسا کہ تورات اور انجیل بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے تھیں جبکہ قرآن کو ھدی للناس یعنی تمام انسانوں کے لئے ہدایت کہا گیا ہے۔ اور یہ ہر دور کے ہر مسئلہ کا احاطہ کرنے والا' رحمت' شفاء اور نور ہے

پہلی آسمانی کتابوں پر ایمان کی حقیقت

جن کتابوں کا ذکر اللہ نے قرآن میں کردیا ہے ہم ان پر اسی طرح ایمان لاتے ہیں اور مطلقاً یہ بھی مانتے ہیں کہ رسولوں کے ساتھ کتابیں نازل ہوئیں لیکن جن کے نام کا ذکر نہیں کیا۔ ہم بھی نہیں کرتے۔ یہ ایمان کا مسئلہ ہے۔ محض تاریخی معلومات اور قیاسی چیزوں سے کسی کتاب کو آسمانی یا الہامی نہیں مانا جا سکتا۔ دعوے اگرچہ بہت ہیں ہندوؤں کی مذہبی کتب کو الہامی کہا گیا اور تورات اور انجیل کے بارے میں مختلف نسخوں کو

ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہر دور میں اللہ نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے ہدایت نامے بھیجے لیکن جب اللہ نے چاہا انہیں بدل دیا اور ان کی جگہ نئی ہدایات جاری کر دیں۔ اس میں بندوں کا امتحان ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کے مطیع ہیں یا اپنے نفس کے پیچھے چلنے والے ہیں

آسمانی الہامی بنانے کی کوشش کی گئی لیکن مسلمان اللہ اور اس کے رسول کے بیان کردہ احکام کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہی ایمان کی بنیاد ہے۔

قرآن نے پہلی کتابوں کے بارے میں دو چیزیں صراحت کے ساتھ بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ تورات اور انجیل اور زبور اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں اور انبیاء کا بھی تعین کردیا کہ موسیٰ' عیسیٰ اور داؤد علیہ السلام پر یہ کتابیں نازل کی گئیں اور دوسرے یہ بھی واضح کیا کہ یہود ونصاریٰ نے ان کتابوں میں تحریف کی اور بہت کچھ اپنی طرف سے ان میں شامل کردیا۔ ہم ان دونوں چیزوں کو تسلیم کرتے ہیں ان کتابوں کے منزل من اللہ ہونے پر ایمان لاتے ہیں اور یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ یہ کتابیں تحریف شدہ ہیں اور منسوخ ہیں۔

آسمانی کتابوں کے موضوعات اور ان کے درمیان ہم آہنگی

تمام آسمانی کتابوں کا موضوع انسانوں کو ہدایت کی طرف دعوت دینا ہے۔ انہیں سمجھانا ہے کہ اللہ ہی خالق ومالک ہے' وہی کائنات کی تدبیر کرتا ہے۔ نظام چلاتا ہے۔ اللہ کی ذات اس کی صفات اور افعال میں کوئی اللہ کا شریک نہیں ہے۔ انسانوں کو چاہئے کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں اور عبادت میں کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائیں گویا کہ توحید تمام کتب کا موضوع ہے۔ اسی طرح امور شریعت بھی کتابوں کے اندر بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً تورات میں قصاص کا قانون بیان ہوا ہے۔ سورہ المائدہ میں ہے۔

"وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ المائدہ ۳۵)

یہ قانون قرآن میں بھی ہے اور تورات میں بھی' قصاص کے قانون کو اسی طرح بیان کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ جان کے بدلے جان لی جائے گی اور عضو کے بدلے عضو کو کاٹا جائے گا۔ دیگر موضوعات میں بھی ہم آہنگی ہے مثلاً اصحاب محمد ﷺ کے اوصاف تورات اور انجیل میں بھی بیان ہوئے تھے۔ فرمایا

"ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ

یعنی ان کے (صحابہ کے) یہی اوصاف تورات میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی۔ (الفتح ۲۹)

جس طرح قرآن میں صحابہ کی خوبیاں بیان کی گئیں اسی طرح تورات وانجیل میں اصحاب محمد ﷺ کی وہی خوبیاں بیان کی گئیں۔ ایک اور موضوع کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا اور اس سے حساب لیا جائے گا۔ اس کے مطابق جزا وسزا ہوگی۔ یہ الہامی کتابوں کا اہم موضوع ہے۔ قرآن میں صحف ابراہیم وموسیٰ کے حوالے سے فرمایا:

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى (۳۶) وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى (۳۷) أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى (۳۸) وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (۳۹) وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى (۴۰) ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَى

کیا اسے ان مضامین کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں اور جو اللہ کے وفادار بندے ابراہیم کے صحیفوں میں ہیں کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور انسان کو وہی ملے گا جس کی اس نے کوشش کی۔ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ (النجم ۳۶ تا ۴۱)

آسمانی کتابیں ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں۔ انجیل کے بارے میں فرمایا

"وَقَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ (المائدہ ۴۷)

یعنی ان پیغمبروں کے بعد انہی کی قوموں پر ہم نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب توراۃ کی تصدیق کرتے تھے اور انہیں انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہے۔ یہ انجیل تصدیق کرنے والی تھی تورات کی جو اس سے پہلے تھی اور ہدایت اور نصیحت تھی متقین کیلئے۔

قرآن کے بارے میں بھی فرمایا کہ وہ تمام پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔

"وَاَنزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتَابِ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَا اَنزَلَ اللّٰہُ"

یعنی (اے پیغمبر ﷺ) ہم نے آپ پر سچائی کے ساتھ کتاب نازل کی جو اپنی سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی محافظ ہے۔ (المائدہ ۴۸)

گویا کہ تمام آسمانی کتابوں میں توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد ایک ہی طرح بیان ہوئے ہیں۔ اخلاقیات میں بھی ہم آہنگ اور بعد میں آنے والی کتاب پہلی کی تصدیق کرنے والی تھی جیسے کہ انجیل نے توراۃ کی تصدیق کی اور قرآن نے توراۃ، انجیل، زبور اور صحیفوں کی تصدیق کی۔ لیکن یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جہاں قرآن نے ان کتابوں کی تصدیق کی وہاں یہ بھی واضح کیا ہے کہ پہلی کتابوں میں تحریف ہوئی ہے اور تحریفات کے ساتھ کلمات اور مفاہیم بدل دیئے گئے ہیں۔

قرآن کتابوں کی تصدیق تو کرتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں لیکن تحریفات کی خبر دے کر ان کی حیثیت کو بھی متعین کر دیتا ہے جیسا کہ یہود نے عزیر علیہ السلام اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا تو قرآن نے ان کے جرم کو نمایاں طور پر بیان کیا اور اصلاح کی۔

قرآن حکیم کے امتیازات

۱۔ قرآن آخری الہامی کتاب ہے جو تمام الہامی کتب سابقہ کی تعلیمات کو محفوظ کرنے والی ہے۔ جن چیزوں کو قرآن نے پہلی امتوں اور کتابوں کے حوالے سے بیان کر دیا انہیں تسلیم کرنا چاہئے کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں کیونکہ انسانوں کے پاس کوئی دوسرا ذریعہ نہیں جسے قطعیت کے ساتھ مانا جائے بجز قرآن کے۔ قرآن نے جن چیزوں کی تصدیق کر دی انہیں درست مانا جائے گا اور جن کی تردید کر دی ان کا انکار کیا جائے گا۔ سورہ المائدہ میں فرمایا کہ "(اے پیغمبر) ہم نے آپ پر سچائی کے ساتھ کتاب نازل کی جو اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی محافظ ہے تو (اے پیغمبر) جو حکم اللہ نے نازل کر دیا اس کے مطابق آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور جو حق بات آپ کے پاس آ چکی ہے اسے چھوڑ کر لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے۔" (المائدہ ۴۸)

۲۔ قرآن ناسخ ہے جبکہ پہلی تمام کتابیں منسوخ ہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ ہر دور میں اللہ نے انسانوں کی راہنمائی کے لئے ہدایت نامے بھیجے لیکن اللہ نے جب چاہا انہیں بدل دیا اور ان کی جگہ نئی ہدایات نازل کر دیں۔ تورات کے بعض احکام کو انجیل میں منسوخ کر دیا گیا۔ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت اس وجہ سے بھی کی کہ ہمارے مذہب کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ بدل رہے ہیں۔ اب یہی مخالفت یہود و نصاریٰ مسلمانوں کی کر رہے ہیں جبکہ اللہ کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور جب چاہتا ہے بدل دیتا ہے۔ اس میں بندوں کا امتحان ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کی اطاعت کرنے والے ہیں یا اپنی پسند کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ ایک شریعت میں احکام کو منسوخ کرنے اور پوری شریعت کی جگہ دوسری شریعت کو لانے میں اللہ کی یہ بڑی حکمت نظر آتی ہے۔ اس اعتبار سے ہمارا ایمان ہے کہ قرآن اللہ کی آخری ناسخ کتاب ہے اور پہلی تمام کتابیں منسوخ ہیں۔ ان پر ہمارا ایمان ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں لیکن قرآن پر ایمان و عمل کے ساتھ قرآن کا ہی اتباع کریں گے اور قرآن کو ہی معیار حق مانیں گے۔

۳۔ قرآن کے کلمات، آیات، سورتیں اور ترتیب سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے اور محفوظ ہے اس کا ایک ایک لفظ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ پورا اللہ کا کلام ہے اس میں رسول اللہ ﷺ یا بعد میں کسی نے اپنی طرف سے کوئی اضافہ یا کمی نہیں کی اللہ نے جبریل امین کے ذریعے خاتم النبیین محمد ﷺ پر نازل کیا ہے۔ سورہ الشعراء میں ہے "یہ قرآن ربّ العالمین کی جانب سے نازل کردہ ہے۔ اسے روح الامین (جبریل) نے اتارا ہے آپ کے دل پر تاکہ آپ لوگوں کو اللہ سے ڈرانے والوں میں شامل ہو جائیں۔" (الشعراء ۱۹۲، ۱۹۴)

پہلی کتابوں کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ حالت میں موجود ہیں جبکہ قرآن آج بھی اسی حالت میں ہے جس میں نازل ہوا تھا۔ پہلی کتابوں کے اصل نسخے ضائع ہو چکے ہیں جو کچھ موجود ہے وہ تراجم ہیں۔ یہ قرآن کا کمال ہے کہ اس نے عربی زبان کو بھی محفوظ رکھا ہے جبکہ تورات و انجیل کی اصلی زبانیں بھی باقی نہیں رہیں۔ قرآن کے الفاظ کے ساتھ اس کا وہ مفہوم جو رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا تھا۔ قرآن کی زبان قرآن کے کلمات اور قرآن کی دلالت سب کچھ محفوظ ہے جبکہ پہلی کتابوں میں بہت کچھ بعد میں شامل ہو گیا۔ ان پر اعتماد کی کوئی بنیاد باقی نہیں رہ گئی۔

پہلی کتابوں میں اللہ کا کلام اور بندوں کا کلام خلط ہو گیا ہے۔ ان میں تفسیر و تاریخ اور انبیاء کے شاگردوں کی سیرتیں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ ان امتوں کے فقہاء کے علمی استدلال بھی پہلی کتابوں میں ملیں گے جبکہ قرآن میں ایسا نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ تمام چیزیں کتاب سے منسوب نبی پر نازل ہوئی تھیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تورات کے نازل ہونے کے کافی عرصہ بعد کے حالات و واقعات اور احبار کے قصوں کو اس میں شامل کر دیا گیا۔ اسی طرح انجیل میں بھی بعد کی چیزیں شامل کر دی گئی ہیں۔ قرآن میں ایسی کوئی چیز نہیں ملے گی۔ معروف انجیلیں چار ہیں اور چاروں مختلف ہیں۔ اسی طرح تورات کے نسخے متعدد ہیں ان نسخوں میں فرق ہے جبکہ قرآن نازل ہونے سے لے کر اب تک ایک ہی نسخے کی نقل ہے، اس میں تحریف کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔

(۴) قرآن کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ بنی نوع انسان کے لئے ہدایت ہے۔ پہلی کتابیں مخصوص امتوں اور محدود وقتوں کے لئے آئی تھیں جیسا کہ تورات اور انجیل بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے تھیں جبکہ قرآن کو "ھدی للناس" یعنی تمام انسانوں کیلئے ہدایت کہا گیا ہے۔

قرآن کا یہ امتیاز بھی ہے کہ یہ رشد و ہدایت کی جامع کتاب ہے۔ ہر دور میں پیش آمدہ مسائل کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ نور ہے باعث خیر و برکت ہے اور رحمت و شفاء ہے۔ اس میں ترغیب بھی ہے اور ترہیب بھی۔ انبیاء و امم کے قصے بھی ہیں اور آخرت کا بیان بھی۔

پہلی کتابوں میں کافی عرصہ کے بعد حالات و واقعات اور احبار کے قصوں کو ان میں شامل کر دیا گیا ہے جبکہ قرآن میں ایسی چیز نہیں ملے گی۔ تورات و انجیل کے نسخوں میں باہمی اختلاف ہے اور ان کی زبانیں تک ختم ہو چکی ہیں جبکہ قرآن مجید نازل ہونے سے لے کر اب تک ایک ہی نسخے کی نقل ہے

مرکز طیبہ مریدکے میں پلاٹ خریدنے کے خواہش مند حضرات متوجہ ہوں

طیبہ کالونی فیز i، ii میں 5,10 مرلہ اور ایک کنال کے رہائشی پلاٹس دستیاب ہیں۔ نیز ری سیل رہائش و کمرشل پلاٹ خریدنے کے لئے رابطہ کریں۔ مسجد ام القریٰ کے نزدیک پلاٹس اور تعمیر شدہ رہائشی مکان فروخت کے لئے موجود ہیں۔ خواہش مند حضرات فوری رابطہ کریں۔ کم آمدنی والے حضرات کے لئے آسان اقساط میں پلاٹ خریدنے کی سہولت موجود ہے۔

رابطہ: محمد خالد، عبدالمجید مرکز طیبہ مریدکے

Ph:042-7990779-0303-6432247

7910897-7922393

بچپن کے نکاح کا مسئلہ

س: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کنیز فاطمہ ولد ملک مہر خان کا نکاح اس کی ۹ سال کی عمر میں شیر محمد ولد رمضان سے کر دیا تھا۔ جس کا اس وقت تو کوئی عملی اندراج نہیں ہوا تھا۔ نکاح کے ۶ ماہ بعد شیر محمد ولد رمضان نے دوسری شادی کر لی جس وقت کہ میری بچی کی عمر ابھی ساڑھے ۹ سال تھی۔ اب میری بچی کی عمر تقریباً ۱۸ سال ہو چکی ہے اور میری بیٹی شیر محمد سے شادی کرنے پر ہرگز رضامند نہیں ہے۔ میں پریشانی کی حالت میں ہوں۔ میں نے کافی علماء سے رجوع کیا تو انہوں نے بتایا کہ بچی اپنی مرضی سے نکاح کر سکتی ہے اور پہلا نکاح ختم ہو گیا ہے براہ مہربانی اس بارے میں مجھے آپ کا فتوی درکار ہے تاکہ میں اپنی بچی کی شادی کر سکوں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی

ملک مہر خان

ج: الجواب بعون الوہاب ومنہ الصدق والصواب والیہ المرجع والمآب ہے

صورت مسئولہ میں لڑکی کو نکاح رد کرنے کا اختیار ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ میں بچی کا نکاح کیا جا سکتا ہے اور بچپن کا کیا ہوا نکاح اگر لڑکی رد کر دے تو اسے اختیار دیا جائے گا جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راویت ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بلاشبہ ایک کنواری لڑکی نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اس نے بیان کیا کہ اس کے باپ نے اس کی شادی کر دی ہے اور وہ اس کو ناپسند کرتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے لڑکی کو اختیار دے دیا۔ یعنی چاہے تو اس نکاح کو بحال رکھے یا رد کر دے۔

(مسند احمد ۴/ ۲۷۵/ رقم (۲۴۶۹) ط جدید ابوداؤد رقم (۲۰۹۶) ابن ماجہ رقم (۱۸۷۵) السنن الکبری للنسائی (۵۳۸۷) مسند ابی یعلی (۲۵۲۶) طحاوی ۴/ ۵/ ۳۶۵ سنن الدار قطنی ۳/ ۲۳۴، ۲۳۵ بیہقی ۷/ ۱۱۷) یہ حدیث مرفوعا اور مرسلا ہر دو طرح مروی ہے اور صحیح ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری شرح صحیح البخاری ۹/ ۱۹۶ "الجوہر النقی" لابن الترکمانی ۷/ ۱۱۷ نصب الرایہ ۳/ ۱۹۰

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر لڑکی اپنے کئے ہوئے نکاح کو رد کر دے تو یہ اس کو شرعاً حق حاصل ہے اس کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جا سکتا شارحین حدیث نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ لڑکی کو اس کا ولی زبردستی نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا جب ولی جبر نہیں کر سکتا تو دوسرے کسی شخص کو یہ حق کیسے دیا جا سکتا ہے۔

لہٰذا ملک مہر خان کی صاحب زادی کو یہ شرعی طور پر حق حاصل ہے کہ وہ اگر اس نکاح کو رد کرنا چاہتی ہے تو رد کر دے اس میں کوئی شرعی طور پر پیچیدگی نہیں اور قانونی مشکل پہلے سے ہی موجود نہیں۔ ھذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واکمل

خلع کے بعد نکاح یا رجوع؟

س: تقریباً گیارہ ماہ قبل میرے شوہر نے مجھے پہلی طلاق دی۔ پھر اس کے ایک ہفتہ کے بعد میرے مطالبے پر دوسری طلاق دی اس کے بعد میرے شوہر نے رجوع کرنے کی بہت کوشش کی لیکن میں نے شوہر کے تیسری بار طلاق دینے سے انکار پر عدالت میں خلع کا دعوی دائر کر دیا۔ جس کے جواب میں ۱۵ مئی کو عدالت نے خلع کروا دیا جس کے بدلے میں نان نفقے سے دستبردار ہو گئی۔ اب میرے شوہر پھر رجوع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لہٰذا اس میں شرعی رہنمائی درکار ہے جزاکم اللہ

(ایک سائلہ)

ج: الجواب باسم ملھم الصواب والیہ والمرجع والمآب

صورت مسئولہ میں دو طلاقیں تو وقفہ بعد وقفہ واقع ہو چکی ہیں جن میں مرد کو دوران عدت رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے اور عدت گزر جانے پر از سر نو نکاح کر کے اپنا گھر آباد کر سکتے ہیں دو طلاقوں کے بعد اگر عورت خلع کی ڈگری حاصل کر لے تو راجح موقف کی رو سے چونکہ خلع فسخ نکاح ہے جیسا کہ راقم کی کتاب "آپ کے مسائل اور ان کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں جلد اول میں مفصل فتوی موجود ہے۔ اسی طرح کا مسئلہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی کہا کہ خلع طلاق نہیں ہے۔ تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت میں ہے کہ "عن عبدالله بن عباس ان ابراهيم بن سعد بن ابى وقاص ساله قال: رجل طلق امراته تطليقتين ثم اختلعت منه ايتزوجها؟ قال نعم ليس الخلع بطلاق ذكر الله الطلاق فى اول الآية واخرها والخلع فيما بين ذلك فليس الخلع بشئ ثم قرأ (الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ) وقرأ (فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ)

ابراہیم بن سعد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا ایک آدمی نے اپنی اہلیہ کو دو طلاقیں دیں پھر عورت نے مرد سے خلع لے لیا کیا اب مرد اس عورت سے شادی کر سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں خلع طلاق نہیں اللہ تعالی نے آیت کی ابتداء اور آخر میں طلاق کا ذکر کیا ہے اور خلع ان کے درمیان بیان کیا خلع کوئی ایسی چیز نہیں جو اب نکاح سے مانع ہو پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ الطلاق مرتان اس کے بعد فان طلقها تلاوت کی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ نے پہلی دو طلاقوں کا ذکر کیا پھر آگے جا کر تیسری طلاق کے بعد حرمت کا ذکر کیا اور خلع ان کے درمیان میں بیان کیا اگر خلع طلاق ہوتی تو تین کی بجائے چار طلاقیں بن جاتیں جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ لہٰذا خلع فسخ نکاح ہے طلاق نہیں۔ اس کے بعد امام ابن کثیر فرماتے ہیں "هو رواية عن امير المومنين عثمان بن عفان رضى الله عنه وابن عمر وهو قول طاؤس وعكرمة وبه يقول احمد بن حنبل واسحاق بن راهويه وابوثور وداود بن على الظاهرى وهو مذهب الشافعى فى القديم وهو ظاهر الآية الكريمه

یہی روایت امیر المومنین عثمان بن عفان اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ہے اور طاؤس، عکرمہ، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی کا قدیم مذہب بھی یہی ہے اور قرآن حکیم کی آیت کریمہ سے بھی یہی بات ظاہر ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں از

سر نو نکاح کر کے گھر آباد کیا جا سکتا ہے اور ابن عباس، ابن عمر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم اور فقہاء محدثین اور محققین اسلام کا یہی فتوی و تحقیق ہے۔ واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واکمل

بری اور پراگندہ خوابوں کا مسئلہ

س: مجھے بری اور گندی خوابیں آتی ہیں جن کی وجہ سے میں بہت زیادہ پریشان ہوں آپ اچھے طریقے سے میرے مسئلے کا حل پیش کر دیں شکریہ۔ (جہانگیر۔ ہارون آباد)

ج: برے اور گندے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اس سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے اور ایسا خواب کسی سے بیان نہ کریں اس سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا۔

ابو سلمہ کہتے ہیں "كُنْتُ أَرَى الرُّؤْيَا أُعْرَى مِنْهَا غَيْرَ أَنِّي لَا أُزَمَّلُ حَتَّى لَقِيتُ أَبَا قَتَادَةَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرُّؤْيَا مِنَ اللَّهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا حَلَمَ أَحَدُكُمْ حُلْمًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ"
(صحیح مسلم کتاب الرؤیا (۲۲۶۱) صحیح البخاری ۳۲۹۲)

میں خواب دیکھتا تو مجھے بخار جیسی کیفیت ہو جاتی مگر میں کپڑا نہیں اوڑھتا یہاں تک کہ میری ملاقات ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے ان سے یہ بات ذکر کی انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے۔ جب بھی تم میں سے کسی کو برا خواب آئے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو اپنی بائیں طرف تین مرتبہ تھوک ڈالے اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے یہ خواب اسے ہرگز نقصان نہیں دے گا۔

ولا یخبر بها احداً فان رأی رُؤیاً حسنة فلیبشر ولا یخبر الا من یحب (صحیح مسلم (۲۲۶۱) یہ خواب کسی سے بیان نہ کرے اگر اچھا خواب دیکھے تو خوش ہو جائے اور صرف اسے بتائے جس کے ساتھ محبت ہو۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:
إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ (صحیح مسلم ۵/۲۲۶۲)

جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوک ڈالے اور شیطان مردود سے اللہ کی تین مرتبہ پناہ طلب کرے اور جس پہلو پر لیٹا ہوا تھا اسے بدل ڈالے۔ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ "فَإِنْ رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا النَّاسَ
(صحیح مسلم ۶/۲۲۶۳ صحیح البخاری (۷۰۱۷)

اگر تم میں سے کوئی آدمی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ اٹھ جائے اور نماز پڑھے اور لوگوں سے یہ خواب بیان نہ کرے۔

اور سوتے وقت یہ دعا پڑھ لیا کریں۔
"أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ"
(مسند احمد ۴/۵۷، ۶/۶ الموطا للمالک ۷۲۴)

میں اللہ تعالی کے مکمل کلمات کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں اس کے غضب سے اور اس کی سزا سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وسوسوں سے اور اس بات سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔

مذکورہ بالا احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ پراگندہ اور گندے خیالات و وساوس اور خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں جس کو ایسے خواب آئیں وہ پہلو بدلے اور تین بار تھوک دے اور اعوذ باللہ تین مرتبہ پڑھے۔ اٹھ کر نماز ادا کرے اور کسی کو ایسا خواب نہ بتائے۔ جو شخص اس نبوی نسخہ پر عمل کرے گا اللہ تعالی اس کی ایسی پریشانی دور کر دے گا۔

نماز تہجد کا وقت اور رکعات

س: نماز تہجد ہاٹ لائن ہے کہا جاتا ہے یہ کس وقت پڑھی جاتی ہے اس کا صحیح وقت کیا ہے؟ کیا اندھیرے میں بیٹھ کر پڑھنا ضروری ہے اس میں کتنے نوافل ہوتے ہیں' نیت کسے کہتے ہیں وتر شروع میں پڑھنے ہیں یا آخر میں اور ہر رکعت میں کتنی دفعہ سورۃ اخلاص پڑھنی ہے۔ (نصرت منہاس مقام رسالہ چک نمبر ۴ ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع شیخوپورہ)

ج: نماز تہجد انسان کے نفس کو سنوارنے کا مضبوط طریقہ ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے "إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا (المزمل:۶) بے شک رات کا اٹھنا نفس کو کچلنے میں بہت مضبوط اور بات کیلئے بہت درست ہے۔ لہٰذا اسے ہاٹ لائن نہیں بلکہ سٹریٹ لائن کہا جائے یعنی اللہ تعالی سے بات کرنے کا سیدھا راستہ ہے۔ اور اس کی ادائیگی کا وقت نماز عشاء کے بعد سے لے کر صبح تک ہے صحیح مسلم (۱/۲۵۴) میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ

رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور ہر دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرتے اور ایک وتر ادا کر لیتے۔ عشاء کی نماز کو لوگ عتمہ بھی کہتے ہیں۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ تہجد کا وقت عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور صبح کی نماز سے پہلے تک رہتا ہے آدمی رات کے جس حصے میں اٹھے تہجد پڑھ لے۔ عام طور پر نبی ﷺ گیارہ رکعات ہی پڑھتے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تہجد کے لئے سو کر اٹھنا ضروری ہے لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ "تہجد" الفاظ اضداد میں سے ہے جس میں سونے اور جاگنے دونوں کے معنی پائے جاتے ہیں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رقمطراز ہیں "صاحب قاموس نے لکھا ہے هجد هجودا (ثلاثی مجرد) اور تہجد (باب تفعل) سو گیا اور بیدار ہو گیا دونوں معنی کیلئے مستعمل ہے لغات اضداد میں سے ہے هجد تهجیدا (باب تفعیل) بیدار کر دیا اور سلا دیا یہ بھی اضداد میں سے ہے اهجد (باب افعال) هجد کی طرح سو گیا اور سلا دیا (لازم بھی ہے اور متعدی بھی) حاصل بیان یہ ہے کہ جیم کی تشدید اگر (سلب ماخذ اور) ازالہ کیلئے قرار دی جائے تو نیند کو زائد کرنا اور بیدار ہونا مراد ہو گا اور اگر متعدی بنانے کیلئے قرار دی جائے تو سلا دینے کا معنی ہو گا۔ بغوی نے لکھا ہے تہجد جب بیدار ہو جانے کو کہتے ہیں تو یہ سونے کے بعد ہی ہو گا رات بھر جاگتے رہنے اور نمازیں پڑھنے کو تہجد نہیں کہا جائے گا میں کہتا ہوں (قاضی ثناء اللہ پانی پتی) جب تہجد سے مراد ہے نماز کے لئے نیند کو ترک کرنا تو اس کی تینوں صورتیں ہو سکتی ہیں بالکل رات کو نہ سونا اور نماز پڑھتے رہنا۔ شروع رات میں بیدار رہ کر نماز پڑھنا' سو جانا اور پھر بیدار ہو کر نماز پڑھنا مؤخر الذکر صورت کی کوئی تخصیص نہیں۔ (تفسیر مظہری اردو ۷/۱۱۳)

نیز دیکھیں انوار البیان فی حل لغات القرآن ۲/۱۶۱ مطبوعہ مکتبہ سید احمد شہید لاہور معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحب ۵/۵۱۵، ۵۱۶) الغریبین فی القرآن الحدیث از علامہ ابو عبید احمد بن محمد الھروی ۶/۱۹۱۲ مجمع بحار الانوار از علامہ محمد طاہر پٹنی ۵/۱۴۴ مختار الصحاح از محمد بن ابی بکر الرازی الحنفی /۹۷/۱۳ الصحاح از ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوھری ۲/۱۷۶

مذکورہ بالا توضیح سے معلوم ہوا کہ تہجد کے لئے سونا شرط نہیں بلکہ اس نماز کے لئے مطلقاً ترک نوم کو کہتے ہیں۔ خواہ نماز کی خاطر نیند رات کے ابتدائی حصہ میں ترک کرے یا رات کے پچھلے حصے میں نیز نماز کی ادائیگی کے لئے اندھیرا یا روشنی کوئی شرط نہیں چاہے تو لائٹ جلا کر ادا کریں چاہے تو اندھیرے میں ہی پڑھ لیں کھڑے ہو کر نماز نفل ادا کریں گے تو پورا ثواب ملے گا بیٹھ کر پڑھیں گے تو آدھا ثواب ملے گا۔ عام طور پر اس کی

باقی صفحہ 31 پر

بقیہ آپ کے مسائل

گیارہ رکعات ہیں جیسا کہ پیچھے حدیث گزر چکی ہے۔ اور کبھی ۱۳ رکعات بھی ادا کی جاسکتی ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں موجود ہے۔ نیت دل کا فعل ہے اس کیلئے زبان سے ادائیگی نہیں کی جاتی۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زبان کے ساتھ نیت کرنا قطعاً ثابت نہیں۔ ائمہ دین میں سے صرف امام شافعی کے متعلق آتا ہے کہ وہ جب نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو کہتے ہیں بِسْمِ اللّٰهِ مُوَجِّهًا لِبَيْتِ اللّٰهِ مُؤَدِّيًا لفرض الله (عزوجل) اللہ اکبر اللہ کے نام کے ساتھ بیت اللہ کی طرف منہ کرتے ہوئے 'اللہ کے فرض کی ادائیگی کے لئے شروع کرتا ہوں پھر اللہ اکبر کہتے ہیں۔ یہ بات ابو بکر محمد بن ابراہیم المعروف بابن المقری المتوفی ۳۸۱ھ نے از ربیع از شافعی کی سند سے بیان کی ہے (المعجم لابن المقری ص ۱۲۱ از قم (۳۳۶) باقی کسی امام کے متعلق راقم کو معلوم نہیں کہ کسی صحیح سند کے ساتھ ان سے نماز کے لئے لفظی نیت کرنا کہیں ثابت ہو۔ کئی ایک ائمہ دین نے اسے بدعت سے تعبیر کیا ہے۔ واللہ اعلم

نماز وتر شروع میں بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔ یعنی عشاء کی نماز کے ساتھ ہی اور اگر پچھلی رات بیدار ہونے کا معمول ہو تو رات کی آخری نماز وتر بنانا بہتر و افضل ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل ﷺ نے وصیت کی ہے کہ میں مرتے دم تک تین چیزیں نہ چھوڑوں۔ ا۔ سونے سے قبل وتر ادا کرنا۔ ۲۔ ہر ماہ کے تین روزے۔ ۳۔ اور جمعہ والے دن غسل کرنا (مسند احمد ۲/۴۱ (۷۱۳۸) دوسری حدیث میں ہے کہ "اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا" (صحیح مسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ۱۵۱/ ۷۵۱) اپنی رات کی آخری نماز کو وتر بناؤ

اس بات کی تفصیل پہلے ہم نے الدعوۃ میں لکھ دی ہے کہ یہاں امر وجوب کے لئے نہیں استحباب کیلئے۔ لہٰذا درست دونوں طرح ہے افضلیت پچھلی رات میں ہے۔ سورۃ فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے اس کے علاوہ قرأت اختیاری ہے جتنی چاہے پڑھ لے کسی سورت کا تعین نہیں ہے۔

نماز میں خیالات کا علاج

س: نماز پڑھتے وقت مختلف قسم کے خیالات آتے ہیں ان سے کیسے نجات حاصل کی جائے میں بے حد کوشش کرتی ہوں کہ نہ آئیں لیکن یہ اس قدر تنگ کرتے ہیں کہ میں نماز بھول جاتی ہوں کہ آیا کس رکعت پر ہوں کس سجدے پر ہوں پہلے کیا پڑھا تھا۔ (نصرت منہاس۔ ضلع شیخوپورہ)

ج: عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول بلاشبہ شیطان میرے اور میری نماز اور قرات کے درمیان حائل ہو جاتا ہے وہ مجھ پر میری نماز و قرأت خلط ملط کر دیتا ہے تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خَنْزَبٌ فَإِذَا أَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ وَاتْفِلْ عَلَى يَسَارِكَ ثَلَاثًا قَالَ فَفَعَلْتُ ذَلِكَ فَأَذْهَبَهُ اللّٰهُ عَنِّي وہ شیطان ہے جسے خنزب کہتے ہیں جب تم اسے محسوس کرو تو اس سے اللہ کی پناہ طلب کرو اور اپنی بائیں جانب تین بار تھوک دو۔ عثمان فرماتے ہیں میں نے ایسا کیا تو اللہ نے اس کو مجھ سے دور کر دیا۔ (صحیح مسلم مشکوۃ مع مرعاۃ ۱/ ۱۵۶ مسند احمد ۴/ ۲۱۶) لہٰذا اپنے وساوس دور کرنے کے لئے مذکورہ صورت پر عمل کرو اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو۔

اذان کا جواب کیسے دیا جائے؟

س: جب اذان سنی جائے اور موذن اشہد ان محمد رسول اللہ پر آئے تو انگوٹھوں اور انگلیوں کو چوم کر آنکھوں پر لگانا ضروری ہے اور جب ساتھ ساتھ آہستگی سے سننے والا خود بھی کلمات دہراتا جائے اور حی علی الفلاح پر سامع لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتا ہے اور اذان ختم ہونے کے بعد درود ابراہیمی پڑھتا ہے یہی طریقہ ٹھیک ہے یا جو دعائی وی میں دکھاتے ہیں وہ بھی پڑھنی ضروری ہے۔ (نصرت منہاس۔ شیخوپورہ)

ج: رسول کریم ﷺ کی حدیث وسنت سے صرف یہ بات ثابت ہے کہ مؤذن جس طرح کلمات کہتا ہے اسی طرح کہے جائیں اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا جائے اور آخر میں درود اور اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ پڑھا جائے۔

رسول اللہ نے فرمایا: يَقُولُ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ (صحیح مسلم)

جب تم مؤذن کو سنو تو وہی کہو جو وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس پر ۱۰ بار رحمت نازل کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ مانگو وہ جنت میں ایک مقام ہے وہ اللہ کے بندوں میں سے کسی بندے کے لئے ہی مناسب ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں جس نے میرے لئے وسیلہ طلب کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو گئی۔ (صحیح مسلم ۱۲/ ۳۸۵ میں عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کا جواب لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہی بتایا گیا ہے۔ اور بخاری میں وسیلے والی دعا بھی موجود ہے لیکن اس میں الدرجۃ الرفیعہ جیسے خود ساختہ الفاظ نہیں مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ اذان کا جواب سن کر وہی کلمات دہرانے ثابت ہیں کسی بھی حدیث صحیح میں اذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا ثابت نہیں لوگوں نے اس کے لئے جعلی روایات پر اعتماد کیا ہوا ہے جو سراسر غلط اور ناجائز ہے۔

موجودہ دور میں بیعت کا کیا حکم ہے؟

س: کیا کسی بھی پیر کی بیعت ہونا ضروری ہے میں نے خود قرآن میں پڑھا ہے نبی اکرم ﷺ نے عورتوں سے بیعت لی۔ (واضح رہے کہ میرے پاس وہ قرآن ہے جو شاہ فہد نے خصوصی چھپوا کر بطور ہدیہ لوگوں میں تقسیم کیا ہے) تو کہنے کی بات یہ ہے کہ بیعت کیا ضروری ہے ہم لوگ تو کسی کی بیعت نہیں کرتے۔ (نصرت منہاس شیخوپورہ)

ج: کتاب وسنت سے نبی ﷺ اور نبی ﷺ کے خلیفہ و امیر کی بیعت ہی ثابت ہے لوگوں نے اب جو مختلف بیعت کے سلسلے شروع کئے ہوئے ہیں اور اپنی پیری اور مریدی کا مکہ چکایا ہوا ہے یہ سب فرقہ وارانہ بیعتیں ہیں ہر کسی نے لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا رکھا ہے ہر گدی نشین کا اپنا سلسلہ اور دین ہے ایسے لوگوں کی بیعت سے قطعاً منسلک نہیں ہونا چاہیے۔ یہ امت مسلمہ کی تفریق کا ایک بہت بڑا سبب و ذریعہ ہے۔ پھر آج کل تو مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ اس چکر میں پھنس کر اپنی عزت و عصمت اور شرف و عفت کو پامال کر لیتی ہیں اپنے پیروں کے پاس بے حجاب و بے پردہ بیٹھتی اور ان کی ٹانگیں دباتی ہیں اور جب ایسے پیر شیطانی حرکتیں کرتے ہوئے پکڑے جاتے ہیں تو انہیں جعلی پیر بنا کر اخبارات کی زینت بنا دیا جاتا ہے یہ لوگوں کا مال بھی لوٹتے ہیں اور ایمان بھی برباد کر دیتے ہیں۔ لہٰذا اس پیری مریدی کے چکر سے الگ تھلگ رہ کر کتاب وسنت کی پیاری تعلیمات پر عمل پیرا رہیں۔

ریاض میں داعی خاندان المناک حادثے سے دوچار

ریاض (سعودی عرب) میں جماعۃ الدعوۃ شعبہ خواتین کی مسئولہ اور دعوت وجہاد کی سرگرم ذمہ دار ام عدنان اپنے بیٹی' بیٹے' نواسی اور داماد کے ہمراہ حرم شریف میں اعتکاف کے لئے جارہی تھیں کہ دوران سفر گاڑی کا ٹائر پھٹنے سے حادثہ پیش آگیا جس میں ام عدنان ان کی بیٹی' نواسی وفات پاگئیں جبکہ ان کے بیٹے اور داماد کو شدید چوٹیں آئیں ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین سے استدعا ہے کہ فوت شدگان کے لئے خصوصی طور پر مغفرت اور زخمیوں کے لئے صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔ ادارہ مجلۃ الدعوۃ' جماعۃ الدعوۃ سعودی عرب کے غم میں برابر کا شریک ہے اور صبر کی تلقین کرتا ہے۔

مقام رسالت

رسالت کا لغوی معنیٰ پیغام یا پیغامبری ہے۔ شرعی اصطلاح اس کا طلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے خاص بندوں کے ذریعے عام انسانوں تک اپنا پیغام بھیجنا۔ اللہ تعالیٰ نے جب سے اس کائنات کو تخلیق کر کے بنی نوع انسان کو پیدا کیا' نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی ت سے ہی شروع کر دیا ہے اور یکے بعد دیگرے بہت سے رسل دنیائے فانی میں بھیجے تا کہ وہ لوگوں کو دنیائے اخروی تک پہنچنے کا اصل راستہ بتائیں۔ انہیں ان کے دونوں ٹھکانوں جنت اور جہنم کی پہچان کروائیں اور اس سے بڑھ کر انہیں ان کے خالق حقیقی سے آگاہ کریں۔ ہر مسلمان کے لئے اللہ کے بعد ان انبیاء کو افضل و اشرف جاننا لازم ہے۔ سورہ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی چند خصوصیات کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احدمن رسلہ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیرo

''وہ سب کے سب اللہ' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور بولے کہ ہم اللہ کے کسی رسول کے ماننے میں فرق نہیں کریں گے اور بولے کہ ہم نے دل لگا کر سنا اور اطاعت کی۔ اے ہمارے اللہ ہم تیری ہی بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔''

سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد ﷺ تک ہمیں یکساں ایمان رکھنا چاہئے کہ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور معصوم لوگ تھے۔ انہوں نے جو کچھ پیغام دیا' اپنی امتوں کو جن باتوں کی تبلیغ کی وہ حکم الٰہی اور وحی الٰہی کے عین مطابق تھیں۔ ان کی امتوں اور زمانوں کے موافق تھیں۔ ہاں البتہ تمام انبیاء کرام کی تعلیمات کی پیروی ہم پر لازم نہیں۔ ماسوائے سیدنا محمد ﷺ کے بشرطیکہ جو کچھ نبی اکرم ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچا۔ اس سے ملتی جلتی باتیں دوسرے ادیان میں ہوں تو مانی جا سکتی ہیں کیونکہ یہ الہامی فیصلہ ہے کہ توحید و رسالت کی تعلیم مکمل ہو چکی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بنی نوع انسان کو اس سے آگاہ کر دیا اور واضح طور پر فرما دیا کہ

''الیوم اکملت لکم' دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا. (المائدہ-3)

''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو دین کی حیثیت سے میں نے تمہارے لئے پسند کیا۔ لہٰذا جو شخص رسالت پر ایمان رکھتا ہے اس کو دین اسلام اور محمد ﷺ پر بھی ایمان لانا ہوگا۔ بصورت دیگر وہ کافر کہلائے گا۔''

کلمۂ رسالت:

ایک نو مسلم آدمی کے لئے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار لازم ہے۔ اس کے دو حصے ہیں کلمۂ توحید اور کلمۂ رسالت۔ یعنی کہ

> **اگر نبی اکرم ﷺ ہمارے لئے ضابطۂ حیات لے کر نہ آتے تو آج ہم ''شتر الدو آب'' کی سی زندگیاں بسر کر رہے ہوتے لہٰذا ہم ہر عمل میں آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کا خیال رکھیں**

محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے جس ہستی کو رب کائنات نے رہبر و رہنما بنا کر بھیجا وہ سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں۔ جو باقی انبیاء پر ایمان لائے اور نبی اکرم ﷺ کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو اس آخری رسول ﷺ کے بعد کسی اور نبی کا اقرار کرے وہ بہت بڑا کذاب' لعین اور مرتد ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کے دلائل:

آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کے بارے میں قرآن مجید کی واضح نص موجود ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ الاحزاب کی آیت نمبر 40 میں ارشاد فرمایا

ما کان محمد ابا احدمن رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبینo

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے پیغمبر ہیں اور نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں۔''

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں اللہ کے نزدیک آخری نبی اس وقت سے ہوں جب کہ آدم ابھی مٹی کی صورت میں تھے۔ میں تمہیں اپنا ابتدائی امر بتاتا ہوں۔ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا...... سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا اب میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی رسول۔''

آپ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا بلکہ خلفاء ہوں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اگر عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری نبوت پر ایمان لے آتے۔ یعنی کہ حکم الٰہی سے اپنی نبوت سے دستبردار ہو کر آپ ﷺ کی اطاعت میں آ جاتے۔

افضل الانبیاء:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔

تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض' منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجتo (البقرہ' پارہ سوم)

''یہ رسول اللہ ﷺ جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جن کے اللہ تعالیٰ نے درجے بلند کیے اور بعض سے بات چیت کی ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کو بھی بعض خصوصیات کی بنا پر باقی انبیاء سے اونچا درجہ دیا۔ مثلاً

آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء بنایا۔

آپ ﷺ کو سید المرسلین بنایا۔

نبی اکرم ﷺ امام الانبیاء ہیں۔ آپ ﷺ نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت کی۔

آپ ﷺ ''شفیع'' ہیں۔ آپ ﷺ قیامت کے روز اپنی امت کی سفارش باذن اللہ کریں گے۔ قیامت کے روز آپ اللہ کے دربار میں آخری فیصلہ کرنے کے لئے استدعا اور سفارش کریں گے۔

آپ ﷺ جنت کے سردار ہوں گے اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مقام محمود عطا کرنے کا وعدہ کیا جو باقی تمام انبیاء کے جنتی مقامات سے بالا اور اعلیٰ ہے۔

آپ انبیاء کی بعثت کے بروز قیامت شاہد ہوں گے۔ جن سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ قرآن آگاہ کیا۔

باقی رسولوں کی رسالت محدود تھی جبکہ آپ ﷺ کی رسالت لامحدود اور پوری دنیا کے لئے ہے۔

بخاری کے باب **التیمم** میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا' مجھے پانچ چیزیں ایسی ملیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں ملیں۔

ایک یہ کہ ایک مہینے کی راہ سے دشمنوں پر میرا رعب پڑتا ہے...... دوسری یہ کہ ساری زمین میرے لئے نماز کی جگہ اور پاک کرنے والی بنائی گئی تو میری امت کا ہر آدمی اس کو (جہاں) نماز کا وقت آ جائے وہ نماز پڑھ لے...... تیسری یہ کہ لوٹ (مال غنیمت) کے مال میرے لئے درست حلال ہوئے اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لئے درست نہیں تھے...... چوتھی یہ کہ مجھ کو شفاعت ملی...... پانچویں یہ کہ ہر پیغمبر خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا اور میں عام سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ لاتعداد فضیلتوں کے باوجود اس قدر عاجز اور منکسر المزاج تھے کہ دوسرے انبیاء کے مقابلے میں اپنی تعریف کرنے سے صحابہ کو منع کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک یہودی اور مسلمان کا آپس میں اس بات پر جھگڑا ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا

لا تفضلونی بینا لانبیاء للہ (متفق علیہ)

کہ مجھے اللہ کے نبیوں کے درمیان فضیلت نہ دو کیونکہ اس سے دوسرے نبی کی شان گھٹتی ہے۔ فضیلت دینا صرف اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر کا نمونہ ہیں نہ کہ کسی انسان کا۔

اطاعت رسول ﷺ، محبت اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ:

سیدنا محمد ﷺ خاتم الانبیاء' اشرف الانبیاء' امام الانبیاء' فخر کائنات' سید الکونین اور محسن انسانیت بن کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا جو پیغام ہم تک پہنچایا وہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی (جو ہدایت کا متلاشی ہو) رشد و بھلائی کا سرچشمہ ہے۔ اگر نبی اکرم ﷺ ہمارے لئے ایک ضابطہ حیات لے کر نہ آتے تو آج ہم "شر الدواب" کی سی زندگیاں بسر کر رہے ہوتے۔ تعلیم و تربیت کا جو احسان نبی اکرم ﷺ نے ہم پر کیا اس کا ادنیٰ سا بدلہ یہ ہے کہ ہم آپ پر محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کریں۔ ہر ہر عمل میں آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کا خیال رکھیں۔ نبی اکرم ﷺ کی تعظیم اس طرح ہو سکتی ہے کہ ہم ان کی تعلیمات کو ہاتھوں ہاتھ لیں۔ زبان سے اقرار کرنے کے علاوہ عمل سے اس اطاعت کا اظہار کریں جن کا دعویٰ ہم اپنی نعتوں اور تقریروں میں کرتے ہیں۔

چند اہم نکات:

نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کا تقاضا ہے کہ ہمارے ہر قول' ہر فعل میں اسوہ حسنہ کا رنگ نظر آئے کیونکہ قرآن مجید میں فرمان الٰہی ہے۔

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"

"البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یُحْبِبْکُمُ اللہO

اے نبی ﷺ! کہہ دیجئے' اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

صحابہ کرام کی زندگیوں کی نقالی کریں جو نبی اکرم ﷺ کی ایک ایک ادا کو نوٹ کرتے۔ عبادات' اخلاقیات اور زندگی کے ہر طرح کے معاملات آپ ﷺ کی ہدایات کے مطابق سنوارتے۔ بلاچوں و چرا مشکل اور گراں احکامات پر بھی پورا اترنے کی کوشش کرتے۔

نبی اکرم ﷺ قیامت تک کے لئے آخری نبی ہیں جو باقی انبیاء پر ایمان لائے لیکن محمد ﷺ پر ایمان نہ لائے وہ کافر اور جو آپ ﷺ کے بعد کسی اور نبی کا اقرار کرے وہ بہت بڑا مرتد کذاب اور لعین ہے

نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کے دو پہلو قول اور فعل ہیں یعنی زبان سے نبی اکرم ﷺ کا اقرار کرنا اور دوسرا عمل سے آپ ﷺ کی اطاعت کا اظہار کرنا۔

قرآن مجید کو بار بار پڑھنا' اس پر غور و فکر کرنا' عبادت میں زیادہ وقت گزارنا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہ سب اطاعت رسول ﷺ میں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی یاد کے بعد نبی اکرم ﷺ کی یاد کو سینے سے لگائے رکھیں اور تمام دنیاوی رشتوں پر آپ کی محبت کو ترجیح دیں۔

سچے عاشق رسول ﷺ بنیں...... زبانی کلامی' نظموں' نعتوں میں ہی نہیں بلکہ دلی تعظیم کے ذریعے۔ جب ہم نبی اکرم ﷺ کی مکمل اتباع کریں گے تو تعظیم خود بخود ہو جائے گی۔

نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت:

اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے۔

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماO (سورۃ الاحزاب)

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اسی نبی پر۔ اے ایمان والو! ان پر خوب درود وسلام بھیجو۔

درود کے بارے میں نبی ﷺ کے فرامین:

1- قیامت کے دن لوگوں میں مجھ سے قریب تر وہ شخص ہوگا جس نے مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھا ہو۔

2- جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ اس پر 10 رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اس کے 10 گناہ مٹاتا ہے اور 10 درجات بلند کرتا ہے۔

3- تمہارا درود پاک پڑھنا قیامت کے دن تمہارے لئے نور ہوگا۔

4- جو مجھ پر درود پاک پڑھے گا قیامت کے روز میں اس کی شفاعت کروں گا۔

5- تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہاری دعاؤں کا محافظ ہے اور تمہارے لئے پروردگار کی رضا کا باعث اور اعمال کی طہارت ہے۔

6- جس شخص نے میری طرف سے کوئی علم کی بات لکھی اور اس کے ساتھ درود پاک لکھ دیا تو جب تک وہ کتاب پڑھی جائے گی اس شخص کو ثواب ملتا رہے گا۔

7- جس نے قرآن پڑھا اور اپنے پروردگار کی حمد کی اور پھر مجھ پر درود پڑھا تو اس نے خیر کو اپنی جگہوں میں تلاش کیا۔

8- جس نے مجھ پر دن میں 50 بار درود پڑھا تو قیامت کے دن میں اس سے مصافحہ کروں گا۔

9- ہر چیز کے لئے طہارت اور غسل ہے اور ایمان والوں کے دلوں کے زنگ کی طہارت مجھ پر درود پڑھنا ہے۔

10- آپ ﷺ نے فرمایا "سیدنا جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا جو آپ پر درود نہ پڑھے اس پر لعنت ہو تو میں نے کہا آمین۔

نبی اکرم ﷺ سے صحابہ کرام نے پوچھا ہم آپ ﷺ پر کس طرح درود بھیجیں تو آپ ﷺ نے فرمایا' تم پڑھا کرو

اللھم صل علی محمد وعلیٰ ال محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ ال ابراھیم انک حمید مجید O اللھم بارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید O

اس کو درود ابراہیمی کہتے ہیں...... یہ درود ہمیں نمازوں میں اور دینی و دنیوی مجالس میں بکثرت پڑھنا چاہئے تاکہ ہم دنیا و آخرت کے اجر سے ہمکنار ہو سکیں۔

درختوں سے گر جائیں وہ پتے نہیں ہم
جاؤ آندھیوں سے کہہ دو اوقات میں رہو
عائشہ عبدا

پراسرار باطل مخفی علوم اور خواتین

تحریم انور

قلم اس لئے پکڑا ہے کہ شاید اپنی معمولی سی سمجھ اور کوشش سے اپنی قوم کے ان معصوم لوگوں کو جو لاعلم ہونے کی وجہ سے اپنی قیمتی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں' وہ جانیں جو اگر اللہ کی راہ میں یا وہ خون جو اگر اللہ کی رضا جیسے عظیم مقصد کے لئے بہے تو ان کا انجام یقیناً

> **تو ہم پرست عورتیں جعلی پیروں اور عاملوں کے کہنے پر اپنے بچوں اور شوہر کو ٹھوکر مارتی ہوئی ان بے غیرت درندوں کے پاؤں میں گر جاتی ہیں اور اپنی دنیا و آخرت تباہ کر بیٹھتی ہیں**

نعمتوں والے باغات کی صورت میں ہو' افسوس تو اس بات پر ہے کہ شرک کرنے والی اکثریت اس بات سے ناواقف اور بے خبر ہوتی ہے کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔ وہ کس راستے کی طرف چل پڑے ہیں۔ ''پر اسرار باطل مخفی علوم'' ہماری نظروں سے ایسی کئی خبریں گزری ہوں گی کہ زائچہ نکلوانے' فال نکلوانے یا کسی نجومی کو ہاتھ دکھا کر مایوسی کی صورت میں فلاں شخص نے خودکشی کرلی۔ یا شاید ایسے ہزاروں لوگ بھی ہوں گے جو ان' باطل علوم کی بے بنیاد باتوں پر یقین کرکے بے سکونی کی زندگی گزار رہے ہوں گے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ

زبان سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل ونگاہ اگر مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اللہ پر توکل نہ ہونے' عقیدہ اور ایمان کی کمزوری کی وجہ سے اس معاشرے کے ہزاروں افراد بے سکونی کی زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ اپنا ہزاروں روپیہ اپنا عقیدہ کمزور ہونے کی وجہ سے جعلی پیروں' نجومیوں' نذر ونیاز اور اس طرح کی کئی سو خرافات پر ضائع کرکے اپنی دنیا و آخرت تباہ کر بیٹھے ہیں۔ آج ہمارے معاشرے میں ایسے کئی باطل علوم ہیں جنہوں نے لوگوں کو اپنے شکنجے میں لے رکھا ہے ایک دست شناسی ہے جس کے زیر اثر نہ صرف ان پڑھ طبقہ ہے بلکہ پڑھے لکھے باشعور لوگ بھی ہاتھوں کی لکیروں میں اپنی قسمت تلاش کرتے ہیں۔ یونیورسٹی وکالجز کی باشعور طالبات وطلباء اس میں بری طرح گرفتار ہیں۔ پامسٹ حضرات نے مسلمان قوم کو اس حد تک بے وقوف بنا رکھا ہے کہ لوگ اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے کے لئے ان کے پاس جاتے اور اپنا ہزاروں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ اور مطلوبہ نتائج یا اپنی خواہش کے مطابق اپنی قسمت نہ پانے کی صورت میں زہریلی گولیاں کھالیتے ہیں۔ یوں یہ معصوم جانیں اپنے کچے عقیدہ کی بناء پر ان دھوکے باز پامسٹوں کے ہاتھوں اپنی دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اپنا حصہ کھو بیٹھتے ہیں۔ شیطان نے اپنے مختلف حربے استعمال کرکے مسلمان قوم خاص طور پر نوجوان نسل کے ذہنوں کو اس حد تک قید کرلیا ہے کہ وہ اندھا دھند اعتماد کرلیتے ہیں۔ میں آپ کو بتانا چاہوں گی کہ کچھ عرصہ قبل مجھے کالج کی چند لڑکیوں سے جو کہ میری سہیلی کی کلاس فیلوز تھیں سے ملنے کا اتفاق ہوا جو شاید اس دن کالج کا فن فیئر اٹینڈ کرکے آئی تھیں۔ دوارنِ گفتگو انہوں نے بتایا کہ آج ان کے کالج میں ایک پامسٹ آیا ہوا تھا جس نے اپنا باقاعدہ سٹال لگا رکھا تھا۔ پامسٹ اپنی مقررہ فیس وصول کرتا اور طالبہ کا ہاتھ دیکھ کر اسے اس کی قسمت کا حال بتاتا۔ سو کئی طالبات نے بیوقوف بنتے ہوئے اپنا جیب خرچ ضائع کردیا اور بے بردگی کا الگ سے موجب بنیں۔ قابل افسوس بات تو یہ ہے کہ ان

> **روزانہ اخبارات میں لوگوں کو بے وقوف بنانے کیلئے لکھا ہوتا ہے آپ کا یہ ہفتہ کیسا رہے گا یا ستارے کیا کہتے ہیں؟ کیا انسانی قسمت اتنی فضول ہے کہ جس کا علم ہر شخص کو ہوسکتا ہے اور کیا ستاروں سے قسمت بدل سکتی ہے؟**

طالبات نے پامسٹ کی بتائی ہوئی باتوں پر مکمل بھروسہ بھی کرلیا۔ یہ چیز اللہ کی وحدانیت اور اس کی عظمت میں شرک ہے۔ غیب کو جاننے والا صرف اللہ ہے۔ قسمت کا حال صرف اللہ جانتا ہے اگر ہمیں اپنی قسمت معلوم ہوجائے تو ہم بہت سے نقصانات اور بہت سے پیش آنے والے برے واقعات کے لئے محتاط ہوجائیں۔ ہمارا کوئی نقصان نہ ہو۔ اللہ کے نبی ﷺ ساری امت کے سردار ہونے کے باوجود غیب نہیں جانتے تھے۔ صرف نیک خواب ہی ایسی چیز ہے جن سے موجودہ دور میں انسان کو پیش آنے والے مختلف واقعات کے بارے میں اشارہ مل سکتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ فرمایا:

سچا خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان ہاتھوں کی لکیروں میں کوئی راز پنہاں نہیں ہوتے بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو خوبصورت شکل دی۔ آنکھیں بنائیں تو اس کے اوپر خوبصورتی کیلئے بھنویں بنادیں' ہاتھوں کی خوبصورتی کے لئے ناخن' سر کی خوبصورتی کیلئے بال بنائے غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خوبصورت تخلیق کیا۔ ہم ہاتھوں کی لکیروں کو قسمت کا حال کہتے ہیں تو پاؤں کی لکیروں کے بارے میں ہمیں کیا کہنا چاہئے۔ یہ سب ہماری خود ساختہ' من گھڑت باتیں ہیں اگر ہمارے ذہن اب بھی مطمئن نہیں ہوتے اور ہم شک رکھتے ہیں کہ ان ہاتھوں کی لکیروں کی کوئی وجہ تو ہے تب بھی ہمیں یہ یقین کرلینا چاہئے کہ غیب جاننے والی صرف اللہ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر تیسرے شخص کو انسانوں کی قسمت نہیں پکڑائی۔ دوسری بات جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ برجوں کا علم ہے۔ ہر شخص کو کبھی تو اس کے نام کے پہلے حرف کو مدنظر رکھ کر برج بتایا جاتا ہے اور کبھی اس کی تاریخ پیدائش کو لے کر۔ عجیب بات ہے کہ ایک شخص کی دو قسمتیں کیسے ہوسکتی ہیں لیکن کوئی سمجھے تو تب بات ہے۔ روزانہ اخبارات میگزین میں لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے لکھا ہوا ہوتا ہے آپ کا یہ ہفتہ کیسا رہے گا یا ستارے کیا کہتے ہیں وغیرہ' کیا انسان اور اس کی قسمت اتنی عام اور فضول چیز ہے جس کا علم ہر شخص کو ہوسکتا ہے اور کیا ستاروں کے ساتھ قسمت بدل جاتی ہے۔

کیا یہ ہمارا ایمان کمزور نہیں کہ ہم اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے کے لئے اپنے جیسے افراد کے پاس نہ صرف جاتے ہیں بلکہ ہزاروں روپے خرچ کرتے ہیں۔ میری ایک دوست جواب کافی حد

تک تبدیل ہو چکی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں دین کی سمجھ دے رکھی ہے بتاتی ہیں کہ جب میں کالج لائف میں تھی تو مجھے ان تمام علوم کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ (ستاروں یا برجوں) کے بارے میں کافی ماہر ہو گئی تھی چہرے دیکھ کر سٹار کا پتہ چلا لیتی۔ کہتی ہیں کہ یونہی ایک دفعہ میرا اپنے کسی رشتہ دار کے گھر جانا ہوا جو کمزور عقیدہ کے مالک تھے۔ انہوں نے اسپیشل ایک نجومی کو رقم دے کر گھر بلوایا کیونکہ میری آنٹی کو اپنا سٹار معلوم کرنے کا بہت شوق تھا۔ سو نجومی نے کافی زائچے وغیرہ بنائے' کافی مغز ماری کرنے کے بعد ان کا سٹار بتایا۔ میری دوست کہتی ہیں کہ میں کالج سے واپسی پر ان کے گھر گئی تو انہوں نے ساری بات بتائی اور یہ بھی کہا کہ تمہیں تو اس میں بڑی مہارت ہے اگر اتنی ماہر ہو تو میرا سٹار گیس کرو۔ میں نے بغیر زائچے نکالے اور لکیریں کھینچے کے انہیں ان کا سٹار بتایا تو سب بہت حیران ہوئے کیونکہ وہ صرف اتنا معلوم کرنے کے لئے کافی روپیہ ضائع کر چکے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ قدیم وقتوں میں انسان نے فطری واقعات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی۔ وہ سورج' ستاروں' چاند' دمدار ستاروں وغیرہ کے متعلق زیادہ نہیں جانتا تھا۔ لہٰذا اس نے خود ہی ان کی وضاحتیں بنالیں اور خود کو ان کے اثر بد سے بچانے کے لئے کچھ ''رواج'' اپنا لیئے۔ ویسے تو علم نجوم کی شاخیں تمام دنیا میں پھیلی ہیں لیکن پاکستان میں ان خرافات کی بغیر کسی ضابطے اور روک ٹوک کے کھلی اجازت ہے۔ جس شخص کا دل چاہتا ہے وہ آستانہ بنا کر ''عامل'' بن جاتا ہے۔ اس کے لئے نہ تو تعلیم کوئی شرط ہے نہ اس کے پاس رجسٹریشن اور لائسنس ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا یہ عاملین حضرات اپنی خواہش کے مطابق ''روحانی ڈاکٹر'' یا ''پروفیسر'' کی تختیاں لگا کر اپنا کاروبار چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اشتہارات کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں۔ یوں یہ لوگ غریب غرباء مصیبت کے مارے لوگوں سے رقم بٹور کر ان کے حاصل شدہ نذرانوں سے چند سال میں ہی خوشحال ہو جاتے ہیں۔ فال نکالنا بھی ایک بہترین کاروبار کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ ہر وہ شخص جو زیادہ کمائی کا خواہشمند ہوتا ہے چند کارڈز پر من پسند باتیں اور نمبر لگا کر رکھ لیتا ہے۔ ایک طوطے کو اس کام کیلئے رکھا جاتا ہے کہ وہ آنے والے گاہک سے پیسے وصول کرنے کے بعد چونچ سے ایک کارڈ اٹھا کر دے۔ فال نکلوانے کے بارے میں ایک سچا واقعہ کچھ عرصہ قبل پڑھنے کو ملا۔

نجوم ایسی خرافات کے لئے پاکستان کی زمین کافی زرخیز ہے۔ جس کا جی چاہے آستانہ بنا کر عامل' روحانی ڈاکٹر پروفیسر کی تختیاں لگا کر کاروبار شروع کر دے۔ تعلیم نہیں صرف اشتہارات' طوطا اور چالاکی چاہیئے کاروبار دیکھتے ہی دیکھتے اوج ثریا تک ترقی کرے گا

M.A کلاس کے ایک طالب علم نے اپنا پیپر دینے کے بعد اپنے گھر کی راہ لی۔ کچھ کلاس فیلوز مل گئے اور وہ گپ شپ لگاتے ایک پارک میں جا بیٹھے پارک کے سامنے فال نکالنے والا آدمی بیٹھا تھا طالب علم نے اپنے دوسرے کلاس فیلوز سے کہا آؤ فال نکلوائیں۔ دوستوں نے مذاق اڑایا کہ ہم تو ان باتوں کو نہیں مانتے۔ خیر بذا قاوہ اس طرف چل پڑے۔ طالبعلم نے جب اپنی فال نکلوائی تو نجومی نے کہا تم کامیاب نہیں ہو سکتے' کامیابی تمہاری قسمت میں نہیں ہے۔ شیطان نے ایسا وار کیا کہ وہ نوجوان اسے سچ سمجھ بیٹھا اور کافی مایوس ہوا۔ دوست سمجھانے لگے کہ تم کیوں مایوس ہوتے ہو حالانکہ تمہارے پیپرز بہت اچھے ہوئے ہیں اور تم ذہین و لائق طالب علم ہو۔ نتیجتاً اس لڑکے نے خودکشی کر لی۔ کچھ عرصہ بعد جب اس طالب علم کا رزلٹ آیا تو وہ بہترین نمبروں سے پاس ہوا۔ رزلٹ کارڈ آنے پر گھر میں ایک دفعہ پھر صف ماتم بچھ گئی۔ یہ ایک نہیں کئی واقعات ہیں اور ایسی چند نہیں کئی مثالیں ہیں جن کی بھینٹ کئی لوگ چڑھ جاتے ہیں۔ مثلاً جادو ٹونہ' ٹیلی پیتھی علم جفر وغیرہ اگر ان سب توہمات کا تفصیلاً جائزہ لیا جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائے اور بات مکمل نہ ہو۔ کیونکہ ان توہمات کی تاریخ آج کی نہیں بلکہ بہت پرانی ہے لیکن دور ماضی میں ان توہمات کا شکار غیر مسلم تھے جن کے ہزاروں معبود تھے۔ مسلمان کم ہی اس کا شکار تھے لیکن دور حاضر میں تو یوں لگتا ہے گویا کہ مسلمان اس تاریخ کا حصہ ہیں۔ اگر ہم آج اپنے گرد و پیش پر نظر دوڑائیں تو ہمارا ذہن اس بات کو تسلیم کرے گا کہ اس اسلامی ریاست پاکستان میں ہزاروں دربار ہیں' اور پھر ان درباروں پر کی جانے والی رسومات کی تعداد نہ جانے کتنی ہے۔ کئی ہزار عاملین و نجومی ہیں جو خود کو روحانی علوم کا ماہر کہتے ہوئے لوگوں کو لوٹتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لوگ تب ان کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ اور ان پر یقین کیوں کر لیتے ہیں؟ ماہر نفسیات تحقیق کے بعد یہ اخذ کرتے ہیں کہ وہ 60 فیصد ذہنی و نفسیاتی الجھنوں سے چھٹکارا پانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ اکثر خواتین اولاد نہ ہونے کی وجہ سے عاملین سے رجوع کرتی ہیں تو 30 فیصد مرد و خواتین ذاتی مسائل کا شکار ہوتے ہیں۔ 10 فیصد افراد دشمنوں سے بدلہ لینے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

ایم اے کے طالب علم کو ایک طوطا فال والے نے کامیابی سے مایوس کر دیا تو اس نے خودکشی کر لی اس کے چند ماہ بعد رزلٹ آنے پر لڑکا اچھے نمبروں سے پاس نکلا تو گھر میں صف ماتم دوبارہ بچھ گئی' ایسی توہم پرستی اور گمراہی کی ہزاروں مثالیں ہمارے آج کے معاشرے میں بکھری پڑی ہیں

دراصل تمام برائیوں کی اصل وجہ عقیدہ کی خرابی ہے۔

جہاں تک نجومیوں کا تعلق ہے یا یہ کہ بعض اوقات نجومی کی کہی ہوئی بات سچ ثابت ہو جاتی ہے تو اس میں اس نجومی کی کوئی مہارت نہیں ہوتی بلکہ وہ بات اتفاقاً درست ثابت ہو جاتی ہے لیکن جب کوئی شخص یہ تصور کر لیتا ہے کہ یہ عامل کی وجہ سے ہے تو وہ اللہ کے غضب کا شکار ہو جاتا ہے یا کسی آزمائش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یوں ایک وقت میں نجانے کتنے لوگ اس گناہ میں حصہ ڈالتے ہیں۔ ایک عامل' نجومی جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا یعنی خود کو غیب جاننے والا یا حاجات پوری کرنے والا کہتا ہے جو سراسر شرک ہے دوسرا وہ شخص جو اس کے پاس حاجات لے کر جاتا ہے۔ تیسرے نمبر پر وہ لوگ جو اس برائی کو روکنے کی بجائے اس پر تعاون کرتے ہیں۔ خواتین ایک دوسرے کو مشورہ دیتی ہیں کہ فلاں کے پاس جاؤ تمہاری مشکل آسان ہو جائے گی۔ اخبارات مرچ مسالے لگا کر اس خبر کو شائع کرتے ہیں۔ بلکہ اخبار کا ایک پورا صفحہ شاید اس کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ میڈیا' کفار کی اتنی بڑی سازش ہے۔ جس نے جو بغیر کسی محنت اور تگ و دو کے اپنی سوچ اور اپنے پلان کو آسانی سے لوگوں کے ذہنوں میں داخل کر دیا ہے۔ اتنی خاموشی سے کہ خود لوگوں کو بھی اس بات کا ادراک نہیں اور یہ خبریں ساری دنیا میں گردش کرتی ہیں اور ساری دنیا کی نظروں سے گزرتی ہیں۔ پختہ ذہن کے لوگ تو اس بات پر یقین نہیں کرتے لیکن جو کچے عقیدے کے مالک ہوتے ہیں یا مختلف مسائل کا شکار ہوتے ہیں فوراً اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے یا ذہنی سکون کی تلاش میں ان عاملوں اور نجومیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ موجودہ معاشرہ میں مرگی' مالیخولیا' جیسے امراض کو اکثر لوگ آسیب سمجھ کر ڈاکٹروں سے رجوع کرنے کی بجائے عاملوں کا رخ کرتے ہیں۔ ایسے ہزاروں واقعات اخباروں اور ارد گرد نظر سے گزرے ہیں اور یقیناً آپ نے بھی اپنے جاننے والوں کی زبان سے یا بذات خود بھی دیکھے ہوں گے کہ جب کسی مریض کو کسی بیماری یا مرگی کا دورہ پڑے یا وہ کسی نفسیاتی حملہ کی وجہ سے عجیب و غریب حرکتیں کرے تو اس کے وارث فوراً اسے آسیب کا سایہ سمجھتے ہوئے پیروں' فقیروں' مولوی یا کسی جن وغیرہ نکالنے والے کی طرف لے کر دوڑتے ہیں اور نتیجتاً یا تو مریض کا مرض بگڑ جاتا ہے یا وہ مولوی صاحب کے ڈنڈے یا مختلف آسیب نکالنے والے

باقی صفحہ 11 پر

کرکٹ اور پاکستانی خواتین

عاتکہ بشیر ملک

اللہ ربّ العزت نے اس کائنات کو تخلیق کیا اور اس کائنات کو مختلف خوبصورتیوں و رعنائیوں سے آراستہ کیا۔ جن وانس، گل ہائے رنگارنگ، چہکتے چرند پرند، انتہائی شریف و خونخوار قسم کے جانور و درندے، بہتی آبشاریں، پرندوں کے مسحور کن گیت، حسین و دلفریب مناظر اسی حاکم مطلق کی وحدانیت کا ڈنکا بجاتے نظر آتے ہیں۔ جن وانس کے علاوہ ہر مخلوق کو اللہ نے اپنی تخلیقی نمونے کے طور پر ہی پیدا فرمایا جبکہ جن وانس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وماخلقت الجن وانس الالیعبدون

اور میں نے جن وانس کو نہیں تخلیق کیا مگر اس لئے کہ میری عبادت کریں جن تو انسان کے لئے مافوق الفطرت مخلوق ہیں جہاں تک انس کا تعلق ہے تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے ایک مرد اور دوسری عورت۔

اب ان مردوں اور عورتوں پر اللہ ربّ العزت نے یہ فرض عائد کیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں۔ عبادت کا مطلب ہے بندگی و اطاعت و سرتسلیم خم کرنا۔ گویا جس کام کا حکم اللہ نے دیا اس کو من وعن As it is تسلیم کرنا۔ اگرچہ تقریباً ساری عبادات جیسے توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ حج، جہاد وغیرہ مرد وزن کے لئے یکساں ہیں لیکن مرد وزن کی عبادات میں سے ایک مخصوص حجاب و پردہ کا حکم صرف عورت کے لئے ہی ہے۔

عورت کے لئے عربی زبان میں لفظ ''مستورات'' استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب مستور یعنی چھپا ہونا اور پوشیدہ کے ہیں۔

عورتیں جہاں زندگی کے شعبہ جات میں نمایاں کام کرتی نظر آتیں ہیں، وہاں ساتھ ہی ساتھ سپورٹس کے شعبہ میں بھی مسلم عورت نے بڑی دیدہ دلیری سے قدم بڑھایا ہے۔ غیر مسلم عورت کے بارے میں ٹیبل ٹینس، بیڈمینٹن وغیرہ کھیلتے دیکھا اور سنا ہی تھا مگر اب مغربی و ابلیسی جال میں پھنسنے والی مسلم عورت بھی ایسے فضول اور بے مقصد کاموں میں الجھ گئی ہے۔ اب مسلم عورت کچھ عرصہ سے کرکٹ کے شعبے میں اپنی کارکردگی عیاں کر رہی ہے۔ کرکٹ جیسا فضول کھیل خاص طور پر ورلڈ کپ کے دنوں میں گلی گلی، بازار بازار میں بچے، بڑے، بوڑھے میچ کی باتیں کرتے اور کرکٹ کھیلتے دکھائی دیتے ہیں بلکہ ورلڈ کپ کے دنوں میں بازاروں میں موجود دکانوں والوں نے بھی ہر لحہ میچ کی صورتحال سے آگاہ رہنے کے لئے دکانوں میں ٹی وی سجا رکھے ہوتے ہیں۔ جہاں پر دیکھنے والوں کی ایک قطار د، ہجوم موجود ہوتا ہے حتیٰ کہ خواتین اور نوجوان لڑکیاں بھی آپس میں باہم میچ کے متعلق باتیں کرتی نظر آتیں ہیں۔ جہاں یہ کھیل مردوں کا ہی تھا اب اس میں عورتیں بھی باقاعدہ میچ کھیلتی نظر آنے لگی ہیں۔ پچھلے دنوں مجھے بھی ٹی وی پر عورتوں کا میچ دیکھنے کا موقع ملا اگرچہ اس کا دورانیہ تو میں بہت کم دیکھ سکی مگر مجھے اس بات پر انتہائی افسوس ہوا کہ مسلم دور کی بنت حوا جس کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح حکم نازل کیا ہے کہ

> **جب عورتوں مردوں کو ایک دوسرے سے مشابہت جرم قرار دی گئی ہے تو آج ایسی عریاں عورتوں کی کرکٹ ٹیم کہاں کا حیاء ہے**

یاایھاالنبی قل لازواجک وبنتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیھن ذلک ادنی ان یعرفن فلایؤذین وکان اللہ غفوراً رحیم○ (احزاب. 59)

''اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکالیں یہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں پس ستائی نہ جائیں اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔''

آج اس فرمان الٰہی کو فراموش کر کے جہاں بے حجاب سڑکوں اور بازاروں میں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں وہاں اب انہوں نے اسی طرح جیسے ہمارے مرد کرکٹر ٹراؤزر اور ٹی شرٹ وغیرہ پہنے کھیلتے ہیں اب عورتیں بھی ایسے ہی لباس میں ملبوس مردوں کے درمیان (جو ریفری وغیرہ جیسے فرائض سرانجام دے رہے ہوتے ہیں) اور ہزاروں، لاکھوں کے ہجوم جو داد دینے کے لئے تماشائی آئے ہوتے ہیں کے سامنے چوکے، چھکے لگاتی اور اپنی پرفارمنس پر تالیوں کی گونج میں خوشیاں مناتی نظر آتی ہیں۔ حالانکہ ہمارے نبی آخر الزماں ﷺ نے فرمایا ہے کہ

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قل: لعن رسول اللہ المشتبھات بالرجال من النساء والمتشبھین بالنساء من الرجال

''عورتوں میں سے مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں اور مردوں میں سے عورت کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

ان عورتوں کو اس بات کا اندازہ ہی نہیں کہ اپنے اس بدفعل سے وہ کس قدر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی صریحاً نافرمانی کر رہی ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ نے ان پر لعنت فرمائی ہے۔ موجودہ دور میں اگر کوئی کسی کو کہے کہ تم پر لعنت ہے تو وہ اس کو جس نے لعنت کہی ہوتی ہے کاٹنے کو دوڑتی ہے مگر اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی پر نازل ہونے والی لعنت کا کوئی خیال نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تو عورتوں کو حکم دیا ہے کہ

قرن فی بیوتکن...... ''گھروں میں ٹکی رہو۔''

باہر نکلنے کی اسلام نے اجازت تو عورت کو دے رکھی ہے مگر کچھ شرائط کے ساتھ۔ جن کو مکمل طور پر فراموش کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کی آیات کو سامنے رکھ کر علماء کی ایک بڑی جماعت کہتی ہے کہ عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ یہ کسی اجنبی مرد کو دیکھے۔ حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ چنانچہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تھیں۔ ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہا نابینا صحابی کسی ضرورت سے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے ابن کلثوم رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا ''تم دونوں پردے میں چلی جاؤ۔''

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ سے کہا...... یارسول اللہ ﷺ کیا یہ نابینا نہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا

''کیا تم دونوں بھی اندھی ہو ان کو نہیں دیکھتیں۔''

گویا کہ عورت کے لئے جائز نہیں کہ کسی مرد کو دیکھے۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

گویا بغیر قصد کے پہلی نگاہ کا پڑ جانا معاف ہے کیونکہ اس میں انسان بے بس ہے۔

کیا یہ کرکٹ کھیلتی عورتیں اور ان کے کھیل سے دل بہلانے والے تماشائی اس بات کا شعور نہیں رکھتے کہ وہ اپنے لئے جہنم میں کتنا گہرا اور دردناک عذاب تیار کر رہے ہیں۔ دوسری نگاہ ہی معاف نہیں تو ان کی طرف تو لوگ متواتر گھنٹوں ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ وہاں موجود تماشائیوں کے علاوہ ہمارے پاکستان ٹیلی ویژن کی نشریات جو Round About اڑتیس ممالک میں دیکھی جا رہی ہوتی ہیں' سے لوگ کس حد تک گناہوں کو اپنے دامن میں سمیٹ رہے ہوتے ہیں۔

عورت کے باپردہ ہونے کا حکم تو اس قدر زیادہ ہے کہ احادیث میں ملتا ہے کہ

چند صحابیات نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ جب ہم نماز ادا کرنے کے لئے مساجد کا رخ کرتی ہیں تو ہماری چادریں زمین پر لگتی ہیں اور ہمیں خدشہ ہوتا ہے کہ کہیں کوئی نجاست نہ لگ جائے ہم ان کو چلتے ہوئے تھوڑا اوپر اٹھا لیا کریں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

''نہیں اگر کوئی نجاست لگ جائے تو آگے مٹی میں چادر لگنے پر چادر پاک ہو جائے گی مگر اٹھانی نہیں ہے۔''

گویا اسلام اتنی لمبی چادریں اوڑھنے کا حکم دیتا ہے جو پاؤں تک کو ڈھانپ لیں۔

آج لڑکیاں حجاب اوڑھتی ہیں تو صرف اتنا ہی کہ مشکل ہی سے کندھوں تک وہ بھی بعض اوقات نقاب کے بغیر ہی۔ وہ بھی اس لئے کہ دوپٹہ سر پر لینے سے خوبصورتی میں کمی ہو جاتی ہے تو گویا حجاب سر پر لے لیا اور گلے میں دوپٹہ ہی ڈال دیا۔

اللہ اکبر چودہ سو سال پہلے جس کی پیدائش باعث شرمندگی تھی اور جس کی پیدائش کو باپ ننگ و عار سمجھتا تھا اس کو اللہ کے نبی ﷺ نے حکم ربی سے ذلت و عار کے مقام سے اٹھا کر عزت واحترام کے بلند مقام پر فائز کر دیا۔ جس کی نظیر تو در کنار ہلکی سی جھلک بھی دنیا کے کسی مذہب میں نہیں دکھائی دیتی بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

طالبات نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں تہجد اور اشراق کے بارے میں معلومات دورہ صفہ سے حاصل ہوئیں اور ہمیں الحمدللہ اس کی عادت پڑی

لیکن افسوس' صد افسوس! اسے یہ باعزت مقام پسند نہ آیا وہ ایک انتہا سے نکالی گئی تو اس نے اپنے آپ کو دوسری انتہا تک پہنچا دیا' آج اس طرح کی عورتیں کل کو کیسے محمد بن قاسم' ٹیپو سلطان' طارق بن زیاد' جیسے بیٹوں کو جنم دیں گی اور کیسے عمارہ رضی اللہ عنہا' خولہ رضی اللہ عنہا' زینب رضی اللہ عنہا جیسی مائیں بنیں گی جو اسلام کے نام پر اپنے بیٹوں کو کٹ مرنے کا درس دیتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور امت مسلمہ کی ماؤں' بیٹیوں' بہنوں کو شیطان کے دجل وفریب سے بچائے اور توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

مسلمان کا اپنے رب پر ایمان کامل ہوتا ہے تو نہ تو اسے کسی سہارے کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ ہی وہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے مسائل ومصائب سے تنگ آکر اپنی زندگی کو بے مقصد تصور کرتا ہے بلکہ اللہ پر توکل ہی ایسی چیز ہے جو انسان کو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرانے کی ہمت پیدا کرتی ہے۔ قابل افسوس بات تو یہ ہے کہ مسلمان اپنی شاندار' قابل فخر تاریخ کو بھول گئے اور اونچے عہدے حاصل کرنے کے خواب دیکھتے اور اسی کی خاطر اپنی ساری محنتیں کرتے ہوئے اپنی پہچان ہی بھول گئے کہ وہ مسلمان ہیں۔ نتیجتاً یہود ونصاریٰ ان پر حاوی ہوتے چلے گئے اور یہ مغلوب۔ انہوں نے بھی اپنے ہتھیار استعمال کئے اور شیطان نے بھی اپنے حربے آزمائے۔ اگر ہم اپنا محاسبہ کریں تو ہمیں۔ اپنے اندر عقیدہ کی کئی چھوٹی بڑی خرابیاں نظر آئیں گی۔ یہ وہ خرابیاں ہیں جو ایک مسلمان کو کمزور بنا دیتی ہیں۔ حالی نے ہمارے جیسے مسلمانوں کے کچے عقائد پر کیا خوب طنز کیا ہے کہ

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پہ بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مسلمانوں پہ کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں الہ کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ اللہ سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کر مانگیں دعائیں
نہ توحید میں اس سے خلل کوئی آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شرک سے بچائے اور ہمارے ایمان کو پختہ کرے اور ہمیں ایسا بنا دے کہ ہم صرف اسی پر توکل کریں۔ آمین

بقیہ: باطل علوم

جلادی طریقوں کی زد میں آکر اس دنیا سے کوچ کر جاتا ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ بیچارے کو آسیب نے مار دیا۔

تو ہم پرستی ایسا بھیانک اور خطرناک مرض ہے جس کے جال میں پھنس کر لڑکیاں اپنے خوشحال گھر اجاڑ لیتی ہیں۔ جعلی پیروں کے کہنے پر اپنے بچوں' اپنے شوہر کو ٹھوکر مارتی ہوئی ان بے غیرت درندوں کے پاؤں میں گر اپنی دنیا اور آخرت تباہ کر بیٹھی ہیں۔ ان تمام برائیوں کی اصل وجہ ایمان وعقیدہ کی خرابی ہے۔ جن لوگوں کا اپنے رب پر توکل نہیں ہوتا اور اپنے رب کو چھوڑ کر وہ مختلف در ڈھونڈ لیتے ہیں ان کا انجام تباہی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ جب ہمارا ایمان ہی مکمل نہیں' جب ہم اللہ کی وحدانیت کو صدق دل سے قبول ہی نہیں کرتے جب ہم اللہ کے اس فرمان کے انکاری ہیں کہ میں تو اپنے بندوں کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں تو پھر ہم سیدھے راستے سے بھٹک کر اس راستے کا انتخاب کرتے ہیں جس کا دروازہ جہنم کی طرف کھلتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر امتیں پیش کی گئیں چنانچہ میں نے دیکھا کہ کسی پیغمبر کے ساتھ چھوٹی سی جماعت ہے کسی کے ساتھ ایک' کسی پیغمبر کے ساتھ دو آدمی ہیں' اچانک مجھے بڑا لشکر نظر آیا یہ سیدنا موسی علیہ السلام اور ان کی امت تھی۔ پھر مجھے ایک بہت بڑی جماعت نظر آئی تو مجھے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے' ستر ہزار ان کے علاوہ ہیں جو جنت میں بلا حساب وعذاب کے داخل ہوں گے۔ صحابہ آپس میں بحث کرنے لگے کہ یہ کون لوگ ہوں گے۔ پھر آپ نے صحابہ سے فرمایا تم کیا بحث کر رہے ہو'؟ صحابہ نے بتا دیا...... تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو دم کرتے ہیں نہ کرواتے ہیں اور نہ شگون لیتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

مختصراً یہ کہ عقیدہ کی خرابی یا کمزوری کی وجہ سے نجانے کتنے گھر تباہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بالکل حقیقت ہے اگر ہم اپنے معاشرہ پہ نظر دوڑائیں تو ہمیں ایسی کئی مثالیں مل جائیں گی۔ جب ایک

جہلم میں ابن تیمیہؒ لائبریری کا قیام

بلال ٹاؤن جہلم میں ابن تیمیہ لائبریری کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جس میں دینی کتب کے مطالعہ کی سہولت موجود ہے۔ ممبر شپ فری ہے۔ اس کے علاوہ اس لائبریری میں نہایت قابل اساتذہ کرام میٹرک کے طلبہ کو دو ماہ تک فری تیاری کروایا کریں گے۔ دینی ذوق رکھنے والے احباب اور خواہشمند طلبہ کے لئے نادر موقعہ ہے۔ جلد از جلد رابطہ فرمائیں۔

پتہ: ابن تیمیہ لائبریری' بسم اللہ مارکیٹ بلال ٹاؤن جہلم

تاریخ کے جھروکوں سے

ماریہ عبدالرشید

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اسلام سے پہلے معاشرہ چھوٹے بڑے طبقوں میں منقسم تھا، لیکن اسلام نے بالآخر برائی کی بنیادیں اکھیڑ ڈالیں۔ اس نے سب گورے کالے کے فرق کو مٹا دیا۔ برائی کا رستہ روکا اور نیکی اور اچھائی کی پہچان کرائی۔ ظلم وتشدد کو ختم کیا۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے راج کو توڑا۔ انسانی اور حیوانی حیات میں فرق کو نمایاں کیا۔ اللہ نے اپنے سچے ھادی ورہبر نبی سیدنا محمد ﷺ کو بھیجا۔ ان کے ذریعے انسان کو انسانیت کا درس دیا اور زندگی کے اعلیٰ اصول متعارف کروائے اور یہ اتنا بڑا کام زبانی کلامی نہیں ہوا بلکہ عملی طور پر اللہ کے نبی ﷺ نے نمونہ پیش کیا تاکہ کوئی حجت باقی نہ رہے۔

انہوں نے زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے الغرض ہر پہلو پر روشنی ڈالی۔ صرف موجودہ دور کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے بھی کوئی مسئلہ ایسا نہیں چھوڑا جس کے لئے ہمیں کوئی دلیل کہیں اور سے تلاش کرنی پڑے۔ خیر اور شر کے راستوں کو متعارف کروایا اور ساتھ ہی جزا اور سزا کا فیصلہ بھی کر دیا۔ اگر بشر خیر کا راستہ اپنائے گا تو دنیا وآخرت میں جزا کا مستحق ہوگا اور نیکی کا پھل دنیا میں بھی ملتا ہے اور بھلائی جیسی چیز پھول کی خوشبو کی طرح ماحول کو معطر کر دیتی ہے۔ یہ خوشبو خود انسان کے دل کو بھی اطمینان دیتی ہے اور دوسرے بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن اگر شر کے راستے کا انتخاب کیا جائے تو خود کو بھی اذیت ناک کیفیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی دردناک ماحول کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ ایک ایسا خاردار راستہ ہے کہ جس پر چلنے سے خود بھی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے گو دوسروں کے لئے خار بھی اگر بچھائیں تو پہلے اپنے ہاتھ بھی تو زخمی ہوتے ہیں۔

اللہ ربّ العزت نے بشر کے لئے دین اسلام کے ذریعے جو صراط مستقیم چنا ہے اس میں بھلائی اور خیر ہے۔ جو دین اسلام کے حصار کو توڑتا ہے۔ حکم الٰہی سے فرار حاصل کرتا ہے۔ تکبر کرتے ہوئے اللہ سے مقابلہ کرتا ہے۔ اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ لیکن اگر کوئی عاجزی وانکساری کرے۔ اللہ کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرے تو اللہ عزوجل کی رحمت جوش میں آجاتی ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ جزا وسزا کے دن (قیامت) اور فیصلے کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ لحد (قبر) کی سختیوں کو بھول جاتا ہے۔ سرکشی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر ظلم کے پہاڑ توڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو کچھ مہلت دیتا ہے کہ یہ باز آجائے اگر کوئی راہ حق کو سمجھ لے اور پہچان لے اور تائب ہو جائے تو اس کی خلاصی ہو جاتی ہے لیکن اگر کوئی اڑا رہے اور انتہا کو پہنچ جائے تو پھر اس پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ اللہ اس پر سخت گرفت فرماتے ہیں۔

> **شر کا راستہ ایسا خاردار راستہ ہے کہ جس پر چلنے سے خود بھی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے اور دوسروں کے لئے خار بھی اگر بچھائیں تو پہلے اپنے ہاتھ بھی تو زخمی ہوتے ہیں**

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
اللہ مہربان ہوگا عرش بریں پر

بخاری ومسلم کی حدیث ہے جس میں کچھ ایسے ہی لوگوں کا ذکر اللہ کے نبی ﷺ نے کیا ہے۔ ان اللہ یملی الظالم حتی اذا أخذہ لم یفلتہ ثم قرأ وکذلک اخذ ربک إذا أخذ القریٰ وھی ظالمة: الایة۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو کچھ مدت مہلت دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب اس پر گرفت فرماتے ہیں پھر نہیں چھوڑتے اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

وکذلک اخذ ربک الخ

ترجمہ: ''آپ کے ربّ کی گرفت ایسی ہوتی ہے۔ جب وہ ان بستی والوں کی گرفت فرماتے ہیں جو ظلم کیا کرتے ہیں۔''

دنیا میں بہت سے بادشاہ، حکمران آئے، جنہوں نے اللہ کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے اپنے ربّ کی زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر حکمرانیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ کو حاکم اعلیٰ سمجھا، تکبر نہ کیا۔ اللہ کے فیصلوں کو ترجیح دی۔ وہ دنیا میں اپنی رعایا کے ہاں ہر دلعزیز رہے اور آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کی کاوش میں لگے رہے اور کامیاب وکامران ہو گئے۔

اللہ کے نبی ﷺ کے...... وقت کے بادشاہوں اور امراٗ کے نام خطوط:

اللہ کے نبی ﷺ نے مختلف بادشاہوں اور امراٗ کو خطوط لکھ کر دین اسلام کی دعوت دی۔ آپ ﷺ نے ان خطوط کے لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ سے کہا گیا کہ بادشاہ اسی صورت میں خطوط قبول کریں گے جب ان پر مہر لگی ہوگی تو نبی ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نقش تھا۔ یہ نقش تین سطروں میں تھا۔ محمد ایک سطر میں، رسول ایک سطر میں اور اللہ ایک سطر میں شکل یہ تھی۔ (صحیح بخاری)

محمد
رسول
اللہ

پھر آپ ﷺ نے معلومات رکھنے والے تجربہ کار صحابہ کرامؓ کو بطور قاصد منتخب فرمایا اور انہیں بادشاہوں کے پاس خطوط دے کر روانہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے یہ قاصد اپنی خیبر روانگی سے چند دن پہلے یکم محرم ۷ھ کو روانہ فرمائے تھے۔ ان خطوط کے توسط سے کچھ بادشاہ اور امراٗ تو مشرف باسلام ہو گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو اپنے ربّ کے ہر حکم پر لبیک کہہ کر قانتون بنا لیا۔

ان بادشاہوں میں نجاشی شاہ حبش سرفہرست ہے۔ جس نے اللہ کے نبی ﷺ کے خط کو پڑھ کر احسن جواب دیا اور اسلام قبول کر لیا۔ نبی ﷺ نے نجاشی سے یہ بھی طلب کیا تھا کہ وہ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مہاجرین حبشہ کو روانہ کر دے چنانچہ اس نے سیدنا عمرو بن امیہ ضمری کے ساتھ دو کشتیوں میں ان کی روانگی کا انتظام کر دیا۔

اس کے برعکس گستاخ رسول اور نامراد بادشاہ خسرو پرویز نے تکبر کیا اور انکار کیا اور آپ ﷺ کے خط کو پھاڑ دیا اور نہایت متکبرانہ انداز میں بولا...... میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام مجھ سے پہلے لکھتا ہے۔ ایک وہ بادشاہ تھا جس نے تکبر نہ کیا اور اللہ کے احکامات کی پیروی کا وعدہ کر لیا تھا۔ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ

عنہ نے نبی ﷺ کا خط نجاشی کے حوالے کیا تو نجاشی نے اسے لے کر آنکھ پر رکھا اور تخت سے زمین پر اتر آیا اور سیدنا جعفر بن ابی طالب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

اللہ کے نبی ﷺ نے ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کے نام جو خط لکھا تھا اس کا ترجمہ یہ ہے۔

نبی ﷺ کا خط ایران کے بادشاہ کے نام:

"اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کی جانب۔ اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں' کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا بھیجا ہوا سچا رسول ہوں تا کہ جو شخص زندہ ہے اسے انجام بد سے ڈرایا جائے اور کافرین پر حق بات ثابت ہو جائے (یعنی حجت تمام ہو جائے) پس تم اسلام لاؤ سالم رہو گے اور اگر اس سے انکار کیا تو تم پر مجوس کا بھی بار گناہ ہوگا۔

خسرو پرویز کی ہتک آمیز حرکت:

جب یہ خط خسرو پرویز کے دربار میں پیش کیا گیا تو محض رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی اپنے نام سے پہلے دیکھ کر مشتعل ہو گیا۔ غصہ میں خط مبارک کو چاک کر ڈالا۔

دھمکی کے بدلے بددعا:

کسریٰ نے اپنے یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ یہ شخص جو حجاز میں ہے اس کے یہاں اپنے دو توانا اور مضبوط آدمی بھیج دو کہ وہ میرے پاس اسے حاضر کریں۔ باذان نے اس کی تکمیل کرتے ہوئے دو آدمی منتخب کیے اور انہیں ایک خط دے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ کیا جس میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ کسریٰ کے پاس حاضر ہو جائیں۔ جب وہ مدینہ پہنچے اور نبی ﷺ کے روبرو حاضر ہوئے تو ایک نے کہا' شہنشاہ کسریٰ نے شاہ باذان کو ایک مکتوب کے ذریعہ حکم دیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی بھیج کر آپ ﷺ کو کسریٰ کے روبرو حاضر کرے اور باذان نے اس کام کے لئے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ﷺ میرے ساتھ چلیں ساتھ ہی دونوں نے دھمکی آمیز باتیں بھی کہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کل مجھ سے ملاقات کریں۔ نبی ﷺ نے نامہ مبارک چاک کیے جانے کی خبر سن کر بددعا فرمائی تھی جس کے الفاظ یہ ہیں (مزق ملکه) اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ (تاریخ ابن کثیر)

ادھر عین اسی وقت جب کہ مدینہ میں یہ دلچسپ مہم در پیش تھی' خود خسرو پرویز کے گھرانے کے اندر اس کے خلاف ایک زبردست بغاوت کا شعلہ بھڑک رہا تھا جس کے نتیجے میں قیصر کی فوج کے ہاتھوں فارسی فوجوں کی پے در پے شکست کے بعد اب خسرو کا بیٹا شیرویہ اپنے باپ کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ اس طرح ظالم گستاخ خسرو کی زندگی کی شام ہوئی اور وہ اپنے انجام کو پہنچا۔ ادھر ارکان سلطنت شیرویہ کے مخالف ہوئے' پھر شیرویہ نے اپنے خاندان کے ایک ایک مرد کو چن چن کر قتل کر دیا تا کہ کوئی مدعی سلطنت باقی نہ رہے۔ پھر چھ ماہ کا عرصہ ہی نہ گزرنے پایا کہ خود شیرویہ بھی قتل ہو گیا۔

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں نقل فرمایا۔

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ روز قیامت تمام آسمانوں کو لپیٹ کر اپنی دائیں مٹھی میں کر لیں گے' پھر فرمائیں گے' میں ہی حقیقی بادشاہ ہوں' دنیا کے متکبر کہاں ہیں؟ مغرور لوگ کہاں ہیں؟ اس کے بعد زمین کو لپیٹ کر اپنے دوسرے ہاتھ میں کر لیں گے پھر فرمائیں گے صرف میں ہی بادشاہ ہوں۔ دنیا کے گھمنڈ کرنے والے کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟

رب العالمین کی پکڑ اور بھیانک انجام:

الحکم للہ والارض للہ

"حکومت اللہ کی اور زمین بھی اللہ کی"

ان بطش ربک لشدید

"بے شک تیرے رب کی پکڑ شدید ہے۔"

اللہ تعالیٰ جب ناراض ہوتے ہیں تو اس قوم پر جو احکامات الٰہی کی پرواہ نہیں کرتی عذاب نازل فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی (پکڑ) گرفت سخت ہوتی ہے۔ اس سے کوئی فرار حاصل نہیں کر سکتا۔ سوائے اس کے اس کی فرمانبرداری کی جائے' اس سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ عروج حقیقی نہ سمجھ لیا جائے۔ اپنے انجام کو یاد رکھا جائے۔ تکبر نہ کیا جائے اور اللہ کے ہر حکم کی بجا آوری کرنی چاہئے۔ ظالم کی مدد نہ کی جائے۔ ظلم کرتے ہوئے اتنا سوچ لیا جائے کہ جو آج میں ظلم کر رہا ہوں اگر میرے پر کیا جائے تو میں برداشت کر سکوں گا یا نہیں۔ اس دنیا فانی پر فخر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں یہ جہاں اسی کا ہے جس نے یہ کائنات بنائی۔ یہاں بہت بڑے بڑے ظالم' جابر خدائی دعویٰ کرنے والے دوسروں کو کمتر سمجھ کر للکارنے والے' خزانوں کے مالک آئے لیکن باقی رہا نہ کوئی۔ سب اسی زمین پر اکڑ دکھانے والے اسی کے اندر چلے گئے اور آنے والی دنیا کے لئے (صرف) محض ایک عبرت کا نشان چھوڑ گئے۔

> **اسلامی احکام کی تحقیر کرنے والوں کو کسریٰ کا انجام سامنے رکھنا چاہئے۔ اس نے نبی ﷺ کا خط مبارک پھاڑ دیا تو اللہ نے اسے اپنے بیٹے کے ہاتھوں عین اس دن قتل کروا دیا جب اس کے قاصد نبی ﷺ کو گرفتار کرنے کی نیت سے مدینہ پہنچے تھے۔ الحکم للہ والارض للہ "حکومت اللہ کی اور زمین بھی اللہ کی"**

بقیہ ہندوانہ رسوم

نے نیم پاگل بنا دیا ہے اور پھر وہ شرک کے اڈوں کی نظر ہو جاتی ہیں۔ تعویذ لیتے ہوئے یا کسی درگاہ پر منت مانتے ہوئے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔ یا کبھی ان پیروں' عاملوں کے ہاتھوں کھلونا بنی رہتی ہیں جو قبرستان سے جعلی تعویذ نکال کر اپنے کمال اور فن کاری کا ثبوت دیتے ہوئے سارا الزام رشتہ داروں پر ڈال دیتے ہیں۔

خدارا! میری مردوں اور خصوصاً دولت مند گھرانوں سے درد مندانہ گزارش ہے کہ اس قبیح رسم کو ختم کرنے میں امت مسلمہ کی مدد کریں۔ مرد حضرات اپنی مردانگی پر نظر کر کے اور خود عورت کی کفالت کی ذمہ داری کا احساس کر کے جہیز لینے سے انکار کر دیں۔ تھوڑے پر گزارہ کرنا تو مشکل نہیں مگر معاف کیجئے گا بے غیرتی کے ساتھ گزارہ کرنا ناممکن ہے۔ عورت اگر آپ کا گھر بھرے تو آپ مرد کس کام کے؟ یہی نہیں بلکہ طنز وطعن کے تیروں سے بھی اسے محفوظ کریں۔ رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان کے (عورت) معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ یہ نازک آبگینے ہیں۔ ان کی حفاظت کرو۔

اللہ کی قسم! جہیز ایک طمانچہ ہے۔ ہوس زر میں ڈوبے ہوئے ان مردوں کے منہ پر جو محبت اور انسانیت' حیا' دینداری اور اخلاق و سیرت پر مال و دولت کو ترجیح دیتے ہیں۔

ہاں اے مسلم نوجوانو! ڈرو اس دن سے جب اللہ رب العزت کی عدالت قائم ہوگی اور اس دن اگر یہ مجبور بیٹیاں اللہ کے آگے انصاف کے لئے کھڑی ہو گئیں کہ اللہ ہماری جوانیاں تباہ کرنے والے' ہمیں خودکشی پر مجبور کرنے والے' ہمیں گناہ کے راستے پر ڈالنے والے' ہمیں زندگی بھر سسکتے اور آہیں بھرنے پر مجبور کرنے والے یہ مسلم جوان ہیں۔ اگر ان بہنوں کی انگلیاں بے دینوں کے ساتھ دینداروں کی طرف بھی اٹھ گئیں تو پھر اللہ ہی جانتا ہے کہ کون سرخرو ہوگا اور کون ذلیل۔

ہاں! اے مسلمانو! اس سے پہلے کہ ان مظلوموں کے ہاتھ تمہارے گریباں تھامیں' رب کے احکام کو تم تھام لو کہ روز محشر سرخرو ہو سکو۔ اللہ ہمیں صحیح معنوں میں دین پر چلنے اور اسے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

صبروشکراور برداشت

ہما اشفاق

سورۃ الابراہیم

(یادرکھو جب کہ) ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ تو اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی میں نکال اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلا' اس میں نشانیاں ہیں ہرایک صبروشکر کرنے والے کے لئے۔(5)

حدیث شریف میں ہے۔

> **صبروبرداشت کے لئے ہمارے نبی ﷺ کی زندگی عملی نمونہ ہے۔جب کفار آپ ﷺ پرپتھر پھینکتے' آپ ﷺ کے جوتے تک خون سے بھر جاتے لیکن آپ ﷺ زبان مبارک سے کچھ نہ کہتے نہ ان کے حق میں بددعا کرتے**

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جس امر کا فیصلہ کرے وہ اس کے حق میں بہتر ہے۔اگر اسے تکلیف پہنچے اور وہ صبر کرے تو یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے اور اگر اسے کوئی خوشی پہنچے وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے تو یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ تکلیف میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور صبر کرے کیونکہ مصیبت کے وقت تو انسان اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرتا ہے لیکن جب دعا پوری ہو جاتی ہے تو وہ اس خوشی میں اللہ کا شکر ادا کرنا بھول جاتا ہے۔جس نے اسے وہ خوشی عطا کی۔ شکر ادا کرنے میں کتنا وقت لگتا ہے اگر ہم چند لمحے اس کے لئے وقف کر دیں تو وہ کتنا خوش ہوگا۔صرف اپنے بندے کے چند لمحے کے شکر ادا کرنے سے اللہ سب سے بڑا ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے' جسے چاہتا ہے نہیں دیتا۔ یہ تو اس کا کرم ہے کہ ہم کوئی خواہش کرتے ہیں اور وہ اسے پورا کرتا ہے۔ اس کے نزدیک کوئی خواہش پوری کرنا بہت آسان ہے۔صرف اس کے ہاں یا ناں سے کوئی خواہش پوری ہوتی ہے۔ یہ تو اس کی محبت ہے کہ وہ کوئی دعا سن لیتا ہے اور اگر کوئی نہیں سنتا تو اس میں مصلحت ہوتی ہے۔ہمیں تو چاہئے کہ اس کا شکر ادا کریں بلکہ الٹا شکوہ کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ اس نے باقی دعائیں نہیں سنیں۔ بہت کم لوگ اللہ کی خواہش میں خوش رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت عظیم ہے۔وہ اپنے بندوں کو معاف کر دیتا ہے اور انہیں روزی بھی دیتا رہتا ہے۔

سورۃ ابراہیم میں ہے۔

اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب سخت ہے۔(7)

اور حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے۔

عورتوں کی اکثریت اپنے خاوندوں کی ناشکری کی وجہ سے جہنم میں جائے گی۔(الحدیث)

اسی طرح ایک اور حدیث قدسی میں ارشاد ہے۔

اے میرے بندو! اگر تمہارے اول وآخر اور اس طرح تمام انسان اور جن اس ایک آدمی کی طرح ہو جائیں جو تم میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو (یعنی کوئی بھی نافرمان نہ رہے) تو اس سے میری حکومت اور بادشاہی میں اضافہ نہیں ہوگا۔اے میرے بندو! تمہارے اول وآخر اور تمام انسان وجن اس ایک آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں جو تم میں سب سے بڑا نافرمان اور فاجر ہو تو اس سے میری حکومت اور بادشاہی میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔اے میرے بندو! اگر تمہارے اول وآخر اور انسان وجن سب ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور مجھ سے سوال کریں پس میں ہر انسان کو اس کے سوال کے مطابق عطا کر دوں تو اس سے میرے خزانے اور بادشاہی میں اتنی بھی کمی نہ ہوگی جتنی سوئی کے سمندر میں ڈبو کر نکالنے سے سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔

صبر اور برداشت ایسی چیز ہے جو بہت ہی کم انسان میں ملتی ہے اور یہ چیزیں جس کے پاس ہیں اس کا درجہ اللہ کے پاس زیادہ ہے۔ دنیا میں کامیاب بھی وہی ہوتے ہیں جن کے پاس صبرو برداشت ہو کیونکہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔صبر اور برداشت کے لئے ہمارے نبی ﷺ کی زندگی عملی نمونہ ہے۔ جب کفار ان پر پتھر پھینکتے اور ان کے جوتے تک خون سے بھر جاتے لیکن وہ زبان مبارک سے کچھ کہتے نہ ان کے حق میں بددعا کرتے' مگر ان کی ہدایت کے لئے دعا کرتے اور اگر اب کسی سے بھولے بھٹکے کچھ غلط ہو جاتا ہے۔ تو بجائے اسے سمجھانے کے ان کا غصہ آسمان کو چھو رہا ہوتا ہے۔ آج اگر کسی کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچے تو وہ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ اللہ نے میرے ساتھ ہی ایسا کیوں کیا؟ ان میں اتنی برداشت نہیں ہوتی کہ وہ تھوڑا سا درد برداشت کر سکیں کہ چلیں اللہ نے تھوڑا سا درد ہی دیا ہے' اس سے زیادہ نہیں دیا۔ بجائے اس کے کہ وہ درد ختم ہونے کے لئے دعا مانگے بلکہ اللہ تعالیٰ سے شکوے کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ ہمارے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم بھی اسلام کے لئے صبر اور برداشت سے کام لیتے تھے۔ کفار انہیں دہکتے کوئلوں پر لٹاتے۔ ان کو زخم دے کر لوہے کی کنگھیاں ان کے زخم پر پھیرتے لیکن ہمارے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی برداشت ہی تھی کہ وہ اسلام سے نہ ہٹے اور یہ ان کے صبر کا پھل ہی تھا کہ اسلام پوری دنیا میں پھیل گیا۔ اگر کوئی ہمارے ساتھ کچھ غلط کرتا ہے تو اسے برداشت کریں اور آپ دیکھیں گے کہ صرف آپ کے برداشت کرنے سے دوسرے انسان کو اپنی غلطی کا احساس بھی ہو جائے گا اور آپ کو اچھا انسان سمجھنے لگے گا۔ یہ ہے صبر کا فائدہ اور برداشت نہ ہونے کی صورت میں بات بڑھ جاتی ہے اور آپس میں احترام اور محبت کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے۔ اگر ہم پہ کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ سمجھ لیں کہ اللہ نے کہا ہے کہ میں کسی انسان کو تکلیف برداشت سے زیادہ نہیں دیتا اور اگر ہم یہ ہی سوچ لیں کہ یہ مصیبت اللہ کی طرف سے کسی مصلحت کے تحت آتی ہے تو ہماری پریشانی کافی حد تک کم ہو سکتی ہے اور اگر ہم اس میں خوش رہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔ اصل ایمان والا وہ ہے جو مصیبت اور خوشی کے وقت اللہ کا شکر ادا کرے اور اسے ہر وقت یاد رکھے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

> **اصل ایمان والا وہ ہے جو مصیبت اور خوشی کے وقت اللہ کا شکر ادا کرے اور اسے ہر وقت یاد رکھے**

اسلام میں استئذان کی اہمیت

اُختِ احسان

اسلام سے قبل عرب میں رہنے سہنے اور اٹھنے بیٹھنے کے کوئی اصول وضوابط نہ تھے۔ عورتوں اور مردوں کے اختلاط پر نہ کوئی معاشرتی پابندی تھی اور نہ کوئی اخلاقی حدود وقیود' دروازوں کے پٹ تک نہ ہوتے تھے اور نہ ان پر پردے لٹکائے جاتے تھے۔ لوگ بھلا جھجک' بے حجابانہ اور اجازت کے بغیر دوسروں کے گھروں میں داخل ہوجاتے۔ جس سے بعض اوقات شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا۔

اسلام آیا تو پردے کا حکم نازل ہوا۔ گھر کی حرمت اور باپردگی کی بھی تلقین ہوئی اور کہہ دیا گیا کہ کوئی بغیر اجازت کسی کے گھر داخل نہ ہو۔

''ایک دفعہ انصار کی ایک عورت نے نبی ﷺ سے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ میں بعض دفعہ گھر میں اس حالت میں ہوتی ہوں کہ اگر میرا باپ بھی آجائے یا میرا بیٹا بھی اس وقت آجائے تو مجھے برا محسوس ہوتا ہے کیونکہ وہ حالت ایسی نہیں ہوتی کہ اس وقت کسی کی بھی مجھ پر نگاہ پڑے۔''

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ سورۃ نور کی آیت 27 اجازت کا حکم سورۃ نور میں نازل ہوا۔ ارشاد ربانی ہے۔

یاایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا۔

''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام کرو۔''

اس آیت مبارکہ میں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ گھروں میں داخل ہونے سے قبل اجازت طلب کرو۔ عین ممکن ہے کہ کوئی اس حالت میں ہو کہ بعد میں شرمندگی اٹھانا پڑے۔ جیسا کہ انصاری عورت نے نبی ﷺ سے عرض کیا تھا اس کے ساتھ ہی اجازت لینے کا طریقہ بھی بتادیا...... کہ پہلے سلام کرو۔

گھر معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ اس لئے گھریلو زندگی کی حرمت اور نگہبانی پورے معاشرے کو سالمیت عطا کرتی ہے۔ اسلام میں خانگی زندگی کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے۔

لیکن آج کل اس کے بالکل برعکس ہورہا ہے۔ حکومت کے کارندے' بغیر آگاہ کیے کسی بھی وقت کسی کے گھر میں داخل ہوجاتے ہیں۔ چھاپے مارتے پھرتے ہیں' نہ وقت دیکھا جاتا ہے کہ کیا وقت ہے۔ گھر میں کون ہے اور کوئی کس حال میں ہے؟ حالانکہ اسلام نے اس بات پر سختی سے زور دیا ہے کہ تین اوقات ایسے ہیں جن پر بچوں کو بھی اجازت لے کر گھر میں داخل ہونا چاہئے۔

فجر سے پہلے...... دوپہر کے وقت...... اور رات کے وقت خصوصی اجازت لے کر کسی کے گھر جائیں۔

گھر معاشرے کی بنیادی اکائی ہے اس لئے گھریلو زندگی کی حرمت اور نگہبانی پورے معاشرے کو سالمیت عطا کرتی ہے

اجازت کے آداب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کسی کے گھر جانے سے پہلے تین بار اجازت طلب کی جائے۔ اگر اجازت نہ ملے تو لوٹ جاؤ۔ دروازے کے سامنے کھڑے ہوکر اجازت نہیں لینی چاہئے۔ بلکہ دائیں بائیں کھڑے ہوکر اجازت مانگنی چاہئے۔

نبی ﷺ خود کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو اجازت لے کر جاتے۔ اگر نبی ﷺ دوسروں کے گھروں میں اجازت لے کر داخل ہوتے تھے تو ہم کون ہوتے ہیں کہ بلا اجازت کسی کے گھر چلے جائیں۔ ہمارے ہاں یہ رواج عام ہوگیا ہے کہ بن بتائے بغیر پوچھے گھروں میں داخل ہوجاتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے۔

''کہ ایک شخص نبی ﷺ کے ہاں حاضر ہوا اور عین دروازے پر کھڑے ہوکر اجازت مانگنے لگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا پرے ہٹ کر کھڑے ہو۔ اجازت مانگنے کا حکم تو اسی لئے ہے کہ نظر نہ پڑے۔'' (ابوداؤد)

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اجازت مانگنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ کہ دروازے کے سامنے کھڑے ہوکر اجازت نہیں مانگنی چاہئے کہ گھر کے اندر سب کچھ نظر آجائے بلکہ دروازے کے دائیں بائیں کھڑے ہوکر اجازت لینی چاہئے۔

ایک صحابی کہا کرتے تھے کہ مجھے ساری عمر یہی آرزو رہی ہے کہ میں کسی کے گھر جاؤں اور اندر سے مجھے جواب ملے کہ واپس چلے جاؤ اور میں واپس چلا جاؤں تاکہ مجھے اس آیت پر ایک مرتبہ تو عمل کرنے کی سعادت نصیب ہو۔

صحیح مسلم کی ایک روایت ہے۔

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر کسی نے بغیر اذن کے تیرے گھر جھانکا اور تو نے کنکر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو تیرے لئے کوئی مضائقہ نہیں۔''

''ایک دن نبی اکرم ﷺ اپنے کمرہ میں تھے کہ ایک شخص نے اندر نظر ڈالی آپ ﷺ کے ہاتھ میں سلائی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو اس سلائی سے تمہاری آنکھ پھوڑ دیتا۔'' (مسلم' بخاری)

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ کسی کے گھر جھانکنے کی کتنی بڑی سزا ہے۔ ایک روایت میں ہے۔

سیدنا عطاءؒ نے پوچھا میرے گھر میں میری یتیم بہنیں ہیں جو ایک ہی گھر میں رہتی ہیں اور میں ہی انہیں پالتا ہوں۔ کیا ان کے پاس جانے کے لئے بھی مجھے اجازت کی ضرورت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ ضرور اجازت طلب کیا کرو۔ میں نے دوبارہ یہی سوال کیا کہ شاید کوئی رخصت کا پہلو نکل آئے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اپنی بہنوں کو ننگا دیکھنا پسند کرو گے۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر ضرور اجازت مانگا کرو۔ پھر میں نے یہی سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا۔ کیا تو اللہ کا حکم ماننے گا یا نہیں۔؟ میں نے کہا ہاں۔ مانوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر بغیر اطلاع ہرگز ان کے پاس نہ جاؤ۔

ایک بھائی کو بھی گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت طلب کرنی چاہئے۔ ایک بیٹے کو بھی گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت

لے کر جانا چاہئے۔ عین ممکن ہے کہ ایک بیٹے کی ماں بے پردگی کی حالت میں ہو۔ ایک بھائی کی بہن بے پردہ ہو۔ جس سے بعد میں شرمندہ ہونا پڑے۔ یہاں تک خاوندوں کو بھی اپنے گھروں میں اطلاع کر کے جانا چاہئے۔

سیدنا زینب ؓ فرماتی ہیں۔

کہ میرے خاوند سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ جب میرے پاس گھر میں آئے ...... تو کھنکار کر آتے' کبھی بلند آواز سے دروازے کے باہر کسی سے باتیں کرنے لگتے تاکہ گھر والوں کو آپ کے آنے کی اطلاع ہو جائے۔

حالانکہ خاوند کو بیوی کے پاس جانے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں لیکن اطلاع ضرور دینی چاہئے۔

لیکن کچھ لوگ اجازت سے مستثنیٰ ہیں جیسے چھوٹے بچے' لونڈی اور نابالغ غلام شامل ہیں۔ کیونکہ یہ ہر وقت گھر میں آتے جاتے ہیں۔ بچوں کو صرف مخصوص اوقات میں اجازت لے کر آنا چاہئے۔

لیکن بعض جگہیں ایسی ہیں جہاں اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ جیسے دفتر ہوٹل' سرائے' دکان' کارخانہ' مہمان خانہ' جس میں ایک مرتبہ داخل ہونے کی اجازت مل گئی ہو بار بار اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

اذن لینے کا طریقہ یہ ہے کہ کہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' کیا میں آسکتا ہوں۔

تین بار اجازت مانگنی چاہئے اگر نہ ملے تو واپس چلے جانا چاہئے۔ اگر گھر والا پوچھے کون ہے تو ''میں'' نہیں کہنا چاہئے۔ بلکہ اپنا نام بتایا جائے تاکہ گھر والوں کو پتہ چل جائے کہ کون صاحب ہے۔ ایک روایت میں ہے۔

کہ سیدنا جابر ؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے دروازے پر دستک دی تو آپ ﷺ نے پوچھا کون صاحب ہے؟ سیدنا جابر ؓ نے کہا ''میں'' آپ ﷺ نے فرمایا ''میں میں''

گویا آپ ﷺ نے ''میں'' کہنے کو ناپسند فرمایا۔ کیونکہ ''میں'' کہنے سے یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ کون ہے۔ جب تک نام نہ بتایا جائے۔

میں یہاں ایک غلطی کا ازالہ کرتی جاؤں کہ جب بھی کسی سے ملنے یا کسی کے گھر جائے تو السلام علیکم کہے۔ (السلام علیکم کے معنی ہیں تم پر سلامتی ہو) یہ ایک نیک تمنا اور دعا ہے۔ اس کے مقابلے میں دیگر تمام صورتیں مثلاً گڈ مارننگ (صبح بخیر) گڈ ایوننگ (شام بخیر) گڈ نائٹ (شب بخیر) ہائے' ہیلو وغیرہ نہایت محدود معانی کی کمتر صورتیں ہیں جو ہم نے اہل مغرب کی تقلید میں اپنا رکھی ہیں۔

ان تمام صورتوں کو استعمال کرنے کی بجائے ہمیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا چاہئے۔ جس کا ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے۔ یہ نہ صرف نیک تمنا اور دعا ہے بلکہ یہ سنت نبوی ﷺ بھی ہے۔

ارشاد نبوی ہے۔

افشوا السلام کی تعلوا

''سلام کو عام کرو تا کہ تم سربلند ہو''

جاہلیت کے زمانے میں سلام کا دستور نہ تھا' کسی کے ہاں جاتے تو اجازت نہ لیتے تھے۔ یونہی جا دھمکتے پھر کہہ دیا کہ میں آ گیا ہوں۔ تو بسا اوقات گھر والوں پر گراں گزرتا ہے۔

''نبی اکرم ﷺ فرمایا اگر کسی نے بغیر اذن کے تیرے گھر جھانکا اور تو نے کنکر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو تیرے لئے کوئی مضائقہ نہیں''

اللہ تعالیٰ نے یہ تمام برے دستور اچھے آداب سکھا کر بدل دیئے۔ اس میں گھر والوں اور آنے والوں دونوں کو راحت ملتی ہے۔

اجازت طلب کرنے سے دوسروں کی آبرو اور شرم وحیا کی پاسداری کا جذبہ قوت پکڑتا ہے۔ لہٰذا استیذان آبرو اور حیا کے تحفظ کے لئے از حد ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وماعلینا الا البلاغ

بقیہ — جانے کس جرم کی سزا پائی ہے

صورتوں اور ناقص جسموں والے بچے ہی نہیں دیکھ رہے بلکہ اسقاط حمل کے واقعات میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا ہے یہ تھے 1991ء کی جنگ کے اثرات' لیکن اس مرتبہ امریکہ نے جو کارپٹ بمباری کی ہے۔ اس میں کلسٹر بم' کھلونا بم اور ان سب سے بڑھ کر ڈرٹی بم یعنی بموں کی ماں (منی ایٹم بم) جس کا وزن 21000 پونڈ ہے کا استعمال کیا ہے اور حسب عادت امریکہ نے عراق کو اپنی تجربہ گاہ بنایا ہے۔ اور ان ایٹمی بموں کے جو اثرات انسانوں کے علاوہ فصلوں اور جانوروں نیز ماحول وغیرہ پر ہوں گے ان کا سوچ کر ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حالیہ عراق جنگ میں جو تباہی عراق کے حصے میں آئی ہے۔ اس کے بے پناہ اثرات نے جہاں اور بے شمار لوگوں کو متاثر کیا ہے وہیں معصوم بچوں کے ذہنوں کو بھی اس جنگ نے شدید متاثر کیا ہے۔

علی اسماعیل نامی بچہ جو اس جنگ میں اپنی دونوں ٹانگوں سے محروم ہو گیا ہے' اسے جب ڈاکٹرز نے کہا کہ تمہارا علاج صرف امریکہ یا یورپ میں ممکن ہے ہمارے پاس مطلوبہ اشیاء' ادویات نہیں ہیں تو اس غیور اور معصوم بچے نے جو جواب دیا' اس نے موقع پر موجود تمام ڈاکٹرز اور نرسوں کو رلا دیا۔ علی اسماعیل نے کہا مجھے اپنے ملک کے دشمنوں کے ہاں علاج کی بجائے یہیں مرنے دیا جائے۔ علاج کیلئے کوئی مجھے علاج کی غرض سے بھی ان ممالک میں نہ لے کے جائے۔ جنھوں نے ہمارے ملک کو تہس نہس کر ڈالا ہے۔

ایک اور عراقی بچی ماہم مریم نے اپنی ڈائری میں اپنے تاثرات لکھتے ہوئے کہا کہ ''ہمارے سروں کے اوپر سے امریکی جہاز اور طیارے گزرتے ہیں اور اردگرد بمباری کرتے ہیں' ہمارے ابو نہیں ہیں' ہم پانچ بہن بھائی ہیں۔ امی ہمیں ایک کمرے میں جمع کر کے دعائیں مانگتی ہیں یا اللہ! اس بمباری سے جو جان لیوا اور دہشت ناک ہے ہم کو بچا۔ سقوط بغداد کے بعد دشمن کے ٹینک ہمارے گھروں کے سامنے سے گزرتے ہیں۔ اور ہم بچوں کو سرشام اندر کر لیتے ہیں مبادا کہیں کسی گولی کا نشانہ نہ بن جائیں۔

ہم نے امریکیوں کا کیا بگاڑا تھا' امریکیوں نے ہمارے گھروں اور ملک کو کیوں تباہ کیا؟ جنگ کی وجہ سے ہمارے سکول بھی بند پڑے ہیں۔ میں گھر میں پڑے پڑے اکتا گئی ہوں۔ یا اللہ عذاب ہمارے سروں سے کب ٹلے گا؟

بچے جو کہ پھولوں کی طرح ہوتے ہیں جس طرح پھول زیادہ گرمی اور سردی یا تیز بارش' تیز ہوا برداشت نہیں کر سکتے' بالکل اسی طرح بچے بھی ضرورت سے زیادہ خوف' ظلم' نفرت برداشت نہیں کر سکتے۔ امریکہ جس طرح دہشت گردی کی آڑ میں مسلم کشی کر رہا ہے اور معصوم بچوں کو ختم کر رہا ہے۔ اس سے یہ معصوم بچے سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

جانے کس جرم کی پائی ہے سزا' یاد نہیں!

اشتہارات کا مکمل سیٹ مفت منگوائیں

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے مندرجہ ذیل مسائل پر مشتمل سات اقسام پر اشتہارات کا مکمل سیٹ زیر تقسیم ہے۔

☆ اہمیت نماز اور بے نماز کا انجام ☆ سورۃ فاتحہ خلف الامام ☆ آمین بالجہر کا ثبوت ☆ اثبات رفع الیدین ☆ اوقات نماز کی محمدی دائمی جنتری ☆ نماز میں پاؤں سے پاؤں ملانے اور سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ثبوت ☆ کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے۔ ایک سوال کی دس شکلیں ملک بھر کی تمام اہل حدیث مساجد و مراکز کے منتظمین صرف بارہ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مکمل سیٹ منگوائیں اور فریم کروا کر اپنی مساجد و مراکز میں آویزاں کریں۔

نوٹ: فریم کروا کر آویزاں کرنے کا تحریری وعدہ آنا ضروری ہے۔

محمد یسین راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام اہلحدیث جام پور ضلع راجن پور پنجاب فون نمبر: 0641-567218

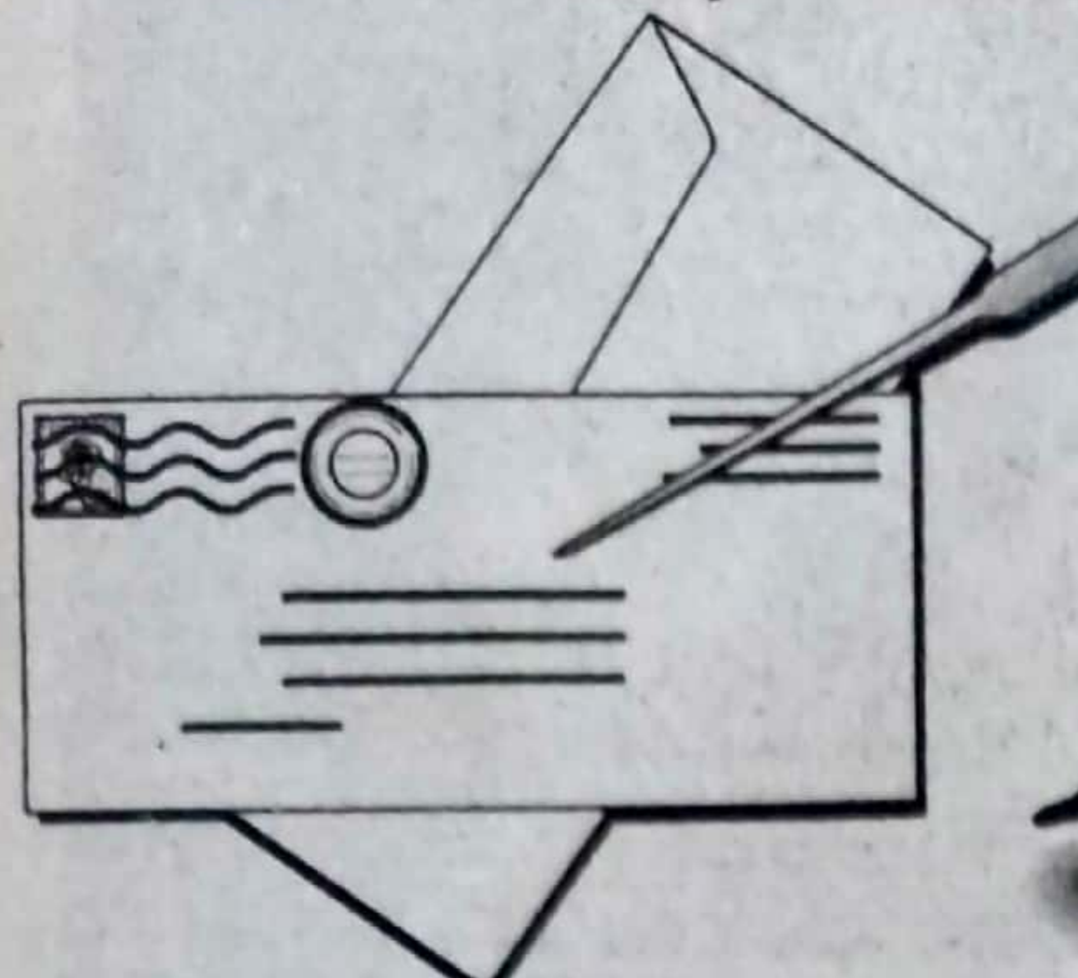

ایک کھلا خط

ضیاء شاہد۔ کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

امید ہے بخیر وعافیت ہوں گے۔ ٹوٹے پھوٹے جملوں میں چند معروضات وگزارشات لے کر حاضر ہوا ہوں۔ ضروری نہیں کہ آپ مجھ سے متفق ہوں نہ ہی میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اس سلسلے میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں بلکہ میری صرف

مغربی پراپیگنڈے کا شکار پاکستانی عورت آج اپنے وقار سے محروم ہوکر کمرشل دنیا کا اہم ستون ہوکر رہ گئی ہے

آپ سے یہی التماس ہے کہ ازراہ مہربانی میرے ان جذبات و احساسات کو اپنے رسالہ میں ضرور جگہ دیں۔ یہ صرف میرے ہی جذبات واحساسات نہیں بلکہ یہ ہر دردمند صاحب ایمان' غیرت مند' دیندار اور غیور شہری کے جذبات واحساسات ہیں جنہیں ارباب اختیار' دانشوروں اور معاشرے کے اصحاب خیر تک پہنچانا میں اپنا دینی واخلاقی فریضہ سمجھتا ہوں۔ گویا شہادت حق کا فریضہ انجام دینے کی ایک حقیری سعی ہے۔ مزید بغیر کسی لمبی چوڑی تمہید کے میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحاشی پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔'' (سورۃ التوبہ:19)

آپ نے دیکھا کہ اس آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت وعید ہے ان لوگوں کے لئے جو فحاشی پھیلاتے ہیں اور لوگوں کے ایمان میں خلل ڈالتے ہیں۔ کیا انہیں اس بات کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں ہوتا کہ ان کے ان اعمال سے عام معاشرے میں کس قدر زبردست تباہی آئے گی۔ آیت کے آخر میں جو فرمایا گیا ہے کہ

''اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''

مفہوم اس کا یہی ہے کہ اللہ کو فحاشی کے اثرات کا پورا اندازہ ہے کہ فحاشی کے ان مظاہر سے معاشرے میں کس طرح کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کہاں تک یہ اثرات پھیلتے ہیں کتنے افراد کو متاثر کرتے ہیں اور جو بالآخر اجتماعی زندگی کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ اس خرابی کا پورا اندازہ اللہ رب العزت ہی کو ہے جس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اسی بات کو بیان کیا گیا ہے کہ تم فرمان الٰہی کی پیروی کرو اور اسفل ورذیل سرگرمیوں کو پوری طاقت سے دبانے کی کوشش کرو تاکہ اس کے تباہ کن اثرات سے محفوظ رہا جاسکے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی قوم اللہ کی راہ میں جدوجہد ترک کردے اور اللہ اس پر ذلت مسلط نہ کردے اور کسی قوم میں فحش باتیں پھیلیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو عام مصیبت میں مبتلا نہ کردے۔

فحاشی پھیلانے والے اور خواہشات میں دلچسپی لینے والے افراد کی مثال اس کتے جیسی ہے کہ جس نے کسی لوہار کی دکان پر ریتی رکھی دیکھی اور اپنی عادت کے مطابق اس پر زبان پھیری۔ ریتی نے زبان کو زخمی کردیا اور اس سے خون رسنے لگا کتے کو خون کی نمکینی اچھی لگی۔ اس نے ریتی پر دوبارہ زبان پھیری اس کی وجہ سے زبان مزید زخمی ہوگئی اور خون مزید تیزی سے نکلنے لگا۔ کتے کو خون کی نمکینی مزید اچھی لگی۔ اس نے مسلسل زبان پھیرنا شروع کردی اور مزے سے رستہ ہوئے خون چاٹتا رہا اور یہ عمل مسلسل دہراتا رہا بالآخر اسی عمل کے نتیجے میں کتے کی زبان ہی ختم ہوکر رہ گئی۔ بالکل یہی حال انسان کا ہے۔ انسان بھی کچھ معمولی اور عارضی ناپائیدار لذتیں حاصل کرنے کے لئے اپنے دین' اخلاق' اجر اور آخرت سب کا خون کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ یا تو خزی فی الدنیا اور عذاب الآخرۃ دونوں ہلاکتوں کا

شکار ہوجاتا ہے اور نبی ﷺ کے الفاظ میں بدترین درجے والا کا خطاب حاصل کرلیتا ہے۔

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ روز حشر اللہ کے نزدیک لوگوں میں بدترین درجے والا شخص وہ ہوگا جس نے اپنی دنیا کے لئے اپنی آخرت خراب کی۔ (ابن ماجہ)

مشاہدے اور تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بسا اوقات حیا اور پاکدامنی سے عاری لوگ اپنے والدین' اپنی اولاد' اپنے بہن بھائی اور اپنے عزیز واقارب اور اپنے دوست احباب تک کے لئے رسوائی کا ذریعہ بن گئے اور آخرت کا عذاب الیم اس کے علاوہ ہے اس کے برعکس جن اللہ ترس لوگوں نے اپنے آپ کو بدی' بے حیائی سے بچالیا اور حیا وپاکدامنی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھا انہوں نے آخرت بھی سنواری اور دنیا میں بھی اپنی ذات' اپنے خاندان' اپنے ملک اور اپنی ملت سب کو عزت وآبرو اور قوت کے خزانے بہم پہنچائے ہیں۔

وغرتکم الحیوٰۃ الدنیا ''اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا ہے۔''

اور یہی وہ دھوکے والی کیفیت ہے جس میں مادہ پرستی نے ہماری پوری قوم کو مبتلا کر رکھا ہے۔ اشتہار بازی ہمارے معاشرے میں اسی کیفیت کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کررہی ہے۔ فیشن پرستی' تعلیم برائے معاش اور پرتعیش زندگی کا حصول یہ سب مادہ پرستی کے شاخسانے ہیں۔ یہ بات یقیناً قابل حیرت ہے کہ روس جیسے بے دین ملک میں اشتہار بازی پر محض اس لئے پابندی تھی کہ وہاں مادی زندگی کی دوڑ نہ لگ جائے اور معیشت پر برا اثر نہ پڑے جبکہ دنیا پرستی اور حصول دنیا کی خواہش نے مسلمانوں کے دل سے آخرت کی فکر کو نہ صرف ختم کردیا ہے بلکہ اس کو اس کی تہذیب سے بھی بہت

یہ بات یقیناً قابل حیرت ہے کہ روس جیسے بے دین ملک میں اشتہار بازی پر محض اس لئے پابندی تھی کہ وہاں مادی زندگی کی دوڑ نہ لگ جائے اور معیشت پر برا اثر نہ پڑے اور مسلمانوں نے تو ہر طرف راہیں کشادہ کرلی ہیں

دور کر دیا ہے۔

مادیت پرستی اور اس کے ساتھ ساتھ اخلاق و کردار کے اس لازمی بحران کے نتیجے کے طور پر صنف نازک کا معاشرے میں مقام اور کردار بری طرح متاثر ہوا ہے۔ مغربی پروپیگنڈے کا شکار پاکستانی عورت آج اپنے وقار سے محروم ہو کر کمرشل دنیا کا اہم ستون ہو کر رہ گئی ہے۔

اس خط کو لکھنے کا محرک وہ ہینڈ بل ہے جسے Values Educator کی جانب سے تقسیم کیا گیا ہے حالانکہ اس سے قبل جب بھی ان اشتہارات پر نظر پڑتی تھی تو دل ایسے فحش اشتہارات دیکھ کر کڑھتا تھا لیکن کبھی ان احساسات کو زبان نہ ملنے والی کیفیت تھی۔ میں نہیں جانتا کہ یہ Values Educator کون ہیں۔ لیکن ان کے ہینڈ بل نے اس بات پر مجبور کیا کہ ایک خط کے ذریعے آپ تک ان کی بات پہنچاؤں کہ

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

معاشرے میں بڑھتی ہوئی فحاشی کا ایک عنصر شہر کے اہم اور مرکزی چوراہوں پر بڑے بڑے ہورڈنگز اور سائن بورڈز پر مختلف کمپنیوں کے انتہائی شرمناک اور فحش تصاویر سے مزین اشتہارات عامۃ الناس کے اندر سے رفتہ رفتہ برائی کے احساس کو بتدریج کم کر رہے ہیں۔

اس بات کا کھلا ثبوت جیل چورنگی سے شاہراہ فیصل کو ملانے والی سڑک شہید ملت روڈ کی طرف مڑتے ہی کچھ آگے جا کر ملبوسات کی کمپنی ''یونائیٹڈ کلرز آف بینیٹن'' کا ایک اشتہاری بورڈ ہے۔ پہلے اس ہورڈنگ پر صرف چند لڑکیوں کی تصاویر تھیں۔ ایک عرصے بعد اب اسے تبدیل کر دیا گیا ہے اور اسی کمپنی کا ایک دوسرا ہیجان انگیز اور انتہائی فحش اشتہار نصب کیا گیا ہے۔ جس میں چند لڑکے اور لڑکیاں باہم بوس و کنار میں مصروف ہیں۔ لوگ ہیں کہ آ جا رہے ہیں ان کی نظریں بھی پڑتی ہیں بعض ذرا دلچسپی سے دیکھتے ہیں...... بعض انتہائی دلچسپی سے دیکھتے ہیں...... کچھ ہیں کہ بس اچٹتی نظر ڈال کر گزر جاتے ہیں اور بعض جن میں کچھ دینی حمیت و غیرت ہوتی ہے وہ لاحول ضرور پڑھتے ہیں۔ اس طرح کے چند ہیجان انگیز اور جذبات کو برانگیختہ کرنے والے اشتہار سائن بورڈز عین سرسید گرلز کالج کے ارد گرد لگائے گئے ہیں۔ کالج کی طالبات کی جانب سے بارہا ان سائن بورڈ اور ہورڈنگز کو ہٹانے کے مطالبے کے باوجود کوئی اقدام نہیں کیے گئے لیکن ہم بھی بھولے لوگ ہیں کہ کن لوگوں سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں۔ اخبارات دیکھ لیجیے شیخ رشید صاحب کیا فرما رہے ہیں'' سائن بورڈ ہٹانا اسلام نہیں ہے۔'' تو پھر اسلام کیا ہے؟ ذرا ہمیں بھی بتا دیجیے۔ ہمارے نزدیک تو اسلام یہ ہے کہ'' جہاں برائی ہوتے دیکھو اسے روکو، اگر ہاتھ سے نہیں روک سکتے تو زبان سے روکو اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتے تو دل سے برا جانو کہ یہ ایمان کا کمتر درجہ ہے۔'' کیا ہمارے حکمران اس بات کے منتظر ہیں کہ ہم ایمان کے پہلے درجے پر آ جائیں اور یقیناً یہ ضرور ہوگا اگر صورتحال میں اسی طرح بگاڑ آتی رہی۔ لیکن یہ وہ وقت ہوگا کہ جب انہیں چھپنے کے لئے کوئی ٹھکانہ بھی نہیں ملے گا۔ ہمارے وزیر اطلاعات ونشریات کا بیان آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اب ذرا بھارتی سابق وزیر اطلاعات ونشریات کے بارے میں سنیں۔

ششما سوراج نے جب بھارتی اطلاعات ونشریات کی وزارت سنبھالی تو پہلا کام انہوں نے یہ کیا کہ اسٹار چینل کے مشہور سوپ آپراز (Santa Barbra) اور (Bold & Beautiful) پر پابندی لگادی۔ صحافیوں نے موصوفہ سے سوال کیا کہ آپ تو ترقی پسند رہنما ہیں پھر مغربی ڈراموں پر پابندی، اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے جو جواب دیا وہ ہماری آنکھیں کھول دینے کے مترادف ہے۔ ''انہوں نے کہا کہ روشن خیالی اور ترقی پسندی کا یہ مطلب نہیں کہ ہم فحش اور بے ہودہ طریقوں کو اپنے

بحیثیت امت مسلمہ ہم شاید اخلاقی طور پر حالت کوما میں ہیں اور ایمانی وینٹی لیٹر کے سہارے زندگی کے بقیہ دن پورے کر رہے ہیں

معاشرے میں اختیار کریں اور اپنی تہذیبی اقدار کو ملیامیٹ کر دیں۔'' اگر اب بھی آنکھیں نہیں کھلیں تو حقیقت چند اور بیانات شاید ہماری آنکھیں کھول دیں۔ جو کچھ عرصے قبل ہمارے اخبارات کی زینت بنے ہیں۔

سابق ہندوستانی وزیر اعظم راجیو گاندھی کی بیوہ سونیا گاندھی نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا کہ'' ہماری ثقافتی یلغار نے پاکستان کی بنیادیں کھوکھلی کر دی ہیں۔ بھارت نے ایسی جنگ جیت لی ہے جو ہتھیاروں سے جیتنا ممکن نہ تھی۔ آج پاکستان کا بچہ بچہ ہندوستانی ثقافت کا دلدادہ ہے۔ پی ٹی وی نے ہمارا کام آسان کر دیا۔''

اسٹار چینل کے منیجر نے 1994ء میں کہا تھا کہ'' ہم اس چینل کے ذریعے ممبئی سے خلیج تک پھیلی ہوئی مشرقی تہذیب' سماجی بندھنوں اور رشتوں کی ڈوریوں کے بخیے ادھیڑ دیں گے۔''

بحیثیت امت مسلمہ ہم شاید اخلاقی طور پر حالت کوما میں ہیں اور ایمانی وینٹی لیٹر کے سہارے زندگی کے بقیہ دن پورے کر رہے ہیں۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں کہ جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

بقیہ — بری عادات

شریک ہے تو پھر وہ اس کو گراں گزرتا ہے یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں سے یہود و نصاریٰ حسد کرتے تھے کہ ظہور اسلام سے قبل یہودیوں کی سرداری تھی ان کا رعب و دبدبہ تھا۔ ان کی ہر طرف چلتی تھی مگر ظہور اسلام کے بعد یہودیوں کی ہر طرح کی سرداریاں ختم ہو گئیں تو وہ مسلمانوں سے حسد کرنے لگے اور پھر وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے دن رات کوشاں رہے جو آج تک یہ سلسلہ چلتا چلا آ رہا ہے۔

۷۔ ساتواں حسد خبیث النفس اور بدطینت کی شخص میں پایا جاتا ہے کیونکہ بعض گھٹیا ذہن والے لوگ دوسروں کو بہتر حالت میں دیکھ کر برداشت نہیں کر پاتے اور اگر ان لوگوں کو کوئی غم کوئی نقصان ہو تو یہ لوگ بڑے خوش ہوتے ہیں اس طرح کا حسد صرف اپنے قریبی یا رشتہ داروں میں پایا جاتا ہے۔ اور ایک ہی پیشہ ور لوگوں میں بھی پایا جاتا ہے جیسے ایک عالم دوسرے عالم سے' ایک تاجر دوسرے تاجر سے' ایک کسان دوسرے کسان سے کہ اس کو فلاں اناج میں منافع ہوا یا فلاں کسان کی کھیتی یا اناج اگل رہی ہے یا فلاں عالم کی لوگ بڑی بات سنتے ہیں اور اس کی عزت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

حسد کے نقصانات

حسد تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ حاسد کے لئے دونوں جہانوں میں تباہی و بربادی ہے اور حسد ایک ایسا زخم ہے جو کبھی بھی نہیں بھرتا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ حسد مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے یہ کافروں کی ذہنیت ہے مگر آج کل مسلمان بھی بڑی تعداد میں بلکہ ہر دوسرا مسلمان حسد جیسی مرض میں مبتلا ہے مگر حاسد انسان کو حاصل کچھ نہیں ہوتا۔ الٹا اس کا ہی نقصان ہوتا ہے اس کی نیکیاں اور صحت تباہ ہو جاتی ہیں اور وہ ذہنی کشمکش میں مبتلا رہتا ہے۔

(جاری ہے)

ضروری اطلاع

مرکز القادسیہ اور مرکز طیبہ مرید کے میں دیگر شہروں سے آنے والے بھائیوں سے گزارش ہے کہ اپنے تحصیلی' ضلعی یا زونل مسئول کا تزکیہ لے کر آئیں' تزکیہ کے بغیر کسی شخص کو قیام کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ جزاکم اللہ خیرا

مسئول جامع مسجد القادسیہ' مدیر مرکز طیبہ مرید کے

قسط نمبر ا

بری عادات...... حسد بغض کینہ وتکبر

فقیہا صفدر

حسد کا لفظی وشرعی معنی:۔

حسد کا لفظی معنی، جلنا، کڑھنا۔ کسی کی اچھی چیز دیکھ کر دل میں جلن محسوس کرنا اور اس کو برداشت نہ کرنا حسد کہلاتا ہے۔ شرعی معنی ہے۔ کسی قریبی رشتہ دار ہمسایہ یا دوست کے پاس سے کسی اچھی نعمت کے چھن جانے کی آرزو کو حسد کہتے ہیں۔ یعنی بعض لوگ ایسے تنگ دل ہوتے ہیں کہ جو دوسروں کی بھلائی اور بہتری کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھ سکتے۔ خاص کر اپنے رشتہ داروں، عزیزوں، دوستوں اور ہم پیشہ ور کو جب اچھی خوشحالی اور آسودہ حالت میں دیکھتے ہیں تو جل بھن جاتے ہیں اور

> حاسد حسد کی تپش کے باعث نفسیاتی اور جسمانی مریض بن جاتا ہے ہر وقت بے سکون رہتا ہے۔ چڑچڑاپن کا شکار رہتا ہے ٹانسلز اور معدہ کا مریض ہو جاتا ہے، چہرہ اور آنکھوں کی کشش کھودیتا ہے

یہ خواہش کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی خوشحالی آسودگی چھن جائے ختم ہو جائے۔ اور یہ لوگ ان نعمتوں سے محروم ہو جائیں اور یہ سب مجھے مل جائے۔ اس کو حسد کہتے ہیں اور حسد کرنے والے کو حاسد کہتے ہیں۔

حسد قرآن وسنت کی روشنی میں:

یہ حسد ہی تھا جو کہ مشرکین مکہ اور سرداران قریش ابوجہل، عتبہ وشیبہ نے جب یہ دیکھا کہ اس محمد ﷺ کے دین اسلام اور نبوت کے دعوے کی وجہ سے ہماری سرداریاں ختم ہو رہی ہیں۔ لہذا وہ جلنا کڑھنا شروع ہو گئے۔ اور آپ کو ختم کرنے کے لئے طرح طرح کے پراپیگنڈے کرنے لگے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے قرآن اور ایمان کی دولت عطا کر دی "مگر" کفار مکہ اس سے بھی حسد کرنے لگے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جو نعمت (مسلمانوں کو عطاء کی اس پر جلتے، مرتے اور حسد کرتے ہیں اور ان کی خواہش یہ تھی کہ دولت مسلمانوں سے چھین لی جائے۔)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ۔ (سورہ بقرہ)

اکثر اہل کتاب اپنے دلی حسد کی وجہ سے یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد پھر تم کو کافر بنادیں۔

کفار مکہ کے اس حسد کا اندازہ اس واقعے سے بھی لگا سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی سرداریاں قائم رکھنے کیلئے آپ ﷺ کو شعب ابی طالب میں تکلیف دہ زندگی گزارنے پر مجبور کیا اور پھر آپ ﷺ کے ساتھ صلح حدیبیہ کے موقع پر معاہدہ کرتے ہوئے کفار نے اپنے حسد کا کھلا ثبوت دیتے ہوئے ایک یہ شرط لکھوائی تھی کہ اگر کوئی کافر مسلمان ہو جائے تو مسلمان اس فرد کو ہمارے حوالے کریں گے اور اگر کوئی مسلمان اگر کافر ہو کر ہمارے پاس آجائے تو ہم اس کو مسلمانوں کے حوالے نہیں کریں گے یعنی کافر سے مسلمان ہونے والا تو کافروں کے پاس رہے اور مسلمان سے کافر ہونے والا (مرتد ہونیوالا) کافروں کے پاس آجائے تو ہم اسے مسلمانوں کے حوالے نہیں کریں گے اور سرداران قریش تو حسد میں اس قدر بڑھ گئے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو مدینہ منورہ سے بھی نکالنے کا فیصلہ کرتے ہوئے ایک ہزار آدمی لے کر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام پر چڑھائی کی۔ اور پھر تاریخ گواہ ہے کہ آپ اور آپ کے دشمنوں کا ٹکراؤ میدان بدر میں ہوا۔ حق وباطل کا معرکہ ہوا۔ دشمنان اسلام مارے گئے قریش کے سردار مارے گئے اور ابوجہل حسد سے جلنے والا جہنم میں جلنے کے لئے روانہ ہو گیا مگر اسلام پھلتا پھولتا چلا گیا۔

اسی طرح منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بھی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی نبوت سے حسد کرتا تھا۔ اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے طرح طرح کی سازشیں کرتا تھا۔ مگر حکم الٰہی سے ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ جاتیں۔ حسد کرنے سے انسان اپنا آپ ہی گنوادیتا ہے مگر جس سے حسد کیا جاتا ہے وہ اپنی زندگی مطمئن اور پرسکون طریقے سے گزارتا ہے۔

> نبی ﷺ نے حسد سے سخت منع فرمایا ہے، کسی کے پاس نعمت دیکھ کر برکت کی دعا دینے کا حکم ارشاد فرمایا کسی کو خوش دیکھ کر اضحك الله سنك ایسی دعائیں سکھائی ہیں ان سے حسد یکسر ختم ہوتا ہے اور اخلاص پیدا ہوتا ہے

حدیث کی روشنی میں حسد

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّهُ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَنَافَسُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكُمُ اللَّهُ (مسند احمد)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ تم بدگمانی سے بچتے رہو بدگمانی جھوٹی بات ہے۔ اور نہ تم کسی کی عیب جوئی کے پیچھے پڑو اور نہ تم منافست کرو اور نہ تم حسد اور زوال نعمت کی آرزو کرو۔ نہ کسی سے بغض اور کینہ رکھو اور نہ

کسی سے قطع تعلق کرو اور نہ سلام کلام چھوڑو۔ اے اللہ کے بندو تم آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ (بخاری)

اس حدیث مبارکہ میں ولا تحاسدوا کہ باہم حسد نہ کرنے کا حکم ہے حسد ایک ایسی مہلک بیماری ہے اور اس کی ابتداء انسان کے دشمن ابلیس سے ہوئی۔ یہی پہلا گناہ تھا۔ جو ابلیس لعین سے سرزد ہوئی تو اس کو اللہ نے آسمان سے زمین پر پھینک دیا۔ شیطان نے آدم سے اسلئے حسد کیا کہ فرشتوں کا سردار جس کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے وہ ایک مٹی سے بنے ہوئے انسان کو کیسے سجدہ کرے اور آج تک شیطان حسد کرتے ہوئے ایمان والوں کو ان کے ایمان سے دور کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ حسد کی وجہ سے ہابیل نے اپنے سگے بھائی قابیل کو قتل کیا تھا اور جنگ وجدال بھی حسد سے ہی وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ اسی حسد نے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو سیدنا یوسف علیہ السلام کے قتل پر اکسایا کیونکہ ان کے والد سیدنا یعقوب علیہ السلام کو سب بیٹوں سے زیادہ یوسف علیہ السلام سے محبت تھی اور آپ کے بھائیوں کو یہ بات گوارہ نہ تھی وہ اس چیز سے جلتے تھے اس لئے آپ نے حسد سے بچنے کی زیادہ سے زیادہ تلقین فرمائی۔

حسد سے نفسیاتی الجھنیں:۔

حسد ایک ایسی بیماری ہے جو کہ انسان دوسروں کی نعمت کے زائل ہونے کی خواہش کرتا کرتا نفسیاتی مریض بن جاتا ہے اور انسان کا سکون غارت ہو جاتا ہے۔ گھر کے اندر لڑائی فساد جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے۔ انسان میں چڑچڑا پن آجاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہمی ہو جاتا ہے۔ کسی انسان کے اندر کوئی بیماری دیکھتا ہے تو یہ گمان کرتا ہے کہ یہ بیماری مجھے نہ لگ جائے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو اپنے اوپر سوار کر لیتا ہے۔ کسی کی ترقی اور خوشی کو برداشت نہیں کرتا اور ہر وقت سوچتا رہتا ہے گویا کہ وہ ہر طرح سے بے چین اور مضطرب رہتا ہے۔

حسد سے جسمانی بیماری:

ذہنی مرض کے ساتھ ساتھ حاسد کو جسمانی بیماری بھی گھیر لیتی ہے۔ اس کے پیٹ میں اکثر درد رہتا ہے سر بھی درد کی شدت سے پھٹتا ہے۔ حاسد کو ہمیشہ ٹانسلز رہتے ہیں اور ان وجوہات کی بنا پر اس کو سکون کی نیند بھی نصیب نہیں ہوتی جس سے اس کی آنکھوں کے گرد حلقے بن جاتے ہیں۔ چہرہ مرجھا جاتا ہے اور چہرے کی چمک وکشش ختم ہو جاتی ہے اور بعض حاسد دل کے مریض بھی بن جاتے ہیں جو ہر وقت اور ہر کسی کی خوشی سے جلتے ہیں غرضیکہ وہ ذہنی مریض کے ساتھ ساتھ جسمانی مریض بھی بن جاتا ہے۔

حسد پیدا ہونے کے اسباب

حسد کے سات اسباب ہیں:

۱۔ بغض وعناد عداوت ہے کیونکہ یہ غیر ممکن ہے کہ ایک شخص کے نزدیک دشمن کی برائی بھلائی دونوں برابر ہوں۔ اس لئے دشمن کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے دشمن پر بلا اور مصیبت آئے اور جب یہ مصیبت آتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور جب کوئی خوشی یا نعمت آتی ہے تو غمگین ہو جاتا ہے۔ منافقین اور کفار مکہ کو بھی مسلمانوں سے عداوت اور حسد تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ (ال عمران)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا کسی کو نہ بناؤ۔ تم نہیں دیکھتے کہ دوسرے لوگ تمہاری تباہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تو وہ یہی چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو۔ ان کی عداوت تو خود ان کی زبان پر ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ ہم نے تمہارے لئے آیتیں بیان کر دی ہیں اگر عقلمند ہو تو غور کرلو

ہاں تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے۔ تم پوری کتاب کو مانتے ہو وہ نہیں مانتے پھر محبت کیسی یہ تمہارے سامنے تو ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن تنہائی میں مارے غصے کے انگلیاں چباتے ہیں کہو تم غصے میں ہی مر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں کو بخوبی جانتا ہے۔ تمہیں اگر بھلائی ملے تو یہ ناخوش ہوتے ہیں۔ اگر تم کو برائی پہنچے تو خوش ہو جاتے ہیں تم اگر صبر اور پرہیزگاری کرو تو ان کا کام تمہیں نقصان نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے عملوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عالم کفر کے حسد کے متعلق ایمان والوں کو خبردار کیا ہے کہ کفار بظاہر تو تمہارے ساتھ بڑے اچھے بنتے ہیں مگر حقیقت میں وہ تم سے حسد کرتے ہیں اور تمہاری نیکیوں سے حسد کرتے ہیں۔ اور حسد عموماً اونچے دماغ والے لوگوں میں پایا جاتا ہے مگر یہ ادنی اور معمولی آدمی کے بھی ذہن میں آسکتا ہے۔

۲۔ حسد کا دوسرا سبب ذاتی فخر کا غلط خیال ہے کیونکہ جب ایک شخص ہر قسم کی صلاحیتوں کی وجہ سے بلند منصب پر پہنچ جاتا ہے تو دوسرے اس کے ہم عمر اور ہم چشموں کو گراں گزرتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ یہ عزت منصب اس سے چھین لیا جائے اور وہ بھی ہماری طرح عام انسان بن جائے یعنی ہمارے برابر ہو جائے۔

۳۔ حسد کا تیسرا سبب یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو اپنا مطیع اور منقاد بنانا چاہتا ہے اور جس شخص کو وہ اپنا مطیع بنانا چاہتا ہے اگر اس کو کوئی شرف وامتیاز ہو تو وہ اس کے اس امتیاز کو ختم کرنے کی کوشش اور آرزو کرتا ہے کہ اس کا یہ امتیاز یہ شرف اور عزت جاتی رہے اور میں اس کو اپنا مطیع بنالوں یا وہ میرا مطیع بن کر اپنی زندگی گزارلے حسد کا یہ سبب اکابروں اور اونچے مائنڈ والے لوگوں میں پایا جاتا ہے کیونکہ یہ لوگ تکبر وغرور کی وجہ سے سب کو اپنے سے کمتر سمجھتے ہیں۔

۴۔ حسد کا چوتھا سبب یہ ہے کہ ہمارے ہاں جو معمولی سا آدمی ہوتا ہے ہمارے ہاں ملازم ہوتا ہے یا کم پڑھا لکھا ہوتا یا غریب ہوتا ہے اور پھر رب العزت اس کو شرف وامتیاز دے دیتے ہیں تو اونچے ذہن کے مالک اس پر تعجب کرتے ہیں اور اس کا شرف وامتیاز قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ جس طرح قریش مکہ اور یہود ونصاریٰ نے محمد الرسول اللہ ﷺ کی رسالت اور نبوت سے انکار کر دیا اور تعجب کرتے ہوئے کہتے تھے۔

أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ۔ (بنی اسرائیل)

کیا اللہ تعالیٰ نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

۵۔ پانچواں سبب یہ ہے کہ دو شخص ایک ہی چیز کے یا ایک ہی مقصد کے خواہاں ہوتے ہیں اور وہ دونوں باہم ایک دوسرے کے حاسد ہوتے ہیں اور اس مقصد کو پانے کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ کر تگ ودو کرتے ہیں مگر ایک کو جب وہ چیز مل جاتی ہے یا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے تو دوسرے فریق کا حسد کرنا قدرتی امر ہے اس طرح یہ حسد عموماً زیادہ بہن بھائیوں میں یا ایک مرد کی متعدد بیویوں میں پایا جاتا ہے۔

چھٹا جس کا سبب یہ ہے کہ ایک شخص ریاست طلبی یا جاہ پرستی کی خواہش کرتا ہے اور اس میں وہ اپنا کسی کو ثانی نہیں سمجھتا اور پھر کوئی دوسرا شخص بھی اس کا خواہش مند ہوتا ہے اور پھر جب پہلے آدمی کو پتہ چلتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص بھی میرا

باقی صفحہ 24 پر

حسد جہنم میں لے جانے کا باعث بن سکتا ہے جیسا کہ ابو جہل اور عبداللہ بن ابی اور ان کے ساتھی تھے قابیل نے بھائی کر دیا، حسد میں آکر بھائیوں نے ہی یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں گرا دیا تھا اگرچہ انہوں نے بعد میں توبہ کر لی

حق کے راہی

صائمہ افضل عارف والا

سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ

''جو کوئی جنگ لڑے اسے چاہئے کہ عاصم بن ثابت کا طریقہ اپنائے۔'' فرمان نبوی ﷺ

[redacted]

خیر الوریٰ، شمس الضحیٰ، بدر الدجیٰ، نور الہدیٰ، پیارے محمد ﷺ سے مقابلہ کرنے کے لئے قریش سب کے سب احد کی طرف نکلے۔ بڑے بھی تھے اور چھوٹے بھی، امیر بھی تھے اور غریب بھی۔ غزوہ بدر میں بری طرح شکست کھا جانے کی بنا پر ان کے سینے مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب سے بھرے ہوئے تھے، اپنے پیاروں کا بدلہ لینے کے لئے ان کا خون جوش مار رہا تھا۔ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے انتقام کی آگ ان کے سینوں میں بھڑک رہی تھی۔ انہوں نے اپنے ہمراہ قریش کی نامور خواتین بھی لے لیں تاکہ وہ مردوں کو جنگ کے لئے ابھاریں اور جوانوں کے دلوں میں آبائی غیرت کے دیپ جلائیں اور انہیں پل بھر کے لئے پیچھے ہٹنے نہ دیں۔ ان عورتوں میں ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ اور عمرو بن عاص کی بیوی ریطہ اور طلحہ کی بیوی سلافہ بنت سعد اپنے بیٹوں، مسافع، جلاس اور کلاب کے ہمراہ لشکر کے ہمراہ ہولیں اور ان کے علاوہ بہت سی عورتیں شامل لشکر تھیں۔ جب میدان احد میں دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا تو ہند بنت عتبہ اور دیگر عورتیں اٹھیں اور شہسواروں کے پیچھے جا کھڑی ہوئیں۔ ان کے ہاتھوں میں ڈھولکیاں تھیں انہوں نے ڈھولک کی تھاپ پر یہ گانا شروع کیا۔

ان تقبلو انعانق ...... ونفرش النمارق

او تدبروا نفارق ...... فراق غیر وامق

''اگر تم آگے بڑھو تو ہم گلے ملیں گی اور تمہارے لئے تکیے لگائیں گی اگر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے تو ہم تمہیں دھتکار دیں گی۔''

جذبات سے لبریز ترانہ شہسواروں کے سینوں میں قبائلی غیرت کی آگ بھڑکاتا اور ان کے شوہروں کے سینوں میں جادو کا سا اثر کرتا اور پھر جنگ سرد پڑ گئی۔ مسلمانوں پر قریش کو غلبہ حاصل ہو گیا تو عورتیں فتح کے نشہ میں سرشار میدان کارزار میں رقص کناں ہوئیں اور شہداء کی لاشوں کا مثلہ کرنے لگیں، انہوں نے جوش انتقام میں لاشوں کے پیٹ چاک کر دیئے، آنکھیں نکال دیں۔ کان اور ناک کاٹ دیئے، ان میں سے ایک عورت کا غصہ اس پر بھی ٹھنڈا نہ ہوا تو اس نے میدان بدر میں قتل ہو جانے والے اپنے باپ، بھائی اور چچا کا انتقام لینے کے خیال سے لاشوں کے ناک، کان کاٹ کر دھاگے میں پروئے ایک کو ہار کے طور پر گلے میں ڈالا اور دوسرے کا پازیب بنایا اور خوشی سے میدان میں تھرکنے لگی۔

لیکن سلافہ بنت سعد کی اپنی قریشی سہیلیوں سے الگ تھلگ شان ہی نرالی تھی۔ وہ بڑی بے چینی کے ساتھ اپنے خاوند اور تین بیٹوں کا شدت سے انتظار کر رہی تھی کہ اگر وہ نظر آ جائیں تو وہ بھی فتح و کامیابی کی خوشی میں دوسری عورتوں کے ساتھ شریک ہو سکے، اس کا دیر تک انتظار رائیگاں گیا تو وہ جنگ کے میدان میں لاشوں کے چہروں کو ٹٹولتی ہوئی دور تک چلی گئی، اچانک وہ کیا دیکھتی ہے کہ اس کا خاوند خون میں لت پت موت کے منہ میں جا چکا ہے تو وہ غضبناک شیرنی کی طرح بپھر گئی اور انتہائی پھرتی کے ساتھ اپنے بیٹوں مسافع، کلاب اور جلاس کو میدان کے کونے کونے میں تلاش کرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے ساتھ جواب دیا کہ مجھے اور میرے باپ اور بھائی کو عاصم بن ثابت نے مارا۔ ہائے میری جان گئی۔ یہ سن کر سلافہ دھاڑیں مار کر رونے لگی اور لات اور عزیٰ کی قسم کھا کر کہنے لگی، میری آتش غضب اس وقت تک ٹھنڈی نہیں ہوگی جب تک قریش عاصم بن ثابت سے بدلہ نہیں لیں گے اور شراب نوشی کے لئے اس کے سر کی کھوپڑی مجھے نہیں دیں گے۔

پھر اس نے یہ اعلان کر دیا کہ جو اسے زندہ پکڑ کر لے آئے یا اس کا سر لے آئے تو میں اسے منہ مانگی دولت دوں گی، اس کا یہ اعلان سن کر ہر نوجوان کے دل میں یہ تمنا انگڑائی لینے لگی کہ کاش یہ انعام میرے حصے میں آئے اور میں عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو تہ تیغ کرنے کا اعزاز حاصل کر سکوں اور منہ مانگا انعام حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکوں۔

غزوہ احد کے بعد مسلمان مدینہ کی طرف واپس لوٹے اور معرکہ آرائی کے متعلق آپس میں باتیں کرنے لگے اور شہداء کے

بنو ہذیل کے چند افراد سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا سر کاٹنے کے لئے ان کے جسد اطہر کے قریب ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے سر اور جسم کے ہر حصے کو بے شمار شہد کی مکھیوں اور بھڑوں نے گھیرے میں لے رکھا ہے۔

بعد اس نے دیکھا کہ ان کی لاشیں احد پہاڑ کی چٹانوں پر بکھری پڑی ہیں۔ مسافع اور کلاب تو موت کے گھاٹ اتر چکے تھے، جبکہ تیسرا بیٹا جلاس ابھی آخری ہچکیاں لے رہا تھا۔

سلافہ غم واندوہ میں مبتلا اپنے بیٹے کے پاس بیٹھ گئی۔ اس کا سر اپنی گود میں لے لیا، چہرے اور پیشانی سے خون صاف کرنا شروع کیا، غم واندوہ کی وجہ سے ایک بھی آنسو اس کی آنکھوں سے نہ نکلا، اپنے بیٹے سے پوچھا! میرے لخت جگر تجھے یہ گہرے زخم کس نے لگائے؟ اس نے جواب دینا چاہا لیکن اکھڑتا ہوا سانس جواب دینے میں رکاوٹ بن گیا۔ اس نے بڑی مشکل سے اکھڑتے ہوئے سانس لئے رحمت کی دعا اور غازیوں کی ہمت و جرأت کا تذکرہ نہایت ادب واحترام سے کرنے لگے۔ دوران گفتگو سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کے کارنامے کا تذکرہ کرتے ہوئے بڑے تعجب کا اظہار کیا کہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک ہی گھر کے چار افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حاضرین میں سے ایک نے کہا..... بھلا اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟ کیا آپ کو یاد نہیں کہ غزوہ بدر سے پہلے جب رسول اللہ ﷺ نے ہم سے سوال کیا تھا کہ تم کیسے لڑو گے؟ تو عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، کمان اپنے ہاتھ میں پکڑی اور کہا

جب دشمن سو ہاتھ کے فاصلے پر ہوگا تو لڑائی تیراندازی سے ہوگی...... جب دشمن زیادہ آگے آجائے گا تو لڑائی نیزے کے ساتھ ہوگی یہاں تک کہ نیزے ٹوٹ جائیں گے اور جب نیزے ٹوٹ جائیں تو پھر لڑائی تلوار سے دست بدست ہوگی۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

''واقعی جنگ اسی طرح لڑنی چاہئے...... جو دشمن سے جنگ لڑنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرح جنگ لڑے۔''

غزوہ احد کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ نے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک خاص مشن پر روانہ کیا

عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا دشمن سو ہاتھ دور ہو تو تیروں سے، جب زیادہ قریب آجائے تو نیزوں سے اور جب نیزے ٹوٹ جائیں تو پھر لڑائی تلوار سے دست بدست ہوگی۔ نبی ﷺ نے فرمایا جو بھی جہاد کرے عاصم رضی اللہ عنہ کی طرح لڑے

اور ان کا امیر عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ یہ منتخب صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے مشن پر روانہ ہوئے مکہ مکرمہ سے ابھی تھوڑے فاصلے پر تھے کہ ہذیل کی ایک جماعت کو ان کے بارے میں علم ہوگیا تو وہ سرپٹ ان کی طرف دوڑے اور انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر سیدنا عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اپنی تلواریں نکال لیں اور مقابلے کے لئے تیار ہوگئے یہ منظر دیکھ کر بنو ہذیل کہنے لگے۔

''آج تم ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے' بخدا ہم تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے' اگر تم ہتھیار ڈال دو تو ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر تم سے عہد کرتے ہیں کہ تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا' یہ تجویز سن کر صحابہ کرام ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے' گویا کہ وہ مشورہ کر رہے ہوں کہ اب کیا کریں' سیدنا عاصم رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا ''میں تو مشرکوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔''

پھر انہیں سلافہ بنت سعد کی نذر یاد آئی اپنی تلوار سونتی اور یہ دعا کی ''الٰہی میں تیرے دین کی حفاظت اور اس کا دفاع کرتا ہوں' از راہ کرم میرے گوشت اور ہڈیوں کی حفاظت فرمانا اور میرے جسم کا گوشت اور ہڈیاں تیرے دشمنوں کے ہاتھ نہ لگیں۔''

یہ دعا کی اور بنو ہذیل پر حملہ کردیا اور ان کے دو ساتھی بھی حملہ آور ہوئے' وہ بے جگری سے لڑے یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے شہید ہوکر گر گئے۔ باقی تین ساتھیوں نے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے' تھوڑی دیر بعد انہوں نے بدعہدی کی اور ہتھیار ڈالنے والوں کو تہہ تیغ کردیا۔

پہلے تو قبیلہ بنو ہذیل کو یہ پتہ نہیں لگا کہ شہید ہونے والوں میں عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ جب انہیں پتہ چلا تو بہت خوش ہوئے' خاطر خواہ انعام ملنے کے تصور سے وہ خوشی سے جھومنے لگے۔

چونکہ سلافہ نے یہ نذر مان رکھی تھی کہ اگر وہ سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سر کی کھوپڑی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی تو اس میں شراب نوشی کرے گی اور ساتھ ہی اس نے یہ اعلان بھی کیا ہوا تھا کہ جو اسے زندہ پکڑ کر لائے یا مردہ حالت میں بہر دو صورت وہ اس کو منہ مانگی رقم دے گی۔ سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شہادت سے چند گھنٹے بعد قریش کو ان کی لاش کا علم ہوا۔ بنو ہذیل مکہ کے قریب مقیم تھے۔

زعمائے قریش نے ان کے پاس اپنی طرف سے ایک قاصد بھیجا اور ان سے سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سر کا مطالبہ کیا' قریش نے اپنے قاصد کو وافر مال بھی دیا تھا تاکہ وہ بنو ہذیل کو قیمتی تحائف اور نقد مال دے کر سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا سر لینے میں کامیاب ہو سکے۔

بنو ہذیل کے چند افراد سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا سر کاٹنے کے لئے ان کے جسد اطہر کے قریب ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے سر اور جسم کے ہر حصے کو شہد کی بے شمار مکھیوں اور بھڑوں نے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ جونہی وہ ان کے جسم کے قریب ہوئے تو مکھیوں اور بھڑوں نے ان پر حملہ کردیا جس سے انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے بہت کوشش کرنے کے بعد جب وہ مایوس ہوگئے اور جسم تک پہنچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو ایک دوسرے سے کہنے لگے'' چھوڑو' رات آنے دو' جب رات کا اندھیرا چھا جائے گا تو بھڑیں جسم سے الگ ہوجائیں گی تب ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔''

یہ تجویز سن کر سبھی تھوڑی دور بیٹھ کر انتظار کرنے لگے' تاکہ رات کی تاریکی چھا جائے اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکیں۔ ابھی دن ختم نہیں ہوا تھا اور رات شروع نہیں ہوئی تھی کہ گھنے بادل آسمان پر نمودار ہوئے' بادل کڑکا اور چھم چھم مینہ برسنے لگا۔ ایسی تیز بارش ہوئی کہ عمر رسیدہ لوگوں نے بتایا کہ ہم نے اپنی زندگی میں اس جیسی بارش کبھی نہیں دیکھی تھی۔ جلد ہی راستے اور گلیاں ندی نالوں کا منظر پیش کرنے لگے۔ نشیبی علاقے پانی سے بھر گئے۔ سیلاب کی مانند چاروں طرف پانی ہی پانی دکھائی دینے لگا۔ رات بھر جو موسلا دھار بارش ہوتی رہی' یہ لوگ واپس گھروں کو چلے گئے۔ جب صبح ہوئی تو بنو ہذیل سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا سر لینے کے لئے گھروں سے نکلے۔ میدان کا رخ کیا آپ کی لاش کا وہاں نام ونشان نہ تھا۔ سیلاب اسے بہا کر کہیں دور نامعلوم جگہ پر لے گیا۔ بہت تلاش کیا لیکن کہیں سراغ نہ ملا۔ دراصل اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی دعا قبول کرلی اور ان کے جسم اطہر کی حفاظت کی اور ان کے باعزت سر کو اس ذلت آمیز سلوک سے بچالیا کہ ان کی کھوپڑی میں شراب جیسی قبیح اور حرام چیز ڈال کر پی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو مومن پر غالب نہ ہونے دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی اسی طرح حفاظت کیا کرتا ہے۔ کافر دشمن مخلص مومن کے خلاف کوئی تدبیر کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی تدبیر اس پر غالب آجاتی ہے۔

''اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔''

دل میں زندہ جذبہ ایمان ہونا چاہئے
یعنی پھر تقسیم ہندوستان ہونا چاہئے
سب مسائل کا مداوا سب مشاکل کا علاج
ہند میں ایک اور پاکستان ہونا چاہئے
مسجدیں اور مدرسے آباد ہوجائیں تمام
ہند کا ہر بت کدہ ویران ہونا چاہئے

بنت ڈاکٹر محمد رفیق راشد

آخر تو

ماریہ عبدالرشید

کہتے ہیں مایوسی گناہ ہے
امید پہ دنیا قائم ہے
پھر تیرے پاؤں میں یہ کیسی زنجیر ہے؟
بیوی کی محبت
بچوں کی پرورش
والدین کی خدمت
زوال کی طرف گامزن کاروبار
اور
وہاں میدان قتال میں
تو
موت ہے
تو کیا ہے مرد مومن
جس کی یہ تمہید ہے
تیرے سامنے تو جنت نظیر ہے
جس کے لئے دنیا حقیر ہے
یہ سارا بچھا ابلیس کا جال ہے
جس میں پھنسنا آسان
نکلنا محال ہے
اور پھر آخر
تو دنیا فانی ہے

مسلمان کے مسلمان پر حقوق

تسنیم اختر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

فاعوذ باللہ ...... بسم اللہ

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان کے ہر مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ ۱۔ سلام کا جواب دینا۔ ۲۔ بیمار پرسی کرنا۔ ۳۔ جنازہ پڑھنے کے لئے جانا۔ ۴۔ دعوت کا قبول کرنا۔ ۵ چھینکنے والے کا جواب دینا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِيلَ مَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللَّهَ فَشَمِّتْهُ وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ (رواہ مسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ پوچھا گیا! اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کیا ہیں آپ نے فرمایا:

۱۔ جب تو اسے ملے تو سلام کہو اور جب تجھے بلائے تو اس کے پاس جا۔ ۳۔ اور جب تجھ سے خیر خواہی چاہے تو اس کی خیر خواہی کر۔ ۴۔ جب چھینکے اور الحمد للہ کہے تو تو اس کا جواب دے۔ ۵۔ جب بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کر۔ ۶۔ اور جب فوت ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین کر اور جنازہ میں شامل ہو۔ (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا)

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ أَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَإِجَابَةِ الدَّاعِي وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَنَهَانَا عَنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَخَاتَمِ الذَّهَبِ وَالْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَالْقَسِّيِّ وَالْإِسْتَبْرَقِ

فی روایۃ وَعَنِ الشُّرْبِ فِي الْفِضَّةِ فَإِنَّهُ مَنْ شَرِبَ فِيهَا فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْ فِيهَا فِي الْآخِرَةِ (متفق علیہ)

سیدنا براء بن عازب سے مروی ہے کہ ہم کو نبی کریم ﷺ نے سات باتوں کا حکم دیا اور سات باتوں سے روکا۔ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا۔ مریض کی بیمار پرسی کا، جنازے کے پیچھے جانے کا، چھینکنے والے کو جواب دینے کا۔ سلام کا جواب دینے کا۔ بلانے والے کی آواز کو قبول کرنے والا۔ قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کرنے کا اور مظلوم کی امداد کرنے کا۔ اور ہم کو منع کیا سونے کی انگوٹھی پہننے سے 'باریک اور موٹا ریشم پہننے سے' اور سرخ زینوں سے اور قسی کے کپڑے اور چاندی کے برتنوں سے اور روایت میں ہے کہ چاندی کے برتنوں میں پینے سے منع کیا کہ جو دنیا میں ان برتنوں سے پیئے گا وہ آخرت میں نہ پیئے گا۔

> **جو مسلمان سلام کے ساتھ مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے سوکھے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں اور اس سے ناراضگی ختم ہو جاتی اور باہمی الفت و محبت بڑھتی ہے**

۱۔ سلام کرنا:

☆ سب سے پہلا حق مسلمان کا مسلمان پر یہ ہے کہ وہ سلام کرے۔

☆ سلام کرنے سے محبت بڑھتی ہے نفرت ختم ہوتی ہے۔

☆ سلام کرنے سے گناہ مٹتے ہیں اور نیکیاں بڑھتی ہیں۔

☆ جو مسلمان سلام کے ساتھ مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے سوکھے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

☆ اگر کوئی کسی سے کتنا ہی ناراض کیوں نہ ہو اگر ایک دفعہ خلوص دل سے سلام کیا جائے تو باہمی الفت و محبت کا رشتہ پھر سے قائم ہو جاتا ہے۔ خود اللہ نے بھی قرآن میں فرمایا۔

فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (النور ٦١)

جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو یہ ایک بابرکت پاکیزہ دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ اسی طرح نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

اور حدیث میں ہے کہ عبدالرحمن بن شبل بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے سلام کا جواب دیا تو اس کا اجر اسی کے لئے ہے اور جو سلام کا جواب نہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

بیمار کی بیمار پرسی کرنا:

دوسرا حق مسلمان کا مسلمان پر یہ ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں۔

إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ

مسلمان آدمی جب تک کسی مسلمان کی بیمار پرسی میں رہے وہ واپس آنے تک جنت کے میووں میں ہوتا ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے آدم علیہ السلام کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو تو نے میری بیمار پرسی نہ کی، وہ

کہے گا اے میرے ربّ میں تیری بیمار پرسی کیسے کرتا؟ تو تو سب جہانوں کا ربّ ہے اللہ کہے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی' اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس پالیتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے ﷺ سے کھانا مانگا تو تو نے مجھے کھانا نہ دیا وہ کہے گا میں تجھے کھانا کیسے دیتا تو تو سب جہانوں کا رب ہے؟ اللہ کہے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے اس کو کھانا نہ دیا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اس کو کھانا دے دیتا' تو تو اس کو میرے پاس پالیتا۔

اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا' تو نے مجھ کو پانی نہ دیا بندہ کہے گا۔ اے میرے ربّ! میں تجھے کیسے پلاتا تو تو سارے جہانوں کا ربّ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا۔ تو نے اس کو پانی نہ پلایا کیا تو نے نہ جانا اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو اس کو میرے پاس پالیتا؟ (اس کو مسلم نے روایت کیا)

اس حدیث میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو طرح طرح کی مشکلات اور مصائب میں جو مبتلا کرتے ہیں تو وہ یا تو گناہوں کے کفارہ کے لئے ہوتا ہے یا درجات کی بلندی کے لئے' اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اپنے کسی بندے کو خواہ مخواہ بے ضرورت کسی بیماری یا دکھ یا غم یا مصیبت میں مبتلا کریں۔

جنازے کے پیچھے جانا:

مسلمان کا مسلمان پر تیسرا حق یہ ہے کہ جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے پیچھے جائے۔ سیدنا ابو ہریرہ ؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی کسی مسلمان کے جنازے کے پیچھے چلے ایمان و ثواب کی نیت سے اور نماز جنازہ اور دفن تک اس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر واپس آتا ہے ہر قیراط اُحد پہاڑ جتنا ہے اور جو آدمی نماز جنازہ پڑھ کر دفن کرنے سے پہلے واپس آجائے تو اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے۔

دعوت کا قبول کرنا

اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو دعوت دے تو مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی دعوت قبول کرے۔ خواہ وہ ولیمے کی دعوت ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور دعوت ہو بشرطیکہ اس دعوت میں شرعاً جانا منع نہ ہو۔

چھینک کا جواب دینا:

سیدنا ابو ہریرہ ؓ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ جب کوئی تم میں سے چھینکے تو کہے الحمد للہ اور اس کا بھائی اس کو جواب میں کہے یرحمک اللہ تو وہ (چھینک مارنے والا) دوبارہ اس کو جواب دے یھدیکم اللہ و یصلح بالکم

جو شخص چھینک مارے اور الحمد للہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب دینا چاہئے اور جو چھینک مار کر الحمد للہ نہ کہے اس کی چھینک کا جواب نہیں دینا چاہئے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس دو آدمی بیٹھے تھے ان میں سے ایک نے چھینک مار کر الحمد للہ کہا اور دوسرے نے چھینک مار کر الحمد للہ نہ کہا آپ ﷺ نے اس کو جواب دیا جس نے الحمد للہ کہا اور اس کو جواب نہ دیا جس نے الحمد للہ نہیں کہا۔

قسم کو پورا کرنا و مظلوم کی مدد کرنا:

قسم کو پورا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کہے کہ اللہ کی قسم! جب تک تو میرا یہ کام نہ کرے گا میں تیرا پیچھا نہ چھوڑوں گا تو اگر اس سے ہو سکے تو اس کی قسم کو پورا کر دے۔ اور

> **مسلمان مظلوم کی مدد کرنا بھی بنیادی اسلامی حقوق میں سے ہے افسوس آج ظالموں کا ساتھ دیا جا رہا ہے اور مظلوموں کو مسلمان ہونے کے جرم کی سزا دی جا رہی ہے۔ کوئی مسلمان بھی ان اپنے بھائیوں کی مدد کو تیار نہیں**

مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے اگر قوت سے ہو سکے تو بھی ورنہ زبان سے مظلوم کی حمایت کرے۔

ذرا سوچیں!

کیا آج کشمیر و فلسطین' چیچنیا' و عراق و افغانستان کے مسلمان مظلوم نہیں ہیں۔ کیا آج ہم پر ان کی مدد کرنا فرض نہیں ہے؟ آج ظالموں کا ساتھ تو دے سکتے ہیں مگر مظلوموں کا نہیں آج بش کا ساتھ دیا جا رہا ہے۔ ٹونی بلیئر کا ساتھ تو دیا جا رہا ہے' واجپائی کا ساتھ تو دیا جا رہا ہے کہ یہ جتنا چاہیں ہمارے مسلمانوں پر ظلم ڈھائیں' اور ہم ان کو ان کے ظلم کرنے پر داد دیتے ہیں لیکن!

مظلوموں کی حمایت نہیں کرتے اور ہمارے ان مظلوم مسلمانوں کا جرم بھی صرف اور صرف یہ ہے کہ یہ مسلمان ہیں۔ بس ان کا اسلام قبول کرنا ہی ان کا جرم عظیم ہے۔

اللہ ہمیں مظلوموں کی حمایت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ سے دعا کرتی ہوں اللہ میری اس مختصر سے کاوش کو اپنی بارگاہ جلیلہ میں قبول کرے اور مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق دے اور میں اس شعر پر اختتام کرتی ہوں۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلمان! میں اسی لئے نمازی

دورہ صفہ خواتین

آج جماعۃ الدعوۃ نے ڈوبتے ہوئے اسلام کو سہارا دینے کے لئے ملک بھر میں دعوت و جہاد کے مختلف انداز اور طریقے اپنائے ہوئے ہیں۔ انہی طریقوں میں سے دورۂ صفہ کا سلسلہ سالوں سے شروع کیا ہوا ہے اور اس کام میں مردوں کے ساتھ شعبہ خواتین بھی بھرپور طریقے سے کوشاں نظر آتا ہے اور ملک کے مختلف شہروں میں شعبہ خواتین کے زیر اہتمام صفہ کی کلاسز ہوتی ہیں اور مرکز طیبہ مریدکے میں باقاعدگی کے ساتھ ہر ماہ کی کیم کو دورہ صفہ کا آغاز کیا جاتا ہے۔

گزشتہ سال پاکستان کے مشہور شہر کراچی میں دورۂ صفہ کا اہتمام کیا گیا جس میں شہر بھر سے طالبات اور گھریلو خواتین کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ دورہ صفہ میں داعیان دین کو تیار کیا جاتا ہے تاکہ ملک بھر میں یا دنیا بھر میں جس جگہ اللہ کے دین کی عمارت کو منہدم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے وہاں کھڑے ہوں اور اپنے اللہ اور اپنے رسول ﷺ کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں اور اس پر ڈٹ کر اپنی بات پہنچاتے ہی رہیں۔

شعبہ خواتین کے زیر اہتمام کراچی میں منعقد ہونے والے صفہ میں تمام طالبات نے اپنے تاثرات و جذبات کا اظہار کیا۔

اور صفہ سے حاصل ہونے والی تربیت کے بارے میں دوسرے لوگوں کو آگاہ کرتے ہوئے انہیں دعوت دی کہ ہر مسلمان لڑکی' اسلام سے تعلق و رابطہ اور محبت رکھنے والی ماں اور بہن اس دورۂ صفہ میں حصہ لے کر اپنی تربیت کرے۔

طالبات نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں تہجد اور اشراق کے بارے میں معلومات دورہ صفہ سے حاصل ہوئیں اور ہمیں اس کی الحمد للہ عادت پڑی ہم ان شاء اللہ انبیاء کے شیوہ کو ضرور اپنائے رکھیں گی۔

بعض طالبات کہتی ہیں۔ بحیثیت مسلمان ہم اتنا جانتے تھے کہ نماز پڑھنی چاہئے اس پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ لیکن یہاں ہم نے نماز کا طریقہ جو مسنون طریقہ ہے وہ سیکھا بلکہ پانچ وقت جماعت کے ساتھ نماز ادا کر کے اپنی عادات میں نماز پڑھنا بھی شامل کر لیا۔

کچھ طالبات اپنے جذبات کو یوں بیان کرتی ہیں کہ ہم جہاد کو محض ایک ڈرامہ سمجھتی تھیں مگر جب مقاصد جہاد کو پڑھا' سنا اور سیکھا تو پتہ چلا کہ جہاد کی حقیقت کیا ہے اور یہ کس قدر اہم فریضہ ہے۔ اللہ ہم سب کو دین اسلام کا پرچار کرنے والا بنائے۔ آمین

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دورہ صفہ کو ہماری نجات کا سبب بنائے۔ آمین

قسط نمبر 8

"گلدستہ احادیث سے کچھ پھول چُنے میں نے"

بنتِ حاجی اشفاق سرگودھا

حدیث نمبر ۱۳۵

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهُ

ترجمہ: سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو فجر کی نماز پڑھتے اور پھر اعتکاف کی جگہ داخل ہو جاتے۔ (متفق علیہ)

حدیث نمبر ۱۳۶

عَنْ عَائِشَةَ وَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَا لَمْ يُرَخَّصْ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَنْ يُصَمْنَ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجِدِ الْهَدْيَ

سیدہ عائشہ اور عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی سوائے اس شخص کے جسے قربانی کا جانور نہ ملا ہو۔ (بخاری)

حدیث نمبر ۱۳۷

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتْ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَمَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَلِكَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهَذَا عِيدُنَا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے بعاث کی جنگ کے موقع پر کہے تھے۔ سیدہ عائشہ نے کہا کہ یہ گانے والیاں (پیشہ ور) نہیں تھیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اکرم کے گھر میں شیطانی باجے؟ اور یہ عید کا دن تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابو بکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

(بخاری باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام)

وضاحت: عید کے دن خوشی کا اظہار، دین کے شعار میں سے ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے موقع پر گانے کی رخصت دی۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ گانے والی جوان عورت نہ ہو اور راگ کا مضمون شرع کے خلاف نہ ہو۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ یہ اس وقت ہے جب کسی فتنے کا ڈر نہ ہو۔

حدیث نمبر ۱۳۸

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِئًا يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً أَسْقَطْتُهَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک قاری کو رات کو مسجد میں قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ اللہ اس آدمی پر رحم کرے۔ اس نے مجھے فلاں فلاں آیتیں یاد دلا دیں جنہیں میں نے فلاں فلاں سورتوں میں سے چھوڑ رکھا تھا۔ (بخاری۔ باب من لم یر باسا ان یقول سورۃ بقرہ وسورۃ کذا وکذا)

حدیث نمبر ۱۳۹

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَمَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ وَهُوَ يَتَعَاهَدُهُ وَهُوَ عَلَيْهِ شَدِيدٌ فَلَهُ أَجْرَانِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ بھی ہے مکرم اور نیک لکھنے والے (فرشتوں) جیسی ہے، اور وہ شخص جو قرآن بار بار پڑھتا ہے۔ پھر بھی وہ اس کے لئے دشوار ہے تو اسے دوگنا ثواب ملے گا۔ (بخاری)

حدیث نمبر ۱۴۰

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةَ أَبِي مُوسَى فَقَالَ لَقَدْ أُوتِيَ هَذَا مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام

عائشہ رضی عنہا کہتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ابو موسی کو آل داؤد کی ترنم میں سے حصہ دیا گیا ہے۔ (بخاری باب حسن الصوت القراءۃ)

حدیث نمبر ۱۴۱

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَاتَتْهُ الْأَرْبَعُ قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهَا بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ

عائشہ کہتی ہیں کہ اگر نبی اکرم ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعتیں نہ پڑھ سکتے تو ظہر کی دو رکعتوں کے بعد انہیں پڑھ لیا کرتے تھے۔

(ابن ماجہ باب من فاتتہ لاربع قبل الظہر)

حدیث نمبر ۱۴۱

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَالَ أَلَيْسَ هُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ وَأَخَوَاتِكُمْ وَعَمَّاتِكُمْ

ترجمہ: کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی اور وہ ان کے سامنے آڑی لیٹی ہوئی تھیں اور کہا کیا تمہاری مائیں، بہنیں اور پھوپھیاں ایسی نہیں ہیں۔ (مسند احمد)

حدیث نمبر ۱۴۱

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ (شَقِّ الْبَابِ) فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِعْنَهُ فَقَالَ انْهَهُنَّ فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللّٰهُ أَنْفَكَ لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ

سیدہ عائشہ نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ کو زید بن حارثہ جعفر اور عبداللہ بن روحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت (غزدہ موتہ

میں) کی خبر ملی تو آپ اس وقت اس طرح تشریف فرماتے تھے غم کے آثار آپ کے چہرے پر ظاہر تھے۔ میں دروازے کے سوراخ سے دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں ایک صاحب آئے اور سیدنا جعفر کے گھر کی عورتوں کے رونے کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ انہیں رونے سے منع کرو۔ وہ گئے لیکن واپس آکر کہا کہ وہ تو نہیں مانتیں۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں منع کردو۔ اب وہ تیسری مرتبہ واپس ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم وہ تو ہم پر غالب آگئی ہیں۔ (سیدہ عائشہ کو) کو یقین ہوا کہ (ان کے اس کہنے پر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ان کے منہ میں مٹی جھونک دے' اس پر میں نے کہا کہ تیرا برا ہو۔ رسول اکرم ﷺ جس کام کا حکم دے رہے ہیں وہ تو کرتے نہیں لیکن آپ کو تکلیف میں ڈال دیا۔

(بخاری باب من جلس عند المصیبۃ یعرف فیہ الحزن)

حدیث نمبر ۱۴۴:

عَنْ عروة قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَفَعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ فَقَالَتْ وَهَلَ إِنَّمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَيُعَذَّبُ بِخَطِيئَتِهِ وَذَنْبِهِ وَإِنَّ أَهْلَهُ لَيَبْكُونَ عَلَيْهِ الْآنَ قَالَتْ وَذَاكَ مِثْلُ قَوْلِهِ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْقَلِيبِ وَفِيهِ قَتْلَى بَدْرٍ مِنْ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لَهُمْ مَا قَالَ إِنَّهُمْ لَيَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ إِنَّمَا قَالَ إِنَّهُمْ الْآنَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ حَقٌّ ثُمَّ قَرَأَتْ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ يَقُولُ حِينَ تَبَوَّءُوا مَقَاعِدَهُمْ مِنْ النَّارِ

عروہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سیدہ عائشہ کے سامنے کسی نے اس کا ذکر کیا کہ سیدنا ابن عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میت کو قبر میں اس کے گھر والوں کے' اس پر رونے سے بھی عذاب ہوتا ہے۔ اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا نبی ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ میت پر عذاب اس کی بد عملیوں اور گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کے گھر والے ہیں کہ اب بھی اس کی جدائی میں روتے رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے بدر کے اس کنویں پر کھڑے ہو کر جس میں مشرکین کی لاشیں ڈال دی گئی تھیں' ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں' یہ اسے سن رہے ہیں۔ تو آپ کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ اب انہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان سے میں جو کچھ کہا کرتا تھا وہ حق تھا۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کی تلاوت کی کہ: آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ (نمل: ۸۰) اور جو لوگ قبروں میں دفن ہو چکے ہیں۔ انہیں اپنی بات نہیں سنا سکتے۔ (فاطر: ۲۲) (عروہ کہتے ہیں) سیدہ عائشہ کا مطلب تھا (آپ ان مردوں کو نہیں سنا سکتے) جو اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا چکے ہیں۔

(بخاری باب قتل ابی جہل)

وضاحت: بدر کے مقتولین سے نبی کریم ﷺ نے خطاب کیا تھا' اسے انہوں نے سنا یہ نبی کریم کا معجزہ تھا۔ اور صرف اس وقت کے لئے تھا جبکہ یہ اٹل حقیقت ہے کہ مردے زندہ انسانوں کو نہیں سنتے جیسا کہ قرآن کے بیان سے ثابت ہے۔ دوسری بات کہ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ مجاز ہے اور مردوں اور قبر والوں سے مراد کافر ہیں کہ ان کے دل مردہ ہو چکے ہیں اور وہ اپنی قوت سمع سے فائدہ نہیں حاصل کرتے جس طرح کہ مردے مرنے کے بعد فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ (واللہ اعلم) اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

بقیہ — ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

صرف اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے بچے ہیں۔ کیا ہمیں جشن آزادی مناتے ہوئے آزادی کے ان مظلوموں کی یاد آئی' کس ماں کی یاد نے ہمیں رلایا......؟ کس بہن کی چیخ و پکار نے ہمیں تڑپایا اور ہم نے تلوار اٹھائی......؟ کس بچے کے تڑپتے لاشے نے ہماری آنکھوں کی نیند چھین لی......؟ پھر ہم کس آزادی کی بات کرتے ہیں۔ اپنے پاکستان کو ہی لے لیجئے۔ جسے مسلمانوں کے تحفظ کے لئے بنایا گیا لیکن اسی پاکستان میں داڑھی رکھنے والوں کو دہشت گرد قرار دے کر جیلوں میں بند اور امریکہ کی ڈیمانڈ کے لوگوں کو اس کے حوالے کرنے کے لئے ہماری حکومت سرگرم عمل ہے۔ پردہ کرنے والوں کو جاہل' پسماندہ قرار دیتے ہوئے انہیں طعنہ زنی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ہر صبح و شام قتل و غارت' اغواء' ڈاکے آبروریزی' بچوں سے زیادتی کے ان گنت واقعات پڑھنے اور سننے کو ملتے ہیں۔ کیا یہ قوم اسی آزادی کا جشن منا رہی ہے۔ جن قوموں کا شعور بیدار ہو وہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کو نہیں بھولتیں۔ جشن آزادی منانے والی یہ قوم ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے کہ اسے اس پورے سال میں آزادی کے لئے لڑنے والے' اللہ کی راہ میں اسلام کی سربلندی کے لئے صعوبتیں اور ظلم سہنے والے ان مظلوموں میں سے کس کس کی یاد آئی۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم بے حس قوم ہیں۔ اپنے رب سے بغاوت کر رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک آزادی یہی ہے کہ ہمارے گھر محفوظ ہیں اور ہمیں صرف اپنی آزادی سے غرض ہے جبکہ حدیث رسول ﷺ ہے "کہ مسلمان تو ایک جسم کی مانند ہیں جب جسم کے کسی ایک حصے کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا جسم اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔"

لیکن افسوس! کہ ہم اپنی تاریخ بھول کر ذلت و رسوائی کی زندگی پر مسرور ہو گئے۔ یہ بھول گئے کہ ان شہداء کی قربانیوں کی وجہ سے ہی آج ہم ایک آزاد خطے میں بیٹھے ہیں۔ دکھ کی بات تو یہ ہے کہ اسلام کے اس قلعہ کی موجودہ حالت انتہائی تکلیف دہ ہے۔ ہم اپنی آزادی فروخت کر چکے ہیں۔ ہمارے حکمران ڈالروں' ریالوں اور دیناروں کے لئے در در کی خاک چھان رہے ہیں......؟ کشکول کا نعرہ لگانے والوں نے آج جھولی پھیلا رکھی ہے۔ ہم مغرب کے بھی غلام ہیں اور بھارت کے بھی۔ کیا مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھ کر ذلت کی کوئی اور بات ہو سکتی ہے۔ مغرب کی زندگی سے متاثر ہو کر اس کے رنگ ودوپ اپنا کر' غیر ممالک میں رہائش اختیار کرنے کو قابل فخر سمجھنے والے اس بات سے بے خبر ہیں کہ جو حالت کشمیر و فلسطین و بوسنیا وغیرہ جیسے مسلم ممالک کی ہو سکتی۔ کیا اگر ہمارے اوپر ایسا وقت آئے تو ہم بچ سکتے ہیں؟ ہمارا حکمران ہمیں تحفظ فراہم کرے گا۔ بلکہ عوام کا خون چوس کر جشن منانے والے حکمرانوں کے دن تھوڑے ہوتے ہیں اور انجام عبرتناک۔ یہود و نصاریٰ کے ساتھ چلنے اور ہاتھ ملانے پر فخر کرنے والے حکمران اور دوپٹوں سے بے نیاز ان کی مہارانیاں جو اپنی زندگیوں کو قابل فخر سمجھتی ہیں یہ لوگ ہمارے رہنما نہیں اور ہمارے لئے اور نہ ہی ہمارے ملک کے لئے مخلص ہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ افغانستان کے ہزاروں مسلمانوں کے خون سے رنگین ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر ایسے کاغذ ہیں جن پر کئی معصوم جانوں کا سودا ہے۔ ایسے کاغذ جن پر دستخط کر کے یہ انسانوں کا سودا کرتے ہیں۔ سو ہمیں اپنے تحفظ کے لئے' اسلام کی سربلندی کے لئے خود میدان عمل میں اترنا ہے۔ باطل کے سامنے ایسی دیوار بننا ہے جسے گرانا ناممکن ہو۔ اس سے جو ٹکرائے پاش پاش ہو جائے۔ اپنی قوم کو تیار کرنا ہے کہ وہ باطل کے خلاف آواز اٹھائے اور ہر اس شخص کے خلاف آواز اٹھائے جو دین کا غدار ہو کیونکہ ابھی ہم آزاد نہیں

آزادی کی صبح تو وہ ہوگی جس دن فرعونوں کے سر جھکے ہوں گے۔ ساری دنیا پر اسلام کا بول بالا ہوگا۔ ہمارے اسیر لوٹ آئیں گے۔ ان ماؤں کے لخت جگر جو نجانے کب سے اپنے پیاروں کی راہ تک رہی ہیں۔ جس دن پاکستان میں ہر نظام اسلام کے اصولوں پر ہوگا۔ جس دن یہود و نصاریٰ کے لاشے اسی طرح تڑپیں گے جس طرح انہوں نے ہمارے معصوم بچوں کو تڑپایا۔

جب ہم اپنی آنکھوں کے سامنے انڈیا اور امریکہ میں اسلام کا جھنڈا لہراتا دیکھیں گے اور پھر آگے ہی بڑھتے جائیں گے۔ تب ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

آئیں یہ عہد کریں کہ ہم اسلام کی سربلندی کے لئے' اپنے ملک کی حفاظت کے لئے' دنیا میں ایک باعزت مقام پانے کے لئے اور باطل کو رسوا کرنے کے لئے' علم جہاد تھامیں گے۔ ہم مدھم ہوتے ہوئے چراغوں کو اپنے لہو سے روشن کریں گے کہ

خون دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

23 اکتوبر: ابوطلحہ حنیف' جان اسلام پہ نچھاور کر گیا

پلوامہ' تحصیل شوپیاں علاقہ آری ہل میں انڈین آرمی سے لڑے گئے معرکہ میں جو 12 گھنٹے تک جاری رہا۔ ابوطلحہ بھائی لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان شاءاللہ

انہوں نے مارچ 2002ء میں شوپیاں ہدی پورہ چوک میں گھات لگا کر کیے گئے حملہ میں 5 بھارتی فوجیوں کو جہنم واصل کیا تھا۔ آج کے معرکہ میں وہ خود بھی شہید ہوئے۔

ابوطلحہ محمد حنیف بن خوشی محمد

27 اکتوبر: 1 بھارتی فوجی زخمی

بارہمولہ تحصیل سوپور رفیع آباد کے علاقے میں مجاہدین کے ساتھ ہونے والی ایک جھڑپ میں ایک بھارتی فوجی زخمی ہوگیا۔

بقیہ آیئے حدیث پڑھیں

تین دفعہ ناک جھاڑے۔

ہے تو اس کا ہاتھ شیطان کو لگ گیا ہو اس لئے تین مرتبہ دھونے کا حکم دیا۔ مگر اس میں یہ اشکال ہے کہ شیطان کو لگنے سے ہاتھ پلید ہونے کی دلیل کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ نماز پڑھی تو فرمایا کہ شیطان میرے سامنے آکر میری نماز توڑنے کے لئے مجھ پر حملہ آور ہوا اللہ نے مجھے اس پر قدرت دی تو میں نے اس کا گلا دبایا۔ (بخاری۔ ۱۲۱۰)

شیطان کا گلہ دبانے کے باوجود آپ نے اپنی نماز جاری رکھی ہاتھ دھونے کا وضو کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

۴۔ نیند کے بعد وضوء کرنا ضروری ہے۔

۵۔ اگر کوئی شخص برتن میں ہاتھ ڈال لے تو کیا پانی پلید ہو جائے گا؟ چند حضرات کو چھوڑ کر سب کا اتفاق ہے کہ پانی پلید ہے کیونکہ پانی پاک ہوتا ہے ہاں نجاست سے اس کا رنگ' بو یا ذائقہ بدل جائے تو الگ بات ہے۔

بقیہ دعوت کے میدان میں

لوگوں سے ایک مجلس ہوئی۔ جس سے مسعود الرحمن جانباز بھائی نے خطاب کیا اور کہا کہ جیل میں آ کر حق کی آواز کو بلند کریں اور قرآن وسنت پیش کر کے قیدیوں کی اصلاح کریں تاکہ یہ نوجوان معاشرے میں مثبت کردار ادا کریں۔

جذبۂ براہیمی زندہ ہے

2۔ چوآ سیدن شاہ کے نواحی ''وعول'' میں اشفاق بھائی کا درس سن کر ایک بھائی نے اپنے اکلوتے بیٹے ثاقب کو جو کہ چار بہنوں کا اکیلا بھائی ہے' اسلام کے لئے وقف کر دیا اور انہوں نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ بیٹا جتنی دیر زندہ رہے دین کے لئے کام کرتا رہے اور میری طرف سے اجازت ہے کہ آپ اسے جہاں چاہیں لے جائیں

اپیل برائے تعاون

جامعہ اسلامیہ طیبات شورہ کوٹھی روڈ ننکانہ صاحب شہر میں بچیوں کی دینی و دنیاوی تعلیم و تربیت کا اپنی نوعیت کا مثالی ادارہ ہے جہاں پر مقامی اور بیرون شہر سے بہت سی طالبات نہ صرف دین کا بنیادی علم حفظ و ترجمہ القرآن وغیرہ کر رہی ہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بچیوں کی تربیت بھی بہترین انداز سے کی جاتی ہے۔ یہ ادارہ رمضان المبارک میں آپ کی خصوصی توجہ اور تعاون کا طالب ہے

برائے رابطہ: بابر کریانہ مرچنٹ گول چکر ننکانہ صاحب

فون: 04941-2851

تبدیلی دفتر

دفتر جماعۃ الدعوۃ بالائی منزل گوندل ٹریڈرز چناب بازار کوٹ مومن تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا:

فون 04531-81819-81012

اناللہ وانا الیہ راجعون

جماعۃ الدعوۃ فیصل آباد زون کے مسئول آصف عزیز بھائی کے تایا جان گذشتہ دنوں وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین

جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی اللہ اس کا گھر جنت میں بنائے گا۔ الحدیث

جنت میں گھر بنائیں

جماعۃ الدعوۃ دو ہٹہ کالونی اچھرہ' نے مقامی سطح پر کوشش کر کے ایک پلاٹ خرید کر جامع مسجد طیبہ و مدرسہ کی تعمیر شروع کی ہوئی ہے۔ جس کے لئے خطیر رقم کی ضرورت ہے اور مسجد ہذا پلاٹ خریدنے پر پہلے سے مقروض بھی ہے۔ مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ اس کار خیر میں بھرپور حصہ لیں اور جنت میں گھر بنائیں۔

اکاؤنٹ نمبر 02-4688 حبیب بنک لمٹیڈ اچھرہ لاہور

بذریعہ منی آرڈر: ولایت محمد' مدینہ سٹریٹ مکان نمبر 138 As-6/21 دو ہٹہ کالونی اچھرہ لاہور

فون نمبر 0333-4281973-042-7534086

اپیل برائے دعائے صحت

جماعت اہلحدیث خانقاہ ڈوگراں کے بزرگ رہنما میاں محمد اصغر ڈوگر اور مسئول شعبہ پریس وسطی پنجاب عبداللہ لطیف کے بھائی محمد عبداللہ کاشف شدید بیمار ہیں۔ قارئین سے ان کی صحت کی دعا کے لئے اپیل ہے۔

سکھر زون میں جماعۃ الدعوۃ کے مراکز

جو بھی بھائی جہاد فنڈ دینا چاہیں تو ان مراکز میں رابطہ کریں۔

سکھر 0320-5702211-612941-22740-0300-9380765 ...... گمبٹ 0792-720906 ...... محراب پور 0752-430437 ...... ٹھاروشاہ 0752-433509 ...... دریا خان مری 0752-480194 ...... مورو 0752-410616 ...... میہڑ 690443 ...... نصیر آباد 710930 ...... لاڑکانہ 442083 ...... گیریلو 462092 ...... شہدادکوٹ 413079 ...... گندو میراج 78250 ...... کشمور 76481 ...... اوباڑو 88622 ...... میر پور ماتھیلو 51931 ...... پنوں عاقل 690677 ...... جعفر آباد 710534 ...... کندھکوٹ 71803 ...... ٹھل 560225

صوبہ سندھ میں نئی مساجد کی تعمیر کے لئے جماعۃ الدعوۃ سے تعاون فرمائیں

نام شہر	پلاٹ کی قیمت	برائے رابطہ
سکھر	30 لاکھ روپے	0320-5702211
کشمور	5 لاکھ روپے	76481
محراب پور	4 لاکھ روپے	0752-430437
شہدادکوٹ	4 لاکھ روپے	413079
لاڑکانہ	10 لاکھ روپے	442083
گمبٹ شہر	6 لاکھ روپے	0792-720906

آپ کے دینی مسائل

قرآن وسنت کی روشنی میں

مبشر احمد ربانی

داڑھی کا مقام

س: اسلام میں داڑھی کا مقام از ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو (متفق علیہ مشکوٰۃ ۳۸) سوال یہ ہے کہ بخاری ومسلم میں یہ حدیث نہیں ہے۔ اگر بخاری ومسلم میں یہ حدیث موجود نہیں تو مشکوٰۃ میں اسے متفق علیہ کیوں لکھا گیا ہے اور راشدی صاحب نے اپنے رسالہ مذکورہ میں اسے متفق علیہ کیوں کہا؟ (ماسٹر محمد اشفاق بن بشیر احمد مقام وڈاکخانہ مالوہے تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ)

ج:۔ مذکورہ بالا حدیث مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول رقم (۴۴۱۶) میں یوں منقول ہے۔

خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَفِّرُوا اللِّحَى وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ وفی روایۃ انْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى (متفق علیہ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو اور ایک روایت میں ہے کہ مونچھیں خوب اچھی طرح تراشو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

یہ حدیث صحیح البخاری کتاب اللباس باب تقلیم الاظفار رقم (۵۸۹۲) میں "خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَ وَفِّرُوا اللِّحَى وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ" اور باب اعفاء اللحی رقم (۵۸۹۳) میں انْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى" کے الفاظ کے ساتھ اور صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ رقم ۵۴/۲۵۹) میں "خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَوْفُوا اللِّحَى" اور ۵۲/۲۵۹ میں "أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى" کے الفاظ کے ساتھ موجود ہے اس لئے یہ حدیث متفق علیہ ہے اور صاحب مشکوٰۃ اور سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی رحمہما اللہ رحمۃ واسعۃ نے اس کو "متفق علیہ بالکل صحیح کہا ہے اگر آپ کو صحیحین میں یہ روایت نہیں ملی تو ہمارے درج کردہ حوالہ جات کی طرف مراجعت کریں۔ خطاء ونسیان سے کون محفوظ ہے لیکن یاد رہے کہ کسی کی غلطی نکالنے سے پہلے اچھی طرح چھان پھٹک کرلیں تاکہ خفت نہ اٹھانی پڑے بلکہ اہل علم کی طرف غلطی کی نسبت سے بہتر ہے کہ بندہ اپنے فہم کا قصور تصور کرے جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ "فاذا وقفت علیه فانسب القصور الی لقلة الدراية لا الی جناب الشیخ رفع الله قدره فی الدارین حاشا الله من ذلك " اگر آپ کو کسی حدیث کے متن میں اختلاف نظر آئے تو یہ اختلاف احادیث کے مختلف طرق کی وجہ سے ہے اور شاید مجھے وہ روایت مل نہ سکی جس کو مؤلف نے بیان کیا ہے چند مقامات پر آپ دیکھیں گے کہ میں کہوں گا کہ مجھے یہ روایت اصول کی کتابوں میں نہیں ملی یا میں نے اس روایت کی مخالف روایت کو اصول میں پایا ہے آپ جب میری اس بات پر مطلع ہوں تو اس کوتاہی کو میری طرف منسوب کریں کیونکہ میرا علم وفہم کم ہے جناب شیخ مؤلف مصابیح (اللہ دونوں جہانوں میں ان کا مقام بلند کرے) کی طرف اس کوتاہی کو منسوب نہ کریں میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ کوتاہی کی نسبت ان کی طرف کروں۔

لہٰذا اکابر علماء نے جو حوالے دیئے ہوں اگر ہمیں تتبع وتلاش کے باوجود نہ ملیں تو بہتر یہی ہے کہ ہم اپنے علم وفہم کے قصور کا اعتراف کرلیں۔ واللہ اعلم

س: فیضان سنت از الیاس قادری میں ناخن تراشنے کا ایک طریقہ لکھا ہے جبکہ غنیۃ الطالبین میں از شیخ جیلانی میں دو اور طریقوں سے ناخن تراشنا مذکور ہے بہتر اور مسنون طریقہ کون سا ہے؟ (ماسٹر محمد اشفاق...... سیالکوٹ)

ج: رسول اللہ ﷺ ہر اچھا کام دائیں جانب سے سرانجام دینا پسند کرتے تھے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي تَنَعُّلِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَطُهُورِهِ وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ (صحیح البخاری کتاب الوضوء باب التیمن فی الوضوء والغسل (۱۶۸) کتاب الطہارۃ باب التیمن فی الطہور وغیرہ (۲۶۸)

رسول اللہ ﷺ کو جوتا پہننا، کنگھی کرنا، وضو کرنا اور ہر بہتر کام کرنا دائیں جانب سے پسند تھا۔ اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر اچھا کام دائیں جانب سے کرنا رسول اللہ ﷺ کو محبوب تھا۔ امام نووی اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں کہ شریعت کا یہ دائمی قاعدہ ہے کہ ہر اچھا کام دائیں جانب سے کیا جائے یہ تکریم وتشریف کے باب سے ہے جیسے کپڑا، پاجامہ، موزہ پہننا، مسجد میں داخل ہونا، مسواک کرنا، سرمہ لگانا، ناخن تراشنا، مونچھیں کاٹنا، بالوں میں کنگھی کرنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، سر منڈانا، نماز میں سلام پھیرنا، طہارت والے اعضاء کو دھونا، بیت الخلاء سے نکلنا، کھانا پینا، مصافحہ کرنا حجر اسود کا استلام کرنا اور دیگر امور جو اس مفہوم کے ہوں اور جو ان امور کی ضد ہوں جیسے بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے نکلنا، ناک صاف کرنا، استنجاء، کپڑے، ازار اور موزے اتارنے اور جو اس کے مشابہہ امور ہوں انہیں بائیں جانب سے شروع کرنا مستحب ہے اور یہ سارا معاملہ دائیں جانب کی تکریم اور بزرگی کی وجہ سے ہے (شرح نووی ۳/ ۱۳۷، ۱۳۸)

بہر کیف صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ناخن تراشتے وقت یہ لحاظ رکھا جائے کہ دائیں جانب سے شروع کریں رہا مختلف کتب میں اس کے مختلف طرق کا ذکر تو ان کی پشت پر کوئی پختہ دلیل نہیں ہے۔

سرمہ ڈالنے کا طریقہ

س: سرمہ ڈالنے کا صحیح اور مسنون طریقہ کون سا ہے اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے؟ (ماسٹر محمد اشفاق سیالکوٹ)

ج: مذکورہ بالا حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر اچھا کام دائیں جانب سے شروع کیا جائے۔ اس لئے انس رضی اللہ عنہ سے مرسلا وموصولاً یہ روایت مروی ہے کہ "ان رسول الله كان يكتحل فی عینه الیمنی ثلاثا وفی الیسریٰ ثلاثا بالاثمد" بے شک رسول اللہ ﷺ اپنی دائیں آنکھ میں تین مرتبہ اور بائیں آنکھ میں بھی تین مرتبہ اثمد سرمہ لگاتے تھے۔

یہ روایت موصولا "کتاب اخلاق النبی ﷺ

وآدابہ" للحافظ ابی محمد عبداللہ بن محمد الاصبہانی المعروف بابی الشیخ ص ۱۷۰) ذکر اکتحالہ عند نومہ ﷺ اور مرسلا طبقات ابن سعد ۱/ ۴۸۴ میں موجود ہے۔

دیکھیں سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۶۳۳) اسی طرح یہ روایت ابوالشیخ نے محمد بن شعیب از یعقوب بن اسحاق الاشکی از محمد بن القاسم الاسدی از محمد بن عبید اللہ از صفوان از انس بیان کی ہے کہ "كان لرسول الله كحل اسود اذا آوى الى فراشه كحل فى هذا العين ثلاثا وفى هذا العين ثلاثا" رسول اللہ کے ہاں سیاہ سرمہ تھا جب اپنے بستر پر جگہ پکڑتے تو دائیں اور بائیں آنکھ میں تین بار سرمہ لگاتے تھے۔ اور انس رضی اللہ عنہ کی روایت مسند بزار (۲۹۸۲ کشف الاستار) میں محمد بن ابی الولید الفحام از الوضاح بن یحییٰ از ابوالاحوص از عاصم از انس مروی ہے کہ "كان رسول الله يكتحل وترا" رسول اللہ طاق بار سرمہ لگاتے تھے امام بزار فرماتے ہیں ہمارے علم کے مطابق اسے عاصم سے ابوالاحوص ہی روایت کرتے ہیں۔ علامہ ہیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں۔ اس میں الوضاح بن یحییٰ راوی ضعیف ہے" (مجمع الزوائد (۸۳۵۵) ۵/ ۱۶۲) اس روایت کے کئی ایک شواہد بھی ہیں لیکن ان کی اسانید ضعف سے خالی نہیں تفصیل کے لئے کتاب اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ ص ۱۶۹، ۱۷۰ مختصر الشمائل المحمدیہ ص ۴۴، ۴۵ مجمع الزوائد ۵/ ۱۶۲ ط جدید ارواء الغلیل ۱/ ۱۱۹ مذکورہ بالا توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے صحیح ثابت ہے کہ نبی ﷺ اپنی آنکھوں میں سرمہ تین تین بار لگاتے تھے اور دیگر حدیث کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیں طرف سے شروع کرنا چاہئے۔

قادیانیوں کی عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے کی دلیل

س: مرزائی (قادیانی) کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا (بخاری) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں کیونکہ نصاریٰ کے نبی تو وہی ہیں جب انہوں نے اپنے نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا تو ثابت ہوا کہ وہ فوت ہوچکے ہیں آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ (ماسٹر محمد اشفاق.....سیالکوٹ)

ج: کئی ایک قرآنی آیات اور احادیث صحیح صریحہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور قرب قیامت ان کا نزول ہوگا اس بات کی دلائل کے ساتھ تفصیل مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کی شہادۃ القرآن اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر ثنائی" میں موجود ہے یہاں پر صرف ایک صحیح حدیث پر اکتفاء کرتا ہوں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے کہتے ہوئے سنا: کانا دجال جو مسیح الضلالۃ ہوگا لوگوں کے اختلاف اور تفرقہ کے وقت مشرق کی جانب سے نکلے گا اور چالیس دنوں میں اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے گا زمین میں پھیل جائے گا۔

اہل ایمان انتہائی شدت میں ہوں گے پھر عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے پھر لوگوں کی امامت کرائیں گے جب رکوع سے سر اٹھائیں گے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہیں گے۔ اللہ مسیح دجال کو ہلاک کرے گا اور مومن غالب ہوجائیں گے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حلف اٹھا کر کہا بیشک ابوالقاسم مصدوق ﷺ نے فرمایا: بے شک یہ بات حق ہے اور قریب ہے اور ہر آنیوالا قریب ہے۔ (مسند بزار (۳۳۹۶) کشف الاستار مجمع الزوائد ۷/ ۳۴۹ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں علی بن المنذر کے سوا اور وہ ثقہ ہیں) اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور قیامت کے قریب ان کا نزول ہوگا اور یہ عقیدہ امت مسلمہ کا متواتر ہے اس کی مزید تفصیل ہمارے بھائی ابوطاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے ایک مضمون "القول الصحیح فیما تواتر فی نزول المسیح" میں موجود ہے۔

سوال میں ذکر کردہ جس حدیث سے قادیانی استدلال کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں اور نصاریٰ نے ان کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا۔ یہ استدلال جہالت پر مبنی اور حقائق سے کوسوں دور ہے۔ سوال میں ذکر کردہ حدیث بخاری شریف میں کتاب الصلوۃ باب نمبر ۵۵ رقم الحدیث ۴۳۵، ۴۳۶ میں موجود ہے۔

اس حدیث میں انبیاء جمع کا صیغہ یہود ونصاریٰ کے مجموعی لحاظ سے ہے انبیاء اور ان کے کبار اتباع مراد ہیں اس بات کی تائید صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المساجد علی القبور...... ۲۳/ ۵۳۲ میں جندب رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ"

خبردار تم سے جو لوگ پہلے ہوگزرے ہیں وہ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے خبردار تم قبروں کو سجدہ نہ بنانا میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں۔

اس صحیح حدیث نے اس بات کی توضیح کردی کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا اور اس پہلی حدیث میں جمع کا لفظ یہود ونصاریٰ کے مجموعی لحاظ سے ہے۔ نصاریٰ میں صالحین بہت گزرے ہیں جن کی قبروں پر وہ سجدہ کیا کرتے تھے اور اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ فی البیعۃ (۴۳۴) اور صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المساجد علی القبور ۱۶/ ۵۲۸ میں مروی ہے کہ ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے ایسے گرجے کا ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا جس میں انہوں نے تصاویر دیکھیں اس کنیسے کا نام ماریہ تھا۔ تو رسول اللہ نے فرمایا:

"أُولَئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ"

یہ ایک قوم ہے جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہوجاتا ہے تو اس کی قبر پر مسجد بنالیتے ہیں اور اس میں یہ تصویریں لگادیتے ہیں یہ بدترین مخلوق ہیں۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ جب نبی ﷺ نے نصاریٰ کا علیحدہ ذکر کیا تو ان کے صالحین کی قبروں کا ذکر کیا اور اس طرح جب یہود کا الگ ذکر کیا تو آپ نے ان کے انبیاء کی قبروں کا ذکر کیا جیسا کہ صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب نمبر ۵۵ رقم الحدیث ۴۳۷ اور صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المساجد علی القبور ۲۰/ ۵۳۰ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ "قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ" اللہ یہود کو ہلاک کرے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ مذکورہ بالا احادیث صحیحہ سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ نبی ﷺ نے جب نصاریٰ کا الگ ذکر کیا تو ان کے صالحین کی قبروں کا بیان کیا اور جب یہود کا الگ تذکرہ ہوا تو ان کے انبیاء کی قبروں کا ذکر آیا لیکن جب دونوں کا اکٹھا ذکر کیا تو جمع کے الفاظ استعمال کئے لہٰذا اس حدیث سے وفات عیسیٰ ﷺ اور ان کی قبر ثابت کرنا بالکل غلط ہے اور کئی ایک نصوص صحیحہ کے خلاف ہے۔

یا پھر اس حدیث میں سے قبروں کو سجدہ گاہ بنانا عام ہے خواہ بدعی طریقے سے ہو یا اتباع کے ساتھ 'یہود نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی بدعت ایجاد کی اور نصاریٰ نے ان کی پیروی کی شاید یہی وجہ ہے کہ یہود مغضوب علیہم اور نصاریٰ ضالین قرار دیے گئے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نصاریٰ نے بہت سارے انبیاء کی قبروں کی اسی طرح تعظیم کی جیسے یہود نے کی ہے ملاحظہ ہو فتح الباری ۱/ ۵۳۳ ارشاد الساری ۲/ ۱۰۸، ۱۰۹)

لہٰذا مذکورہ حدیث سے قادیانی حضرات کا استدلال محض باطل ہے اور ان کے پاس وفات مسیح کی کوئی بھی صحیح صریح

باقی صفحہ 63 پر

دلیل موجود نہیں۔

نماز جنازہ میں ثناء پڑھنا

س۔ کیا کسی صحیح حدیث میں نماز جنازہ کے اندر ثناء پڑھنے کا ذکر آیا ہے؟(قاری ابوحنظلہ صاحب میاں والی)

ج: نماز جنازہ ادا کرتے وقت تکبیر اولیٰ کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ذکر احادیث صحیحہ میں موجود ہے جبکہ ثناء پڑھنے کا ذکر کسی حدیث سے راقم کو نہیں ملا۔ طلحہ بن عبداللہ بن عوف کہتے ہیں" صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَلَ لِيَعْلَمُوا أَنَّهَا سُنَّةٌ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز جنازہ ادا کی توانہوں نے سورۃ الفاتحہ کی قرات کی اور فرمایا: تاکہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الجنائز باب قراۃ فاتحہ الکتاب علی الجنازۃ (۱۳۳۵) ابوداؤد (۳۱۹۸) ترمذی (۱۰۲۷) اسی طرح طلحہ بن عبداللہ بن عوف ہی کی روایت میں ہے کہ

"صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَجَهَرَ حَتّٰى أَسْمَعَنَا فَلَمَّا فَرَغَ أَخَذْتُ بِيَدِهِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ سُنَّةٌ وَحَقٌّ"

میں نے ابن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی انہوں نے سورۃ الفاتحہ اور ایک سورۃ کی قرات کی اور اسے اتنا بلند آواز سے پڑھا کہ ہمیں سنایا جب نماز جنازہ پڑھا کر فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ سنت اور حق ہے۔

(سنن النسائی کتاب الجنائز باب الدعا (۱۹۸۶، ۱۹۸۷) المنتقی لابن الجارود (۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸) الجرح والتعدیل ۳/۵۶۵ مسند ابی یعلی ۵/۶۷ (۲۶۶۱) الاوسط لابن المنذر ۵/۴۳۷ بیہقی ۴/۳۸ کتاب الام للشافعی ۱/۲۷۰ شرح السنۃ ۵/۳۵۳ المحلی لابن حزم ۵/۱۲۹ مسند طیالسی (۲۷۴۱) دار قطنی ۲/۷۲ المستدرک علی الصحیحین للحاکم ۱/۳۵۸)

اسی طرح ابوامامۃ سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ جو انصار کے بڑے لوگوں اور علماء میں سے تھے اور اس صحابی کے بیٹے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک تھے۔

"ان رجلا من اصحاب النبی اخبرہ ان السنۃ فی الصلوۃ علی الجنازۃ ان یکبر الامام ثم یقرأ بفاتحۃ الکتاب سرآفی نفسہ ثم یختم الصلوۃ فی التکبیرات"

صحابہ میں سے ایک آدمی نے انہیں خبر دی کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر کہے پھر آہستہ سورۃ فاتحہ پڑھے پھر نماز کو تین تکبیروں کے اندر ختم کردے۔

(شرح معانی الاثار (۲۷۹۶) امام زہری جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں مجھے ابوامامہ نے جو یہ حدیث بیان کی میں نے اسے محمد بن سوید الفہری سے بیان کیا تو انہوں نے کہا میں نے ضحاک بن قیس کو حبیب بن مسلمہ سے نماز جنازہ کے بارے میں اسی طرح کی حدیث بیان کرتے ہوئے سنا جو تمہیں ابوامامہ نے بیان کی ہے (شرح معانی الاثار (۲۷۹۷) تو اس سند سے یہ روایت موصول بن جاتی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک نیز دیکھیں المستدرک للحاکم ۱/۳۶۰ بیہقی ۴/۴۰ المنتقی لابن الجارود (۵۴۰) عبدالرزاق (۶۴۲۸) فضل الصلوۃ علی النبی لاسماعیل القاضی (۹۴)

ان احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر اولیٰ کے بعد سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورۃ پڑھنا تو ثابت ہے لیکن کسی نے تکبیر اولیٰ کے بعد ثناء کا ذکر نہیں کیا۔ اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے مسائل (۱۵۳) میں ذکر کیا ہے کہ "سمعت احمد سئل عن الرجل یستفتح علی الجنازۃ سبحانک اللھم......قال ماسمعت "(بحوالہ احکام الجنائز ص ۱۵۱)

میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے سنا۔ ان سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جو نماز جنازہ شروع کرتے وقت سبحانک اللھم پڑھتا ہے تو انہوں نے فرمایا میں نے اس کے متعلق (کچھ) نہیں سنا۔

حالت نماز میں پردہ کا حکم

س: جب عورت نماز پڑھ رہی ہو تو کوئی غیر محرم گھر میں داخل ہو جائے تو کیا حالت نماز میں عورت پر پردہ کرنا فرض ہے؟ (محمد عثمان باجوہ بھگت پورہ ضلع سیالکوٹ تحصیل ڈسکہ)

ج: دورانِ نماز ہو یا کوئی اور وقت عورت کو غیر محرم سے پردہ کرنا چاہئے۔ صحابیات جب بیت اللہ کا طواف کر رہی ہوتیں تو وہ چادر کے ساتھ اپنے چہرے کو ڈھانک لیا کرتی تھیں۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "کنا نغطی وجوھنا من الرجال وکنا نمتشط قبل ذلك فی الاحرام "ہم مردوں سے اپنے چہروں کو چھپایا کرتی تھیں اور اس سے پہلے احرام میں کنگھی کر لیا کرتی تھیں۔ (المستدرک للحاکم کتاب المناسک باب تغطیۃ الوجہ للمحرمۃ (۱۷۱۱) صحیح ابن خزیمہ (۲۶۹۰) مؤطا امام مالک کتاب الحج باب باب تخمیر المحرم وجھہ رقم (۱۶) میں فاطمہ بنت المنذر سے روایت ہے کہ کنا نخمر وجوھنا ونحن محرمات ونحن مع اسماء بنت ابی بکر الصدیق "ہم احرام کی حالت میں اپنے چہرے ڈھانکتی تھیں اور ہم اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتی تھیں۔ امام حاکم امام ذہبی نے اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبی مردوں کی موجودگی میں عورت کو اپنا چہرہ ڈھانپ لینا چاہئے۔ شیخ مصطفیٰ العدوی اس مسئلہ میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"القول الثانی: انھا لا تکشف وجھھا بحضرۃ الاجانب فی الصلوۃ لحدیث رسولہ ﷺ المرأۃ عورۃ۔ ھذا القول قوی وھو الذی تمیل الیہ انفسنا وتستحسنہ قلوبنا وھوا بعد للفتنۃ واسلم للدین واحوط للمسلمین وبھذا افتی الشیخ محمد بن صالح العثیمین۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اجنبی لوگوں کی موجودگی میں حالت نماز میں عورت اپنے چہرے کو نہ کھولے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ: عورت چھپانے والی چیز ہے۔ اور یہ قول قوی ہے اور اسی کی طرف ہمارے نفس مائل ہوتے ہیں اور اسے ہی ہمارے دل اچھا سمجھتے ہیں اور یہ فتنے سے انتہائی دور اور دین کے لئے سب سے محفوظ اور مسلمانوں کے لئے سب سے محتاط قول ہے اور شیخ محمد بن صالح العثیمین نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ (الجامع احکام النساء ۱/۳۲۵) پھر اس کے بعد انہوں نے شیخ صالح کا فتویٰ ذکر کیا ہے اور جس حدیث کی طرف شیخ مصطفیٰ العدوی نے اشارہ کیا ہے یہ جامع ترمذی وغیرہ میں منقول ہے۔ اور یہ حدیث نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں کو شامل ہے کہ عورت ایسی چیز ہے کہ اسے اجنبی افراد سے چھپایا جائے۔ لہٰذا غیر محرم فرد اگر اس وقت داخل ہو جب عورت نماز پڑھ رہی ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے چہرے کو چھپالے۔ واللہ اعلم۔

سر پر مہندی لگائی ہو تو سر کا مسح کرنا کیسا ہے؟

س: اگر کسی نے سر کے بالوں کو مہندی لگائی ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو کیا مہندی سمیت سر کا مسح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ (محمد عثمان باجوہ۔ بھگت ڈسکہ پورہ ضلع سیالکوٹ)

ج: مہندی کی صورت میں سر کا مسح جائز و درست ہے اور نماز صحیح ہے۔ کیونکہ اس کے بارے کوئی ایسی حدیث وارد نہیں جس سے معلوم ہوتا ہو کہ مہندی کی وجہ سے مسح نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واکمل

اظہار تعزیت

مدرسہ جامعہ عزیزیہ ساہیوال کے شیخ الحدیث مولانا یحییٰ رسولنگری صاحب اور جماعۃ الدعوۃ سعودی عرب کے مسئول جناب حفیظ اللہ بلوچ کے والد صاحب جناب الحاج نور اللہ صاحب 27 اکتوبر کو قضائے الٰہی سے وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی ساری زندگی درس و تدریس میں گزری نہایت متدین شخصیت کے مالک تھے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ادارہ لواحقین کے دکھ درد میں برابر کا شریک ہے۔ اللھم اغفرلھم وادخلہ الجنۃ الفردوس (ادارہ)

درس قرآن

قسط نمبر 1

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

الکلام المونس فی تفسیر سورۃ یونس

سورۂ یونس کی تشریح وتفسیر

الکلام المونس فی تفسیر سورۃ یونس

سورۃ کا تعارف

سورہ یونس مکی ہے یعنی ہجرت سے قبل نازل ہوئی اور اس کا موضوع بھی مکی سورتوں جیسا ہے یعنی توحید، رسالت آخرت لہذا سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت وعبادت کا بیان ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان تعلق کی بنیاد کا ذکر ہے۔ بندوں کے لئے ان کے رب کے حق کا بیان ہے کہ جب خالق وہ ہے اور رب (ضروریات پوری کرنے والا) صرف وہی ہے اور وہ اسماء کاملہ وصفات تامہ سے متصف ہے اور وہ عرش پر مستوی ہے تو معبود برحق بھی صرف وہی ہے۔ لہذا صرف اور صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے احکام کی اتباع کرو اور اسی کی پیروی کرو اور اسی کی طرف رجوع کرو اللہ کے علاوہ جن کو معبود سمجھا جاتا ہے اور مشکل کشاء جانا جاتا ہے وہ باطل اور بے اصل ہیں۔

اس کے بعد توحید باری تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور قرآن مجید پر مشرکین کی طرف سے وارد کردہ اعتراضات باطلہ اور شکوک فاسدہ کا رد وابطال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کی تسلی وتثبیت کے لئے بعض انبیاء علیہم السلام (سیدنا نوح اور سیدنا موسیٰ وہارون علیہم السلام) کا تذکرہ ہے کہ کس طرح ان کو اپنی اقوام کی طرف سے مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

بالآخر ان کے صبر واستقامت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور ان کے مخالفین کو ناکام ونامراد کیا خاص طور پر دنیا کے سب سے بڑے طاغوت اور اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے باغی ونافرمان فرعون کا کیسا انجام ہوا کہ وہ اپنی ترقی ومہارت اور وسائل واسباب کے باوجود اور اسلحہ کی قوت اور لاؤ لشکر سمیت غوطے کھاتا ہوا ذلت ورسوائی کے ساتھ غرق ہو کر اپنے انجام کو پہنچا چونکہ سورت میں سیدنا یونس علیہ السلام اور ان کی قوم اہل نینوا کا ذکر بھی ہے۔ اسی لئے سورت کا نام سورہ یونس ہے۔ سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو اپنی شریعت کے ساتھ متمسک ہونے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں آنے والی تکالیف پر صبر کی تلقین کی۔

نبی ﷺ کی نبوت ورسالت کا ثبوت اور اللہ کے ہاں اہل ایمان کے مراتب انعامات کی بشارت

الر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ﴿1﴾ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَى رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّ هَذَا لَسَاحِرٌ مُّبِينٌ ﴿2﴾ (الانعام)

ترجمہ: الٓرٰ۔ یہ پُر حکمت کتاب کی آیتیں ہیں۔ کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو ڈرائیے جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنائیے کہ ان کے ربّ کے پاس ان کو پورا مرتبہ ملے گا۔ کافروں نے کہا کہ یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔

تفسیر:

۱۔ الر = سورہ یونس قرآن مجید کی ان انتیس سورتوں میں سے ایک ہے جن کا آغاز علیحدہ علیحدہ پڑھے جانے والے حروف سے ہوتا ہے۔

ان میں سے بعض سورتوں کا آغاز ایک حرف جیسے ص' ن' ق۔

اور بعض کا دو حروف جیسے حم

اور بعض کا تین حروف جیسے الم

اور بعض کا چار حروف جیسے المر

اور بعض کا پانچ حروف جیسے کھیعص اور حم عسق سے ہوتا ہے۔

انہیں حروف مقطعات (علیحدہ علیحدہ حروف) کہا جاتا ہے ان کے معانی کے بارے میں کوئی مستند روایت نہیں اور یہ آیات متشابہات میں سے ہیں جن کا مفہوم صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ لہذا سکوت بہتر ہے۔ ان سورتوں میں پہلی البقرہ اور آخری القلم ہے۔ ان حروف مقطعات کے معانی سے قطع نظر ان کے ساتھ سورتوں کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ اسی وجہ سے بعض علماء' مفسرین جیسے امام ابن تیمیہ' امام ابوالحجاج مزی' امام ابن کثیر رحمہم اللہ وغیرہ نے سورتوں کے شروع میں ان حروف مقطعات کا یہ فائدہ بیان کیا ہے کہ ان کے ذریعہ قرآن کے معجزہ ہونے کا بیان ہے اور ان میں قرآن کے منکرین ومخالفین کو چیلنج دیا گیا ہے کہ بقول تمہارے اگر یہ قرآن جو محمد ﷺ پیش کرتے ہیں اللہ کا کلام نہیں اور محمد ﷺ خود بنا لیتے ہیں تو پھر "یہ گھوڑا اور یہ گھوڑے کا میدان" کی طرح یہ حروف سورتوں کے شروع میں موجود ہیں اور آگے پیش ہونے والا کلام انہیں حروف سے بنا ہوا ہے اگر کوئی انسان ایسا کلام بنا سکتا ہے تو تم بھی بناؤ اور اگر تم فصحاء وبلغاء اور قادر الکلام ہونے کے باوجود اور کلام کے نشیب وفراز جاننے کے باوجود اس قرآن کی سورتوں میں سے کسی ایک چھوٹی سی سورت کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے تو اچھی طرح سمجھ لو اور جان لو کہ اکیلا محمد ﷺ اور وہ بھی اُمّی یہ سارا قرآن کیسے بنا سکتا ہے۔ لہذا یہ اللہ کا سچا کلام ہے۔ اس میں مخلوق کا کسی قسم کا کوئی دخل نہیں۔

اسی لئے حروف مقطعات کے بعد قرآن مجید کا ذکر ہوتا ہے۔ جیسے ۔الم ذلك الكتاب' يس والقرآن الحكيم' ص والقرآن ذی الذكر. ق والقرآن المجيد وغیرہ

بعض علماء نے اس کا یہ فائدہ بیان کیا ہے کہ جب مشرکین مکہ لوگوں کو قرآن سننے سے روکتے تھے اور ان کو محمد ﷺ سے دور رکھنے کی کوشش کرتے کہ کہیں قرآن سن کر متاثر نہ ہو جائیں تو قرآن کی سورتوں کے شروع میں ان حروف مقطعات کے ذریعہ لوگوں کو قریب کیا گیا کیونکہ جب وہ قرآن کا یہ نیا اور انوکھا انداز' الف' لام' م' را۔ وغیرہ سنیں گے جو انہوں نے کبھی نہیں سنا تھا تو ضرور بالضرور متوجہ ہوں گے کہ یہ کیسا کلام ہے؟ جب متوجہ ہوں گے تو مقطعات کے بعد پیش ہونے والا کلام بھی سن لیں گے اور اگر اللہ نے چاہا تو اس سے متاثر بھی ہوں گے۔ واللہ اعلم

سورت کے حروف مقطعات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس سورت میں بیان کردہ عظمت ورفعت والی اور شان ومقام والی آیات اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن حکیم کی ہیں۔ معاذ اللہ محمد ﷺ نے اپنی طرف سے بنا کر اللہ کے ذمہ نہیں لگا دیں۔

جیسا کہ مشرکین مکہ وغیرہ کا خیال تھا اور یہ آیات حکیم ہیں یعنی الفاظ ونظم کے لحاظ سے ٹھوس اور مضبوط ہیں ان میں کسی قسم کا خلل ونقص اور جھول نہیں' مناسب اور بر موقع الفاظ بہترین اور بے مثال ترکیب وتالیف کے ساتھ مستعمل ہیں۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ (۱۔ هود)

ترجمہ: یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک حکیم باخبر کی طرف سے"

یہ آیات الفاظ ونظم کے لحاظ سے فصیح وبلیغ ہونے کے ساتھ ساتھ معانی اور مفہوم کے اعتبار سے بھی پر حکمت اور ایمانی حقائق اور شرعی اوامر ونواہی پر مشتمل ہیں اور ان آیات کے مضامین واضح اور صاف صاف بیان کئے گئے ہیں اور یہ آیات حلال وحرام اور حدود واحکام میں محکم (مضبوط) ہیں۔

اور حکیم بمعنی حاکم بھی ہے یعنی لوگوں کے اختلافات وتنازعات میں یہ کتاب حاکم (فیصلہ کرنے والی) ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ (البقرہ: ۲۱۲)

ترجمہ: اور ان (انبیاء) کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں تاکہ لوگوں کے ہر اختلافی امر کا فیصلہ ہو جائے"۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کے مخالفین ومنکرین کی مخالفت کسی دلیل وسند کی بجائے محض عناد وہٹ دھرمی پر مبنی تھی اسی لئے وہ رسول اللہ ﷺ اور قرآن کے متعلق طرح طرح کے اعتراضات وشبہات پیش کرتے رہتے تھے' ان اعتراضات وشبہات میں سے ایک اعتراض وشبہ جو تقریباً تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کی مخالف اقوام نے پیش کیا اور اہل مکہ نے بھی اسی کو دہرایا کہ انسان' بشر رسول نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون بیان کیا ہے کہ ہم رسول صرف انسان' مرد بھیجتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"تجھ سے پہلے بھی جتنے پیغمبر ہم نے بھیجے سبھی مرد تھے جن کی طرف ہم وحی اتارتے تھے پس تم اہل کتاب سے پوچھ لو اگر خود تم میں علم نہ ہو۔ (الانبیاء۔ ۷)

جب اللہ تعالیٰ کا قانون اور سنت یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے انسانوں میں سے مرد ہی نبی ورسول بھیجتا ہے کیونکہ انسانوں کی صحیح رہنمائی ان کے ہم جنس ہی کر سکتے ہیں اور اللہ کی سنت تبدیل نہیں ہوتی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔ (الاحزاب۔ ۶۲)

"اور تو اللہ کے دستور میں ہرگز ردوبدل نہ پائے گا"

تو اس پر اعتراض بے معنی اور بے فائدہ ہے

اور پھر اگر انسانوں کی طرف غیر انسان (فرشتہ یا جن) نبی ورسول ہوتا تو وہ ان کی صحیح رہنمائی نہ کر سکتا تو اس طرح رسالت کا اصل مقصد فوت ہو جاتا اس لئے کہ انسان اس سے مانوس ہونے کی بجائے اس سے وحشت واجنبیت محسوس کرتے اور پھر یہ بھی کہ اگر فرشتہ وجن' نبی ورسول بن کر آتا تو انسانی شکل وصورت میں ہوتا جس کو ان کے لئے دیکھنا بھی ممکن ہوتا تو پھر وہی اعتراض آتا کہ یہ تو ہماری طرح کا ہی انسان ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اور اگر ہم اس (رسول) کو فرشتہ تجویز کرتے تو ہم اس کو مرد ہی بناتے اور ہمارے اس فعل سے پھر ان پر وہی اشکال ہوتا جو اشکال اب ظاہر کر رہے ہیں۔ (الانعام۔ ۹)

باوجود اس مذکورہ حقیقت کے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام پر ان کی اقوام کا پہلا اور بڑا اعتراض یہی تھا کہ یہ انسان ہیں لہذا یہ رسول نہیں ہو سکتے۔

دیکھیں = ۶۳۔ اعراف (قصہ نوح) ۶۹ ۔ اعراف (قصہ ہود) المومنون ۴۷ (قصہ موسیٰ وہارون) 'براہیم۔ ۱۰ 'یٰسین۔ ۱۵۔ التغابن۔ ۶)

جو اعتراض تمام اقوام کا تھا وہی اعتراض رسول اللہ ﷺ کے مخالفین اہل مکہ وغیرہ کا تھا' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے استفہام انکاری (جس میں توبیخ وڈانٹ ڈپٹ شامل ہے) کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا یہ بھی کوئی تعجب کی بات ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیجی کہ تمام لوگوں کو اللہ کے عذاب جہنم سے ڈراؤ اور اہل ایمان کو خوشخبری سناؤ کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس عظیم مرتبہ اور اچھا اجر اور اعمال صالحہ ہیں تعجب تو تب ہوتا جب انسانوں کی طرف غیر انسان رسول ہوتا یا اہل عرب کی طرف غیر عرب رسول ہوتا جب انسانوں کی

باقی صفحہ 39 پر

رمضان کے تقاضے اور روزوں کے مسائل

ماہِ رمضان جو ہر سال اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت کی یاد دلانے کے لئے جلوہ گر ہوتا ہے۔ اس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے اس انداز میں بیان فرمائی کہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن

ابوسعد احسان الحق شہباز

اتارا گیا جو لوگوں کے لئے ایک مکمل ہدایت ہے۔ ہدایت کے واضح دلائل اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔

رمضان کے فضائل احادیث کی روشنی میں:

ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ (بخاری)

"جب رمضان آجاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیریں ڈال دی جاتی ہیں۔

سیدنا ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَعَرَفَ حُدُودَهُ وَتَحَفَّظَ مِمَّا كَانَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَتَحَفَّظَ فِيهِ كَفَّرَ مَا كَانَ قَبْلَهُ

"جس نے رمضان کے روزے رکھے اس کی حدود کو سمجھا اور جن چیزوں سے احتیاط و حفاظت کرنا چاہئے تھی کی تو گذشتہ زندگی کے سارے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔" (احمد، بیہقی)

تین مقاصد روزہ:

قرآن مجید نے روزے کا مقصد لعلکم تتقون، وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ کے الفاظ بیان کرکے ذکر کردیا۔ یعنی تقویٰ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آنے کی بنیاد پر اس کی بڑائی بیان کرنا اور اس کا شکر کرنا۔ مزید برآں "وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ" نے یہ بھی بتایا کہ اللہ کو اپنا ہمدرد، رحمت کنندہ سمجھ کر اسی سے محبت کرتے ہوئے اس کے ساتھ مخلص ہوجانا اس کی عبادت کرنا اسے پکارنا پختہ ایمان رکھنا تاکہ رشد و ہدایت میں ثبات و قوت ہو یہ مقاصدِ روزہ میں شامل ہیں۔

روزہ ڈھال ہے

تقویٰ کا لغوی معنی بھی بچاؤ ہی ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ

"روزہ ڈھال ہے" یعنی گناہوں اور اللہ کی نافرمانیوں سے محفوظ رہنے کے لئے ایک ڈھال ہے۔

اور اللہ کا دین قائم کرنے کے لئے ساری دنیا ہے اور اللہ کے لئے سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ اسی قوت سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ کے حکم کا احترام، شریعت کی پابندی اسی جذبہ و قوت سے ملتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ رمضان اور جہاد اکٹھے ایک وقت میں ہی فرض ہوئے۔

ہدایت میں پختگی:

ترمذی کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا "استحیو امن اللہ حق الحیاء" اللہ سے اس طرح حیا کرو جس طرح حیا کرنے کا حق ہے۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا الحمد للہ ہم تو اللہ سے حیا کرتے ہیں۔ جس طرح اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اللہ سے اس طرح حیا کرنا چاہتا ہے جس طرح حیا کرنے کا حق ہے تو اسے چاہئے کہ دماغ اور اس میں آنے والے خیالات و احساسات کو بھی صحیح رکھے اور پیٹ اور اس میں جمع ہونے والی غذا و خوراک کو بھی صحیح رکھے۔ یعنی اللہ کی نافرمانی والا خیال بھی نہ لائے اور حقوق العباد کو بھی غصب نہ کرے۔ یہ اللہ سے حیا کرنے کا اصل حق ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ حیا ایمان سے ہے۔ اب دوسری طرف روزہ ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو خیالات و خواہشات سے پاک کرے۔ جو اسے اللہ کی نافرمانی پر ابھارتی ہیں۔ یہ ان سے بچاؤ کے لئے ایک ڈھال ہے۔ اس طرح ایمان اور روزے کا تعلق بھی واضح ہوگیا کہ روزہ ایمان کو جلا دینے والا، ایمان بڑھانے والا عمل ہے اور ایمان کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو ختم کرنے کے لئے ڈھال ہے۔

شفاعت اور روزہ:

عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا

الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ الصِّيَامُ أَيْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ قَالَ فَيُشَفَّعَانِ

"روزہ اور قرآن قیامت والے دن انسان کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا اے میرے رب میں نے اس دن بھر کھانے پینے اور شہوات سے منع رکھا اور قرآن کہے گا اے میرے رب میں نے اسے راتوں کو نیند سے منع رکھا تو دونوں کی شفاعت قبول کرلی جائے گی۔"

روزے دار کے منہ کی مہک:

سیدنا ابوہریرہؓ کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی مذکور ہے کہ

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ (بخاری، مسلم، احمد)

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے روزے دار کے منہ کی مہک اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔"

نوٹ: منہ کی مہک سے مراد دانتوں کے میل کچیل کی بو نہیں بلکہ روزے کی وجہ سے بھوک اور پیاس والی اور کسی بھی قسم کے ذائقے سے خالی معدے اور آنتوں کی طرف سے آنے والی مہک ہے اور یہ قیامت والے دن ہوگا اور جس کے منہ کی مہک رب ذوالجلال کو اتنی عزیز ہے وہ خود کتنا معتبر ہوگا۔

روزے دار کے لئے دو خوشیاں:

سیدنا ابوہریرہؓ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ (بخاری ،مسلم ، احمد ، ابوداؤد)

روزے دار کو دوخوشیاں ملتی ہیں ایک افطاری کے وقت اور دوسری رب سے ملاقات کے وقت ہوگی۔

احکامِ روزہ:

نیت:

نیت کے بارے میں یہ جان لیناچاہئے کہ نیت اللہ کی رضا حاصل کرنے اوراس کے حکم پر عمل کرنے کے لئے دل کے پختہ ارادہ کو کہا جاتاہے۔ زبان کے ساتھ اس کے الفاظ کی ادائیگی کو کہا جاتا ہے۔ یہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے یہ بدعت ہے۔ عبادت عربی زبان میں اور نیت کسی دوسری زبان میں، یہیں غور کرلیاجائے تواس کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

وقتِ نیت:

فرضی روزہ کے لئے فجر سے پہلے پہلے اس کاارادہ کرلینا چاہئے کیونکہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ

(احمد، اصحاب السنن، صحیح ابن خزیمہ ، ابن حبان)

جس نے فجر سے پہلے روزے کی پختہ نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں ہوگا۔

نوٹ: یہ فرض روزے کے لئے ہے، نفلی روزے کے لئے اگر کچھ نہ کھایا پیا ہو تودن میں بھی نیت کی جاسکتی ہے۔ جیساکہ صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ میرے پاس آئے تو فرمایا "هَلْ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ" "کیا تمہارے ہاں کچھ کھانے کے لئے ہے؟ ہم نے کہا نہیں تو فرمایا "إِنِّي صَائِمٌ" "پھر میں روزے والا ہوں۔

سحری: ابتداءِ روزہ:

نصف شب سے لے کر طلوع فجر تک اس کا وقت ہے۔ مگر آخری وقت زیادہ پسندیدہ ہے۔ سیدنا زید بن ثابت ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے (راوی کہتا ہے) میں نے کہا سحری کھانے اور نماز میں کتنا وقفہ تھا تو کہا جتنی دیر میں پچاس آیات پڑھی جاسکتی ہیں۔ (بخاری ومسلم)

سیدنا عمرو بن میمون ؓ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب محمد ﷺ افطاری میں سب لوگوں سے جلدی افطار کرنے والے اور سحری کھانے میں سب سے زیادہ دیر تک کھانے والے تھے۔ (بیہقی)

سیدنا مقدام بن معدیکرب ؓ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِهٰذَا السُّحُورِ فَانه الْغِذَاءُ الْمُبَارَكُ

سحری لازماً کھایا کرو۔ اس لئے کہ یہ مبارک (برکت والی) غذا ہے۔

انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حکماً فرمایا:

تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَةً

سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہوتی ہے۔ ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں سحری ایک برکت ہے اسے نہ چھوڑو اگر کسی کے پاس صرف پانی کا ایک گھونٹ ہی ہو تو وہ ایک گھونٹ ہی پی لے کیونکہ اللہ تعالیٰ سحری کھانے والوں پر رحمت فرماتے ہیں اور اس کے فرشتے رحمتوں کی دعائیں کرتے ہیں۔ (مسند احمد)

سحری کی اذان:

سحری کے لئے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں باقاعدہ اذان کہی جاتی تھی اور سیدنا بلال ؓ یہ اذان کہا کرتے تھے۔ حدیث میں اس کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔ لِيُوقِظَ نَائِمَكُمْ وَلِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ تو تہجد پڑھنے والے چھوڑ کر چلے جائیں اور کھانا کھائیں اور سونے والے اٹھ جائیں۔ تھوڑی دیر بعد دوسری اذان فجر کے لئے سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم ؓ کہا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "بلال کی اذان سن کر کھانا نہ چھوڑو یہ رات کے اندر ہوتی ہے"۔ لہٰذا کھانا پینا جاری رکھو اور جب عبداللہ بن ام مکتوم ؓ اذان کہیں تو پھر رک جاؤ۔ وہ فجر طلوع ہوتے وقت کہی جاتی ہے۔

مسئلہ: آج کل لوگ فجر کے وقت دو اذانیں کہتے ہیں۔ مگر پہلی اذان بہت پہلے کہہ دی جاتی ہے اور عموماً اسے تہجد کی اذان کہا جاتا ہے یہ طریقہ حدیث سے ثابت نہیں۔ حدیث میں تہجد چھڑوانے اور سحری کھلانے کے لئے اذان ہے۔ تہجد پڑھانے کیلئے نہیں۔

مسئلہ: آج کل سحری کے وقت اسپیکروں پر جو اعلانات ہوتے رہتے ہیں۔ یہ بھی مستحسن نہیں۔ حدیث میں جو طریقہ موجود ہے وہ برکت والا ہے اور اسے ہی اختیار کرنا چاہئے اور وہ اذان سحری ہے۔ اذان فجر سے آدھا گھنٹہ پہلے سحری کی اذان ہو اور اس میں الصلوٰۃ خیر من النوم نہ کہا جائے۔ یہی اعلان کافی ہے اور آدھا گھنٹہ بعد اذان فجر ہو۔ آدھا گھنٹہ بھی اس لئے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے دور میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں دونوں اذانوں میں کوئی لمبا فاصلہ نہیں ہوتا تھا۔ بس اتنا ہی کہ ادھر یہ اذان کہہ کر نیچے اترے، ادھر وہ اذان کے لئے تیاری کرنے لگے ...... اور یہ سائرن کی آواز تو یہودیوں کی مشابہت ہے اس سے قطعی بچنا چاہئے۔

مسئلہ: کسی آدمی کو دیر ہوجائے اور کھانے کے دوران اذان فجر شروع ہوجائے تو وہ آرام سے کھانا مکمل کرے تاہم اسے عادت نہ بنائے۔

سحری کھاتے وقت کی کوئی الگ دعائیں نہیں۔ جس طرح عموماً کھانا کھایا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ کھانا ہے اسے برکت و اہمیت صرف روزے اور اس امت پر اللہ کے خصوصی انعام کی بدولت حاصل ہے۔ بسم اللہ پڑھ کر کھایا جائے اور کھانے کے بعد کی دعائیں بعد میں پڑھی جائیں۔ نیز یہ دعا "بصوم غد نویت من شهر رمضان" جو اکثر کیلنڈروں پر لکھ دی جاتی ہے بھی ثابت نہیں بلکہ یہ بدعت ہے۔

اگر کوئی شخص سحری کے وقت ایسی حالت میں ہو کہ اس پر غسل فرض ہے ادھر وقت بھی کم ہو تو وہ پہلے وضو کر کے سحری کھائے اور بعد میں نہالے جائز ہے۔

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ (بخاری)

روزہ صرف کھانے اور پینے سے ہی رک جانے کا نام نہیں بلکہ روزہ تو لغو اور خواہش پرستی سے پاکیزگی کا نام ہے (یہاں تک کہ) اگر کوئی (نامعقول) تجھے برا بھلا کہنا شروع کردے یا تجھے مذاق وغیرہ کرنے لگے تو تو جواب میں صرف یہ کہے کہ میں روزے سے ہوں۔ (یعنی خود یہ کام کرنا تو کجا کسی کے جواب میں بھی نہ کرے)

ابوہریرہ ؓ راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ (بخاری، نسائی، احمد)

جو شخص جھوٹ بات اور جھوٹ پر عمل (جھوٹے کام) نہیں چھوڑتا تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔

ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا

رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ

بہت سے روزے دار ایسے ہوں گے جن کو روزے کے عوض صرف بھوک ملے گی اور بہت سے قیام کرنے والے ایسے ہوں گے جنہیں قیام کا بدلہ صرف نیند سے محرومی ہی کی شکل میں ملے گا۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے دار کو جس طرح حالت روزہ میں کھانے اور پینے سے منع کیا گیا اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ تاکید کے ساتھ فحش گوئی، فضول باتیں، شور شرابہ، جھوٹ اور جھوٹی حرکتیں مثلاً نقلیں اتارنا، مسخریاں کرنا، فضول اور بے کار کھیلیں، بے حیائی والے پروگرام ٹیلی ویژن، وی سی آر، گانے بجانے، موسیقی جھوٹی کہانیاں، رسالے، ڈائجسٹ پڑھنا وغیرہ۔ نافرمانی والے سب امور سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ وقار، متانت، سنجیدگی، شرافت کے اعلیٰ معیار پر فائز ہو اور صحیح معنوں میں تقویٰ کے اہل بن جائے اور اللہ کے ذکر، تلاوت قرآن، اعمال صالحہ کا شوق پیدا کرے۔ زبان کی حفاظت کرے۔

افطاری:

سیدنا سہل بن سعد ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ

"جب تک لوگ جلد افطاری کرتے رہیں گے وہ خیر کے ساتھ

رہیں گے۔" (بخاری ومسلم)

افطاری کے وقت یہ دعا پڑھیں:

عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ افطاری کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔

"ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ" (ابوداؤد)

پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہوگئیں اور اجر ان شاءاللہ ثابت ہوگیا۔

"اللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ"

اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے لئے افطار کیا۔

افطاری کروانے کی فضیلت:

زید بن خالدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ

جس نے کسی روزے دار کی افطاری کروائی یا کسی مجاہد کو تیار کیا تو اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔ (بیہقی، شرح السنہ)

حالتِ روزہ میں جن امور سے نقصان نہیں ہوتا:

i۔ غسل کرنا، ii۔ سرمہ لگانا

iii۔ بیوی کو بوسہ دینا، جو آدمی اپنے اوپر مکمل کنٹرول رکھتا ہو اس کے لئے درست ہے، دوسرے کے لئے نہیں۔

iv۔ خون نکلوانا، اگر کمزوری کا خطرہ ہو تو پھر نہیں

v۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا، لیکن مبالغہ نہ کرے

vi۔ کوئی چیز سونگھنا، خوشبو لگانا، vii۔ کسی چیز کا ذائقہ چکھنا

viii۔ مسواک کرنا، ix۔ بھول کر کھا پی لینا، x۔ تیل لگانا

xi۔ کنگھی کرنا

روزہ توڑنے والے امور:

i۔ کھانا پینا (قصداً)، ii۔ قصداً قے کرنا، iii۔ مشت زنی، iv۔ حیض ونفاس آجانا، v۔ دن میں جماع کرنا

بوڑھے دائمی مریض اور وہ لوگ جو روزہ رکھنے کے قابل نہیں یا سخت محنت ومشقت کرنے والے لوگ۔ ایسے لوگوں کو شریعت نے فدیہ کی ادائیگی کا حکم دے کر روزہ رکھنے سے رخصت دے دی ہے۔

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ

کے تحت ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔

ابن عباسؓ کا یہی موقف ہے کہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت حاملہ، مرضعہ وغیرہ کے لئے رخصت ہے۔ (بخاری، دارقطنی، حاکم، بزار)

قضا کے لئے تعیین کا مسئلہ:

قضا کے لئے شریعت نے پابند تو نہیں کیا کہ جلدی کی جائے۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم سے جو روزے رمضان میں رہ جاتے تو اگلے سال رمضان سے پہلے مہینے شعبان میں ہم ان کی قضا دیتی تھیں۔ (بخاری وغیرہ) تاہم حدیث میں قضا کو اللہ کا قرض قرار دیا گیا ہے اور قرض کو جتنا جلدی اتار دیا جائے اتنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ جو نذر کے روزے نہ رکھے یا قضا نہ دے سکا ہو اور فوت ہو جائے تو

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ

جو آدمی فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ (بخاری، کتاب الصوم)

اسی طرح بخاری میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں فوت ہو گئی اور اس کے ذمے ایک مہینے کے روزے تھے تو کیا میں قضا دوں؟ فرمایا ہاں یہ اللہ کا قرض ہے اور اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

نوٹ: معمولی وجہ سے خود روزے نہ رکھنا اور کسی کو رکھوا دینا یعنی فدیہ دینا یا کسی سے نیابتاً رکھوانا درست نہیں ہے۔ شریعت کی دی ہوئی رخصت کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس سے ناجائز فائدہ اٹھائیں اور ایک فریضے سے اپنی جان بچالیں۔ یاد رہے روزہ ایک بہت بڑا فریضہ ہے۔ اسے اللہ نے یہ اعزاز دیا ہے کہ اسے اپنا عمل قرار دیا۔ کہ یہ میرا عمل ہے اور اس کی میں ہی جزا دوں گا۔ ایمانی جذبہ اور اللہ کی محبت کے خلاف ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے جان چھڑانے کے بہانے ڈھونڈے جائیں۔ آدمی سال بھر میں کسی بھی وقت روزہ رکھ سکتا ہو تو وہ خود رکھ کر قضا دے اور یہ بلند مرتبہ اعزاز حاصل کرے اور اگر وہ بالکل ہی معذور ہو تو پھر کسی کو فدیہ دے دے۔

سفر اور روزہ:

"فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ"

اور جو بیمار ہو یا مسافر ہو وہ دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرلے۔

سفر کی وجہ سے شریعت نے روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی ہے اور اس کے لئے معیار وہی سفر ہے جو نماز کے قصر کے لئے ہے۔ لیکن بعد میں قضا دے کر مہینہ رمضان کی گنتی پوری کرے گا۔

i۔ اگر روزہ رکھ لیا دن میں سفر کرنا پڑ جائے تو افطار کرسکتا ہے۔

عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں مکہ کی طرف چلے روزہ رکھا ہوا تھا جب کدید نامی جگہ پر پہنچے تو روزہ کھول دیا۔ (بخاری جلد ا کتاب الصوم)

ii۔ سفر میں روزہ رکھنا چاہئے تو رکھ بھی سکتا ہے۔ جیسا کہ ابن عباسؓ کی ہی روایت ہے کہ "قَدْ صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ" رسول اللہ ﷺ نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی ہے اور افطار بھی کیا ہے۔ (بخاری جلد نمبر ا کتاب الصوم)

مریض اور روزہ:

مریض کو بھی شریعت نے رخصت دی ہے۔ جیسا کہ قرآن کی مندرجہ بالا آیت سے ظاہر ہے۔

تندرست آدمی روزے سے ہو اور اچانک اس پہ مرض طاری ہو جائے تو افطار کرسکتا ہے جیسا کہ سفر کی وجہ سے ہے۔

روزہ اور خواتین کے ایام مخصوصہ:

حالت حیض میں نماز اور روزہ دونوں کی ممانعت ہے۔ نماز کی تو قضا نہیں لیکن روزے کی قضا ہے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ

كُنَّا نَحِيضُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَأْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا يَأْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہمیں حیض آتا تو بعد میں روزے کی قضاء کا حکم ہوتا نماز کی قضاء کا نہیں۔ (بخاری ومسلم)

نفاس والی عورتوں کا معاملہ بھی حیض والی عورتوں کی طرح ہے۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں اور روزہ:

مرضعہ "دودھ پلانے والی عورت" اور حاملہ انہیں اگر خطرہ ہو کہ روزے رکھے تو ہمیں کمزوری ہوگی اور بچے کا بھی نقصان ہوگا تو روزہ چھوڑ سکتی ہیں پھر اگر یہ سال کے اندر اندر قضا دے سکتی ہوں تو قضا دے لیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو فدیہ دے دیں۔ حدیث میں ہے

إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَشَطْرَ الصَّلٰوةِ وَعَنِ الْحُبْلَى وَالْمُرْضِعِ الصوم

اللہ تعالیٰ نے مسافر کو روزہ اور آدھی نماز کی رخصت دی اور حاملہ اور دودھ پلانے والی سے روزہ معاف کر دیا۔

رمضان کے آخری عشرہ کے فضائل:

i۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

كَانَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ أَحْيَا اللَّيْلَ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ (بخاری مسلم)

جب آخری عشرہ آجاتا تو نبی ﷺ رات جاگتے اور عبادت کرتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے اور تہبند باندھ لیتے یعنی بیویوں کے پاس نہ جاتے۔

ii۔ كَانَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ (مسلم) آپ ﷺ آخری دس راتوں میں اس قدر عبادت کرتے کہ اتنی دوسری راتوں میں نہیں کرتے تھے۔

تلاوت قرآن، سخاوت اور رمضان:

عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور سب سے بڑھ کر آپ ﷺ رمضان میں سخاوت کرتے۔ جب جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے اور جبریل علیہ السلام رمضان میں ہر رات آپ ﷺ سے ملتے اور آپ ﷺ سے قرآن کا دور کرتے اور آپ ﷺ تیز آندھی سے بھی بڑھ کر سخاوت کرتے تھے۔

تلاوت قرآن خصوصاً رمضان میں کیونکہ اس میں قرآن نازل کیا گیا اور نبی اکرم ﷺ جبریل علیہ السلام سے قرآن سنتے سناتے۔ اس کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔ ماہ مبارک میں مجاہدین کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے۔ سخاوت اور اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرنا جس طرح تیز ہوا ہر جگہ پہنچتی ہے' اس طرح آپ ﷺ کی سخاوت ہر شخص تک پہنچا کرتی تھی۔ ہمیں بھی چاہئے کہ اس مہینہ میں مال خرچ کرنے کا خاص اہتمام کریں۔ ہر مرد' عورت' جوان' بوڑھا اور بچہ اپنی ہمت کے مطابق مال خرچ کرے اور سخاوت کرے اپنے دل سے مال کی محبت نکال کر اللہ کی محبت اور ایمان کی محبت کا ثبوت دے۔

قیام اللیل یا صلاۃ تراویح:

سیدنا ابو ہریرہ ؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (بخاری)

جس نے رمضان میں راتوں کو قیام کیا' اپنے ایمان کو پختہ کرنے اور اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے تو اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔

سیدنا جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ

انہ ﷺ صلی ثمانی رکعات والوتر ثم انتظروہ فی القابلہ فلم یخرج الیھم (ابن خزیمہ' ابن حبان' فقہ السنہ)

کہ آپ ﷺ نے انہیں آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے پھر آئندہ رات لوگوں نے آپ ﷺ کا انتظار کیا مگر آپ ﷺ نہیں آئے۔

ابو سلمۃ بن عبد اللہ ؓ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کتنی نماز پڑھا کرتے تھے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا "مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً" کہ رسول اللہ ﷺ رمضان ہو تا یا رمضان کے علاوہ دوسرے دن ہوتے گیارہ رکعات سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ (بخاری)

وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ذکوان قرآن کے اوپر سے دیکھ کر ان کی امامت کروایا کرتے تھے۔ (بخاری جلد ۱' باب امامۃ العبد والمولیٰ)

نوٹ نمبر ۱: اگر کسی کو زبانی قرآن یاد نہ ہو تو وہ قرآن کے اوپر سے دیکھ کر نماز پڑھ بھی سکتا ہے اور پڑھا بھی سکتا ہے۔ لہٰذا کسی کو خصوصاً رمضان میں قیام کی سعادتوں سے محروم نہ رہنا چاہئے۔

نوٹ نمبر ۲: قیام اللیل کو تراویح کہنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ یہ لفظ بعد میں بنایا گیا ہے۔ لہٰذا اسے صحیح اور اصلی نبوی نام تہجد' قیام اللیل یا قیام رمضان کہنا چاہئے۔

فضائل لیلۃ القدر:

لیلۃ القدر وہ مبارک رات ہے جسے رمضان میں بھی ایک اعلیٰ فضیلت حاصل ہے کیونکہ یہ وہ مخصوص رات ہے جب نزول قرآن کی ابتدا ہوئی تھی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس رات کے متعلق ایک خصوصی سورت نازل فرمائی اور بیان کیا ہے کہ یہ رات ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے۔

i۔ سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (بخاری)

جس نے لیلۃ القدر کو اپنے ایمان کی تجدید و پختگی کرتے ہوئے اور اللہ کی رضا کے لئے قیام کیا اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔ (بخاری)

iii۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُولُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ رمضان کی آخری دس راتیں اعتکاف کیا کرتے تھے اور فرماتے لیلۃ القدر کو آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔

iv۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے پوچھا اللہ کے رسول ﷺ اگر مجھے پتہ چل جائے کہ لیلۃ القدر فلاں رات ہے تو میں کیا دعا کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا"

قُولِي اللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي

اے اللہ تو عفو (معاف کرنے والا) ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔ تو مجھے معاف کر دے۔ (احمد' ابن ماجہ' ترمذی)

نوٹ: لوگوں نے شب برأت کے نام سے رمضان سے پہلے مہینے شعبان میں ایک رات بنائی ہوئی ہے جس میں عبادت بھی کرتے ہیں اور جس کے بارے یہ سمجھتے ہیں کہ اس رات مرنے والے' پیدا ہونے والے اور دیگر معاملے تقسیم کئے جاتے ہیں۔

یاد رہے قرآن مجید سورۃ الدخان کی ابتداء میں ان امور کی تقسیم اس رات بیان کی ہے۔ جس میں قرآن اتارا گیا ہے۔ فرمایا حم۔ کتاب مبین کی قسم ہم نے اسے ایک برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔ اس رات میں تمام محکم امور کی تقسیم کی جاتی ہے (الدخان)

یہ برکت والی رات جس میں قرآن اتارا گیا۔ شب برات نہیں بلکہ قرآن نے ہی دوسرے مقام پر فرمایا لیلۃ القدر ہے جیسے کہ سورۃ القدر سے واضح ہے۔

اس لئے ہماری عبادات قرآن وحدیث کے مطابق ہونی چاہئیں اور لیلۃ القدر میں عبادت کیلئے خصوصاً جدوجہد کرنا چاہئے۔ جو ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی کوئی ایک طاق رات ہو سکتی ہے۔

اعتکاف دس دن:

عبد اللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ

رسول اللہ ﷺ آخری دس راتیں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ رمضان کی آخری دس راتیں اعتکاف بیٹھتے تھے۔ حتی کہ اللہ نے انہیں فوت کر دیا پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔ (بخاری)

اعتکاف میں غلط امور:

بلاوجہ باہر گھومنا' اعتکاف بیٹھنے والوں کا آپس میں اکٹھے بیٹھنا۔ افطاری سحری وغیرہ اجتماعی کرنا اور گپیں ہانکنا' پیشاب پاخانہ کے لئے آتے جاتے ہوئے باتیں کرنا اور حال احوال پوچھنے کے لئے رکنا' مباشرت کرنا۔ موبائل فون رکھنا بھی درست نہیں' سیاسی شوق پالنے کے لئے خبریں سننا اور پوچھنا انٹرویو دینا جمہوری تماشوں میں شوق رکھنا۔

اعتکاف کی حالت میں بعض لوگ رات کو سگریٹ نوشی کرتے ہیں۔ بعض بدبخت اخباروں اور مختلف رسالوں اور ڈائجسٹوں کے مطالعے کرتے ہیں۔ بعض اپنے امتحانوں کی تیاریوں میں مصروف رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لائق تو یہی ہے کہ انہیں مسجد سے نکال دیا جائے۔ انہیں حیا ہی نہیں کہ اعتکاف کے نام پر کیا کر رہے ہیں۔

صدقۃ الفطر اور رمضان

صدقۃ الفطر کی فرضیت:

عبد اللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ

فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ الفطر فرض قرار دی ہے کہ کھجوروں یا

جو سے ایک صاع ادا کی جائے اور یہ تمام مسلمانوں 'غلام' آزاد و مذکر' مونث' اور چھوٹے بڑے سب پر فرض ہے اور حکم دیا کہ نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے۔

صدقۃ الفطر کتنا ہے؟

یہ غور طلب اور بہت غور طلب مسئلہ ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں یہ واضح ہے کہ نبی ﷺ نے ایک صاع صدقہ فرض کیا ہے۔ خواہ کھجوروں سے ہو یا جو سے کشمش سے ہو یا پنیر سے۔ فرض ایک صاع دینا ہے۔ (بخاری)

دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ طعام یا کھانے پینے والی جنس ہی ایک صاع بطور فطرانہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا اور صحابہ کرام اسی طرح کرتے تھے...... درہم و دینار صحابہ کرام نہیں دیا کرتے تھے......سیدنا امیر معاویہؓ نے قیمت کا اعتبار کر کے بھی گندم ہی نصف صاع ادا کرنے کا حکم دیا۔ نقدی کی صورت میں فطرانہ خیر القرون میں نہیں تھا۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ فطرانہ ایک صاع ہی ادا کریں اور طعام یا کوئی بھی کھانے والی جنس جو ہمیں باآسانی میسر ہو اس سے ہی ادا کریں۔ نقدی نہ دیں یا اگر نقدی دینا ہو تو ایک صاع بھر کر دیں جبکہ دلیل اس کی بھی کوئی نہیں۔ فطرانہ ایک خاص زکوٰۃ ہے جو نو مولود بچوں پر بھی فرض ہے۔ اس کی فرضیت بھی صاع کی شکل میں خاص ہے لہٰذا اسے اسی خصوصی انداز میں ہی ادا کیا جائے۔

صاع:

وزن کی دو صورتیں ہیں ایک باٹوں کے ذریعے وزن کرنا۔ اسے تول یا وزن کہا جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مخصوص برتنوں سے حساب کرنا جیسا کہ ہمارے ملک میں اجناس کے لئے' دودھ کے لئے یا تیل وغیرہ کے لئے خصوصی برتن بنائے گئے ہیں اسے کیل کہا جاتا ہے۔ نبی ﷺ کے زمانہ میں کیل کا ہی ایک پیمانہ تھا جسے صاع کہا جاتا ہے۔ جس طرح ہمارے دیہاتوں میں پروپی وغیرہ چلتی ہے۔ اس کا وزن تقریباً دو کلو دو سو گرام بنتا ہے۔

ادائیگی فطرانہ کا وقت:

بخاری کی روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ کا حکم عید الفطر کی نماز کے لئے نکلنے سے پہلے اس کی ادائیگی سے فراغت ضروری ہے۔ بخاری میں ہی عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام عید الفطر سے ایک دو دن پہلے ادا کرتے تھے۔ (بخاری)

ادائیگی کی صورتیں:

الگ الگ حقداروں کو بھی فطرانہ دیا جا سکتا ہے اور ایک جگہ جمع کر کے بھی فقراء میں اجتماعی انداز سے تقسیم کرنا درست ہے۔ جیسا کہ بخاری میں عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے۔

مستحقین:

جو زکوٰۃ و صدقات کے حقدار ہیں وہی صدقہ فطر کے ہیں کیونکہ یہ بھی ایک زکوٰۃ ہے۔ ان لحاظ میں مجاہدین کو خصوصی طور پر یاد رکھا جائے اور حالات کی مناسبت سے انہیں فوقیت دی جائے۔

فطرانہ کا مقصد:

ابن عباسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ الفطر فرض کی۔

طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ

روزے دار کی فضول باتوں' حرکتوں اور فحش حرکات وغیرہ سے صفائی کے لئے اور مساکین کو کھلانے پلانے کے لئے جو نماز سے پہلے ادا کریں گے وہ زکوٰۃ مقبول ہو گی اور بعد میں ایک عام صدقہ ہی ہو گا۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ' دار قطنی) بیہقی اور دار قطنی میں آپ ﷺ کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ "اغنوهم في هذا اليوم" ان فقراء و مساکین کو دو تا کہ اس دن عید کے دن انہیں گھومنا نہ پڑے انہیں مانگنے سے بے نیاز کرو۔

عید الفطر:

عید الفطر اور عید الاضحیٰ اسلام کے دو تہوار ہیں لہٰذا دونوں کا اہتمام کرنا اور اسلامی شعائر سمجھتے ہوئے ان کی قدر کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ عید الفطر کے متعلقہ مختصراً مسائل درج ذیل ہیں۔

☆ عید الفطر والے دن صبح کچھ کھا لینا چاہئے۔ بخاری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ طاق تعداد میں کھجوریں کھا کر نکلا کرتے تھے۔

☆ بہترین کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے۔

☆ عید گاہ میں عید پڑھی جائے۔ بلاوجہ مسجد میں عید ادا کرنا جائز نہیں۔ آپ ﷺ ہمیشہ عید گاہ میں جاتے۔ ابوداؤد' ابن ماجہ و حاکم کی روایت کے مطابق صرف ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے مسجد میں پڑھی تھی لیکن یہ روایت بھی ضعیف و منکر ہے۔

☆ عورتوں اور بچوں کو بھی عید کے لئے نکلنا چاہئے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں واضح روایات ہیں۔ جبکہ حیض میں مبتلا عورتیں بھی نکلیں نماز والی جگہ سے ذرا الگ بیٹھیں اور اس تہوار میں شریک ہوں۔

☆ جاتے اور آتے راستے تبدیل کریں۔ بخاری میں آپ کا یہ عمل ثابت ہے۔

☆ عیدین کے موقع پر جہادی ٹریننگ کیلئے نکلیں جہادی قافلوں کے ساتھ جائیں۔ نبی اکرم ﷺ عیدین میں لشکر بھیجا کرتے تھے۔

☆ مجاہدین جہادی مظاہروں کا اہتمام کریں۔ جہادی ترانے پڑھے جائیں۔ لوگوں کو جہاد کی طرف ترغیب دی جائے یہ امور کھلے عام سر انجام دیں۔

☆ تکبیریں کثرت سے پڑھیں۔ فضول اور جاہلانہ رسوم و رواج فحش اور مخرب اخلاق عادات نیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی والے امور سے اجتناب کرتے ہوئے اللہ کے ذکر میں مصروف رہیں۔

☆ عید کی مبارکباد دیتے ہوئے یہ نبوی الفاظ پڑھیں "تقبل اللہ منا و منکم" اور عید ملن کے رواج سب بدعی کام ہیں۔

☆ اگر عید کی نماز کسی وجہ سے رہ جائے تو قضا کے طور پر دو رکعت پڑھیں۔ (بخاری) انہیں بالکل چھوڑنا مناسب نہیں۔

☆ عیدین کے دنوں میں روزے رکھنا قطعاً منع ہے۔

شوال کے چھ روزے:

سیدنا ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ بِسِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ فَكَاَنَّمَا صَامَ الدَّهْرَ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر ان کے بعد شوال سے بھی چھ روزے رکھے تو گویا اس نے پورا سال روزے رکھے۔ (بخاری و نسائی)

نوٹ نمبر ا: شوال پورے مہینے میں سے کوئی بھی چھ روزے رکھے جا سکتے ہیں۔ مسلسل رکھنے کی بھی کوئی شرط نہیں۔

نمبر ۲: ایک نیکی دس گنا کے حساب سے رمضان کے تیس اور شوال کے چھ کل چھتیس بنتے ہیں اور اس کو دس سے ضرب دیں تو تین سو ساٹھ بنتے ہیں اور اتنے ہی سال کے کل دن ہوتے ہیں۔ اس طرح گویا اس نے چھتیس روزے رکھ کے پورے سال کے روزے رکھے۔

آفس جماعۃ الدعوۃ ڈیفنس کراچی

9Th-E-95 کمرشل اسٹریٹ نزد ڈیفنس بیکرز فیز 4
ڈیفنس کراچی۔ PH-5389406

مکتبہ باب الاسلام

لاڑکانہ شہر میں ایک منفرد انداز میں اسلامی' ادبی' سائنسی' درسی اور معیاری کتب اور آڈیو کیسٹیں/سی ڈیز کا واحد مرکز۔ دل و دماغ کو سکون اور راحت پہنچانے والا یہ اسلامی لٹریچر خود پڑھیں دوسروں کو بطور تحفہ دیں اور دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کے فروغ کیلئے استعمال میں لائیں۔

باب الاسلام کا نام اسلام کا پیغام

پتہ: غالب نگر نزد tcs آفس لاڑکانہ سندھ

فون: 0741-442083

ا۔ نوٹ دار الاندلس کی کتب اور القادسیہ کیسٹ لائبریری کی کیسٹیں اور سی ڈیز بھی دستیاب ہیں۔

قارئین کرام! قرآن کریم میں بھی یہی ارشاد ہے کہ

ادعوا ربکم تضرعا وخفية

اپنے رب سے دعا مانگو تو عاجزی سے اور چپکے چپکے۔ (الاعراف۔ 55)

لیکن آج کے بابے، پیر اور فقیر محلوں کی مسجدوں میں بڑی اونچی اونچی آواز میں لاؤڈ سپیکر پر دعا اور ذکر کی محفلیں جماتے ہیں اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں یا اخباروں میں اشتہار دے کر، بڑے بڑے بینر، پوسٹر اور خبریں چھپوا کر چیخ چیخ کر یہ اعلان کر رہے ہیں کہ ہم بڑے نیک ہیں۔ لوگو! آؤ ہم سے دعا کرواؤ۔ ہم مستجاب الدعوات ہیں۔ ہماری دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ہم فار لائف ٹائم کامیابی کی ضمانت دیتے ہیں۔ ایک تو اپنے نیک اور پہنچا ہوا بزرگ ہونے کا چیخ چیخ کر اعلان کرنا اور پھر بزرگی بھی ایسی جو سراسر شیطانی عملیات پر مبنی ہے اور پھر اس آڑ میں لوگوں کو لوٹنے کا خوب دھندہ رچاتے ہیں۔ العیاذ باللہ العیاذ باللہ

پادریوں کے شفائیہ ڈرامے

قارئین کرام! اب آیئے ذرا ان کی طرف چلتے ہیں جو لوگوں کو بے وقوف بنانے، لوٹنے اور انہیں گمراہ کرنے کے میدان میں

میں خود اس شفائیہ اجتماع میں موجود تھا لیکن کسی معذور کو صحیح ہوتے نہیں دیکھا۔ ڈاکٹر پادری جان نثار سرپرست ادارہ ابن مریم پاکستان

ہمارے ان بابوں، پیروں اور فقیروں کے بھی استاد ہیں یعنی پادری اور بشپ۔ اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان برحق ہے۔

لتبعن سنن من كان قبلكم خذو القذة بالقذة حتى لو دخلوا حجر ضب لدخلتموه قالوا يا رسول الله اليهود والنصارى: قال فمن

تم پہلی امتوں کی پیروی میں ایسے برابر ہو جاؤ گے جیسے تیر تیر سے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھسے تھے تو تم بھی اس میں جا گھسو گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہودیوں اور عیسائیوں کی پیروی ہمارے لوگ کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اور کون؟ (بخاری و مسلم)

روحانی لٹیروں کے ان استاد پادریوں نے پاکستان میں گزشتہ کچھ عرصہ سے دعا کے ذریعے شفائیہ اجتماعات کا ڈھونگ رچایا ہوا ہے۔ گزشتہ ماہ ایک ایسا بڑا اجتماع پاکستان ریلوے اسٹیڈیم گڑھی شاہو لاہور میں منعقد کیا گیا۔ اخبارات میں چوتھائی صفحے کے برابر ایک بڑا اشتہار دیا گیا جس میں لکھا تھا۔

مسیح علیہ السلام کی شان میں نور جہاں اور ملک کے نامور گویوں کے شرکیہ گیت

عیسائیوں کے شفائیہ اجتماع میں دعا سے پہلے چونکہ سٹیج پر گانوں اور ڈانس کا طویل سلسلہ جاری تھا چنانچہ ہم نے وہاں سے کچھ فاصلے پر گراؤنڈ میں سٹالوں کی طرف رخ کر لیا۔ وہاں مسیحی لٹریچر، کتب، سٹکرز، چین، کی رنگز، پوسٹرز بڑی تعداد میں رکھے گئے تھے۔ اس کے ساتھ آڈیو اور وڈیو کیسٹیں بھی موجود تھیں جو مسیحی گیتوں اور فلموں پر مشتمل تھیں۔ ہم وہاں یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ زیادہ تر مسیحی کیسٹیں پاکستان کے ان مشہور گویوں کی تھیں جو خود کو مسلمان کہلاتے ہیں۔ ان میں نور جہاں، غلام عباس، غلام علی، ناہید اختر وغیرہ شامل تھیں۔ کیسٹوں کے ساتھ گیتوں کے پورے الفاظ الگ بھی چھپے ہوئے تھے۔ ذرا ان گیتوں کے چند بول ملاحظہ کریں اور فیصلہ کریں کہ کیا چند ٹکوں کے عوض اپنا ایمان بیچنے والے یہ گویئے جو آج فنکار اور گلوکار کہلاتے ہیں، ایسے شرکیہ گیت گانے کے بعد مسلمان رہ گئے ہیں؟ اور دیکھیں کہ کس طرح عیسائی مشنریوں نے ڈالروں کی چمک دکھا کر ہمارے ہر طبقے کے افراد کو مرتد اور گمراہ کر دیا ہے

یسوع مسیح کی شان میں ایک گیت کے بول ہیں۔

یسوع مسیح امید جہاں ہے — وہ مہر و وفا ہے وہ زندہ خدا ہے — وہ زندہ رہے گا، وہ زندہ سدا ہے

اب دیکھئے مسلمان کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی محمد ﷺ اور دیگر انبیاء کی طرح اللہ کے بندے اور نبی ہیں۔ انہیں ایک بار اللہ نے آسمانوں پر اٹھا لیا ہے اور اب وہ قیامت کے قریب دوبارہ زمین پر آئیں گے۔ محمد ﷺ کا ایک امتی بن کر اسلام کو دنیا میں غالب کریں گے اور پھر باقی انبیاء کی طرح وہ بھی فوت ہوں گے جبکہ عیسائی عیسیٰؑ کو اللہ کا بندہ اور بشر نہیں مانتے بلکہ تین خداؤں میں ایک مانتے ہیں۔ اس شعر میں بھی مسیح کو زندہ خدا کہا گیا ہے اور انہیں سدا زندہ کہا گیا ہے۔ کیا ایک پیغمبر کو خدا کہنے اور اللہ کی طرح سدا زندہ کہنے کے بعد ایسے بول بولنے والے مسلمان کہلا سکتے ہیں۔

اسی طرح نور جہاں جسے ملکۂ ترنم کہا جاتا ہے، کی آواز میں ایک گیت کے بول ہیں

اک ستارے کی چمک نے راستہ دکھلا دیا — اک مجسم روشنی نے باپ تک پہنچا دیا

عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور اللہ کو باپ کہتے ہیں جبکہ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ لم يلد ولم يولد نہ اللہ کی کوئی اولاد ہے اور نہ اسے کسی نے جنا ہے۔ اس شعر میں اللہ کو باپ کہا گیا جو سراسر شرک ہے لیکن ہمارے یہ نامور فنکار چند پیسوں کے لئے ہر شرکیہ سے شرکیہ جملہ بھی آسانی سے ادا کئے جاتے ہیں۔ پہلے یہ شرکیہ گیت اور قوالیاں درباروں پر پیروں ولیوں کی شان میں کہی جاتی تھیں۔ اب مذہب کی پابندی بھی ختم ہو گئی ہے۔ نور جہاں کی ہی آواز میں ایک اور گیت کے الفاظ ہیں۔

یسوع نام سب سے پیارا ہے — اس نام سے اپنی شہرت ہے
اس نام سے ہم جانے جائیں — یہ نام نجات کا رستہ ہے
اس نام سے پیار برستا ہے

نور جہاں اور غلام عباس کی آواز میں مریم کی شان میں ایک گیت ہے جس میں عیسیٰ علیہ السلام کو ابن خدا یعنی اللہ کا بیٹا کہنے میں بھی کوئی عار محسوس نہ کی گئی۔ بول ملاحظہ کریں

ابن خدا کے تو نے سہے غم — جے ماں مریم جے ماں مریم

قارئین کرام! وہ واقعہ یاد کیجئے کہ جب دو آدمی ایک قوم پر گزرے جن کا دستور تھا کہ جب تک کوئی راہ گیر ان کے بت کی نذر کوئی چیز نہ کرے گا، وہ اسے گزرنے نہ دیتے تھے۔ انہوں نے جب ان دونوں سے کہا کہ کچھ قربانی کرو چاہے ایک مکھی کی ہی کیوں نہ ہو تو ایک تو بہک گیا اور آسانی سے گزر گیا لیکن جہنم میں پہنچ گیا جبکہ دوسرے نے اپنا ایمان بچاتے ہوئے ایک مکھی کی قربانی کرنا بھی گوارا نہ کیا۔ وہ قتل کر دیا گیا لیکن وہ جنت میں پہنچا۔ (مسند احمد) لیکن یہ آج قوم کے ''نامور فنکار'' ہیں جو کہلاتے تو مسلمان ہیں لیکن چند ٹکوں کے لئے اپنا دین، ایمان سب کچھ بیچ ڈالتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

نور جہاں سے ہماری خصوصی گزارش ہے کہ اب جبکہ اللہ نے اسے اس حالت میں پہنچا دیا ہے کہ گانا چاہے تو گا بھی نہیں سکتی یہاں تک کہ کراچی سے لاہور اپنے گھر تک بھی سفر کر کے نہیں آ سکتی تو اپنی اس حالت سے عبرت پکڑیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں ہی عبرت حاصل کرنے کا موقع دے رہا ہے تو اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اب بھی وقت ہے۔ موسیقی کو روح کی غذا سمجھنے کی بجائے۔ شیطان کی غذا سمجھو اور اپنے تمام فحش اور شرکیہ گیتوں سے توبہ کر لو کیونکہ نزع کا وقت آنے سے پہلے پہلے توبہ کا در کھلا رہتا ہے۔ تم نے ایسے گیت گائے جو ایک مسلمان کو اسلام سے باہر کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اس لئے نئے سرے سے کلمہ پڑھو۔ توبہ کرو اور اپنی آخرت بچا لو۔ ہماری یہی گزارش ایسے دوسرے گویوں سے بھی ہے۔ اللہ سب کو ہدایت کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

ڈال دی جاتی ہے۔ اسے مکمل آرام کرنے کے علاوہ گرم دودھ سے تعویذ پینے کی ہدایات دی جاتی ہیں۔ فی مریض 130 روپے ٹوکن فیس وصول کی جاتی ہے۔ اگر سپیشل ٹوکن کی ضرورت ہو تو وہ 500 روپے سے ایک ہزار روپے تک باآسانی وصول کر لیتا ہے۔ پیر عبدالصبور جمعۃ المبارک اور اتوار کے دن مریضوں کا علاج اپنے اڈے پر کرتا ہے۔ بقیہ دنوں موبائل سروس کے ذریعے یعنی گھر گھر دور دراز علاقوں اور دیگر صوبوں میں ''روحانیت کے ذریعے فیض'' پہنچایا جاتا ہے۔ جمعہ اور اتوار کے روز تقریباً یوم 9 سو مریض اڈہ پر آتے ہیں۔ عبدالصبور کا دعوی ہے کہ ایک لاکھ مریض آپریشن کے بعد نارمل زندگی گزار رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بلائیں، جنات، سحر و جادو سے بچاؤ کے لئے ایک روحانی مرغا کا صدقہ دینا ضروری ہے جو کہ پیر کی ملکیت ہے۔ یہ مرغا روزانہ 5 ہزار روپے کی کمائی کرتا ہے۔ پیر عبدالصبور کے 20 مرلہ کے روحانی آستانہ پر تقریباً 12 مویشی بھی بندھے ہوئے ہیں۔ جعلی اور فراڈیا عامل پیر علاج معالجہ کے اس دھندہ کو تحفظ دینے کیلئے عبدالحمید، حاجی خورشید، عمار، ثاقب وقاص اور محمد عرفان سے باڈی گارڈ کی خدمات حاصل کرتا ہے۔ پیر کے اڈے پر ماسٹر نواز ٹوکن ماسٹر، ''جگنو'' کار خاص محمد اکرم جو کہ پھوپھی زاد بھی ہے اس کے چیلے ہیں، پیران پڑھ، جاہل اور اسلام کے ہر رکن سے غافل دکھائی دیتا ہے۔ جعلی کام کو مزید تحفظ دینے کیلئے محمد اقبال اے ایس آئی اڈہ عسکری والا جو اپنے آپ کو ڈی ایس پی ظاہر کرتا ہے، کی پشت پناہی حاصل کر رکھی ہے۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ ڈی ایس پی ملک فیصل گلزار اعوان نے خاتون مریضہ کو اگلے جہاں پہنچانے کے الزام میں چک نمبر 279 ج ب دارا پور کے پیر عبدالصبور کے خلاف تحقیقات کا حکم دے دیا۔ چک 280 ج ب کے ارشد علی نے اپنی تحریری درخواست میں الزام لگایا ہے کہ اس کی خالہ منظوراں آپریشن کرنے والے بابا سائیں کے پاس گئی جس نے 5 سو روپے فیس وصول کر لی اور مریضہ جو ادویات استعمال کر رہی تھی، وہ بند کروادیں اور ہدایت کی کہ مریضہ کا بذریعہ دم دعا آپریشن ہو گیا ہے۔ چند یوم میں کچھ افاقہ نہ ہوا بلکہ مریضہ ادویات کا استعمال ترک کرنے سے موت کی آغوش میں چلی گئی۔

قارئین کرام! اسی طرح کا ایک اور روحانی بابا جو اپنے آپ کو علامہ آغا عابد عسکری کہلاتا ہے، اخبار میں یہ اشتہار دیتا ہے۔

''معجزانہ شفا''

کینسر دل اور دیگر لاعلاج بیماریوں سے
شفایابی کے لئے فوری اثر دکھانے والا
ایک روحانی علاج
ڈاکٹر صاحبان بھی
تاثیر دوا اور شفاء مریض کے لئے
ہم سے روحانی مشورہ کر سکتے ہیں۔

ان سے جب ہمارا رابطہ ہوا تو آں جناب گھر پر تشریف فرما نہ تھے۔ البتہ ان کی بیگم سے بات ہوئی۔ ہم نے اس روحانی علاج کی نوعیت جانی تو حسب توقع ان کا طریقہ علاج بھی وہی نجومیوں اور عاملوں والا ہی نکلا۔ کہنے لگیں کہ آپ کا چاہے کوئی بھی مسئلہ ہو اس کے حل کے لئے ایک تو آپ کو کچھ صدقہ قربانی وغیرہ کرنا ہوگی۔

شفائیہ اجتماعات محض ڈالر بٹورنے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ جیمز صوبے خان ماڈریٹر چرچ کونسل آف پاکستان

(یقیناً غیر اللہ یعنی ولیوں، جنوں، بھوتوں، چڑیلوں وغیرہ کے نام پر اور ان کے وسیلے سے کیونکہ ان کا سارا ''روحانی'' نظام شیطان کو خوش کرنے پر ہی استوار ہے) علاوہ ازیں آپ کو 200 روپے ادا کرنا ہوں گے۔ جب پوچھا کہ وہ کس چیز کے تو کہنے لگیں کہ دراصل علامہ صاحب آپ کو زعفران سے تعویذ یا نقش لکھ کر دیں گے جس سے آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

چونگی نمبر 14 ملتان میں ایک پیر بابا بگا جو ننگ دھڑنگ اور انتہائی غلیظ رہتا تھا، مردوں بالخصوص عورتوں کی بڑی تعداد اس سے دعا کرانے آتی۔ وہ جو بھی چیز تھوڑی سی کھا کر پھینکتا، مرید اٹھا کر کھا جاتے۔ اور جب وہ کسی کو غلیظ گالی بکتا تو کہا جاتا، بابا نے تمہارے لئے

شاہ بابا بغیر نذرانہ کے دعا کے ذریعے شفا کا دعوی کرتا ہے لیکن ہر دوسرے ماہ نئی گاڑی اس کے پاس ہوتی ہے اور پولیس والے بھی اس کے ساتھ خفیہ میٹنگیں کرتے ہیں

دعا کر دی ہے۔ جاؤ اب تمہارا مسئلہ حل ہو گیا۔ اس بابا کا زندگی میں ہی عرس شروع کر دیا گیا جبکہ مرنے کے بعد پتہ چلا کہ وہ عیسائی تھا لیکن اب بھی اس کا عرس جاری ہے۔

قارئین کرام! اگر اللہ تعالی کو خالص پکارا جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے تو یقیناً یہ اس کا وعدہ ہے کہ وہ ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہے۔

فلا تدعوا مع الله احدا۔

پس ایک اللہ کے ساتھ اور کسی کو نہ پکارو۔ (الجن۔18)

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔

جب بھی ہم سے کوئی دعا کرے تو ہم دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتے ہیں۔ (البقرہ۔186)

مومن کی دعا بظاہر دنیا میں اگر قبول نہ بھی ہو تو حدیث کے مطابق آخرت کے لئے اللہ تعالی ذخیرہ بنا کر رکھ دیتے ہیں یعنی اس کا آخرت میں اجر ملتا ہے یا دنیا میں مطلوبہ شئے کے برابر کوئی اور آنے والی مصیبت کو اللہ تعالی ٹال دیتے ہیں۔ (مشکوۃ عن ابی سعید الخدری ص96۔ مسند احمد عن ابی ھریرہ ؓ)

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی کی غیر حاضری میں کی گئی دعا کو بھی اللہ قبول کرتا ہے اور یہ دعا سب سے جلد قبول ہونے والی ہوتی ہے۔ (مسلم۔ ترمذی)

اس لئے دوسروں سے دعا کرانا مسنون ہے لیکن دعا کی اس تمام فضیلت کے باوجود نبی ﷺ نے دعا میں مبالغہ سے بھی منع فرمایا۔ (ابوداؤد، بحوالہ تفسیر ابن کثیر سورہ اعراف۔56) مثلاً اپنے لئے نبی بننے کی دعا کرنا یا اللہ سے بروقت زیادہ سے زیادہ دولت اور صرف دنیا کی فرمائش کرتے رہنا وغیرہ۔ سیدنا انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کون سی دعا افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنے رب سے دنیا و آخرت میں عافیت اور گناہوں سے درگزر کا سوال کرے۔ اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا، کثرت سے عافیت کی دعا کیا کرو۔ (حاکم)

اسی طرح سب سے زیادہ قبولیت کی رات لیلۃ القدر کے لئے بھی نبی ﷺ نے یہ دعا تلقین فرمائی۔

اللھم ان عفو تحب العفو فاعف عنی۔ اے اللہ یقیناً تو معاف کرنے والا ہے پس مجھے معاف کردے۔

آج جس طرح بابوں، پیروں، فقیروں اور عاملوں نے اپنے مستجاب الدعوت ہونے کے بورڈ لگا رکھے ہیں اور دعاؤں کو اپنا کاروبار بنایا ہوا ہے جبکہ یہ دعائیں بھی شرکیہ ہوتی ہیں، قرآن وحدیث اور سلف صالحین سے اس طرح کے کاروبار کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ سیدنا حسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ لوگ حافظ قرآن ہوتے تھے اور کسی کو معلوم بھی نہیں ہوتا تھا۔ لوگ بہت بڑے فقیہہ ہو جاتے تھے اور کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ لوگ لمبی لمبی نمازیں اپنے گھروں میں پڑھتے تھے اور مہمانوں کو بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جہاں تک ان کے بس میں ہوتا تھا اپنی کسی نیکی کو لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ پوری کوشش سے دعائیں کرتے تھے لیکن اس طرح جیسے کوئی سرگوشی کر رہا ہو۔ یہ نہیں کہ چیخیں چلائیں۔ (تفسیر ابن کثیر۔ الاعراف۔56)

کی فوری تحقیق کر کے اسے بے نقاب کرنا چاہئے تاکہ کل کلاں یہ کوئی بڑے فتنے کا موجب نہ بن جائے۔

قارئین کرام! یہ تو ہے ایک بابے کی حقیقت۔ اسی طرح کے ایک اور بابے کا جنگ اخبار کے چینل میں اکثر یہ اشتہار آتا ہے۔

کیا آپ پریشان ہیں؟

فوراً پریشانی ختم، کیونکہ

دعا

رحمتوں کے دروازے کھول دیتی ہے

کوئی جھوٹے دعوے کرتا ہے، کوئی انعام کا چیلنج کرتا ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں خدا کام کرتا ہے۔

دعا نبی ﷺ کی سنت ہے۔ قرآنی عمل فار لائف ٹائم

کامیابی کی ضمانت

کوالیفائیڈ روحانی مدبر عامل ایس ایس صابری

اب دعا کے ذریعے ہر پریشانی ختم کرنے والے اس کوالیفائیڈ روحانی مدبر کی حقیقت کیا ہے؟ یہ جاننے کیلئے جب ہم اس مدبر صاحب کے آستانے پر پہنچے جو گلبرگ میں ایک بڑے کمرشل پلازے میں ایک کرائے کی دوکان میں واقع ہے تو موصوف شیشے کے کیبن میں اپنے صوفے پر لیٹے ہوئے تھے جیسے گاہکوں کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہوں اور اب بڑی بے زاری کی حالت میں ہیں۔ دکان کا دروازہ ادھ کھلا تھا۔ عامل صاحب مجھے اپنی طرف آتے دیکھ کر فوراً اٹھ بیٹھے اور ان کے چہرے پر کچھ یوں رونق آ گئی جیسے زبانِ حال سے کہہ رہے ہوں

وہ آ گیا شکار جس کا انتظار تھا

یا چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے

یہ کوالیفائیڈ روحانی مدبر صاحب مجھے اپنے کیبن کے پچھلے حصے میں لے گئے۔ اب ان سے گفتگو شروع ہوئی تو حسب توقع معلوم ہوا کہ دعا تو محض ایک اشتہار ہی ہے اور اس اشتہار کی آڑ میں اصل کام وہی ہو رہا ہے جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا۔

من اتی عرافا فسالہ عن شیء لم تقبل لہ صلوۃ اربعین یوما

جس شخص نے کسی عراف (نجومی، عامل وغیرہ) سے کسی چیز کے متعلق دریافت کیا تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ (مسلم)

اس ''روحانی مدبر صاحب'' سے جب میں نے دعا کے حوالے سے بات شروع کی تو چونکہ دعاؤں کے ذریعے مسئلہ حل کرنا ان کا کام ہی نہیں تھا، اس کا اصل کام تو نجومیت، دست شناسی اور شرکیہ وظائف و اعمال ہی سرانجام دینا تھا، یہ تو ایسے لوگوں نے اب نئی آڑ اختیار کی ہے کہ اگر لوگ نجومیت اور جادو کے نام پر نہیں پھنستے تو شاید اس طرح پھنس جائیں۔ چنانچہ یہ عامل نجومی صاحب فرمانے لگے۔ آپ کا جو بھی مسئلہ ہے، اس کیلئے اب آپ کا نام میری لسٹ میں آ گیا ہے۔ ہم آپ کے لئے دعا تو کر دیں گے۔ لیکن اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کے مسئلے کی اصل وجہ کیا ہے اور یہ کس طرح حل ہوگا تو اس کے لئے آپ کو اپنا نام، اپنی ولدیت اور تاریخ پیدائش بتانا ہوگی۔ اس کے ساتھ ہم وقت سوال نوٹ کریں گے اور پھر حساب لگا کر آپ کا مسئلہ حل کر دیں گے۔ اس کے ساتھ ہی یہ مدبر صاحب

ڈاکٹر جراک لی کے شفائیہ ڈرامے میں پسماندہ مسلمان بستیوں سے لوگوں کو مرتد بنانے کے لئے فری بس سروس چلائی گئی اس مہم پہ تین کروڑ سے زائد رقم خرچ کی گئی۔ اسلام کو 2025ء تک مغلوب کرنے کے لئے دنیائے عیسائیت نے 870 ارب ڈالر مختص کر رکھے ہیں

فرمانے لگے، اس کے لئے آپ کو 500 روپے فیس ادا کرنی ہوگی۔

تو کیا مسئلہ حل کرنے کیلئے دعا کافی نہیں ہے؟

میرا ''کوالیفائیڈ روحانی مدبر صاحب'' سے سوال تھا

جی دعا تو ہم نے آپ کو بتایا ہے کہ کر دیں گے۔ لیکن بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی پہلے وجہ معلوم کرنا ہوتی ہے کہ یہ کہیں جنات، آسیب، جادو وغیرہ کی وجہ سے تو نہیں ہے اور پھر ساتھ ہم حل بھی بتاتے ہیں۔

اب یہ ظاہر ہو گیا تھا کہ وہ مجھ سے ہر صورت رقم اینٹھنے کے

''دعا'' کی آڑ میں نجومیوں، عاملوں اور پیروں فقیروں کے کاروبار کا نیا طریقہ ان کے اشتہارات سے بھی واضح ہے

چکر میں ہے چنانچہ میں اٹھنے لگا تو شکار ہاتھ سے نکلتا دیکھ کر کہنے لگا کہ فیس کچھ کم بھی ہو سکتی ہے لیکن اب میں اس کے اس روحانی کاروبار سے جان چھڑا کر ہی نکلا۔ بھلا جو شخص اپنے گاہک کو نہ قابو کر سکتا ہو، نہ اپنی نجومیت کے ذریعے آنے والے کے اصل مقصد کو جان سکتا ہو، اس کی دعاؤں کی قبولیت کے دعوے کیسے سچے ثابت ہو سکتے ہیں۔ اللہ نے تو بڑے بڑے انبیاء کی بھی ہر دعا قبول نہیں کی چہ جائیکہ ایک شریعت کا مخالف دعاؤں کی قبولیت کے دعوے کرے اور اس آڑ میں نجومیت کا شیطانی کاروبار چلائے۔

اس کے بعد ایک اور روحانی بابے سے ملاقات ہوئی۔ اس نے لاہور کے مختلف علاقوں بالخصوص علامہ اقبال ٹاؤن میں درختوں اور دیواروں پر چھوٹے چھوٹے بورڈ لگائے ہوئے ہیں جن پر لکھا ہوا ہے

''درد چاہے کہیں بھی ہو، کلام پاک سے فوری آرام

عقیدت و احترام سے تشریف لائیں''

کسی سے عقیدت و احترام اس کے اچھے اعمال اور کاموں کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں خود بخود پیدا ہوتی ہے لیکن یہ روحانی علاج کا دعوی کرنے والا بابا لوگوں سے خود مطالبہ کر کے عقیدت و احترام کرواتا ہے۔ اب اس روحانی بابے سے جب ہم ملے تو موصوف کلام پاک سے علاج کا دعوی کرنے کے باوجود خود داڑھی مونچھ تک سے پوری طرح چٹ تھے۔ ہم نے جب موصوف سے اپنے ایک مسئلے کا ذکر کیا تو کلام پاک کا تو جناب نے ذکر تک نہ کیا۔ اسے ایک طرف رکھ دیا اور کہنے لگے کہ یہ میری پاس پڑیاں ہیں۔ آپ روزانہ ایک پڑی تین چار ہفتے تک استعمال کریں۔ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ استفسار پر معلوم ہوا کہ ایک پڑی 14 روپے کی ہے گویا تقریباً چار پانچ سو روپے کا یہ بھی ''روحانی نسخہ'' تھا۔

گزشتہ دنوں گوجرہ تھانہ نواں لاہور کے رہنے والے ایک پیر کا قصہ منظر عام پر آیا۔ اس نے روحانی علاج کے نام پر بے شمار بیماروں کو اجاڑ دیا۔ اس پیر کا دعوی ہے کہ جس مریض کو دنیا کے ماہرین امراض قلب جواب دے دیں وہ دم دعا پڑھ کر دور فاصلہ پر بیٹھے ہوئے اس کا علاج کرتا ہے۔ اس کو وہ روحانی آپریشن قرار دیتا ہے۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ جس کسی کو دل کے امراض کے علاوہ پوشیدہ بیماری، پتے کی پتھری، اپنڈکس، گردے کی پتھری کا مرض ہو، اسے ایک چارپائی پر لٹا دیا جاتا ہے اور مریض سے کہا جاتا ہے کہ وہ یہ الفاظ زبان سے کہے ''ڈاکٹر صاحب! میرے ٹیکہ لگانا'' ''آپریشن کرنا، ٹانکے لگانا، زخم صاف کرنا دہرائے۔ پیر عبدالصبور دور بیٹھا دم دعا کے ذریعے یہ آپریشن کر دیتا ہے۔ مریض پر اس وقت سفید چادر

شرکیہ دُعاؤں کے ذریعے شفا دینے کے دعویدار لٹیرے

بابے اور پادری

دعا کو دنیا کے ہر مذہب میں بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام میں دعا کو عبادت بھی کہا گیا ہے۔ (ابوداؤد) اور اسے عبادت کا مغز بھی کہا گیا ہے۔ (ترمذی)

تاہم دعا کی قبولیت کے لئے ہر مذہب نے کچھ شرائط رکھی ہیں جن میں توحید پر ایمان اور رزق حلال سرفہرست ہیں۔ علاوہ ازیں کسی سے دعا کرانا بھی مسنون ہے لیکن اس کے لئے بھی شرط ہے کہ دعا کرنے والا کم ازکم صاحب ایمان اور حامل توحید ضرور ہو۔ دعا میں کوئی شرکیہ جملہ ادا نہ کرتا ہو مثلاً نبیوں' ولیوں یا جنوں روحوں وغیرہ کو مشکل کشا سمجھ کر پکارتا ہو یا ان کا واسطہ دے کر دعا کرتا ہو کیونکہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی مشکل کشا نہیں نہ وہ کسی واسطے کا محتاج ہے۔ وہ تو ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ ایسے شرکیہ طریقوں سے دعا کرنا نہ صحابہ سے ثابت ہے اور نہ قرآن وحدیث سے۔ دعا کرنے والا عقیدہ توحید پر کاربند ہونے کے علاوہ جتنا زیادہ باعمل ہو گا' دعا کی مقبولیت کے اتنے زیادہ امکان ہوتے ہیں۔ تاہم دعا کی یہ تمام شرائط پوری ہونے کے بعد بھی اللہ کے لئے لازمی نہیں ہوتا کہ وہ ہر دعا قبول کرلے۔ اللہ تعالی سے بہتر کوئی نہیں جانتا کہ کون سی چیز ہمارے حق میں بہتر ہے اور کونسی بہتر نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک چیز جسے ہم اپنے حق میں بہت بہتر سمجھ کر مانگ رہے ہوں' اللہ کی نظر میں وہ ہمارے لئے چنداں بہتر نہ ہو اور اس میں کوئی فتنہ پوشیدہ ہو۔

دعا کے متعلق ان چند بنیادی اور مسلمہ حقائق کے باوجود گزشتہ کچھ عرصہ سے معاشرے میں دعا کے نام پر ایک نیا ابھرتا ہوا کاروبار دیکھنے میں آیا ہے۔ یہ ہے دعا کے ذریعے لوگوں کو شفا دلانے کا دعوی اور دھندہ۔ اور یہ دھندہ مسلمانوں کے بابوں اور عیسائیوں کے پادریوں دونوں میں بڑے زوروشور سے جاری ہے۔

بابوں کا دھندہ

اکتوبر کے مہینے میں پورے لاہور میں ہر اہم چوک پر بڑے بڑے بینر لگائے گئے جن پر یہ اعلان لکھا گیا کہ۔ 22۔ اکتوبر کو حضرت شاہ بابا اپنے آستانہ واقع ماڈل ٹاؤن میں ختم قرآن پاک کے بعد خصوصی دعا کرائیں گے۔ مختلف بیماریوں اور پریشانیوں میں مبتلا مردوخواتین کو اس محفل میں شرکت کی ترغیب دی گئی اور بتایا گیا کہ یہ بڑی بابرکت محفل ہے۔ جس میں باباجی کی دعا سے آپ کے مسائل حل ہوجائیں گے۔ اس قسم کے پینل اشتہارات اخبارات میں بھی کئی دنوں تک شائع کرائے گئے۔ ساتھ ہی لوگوں کو مزید رغبت دلانے کے لئے یہ لکھا گیا کہ کوئی ہدیہ اور نذرانہ لانے کی ضرورت نہیں۔

صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے جب راقم اس شاہ بابا کے آستانہ پر پہنچا تو وہاں پاکستان کرکٹ بورڈ کے سابق سیکرٹری جناب

قاضی کاشف نیاز

غلام مصطفیٰ خان صاحب سے ملاقات ہوگئی جو اس شاہ بابا کے قریبی ہمسایہ ہیں۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ شاہ بابا نرا فراڈ ہے۔ ضعیف الاعتقاد لوگ بڑی دور دور سے اس کے پاس آتے ہیں لیکن یہ خود کبھی نماز پڑھنے کے لئے بھی مسجد میں نہیں آیا۔ حتی کہ یہ پیشاب بھی کھڑے ہوکر کرتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اگرچہ یہ یہاں کرایہ پر رہتا ہے لیکن ہر دوسرے تیسرے مہینے اس کے پاس نئی گاڑی ہوتی ہے۔ آنے والے مردوخواتین کو وہ الگ الگ اپنے کمرے میں بلاتا ہے اور پھر انہیں ایک پرچی تھما دیتا ہے جس پر کچھ لکھ کر دیتا ہے کہ اسے پڑھو۔ اس کے لکھے ہوئے الفاظ بے معنی سے ہوتے ہیں اور کسی کو سمجھ نہیں آتا کہ کیا لکھا ہے۔ خواتین کو کافی دیر اندر بٹھائے رکھتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اندر کیا کرتا رہتا ہے۔ غلام مصطفیٰ خان صاحب نے بتایا کہ اس کے پاس پولیس کی گاڑیاں بھی اکثر آتی رہتی ہیں۔ پولیس اہلکار اور آفیسرز اس کے ساتھ بڑی لمبی نشستیں کرتے ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ملی بھگت سے لوگوں کو بے وقوف بنانے اور لوٹنے کا کام کیا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی امکان ہے کہ یہ شخص کسی غیر ملکی اسلام دشمن یا ملک دشمن ایجنسی کا آلہ کار نہ ہو۔ شاہ بابا جو نذرانہ بھی نہ لینے کا دعوی کرتا ہے لیکن حیرانی کی بات ہے کہ اس کے پاس ہر دوسرے ماہ نئی سے نئی گاڑیاں کہاں سے آجاتی ہیں جبکہ یہ کوئی دوسرا ذریعہ معاش کرتا بھی نظر نہیں آتا۔

غلام مصطفیٰ خان صاحب جو ٹانگ میں فریکچر کی وجہ سے بیساکھیوں پر چلتے ہیں' نے بتایا کہ جب کبھی شاہ بابا میرے سامنے سے اپنے چیلوں کے ساتھ گزرتا ہے تو وہ اس توقع سے میری طرف دیکھتا ہے کہ میں بھی اس سے عقیدت سے ملکر اس سے دعا کرواؤں گا کیونکہ ایسی حالت میں مریضوں سے ان لٹیرے بابوں کو پوری امید ہوتی ہے کہ یہ تو کم ازکم پھنس ہی جائیں گے لیکن میں اس منحوس کی شکل دیکھ کر ہی منہ پھیر لیتا ہوں بلکہ اس کے دام میں آنے والے سادہ لوح لوگوں کو بھی سمجھاتا ہوں کہ ان بابوں اور پیروں فقیروں سے تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔ جو کچھ بھی مانگنا ہے صرف اللہ سے مانگو۔ انہوں نے بتایا کہ یہ بابا خود ٹانگوں سے کچھ معذور ہے۔ جو شخص خود کبھی نماز پڑھتے نہ دیکھا گیا ہو' جو شرکیہ عقائد کا حامل ہو اور جو خود معذور ہو' دوسرے کے لئے اس کی دعا کیسے قبول ہوگی۔ یہ دعا کی آڑ میں محض ایک ڈرامہ ہے اور حکومت کو اس بابے کی خفیہ سرگرمیوں

وغیر رمضان کے لئے بھی اعتکاف ہوسکتا ہے۔ (بخاری) نبی ﷺ مسجد میں اعتکاف کرتے تھے۔ خواتین بھی اعتکاف مساجد میں کریں۔ اعتکاف لیلۃ القدر کی تلاش کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس لئے معتکف بیسویں رمضان کی صبح کو مسجد میں آجاتے اور نماز فجر کی ادائیگی کے بعد اپنے معتکف میں تیار ہو کر بیٹھ جاتے۔ معتکف کے لئے نہانا، کنگھی کرنا، تیل لگانا اور حاجات ضروریہ مثلاً پیشاب پاخانہ کے لئے جانا درست ہے۔ (بخاری)

البتہ بلا عذر شرعی باہر نہیں جانا چاہئے۔

شب قدر

رمضان کے آخری دہائی کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک شب قدر ہوتی ہے۔ اسی رات کی عظمت اجاگر کرنے کیلئے اللہ تعالی نے قرآن مجید میں سورت قدر نازل فرمائی۔ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ رات بھر فرشتے جبرائیل علیہ السلام کی ہمراہی میں مسلمانوں کے قلبی اطمینان کا باعث بنتے ہیں۔ یہی وہ رات ہے جس میں اللہ تعالی نے لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر قرآن مجید اتارا جو تیئس سالہ نبوی زندگی میں بقدر ضرورت امت اور بمطابق حکمت الٰہیہ رسول اللہ ﷺ پر اترتا رہا۔

رمضان اور قرآن

رمضان ہی وہ مبارک مہینہ ہے اور لیلۃ القدر ہی وہ مبارک رات ہے جس میں قرآن کریم محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزہ اور آپ ﷺ کی ختم نبوت کی دلیل کے طور پر آخری آسمانی کتاب بن کر اترا۔ یوں رمضان اور قرآن میں خصوصی تعلق ہے۔ سیدنا جبرئیل علیہ السلام ہر سال رمضان المبارک میں تشریف لاتے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرآن کی تلاوت فرماتے۔ لیکن جس سال رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اس سال جبرئیل علیہ السلام نے رمضان میں آپ کے ساتھ دوبارہ قرآن ختم کیا۔ ماہ رمضان ہی میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تین رات مسجد نبوی ﷺ میں گیارہ رکعت نماز تراویح پڑھائی۔ (بخاری)

اور اسی سنت کے مطابق سیدنا عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو مسجد نبوی میں گیارہ رکعت تراویح پڑھائیں۔ ہمیں اسلاف کے اس معمول طاہر و مطہر سے یہ سبق ملتا ہے کہ ماہ رمضان میں قرآن کو پڑھنا، پڑھانا، سمجھنا سمجھانا، اس کی تبلیغ و تنفیذ کرنا اور اس کے بیان کردہ احکامات کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب برتنا مسنون عمل ہے اور اللہ کے ہاں محبوب ہے۔

روزہ اور مسواک

حدیث صحیح میں ہے کہ مسواک منہ کو پاک اور رب کو راضی کرتا ہے۔ (ترمذی)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کا محبوب عمل مسواک ہوتا تھا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

مسواک سے منہ پاک وصاف ہوجاتا ہے جب ہم پاک و صاف منہ سے تلاوت قرآن و ذکر الٰہی کرتے اور رسول اللہ ﷺ کی ذات پر درود بھیجتے ہیں تو اللہ تعالی ہمارے ان اعمال کو سند قبولیت عطا فرماتا ہے۔

صدقۃ الفطر (فطرانہ)

رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو عید الفطر کی نماز کی ادائیگی سے پہلے صدقۃ الفطر (فطرانہ) ادا کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ جس کی مقدار فی کس ایک صاع غلہ وغیرہ ہے۔ جو چار مد کے برابر ہوتا ہے۔ اور یہ تقریباً 2 کلو گندم یا اس کی قیمت کے برابر ہے۔ صدقۃ الفطر دینا تو ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ چاہے وہ عید سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ ہی ہو۔ لینے کے مستحق وہی افراد ہیں جو زکوۃ کے مستحق ہوں۔ تاہم موجودہ حالات میں صرف صدقۃ الفطر ہی کے نہیں بلکہ ہر قسم کی زکوۃ وصدقات وخیرات کے مستحق وہ مجاہدین ہیں جو دنیا بھر میں شیطان کے چیلوں کے سر کچلتے ہوئے اپنا خون دے رہے ہیں۔ نبوی منہج کے مطابق اور اصلاح عقیدہ واعمال کے ساتھ ساتھ تربیت جہاد کی اعلی ولازوال روایات کو برقرار رکھتے ہوئے جانی قربانیوں کی انمٹ لڑی قائم کرتے ہوئے لشکر طیبہ کے مجاہدین کشمیر و بوسنیا اور فلسطین میں ہنود و یہود کے ساتھ برسر پیکار ہیں۔ اور جن کی ہیبت سے دشمنان اسلام یہود و ہنود لرزہ براندام ہیں نیز دعوت الی اللہ کا فریضہ بھی بحسن وخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ تمام مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ ان فدائیوں کی حوصلہ افزائی کریں انہیں اپنے صدقات، اموال اور سامان حرب وضرب دل کھول کر بھیجیں۔ نیز عید الفطر کی خوشیوں میں اپنے اہل وعیال اور اعزہ واقرباء کی خوشیوں کے ساتھ ساتھ لشکر طیبہ کے مجاہدین کو بھی شریک کرنا ہر مسلمان کے اوپر فرض ہے۔ جس کو ادا کرنا اسلاف کی سنت متواترہ ہے۔ آیئے ہم بھی اسی سنت پر چلتے ہوئے مجاہدین کی مدد دل کھول کر کریں۔ رمضان المبارک کی نیک ساعتوں اور عید الفطر کی رونقوں کے جھرمٹ میں مجاہدین کو نہ بھولیں وگرنہ اللہ تعالی کے ہاں جواب دینا ہوگا۔ اور مجاہدین کے پہلو بہ پہلو مدارس دینیہ میں دینی علوم کے حصول میں شب وروز مصروف طلباء بھی صدقات کے مستحق ہیں خصوصاً وہ مدارس جو تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء کو تربیت جہاد بھی دیتے ہیں۔

افطاریوں میں فضول خرچی اور فحش عید کارڈ

رمضان المبارک مسلمانوں کے لئے سراسر رحمت وبرکت کا مہینہ ہے۔ مسلمانوں میں تقویٰ، اخلاص اور زہد کی بہتر نشوونما کے ساتھ جسمانی اصلاح کا بھی ضامن ہے۔ بشرطیکہ روزوں میں غذائی سادگی کو اسی طرح برقرار رکھا جائے۔ جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ کا معمول تھی۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم کلمہ میں تو اللہ اور اس کے رسول کی گواہی دیتے ہیں لیکن اپنے اکثر معاملات خصوصاً کھانے پینے کی باری آتی ہے تو اپنی من مانی کرتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اگر ہم رمضان سادگی سے گزاریں اور جو فاضل آمدن ہو وہ مجاہدین کے لئے وقف کریں۔ اس طرح کرنے سے جہاں ہمیں رمضان کی روحانی اور جسمانی برکات حاصل ہوں گی وہیں قلبی سکون بھی ملے گا کہ ہم نے رمضان میں ہی سہی اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے اپنا حصہ تو ڈالا، مجاہدین کی حوصلہ افزائی کی اور دین کے دشمنوں کی تباہی کا سامان کیا۔

بعض لوگ تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ ماہ رمضان اللہ کا مہمان بن کر ہمارے پاس آیا ہے ہم اس کی اپنی استطاعت سے بڑھ کر خدمت کریں گے یعنی خوب گل چھرے اڑائیں گے۔ روزہ رکھیں یا نہ رکھیں شاندار ہوٹلوں میں افطار پارٹیاں ہوں یا افطار الصائم نامی مذہبی پروگراموں میں کھانے پینے کی اشیاء کا ضیاع ہو۔ یہ سب اعمال فضول خرچی کے زمرے میں آتے ہیں۔ میرے بھائیو! اس طرح رمضان کی نہیں بلکہ اپنے نفس اور شیطان کی خدمت ہوتی ہے اور رمضان کی توہین ہوتی ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا۔ اور کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو بے شک اسراف کرنے والوں سے (اللہ تعالی) محبت نہیں کرتا۔ (اعراف 31)

اس طرح رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی عید کارڈوں کی بد رسم شروع ہوجاتی ہے جن میں فحش عید کارڈوں کی کثرت ہوتی ہے۔ یہ بھی سراسر فضول خرچی اور ایمان کو تباہ کرنے اور کافروں کی تقلید کروانے والی چیزیں ہیں۔ ان سے بچنا چاہئے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ سب مسلمانوں کے لئے ماہ رمضان باعث رحمت ومغفرت بنائے۔ آمین

وما توفیقی الا باللہ

بقیہ باب اور پادری

ہی پھونک مارے گا۔ سب کے پانی میں دم ہوجائے گا اور اسے جس بیماری میں بھی استعمال کریں، شفاء ہوگی۔ اس کے مرید عام لوگ ہی نہیں، بڑے بڑے دانشور، آفیسرز اور آرمی کے عہدے داران بھی تھے۔ اس وقت بھی بہت سے لوگ کہتے تھے کہ انہیں شفاء ہوگئی ہے مگر بالآخر لوگوں کو یہ ڈرامے بازی سمجھ آگئی۔ اور یوں اس کا کاروبار ٹھنڈا پڑ گیا۔ ہمارا تو حکومت سے مطالبہ ہے کہ وہ ایسے شعبدے دکھانے والے اور لوگوں کی دولت وایمان کو لوٹنے والے مسلمانوں اور مسیحیوں دونوں کے بابوں اور پادریوں پر پابندی لگائے۔ فراڈ سے لوگوں کو گمراہ کرنا سب سے بڑا جرم ہے اور اس کی سخت سے سخت سزا نافذ ہونی چاہئے۔

اللہ تعالی ہمیں حق سمجھنے اور اس پر استقامت کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

ہم رمضان المبارک کیسے گزاریں؟

تحریر: مولانا ابوحمزہ

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ''رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا اس میں لوگوں کی ہدایت کیلئے واضح احکامات ہیں'' (البقرہ185)

جب کوئی شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار قلب و زبان سے کرلیتا ہے تو اس کی زندگی کا ہر سانس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تابع ہو جاتا ہے۔ دن ہو یا رات' جلوت ہو یا خلوت' گرمی ہو یا سردی' میدان ہو یا پہاڑ' تنگدستی ہو یا خوشحالی' انفرادیت ہو یا اجتماعیت' مسلمان کا ہر قدم' ہر عمل' ہر بات اللہ تعالی کی رضا و خوشنودی کی متلاشی ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالی کی رحمت و شفقت کا بحر بیکراں ہر وقت بندے کو اپنی آغوش میں سموئے رہنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ دنیا میں مسلمان اس گواہی کی بنیاد پر فوز و فلاح حاصل کرتا ہے اور آخرت میں بھی اسی گواہی کی بنیاد پر اپنے اللہ کی جنتوں کا وارث بنتا ہے۔

تاہم قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالی نے اپنے کچھ فرشتوں کو دیگر فرشتوں پر فضیلت دیدی ہے جیسے جبرئیل علیہ السلام کو تمام فرشتوں پر فضیلت ہے۔ اور کچھ انبیاء کو دیگر انبیاء پر فضیلت دیدی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالٰی نے سال کے بارہ مہینوں میں سے کچھ مہینوں کو دوسروں پر فضیلت دی ہے۔ جیسے حرمت کے مہینے یا حج کے مہینے ہیں لیکن سب سے افضل مہینہ رمضان ہے کیونکہ اس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔ اسی میں شب قدر ہے۔

ہفتے کے سات دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے۔ رات میں سے شب قدر افضل ہے۔ دن کے اوقات میں سے نماز عصر کا وقت افضل ہے اور رات کے اوقات میں سے رات کا آخری پہر افضل ہے۔

ھلال رمضان

فرضیت رمضان کے بعد رسول اللہ ﷺ جس ماہ مبارک کی آمد کے شدت سے مشتاق رہتے تھے' وہ رمضان المبارک ہے۔ مسلمانوں کو آپ ﷺ نے تلقین فرمائی کہ تم چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو۔ (بخاری۔ ح 900)

آپ ﷺ نے فرمایا ''شک کا روزہ نہ رکھو۔ اگر (رمضان کی ابتداء میں) مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرلو۔ (مسلم1909)

روزے کی فضیلت

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالی فرماتا ہے۔ ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے لیکن روزہ میرے لئے ہے۔ میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ (بخاری۔ 5927)(مسلم۔ کتاب الصیام)

یعنی مسلمان کو اس کے ہر عمل صالحہ کا جو بدلہ ملنا تھا وہ قرآن میں یا رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان میں بیان کردیا۔ عموماً ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہوتا ہے۔ بعض اعمال کا بدلہ سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ لیکن روزہ ایک ایسا عمل ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا۔ یہ خالصتاً میرے لئے ہوتا ہے اور میں خود اس کا اجر دوں گا۔ چونکہ روزے دار کی قلبی کیفیات' خلوص' تقویٰ' ضبط کو صرف اللہ تعالی ہی جانتا ہے۔ اسی لئے اس کا اجر بھی اللہ تعالی نے محدود نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کو رغبت دلانے والا انداز اختیار کیا اور بعض محدثین کے نزدیک معنی یوں ہے کہ اس کا اجر میں خود ہوں۔ (واللہ اعلم)

روزہ دار کے منہ کی بو کستوری کی مانند ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''روزہ دار کے منہ کی بو مجھے کستوری سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ صبح صادق سے بھوکا پیاسا رہنے کے سبب سہ پہر کا ذائقہ کسیلا ہو جانے سے جس بو کا احساس ہوتا ہے' عربی میں اس کو ''خلوف'' کہتے ہیں۔ اللہ کو یہ بو کستوری سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ (بخاری۔ کتاب اللباس)

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی مسواک نہ کرے۔ اس کے دانت اور منہ گندہ رہے۔ اللہ تعالی پاک ہے اور صفائی کو پسند فرماتے ہیں۔ مذکورہ بُو دراصل معدے کے خالی ہونے کی وجہ سے معدے سے اٹھتی ہے جس پر ان کا اختیار نہیں۔

روزہ ڈھال ہے

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' روزہ ڈھال ہے۔ (بخاری۔ کتاب الصوم)

جس طرح میدان قتال میں ڈھال مدمقابل کے تیر و تفنگ سے بچنے کا ظاہری وسیلہ ہوتا ہے' اسی طرح روزہ انسان کو گناہوں سے بچانے کا معنوی وسیلہ ہے۔ جب روزہ دار دنیا میں اپنے روزے کے احترام میں گالی گلوچ' جھگڑا فساد' شور و غوغا' غیبت' چغلی' صوت وصورت کے فتنوں سے بچتا ہے تو اللہ تعالی مرنے کے بعد اسے اپنے عذاب سے بچائے گا گویا روزہ اس کے لئے گناہوں سے بچنے اور عذاب الہی سے بچانے والی ڈھال بن گیا۔

روزہ دار کی دو مسرتیں

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''روزہ دار کو دو مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ پہلی مسرت' افطار کے وقت اور دوسری مسرت اپنے رب سے ملاقات کے وقت حاصل ہوگی۔ (بخاری۔ 7492)

مومن یوں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں حرام کردہ امور سے اجتناب برتتا ہے۔ اور اس کی اطاعت کی راہ میں جتنی دشواریاں آتی ہیں' وہ خندہ پیشانی سے ان کو برداشت کرتا ہے۔ لیکن روزے کے دوران اس کے لئے بعض حلال چیزوں پر بھی پابندی عائد کردی جاتی ہے۔ لہذا اس کے لئے اپنے نفس کو قابو کرنا نہایت دشوار اور صبر آزما تجربہ ہوتا ہے۔ اسی لئے جب مومن مرنے کے بعد اپنے رب سے ملے گا تو رب العالمین نے اس کے لئے جنت میں باب الریان بنایا ہوگا۔ وہاں سے اسے داخل کرے گا۔ اور مومن جب وہاں سے داخل ہوکر جنت میں جائے گا تو اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی۔

مجاہد کے روزے کی فضیلت

اگرچہ کفار سے مقابلے کے دن رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو حکماً روزہ افطار کرنے کو فرماتے تھے۔ تاکہ دشمن کا جم کر مقابلہ کیا جا سکے۔ لیکن جہادی معسکرات' جبہات اور مستقرات اور جہادی میدان میں روزے کی فضیلت درج ذیل حدیث سے سمجھی جا سکتی ہے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو شخص اللہ کی راہ یعنی جہاد میں ایک روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس دن کے بدلے اسے جہنم سے ستر سال دور کر دیتا ہے۔ (بخاری۔ کتاب الجہاد)

قیام رمضان کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی امید کرتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اور رمضان کی راتوں میں قیام کیا' اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری۔ ح 37)

سحری کی فضیلت

روزے کی ابتداء صبح صادق سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا غروب شمس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر خصوصی رحمت فرمائی کہ انہیں صبح صادق تک کھانے کی اجازت دی حالانکہ گزشتہ امتوں کو سحری کی اجازت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح رات سے علیحدہ ہو جائے۔ (البقرہ۔ 187)
رسول اللہ نے فرمایا: تم سحری کرو اس لئے کہ سحری میں برکت ہے۔ (بخاری)

ایک روایت میں ہے۔ تم سحری کھا کر یہود کی مخالفت کیا کرو۔ (نسائی)

سحری میں تاخیر کرنا سنت ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تک مسلمان روزہ جلد افطار کرتے رہیں گے اور سحری تاخیر سے کھاتے رہیں گے ان میں خیر باقی رہے گی۔ (بخاری۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

ہمارے ہاں دین سے ناواقف کچھ لوگ عشاء کے بعد سحری کھا کر سو جاتے ہیں اور کچھ ایسے روزہ دار اور شب بیدار موجود ہیں جو سحری کو نماز فجر کی جماعت کھڑی ہونے تک مؤخر کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین میں افراط و تفریط سے بچائے۔

روزہ غروب آفتاب کے وقت سے لیٹ افطار نہ کرنے کی فضیلت

نبی ﷺ نے فرمایا۔ ''لوگ ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک وہ افطار میں جلدی کریں گے۔ (بخاری۔ مسلم)

رسول اللہ ﷺ کی سنت متواترہ یہی ہے کہ روزہ کو جلد افطار کیا جائے لیکن ہمارے ہاں لوگ عمداً روزہ دیر سے افطار کرتے ہیں۔

روزہ افطار کروانے کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے روزہ دار کو روزہ افطار کروایا' اسے روزہ دار کے برابر اجر ملے گا لیکن روزے دار کے اجر میں سے کچھ کم نہیں ہوگا۔ (صحیح جامع ترمذی حدیث 6415)

رمضان ماہ مغفرت و رحمت

رمضان کا ہر لمحہ قیمتی اور نفیس ہے۔ دن ہو یا رات مسلمانوں

کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اللہ کے سامنے کانپیں۔ اپنے پچھلے گناہوں اور مجرمانہ غفلتوں پر نادم ہو جائیں۔ مستقبل کے لئے اپنے اللہ سے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق طلب کریں۔ مسلمانوں کی اجتماعی غفلت کا نتیجہ ہے کہ زمین پر اسلام اور مسلمان مغلوب ہو چکے ہیں حالانکہ اسلام کا وصف تو یہ ہے کہ اسلام غالب ہونے کے لئے ہے' مغلوب ہونے کیلئے نہیں۔ (بخاری)

صبح صادق سے لے کر صبح کاذب تک مسلمان صوت وصورت کے نظارے میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کو بالکل معلوم نہیں کہ وہ کہاں سے کما رہے ہیں؟ اور کیا کھا رہے ہیں؟ ان کا رزق مشکوک' ان کا لباس مشکوک تو ان کی دعائیں کہاں سے اور کیسے قبول ہوں گی۔ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص (روزے کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور جہالت (کے کام) نہیں چھوڑتا اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ (بخاری)

مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی غفلتوں اور موجودہ دور کے فتنوں کے تناسب سے رمضان کو غنیمت سمجھ کر استغفار کریں اور اپنے رب سے مستقبل کے لئے توفیق طلب کریں کہ اس کی توفیق کے بغیر نہ کوئی نیک عمل کیا جا سکتا ہے اور نہ برائی سے بچا سکتا ہے۔

رمضان میں سخاوت کی فضیلت

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں۔ رمضان کے آتے ہی رسول اللہ ﷺ برکھا کی گھٹاؤں کی طرح سخی ہو جاتے تھے۔ (بخاری)

درج بالا حدیث سے ہمیں رمضان میں اپنی سخاوت میں شدت پیدا کرنے کا سبق ملتا ہے۔

مسلمانو! یہ سوچنے کا مقام ہے' رمضان میں جہاں ہر مسلمان اپنے گھر اور اپنی مسجد میں افطاری اور سحری کا سامان بہم پہنچانے کا متمنی ہوتا ہے وہاں انہیں یہ بھی چاہئے کہ ان مجاہدین کی خوراک کی بھی فکر کریں جو جنگلوں اور برفانی چوٹیوں پر بسیرا کرتے ہیں اور ان کی خوراک جنگلی پودے اور پتے ہوتی ہے جن کا مقصد صرف دین الٰہی کی سربلندی اور مظلوم مسلمان مردوں اور مسلمان ماؤں' بہنوں اور بچوں کی مدد ہوتا ہے۔ وہ مجاہدین اسلام اپنے گھروں اور اپنے اعزہ واقرباء سے دور صرف اللہ کی رضاء اور اسلام اور مسلمانوں کی نصرت کے لئے چلے گئے ہیں۔

اپنے گھروں میں شاداں مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ ان سرفروشوں اور فدائیوں کو تقویت پہنچانے کے لئے اس مبارک اور رحمتوں بھرے مہینے میں مال وزر اور اپنی محبت بھری دعاؤں کے در وا کر دیں کیونکہ سخی انسان اللہ کا بھی محبوب بندہ ہوتا ہے۔ (ترمذی۔ البر)

اعتکاف

نبی ﷺ ماہ رمضان کے آخری دس دن اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ (بخاری)

البتہ اس سے کم وقت یعنی ایک دن یا ایک رات اور رمضان

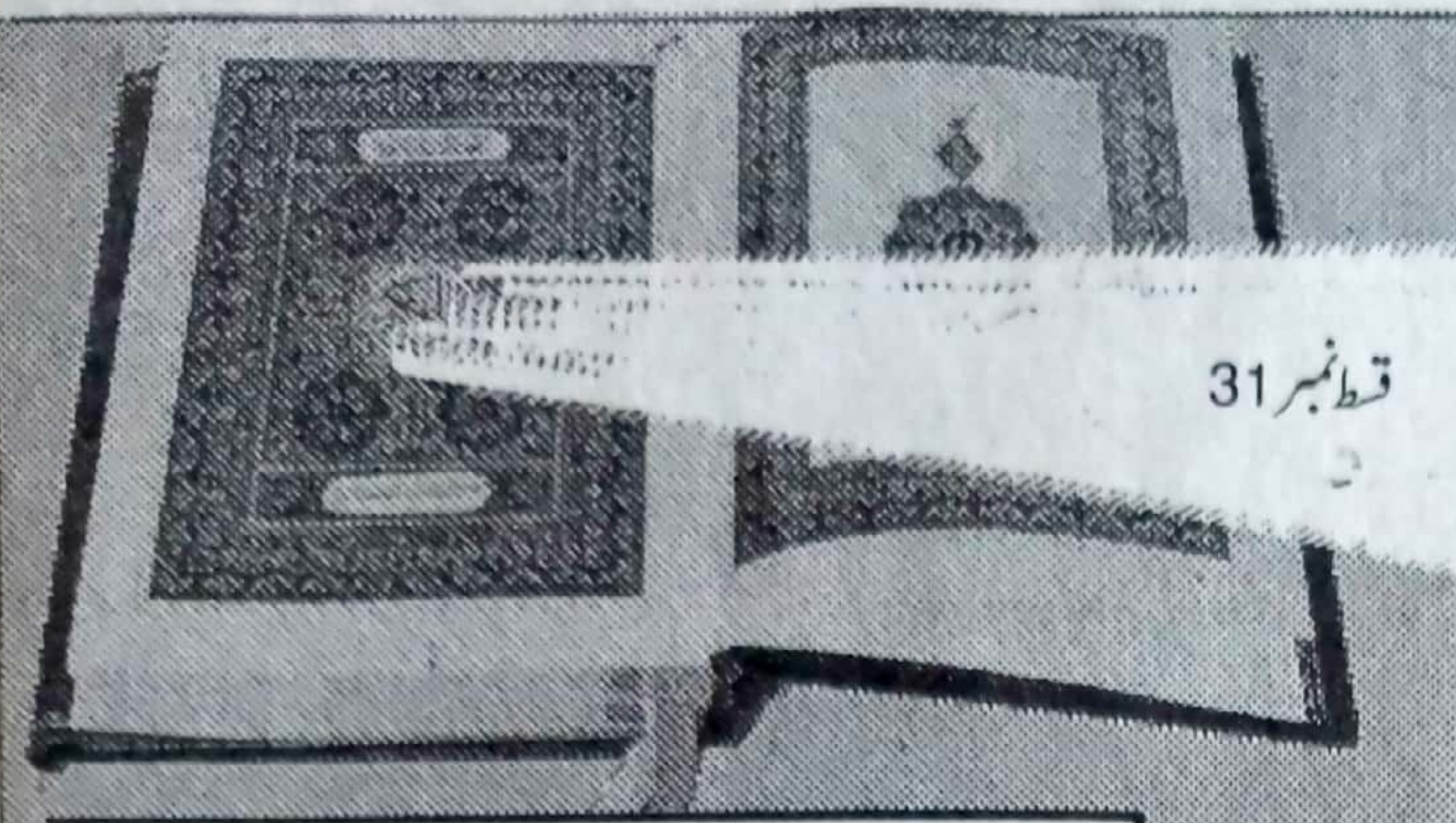

درس القرآن

قسط نمبر 31

سورہ الانعام کی تشریح و تفسیر

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

اللہ ہی کارساز ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يَصِفُونَ☆بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ☆ذَلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ☆لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الانعام 100 تا 103)

اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان لوگوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں بلا سند تراش رکھی ہیں اور وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جو یہ کرتے ہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے' اللہ تعالیٰ کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے کوئی بیوی تو ہے نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' ہر چیز کا پیدا کرنے والا' تو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔ اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہی بڑا باریک بین باخبر ہے۔

مفردات :

١- وَخَرَقُوا۔ اَلْخَرَق' گھڑ لینا' ایجاد کرنا۔

٢- بَدِيعُ۔ بَدَعَ يَبْدَعُ۔ سے فعیل کے وزن پر اسم مبالغہ ہے یعنی نئے سرے سے (بغیر کسی سابق مثال و نمونہ کے) پیدا کرنے والا۔

٣- لَاتُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ۔ اَدْرَكَ يُدْرِكُ اِدْرَاكًا (باب افعال) الادراک۔ کا معنی ہے کسی کا جمیع جوانب اور اطراف سے کسی کو پا لینا یعنی اس کا مکمل احاطہ کر لینا۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور آخرت میں اس کا ادراک یعنی اس کی حقیقت نہیں پا سکتیں۔

تفسیر :

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں و احسانات کا تذکرہ فرمایا اور اپنے معبود حقیقی اور واحد و یکتا ہونے کے نہایت قوی دلائل و براہین ذکر فرمائے جن کا تقاضا تھا کہ لوگ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور عبادت کی تمام انواع و اقسام کا صرف اسی کو لائق و مستحق گردانتے اور ہر قسم کے ظاہری و مخفی بڑے و چھوٹے شرک سے اجتناب کرتے۔ لیکن لوگوں نے شیطان کے بہکاوے میں آکر اللہ تعالیٰ کے شریک بنا لئے۔ ان آیات میں یہی بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں و فضل و کرم کے باوجود لوگوں نے جنوں اور دوسری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا شریک و ساجھی بنا لیا حالانکہ جن' اور دوسری تمام ہستیاں' فرشتے' انبیاء و صلحاء وغیرہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ جب اللہ نے چاہا ان کو پیدا فرمایا اور جتنی دیر اور جس طرح چاہا' ان کو دنیا میں رکھا۔ جو اپنے پیدا ہونے اور وجود و بقا اور حرکت و سکون میں اللہ

تعالیٰ کے محتاج اور اس کی مرضی ومنشاء کے پابند اور اس کے آگے مجبور ومقہور اور بے بس ہیں تو بھلا وہ کیسے اللہ کے شریک ہوسکتے ہیں اور الٰہی صفات زندہ کرنا و مارنا، تصرف واختیار، نفع ونقصان وغیرہ کی قدرت کیسے رکھ سکتے ہیں۔ یہ سراسر مشرکین کی نادانی اور حماقت ہے۔

جنوں سے مراد شیاطین ہیں۔ چونکہ مشرکین بتوں اور اہل قبور کی عبادت ان کے کہنے پر کرتے ہیں تو گویا یہ شیطان ہی کی عبادت ہے۔ اس لئے کہا گیا کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔ یعنی ان کی عبادت کرتے ہیں۔ ان مشرکین نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ شیطان کی اطاعت اور لاعلمی میں آگے بڑھتے ہوئے اللہ وحدہ لاشریک کی اولاد ہونے کا عقیدہ گھڑا اور ایجاد کر لیا۔ جیسے مشرکین مکہ نے فرشتوں کے متعلق اعتقاد کر رکھا کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں اور یہود کا اعتقاد ہے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونے کے قائل ہیں اور جو کلمہ گو رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے نور کا حصہ اور جزو مانتے ہیں یا سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا اپنے کسی بزرگ یا مرشد کو اللہ تعالیٰ کا حصہ اور جز مانتے ہیں، یہ اعتقاد بھی مذکورہ مشرکین کی طرح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ماننے کا مطلب بھی اس کا حصہ وجزو ثابت کرنا ہے۔ کیونکہ اولاد والد کا جز ہوتی ہے اور یہ کلمہ گو حضرات بھی اپنے اپنے اعتقادات میں انبیاء وصلحاء کو اللہ کا حصہ وجزو قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح وحدۃ الوجود واتحاد اور حلول کے عقائد میں بھی یہی جزئیت وحصہ داری والا عقیدہ ہے جو سراسر کفر وشرک ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان کے ان معتقدات باطلہ اور لغو نظریات سے پاک ومنزہ ہے۔ جو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیان کرتے اور ثابت رکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

یہ اعتقاد اتنا قبیح اور اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کو دعوت دینے والا ہے کہ قریب ہے کہ اس سے زمین وآسمان پھٹ جائیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ☆ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا (90-91 مریم)

ترجمہ: قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ کہ وہ رحمٰن کی اولاد ثابت کرنے بیٹھیں۔

اور حدیث قدسی میں ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابن آدم نے بڑی گستاخی کی جو اللہ تعالیٰ کو صاحب اولاد قرار دے دیا۔ صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر

اسی طرح سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ بڑا بردبار ہے کہ لوگ شرک کرتے ہیں، اللہ کو صاحب اولاد ٹھہراتے ہیں اور وہ ان کو صحت وعافیت سے رکھتا ہے۔ ان کے رزق کا اہتمام فرماتا ہے۔ صحیح بخاری کتاب التوحید۔ باب قولہ تعالیٰ ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی بے مثال اور لازوال قدرتوں میں سے اپنی ایک قدرت اور خصوصیت کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نئے سرے سے یعنی بغیر کسی سابق مثال اور نمونہ کے زمین اور آسمانوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ اب جس کی یہ شان اور کمال ہے، بھلا اس کے لئے اولاد کیونکر ہوسکتی ہے۔ اولاد تو والد کی جنس سے ہوتی ہے۔ حالانکہ زمین وآسمان اور جو کچھ اس میں ہے سب اس کی مخلوق ہے اس میں کوئی چیز اس کی جنس اور اس کا حصہ نہیں تو پھر ان میں اس کی اولاد کیسے ثابت ہوگی اور پھر یہ بات بھی ہے کہ اس کی بیوی نہیں۔ جب بیوی نہیں ہے تو اولاد کیسی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے سب اس کی مخلوق ہیں۔ فرشتے، عزیر علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام سب اس کی مخلوق ہیں ان میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں۔

تعالىٰ الله عن ذالك علواً كبيرًا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علم کو بیان کیا کہ وہ تمام مخلوق کا خالق ہونے کے ساتھ اس کا عالم بھی ہے۔ کوئی چیز نہ اس کی خلق سے باہر ہے اور نہ اس کے علم سے۔ لہٰذا خالق اور عالم وہ اکیلا منفرد، یکتا و تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک و ساجھی نہیں۔

اگر اس کی اولاد ہوتی تو ضرور اس کے علم میں ہوتی کیونکہ وہ ہر چیز کا عالم ہے۔ جب اس نے خبر نہیں دی تو اس کے لئے اولاد کا ثابت کرنا اللہ پر افتراء (جھوٹ باندھنا) اور قول بلاعلم ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ یہ اللہ معبود حقیقی جو خالق ہے اور زمین و آسمانوں کو بغیر کسی سابق مثال اور نمونہ کے پیدا کرنے والا، بیوی و اولاد سے پاک، ہر چیز کا خالق و عالم ہے، یہ تمہارا رب ہے۔ ساری مخلوق کی پرورش کرنے والا سب کو نعمتوں سے مالا مال کرنے والا، ان کو تکالیف و مشکلات سے نجات دینے والا، اس کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں۔ بس وہی ہر قسم کی بدنی و مالی عبادت کے لائق و مستحق ہے۔ وہی ہر چیز کا خالق ہے۔ پس اے لوگو! تم اخلاص کے ساتھ عبادت کی تمام انواع واقسام صرف اسی کے لئے کرو اور اسی کی رضا کے طالب ہو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو کیونکہ تمہاری پیدائش کا مقصد ہی یہی ہے۔

جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔ (الذاریات۔ 56)

اور وہ اللہ ہر چیز کا نگران و محافظ اور کارساز ہے۔ ہر چیز کو پیدا کرنے اور اس میں تصرف واختیار رکھنے والا وہی ہے اور ہر ایک کی حفاظت کرنے والا اور رزق دینے والا اور اعمال کا بدلہ دینے والا صرف اور صرف وہی ہے۔ یہاں وکالت سے مراد مخلوق والی وکالت نہیں کیونکہ ان کی وکالت موکل (وکیل بنانے والا) کی نیابت کے طور پر اور اس کے تابع ہوتی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی وکالت سے مراد اس کی اپنی وکالت ہے۔ جو حسن انتظام اور کمال علم اور بہترین تدبر و تصرف کی مظہر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے جلال اور عظمت کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمام لوگوں کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتیں البتہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق اور ان کی آنکھوں کا ادراک اور ان کی حقیقت کو پاسکتا ہے۔ وہ اپنی صفت علم کے ذریعہ ہر چیز کا ظاہر و باطن جانتا ہے اور صفت سمع کے ذریعہ تمام ظاہری و باطنی آوازوں کو سنتا ہے اور اپنی صفت بصر کے ذریعہ تمام چھوٹی و بڑی چیزوں کو دیکھتے ہیں اور وہ باریک بین اور خبردار ہے اسی وجہ سے وہ ظاہری و باطنی اور مخفی امور جانتا ہے۔ معتزلہ وغیرہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ کا دیدار ناممکن ہے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت میں لفظ ادراک ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اس کا ادراک نہیں ہوسکتا ہے۔ یعنی کوئی دیکھنے والا اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کر سکے گا۔ یعنی اس کو تمام جوانب اور اطراف سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ یعنی اس کا گھیراؤ نہیں ہوسکتا اور اس کی حقیقت کو نہیں پایا جاسکتا۔ لہٰذا آخرت میں اللہ کا دیدار ہوگا۔ لیکن اس کی حقیقت کو نہیں پایا جاسکے گا اور نہ اس کا ادراک کیا جاسکے گا۔ جب آسمان کا مخلوق ہونے کے باوجود ادراک نہیں کیا جاسکتا تو خالق کا ادراک کیسے کیا جاسکتا ہے۔ لیکن آخرت میں رویت باری تعالیٰ ثابت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو دیکھا جاسکے گا۔ کیونکہ آیت میں ادراک کی نفی ہے رویت کی نہیں اور رویت باری تعالیٰ پر مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔

١۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ☆ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اس دن بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ (القیامہ۔ 23-22)

٢۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ (یونس۔ 26)

جن لوگوں نے نیکی کی ہے، ان کے واسطے خوبی ہے اور مزید برآں بھی۔ آیت میں الحسنیٰ سے مراد جنت اور (زیادۃ) سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی زیارت ہے جیسا کہ خود رسول

باقی صفحہ 54 پر ملاحظہ فرمائیں

1406/12

غصہ سے اجتناب

قسط نمبر 32

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصِنِي، قَالَ: لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ: لَا تَغْضَبْ " (اخرجہ البخاری)

ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا "یا رسول اللہ ﷺ مجھے وصیت کیجئے آپ نے فرمایا "غصہ مت کر" اس نے کئی مرتبہ (سوال) دہرایا آپ نے (یہی) فرمایا "غصہ مت کر" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)

تخریج: بخاری (٦١١٦)

فوائد:۔ ١۔ یہ سوال کرنے والا کون تھا؟: نبی کریم ﷺ سے یہ سوال مختلف وقتوں میں کئی صحابہ نے کیا اور آپ نے انہیں یہی جواب دیا فتح الباری میں جاریہ بن قدامہ 'سفیان بن عبداللہ ثقفی' ابوالدرداء اور ابن عمر رضی اللہ عنھم سے یہ سوال اور نبی کریم ﷺ کا یہی جواب مذکور ہے۔ ان میں سے بعض نے یہ کہہ کر سوال کیا کہ آپ مجھے تھوڑی سی بات بتا دیجئے جس سے مجھے نفع ہو اور بعض نے کہا مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے یہی جواب دیا کہ غصہ مت کر۔ تمام روایات کی تفصیل کیلئے دیکھئے فتح الباری (حدیث 6/16)

٢۔ کیا نبی کریم ﷺ وصیت کی درخواست کرنے والے ہر شخص کو یہی جواب دیتے تھے؟: حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس درخواست کے جواب میں اور وصیتیں بھی فرمائی ہیں۔ بعض سے فرمایا "قُلْ رَبِّيَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ" تو کہہ میرا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہ) (صحیح الترمذی۔ الزھد ٧ ٤) بعض سے فرمایا "لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔" (ترمذی 5/ 58) اور صحیح ابن ماجہ (317/2)

اہل علم فرماتے ہیں کہ جس طرح ایک ماہر طبیب ہر مریض کے مزاج اور بیماری کو مد نظر رکھ کر علاج اور غذا تجویز کرتا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ جو سب سے بڑے روحانی معالج تھے۔ ہر شخص کو اسی عمل کی وصیت فرماتے جو اس کے لئے ضروری اور اس کے حالات کے مطابق ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے ان حضرات میں غصہ زیادہ تھا اس لئے آپ نے انہیں بار بار سوال کے باوجود غصہ سے اجتناب کی ہی وصیت فرمائی۔ چونکہ تقریبا تمام لوگوں کا یہی حال ہے کہ وہ غصے میں آکر اعتدال سے نکل جاتے ہیں اس لئے آپ کی وصیت تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔

٣۔ **غصہ کے نقصانات**: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں غصے سے بچنے کا حکم دے کر بیشمار قباحتوں سے بچانے کا اہتمام فرمایا کیونکہ غصے کی آگ سے انسان کا چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں ہاتھ پاؤں کانپنے لگتے ہیں بلکہ شکل ہی بدل جاتی ہے غصے کے ساتھ ہی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ آدمی وحشیانہ حرکتیں کرنے لگتا ہے مارنے کو دوڑتا ہے قتل تک سے دریغ نہیں کرتا بس نہ چلے تو اپنے ہی کپڑے پھاڑ دیتا ہے اپنے آپ کو ہی مارنا شروع کر دیتا ہے۔ زبان سے واہی تباہی بکنے لگتا ہے' برتن توڑ دیتا ہے۔ کبھی کسی بے گناہ کو مارنا شروع کر دیتا ہے۔ غرض ایسے ایسے کام کرتا ہے کہ اگر ہوش کی حالت میں اپنے آپ کو دیکھے تو شرمندہ ہو جائے۔ یہ تو ظاہری نقصان تھا دل کا نقصان اس سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔ غصے کی وجہ سے دل بغض' کینے' حسد اور آتش انتقام سے بھرا رہتا ہے۔ سکون اور اطمینان رخصت ہو جاتے ہیں' انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر تل جاتا ہے اور دوستوں' رشتہ داروں اور اہل ایمان بھائیوں سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ اب آپ رسول اللہ ﷺ کی اس حکیمانہ وصیت پر غور فرمائیں کہ آپ نے اس چھوٹے سے جملے میں کتنی حکمت کی باتیں سمو دی ہیں۔ اس پر عمل کرنے سے انسان کو کتنے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور وہ کتنے نقصان سے محفوظ رہتا ہے۔

"غصہ مت کر" کا مطلب ؟ ظاہر ہے کہ غصہ ایک فطری چیز ہے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ غصہ نہ آئے بلکہ اللہ کے دین کی خاطر غصے ہونا قابل تعریف ہے اور اسی سے جذبہ جہاد پروان چڑھتا ہے۔ اس لئے "غصہ مت کر" کا مطلب یہ ہے کہ جہاں غصے ہونا اللہ تعالی کو پسند نہیں وہاں غصہ مت کرو۔ ایسے مقامات پر "غصہ مت کرو" کی دو حالتیں ہیں۔ ایک غصہ آنے سے پہلے دوسرے غصہ آنے کے بعد۔

غصہ آنے سے پہلے "لا تغضب" کا مطلب یہ ہے کہ کوشش کرو غصہ نہ آئے حتی کہ غصہ نہ کرنے کی عادت بن جائے۔ اس کے لئے وہ اسباب اختیار کرنا ہوں گے جن سے آدمی حسن اخلاق کا مالک بن جاتا ہے۔ مثلا بردباری' حیاء' سوچ سمجھ کر کام کرنا' زیادتی برداشت کرنا' کسی کو تکلیف نہ پہنچانا' عفو' درگزر' غصہ کو پی جانا اور ہر ایک کو کھلے چہرے اور خندہ پیشانی سے ملنا۔ جب ان چیزوں کی عادت ہو جائے گی تو غصے کے موقعہ پر آدمی اس عادت کی وجہ سے غصے میں آنے سے بچ جائے گا۔ غصہ آجانے کے بعد "لا تغضب" کا مطلب یہ ہے کہ غصے کے کہنے پر عمل مت کرو۔

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ "غصے میں آنے کے بعد کوئی ایسا کام مت کرو جس سے تمہیں منع کیا گیا ہے" مطلب یہ ہے کہ غصے پر قابو پانے کی کوشش کرو اور اس کے کہنے میں آکر اللہ کی نافرمانی مت کرو کیونکہ اصل پہلوان اور طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھتا ہے اور اللہ کی نافرمانی کا کوئی کام نہیں کرتا۔

جب غصہ آجائے تو اسے دور کرنے کا طریقہ کیا ہے اس کے لئے دیکھئے اسی باب کی حدیث 1396/6 کی تشریح۔

1406/13 اللہ کے مال میں ناحق دخل اندازی کا انجام

عَنْ خَوْلَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُونَ فِي مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "(اخرجہ البخاری)

خولہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ اللہ کے مال میں حق کے بغیر دخل اندازی کرتے ہیں تو ان کے لئے قیامت کے دن آگ ہے۔ (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)

تخریج: بخاری (3118) وغیرہ دیکھئے تحفۃ الاشراف (300/11)

مفردات: یخوضون۔ خاض یخوض کا اصل معنی پانی میں داخل ہونا ہے پھر یہ لفظ کسی بھی کام میں دخل دینے اور اس میں اپنی مرضی کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

فوائد: اللہ کے مال میں ناحق دخل اندازی کی صورتیں: اللہ کے مال سے مراد مال غنیمت ہے بیت المال کے دوسرے اموال مثلا زکوۃ' خراج وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں۔ ان میں نہ امیر کو ناحق دخل اندازی جائز ہے نہ رعایا کو۔ امیر کی ناحق دخل اندازی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے اللہ کا مال سمجھ کر اللہ ہی کی بتائی جگہوں پر عدل وانصاف کے ساتھ خرچ کرنے کی بجائے اپنا ذاتی مال سمجھ کر اپنی مرضی اور خواہش نفس کے مطابق خرچ کرے یا اپنی جائیداد بنانا شروع کر دے مال غنیمت کے پانچ حصوں میں چار حصے مجاہدین میں تقسیم نہ کرے۔ خمس کو اللہ اور اس کے رسول کی بتائی ہوئی جگہوں پر خرچ نہ کرے۔ زکوۃ کو اس کی مدوں میں صرف نہ کرے۔ حقداروں میں تقسیم کرنے کی بجائے خویش پروری اور اقرباء نوازی کرے۔ ایسا کرنے والے کیلئے آگ کی وعید ہے۔ ناحق دخل اندازی کی ایک صورت یہ ہے کہ مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے اس میں سے کوئی چیز لے لے یا مسلمانوں کے مال سے کوئی چیز امیر کی اجازت کے بغیر لے لے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو ایک غلام جس کا نام مدعم تھا بطور ہدیہ دیا۔ ایک دفعہ مدعم رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کا پالان اتار رہا تھا کہ اچانک ایک نامعلوم تیر آیا جس نے اسے قتل کر دیا۔ لوگ کہنے لگے "اسے جنت مبارک ہو۔" آپ ﷺ نے فرمایا "ہرگز نہیں' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن غنیمت کی اشیاء میں تقسیم سے پہلے اٹھائی تھی آگ بن کر اس پر شعلے مار رہی ہے۔ لوگوں نے یہ سنا تو ایک آدمی ایک یا دو تسمے لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا "یہ ایک یا دو تسمے آگ کے ہیں۔" (متفق علیہ' مشکوۃ باب قسمۃ الغنائم)

علاوہ ازیں اللہ تعالی نے ہر انسان کو جو مال دیا ہے وہ بھی درحقیقت اللہ کا مال ہے انسان اس کا امین ہے اور صرف ان جگہوں سے لینے کا اور انہی جگہوں پر خرچ کرنے کا پابند ہے جہاں اللہ کا حکم ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ (التوبہ 111/9)

"اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں۔" اب اگر وہ مال کمانے یا اسے خرچ کرنے میں اللہ کی مرضی کی بجائے اپنی مرضی کرے گا تو اس کا انجام بھی آگ ہے۔

جنوری 2001ء کا مجلہ الدعوۃ عید سے پہلے شائع ہوگا۔ ان شاء اللہ

قارئین مجلہ اور مسئولین بھائی نوٹ فرمالیں کہ آئندہ کا مجلہ یعنی جنوری 2001ء کا شمارہ عید الفطر سے پہلے شائع ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ
اس لئے اس کی ترسیل اور ادائیگیوں کے لئے پہلے سے تیاریاں مکمل کر لی جائیں۔ جزاکم اللہ خیرا......ادارہ

طیبہ جیولرز

سونے کی گارنٹی اور بغیر کاٹ واپس اعتماد کے ساتھ معیاری ڈیزائن زیورات خریدنا یا فروخت کرنا چاہیں تو ہماری خدمات ضرور حاصل کریں۔

ہمایوں بازار شیخوپورہ۔ PH-612999 عبدالغفور اینڈ سنز

مبشر احمد ربانی

اکیلے نماز پڑھنے والے کے ساتھ جماعت

س: اکیلا آدمی نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرا آدمی اس کے ساتھ آکر کھڑا ہو جائے تو کیا جماعت ہو سکتی ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ (ابو ساریہ جاوید اقبال فرید کوٹ۔ ابو عبدالرحمٰن لہیر پور)

ج: اگر کوئی شخص اکیلا نماز ادا کر رہا ہو اور دوسرا شخص آکر اس کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے تو جماعت کی صورت بن جاتی ہے اور احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت موجود ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

"بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ أُصَلِّي مَعَهُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَ بِرَأْسِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب اذا لم ینو الامام ان یؤم ثم جاء قوم فأمهم (699) صحیح مسلم کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا (763) سنن النسائی کتاب الامامۃ باب موقف الامام والماموم صبی (805)

میں نے اپنی خالہ (میمونہ رضی اللہ عنہا) کے ہاں رات بسر کی۔ رسول کریم ﷺ رات کو نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے میں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا، میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میرا سر پکڑا اور مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نماز ادا کر رہا ہو اور دوسرا شخص آجائے تو نماز باجماعت ادا ہو سکتی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر جو باب منعقد کیا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے یعنی جب امام نے امامت کی نیت نہ کی ہو پھر کچھ لوگ آجائیں تو وہ ان کی امامت کرا دے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "وفیه مشروعیة الجماعة فی النافلة، والإیتمام بمن لم ینو الامامة وبیان موقف الإمام والماموم" (فتح الباری 485/2)

اس حدیث سے نفل نماز کی جماعت، جس آدمی نے امامت کی نیت نہ کی ہو اس کی اقتداء اور امام ومقتدی کے کھڑے ہونے کے طریقے کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے۔

امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ امام کیلئے امامت کی نیت کرنا اقتداء کی صحت کی شرط نہیں ہے۔ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ ہے "انَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى فِی شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ "فَجِئْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ وَجَاءَ آخَرُ فَقَامَ إِلَى جَنْبِي حَتَّى كُنَّا رَهْطاً فَلَمَّا أَحَسَّ النَّبِيُّ ﷺ بِنَا تَجَوَّزَ فِي صَلٰوتِهِ" الحدیث، وهو ظاهر فی انه لم ینو الإمامة ابتداء، وائتموا هم به واقرهم. وهو حدیث صحیح اخرجه مسلم وعلقه البخاری۔ (فتح الباری 192/2)

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے مہینہ میں نماز ادا کی میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور دوسرا آیا وہ میرے پہلو میں کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ ہم ایک گروہ ہو گئے جب نبی ﷺ نے ہمیں محسوس کیا تو آپ نے اپنی نماز میں اختصار کر دیا۔ یہ حدیث اس مسئلہ پر ظاہر ہے کہ آپ نے ابتداء میں امامت کی نیت نہیں کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی اقتداء کی اور آپ نے انہیں برقرار رکھا یہ حدیث صحیح ہے اسے مسلم نے نکالا ہے اور بخاری نے معلق ذکر کیا ہے۔ نیز دیکھیں (الاقناع لابن المنذر 116/1 والاوسط لہ کتاب الامامۃ باب ذکر الائتمام بالمصلی الذی لاینوی الامامۃ 210/4، 211)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ نفلی اور فرضی نماز کے مابین فرق ہے فرضی نماز میں امامت کی نیت شرط ہے نفل نماز میں نہیں۔

لیکن امام احمد کا یہ قول محل نظر ہے اس لئے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ "ان النبی ..... "بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ کون آدمی اس پر صدقہ کرے گا کہ وہ اس کے ہمراہ نماز ادا کرے۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے نکالا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن اور امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری 192/2)

یہ حدیث فرضی نماز کے بارے میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص فرض نماز اکیلا پڑھ رہا ہو تو دوسرا آدمی اس کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے تو ان کی جماعت بن جائے گی۔ اس لئے نماز خواہ فرض ہو یا نفل دونوں صورتوں کا جواز حدیث سے واضح ہے کہ اکیلے آدمی کی نماز میں دوسرا ساتھ مل جائے تو جماعت کی صورت بن سکتی ہے امام بخاری وغیرہ کا بھی رجحان ادھر ہی معلوم ہوتا ہے اور احادیث صحیحہ سے اس موقف کی تقویت واضح ہو جاتی ہے۔

چچازاد بھائی سے پردہ کا حکم

سوال: ہم ایک گھر میں والدین کے زیر سایہ ہیں بھائی شادی شدہ ہیں اور میں غیر شادی شدہ، ایک ہی چولھا ہے اور صحن بھی اب میں اپنی بھابھی سے اور بھابھی مجھ سے کیسے پردہ کرے جبکہ ہم دونوں سگے چچازاد اور خالہ زاد ہیں؟ (طارق اقبال P.A.F سرگودھا)

جواب: مسلمان عورت کے لئے غیر محرم مرد سے حجاب وپردہ کرنا ضروری ہے شوہر کے بھائی یا چچازاد یا خالہ زاد بیوی کے لئے محرم نہیں ہیں لہذا وہ ان کے سامنے بے حجاب نہیں رہ سکتی اور

جسم کے جو اعضاء وہ اپنے محرم رشتہ دار کے سامنے کھول سکتی ہے وہ ان کے سامنے کھول نہیں سکتی۔ اگرچہ یہ لوگ کتنے ہی پارسا، متقی، پرہیزگار اور قابل اعتماد ہی کیوں نہ ہوں۔ عورت جن لوگوں کے سامنے اپنی زینت ظاہر کر سکتی ہے ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ۔ (النور-31)

اور اپنی زیب و زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپوں یا اپنے خسر یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنے میل جول کی عورتوں یا اپنے غلاموں یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے واقف نہیں۔

خاوند کے بھائی یا اس کے چچازاد محض ان رشتوں کی وجہ سے بیوی کے محرم نہیں ہیں عزت و آبرو کے تحفظ اور فساد و شر کے ذرائع کو روکنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے صالح اور غیر صالح میں کوئی فرق نہیں کیا اور صحیح حدیث میں وارد ہے کہ شوہر کے بھائی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "الحمو الموت" خاوند کا بھائی موت ہے۔ (ترمذی کتاب الرضاع۔ مسند احمد 49/4) حمو سے مراد خاوند کے بھائی دیور، جیٹھ وغیرہ ہیں جو کہ بیوی کے لئے محرم نہیں ہیں لہذا مسلمان کو دین کے تحفظ اور عزت و آبرو کے بارے میں محتاط رہنا چاہئے جو لوگ اسلامی احکامات کو سچے دل سے قبول کر لیتے ہیں ان کے لئے اس پر عمل کرنا کوئی مشکل کام نہیں ایک ہی گھر میں رہ کر عورت اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر اپنے گھر کے کام کاج کرے اور دیور، جیٹھ وغیرہ کو بھی چاہئے کہ وہ اس معاملہ میں محتاط رہیں گھر میں کام کاج کے وقت اپنی بھابھی کے لئے پریشانی کا باعث نہ بنیں۔ گھر کے کسی کمرہ میں بیٹھ جائیں۔ آمد و رفت کی کثرت نہ کریں اگر کسی ضرورت کے لئے باہر نکلنا ہو تو آواز دے کر متنبہ کر دیں کہ پردہ کر لیں میں نے گزرنا ہے۔ لہذا میرے بھائی دین کی باتوں پر عمل کرنا اہل اسلام کے لئے کوئی مشکل کام نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی ایسے معاملات تھے لیکن وہ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے سچے نمونے تھے انہیں اللہ کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری میں ہی کامیابی نظر آتی تھی اس لئے ہمیں بھی فراخ دلی سے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چاہئے اور ایسے مسائل کے بارے میں محتاط رہنا چاہئے اللہ توفیق بخشنے والا ہے۔

شادی کیلئے اخراجات کا مسئلہ

س: گھر والے شادی کرنے کی بات کرتے ہیں مگر میرے پاس اتنے اخراجات نہیں کیونکہ رواج کے مطابق لڑکی والوں کو بھی زیورات یا نقد رقم کی صورت میں مدد کرنی ہوتی ہے کیا یہ بات شرعی ہے؟ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زرہ سے دلیل لیتے ہیں۔ (سائل مذکور۔ PAF سرگودھا)

ج: اپنے آپ کو زنا و بدکاری سے بچانے کے لئے نکاح کرنا چاہئے کیونکہ نکاح کرنے سے انسان کی نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت ہو جاتی ہے مسلمان آدمی غلط نظروں اور گناہ سے بچ سکتا ہے اسلام کے اندر نکاح کرنا انتہائی آسان ہے۔ دنیا کے رسم و رواج سے دور رہ کر اگر آپ اسلامی نکتہ نظر سے سوچیں تو آپ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے آپ کا فقر اور تنگدستی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نکاح کے ذریعے دور کر دے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (النور:32)

تم میں سے جو مرد و عورت بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک غلام اور باندیوں کا بھی اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے۔

یعنی محض غربت اور تنگدستی نکاح میں رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے ممکن ہے نکاح کے بعد اللہ تعالیٰ تنگ دستی، فقر اور محتاجی کو اپنے خاص فضل و کرم سے وسعت اور فراخی میں بدل دے نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ ضرور مدد کرتا ہے۔

1۔ نکاح کرنے والا جو پاکدامنی کی نیت سے نکاح کرتا ہے۔

2۔ مکاتب غلام جو ادائیگی کی نیت رکھتا ہے۔

3۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ (ترمذی ابواب فضائل جہاد باب ماجاء فی المجاہد والمکاتب والناکح، عبدالرزاق 259/5(9542) مستدرک حاکم 217/2, 169 سنن النسائی کتاب الجہاد باب فضل الروحۃ فی سبیل اللہ عزوجل (3120) وکتاب النکاح باب معونۃ اللہ الناکح الذی یرید العفاف (3218) سنن ابن ماجہ کتاب العتق باب المکاتب (2518) صحیح ابن حبان (1653 موارد) سنن ابی یعلی 410/11 شرح السنۃ 7/9 عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں اس لئے آئی ہوں کہ میں آپ کے لئے اپنے نفس کو ہبہ کروں رسول اللہ ﷺ نے اس پر اوپر سے نیچے تک نظر دوڑائی پھر اپنا سر نیچے کر لیا جب اس عورت نے دیکھا کہ آپ نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی تو آپ کے صحابہ کرام میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اس نے کہا، اے اللہ کے رسول اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں تو اس کو میرے ساتھ بیاہ دیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا اپنے گھر والوں کی طرف جا دیکھ تو کوئی چیز پاتا ہے وہ چلا گیا پھر واپس آیا اس نے کہا اللہ کی قسم میں نے کچھ نہیں پایا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تلاش کر اگرچہ ایک لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔ وہ جا کر پھر واپس آ گیا اور کہنے لگا اللہ کی قسم یا رسول اللہ لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی لیکن میری یہ ازار (تہہ بند) ہے۔ (سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے پاس اوپر اوڑھنے کے لئے بھی چادر نہ تھی۔) اس کا آدھا حصہ اسے دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تو اپنے تہہ بند کے ساتھ کیا کرے گا؟ اگر تو پہنے گا تو اس عورت پر اس میں سے کچھ نہ ہو گا اور اگر یہ عورت پہن لے گی تو تیرے اوپر کچھ نہ ہو گا وہ آدمی بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ اس کی مجلس لمبی ہو گئی وہ پھر کھڑا ہوا رسول اللہ ﷺ نے اسے منہ پھیر کر جاتے ہوئے دیکھا اسے حکم دے کر بلایا گیا جب وہ آیا تو آپ نے کہا تیرے پاس قرآن حکیم میں سے کیا ہے؟ اس نے کہا فلاں فلاں سورتیں آپ نے کہا تو انہیں اچھی طرح یاد رکھتا ہے۔ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا جا میں نے ان سورتوں کے عوض اس عورت سے تیرا نکاح کر دیا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب تزویج المعسر (5087) وکتاب الوکالۃ باب وکالۃ المرأۃ الامام فی النکاح (2310)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کیلئے شریعت میں لمبے چوڑے اخراجات نہیں ہیں جس صحابی کا نکاح رسول اللہ نے کیا اس کے پاس تو سوائے تہہ بند کے کچھ نہ تھا آج کونسا ایسا شخص ہے جس کے پاس کم از کم ایک جوڑا کپڑوں کا ہو اکثریت ایسے لوگوں کی موجود ہے جن کے پاس لباس وافر مقدار میں موجود ہیں۔ رہائش کے لئے گھر موجود ہے۔ اس صحابی سے بڑھ کر معاشی حالت درست ہے۔ لہذا آپ رسومات اور رواجوں سے ہٹ کر سنت نبوی کے مطابق نکاح کروالیں حق مہر کی بھی شرع میں کوئی مقدار کم یا زیادہ متعین نہیں۔ حسب استطاعت مہر ادا کر دیں۔ بدکاری و فحاشی کے اس سیل رواں میں پاکدامنی اختیار کرنا انتہائی لازمی ہے اور نکاح بدکاری سے بچنے کا بہترین راستہ ہے۔ اس لئے گھر والوں کی بات تسلیم کر کے نکاح کے بندھن میں بندھ جائیں اور اللہ تعالیٰ مالی مشکلات کو اپنے فضل و کرم سے درست کر دے گا جیسا اوپر گزر چکا ہے۔

گھروں میں خواتین کا دوپٹہ کرنا

س۔ کیا خواتین کو اپنے گھروں میں بھی اپنے سروں پر دوپٹے

اوڑھنے چاہئیں کتاب وسنت کی رو سے واضح کریں۔

ج: مسلمان عورت کے بارے میں شریعت اسلامیہ کا فیصلہ ہے کہ یہ پردے کے اندر رہنی چاہئے اسے کھلے عام پھرنے کی اجازت نہیں دی گئی عورت کو اپنے گھر میں بھی سر پر دوپٹہ وغیرہ اوڑھنا چاہئے کیونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان"

عورت پردہ ہے جب یہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے۔ (سنن الترمذی کتاب الرضاع باب نمبر 18 رقم 1173 امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ صحیح ابن خزیمہ (1685، 1686، 1687) صحیح ابن حبان (329 موارد) المعجم الکبیر للطبرانی 132/10 (10115) تاریخ بغداد 451/8 مجمع الزوائد 156/2 (2116) علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے ارواء الغلیل 303/1 رقم (273) نصب الرایۃ 298/1، 299)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت ایسی چیز ہے جو چھپانے کے لائق ہے اسی لئے عورت کو بذات خود پردہ قرار دے دیا لہذا مسلمان خواتین کو چاہئے کہ وہ اپنے سارے وجود کو ڈھانپ کر رکھیں سوائے چہرے اور ہاتھوں کے کیوں کہ گھر میں کام کاج کے لئے انہیں کھلا رکھنا ایک ضرورت ہے اور یہ ستر سے مستثنیٰ ہے۔ لیکن غیر مردوں کے آگے ان اعضا کو بھی کھلا نہیں رکھنا چاہئے۔

ناخن پالش کے ساتھ وضو

س۔ کیا اگر عورت نے اپنے ناخنوں پر نیل پالش لگا رکھی ہو تو اس صورت میں وضو ہو سکتا ہے؟

ج: قرآن حکیم میں وضو کے متعلق ارشاد باری تعالی ہے
يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ (المائدہ۔6)

اے ایمان والو جب تم اقامت صلوۃ کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو دھولو۔

اس آیت کریمہ میں چہرے اور ہاتھوں کو دھونے کا حکم ہے۔ ان کا دھونا وضو میں فرض ہے جب ناخنوں پر نیل پالش لگی ہو تو ناخن دھوئے نہیں جاتے جس کی بنا پر وضو نہیں ہوتا۔ وضو کی حالت میں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال اسی لئے مشروع کیا گیا ہے تاکہ پانی کی تری کا اثر ہر عضو پر صحیح طرح پہنچ جائے اسی طرح عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ ایک سفر میں ہم سے پیچھے تھے آپ نے ہمیں اس حالت میں پایا کہ نماز کا وقت تھا اور ہم وضو کر رہے تھے ہم اپنے پاؤں کو ہلکا سا دھو رہے تھے تو آپ نے بلند آواز سے کہا" ویل للاعقاب من النار" ایڑیوں کی آگ سے ہلاکت ہے۔ (صحیح البخاری کتاب العلم باب من رفع صوته بالعلم (60)) اسی طرح صحیح البخاری کتاب الوضوء باب غسل الاعقاب میں امام ابن سیرین تابعی رحمۃ اللہ کے بارے میں ہے کہ وہ جب وضوء کرتے تو انگوٹھی والی جگہ کو دھوتے تھے۔ یہ صرف اسی لئے تھا کہ انگلیاں خشک نہ رہ جائیں کیونکہ وضوء میں جو اعضاء دھونے والے ہیں ان کا خشک رہ جانا صحیح نہیں نیل پالش لگنے سے ناخنوں پر تہہ جم جاتی ہے اور ناخنوں تک پانی نہیں پہنچ پاتا اس لئے ضروری ہے کہ وضوء کے وقت نیل پالش اتار لی جائے تاکہ اعضائے وضو کو اچھی طرح دھولیا جائے۔ اگر نیل پالش لگی رہی تو وضو نہیں ہوگا۔

اپیل برائے مسجد

اڈہ علی خیل پر دو کنال رقبہ ہم نے مسجد اور مدرسہ اہلحدیث کے لئے خریدنا ہے ایک کنال خرید لی ہے۔ جس کا سودا ہو چکا ہے اور رقم عید الفطر تک ادا کرنی ہے اور دوسری کنال جب لیں گے جب پہلا قرضہ ادا ہو جائے گا ایک کنال کی رقم ایک لاکھ ہے۔ اہل اسلام سے اپیل ہے کہ یہ صدقہ جاریہ ہے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں

رابطہ کے لئے: محمد جعفر خطیب مسجد بلال اہلحدیث چک نمبر 61/DB ڈاکخانہ خاص تحصیل کلورکوٹ ضلع بھکر فون 04522-310755-04522-310353

ام عبد منیب کو صدمہ

ہفت روزہ الاعتصام کے مدیر احمد شاکر کی بہو اور ادیب محمد مسعود عبدہ کی بیٹی اور مجلہ طیبات کی معاون ام عبد منیب کی بیٹی شاعرہ وادیبہ مریم خنساء 19 دن کی بے ہوشی کے بعد لاہور کے مقامی ہسپتال میں وفات پاگئیں۔ اللہ مرحومہ کو جنت الفردوس عطا کرے۔ ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔

ادارہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

شیڈول رمضان المبارک

آصف عزیز مسئول طلباء مرکز الدعوۃ والارشاد پاکستان

4 دسمبر۔ لاہور زون ...... 5 دسمبر۔ فیصل آباد زون ...... 6 دسمبر۔ بہاولپور زون ...... 7 دسمبر۔ ملتان زون ...... 8 دسمبر۔ گوجرانوالہ زون ...... 9، 10 دسمبر۔ لاہور دفتر ...... 11 دسمبر۔ راولپنڈی زون ...... 12 دسمبر۔ آزاد کشمیر ...... 13 دسمبر۔ ہزارہ زون ...... 14، 15 دسمبر۔ سرحد ...... 16، 17 دسمبر۔ لاہور دفتر ...... 18 دسمبر۔ لاہور زون ...... 19، 20 دسمبر۔ اندرون سندھ ...... 21، 22 دسمبر۔ کراچی ...... 23، 24 دسمبر۔ لاہور دفتر ...... 25 دسمبر۔ سیالکوٹ

شعبہ طلباء 5 چیمبرلین روڈ لاہور۔ فون۔ 7231106

ضرورت اساتذہ

ملک بھر کے مختلف شہروں میں الدعوۃ سکولز کے لئے مرد اساتذہ کی ضرورت ہے۔

انٹرویو: 5، 6، 7 جنوری 2001 صبح 10 بجے تا دوپہر 2 بجے۔ بمقام: الدعوۃ سائنس کالج مرکز طیبہ مریدکے

عمر: 20 تا 40 سال۔ تعلیم: ایف ایس سی (F.S.C) بی اے (B.A) بی ایس سی (B.S.C) ایم اے (M.A) ایم ایس سی (M.S.C)

نوٹ: فنی تعلیم اور تجربہ رکھنے والے افراد کو ترجیح دی جائے گی۔

8 جنوری سے ٹیچرز ٹریننگ پروگرام مرکز طیبہ مریدکے میں شروع ہوگا

صدیقی جیولرز

ہمارے ہاں جدید ڈیزائنوں میں زیورات کیڈیم سے تیار کئے جاتے ہیں۔

22 قراط کی ان شاء اللہ مکمل گارنٹی۔ مجاہد بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت۔

D-24 بیرون صرافہ بازار چوک بزاز ہٹہ رنگ محل لاہور۔ PH-7630349-7659765

خانگی مسائل ——— سلسلہ نمبر 2

خاوند کے حقوق

جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑنے کی وجہ سے اغیار نے اس امت کے بلا د وافراد پر قبضہ کیا اور سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جہاں اسلام نافذ تھا' وہاں اپنے قوانین نافذ کر دیئے۔ امارت وخلافت کی جگہ جمہوریت نے لے لی۔ اسلام کے اقتصادی نظام کی جگہ یہود کا سودی نظام آ گیا۔ مسلمانوں کے تابناک ماضی نے جو معاشرت وتہذیب چھوڑی تھی' اس کی جگہ ہندووانہ رسم ورواج اور مغرب کی تقلید نے لے لی۔ خصوصاً برصغیر پر جب گوروں نے سواری کی تو سب سے پہلے نظام بدلا مگر بہت بڑے ردعمل (Reaction) سے بچنے کے لئے پیدائش وموت اور نکاح وطلاق کے کچھ عائلی قوانین باقی رہنے دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج آپ مفتیان کرام سے پوچھیں' ان کے پاس آنے والے مسائل کا تقریباً 80% انہی شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ہوتا ہے۔

آج جب کہ کفر اپنا ورلڈ آرڈر لے آیا ہے' وہ ہمارے خاندانی نظام کو بھی بدلنا چاہتا ہے۔ وہ عورت کہ جس کو اسلام نے بہو' بہن اور ماں جیسے عہدوں سے نوازا تھا' وہ اس کو آزاد کر کے دو' دو آنے کا مال بنا کر بازار میں لانا چاہتا ہے کہ جوانی میں تو وہ جسم فروشی کرے اور جب گال پچک جائیں تو راندہ درگاہ بن کر اس معاشرہ پر بارگراں بن جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی مشین کا خالق اللہ ہے۔ الذی خلقک فسوک فعدلک۔ جس نے تجھے پیدا کیا اور برابر کیا اور ہر پرزہ ٹھیک جگہ پر لگایا۔ اگر کسی مشین کے کسی کل پرزے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لگایا جائے یا چھوٹے کی جگہ بڑا یا برعکس کر دیا جائے تو وہ مشین برباد ہو جاتی ہے۔ بعینہ اللہ احکم الحاکمین نے عورت پر مرد کو حاکم بنایا ہے۔ ''الرجال قوامون علی النساء''

اور عورت کو ماتحت بنایا ہے۔ اب اگر ان کو نام نہاد مساوات کے نام پر برابر کر دیا جائے یا یورپی معاشرے کی طرح مرد کے سر پر چڑھا دیا جائے تو زندگی اجیرن ہو کر رہ جائے گی۔ ''من اعرض عن ذکری فانہ لہ معیشۃ ضنکی '' اور جو شخص میرے ذکر (ہدایت) سے منہ پھیرے گا ہم اس کی دنیا کی زندگی تنگ کر دیں گے۔

یہ لوگ اب طرح طرح کی بحثیں شروع کر رہے ہیں۔ عورت کے حقوق کے لئے تنظیمیں قائم ہیں۔ عالمی کانفرنسیں ہو رہی ہیں۔ منصوبہ بندی کے نام پر بدکاری کو عام کیا جا رہا ہے۔ ایسی مانع حمل ادویات عام ہو رہی ہیں کہ بدکاری کو چھپایا جا سکے۔

پھر ٹی وی اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے لڑکیوں کو والدین کے خلاف بغاوت پر ابھارا جاتا ہے اور بھاگنے والیوں کو ''دارالامان'' مہیا کیے جاتے ہیں۔ یہ سب سازشیں مسلمانوں کے اجتماعی اور خاندانی نظام کا شیرازہ بکھیرنے کے لئے کی جا رہی ہیں۔

محمد یوسف طیبی

لیکن جس قدر حقوق اسلام نے عورت کو دیئے ہیں' کوئی نہیں دے سکتا اور جس قدر عورت کو شوہر کا تابع اور ماتحت رکھا ہے' اسی میں خیر ہے اور اللہ کی حکمت کا یہی تقاضا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اسلام نے زوجین کو کیا حقوق دیئے ہیں۔ پہلے ہم خاوند کے حقوق کا تذکرہ کریں گے۔

اس بحث میں داخل ہونے سے پہلے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ زوجین کی زندگی ایک دوسرے کو حقوق دینے سے گزرتی ہے نہ کہ لینے سے یعنی زوجین ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں اور حقوق و فرائض سے بڑھ کر باہم راحت فراہم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن اگر نزاع کی شکل پیدا ہو جائے تو پھر شرعی احکام کی طرف دیکھا جاتا ہے۔ تاکہ مسئلہ کا حل ڈھونڈا جا سکے۔

خاوند کا پہلا حق:

عورت پر اولین فرض یہ ہے کہ وہ خاوند کا حق زوجیت ادا کرے۔ انسان کو عمر کے ایک خاص موڑ پر شادی کی حاجت محسوس ہوتی ہے۔ اب اگر اس کی حاجت پوری نہ ہو تو پھر معاشرہ میں بگاڑ آتا ہے۔ اس لئے شادی کے بندھن کے ساتھ جب زوجین کو باندھ دیا جاتا ہے تو پھر ان پر یہ لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کی حاجت بھی پوری کریں۔ لیکن چونکہ خاوند حاکم ہے اس لئے اس کے مذکورہ حق کو زیادہ اجاگر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اذا دعا الرجل امرأته الى فراشه فابت ان تجيئى لعنتها الملائكة حتى تصبح (صحيح بخارى)

''جب خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کر دے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔'' اور صحیح مسلم میں ہے کہ ایسا کرنے والی عورت پر اللہ تعالیٰ ناراض رہتا ہے جب تک خاوند راضی نہ ہو۔

سنن ترمذی میں ہے کہ خاوند بلائے تو عورت فوراً آ جائے چاہے وہ تنور پر مصروف کار ہی کیوں نہ ہو۔

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ وہ انکار نہ کرے اگرچہ (رخت سفر باندھے) اونٹ کے کجاوے پر ہی کیوں نہ بیٹھ چکی ہو۔

ملاحظہ فرمائیں اگر ان حالات میں اس کے لئے انکار کی گنجائش نہیں تو پھر عام حالات میں کیونکر ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے معذور ہو تو خاوند کو بھی اس کا خیال کرنا چاہئے کیونکہ اسلام میں کسی کو تکلیف دینا حرام ہے۔

خاوند کا دوسرا حق: خاوند کی خدمت کرنا

یہ مسئلہ عام طور پر پیدا ہی نہیں ہوتا۔ تمام مسلمان عورتیں خاوندوں کی خدمت کو اپنا وقار سمجھتی ہیں۔ خدمت نہ کرنے کو باعث عار سمجھتی ہیں لیکن چونکہ اس وقت سازشی عناصر اس مسئلہ کو ابھار رہے ہیں تو عرض کئے دیتا ہوں کہ گھر کا کام کاج اور خدمت عورت کے ذمے واجب ہے۔ اس کی چند دلیلیں یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

1- **"الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا من أموالهم ...... سورة النساء (34)**

کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں کیونکہ اللہ نے ان کے بعض (مردوں) کو بعض (عورتوں) پر فضیلت دی ہے اور اس لئے کہ وہ اپنا مال خرچ

کرتے ہیں۔

حافظ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ اگر ہم خاوند پر خدمت واجب کردیں (کیونکہ کسی کو تو گھر کے کام کرنے ہی پڑیں گے) کہ وہ بیوی کے کپڑے دھوئے' کھانا پکا کر دے' پانی حاضر کرے' گھر صاف کرے پھر تو بیوی حاکم بن جائے گی اور خاوند محکوم بن جائے گا (زادالمعاد 188/5)

2- دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اتقوا اللہ فی النساء فانھن عوان عندکم ۔(سنن الترمذی تحقیق الالبانی 341/1 نمبر 929)

کہ عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو کیونکہ وہ آپ کے پاس اسیر ہیں حافظ ابن تیمیہؒ اور ابن القیمؒ فرماتے ہیں۔ عانی اسیر (قیدی) کو کہتے ہیں اور اسیر کا مرتبہ یہی ہوتا ہے کہ اپنے صاحب کی خدمت کرے۔(زادالمعاد 188/5 مجموع الفتاوی 90/34)

3- تیسری دلیل......اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے"فالصالحات قانتات حافظات للغیب بما حفظ اللہ" (النساء 34)

"پس نیک عورتیں (مردوں کی) فرمانبردار ہیں اور ان کی پیٹھ پیچھے (عزت اور مال) کا بچاؤ کرتی ہیں اللہ کے بچاؤ سے"

حافظ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔اس آیت کا تقاضا ہے کہ بیوی پر مطلق طور پر اطاعت واجب ہے۔ خدمت میں اطاعت' ہم سفر ہونے میں اور حق ازواجیت میں (أحکام الزواج۔ ص 83)

4- چوتھی دلیل۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے باپ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں تاکہ شکایت کرسکیں کہ چکی نے ان کے ہاتھوں پر نشان بنا دیئے ہیں اور خادم کا مطالبہ کرسکیں۔تو نبی ﷺ گھر میں نہ تھے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتانے پر اکتفا کیا۔پھر رات کے وقت آپ ﷺ ہمارے گھر آئے۔ہم لیٹے ہوئے تھے۔ہم نے اٹھنا چاہا' آپ ﷺ نے فرمایا' لیٹے رہو' پھر ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔حتیٰ کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک کی ٹھنڈک میں نے اپنے پیٹ پر محسوس کی۔پھر فرمایا کہ کیا میں آپ کو ایک بات نہ بتلا دوں جو تمہارے مطالبے سے بھی بہتر ہو۔جب تم اپنے بستر پر آجاؤ تو تینتیس (33) دفعہ سبحان اللہ تینتیس (33) دفعہ الحمد للہ اور چونتیس (34) دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو تو یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے (متفق علیہ)

سیدۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شکایت کرنا دلالت کرتا ہے کہ وہ یہ والی خدمتیں مجبوراً نہیں کرتی تھیں بلکہ ان کے ذمے واجب تھیں۔ اگر نفلی بات ہوتی تو شکایت کی کیا ضرورت تھی' وہ کام چھوڑ سکتی تھیں اور پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو بھی نہیں کہا کہ تم یہ آٹا پسوا کر کیوں نہیں دیتے۔

5- پانچویں دلیل۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"الا حقھن علیکم أن تحسنوا الیھن کسوتھن وطعامھن" سنن الترمذی تحقیق الالبانی 341/1 نمبر 929

"اللہ تعالیٰ نے عورت کا کپڑا اور طعام (کھانا) خاوند کے ذمے لگایا ہے۔"

عربی زبان میں دانے کو بھی طعام کہتے ہیں'

ابوسعید فرماتے ہیں" کنا نخرج زکوۃ الفطر صاعا من طعام" (صحیح البخاری) کہ ہم فطرانہ ایک صاع کھانے کا دیتے

عورت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے خاوند کو خوش رکھے۔خاوند جب اسے کسی چیز کا حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے

تھے اور مراد غلہ ہے۔امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے' یہاں طعام سے مراد گندم ہے (فتح الباری) اسی طرح کفار میں جہاں مساکین کو کھانا دینے کا تذکرہ آتا ہے' وہاں مراد گندم دینا بھی ہوتا ہے۔لہٰذا خاوند تو گندم دے کر سرخرو ہوا' اب اس کو تیار کر کے کھانا دینا تو بہرحال بیوی ہی کا کام ہے تو یہ کہنا غلط ہوا کہ خاوند کے ذمے گھر کے سارے کام ہیں۔

دوسرا یہ کہ اگر کھانا پکانا خاوند پر ہے' اس کو بفرض محال مان بھی لیں تو باقی خدمات بھی خاوند ہی کرے۔عورت کے لئے بلا اشد

رسول اللہ ﷺ نے نیک عورت کو دنیا کا بیش بہا خزانہ قرار دیا ہے

ضرورت گھر سے باہر نکلنے کی بھی ممانعت ہے۔وقرن فی بیوتکن۔تو پھر عورت گھر کا کام بھی نہ کرے' معاشی ذمہ داریاں بھی نہ اٹھائے تو پھر گھر بیٹھ کر کیا صرف ایک شوپیس کا کردار ادا کرے گی؟

6- چھٹی اور اہم دلیل۔یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجۃ (البقرہ 228) اور ان کے عورتوں کے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ معروف طریقے سے ان کے فرائض ہیں اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے۔

اس آیت پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کام عورتیں عام طور پر کرتی ہیں' وہ اکثر واجب کئے ہیں' کیونکہ مثل الذی علیھن بالمعروف کا معنی ہے کہ جو کام وہ عرف میں یعنی پہلے سے معروف معاشرتی دستور میں کرتی چلی آرہی ہیں' وہ ان پر واجب ہیں۔صحابیات گھروں کا کام کاج کرتی تھیں۔سیدہ فاطمہ پانی بھرتیں آٹا پیستی تھیں۔سیدہ اسماء فرماتی ہیں میں اپنے خاوند زبیر رضی اللہ عنہ کی گھر میں خدمت کرتی اور ان کا ایک گھوڑا تھا' اس کی بھی دیکھ بھال کرتی اور ان کے باغ میں بھی کام کرتی۔وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لاتی اور باغ کو پانی لگاتی۔(مسند احمد 47 3 '307/6)

7- ساتویں دلیل بھی مذکورہ آیت ہی ہے۔اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ زوجین کے حقوق و فرائض باہم مشابہ ہیں اور مردوں کو اضافی فضیلت حاصل ہے تو اگر سارے کام مرد ہی کرے گا تو یہ مشابہت اور مثلیت کیسے ہوگی؟

8- نویں اور اہم دلیل یہ ہے کہ فرمان الٰہی ہے' والاتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا۔(النساء 34)

وہ بیویاں کہ جب کی نافرمانی کا تمہیں خوف ہو' ان کو سمجھاؤ (اگر نہ مانے) تو ان سے بستر الگ کرلو (اگر نہ فائدہ ہو) تو ان کو مارو اور اگر وہ اطاعت گزار ہوں تو ان کی پٹائی کے بہانے نہ تلاش کرو۔ عورت پر خدمت کو واجب نہ قرار دینے والے علماء فرماتے ہیں کہ اس سے حق زوجیت ادا کرنے میں اطاعت مراد ہے۔سوال یہ ہے کہ اگر عورت حق زوجیت میں اطاعت نہیں کرتی تو بستر الگ کرنے سے اس کو سزا ملے گی یا اس کی خواہش پوری ہو جائے گی۔وہ تو الٹا خوش ہو جائے گی۔یہ تو وہی بات ہوئی کہ اگر کوئی خارش زدہ آدمی ڈاکٹر کے پاس جائے اور اپنی شدید صورت حال کا تذکرہ کرے اور ڈاکٹر کہے کہ اس کا تو بہت آسان علاج ہے۔وہ یہ کہ جب خارش ہو تو خارش کرلیا کرو۔لہٰذا اگر عورت پہلے بھی حق ازواجیت سے گھن کھاتی ہو تو بستر الگ ہونے سے اس کا علاج نہیں ہوگا۔

دوسرا یہ کہ کیا حق زوجیت ادا نہ کرنے پر کبھی مار پٹائی کی نوبت آتی ہے؟ کبھی کوئی خاوند بیوی کو اس لئے مار رہا ہو کہ یہ میرا حق استمتاع ادا نہیں کرتی؟ ایسا شاید ہی کبھی ہو۔تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اس اطاعت سے مراد خاوند کی مطلق اطاعت ہے۔وہ گھر کا کام کاج ہو یا کوئی اور کام اور جس کام کے نہ کرنے پر خاوند سزا دے سکتا ہے'

اس کے واجب ہونے میں کیا شک ہے؟

خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "لو کنت آمرا احدا آن یسجد لأحد لامرت المرأة أن تسجد لزوجها" (سنن الترمذی نمبر 926)

اگر میں نے کسی شخص کو حکم دینا ہوتا کہ وہ دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ خاوند کو سجدہ کیا کرے۔

اسی لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں "بعض علماء کا خیال ہے کہ عورت پر خدمت کرنا واجب نہیں۔ یہ قول ضعیف ہے اس شخص کے ضعیف قول کی طرح کہ اس پر خاوند کے پاس رہنا اور اپنے آپ کو پیش کرنا بھی واجب نہیں ہے۔ اگر وہ خدمت نہ کرے تو معروف طریقے سے زندگی نہیں گزارے گی (حالانکہ اللہ کا فرمان ہے "عاشروھن بالمعروف" کہ ان کے ساتھ معروف طریقے سے زندگی گزارو) جب کہ مرد کی یہ ہم سفر اہلیہ اگر خاوند کے شانہ بشانہ خانہ داری کے امور نہیں اپنائے گی تو ان کی زندگی غیر عرفی ہو جائے گی۔ (مجموع الفتاوی 90/34)

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' عورت اگر خدمت نہ کرے گی اور خاوند کو سارے کام کرنے پڑیں گے تو اس کے دو متضاد نتائج برآمد ہونگے۔ ایک تو یہ کہ خاوند کی ذمہ داریاں (حصول رزق اور خانہ داری کے کام) ڈبل ہو جائیں گے' دوسری طرف عورت عضو معطل ہو کر رہ جائے گی اور اس کا فساد شریعت اسلامیہ میں کسی پر مخفی نہیں کہ جس شریعت نے مرد وزن کے حقوق وفرائض برابر رکھے بلکہ مرد کو اضافی فضیلت دی۔ (آداب زفاف-289)

حقیقت یہ ہے کہ ازدواجی زندگی کی گاڑی حقوق وفرائض کی جنگ سے نہیں چلتی بلکہ باہم محبت' ایثار وقربانی کے جذبے سے چلتی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے کام اپنے ذمے لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں بحمد اللہ خاندانی نظام قائم ہے۔ جب شادی ہوگئی' لڑکی ایک گھر سے ہٹ کر دوسرے گھر کی بیٹی بن جاتی ہے۔ سسر وساس کو اپنے ماں باپ کا درجہ دیتی ہے۔ ان کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی کیونکہ جب خاوند کی خدمت واجب ہے تو ہر اس فرد کی خدمت بھی یہی کرے گی۔ جس کی خدمت خاوند پر واجب ہے۔ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ وہ خاوند کی روٹی پکائے اور بولے کہ والدین کی تم خود پکاؤ۔ پھر تو وہی حقوق کی جنگ ہوگی اور جب بیوی کا یہ رویہ ہو جائے کہ ایک ہاتھ دو ایک ہاتھ لو تو پھر خاوند یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ تو اگرچہ بیمار ہے' تڑپ رہی ہے لیکن شریعت کی کسی دلیل میں یہ نہیں ہے کہ خاوند کے ذمہ روٹی' کپڑا کے علاوہ دوائی بھی واجب ہے؟ اس لئے باہمی ایثار کے جذبے سے زندگی گزرتی ہے۔ بسا اوقات خاوند کو بیوی کے کام بھی اپنے ذمہ لینے پڑتے ہیں۔ جب وہ بیمار ومعذور ہو جاتی ہے۔ یاد رہے کہ اس مسئلہ میں دوسرا مذہب یہ ہے کہ بیوی پر صرف حق زوجیت ادا کرنا اور مال وآبرو کی حفاظت کرنا ہی واجب ہے۔

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر مرد عورت سے استمتاع ولذت حاصل کرتا ہے تو یہ فائدہ عورت کو بھی ملتا ہے لہذا دونوں برابر ہوئے۔ حالانکہ خاوند پر اس عورت کا مکمل خرچہ بھی ہے تو عدل کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں عورت پر بھی کچھ فرض ہو اور وہ یہی خدمت ہے جو عورت پر فرض ہے۔

خاوند کا تیسرا حق مال وآبرو کی حفاظت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ خاوند کی اجازت کے بغیر روزہ (نفلی) رکھے اور نہ کسی کو اس کی اجازت کے بغیر گھر آنے دے (صحیح بخاری)

لہذا عورت کو جائز نہیں کہ وہ کسی بھی آنے والے کو بغیر اجازت اندر آنے دے خواہ وہ آنے والا گہرا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر خاوند کی طبیعت کے مطابق وہ سمجھتی ہو کہ وہ فلاں کے آنے سے ناراض نہیں ہوگا تو جائز ہے بشرطیکہ کوئی اور شرعی وجہ مانع نہ

ہو۔ لہذا ہر بات کی تحریری یا تقریری اجازت ضروری نہیں۔ اس مسئلہ میں معاشرے میں بہت سستی وکوتاہی پائی جاتی ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے سختی سے منع کیا ہے کہ اگر کسی عورت کا محرم نہ ہو تو اس کے پاس جانا سخت منع ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' آج کے بعد کوئی آدمی ہرگز کسی عورت کے پاس نہ جائے مگر جب اس عوت کے ساتھ ایک دو آدمی (محرم) ہوں (صحیح مسلم)

دوسری حدیث میں ہے۔ کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ خلوت (تنہائی) نہ کرے مگر یہ کہ اس کے پاس محرم ہو۔ (صحیح بخاری)

تیسری حدیث میں فرمایا۔ عورتوں کے پاس جانے سے بچ جاؤ۔ کسی نے پوچھا کہ دیور کا کیا حکم ہے؟ فرمایا وہ تو موت ہے۔ (صحیح بخاری)

امام ابن العربی فرماتے ہیں۔ دیور سے ایسے بچو جیسے موت سے بچتے ہو۔ (فتح الباری 242/9)

اردو کے عرف عام میں بھی جب کہا جائے کہ یہ کام نہ کرو' یہ تو نری موت ہے تو اس سے بچنا ہی مراد ہوتا ہے۔ بعض لوگ غیر عرفی معنی کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دیور سے پرہیز کرنا ناممکن ہے۔ جیسے کہ موت سے۔ تو یہ معنی سلف صالحین نے نہیں کیا ہے۔ نہ لغت اس کا ساتھ دیتی ہے۔

خاوند کا پانچواں حق: اپنے جسم کی حفاظت کرے

اسلام میں عورت کو ایک وقت میں صرف ایک مرد سے شادی کی اجازت ہے۔ کیونکہ نسل کا بقاء اسی میں ہے جب کہ خاوند ایک سے زیادہ شادیاں کر سکتا ہے اس لئے عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاوند کے لئے وقف رکھے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

"فالصالحات قانتات حافظات للغیب بما حفظ اللہ" (النساء 34)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد ہے کہ عورت اپنے خاوند کے حقوق ادا کرے اور اس کے غائب ہونے کی صورت میں اس کے مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرے (تفسیر قرطبی 11/4)

دوسری آیت میں ہے "قل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن" (النور 31) کہ مومنہ عورتوں کو فرما دیں کہ نظر نیچی رکھیں اور شرمگاہ کی حفاظت کریں۔ حافظ ابن کثیر نے قتادہ وسفیارہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد شرمگاہ کی ہر اس چیز سے حفاظت کر جو حلال نہیں ہے (ابن کثیر) جیسے بوس وکنار' ہاتھ کا لمس' ہنس کر بات کرنا' لوچ دار انداز اپنانا یا چلنا۔ یہ سب غیر خاوند کے لئے حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

جب عورت پانچ وقت کی نمازی ہو' رمضان کے روزے رکھے' شرمگاہ کی حفاظت کرے' خاوند کی اطاعت کرے اس کو کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا۔ (مسند احمد۔ حسنہ الالبانی فی آداب الزفاف)

اسلام کی ماننے والی عورت کے اوصاف میں یہ شامل ہے کہ وہ اپنے جسم کی حفاظت کرتی ہو۔ حدیث نبوی ﷺ ہے۔ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا' اچھی عورت کون ہوتی ہے۔ فرمایا "وہ کہ جب خاوند اس کو حکم دے تو بجا لائے۔ جب وہ اسے دیکھے تو خوش کر دے اور اس کے مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرتی ہو۔ (عشرۃ النساء للنسائی نمبر 70)

شرمگاہ کی حفاظت تو بہت بلند پائے کی ہے۔ اسلام تو عورت کو ایسی یکجائیت دیتا ہے کہ اس کی خوشبو ہی کوئی نہ پا سکے۔ قدموں کی آہٹ بھی نہ سن سکے۔ اسی لئے فرمایا "عورتوں کی خوشبو ایسی ہو کہ جس کا رنگ ظاہر اور خوشبو چھپی ہو" (سنن النسائی تحقیق الالبانی 4734) سورۃ احزاب میں ہے

"اور لوچ دار بات نہ کرو کہ وہ (سننے والا) جس کے دل میں کھوٹ ہے' وہ طمع نہ کرے (آیت 33) یہ بیماری دین دار عورتوں میں بھی ہے کہ غیر مردوں سے لمبے لمبے فون کرتی اور ہنس ہنس کر باتیں کرتی ہیں حالانکہ ان کو لوچ دار انداز میں بات نہیں کرنی چاہئے۔

باقی صفحہ 63 پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ انفال ٹرسٹ

پہنچائے جاتے ہیں۔ ان کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے دینی لٹریچر اور درس کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ عدالتوں میں مستحقین کے کیسوں کی پیروی کی جاتی ہے اور اس کام کیلئے محب اسلام وکلاء کی معاونت بھی کارکنوں کو حاصل ہے۔ سرکاری دفاتر میں ضرورت مندوں کے رکے ہوئے کام نکلوانے کے لئے بھی مرکز الدعوۃ والارشاد کا ایک ادارہ

بڑھانے کے لئے رفاہ عامہ کی خاطر ''الانفال ٹرسٹ'' میدان میں آ گیا ہے۔ ملک بھر کے تمام کارکنان ذمہ داران سے اپیل کی جاتی ہے کہ اس کی طرف توجہ دے کر اپنے اپنے دفاتر میں اس شعبے کیلئے مسئول کھڑے کریں۔ اور مخیر حضرات سے اس کار خیر میں حصہ ڈالنے کے لئے رابطے کریں۔ ان شاء اللہ پورے ملک میں ''الانفال ٹرسٹ'' کے کارکنوں کی ٹیم اس ادارے کے مزید تفصیلی تعارف کی

ملک بھر میں فری ڈسپنسریاں، ہسپتالوں کا جال، بلڈ بینک کا قیام، مہاجرین کی امداد، شہداء کے ورثاء کی دیکھ بھال، نسل نو کو بے راہ روی سے بچانے کے لئے گائیڈ سنٹر اور گونگے، بہروں کے لئے تعلیمی وتربیتی پروگراموں کا اجراء انفال ٹرسٹ کی بنیادی ترجیحات میں ہے

عرصہ دراز سے کام کر رہا ہے۔ ملک کے مختلف حصوں سے لوگ اپنے کاموں کی غرض سے مرکز میں رابطہ کرتے ہیں اور الحمد للہ ان کی مناسب رہنمائی ومعاونت کی جاتی ہے۔

ملک کے کسی حصے میں اگر کوئی ناگہانی واقعہ ہو جائے تو مرکز کے کارکن وہاں بھی اپنی خدمات لئے حاضر ہوتے ہیں۔ بلوچستان اور سندھ کے قحط زدہ علاقوں میں سب سے پہلے مرکز کی ٹیمیں ہی پہنچی تھیں اور متاثرین میں امدادی سامان کے علاوہ ادویات تقسیم کیں۔ کہیں کوئی ایکسیڈنٹ ہو جائے یا طوفان آ جائے تو مرکز کے کارکن جذبۂ خدمت انسانی سے سرشار وہاں موجود ہوتے ہیں۔ مرکزی دفتر چیمبرلین روڈ میں شاید ہی کوئی دن خالی جاتا ہو جب ضرورت مند افراد کے لئے خون کا عطیہ پیش نہ کیا جاتا ہو۔

ان مندرجہ بالا امور کو مزید منظم کرنے اور احسن طریقے سے انجام دینے کے لئے الانفال ٹرسٹ کے نام سے ایک الگ ادارہ رجسٹر کروایا جا رہا ہے۔ یہ تمام شعبے اس ٹرسٹ کے تحت مزید فعال ہوں گے اور ملک کے اندر خدمت خلق کے کام کو تیز تر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

اللہ کے دین سے دوری اور بے عملی کی وجہ سے ملک میں جو بے چینی اور اضطراب کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ اس کا واحد حل دین اسلام کی طرف رغبت اور اصلاح اعمال ہے۔ درحقیقت ملکی معیشت، معاشرت، ابلاغیات، تعلیم، مقننہ، انتظامیہ، عدلیہ اور دیگر شعبوں کو اسلامی رنگ میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ افراد سازی، قومی سطح پر دینی تربیت اور دین اسلام کی طرف توجہ دلانا بھی انتہائی ضروری ہے۔ اس مقصد کیلئے جہاں مرکز کا شعبہ دعوت واصلاح سرگرم عمل ہے وہاں نئی نسل کو دینی تعلیم سے روشناس کروانے کے لئے الدعوۃ سسٹم آف سکولز پورے ملک میں فعال کردار ادا کر رہے ہیں اب اس کے شانہ بشانہ خدمت خلق کے کام کو آگے

غرض سے اور اسے منظم کرنے کے لئے دورے شروع کرنے والی ہے۔ ٹرسٹ کا مرکزی دفتر فی الحال مرکزی دفتر چیمبرلین روڈ میں ہی بنایا گیا ہے۔ اس میں کسی بھی تبدیلی کی صورت میں مجلۃ الدعوۃ کے ذریعے آگاہ کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

برائے رابطہ مسئول الانفال ٹرسٹ۔

ڈاکٹر محمد ایوب

فون نمبر: 0320-440277-7231106-7636928

5۔ چیمبرلین روڈ لاہور

بقیہ امریکی الیکشن

میں امریکی حکومت اپنے فیصلے آزادانہ نہیں کر سکتی۔ یہ تو ایک چھوٹی سی لسٹ تھی حالانکہ اس سے زیادہ تفصیلی لسٹیں ذرائع ابلاغ پر عموماً آتی رہتی ہیں۔ لشکر طیبہ نے تو آج تک کسی سول غیر مسلم پر ہاتھ بھی نہیں اٹھایا چہ جائیکہ وہ کسی غیر مسلح سول کو قتل کی دھمکی دے چاہے وہ ہندو ہو، یہودی یا عیسائی۔ سول لوگوں کو قتل کرنا لشکر طیبہ کی پالیسی نہیں ہے۔ لشکر طیبہ کا جہاد صرف مقابلے پر آنے والے مسلح، غیر سول اور ظالم کافروں کے خلاف ہے۔ لیکن یہودی شاید ان وضاحتوں سے کبھی مطمئن نہ ہوں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ یہودیوں کے سنگین ترین جرائم کی وجہ سے چونکہ اللہ کی طرف سے ان پر ابد الآباد تک عذاب ہے، اس لئے کوئی ان کے خلاف کچھ نہ بھی کرے، یہ ہر وقت ضرور دہشت میں ہی رہیں گے۔ انہیں تو اپنے سائے سے بھی ڈر محسوس ہوتا ہے اور اگر کوئی مجاہد ان کے سامنے آ جائے اور ان کی طرف وہ اپنی انگلی سے اشارہ بھی کر دے تو ان کا پتہ کیوں نہ پانی ہو...... آج دنیا کے سامنے یہ منظر ہے کہ اسرائیل اپنے جدید ترین ہلاکت خیز ہتھیاروں کے ساتھ غلیلوں سے پتھر پھینکنے والے فلسطینیوں سے لڑ رہا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی راتوں کی نیند حرام ہے۔ ان شاء اللہ یہودیوں کو اپنے ظلم و زیادتی کا تمام بدلہ مل کر رہے گا۔ انہیں اپنے انجام سے کوئی چیز نہیں

بچا سکتی۔ اس موقع پر اب صرف اتنا ضروری ہے کہ عیسائی بھی اب آنکھیں کھولیں۔ اپنے اندر ہمت پیدا کریں۔ موجودہ امریکی الیکشن نے اسرائیلی لابی کی تمام سازشوں کو بے نقاب کر دیا ہے کہ کس طرح انہوں نے تمام امریکی عیسائیوں کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔ اب یہ تمام شکنجے توڑنے کا وقت ہے۔ دنیا بھر سے تمام عیسائیوں اور مسلمانوں کو اس کام کے لئے اٹھ کھڑے ہونا چاہئے۔ ہر ایک کو انصاف کا ساتھ دینا چاہئے۔ اسی سے دنیا میں امن قائم ہو گا۔ ان شاء اللہ

بقیہ تبصرہ کتب

جزو ایمان بنانے والوں کے لئے قرآن وسنت میں وارد وعید بیان کی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الالباب

متلاشیان حق کو اس کتاب کا مطالعہ خلوص دل سے کرنا چاہئے۔ جہاں ان کو کتاب وسنت کی روشنی میں حق پر عمل کی توفیق ملے گی وہیں مؤلف کے لئے صدقہ جاریہ بنے۔ مہنگائی کے اس دور میں کتاب کی قیمت مناسب ہے۔ کاغذ معیاری ہے، ٹائٹل سادہ مگر پرکشش ہے، کمپوزنگ کا سٹائل بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

بقیہ خاوند کے حقوق

سورہ نور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن'' (31) کہ وہ زمین پر ایڑھی مار کر نہ چلیں کہ لوگوں پر اپنی زینت (پازیب) کو ظاہر کریں۔

قارئین کرام! اب آپ اندازہ لگا سکتے ہیں، اسلام نے کس قدر عورت کو ایک انمول ہیرا کی طرح محفوظ کر کے رکھا ہے اور معاشرے میں اس کو گھر کی بادشاہ بنایا...... ماں کا اعلیٰ ترین مقام دیا، بہن اور بیٹی کا پیار دیا جب کہ کفر نے عورت کو آزادی کے نام پر لوٹا جاب کے نام پر گھر سے نکالا پھر دو دو آنے بیچا۔ بازاروں کی زینت بنایا۔

خاوند کا چھٹا حق

خاوند کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اجازت کے بغیر گھر سے باہر جانے سے روکے۔ ارشاد ربانی ہے۔ ''وقرن فی بیوتکن۔''

''اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو''

مجلۃ الدعوۃ اور جہاد ٹائمز کے لئے رابطہ کریں

دفتر مرکز الدعوۃ والارشاد نزد گوشت مارکیٹ، مغل بازار

میاں چنوں PH-661367

نیا دفتر حویلیاں

وطیبہ کتب وکیسٹ لائبریری کٹڑہ بازار حویلیاں

PH-0992-810595-PP

پھیر کر بھاگ گئی اور اس نے داغ مفارقت دے دیا اور آخرت کی گھڑی آ گئی اور اس نے اپنی آمد کی گھنٹی بجا دی خبردار آج گھوڑوں کی تغیر کا وقت ہے اور کل دوڑ کا مقابلہ ہو گا دوڑ میں سبقت لے جانے والوں کے لیے جنت اور پیچھے رہ جانے والوں کے لیے جہنم ہے۔ انسان اپنی موت سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کیوں نہیں کر لیتا۔ نیکی و بدحالی سے پہلے انسان اپنے لیے نفع بخش کام کیوں نہیں کر لیتا۔ خبردار! تم امید و بیم کے تناظر میں زندگی بسر کر رہے ہو اس کے بعد موت سر پر منڈلا رہی ہے' جس نے اپنی موت سے پہلے اور امید و بیم کے ایام میں کام کیا اسے فائدہ ہوا اور موت بھی اسے کوئی نقصان نہیں دے گی اور جس نے اپنی موت سے پہلے امید و بیم کے دنوں میں کوتاہی کی اس کا عمل تباہ و برباد ہوا۔ موت بھی اسے نقصان دے گی' خبردار! رغبت کے دنوں میں تم اس طرح کام کرو جس طرح خوف کے دنوں میں کرتے ہو۔ خبردار! میں نہیں سمجھتا کہ جنت کا طلب گار لمبی نیند سو جائے اور نہ جہنم سے بھاگنے والا بے خوف ہو کر لمبی تان کر سو جائے خبردار! جس کو حق فائدہ نہیں دیتا اسے باطل نقصان دیتا ہے اور جس کو ہدایت سیدھا نہیں کر سکتی اسے گمراہی ہلاکت کی طرف دھکیل لے جاتی ہے۔ خبردار! تمہیں کوچ کا حکم دیا گیا ہے اور تمہارے لیے زاد راہ کی راہنمائی کی گئی ہے سنو! مجھے تم سے سب سے زیادہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ تم خواہشات کے پجاری بن جاؤ گے اور لمبی امیدیں باندھ لو گے سنو! دنیا میں رہتے ہوئے اس دنیا سے زاد راہ حاصل کرو تاکہ کل تم اس سے اپنے آپ کو بچا سکو۔" (حکمران صحابہ)

غور طلب بات ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ قدسی نفوس پاکباز و پاک دل ہستیاں تھیں جنہوں نے اپنی زندگیاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق مسافروں کی طرح بسر کیں۔ ہر کام میں اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھا' دین کے لیے خدمات سرانجام دیں۔ ان کی شان میں قرآن پاک میں آیات نازل ہوئیں دنیا میں ہی ان کے لیے جنتوں کی بشارتیں تھیں اور وہ دنیا سے اس حال میں گئے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان پر راضی تھے۔ پھر بھی فکر آخرت انہیں کس قدر بے چین رکھتی تھی اللہ کے عذاب سے وہ کس قدر ڈرتے تھے۔ قیامت کے دن کا حساب کتاب کے دن کا انہیں کس قدر خوف تھا۔ جزا و سزا کا وہ دن جس کے بارے میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ﴾ [مریم:39]

"تو انہیں اس رنج و افسوس کے دن کا ڈر سنا دے جبکہ کام انجام کو پہنچا دیا جائے گا۔"

یعنی حساب کتاب کر کے صحیفے لپیٹ دیئے جائیں گے اور جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے اور آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں حیات بعد الممات پر ہمارا ایمان ہے لیکن! زندگی کی اصل حقیقت سے بے خبر ہیں۔ زندگیاں قرآن و سنت کے احکامات سے انحراف کرتے ہوئے گزر رہی ہیں۔ دنیا کے مکر و فریب کے جال میں پھنس چکے ہیں۔ ہر طرح کی لذتیں میسر ہیں۔ گھٹیا دنیا کی عیش و عشرت میں گم ہیں۔ انجام کی فکر نہیں فکر آخرت کو پس پشت ڈال رکھا ہے سمعنا وعصینا کی روش اختیار کی ہوئی ہے۔ قرآن پاک جو ہماری رشد و ہدایت کے لیے نازل ہوا اسے پس پشت ڈال رکھا ہے حالانکہ یہ مقدس کتاب جس کے بوجھ کو روئے زمین اور اس کی تمام چیزوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا مگر انسان نے اسے بوجھ کو اٹھا لیا مگر کیا اس پر عمل کرنے کا حق ادا کیا؟ آج دنیا کی ہر چیز اپنے رب کے حکم کی فرماں بردار ہے مگر انسان ہی اتنا نافرمان کیوں ہو گیا ہے؟ وہ اس دن سے غافل کیوں ہو گیا ہے جس دن کی حدت کا

سوچنے کی بات ہے کہ کیا ساری زندگی ہمیں بس اسی طرح کھانے اور کمانے کے لئے ہی ملی ہے؟ کیا انسان ساری زندگی جو اتنی تگ و دو کرتا ہے اور شب و روز صرف کرتا ہے تو کیا اس کا حاصل صرف دنیاوی زندگی تک ہی محدود ہے؟

یہ عالم ہو گا کہ سورج میل کے فاصلے پر ہو گا؟ (الحدیث) ہر انسان اپنے اعمال کے مطابق اذیت میں مبتلا ہو گا۔ پسینے میں ڈوبا ہوا ہو گا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس دن لوگ کھڑے ہوں گے پروردگار عالم کے سامنے بعض لوگ اپنے پسینے میں ڈوبے کھڑے ہوں گے جو دونوں کانوں کے نصف ہو گا لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

اس دن جہنم میں جہنمیوں کے اجسام ان کے اعمال کے مطابق بڑے ہوں گے اور ان پر ہر طرح کا عذاب ہو گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کافر کا دانت یا اس کی کچلی احد پہاڑ کے برابر ہو گی (صحیح مسلم) اسی طرح فرمایا: کافر کے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں تیز رو سوار کے تین دن کی راہ ہو گی۔ (صحیح مسلم) اس دن کی سختی کا یہ عالم ہو گا لوگ دیکھنے میں ایسے معلوم ہوں گے جیسے بدمست (بے ہوش ہیں) حالانکہ وہ بدمست نہ ہونگے بلکہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (صحیح بخاری) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگ (قیامت کے دن) ننگے پاؤں، ننگے بدن، بن ختنہ حشر کیے جائیں گے میں نے (سیدہ عائشہؓ) عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مرد اور عور سب ایک دوسرے کے ستر کو دیکھیں گے آپ ﷺ نے فرمایا ایسا سخت وقت ہو گا کہ اس کا خیال بھی کوئی نہیں کرے گا (صحیح بخاری) اس دن کی شدت کا جہنم کی ہولناکیوں اور جنتیوں او جہنمیوں کی زندگیوں کا اللہ ذوالجلال والاکرام نے اپنی مقد کتاب میں بکثرت ذکر کیا ہے۔ جس دن انسان اپنے ذرہ برا عمل کا بھی بدلہ پالے گا ﴿وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا﴾ "ج کچھ انہوں نے کیا تھا موجود پائیں گے۔" (القرآن) یہ دنیا و آسائشوں کی فراوانی اللہ کی طرف سے مہلت ہے اس دن اللہ کی نعمتوں سے متعلق بھی باز پرس ہو گی۔

حدیث میں آتا ہے اللہ اپنے بعض بندوں سے اپنی نعمتوں کا اقرار کروانے کے بعد پوچھے گا کیا تجھے میری ملاقات کا یقین تھا۔ وہ کہے گا نہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے (فالیوم ننسٰک کما نسیتنی) "پس آج میں بھی تجھے جہنم میں ڈال کر بھول جا ؤں گا جیسے تو مجھے بھولا رہا (صحیح مسلم) اللھم لا تجعلنا منھم

سورۃ الجاثیہ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسَاكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ﴾ (34) [الجاثیہ]

"اور کہہ دیا گیا کہ آج ہم تمہیں بھلا دیں گے جیسے کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔"

اخروی زندگی کی سب سے پہلی سیڑھی قبر ہے۔ سید عثمان غنیؓ کے بارے میں آتا ہے کہ جب آپؓ قبرستان کے پاس سے گزرتے تو بے اختیار رونے لگتے' لگاتار آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے ان کی داڑھی تر ہو جاتی۔ کیونکہ یہ لوگ برزخی زندگی اور اس کی شدائد سے آگاہ تھے اور اس کے حقائق کو سمجھتے تھے۔

سیدہ عائشہؓ کے ایک سوال کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

«نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ» [صحیح بخاری]

"ہاں قبر کا عذاب حق ہے۔"

ذرا چشم تصور میں لائیں کہ اگر ہمارے اس موجودہ جسم پر کیڑا مکوڑا (سانپ، بچھو) وغیرہ ہوں اور ہم بے بس ہوں انہیں ہٹانے کی طاقت بھی نہ رکھتے ہوں اور پھر یہ مسلسل ہم پر مسلط رہیں کاٹتے رہیں تو ہماری کیا حالت ہو؟ اور پھر قبر کے کیڑوں مکوڑوں کی ہیبت سے متعلق تو اللہ ہی جانتا ہے کیسی ہو گی۔ ((اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر))

اللہ کے لئے اپنے اس نازک بدن پر رحم کھایئے اور اس دن کی فکر کریں جس دن اس فانی دنیا سے کوچ کر جانا ہے۔ بس ایک دفعہ آنکھیں بند ہو جانے کی دیر ہے کوئی نہیں جانتا اس

چنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی کہ یہ دنیا تو دارالعمل اور
لامتحان ہے اور ہر انسان جو اس دنیا میں آیا ہے۔ "کل نفس
ۃ الموت" (آل عمران : 185) کے تحت اس نے موت
لقہ چکھنا ہے۔

ینَمَا تَكُونُوا يُدْرِكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ
یدَةٍ﴾ [النساء]

م جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آ پکڑے گی گو تم مضبوط
وں میں ہو۔"

پھر اپنی دنیاوی زندگی کے اختتام سے باخبر ہونے کے
تو اخروی زندگی سے، اللہ کے عذاب سے اس قدر بے فکری و
اعتنائی آخر کیوں؟ موت سے غفلت بے حسی، جہالت اور
ور کی انتہا نہیں تو کیا ہے؟ اگر انسان کے دل میں عقیدۂ آخرت
صداقت اچھی طرح سے راسخ ہو جائے تو وہ معصیت سے باز
بائے اللہ کی نافرمانیوں سے رک جائے اور شیطان کو خوش
کے اس کا بندہ بننے کی بجائے رحمٰن کو راضی کر کے صحیح معنوں
ں اس کا بندہ بن جائے۔ چونکہ عقیدہ آخرت ہی انسان کے نیک
مال کی جڑ ہے اور جب جڑ ہی کمزور ہو تو اعمال صالح کا پودا کیونکر
ور درخت بن سکتا ہے۔ ایک عقلمند مومن انسان دنیا کمانا اپنا
صد ہرگز نہیں ٹھہراتا بلکہ وہ تو دنیا کے عالی شان سٹیٹس کو
پنے جوتے کی نوک پر رکھتا ہے۔ وہ نفع عاجل (دنیا میں فوراً
صل ہو جانے والا نفع) کی بجائے آجل (دیر سے ملنے والے
ع) کو ترجیح دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ باری تعالیٰ قرآن میں ارشاد
ماتے ہیں:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ
لَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا
بْخَسُونَ ﴿15﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي
لْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا
كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿16﴾﴾ [ہود]

"جو شخص (نیکیاں کر کے) دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر ریجھا
ہوا ہے (اس کا طلبگار ہے) سو ہم ایسے کو ان کے کل اعمال یہیں
بھرپور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی اور یہی
وہ لوگ ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں
ہے جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب باطل ہے اور جو کچھ ان کے
اعمال تھے سب برباد ہوئے۔"

وہ فانی دنیا کی حیثیت سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ اس کا ہر
عمل فقط اللہ کی رضا کے لے ہوتا ہے اور اسے ہمہ وقت یہ فکر
لاحق رہتی ہے کہ اس کی اخروی زندگی سنور جائے اس کا رب اس
سے راضی ہو جائے اور کہیں اس سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو
جائے جو آخرت میں اس کے لیے خسارے یا ندامت کا باعث ہو

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ہوشیار وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور موت کے بعد کے لیے کام کرے اور بے وقوف وہ ہے جو ہوائے نفسانی کے پیچھے دیوانہ رہے اور اللہ سے امیدیں باندھے۔" (ترمذی)

اگر تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھا جائے صحابہ کرام کی روشن زندگیوں پر نگاہ دوڑائی جائے تو وہ ذرا ذرا سی باتوں کو ہلاکت سمجھتے تھے۔ سیدنا انسؓ نے فرمایا: "تم ایسے ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے بڑھ کر باریک ہیں۔ (تم ان کو حقیر جانتے ہو بڑا گناہ نہیں سمجھتے) اور ہم سیدنا ﷺ کے زمانہ میں انہیں ہلاک کر دینے والا سمجھتے تھے۔" (صحیح بخاری)

اللہ غفور و رحیم کی رحمت تو ہر چیز پر حاوی ہے جب اس کا بندہ سچے دل سے توبہ کرتا ہے، اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہاتا ہے، اللہ کے حضور گڑگڑاتا ہے تو اللہ رب العزت کو اپنے اس بندے پر رحم آ جاتا ہے اور اپنی صفت رحمت کے صدقے سے اسے معاف فرما دیتا ہے

اگر دنیا کی زیادہ آسائشیں انہیں میسر آ جاتی تھیں تو پریشان ہو جاتے تھے کہ کہیں ہمیں دنیا میں ہی ہمارے نیک اعمال کا بدلہ نہ مل جائے اور آخرت میں ہم اجر سے محروم ہو جائیں۔ فکر آخرت انہیں کس قدر بے چین رکھتی چند ایک مثالوں سے اس کا اندازہ ہو جائے گا۔

ایک مرتبہ حمص کے گورنر سیدنا عمیرؓ کو سیدنا عمرؓ نے

عمل تو درکنار ہم نے کبھی سوچنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی یہ دنیا تو دارالعمل ہے اور دارالامتحان ہے اور ہر انسان جو اس دنیا میں آیا ہے اس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے

دربار خلافت میں طلب کیا، کئی دن کے بعد مسجد نبویؐ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ ننگے پاؤں جسم غبار سے اٹا ہوا ایک موٹا سا ڈنڈا ہاتھ میں تھامے چند برتن ایک رسی سے لٹک رہے تھے، کہنے لگے امیر المومنین! آپ کا خط ملتے ہی اپنا سارا مال و اسباب لے کر چل کھڑا ہوا۔ سیدنا عمرؓ نے حیرت بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھا عمیرؓ کے پاس کچھ بھی نہ تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ اپنا سارا مال و اسباب لے کر آیا ہوں۔ کہاں ہے وہ مال و دولت؟ دنیا کو اس کے کان سے پکڑ کر کھینچ لایا ہوں...... امیر المومنین (یہ میری تمام چیزیں) میری کل دنیا ہیں۔ (حکمران صحابہ)

سیدنا ابو ہریرہؓ کا نزع کا وقت قریب آیا شدید بیمار ہوئے کبار صحابہ کرامؓ عیادت کے لیے تشریف لائے، آپؓ انہیں دیکھتے ہی رونا شروع کر دیتے۔ ان سے پوچھا گیا آپ اتنا روتے کیوں ہیں؟ آپ کی تو دین کے لئے بڑی خدمات ہیں۔ فرمایا مجھے یہ غم نہیں ہے کہ میں دنیا سے جا رہا ہوں مجھے یہ غم ستا رہا ہے کہ زادِ راہ بہت کم۔ سفر بڑا طویل اور کٹھن ہے۔ جنت اور جہنم کے دوراہے پر کھڑا ہوں معلوم نہیں کس طرف دھکیل دیا جاؤں۔ گورنر عیادت کے لیے آیا دلاسا دیا مگر ان کی آنکھیں مسلسل آنسو بہاتی رہیں۔ (حکمران صحابہ)

سیدنا عثمان غنیؓ نے خطبہ خلافت میں ارشاد فرمایا: بے شک تم سب دار فانی اور باقی ماندہ عمروں میں ہو، پس موت سے پہلے تم نیکی کرنے میں جلدی کرو، جس قدر تم طاقت رکھتے ہو۔ سنو بے شک اس دنیا نے دھوکے کا لباس پہن رکھا ہے پس دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی (شیطان) اللہ کے بارے میں تمہیں دھوکہ میں مبتلا کرے۔ گزرے ہوئے لوگوں سے عبرت حاصل کرو پھر کوشش کرو اور غافل نہ ہو جاؤ بے شک وہ اللہ تم سے غافل نہیں ہے۔ کہاں ہیں دنیا کے بیٹے اور اس کے بھائی جنہوں نے اسے ترجیح دی اور اسے آباد کیا اور لمبے عرصے تک اس سے فائدہ اٹھایا؟ کیا اس دنیا نے انہیں دور نہیں پھینکا؟ تم پھینکو (رکھو) اس دنیا کو جہاں اللہ نے اسے رکھا ہے اور آخرت تلاش کرو۔" (تاریخ طبری)

ضرار بن حمزہ اسدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی مرتضیٰ کو ایک رات اندھیرے میں اپنی داڑھی پکڑے ہوئے زار و قطار روتے ہوئے دیکھا، وہ اس طرح بے چین تھے جیسے کسی زہریلے سانپ نے ڈس لیا ہو، دل پر گہری چوٹ لگی ہو، وہ بار بار یہ بات دہرا رہے تھے "اے دنیا کیا تو میرا امتحان لے رہی ہے اور مجھے بہکا رہی ہے۔ اے دنیا! تو مجھ سے مایوس ہو جا دور ہو جا کسی اور کو فریب دے میں نے تجھے قطعی طلاق دے دی تیری عمر بڑی مختصر، تیرا عیش بے حقیقت اور اور تیرا خطرہ انتہائی زہرناک ہے۔ افسوس زادِ راہ کس قدر تھوڑا ہے سفر کتنا طویل ہے اور راستہ کتنا کٹھن اور وحشت ناک ہے۔ (حکمران صحابہ)

سیدنا علیؓ نے ایک مرتبہ حاضرین سے انتہائی فصیح و بلیغ تاریخ ساز خطبہ ارشاد فرمایا! "حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا: دنیا پیٹھ

دنیا کی محبت میں آخرت نہ بھلا دینا

ایک فکر انگیز تحریر

ایک عقلمند انسان دنیا میں جب بھی کوئی کاروبار کرتا ہے کوئی بھی کام سرانجام دیتا ہے تو اس کے نتائج کو مدنظر رکھ کر سرانجام دیتا ہے۔ پہلے مکمل پلاننگ کرتا ہے۔ پھر اس پلاننگ کے تحت سارے کام کرتا ہے۔ پھر بھی ہمہ وقت اسے یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ مبادا اس کی یہ ساری محنت رائیگاں نہ چلی جائے۔ اسے خسارہ نہ ہو جائے۔ اس طرح ساری زندگی وہ اپنے کاروبار کو بڑھانے اور چمکانے کی فکر میں رہتا ہے۔ اور پھر بالآخر وقت مقررہ پر اپنے مالک کی پکار پر چاروناچار لبیک کہتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ لیکن سوچنے کی بات ہے کہ کیا ساری زندگی ہمیں بس اسی طرح کھانے اور کمانے کے لیے ہی ملی ہے۔ کیا انسان ساری زندگی جو اتنی تگ و دو کرتا ہے‘ اپنے شب و روز صرف کرتا ہے‘ کیا اس کا حاصل صرف دنیاوی زندگی تک محدود ہے؟ کیا اس دنیاوی زندگی کو سنوارنے سے‘ اس کے لیے اتنی محنت کرنے سے‘ اسے ابدی نفع و سکون حاصل ہو جائے گا؟ حالانکہ انسانی زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے کا اسلام درس نہیں دیتا۔ لیکن اگر یہ جہد مسلسل اس عارضی دنیاوی زندگی کو کمانے کے لیے ہے تو کیا اس سے اس کی زندگی کا اصل مقصد حاصل ہو جائے گا؟ کیا اس سے اس کا رب اس سے راضی ہو جائے گا؟

اگر تو ان تمام سوالوں کا جواب اثبات میں ہوتا تو پھر یقیناً یہ کاروبار نفع بخش ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو قرآن میں فرماتے ہیں:

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾﴾ [الکھف]

"ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کیجیے جیسے پانی جسے ہم آسمان سے اتارتے ہیں۔ اس سے زمین کی روئیدگی ملتی ہے پھر آخر کار وہ چورا ہو جاتی ہے جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اس آیت مبارکہ سے دنیا کی حقیقت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ دنیا کی بے ثباتی اور اس کی اس حقیقت کو بخوبی جان لینے کے بعد بھی کیا کوئی عقلمند شخص اس دنیا میں دل لگانے اور اس کے کاروبار کو چمکانے کی فکر کرے گا؟ یقیناً نہیں ہرگز نہیں کیونکہ قرآن تو بھرا پڑا ہے دنیا کی بے ثبات زندگی کے اور آخرت کی ابدی و دائمی اور ثبات والی زندگی کے دلائل سے احادیث مبارکہ میں بھی اس گھٹیا دنیا کی مثالیں بکثرت بیان کی گئی ہیں جن سے دنیا کی حقارت واضح ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈال کر نکالے تو دیکھے سمندر کے پانی کے مقابلے میں اس کی انگلی میں کتنا پانی آیا ہے؟ (صحیح مسلم)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر دنیا کی اللہ کے ہاں

> **اللہ کی نافرمانیاں حد سے بڑھ جائیں گناہ پر گناہ کر کے دل سیاہ ہو جائیں‘ ضمیر مردہ ہو جائیں‘ عبرت پذیری کا فقدان ہو جائے‘ تو وہ قوم اللہ کے غضب کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہو جاتی ہے**

اتنی بھی حیثیت ہوتی جتنی مچھر کے پر کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس دنیا سے ایک گھونٹ پانی بھی پینے کو نہ دیتا۔" (ترمذی)

خدا کی قسم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ کسی کی بات سچی نہیں ہو سکتی اگر ہم نے اس دنیاوی زندگی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان سے زیادہ اہمیت دی اس دنیا کے مال و متاع پر فدا ہو گئے اس دنیا کی رنگینیوں میں دل لگا لیا خواہشات نفس کی پیروی میں لگ گئے آخرت کو پس پشت ڈال دیا تو ایسے طالب دنیا پر اللہ کا یہ فرمان صادق آگیا کہ:

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ﴾ (الاعراف: ۱۷۶)

"اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سو اس کی حالت اس کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔"

یعنی کتا جس حال میں بھی ہو ہر حال میں زبان باہر نکالے ہانپتا رہتا ہے یہی حال ایسے شخص کا ہے اسے وعظ و نصیحت کرو یا نہ کرو اس کا حال ایک ہی رہے گا اور دنیا کے مال و متاع کے لیے اس کی رال ٹپکتی رہے گی۔ (احسن البیان)

ایک دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّ هٰؤُلَاءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿٢٧﴾﴾ (الدھر)

"بے شک یہ لوگ دنیا کو چاہتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بڑے بھاری دن کو چھوڑ دیتے ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں قیامت کو اس کی شدتوں اور ہولناکیوں کی وجہ سے بھاری دن کہا اور چھوڑنے کا مطلب ہے کہ اس کے لیے تیاری نہیں کرتے اور اس کی پروا نہیں کرتے۔ (احسن البیان)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا! خدا کی قسم! مجھے تمہاری محتاجی کا ڈر نہیں بلکہ مجھ کو تو یہ ڈر ہے کہ کہیں تمہیں دنیا کی فراغت اگلی امتوں کی طرح نہ ہو جائے پھر تم بھی اس کی محبت میں دیوانے ہو کر آخرت کو بھول جاؤ جیسے وہ بھول گئے۔ (بخاری)

اگر حیات بعد الممات یعنی اخروی زندگی پر ہمارا ایمان ہے تو پھر یہ ایمان ہم سے کس بات کا متقاضی ہے ہم نے اپنے ایمان کے تقاضوں کو کہاں تک پورا کیا؟ عمل تو درکنار ہم نے بھی

آپ بھی جانتے ہوں گے کہ کنبے کے سربراہ کی حیثیت سے قیامت کے روز آپ کو اپنی اولاد کے قول وفعل اور گناہوں کے بارے میں ذمہ دار ٹھیرایا جائے گا

بنا سجا کر بازار میں نکل کھڑے ہوئے۔ بازار والے کبھی آپ کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی آپ کی بیوی کی طرف' کیا یہ ازدواجی زندگی ہے۔؟ جسے چھپا کر رکھنا تھا۔ اسے آپ بازار میں ماڈل بنا کر تعریف کی بولی لگوانے کے چکر میں نکل آئے۔ کبھی آپ نے سوچا کہ غیروں کی بری نظریں سہنے کے کرب میں آپ اپنی شریک حیات کو کیوں مبتلا کر رہے ہیں؟

وہ تو آپ کی شریک سفر ہے۔ آپ کے دوستوں، دکانداروں اور راہ گیروں کی نہیں وہ آپ کے گھر کی چاندنی اور آپ کے دل کی روشنی ہے۔ اسے پردہ کرائیے۔ یوں سر بازار اپنی عزت نیلام نہ کریں دوسروں پر اپنا رعب اور دھاک بٹھانے کے لیے صنف نازک کو استعمال نہ کریں۔ غیرت مند شوہر آج کی اشد ضرورت ہے۔

یہ مائیں، بہنیں، بیٹیاں

عورت کے چار روپ ہیں۔ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی۔ ہمارے معاشرے کی ساخت ہیں۔ وہ ہر رنگ میں قابل احترام ہے مگر اس کی فحاشی وعریانی کی طرف آمادگی اور رغبت قوموں کے لیے بحران اور نئی نسل کے لیے المیہ ہوتی ہے۔ فیشن کی رو میں بہہ کر بوڑھیوں نے بھی برقعے اتار دیئے ہیں۔ اور جھریوں والے منہ پر غازہ مل لیا۔ کپکپاتے ہونٹ رنگین کر لیے' رعشہ زدہ ہاتھوں پر مہندی سجا لی۔ دھوت پوت کو کہاں روکیں گی؟ ساڑھیاں باندھ کر خود جسموں کی نمائش کرنے پر تل گئیں' گھروں میں روک ٹوک ڈانٹ ڈپٹ اور پوچھ گچھ کا سلسلہ جب سے ختم ہوا ہے عورت نے شرم وحیا کے زیور اتار پھینکے۔ ہوٹلوں' ہوسٹلوں' دفتروں میں موسیقی، فلسٹار اور بلیو پرنٹ گفتگو کے موضوع ہونے لگے۔ اب عورتیں مل کر اولاد کی فکر نہیں کرتیں۔ رات کو دیکھی جانے والی فلموں پر تبصرہ کرتی ہیں۔ ہم وہ مائیں کہاں سے لائیں جو قرآن پڑھتی چکی پیستی تھیں۔ اور ان کے بطن سے قتیبہ بن مسلم اور موسیٰ بن نصیر جیسے جنم لیتے تھے۔ آپ کا آئیڈیل تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی ہونا چاہیے تھی۔ کیا آپ نے ضرورت سے زیادہ فیشن کر کے ننگے سروں بازاروں میں نکل کر غیر محرموں کو مائل کرنے اور اپنی مسکراہٹوں کا تبادلہ کر کے تمام ماحول کو تباہ وبرباد نہیں کر دیا۔ جب کسی کے گھر فون کی گھنٹی بجی تو مردوں کے ہوتے ہوئے لڑکیاں فون اٹھاتی ہیں۔ کیوں؟

جب دستک ہوئی تو حسن کا سراپا دروازے پر گیا، ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ماؤں میں عظمت کی قدر وقیمت ہو تو نگہداشت کریں۔ اب تو مغربی معاشرہ بھی عریانیت اور بے حیائی سے تنگ آ چکا ہے۔ خدارا آپ بھی باز آ جائیں۔ پردہ تو آپ نے ہی کرنا ہے۔ مردوں کو تو نہیں حیا آپ کے لیے ہی بنی ہے۔ دوسروں کے لیے نہیں۔ پردہ کریں پورا پردہ جس کا حکم قرآن اور نبی ﷺ کے فرمان میں ہے۔ بچیوں اور بہنوں کو پردہ کروائیں۔ ورنہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا جنت کی خوشبو میلوں تک جائے گی لیکن عریانی پھیلانے والی عورتیں اس خوشبو سے محروم رہیں گی۔ آپ جانتی ہیں کہ بے حیائی اور بے حجابی زنا کو جنم دیتی ہے۔ اور پھر یہ کام شرفا کے خاندان کا نہیں۔ پردہ کر کے اور بے حیائی کو چھوڑ کر اپنے آپ کو شریف زادی ثابت کیجئے۔ لہٰذا فوراً پردہ کا اہتمام کریں اور پردہ کو رواج دیں۔

بقیہ مجاہدوں کے چمن میں

ہیں۔ لٹے پٹے، گھر بدر وطن بدر مسلمانوں کی کہانیاں جو اپنے بھرے پرے گھر چھوڑ آئے۔ جن کے محبوب رشتے دار بچھڑ گئے اور قتل ہو گئے، لاپتہ ہو گئے یا پھر ہندو درندوں کے عقوبت خانوں میں قید ہو گئے۔ یہ قرآن کے دکھائے ہوئے منظر جو آج نیلم کے کنارے زندہ ہیں سراپا سوال ہیں۔

"وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا وجعلنا من لدنک نصیراً" (النساء75)

ترجمہ

گاڑی دریائے نیلم کے ساتھ ساتھ کوہالہ کے پل کی طرف رواں دواں ہو چکی تھی۔ نیلم اس بار طغیانی پر تھا پانی کے ریلے پتھر سے سر پٹخ رہے تھے۔ اور کناروں پر آباد گھروں کی روشنیاں پانی میں اس طرح جھلملا رہی تھیں کہ بے ساختہ شعر بن گیا۔

چراغوں کا عکس ہے پانی کی تہ میں
یا جگنوؤں کا رقص ہے پانی کی تہہ میں

میری توجہ بحال ہوئی گاڑی کی کیسٹ پر قرآن پاک کی آیات چل رہی تھیں۔

"ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ فیقاتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن"

ترجمہ: بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کے جان ومال جنت کے عوض خرید لئے ہیں۔ پس وہ قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں اللہ کا یہ وعدہ تورات' انجیل اور قرآن میں موجود ہے۔

چہلہ بانڈی سے گزر کر ہم مظفر آباد شہر میں داخل ہوئے یہاں طیبہ ہسپتال ہے جو لشکر طیبہ نے قائم کیا ہے۔ عام لوگوں کے کے لیے اور زخمی مجاہدین کے لیے بھی یہاں ہر طرح کی سہولیات مہیا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

کئی ڈاکٹر صاحبان یہاں فی سبیل اللہ جز وقتی خدمات انجام دیتے ہیں۔ گاڑی اپنی باقاعدہ رفتار سے اہل جہاد کی دنیا سے دور نکلنے لگی۔ میں سوچنے لگی کہ مجاہدین کی دنیا بھی عجیب دنیا ہے پہاڑ پر چڑھ جاؤ تو ایک ہی دھن اللہ کی یاد اللہ کا ذکر، اللہ کا حکم، اللہ کے لئے جینا، اللہ کے لیے مرنا جہاد مومن کا تعلق اللہ سے کتنا پکا اور سچا جوڑتا ہے۔ اس کی آنکھ مکان کی حدوں سے پار لامکاں کو دیکھ سکتی ہے۔ بلکہ دیکھ لیتی ہے یہی وہ ادراک ہے جس کی بدولت آنکھ اس پار لامکاں کو دیکھ سکتی ہے۔ بلکہ دیکھ لیتی ہے یہیں وہ ادراک ہے جو اس کو شہادت کے مقامات پر فائز ہونے کی قوت وتوفیق سے سرفراز کرتا ہے۔

اے اللہ ہم سب کو شہادت کی موت نصیب فرما

اے اللہ! ہم سب کو دین اسلام کی سربلندی کے لئے چن لے۔ (آمین ثم آمین)

بقیہ رمضان کا مہینہ

آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے اور عید الفطر کی نماز تک رہتا ہے۔ ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز کے لئے لوگوں کو نکلنے سے پہلے صدقہ فطر دینے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری ص204)

اسی طرح خواتین بھی عیدگاہ میں جا سکتی ہیں۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ دونوں عیدوں کے دن حیض والی اور پردہ نشین تمام عورتوں کو عیدگاہ میں لائیں تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعا میں شریک ہوں البتہ حائضہ عورتیں نماز نہ پڑھیں۔

تمام بہنوں کو چاہیے کہ وہ عید کی نماز کو جائیں۔ لیکن اپنے آپ کو اچھی طرح ڈھانپ کر کسی قسم کی خوشبو غیر مرد تک نہیں جائے کیونکہ اس سے ہمارا رب ہم سے ناراض ہوتا ہے اللہ تعالیٰ عورت کو پردے کی آغوش میں ہی پسند کرتا ہے۔ عید بھی اصل میں اسی شخص کی ہے جس نے اللہ کو زیادہ سے زیادہ راضی کر لیا ہوگا اور گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگی ہوگی۔ عید کے پیارے موقع پر ہمیں اپنے مجاہد بھائیوں کو نہیں بھولنا چاہئے کہ جو اپنے نرم گرم بستروں کو چھوڑ کر اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لئے پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا بیٹھے ہیں۔ تمام خواتین کو چاہیے کہ وہ فطرانہ' اور زکوٰۃ وغیرہ جہاد فنڈ میں جمع کروائیں شاید کہ ہماری یہی قربانی جنت میں جانے کا سبب بن جائے۔ عید تو ہے مجاہد کی جو لڑتا ہے وادی میں۔

میں عید کے پیارے موقع پر
احساس کا تحفہ لایا ہوں جہاد کا تحفہ لایا ہوں

اسلامی معاشرے میں طبقہ نسواں کی توقیر

اخت طیب:

اسلام نے طبقہ خواتین کو جو عزت و توقیر بخشی اس سے متاثر ہو کر دوسری قوموں نے بھی عورتوں کو کسی حد تک معزز سمجھا۔ جب بحیثیت مجموعی مسلمان زوال پذیر ہوئے تو خود مسلم معاشرے میں بھی عورت اس بلند مقام سے گر گئی جو اسے اسلام نے عطا کیا تھا۔ اسلام نے عورت کا جو متوازن' معتبر اور قابل قدر کردار متعین کیا تھا۔ مسلمانوں نے اسے ملحوظ خاطر نہ رکھا۔ انہوں نے عورت کے بہت سے ایسے حقوق بھی ضبط کر لئے جو خود اسلام اسے دیتا ہے۔ دوسری طرف وہ قومیں جنہوں نے اسلام ہی کی تقلید میں طبقہ نسواں کو اس قدر عزت عطا کی تھی وہ آزادی نسواں میں اس قدر آگے بڑھ گئیں کہ عورت ہر میدان میں مرد کی ہمسر بن گئی اور اب یہ ہمسری' بے راہ روی کے نہج میں ڈھل کر فحاشی کی حدوں کو چھو رہی ہے۔

دوسری طرف مغربی معاشرے کے رنگ ڈھنگ کو اکثر مسلمان خاندانوں نے بھی ترقی پسندی کی علامت سمجھ کر اپنا لیا ہے۔ (اب معاشرہ دو حصوں میں بٹا ہوا ہے ایک وہ جن کے ہاں عورت مقید اور مجبور ہے۔ دوسرا وہ جن کے ہاں عورت آزاد اور خود مختار ہے۔ یوں اسلام کا حقیقی مطمح نظر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ جو فی الواقع متوازن اور قابل عمل تھا اور ہے۔

اسلام نے عورت کو وہ تقدس عطا کیا کہ ''ماں کے پاؤں تلے جنت ہے'' اور ظاہر ہے کہ عورت کے مقدس رشتے چار ہیں وہ بیٹی ہے ماں ہے' بیوی ہے اور یہ چاروں رشتے از حد مقدس اور قابل عزت ہیں اور وہ شخص جسے ان رشتوں کی عظمت کا پاس نہیں وہ اخلاقی لحاظ سے ایک قابل نفرت ہستی ہے۔ اسلام نے تعلیم کے حصول کو عورت اور مرد دونوں کے لئے لازم قرار دیا ہے۔ اپنے اپنے دائرہ کار میں الگ الگ.....عورت تعلیم بھی حاصل کرے اور اس تعلیم کو دوسروں کی بہتری کا ذریعہ بھی بنائے مگر آج کی تعلیم یافتہ خواتین کھلم کھلا عورت مرد کی مساوات کا دعویٰ کرتی ہیں۔ اسلام نے عورت اور مرد کو جو مساوات عطا کی ہے وہ احترام انسانی کی مساوات ہے۔ باہمی سلوک اور رواداری کی مساوات ہے۔ عزت و تکریم اور محبت و شفقت کی مساوات ہے یعنی مرد' عورت کے ساتھ ایسا ہی سلوک اور قلبی احترام کرے۔ یہ مساوات معاشرتی اور خانگی ہے۔ دفتری' کاروباری اور بازاری نہیں ہے۔

اسلام نے پردے کو عورت کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ ایک جنگ میں رسول پاک ﷺ کے سامنے طے قبیلے کی ایک لڑکی قیدی ہو کر آئی تھی۔ اس کے پاؤں میں زنجیر تھی اور وہ بے پردہ تھی۔

ہمارے نبی کریم ﷺ نے جب اس لڑکی کو بے پردہ دیکھا تو اپنی چادر اس کے چہرے پر تان دی کیونکہ بیٹی کسی قوم کی بھی ہو' قابل عزت ہے۔

مسلمان خواتین اشد ضرورت کے وقت گھر سے باہر بھی جاتی رہی ہیں۔ جنگ کے میدان میں زخمیوں کی مرہم پٹی بھی کرتی رہی ہیں۔ انہیں پانی پلاتی رہی ہیں' مگر دینی حکم یہی ہے کہ باہر نکلو مگر پردے کے ساتھ نگاہوں کی حیا کو زیور بنائے ہوئے اور سادگی کو اپنائے ہوئے۔ سر بازار زیب و زینت کے اظہار و نکھار کی اسلام اجازت نہیں دیتا عورت کا مستور ہونا ایک فطری بات ہے۔

جس گھر کی عورت نا آسودہ ہو وہ گھر جہنم سے بدتر ہے اور اس گھر میں پلنے والی اولاد کسی لحاظ سے مستقبل کا حسن نہیں بن سکتی

اسلام بے حیائی اور بے تکلفی کے خلاف ہے۔ عورت جس کے نور سے خانگی زندگی کو منور ہونا چاہئے۔ وہ چراغ محفل بن کر کلبوں کی زینت نہ بن جائے۔

اسلام نے ہر مقام پر عورت کے حق کا تحفظ کیا ہے۔ قرآن کا فرمان ہے ''عورتوں کا مردوں پر ویسا ہی حق ہے جیسا مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔'' اور ایک اور بھی ارشاد ہے کہ

''عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو''

اور اس سے بہتر طبقہ نسواں کا تحفظ کسی مذہب نے کیا اور نہ کسی معاشرے نے۔ حقوق میں مرد و عورت کی یہ مساوات' ہمسری اور ہمرازی مکمل طور پر معاشرتی ہے اور اسی میں زندگی کا حسن ہے۔ قرآن نے ایک اور مقام پر واضح اعلان کیا ہے۔ کہ ''مرد عورتوں کے نگران ہیں۔''

گویا عورت صنف نازک ہے اور اسے نگرانی' تحفظ اور سائبان کی ضرورت ہے اور وہ اسے مرد فراہم کرتا ہے۔ اسلام نے اسے ہر مقام پر قوت برداشت کی تلقین کی ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ عورت کو اپنے حسن سلوک سے خوش رکھے۔ جس گھر کی عورت نا آسودہ ہو وہ گھر جہنم سے بدتر ہے اور اس گھر میں پلنے والی اولاد کسی لحاظ سے مستقبل کا حسن نہیں بن سکتی۔

رسول پاک ﷺ کا تو یہاں تک ارشاد ہے کہ

''اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کی بد خلقی پر صبر کرے تو اللہ اس کو اتنا ثواب عطا کرے گا جتنا حضرت ایوب رضی اللہ عنہ کو ان کی مصیبت پر عطا فرمایا تھا۔''

ان تمام ارشادات و احکامات کی تہہ میں یہی بات پوشیدہ ہے کہ مسلم معاشرے کی خانگی زندگیاں کسی لحاظ سے بھی ناہمواری' الجھن بے اعتمادی اور ناچاقی کا شکار نہ ہوں اگر ان زندگیوں میں محبت' اعتماد اور شفقت کی فضا ہو تو غربت کی تلخیاں بھی سکون و اطمینان کو ہلا نہیں سکتیں اور حقیقی اطمینان و مسرت اسلام اور صرف کی تعلیم میں مضمر ہے۔

خدا ہم سب کو اس پر عمل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مجلّہ طیبات گھر گھر پھیلایئے

مجلّہ ''طیبات'' خواتین اسلام کا ترجمان میگزین ہے۔ موجود دور کی میڈیا فحاشی کفر و طاغوت کی سب سے بڑی سازش ہے جس کا اولین ہدف مسلمانوں کی بیٹیاں ہیں۔ مسلمان خواتین کو گمراہی سے بچایئے..... انہیں قرآن و سنت کی صاف ستھری تعلیم دیجئے.....

اس سے آپ کا گھر امن و سکون محبت و اخوت کا گہوارہ بن جائے گا۔ ان کی کوکھ سے وہ مجاہدین پیدا ہوں گے کہ دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کیلئے فرعونوں و نمرودوں سے ٹکرا جائیں گے۔ اس مقصد کیلئے خواتین کا ترجمان مجلّہ طیبات گھر گھر پھیلایئے۔ ایک خاتون تک پہنچایئے آپ کا یہ تعاون آپ کیلئے صدقہ جاریہ ہوگا۔ ممکن ہے کہ آپ کے اس عمل سے کسی کو ہدایت مل جائے۔ (ادارہ)

ام المومنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

تحریر: بنت حاجی اشفاق سرگودھا

جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اللہ کے آخری نبی ﷺ کے اقوال وارشادات‘ آپ ﷺ کے افعال اور آپ ﷺ کی پسند‘ ناپسند کی تفصیلات پوری دیانت وصداقت کے ساتھ آنے والی نسلوں تک پہنچائیں۔ اسی طرح رحمۃ العالمین ﷺ کی ازواج مطہرات نے آپ ﷺ کی نجی‘ عائلی اور خانگی زندگی کے مشاغل و مناظر بھی شرح وبسط کے ساتھ اپنی دینی اور روحانی اولاد کے سامنے پیش کر دیے۔

ان بلند ہمت اور عالی حوصلہ خواتین کا اہم اعزاز یہ ہے کہ رب ذوالجلال نے قرآن میں چھ مقامات پر انہیں ”ازواج النبی“ کے معزز لقب سے پکارا ہے۔ ازواج مطہرات ایسی ہستی کے گھر کی ملکائیں تھیں جن کی ذات اور جن کا گھر امت مسلمہ کے لئے نمونہ تھا۔ اسی لئے ان خواتین کی ذمہ داریاں بڑی نازک‘ بڑی کٹھن اور نہایت اہم تھیں۔ یہاں عیش وعشرت اور ناز ونعم کی بجائے صبر وضبط‘ ریاضت ومشقت اور ایثار وقربانی کا دور دورہ تھا۔ یہاں ہر لحہ امتحان وآزمائش کا مرحلہ درپیش تھا۔ انہی وجوہات کی بناء پر ان کے مرتبے اور ان کے مقام کو دوسری خواتین کے مقابلے میں نمایاں اور ممتاز قرار دیا گیا۔ اس کا اعلان قرآن مجید یوں کرتا ہے ”اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو“ (احزاب)

اسی بناء پر ان کے حالات زندگی سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔ الحمدللہ مجلہ ھذا میں ان عظیم المرتبت ہستیوں کے تفصیلی حالات قسط وار شائع کیے جارہے ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور میں ہم ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی سے آگاہی حاصل کریں گے۔ ان شاءاللہ

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے دس سال پہلے مدینہ میں پیدا ہوئیں۔ عرب میں مال غنیمت کا ایک حصہ جو سردار یا بادشاہ کے لئے مخصوص کر دیا جاتا تھا اسے ”صفیہ“ کہتے تھے۔ چونکہ جنگ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں اسی طرح آئی تھیں۔ اس لئے ”صفیہ رضی اللہ عنہا“ مشہور ہوئیں۔

اصل نام زینب تھا۔ باپ کا نام ”حیی“ تھا۔ مورخین نے ان کا شجرہ نسب اس طرح بیان کیا ہے۔ ”صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعید بن عامر بن عبید بن خزرج بن ابی حبیب بن نضیر بن تخام بن میخوم۔ یہ سلسلہ بنی اسرائیل کے عظیم پیغمبر ہارون علیہ السلام تک جا پہنچتا ہے۔ جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے۔ والدہ کا نام برۃ بنت سموٴال تھا۔ یہ قبیلہ بنی قریظہ کے سردار کی بیٹی تھی۔ حیی بن اخطب بنی نضیر کا سردار تھا۔ حیی اپنے قبیلے کا سردار ہونے کے ساتھ ساتھ تورات کا عالم بھی تھا۔ سیاست‘ علمی وجاہت اور خاندان نبوت سے نسبت کی وجہ سے عرب کے تمام یہودیوں میں اسے اہم اور منفرد مقام حاصل تھا۔ سیدہ صفیہ نے ناز ونعم میں پرورش پائی۔ علمی گھرانا ہونے کی وجہ سے انہیں یہ مواقع بھی حاصل ہوئے کہ ان کی ذہنی صلاحتیں اس طرح نشو ونما پائیں کہ وہ صحیح اور غلط میں تمیز کر سکتی تھیں۔ خاندانی ماحول کی وجہ سے انبیاء کی بنیادی تعلیمات توحید ورسالت

> ام المومنین
> عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں
> عمدہ‘ اور مزیدار کھانا تیار کرنے میں
> صفیہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر میں
> نے کسی عورت کو نہیں دیکھا

سے بھی بخوبی واقف تھیں۔ بچپن میں ہی اپنی عادات اور اطوار کی پاکیزگی کی بدولت اپنے خاندان میں ہر دلعزیز تھیں۔ وہ خود فرماتی ہیں کہ میرے باپ اور چچا اپنی تمام اولاد میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے اور جب میں ان کے پاس آتی تو وہ سب کام چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

جب صفیہ رضی اللہ عنہا اپنی زندگی کی دس منازل طے کر کے گیارہویں منزل میں قدم رکھ رہی تھیں‘ رحمت عالم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ پہنچے‘ قبا میں پڑاؤ کیا تو صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ اور چچا نبی اکرم ﷺ کو دیکھنے گئے۔ سارا دن آپ ﷺ کے پاس گزارنے کے بعد واپس آئے اور دونوں کے مابین اس طرح کی گفتگو ہوئی۔

چچا: کیا یہ وہ نبی ہے جس کی ہماری کتاب میں تصدیق ہے۔

باپ: خدا کی قسم! یہ وہی ہے۔

چچا: کیا تمہیں پورا یقین ہے۔ باپ ہاں

چچا: پھر کیا ارادہ ہے۔

باپ: میں زندگی بھر اس سے عداوت کا رویہ اختیار کیے رکھوں گا۔

آپ ﷺ کی آمد کے وقت مدینہ میں تین قبیلے آباد تھے۔ بنو نضیر‘ بنو قریظہ‘ بنو قینقاع‘ ہادی عالم ﷺ نے انسانیت کے خیر خواہ اور دُور اندیش مدبر کی حیثیت سے مدینے کے تمام قبائل کو امن وسلامتی کے ایک اجتماعی معاہدے میں شریک کر کے ایک نئی اسلامی فلاحی مملکت کی بنیاد رکھی۔ اس معاہدے میں تمام یہودیوں کو بھی شریک کیا۔ انہیں جان ومال کا تحفظ دیا اور ان کی مذہبی آزادی تسلیم کی۔ لیکن یہودی اپنی ہٹ دھرمی کی بناء پر مسلمانوں کے خلاف دل میں بغض وحسد رکھتے تھے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے اور بالآخر ایک وقت آیا کہ ان کی شرارتوں کی بناء پر انہیں مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا۔

مدینے سے جلا وطن ہونے والوں میں اپنے ماں باپ ‘خاندان اور شوہر کے ساتھ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ان کی عمر اس وقت چودہ سال تھی۔ ان کے شوہر کا نام سلام بن مشکم تھا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد ان دونوں میں علیحدگی ہوگئی اور پھر ان کی شادی کنانہ بن ربیع سے ہوئی۔ سیدہ صفیہ کا قبیلہ مدینہ سے نکل کر خیبر میں آکر آباد ہو گیا۔

جب نبی اکرم ﷺ حدیبیہ سے لوٹے تو یہ خبر پورے جزیرہ عرب میں پھیل چکی تھی کہ مسلمانوں نے دب کر صلح کی ہے۔ یہودیوں نے سمجھا کہ مسلمانوں میں کمزوری پیدا ہوگئی ہے۔ انہوں نے مدینہ پر حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ نبی اکرم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے وہی چودہ سو اصحاب جو صلح حدیبیہ میں آپ کے ساتھ تھے‘ لے کر خیبر پر چڑھائی کر دی۔ اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ خیبر کے تمام قلعے فتح ہو گئے۔ صفیہ رضی اللہ عنہا کے والد‘ خاوند اور دیگر کئی یہودی میدان میں قتل ہوئے۔ بہت سے قید کر لئے گئے۔ جب مال غنیمت اور اسیران جنگ کی تقسیم کا وقت آیا تو دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے لونڈی عطا کرنے کی درخواست کی۔ آپ

ﷺ نے فرمایا جاؤ خود ہی منتخب کرلو۔ دحیہ رضی اللہ عنہ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو منتخب کرلیا۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو دحیہ کے سپرد کردیا ہے۔ حالانکہ وہ سردار کی بیٹی ہے۔ خاندانی وقار اور عزت ان کے چہرے سے عیاں ہے اس لئے وہ آپ ﷺ کے سوا کسی کے لئے موزوں نہیں۔

اس پر آپ ﷺ نے دحیہ رضی اللہ عنہ کو اور لونڈی عطا کی اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو دربار رسالت میں لے کر آئیں۔ بلال رضی اللہ عنہ، صفیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی چچازاد بہن کو اس طرف سے لے آئے، جہاں ان کے قبیلہ کے مقتول خون میں لتھڑے پڑے تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جن کی گود میں صفیہ رضی اللہ عنہا کھیلی تھیں، ان میں وہ بھی تھے جن کی رگوں میں انہی کے خاندان کا خون دوڑ رہا تھا۔ ام المومنین نے لاشوں پر حسرت بھری نگاہ ڈالی اور چپ کی چپ رہ گئیں۔ مگر دوسری عورت اس منظر کی تاب نہ لاسکی اور واویلا کرنے لگی۔ آپ

> سیدہ صفیہ ایک اعلی یہودی خاندان میں پیدا ہوئیں۔ علمی گھرانہ ہونے کی وجہ سے انہیں یہ مواقع بھی حاصل ہوئے کہ ان کی ذہنی صلاحیتیں اس طرح نشوونما پائیں کہ وہ غلط اور صحیح میں تمیز کرسکتی تھیں

ﷺ نے اس عورت کو دوسری طرف لے جانے کا حکم دیا اور بلال رضی اللہ عنہا سے کہا ''بلال تمہارے دل میں ذرا بھی رحم نہیں، ان عورتوں کو وہاں سے لائے ہو جہاں ان کے بھائی، باپ خاک وخون میں لتھڑے ہوئے پڑے ہیں۔''

آپ ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کردیا اور انہیں اختیار دیا کہ چاہے اپنے گھر چلی جائیں۔ چاہے آپ ﷺ کے نکاح میں آجائیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کے نکاح میں آنا پسند کرلیا۔ صحابہ کرام کو یہ تو معلوم ہوچکا تھا۔ آپ ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی ذات کے لئے مختص فرمالیا ہے۔ لیکن ان کی حیثیت نہیں پہچانتے تھے کہ آیا آپ ﷺ نے انہیں لونڈی بنا کر رکھا ہے۔ یا شرف زوجیت سے بہرہ مند فرمایا ہے۔ جب آپ ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کروایا تو صحابہ نے جان لیا کہ آپ ﷺ نے انہیں شرف زوجیت عطا کیا ہے۔

خیبر سے کئی منزلیں طے کرنے کے بعد ''صہبا'' کے مقام پر نبی اکرم ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور آزادی کو ہی ان کا حق مہر قرار دیا۔ ام سلیم نے آپ رضی اللہ عنہا کو دلہن کے روپ میں تیار کیا۔ اس وقت ام المومنین کی عمر سترہ سال تھی۔ یہودیوں کے پچھلے کرتوتوں کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرام کو اس بات کا یقین ہوچکا تھا کہ یہودی کسی طرح بھی لائق اعتبار اور قابل اعتماد نہیں۔ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کا تعلق بھی چونکہ مقتول یہودی خاندان سے تھا اس لئے ایسی زخم خوردہ خاتون کی طرف سے انتقامی جذبے کے تحت کسی قسم کی خطرناک کارروائی کا ارتکاب خلاف قیاس نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس رات ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ برہنہ تلوار ہاتھ میں لے کر خیمے کے قریب پہرے پر کھڑے ہوگئے اور ساری رات جاگ کر گزار دی۔ صبح کو نبی اکرم ﷺ نے انہیں دیکھ کر پوچھا تم یہاں کیسے؟ کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں۔ صفیہ رضی اللہ عنہا کے باپ چچا اور شوہر کو آپ ﷺ نے قتل کرادیا۔ اس لئے میں آپ ﷺ کے معاملے میں ان کی طرف سے بے خوف نہ تھا۔ چنانچہ پہرے پر کھڑا ہوگیا۔ اگر ان کی طرف سے کسی قسم کی ناپسندیدہ حرکت کا شبہ ہوا تو فوراً آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے پہنچ جاؤں گا۔ آپ ﷺ یہ بات سن کے مسکرادیئے اور ان کے لئے دعا دیتے ہوئے فرمایا ''خدایا جس طرح ابوایوب انصاری نے میری حفاظت کی ہے تو بھی اسی طرح ان کی حفاظت فرما۔''

اگلے روز ''صہبا'' میں ہی ولیمہ ادا کیا۔ یہ ولیمہ بھی سادگی میں اپنی مثال آپ تھا۔ طبقات ابن سعد میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے صبح کو اعلان فرمایا کہ جس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے لے آئے۔ چنانچہ کوئی ستو لایا، کوئی کھجوریں اور کوئی گھی۔ ان چیزوں کو ملا کر مالیدہ تیار کیا گیا اور سب نے مل کر کھایا پیا۔

طبقات ہی میں انس رضی اللہ عنہ ہی راوی ہیں کہ جب ہم سفر سے مدینے کی طرف لوٹتے تو اپنے محبوب شہر کو دیکھ کر خوشی کے مارے سواریاں تیز دوڑا دیتے تھے۔ خیبر سے واپسی پر بھی ہم نے ایسا ہی کیا۔ سوئے اتفاق آپ ﷺ کی سواری کا پاؤں پھسلا اور آپ ﷺ اور ام المومنین گر گئے۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فوراً آپ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا یارسول اللہ ﷺ چوٹ تو نہیں آئی، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ عورت کی خبر لو۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چہرے پر چادر ڈالی اور ام المومنین کے قریب جا کر ان پر ڈال دی، وہ کھڑی ہوگئیں اور کہا مجھے کوئی چوٹ نہیں لگی پھر آپ ﷺ کے ساتھ اونٹ پر سوار ہوگئیں۔

مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ نے صفیہ کو حارثہ بن نعمان کے گھر اتارا۔ مدینہ کی خواتین نے اس نئی نویلی دلہن کو اسی گھر میں دیکھا، جس نے بھی دیکھا تعریفی کلمات ادا کیے۔ اسی مکان میں سیدہ زینب بنت جحش، سیدہ حفصہ، سیدہ جویریہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو دیکھنے آئیں۔ جب جانے لگیں تو آپ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے آئے اور پوچھا کیا خیال ہے کیسی ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہا نے غیرت نسوانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا! ہاں میں نے اس یہودی عورت کو دیکھ لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! عائشہ ایسے مت کہو، وہ تو مسلمان ہوگئی ہے اور اس کا اسلام بہتر ہے۔

ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کی رہائش کے لئے بھی دیگر ازواج مطہرات کی طرح مسجد نبوی کے قریب ہی علیحدہ مکان فراہم کیا گیا جو کچی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا جب اپنے گھر منتقل ہوئیں تو انہوں نے اخلاق حسنہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیگر ازواج کے ساتھ گھل مل کر رہنے کا رویہ اختیار کیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ٹوٹ کر پیار کیا اور انہیں سونے کی بالیاں بطور تحفہ دیں۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر کچھ نشان دیکھے۔ دریافت کیا کہ یہ نشان کیسے ہیں تو انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند میری گود میں گرا۔ میں نے یہ خواب اپنے خاوند کو سنایا تو

> سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا جب اپنے گھر منتقل ہوئیں تو انہوں نے دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ گھل مل کر رہنے کا فیصلہ کیا۔ اور سیدہ فاطمہ سے ٹوٹ کر پیار کیا اور انہیں سونے کی بالیاں بطور تحفہ دیں

اس نے میرے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا اس کا مطلب ہے تم یثرب کے بادشاہ کو چاہتی ہو۔'' اسی طرح طبقات ابن سعد میں ہے کہ وہ بتلاتی ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں اور اللہ کے رسول ﷺ ایک ساتھ ہیں اور ایک فرشتہ ہمیں پروں میں چھپائے ہوئے ہے۔ میں نے یہ خواب گھر والوں کو سنایا تو انہوں نے مجھے برا بھلا کہا اور لعن طعن کی۔

سیدہ صفیہ بڑی راست باز تھیں۔ چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کیا تو سچے دل سے کیا اور اسلام لانے کے بعد ان کے لئے یہودیت کا طعنہ بڑا غم انگیز اور دل شکن ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ نے انہیں یہودی ہونے کا طعنہ دیا تو انہیں بہت دکھ ہوا۔ انہوں نے یہ واقعہ نبی اکرم ﷺ کو سنایا آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر وہ کہتی ہیں کہ وہ خاندان نبوت میں سے ہیں تو تم نے انہیں یہ کیوں نہ کہا کہ تم مجھ سے کیسے افضل ہوسکتی ہو کہ میرے باپ ہارون علیہ السلام، میرے چچا موسیٰ علیہ السلام اور میرے شوہر محمد ﷺ ہیں۔'' اسی طرح علامہ ذہبی اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں ذکر کیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں صفیہ رضی اللہ عنہا کی

ایک لونڈی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی اور کہا کہ ان میں ابھی یہودیت کی بو پائی جاتی ہے کیونکہ وہ ہفتہ کے دن کو اچھا سمجھتی ہیں اور یہودیوں سے ان کے تعلقات قائم ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تصدیق کے لئے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتلایا'' جب سے اللہ نے مجھے جمعہ عنایت فرمایا ہے مجھے ہفتہ کے دن کو دوست رکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ رہے یہودیوں سے تعلقات تو ان سے مجھے رشتہ داری اور صلہ رحمی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔''

صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی لونڈی کو بلا کر پوچھا تمہیں اس بات پر کس نے آمادہ کیا تھا۔ تو لونڈی نے جواب دیا ''شیطان'' نے اس پر ام المومنین نے فرمایا 'جاؤ میں نے تمہیں راہ حق میں آزاد کیا۔

بخاری میں روایت مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک دفعہ اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے ملنے کے لئے تشریف لائیں۔ آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کر باتیں کیں۔ جب جانے لگیں تو رسول اللہ ﷺ بھی انہیں دروازے تک چھوڑنے آئے۔ وہاں سے انصار کے دو شخص گزرے۔ دونوں نے رسول اقدس ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا اور فرمایا ذرا ٹھہرو یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہیں۔ دونوں نے کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ ﷺ۔ ان دونوں پر یہ بات گراں گزری۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ شیطان ابن آدم کے خون میں رچ بس جاتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دل میں کوئی چیز نہ پھینک دے۔

ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کثرت سے قرآن کی تلاوت کیا کرتی تھیں اور اکثر اوقات خوف الٰہی سے وہ زار و قطار رونا شروع کر دیا کرتی تھیں۔ ابو نعیم اصبہانی حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چند اصحاب جمع ہوئے انہوں نے اللہ کا ذکر کیا' قرآن کی تلاوت کی اور نوافل ادا کیے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں دیکھ کر ارشاد فرمایا تمہارے نوافل' تلاوت' ذکر الٰہی سب درست لیکن تمہیں خشیت الٰہی سے رونا کیوں نہیں آتا۔

علامہ ذہبی اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں ام المومنین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''وہ شریف' عقلمند' خاندانی' خوبصورت' دیندار' بردبار اور باوقار تھیں۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' عمدہ اور مزیدار کھانا تیار کرنے میں صفیہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر میں نے کسی عورت کو نہیں دیکھا۔''

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا عمدہ کھانا پکاتی تھیں۔ ایک دفعہ انہوں نے کھانا تیار کر کے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ اس وقت آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جذبہ رشک کی بناء پر رکابی خادم سے لے کر زمین پر پھینک دی۔ کھانا دسترخوان پر گرا جو چمڑے کا تھا۔ اس لئے اسے اٹھا لیا گیا۔ آپ ﷺ نے پیالے کے ٹکڑے چن چن کر جمع کیے اور دوسرا پیالہ منگوا کر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو واپس بھیج دیا۔ (نسائی)

ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کو بہت عزیز رکھتی تھیں۔ جب آپ ﷺ پر مرض الموت کا حملہ ہوا تو تمام ازواج مطہرات عیادت کے لئے آئیں تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حسرت کہنے لگیں ''یا نبی اللہ کاش! آپ ﷺ کی تمام تکلیفیں مجھے مل جائیں'' اس پر تمام بیویاں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ واللہ وہ سچی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو بھی ام المومنین سے بہت محبت تھی۔ ایک دفعہ سفر میں ازواج مطہرات آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ اتفاق سے صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ یہ سب گھبرائیں اور بے اختیار رونے لگیں۔ نبی اکرم ﷺ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ اپنا فالتو اونٹ صفیہ رضی اللہ عنہا کو دے دیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا طبعاً بہت فیاض تھیں لیکن اس وقت ان کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔ کیا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دے دوں۔ یہ بات آپ ﷺ کو بہت ناگوار گزری اور طبقات ابن سعد کے مطابق آپ ﷺ ان سے دس احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے ایک متفق علیہ ہے اور باقی کی نو احادیث دوسری کتابوں میں موجود ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر 21 سال تھی۔

ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے سینے میں دردمند دل رکھتی تھیں اور کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ 35 ہجری میں جب خلیفہ سوم عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا باغیوں نے محاصرہ کر لیا اور ان کے مکان پر پہرہ بٹھا دیا گیا تو صفیہ رضی اللہ عنہا نہ رہ سکیں اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی امداد کے لئے ایک غلام کو ساتھ لے کر خچر پر سوار ہو کر ان کے مکان کی طرف چلیں۔ اشتر جو ایک باغی تھا۔ اس نے غلام کو دیکھ کر پہچان لیا اور آ کر خچر کو مارنا شروع کر دیا۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا'' مجھے ذلیل نہ کر' میں واپس چلی جاتی ہوں۔'' چنانچہ واپس آ کر حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کھانا پانی خلیفہ سوم کو بھیجا۔

وہ بتلاتی ہیں کہ میں نے خواب دیکھا' میں اور اللہ کے رسول ایک ساتھ ہیں۔ اور ایک فرشتہ ہمیں پروں میں چھپائے ہوئے ہے۔ میں نے یہ خواب اپنے گھر والوں کو سنایا تو انہوں نے مجھے برا بھلا کہا اور لعن طعن کی

دو ماہ ان سے ناراض رہے۔ بہر حال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بمشکل سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو معافی دلوائی۔

ایک دفعہ آپ ﷺ کسی وجہ سے صفیہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو گئے۔ صفیہ رضی اللہ عنہا کے لئے نبی اکرم ﷺ کی ناراضگی ناقابل برداشت تھی۔ اس لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچیں اور کہنے لگیں تم جانتی ہو میں اپنی باری کسی کو نہیں دیتی مگر میں تمہیں اس شرط پر دیتی ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کو مجھ سے راضی کر دو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے زعفران میں رنگا ہوا دوپٹہ لیا۔ اس پر ہلکا ہلکا پانی چھڑکا تاکہ اس کی مہک ماحول کو معطر کر دے۔ پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ آج تم یہاں کیسے؟ یہ تمہاری باری کا دن نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔ پھر پورا واقعہ سنایا جس پر آپ ﷺ مسکرا دیئے اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہو گئے۔

ام المومنین علم و فضل کے اعتبار سے بھی بڑے ہی بلند مقام پر فائز تھیں۔ قرآن مجید کی بیشتر سورتیں انہیں یاد تھیں۔ اکثر لوگ ان سے مسائل پوچھتے۔ صہیرہ بنت جیفر جب حج سے فارغ ہو کر صفیہ رضی اللہ عنہا سے ملنے آئیں تو دیکھا کہ سب ہی کوفہ کی عورتیں مسائل دریافت کرنے کے لئے ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور آپ رضی اللہ عنہا سب سوالات کے جوابات انتہائی خوبی سے دے رہی تھیں۔

طبقات ابن سعد کی روایت میں ہے کہ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اور عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کی دیواروں پر لکڑی کا ایک تختہ رکھ کر آنے جانے کا راہ بنا لیا تھا اور اسی راہ سے سامان خورد و نوش پہنچاتی رہیں۔

''طبقات ابن سعد اور استیعاب'' کی روایات کے مطابق ام المومنین نے رمضان 50 ہجری میں وفات پائی۔ یہ امیر معاویہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 60 یا 61 سال کے قریب تھی۔ انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

ام المومنین نے اپنا ذاتی مکان اپنی زندگی میں ہی فی سبیل اللہ صدقہ کر دیا تھا۔ طبقات ابن سعد کے مطابق ام المومنین نے اپنے پیچھے ایک لاکھ درہم چھوڑے۔ جس میں سے ایک تہائی کی اپنے ایک یہودی بھانجے کے حق میں وصیت کی۔ لوگوں نے اس وصیت پر عمل کرنے میں تامل سے کام لیا۔ بات ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا۔ ''لوگوں' اللہ سے ڈرو اور صفیہ رضی اللہ عنہا کی وصیت پوری کرو۔'' چنانچہ وصیت کی تکمیل کر دی گئی۔

اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی

صوبائی مرکزی دفتر

مجاہدین لشکر طیبہ آرٹ سکول روڈ کوئٹہ

ذیلی دفتر کوئٹہ: مجاہدین لشکر طیبہ نیو زرغون روڈ کوئٹہ Ph.450010

جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آنکھیں فرط غم سے امنڈ رہی ہیں
دل فرزند کی جدائی پر مغموم ہے

ہاتھوں میں لخت جگر نزع کے عالم میں ہے اور اپنی مختصر حیات کے آخری لمحات مکمل کر رہا ہے۔

جبکہ لبوں پر یہ الفاظ جاری ہیں:

''اے ابراہیم! ہمیں تیری جدائی کا صدمہ ہے۔ آنکھیں اشکبار ہیں، دل غمگین ہے اور زبان سے ہم وہی کہیں گے جو اللہ کو پسند ہو۔ (یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون)''

کمال ضبط و برداشت کا یہ رقت آمیز منظر جگر گوشۂ رسول ﷺ سیدنا ابراہیم کی وفات کا ہے۔ آپ ۱۷ یا ۱۸ ماہ کی قلیل مدت گزار کر دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنے شفیق باپ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دست مبارک میں ہیں۔ آس پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہجوم ہے جو اپنے نبی ﷺ کے غم میں اشکبار ہے۔ بالآخر اس ننھے سے جسد خاکی کو اس کی آخری آرام گاہ جنت البقیع کی طرف لے جایا جا رہا ہے، جہاں اس کی تدفین ہونی ہے۔ اس طرح اللہ کی طرف اپنے نبی ﷺ کی آخری اولاد نرینہ سے محرومی کی آزمائش تمام ہوتی ہے۔

فرزند رسول ﷺ کی پیدائش

نبی ﷺ کو آخری زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند عطا فرمایا جن کا نام ابراہیم رکھا گیا۔ سیدنا ابراہیم سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ذی الحجہ ۸ ہجری میں متولد ہوئے۔ آپ ﷺ اس کی پیدائش پر بہت خوش تھے۔ آپ ﷺ کی خوشی کا اندازہ لگانا بہت مشکل تھا۔ کیونکہ جس طرح آپ ﷺ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ تکالیف برداشت کرتے تھے اسی طرح خوشی کے موقع پر بھی اعتدال سے باہر نہیں نکلتے تھے اور مسرت و شادمانی میں بھی آپ بے قابو نہیں ہوتے تھے۔ غرور تکبر آپ سے کوسوں دور تھا کیونکہ جب آپ خوش ہوتے آپ ﷺ تن تنہا اس سے لطف اندوز نہیں ہوتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی اس میں شریک کرتے تھے۔ چنانچہ جب سیدنا ابراہیم پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے غریبوں میں صدقہ و خیرات تقسیم فرمایا۔

آپ ﷺ اپنے اس فرزند سے بہت محبت کرتے تھے۔ دوپہر کے وقت جب سب لوگ قیلولہ کیا کرتے تھے، آپ ﷺ اس وقت مدینہ کے عوالی میں اس فرزند کی انا کے گھر تشریف لے جاتے اور اسے گود میں اٹھا کر چومتے اور نہایت میٹھے الفاظ میں باتیں کرتے تھے جس سے والد کی محبت و شفقت کی نہایت عمدہ تصویر کی عکاسی ہوتی تھی اور اپنے فرزند کے ساتھ ان کی گہری محبت کا ثبوت ملتا تھا۔

اکلوتے فرزند کا صدمہ

اللہ کے رسول ﷺ پر جتنی آزمائشیں آئیں آپ ﷺ ان سب میں سرخرو ہوئے۔ اب ایک بار پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی محبوب ترین اور سب سے پسندیدہ چیز کی قربانی کے ذریعے آپ ﷺ کا امتحان لینا چاہا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب سیدنا ابراہیم ۱۷ یا ۱۸ ماہ کے ہوئے تو انہیں ایک خطرناک بیماری لگ گئی۔

آپ نے فرمایا اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ چاند سورج اللہ کی نشانیوں میں سے دو بڑی نشانیاں ہیں۔ یہ کسی کی موت یا پیدائش پر بے نور نہیں ہوتیں

آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں اپنے فرزند کی خبر گیری کے لئے تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کے فرزند عزیز دم توڑ رہے تھے اور آپ ﷺ اپنے اکلوتے فرزند کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ یہ اس وقت پیدا ہوئے تھے جب آپ کی جوانی چلی گئی تھی اور آئندہ کسی فرزند کے پیدا ہونے کے آثار نہ تھے۔

سیدنا ابراہیم کی حالت دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تعجب سے دریافت کیا۔ ''اے رسول اللہ ﷺ! آپ کی بھی یہ حالت؟''

آپ نے فرمایا! ''اے ابن عوف! یہ کوئی بری بات اور بری حالت نہیں بلکہ یہ شفقت و دردمندی ہے۔'' ''اے ابراہیم! ہمیں تیری جدائی کا صدمہ ہے۔ آنکھیں اشکبار ہیں، دل غمگین ہے اور زبان سے ہم وہی کہیں گے جو اللہ کو پسند ہو۔'' (یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون)

یعنی آپ ﷺ راضی برضائے الٰہی تھے اور اللہ کے فیصلے سے مطمئن تھے اور اسی لئے آپ ﷺ نے سر تسلیم خم کر دیا تھا۔

تدفین میں شرکت

آپ ﷺ اپنے فرزند کو قبر تک اٹھا کر لے گئے۔ بقیع میں آپ ﷺ نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے متصل دفن کیا۔ فضل رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔

رسول اللہ ﷺ قبر کے کنارے کھڑے تھے۔ آپ ﷺ تدفین کا عمل دیکھتے رہے۔ اسی اثنا میں آپ ﷺ نے دیکھا کہ قبر میں ایک رخنہ باقی رہ گیا۔ اس وقت آپ ﷺ نے ایک پتھر لے کر اس شخص کو دیا جو قبر کو ہموار کرنے کا انتظام کر رہا تھا۔ پھر فرمایا: ''اس سے کسی کو نقصان ہوگا نہ فائدہ تاہم یہ زندہ شخص کی آنکھوں کے لئے ٹھنڈک کا ذریعہ ہے۔'' (طبقات ابن سعد)

اس کے بعد آپ ﷺ کے اشارے سے ایک انصاری پانی کا مشکیزہ لایا اور قبر پر چھڑک دیا۔

رسول اللہ ﷺ کا قلب مبارک رنج و غم والے حوادث سے کبیدہ و غمگین ہوتا اور اس حالت میں آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بھی بہتے تھے اور بلاشبہ یہی انسانیت کا کمال ہے کہ خوشی اور مسرت والی باتوں سے مسرت اور رنج و غم کے موجبات سے غمگین ہو۔

سورج گرہن کا واقعہ

اس تدفین کے بعد پیغمبر ﷺ گھر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے ضبط اختیار کیا ہوا تھا۔ اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ اس دن سورج گرہن ہوا اور لوگ اسے معجزے پر محمول کرنے لگے اور کہنے لگے ''یہ سورج گرہن رسول اللہ ﷺ کے فرزند ابراہیم کے رنج میں ہوا ہے۔'' یہ بات آپ ﷺ تک پہنچی تو آپ جلد مسجد نبوی تشریف لے گئے اور حمد و ثنا کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا ''اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ چاند، سورج اللہ کی نشانیوں میں سے دو (بڑی) نشانیاں ہیں۔ یہ کسی کی موت یا پیدائش پر بے نور نہیں ہوتیں، تاہم جب کبھی تم یہ بات دیکھو تو جلد از جلد مساجد کی طرف جاؤ (اور اس کی نفلی نمازیں پڑھو)

سیدنا ابراہیم کے بارے میں حدیث رسول ﷺ

ایک شیخ حنظلہ، جو کہ مشہور تابعی تھے مصر کے ایک قبیلے کے عیسائی سردار کے ہاں اس کے بیٹے کی تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہ شخص اپنے کم سن اکلوتے بیٹے کے غم میں بے قرار تھا۔ شیخ حنظلہ نے اس کو ڈھارس بندھانے کے دوران نبی اکرم ﷺ کے اپنے فرزند ابراہیم کی وفات پر آپ ﷺ کے صبر و ضبط کی نہایت عمدہ تصویر کشی کی جس سے متاثر ہو کر وہ شخص اور اس کا قبیلہ مسلمان ہو گئے۔

اس پر اس سردار نے یہ کہا 'میں نے شام کے ایک محدث سے فرزند رسول ﷺ کی موت کے واقعہ کے سلسلہ میں ان کی روایت سنی ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو میں (مصر کے) ہر قبطی پر سے جزیہ اٹھا دیتا۔'' اور پھر وہ کہنے لگے ''اے حنظلہ! تم نے اس گاؤں میں ابراہیم کی یاد کو اس طرح زندہ کیا کہ تم نے اس کے باشندوں کو (مسلمان کر کے) ان سے جزیہ معاف کرا دیا۔'' (طبقات ابن سعد)

بنت الاسلام

راہ حق کے مسافر

کوئی عصر کا وقت تھا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' مضبوط اور تیز قدموں کی چاپ کے ساتھ ہی آواز آئی۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلمان ایک مرتبہ میرے ساتھ بیٹھ جایئے۔ میں آپ کو سینے سے لگا کر اپنا دل ٹھنڈا کرلوں۔ بیمار چارپائی پر پڑی ہوئی خالہ نے کہا سلمان خالہ کے پاس بیٹھ گیا۔ خالہ نے سلمان کا سر اپنے بازو پر رکھ کر سینے سے لگایا تو اسے عجیب سکون محسوس ہوا۔ خالہ میرے لئے شہادت کی دعا کرنا۔ سلمان کی پرعزم آواز آئی۔ سلمان میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ آپ کو کشمیر کا فاتح اور غازی بنائے اور کسی اور محاذ پر آپ کو شہادت دے دے' کیونکہ ابھی مجاہدین کی بہت ضرورت ہے۔ آگے اللہ کی مرضی۔ سلمان میرے لئے بھی شہادت کی دعا کرنا اور ایسے وقت کرنا جب آپ دشمن سے برسرپیکار ہوں کیونکہ مجاہد کی اس وقت کی دعا رائیگاں نہیں جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے پیغمبر رسول اللہ ﷺ کو جو درجہ دیا وہ نہ کسی اور انسان کو ملا اور نہ کسی فرشتے کو۔

اتنا بڑا درجہ ملنے کے بعد کسی اور چیز کی ضرورت رہ جاتی ہے؟ کیونکہ اگر اللہ کے بعد کسی کا درجہ ہے تو وہ پیغمبر اعظم ﷺ ہی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ زندگی بھر شہادت کی دعا کرتے رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' میرا دل چاہتا ہے۔ میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر مارا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر مارا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں حتی کہ بار بار ایسا کہا۔

دیکھو! سلمان آپ جارہے ہیں ہوسکتا ہے کہ آپ اللہ کی راہ میں شہید ہوجائیں۔ اگر آپ آج شہید ہوجائیں گے تو ہم بھی ہمیشہ کے لئے دنیا پر نہیں رہیں گے۔ آپ شہید ہوں گے تو ہمیشہ کے لئے زندہ ہوجائیں گے جبکہ ہم بستر پر لیٹ کر مریں گے اور مردار ہوجائیں گے۔ سلمان شہادت سے بڑھ کر کوئی موت نہیں۔ خالہ نے سلمان کے سامنے اپنے آپ کو باہمت ظاہر کرنی کی کوشش کی۔

اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ 20 برس پہلے ایک سلیم لفطرت باپ کے گھر میں پیدا ہونے والا یہ خوبصورت بچہ ایک دن کشمیر کی سرزمین پر شہید ہوکر لشکر طیبہ کی طرف سے اپنے علاقے کا پہلا شہید کہلائے گا۔ جس وقت سلمان پیدا ہوا۔ اُس وقت اس گاؤں میں سلمان نام کا کوئی بچہ نہیں تھا۔ اس کا نام حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا گیا۔ سلمان زیادہ وقت اپنے ماموں کے پاس رہا۔ ماموں اس بات کا خاص خیال رکھتے کہ بچوں کی عادتیں بگڑنے نہ پائیں۔ ماموں نے ڈانٹا بھی اور پیار بھی کیا۔ جب کشمیر کا جہاد شروع ہوا تو سلمان پر اس کا بہت اثر ہوا۔ ایک دن اپنے والد محترم سے کہنے لگا۔ ابوجی! آپ نے کشمیر نہیں جانا۔ باپ نے کہا بیٹے آپ جائیں گے۔ میں تو بوڑھا ہوگیا ہوں۔ اب کشمیر کے پہاڑ نہیں چڑھ سکتا۔ تو کہنے لگا ابوجان آپ بوڑھے ہوگئے ہیں کشمیر کے پہاڑ نہیں چڑھ سکتے تو یہ چوبیس سال سے افغانی مررہے تھے وہ آپ نے نہیں دیکھے تھے' سلمان کے اس جواب سے سبھی ششدر رہ گئے۔ دل نے گواہی دی کہ یہ بچہ بڑا ہوکر جہاد سے دور نہیں رہ سکے گا۔ وقت گزرتا گیا' تحریک بڑھتی رہی۔ آخر وہ دن بھی آیا جب میں نے سنا کہ سلمان ٹریننگ کے لئے افغانستان چلا گیا ہے۔ یک دم دل ہل سا گیا' لیکن پھر اپنے آپ کو سنبھال کر اسے اللہ کے حوالے کیا۔ سلمان

خالہ نے کہا سلیمان اگر آپ شہید ہو جائیں گے تو ہم بھی ہمیشہ اس دنیا میں نہیں رہیں گے۔ آپ شہید ہو کر زندہ ہو جائیں گے جبکہ ہم بستر پر لیٹ کر مرے تو مردار ہو جائیں گے۔ دیکھو بیٹا شہادت سے بڑھ کر کوئی موت نہیں ہے

ٹریننگ سے واپس لوٹا تو اس کی عادتیں بدل چکی تھیں۔ وہ پہلے والا شرارتیں کرنے والا سلمان نہیں رہا تھا۔ اس کا زیادہ وقت دعوت کے کاموں میں صرف ہوتا۔ اگلا سال آیا تو سلمان دورہ انس بن نضر رضی اللہ عنہ میں شامل ہونے کے لئے مظفرآباد پہنچ گیا۔

1997ء میں دورہ خاصہ کیا اور خدمات کے لئے لاہور دفتر میں رہا۔ کچھ عرصہ حاجی اشرف کے ساتھ رہا اور امیر تنظیم کے گھر پر پہرے کے فرائض بھی انجام دیئے۔

1998ء میں خونی لکیر عبور کی۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ برف پر سے پاؤں پھسلا اور کئی فٹ پہاڑ سے نیچے گر گیا۔ اللہ کو زندگی منظور تھی۔ پتھر پر پاؤں ٹک گیا۔ کمر میں چوٹ آئی۔ ساتھیوں نے واپس بھیج دیا۔ پھر دوبارہ اس لکیر کو روندا۔ لیکن فوج کا گھیرا ہوجانے کی وجہ سے واپس آنا پڑا۔ سردی کے دن آئے تو ہارڈ ویئر کی دکان کھول لی۔ لیکن اللہ کے اس راہی کو دنیا کے کاموں میں سکون کہاں۔ آخر 7 اگست ہفتے کا وہ دن بھی آپہنچا جب سلمان سب کی محبتوں کو چھوڑ کر لانچ ہونے کے لئے مظفرآباد پہنچ گیا۔

22 اگست اتوار کے دن فون کیا اور بتایا کہ میں دودنیال سیکٹر پر جارہا ہوں اور پانچ چھ دن بعد اندر لانچ ہوجاؤں گا۔ یہ سلمان کی آخری آواز تھی۔ جو میں نے سنی۔ وہ سلمان جو سلمان سے اب ابومعاذ بن چکا تھا۔

سیکٹر پر پہنچا تو محمد امین (ابومعاویہ) شہید نے کہا ابومعاذ قافلہ تیار ہے اور غالباً 20 اگست 1999ء کو خونی لکیر پار کرگیا۔ ہر دفعہ اس کو ایل ایم جی دی جاتی کیونکہ وہ بہت تیز اور طاقتور تھا۔ قدم پھونک پھونک کر رکھے جارہے تھے کہ اچانک ایک برسٹ آیا جو ابومعاذ کے سامنے لگا۔ ابومعاذ گر پڑے ہاتھ پر چوٹ آئی۔ لیکن فوراً پوزیشن سنبھال کر فائر شروع کردیا۔ پانچ فوجی جہنم واصل ہوئے۔ دوسرے بھاگ نکلے ایک ساتھی شہید ہوگیا۔ ایک شدید زخمی ہوا۔ دو ساتھی زخمی کو لے کر واپس آگئے جبکہ ابومعاذ دو ساتھیوں کے ساتھ آگے نکل گئے۔ کچھ ہی دن بعد اللہ کا یہ شیر وادی لولاب میں کافر کوناکوں چنے چبوانے کے لئے موجود تھا۔ ظالم فوج سے لڑائی تقریباً روزانہ کا معمول بن گیا۔ جب گھر والوں نے رابطہ کیا اور کسی معرکہ سنانے کی خواہش ظاہر کی تو ابومعاذ نے بتایا" تھوڑے دن پہلے کچھ بھائی جارہے تھے کہ اچانک آرمی سے ٹکراؤ ہوگیا۔ ہم نے دیکھا کہ آرمی بیٹھی ہوئی ہے۔ آرمی نے بھی ہمیں دیکھ لیا' کچھ ساتھی نیچے بالکل سڑک کے قریب پہنچ چکے تھے اور کچھ ابھی اوپر تھے۔ ساتھیوں نے دیکھتے ہی پوزیشنیں سنبھال لیں۔ آرمی نے بھی پوزیشنیں لے لیں۔ پہلے اوپر والے بھائیوں نے فائر شروع کیا' کافی دیر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک معرکہ جاری رہا۔ جس میں ہمارے ایک بھائی وقار احمد (ابومصعب) آف پشاور شہید ہوگئے اور چھ فوجی مرے جن میں ایک کیپٹن تھا۔ فوج نے مزید کمک منگوائی' جو بھائی

یہ سڑک کے قریب تھے انہوں نے آنے والی کمک پر ہلہ بول دیا۔ جس میں میجر اور دو فوجی مزید مرے اور کچھ زخمی ہوئے جبکہ ہم بحفاظت نکل گئے۔ ابومعاذ نے بہت سے معرکوں میں حصہ لیا اور سینکڑوں فوجیوں کو جہنم کا راستہ دکھایا۔

لشکر طیبہ کا یہ وہ پہلا نوجوان تھا جس نے سب سے پہلے دو فدائی کارروائیاں کی۔ پہلی فدائی کارروائی 27 رمضان المبارک 5 جنوری 2000ء کو کی۔ یہ پہلی کارروائی زانگلی ہیڈ کوارٹر پر کی گئی۔ اس کارروائی کی تفصیل سیکٹر پہ بتاتے ہوئے ابومعاذ نے کہا۔ ہمیں پتہ چلا تھا اس کیمپ میں فوجی ہماری کشمیری بہنوں کو اٹھا لے جاتے ہیں۔ ہم نے پروگرام بنایا کہ ادھر فدائی کارروائی کرنی چاہئے۔ امیر نے ہم دو بھائیوں کو اجازت دے دی۔ ہم دو بھائی تیار ہوئے۔ ریکی کروائی اور اپنے مشن کی طرف چلے۔ جو بھائی ہمیں کیمپ تک چھوڑنے گیا تھا وہ ہمیں کیمپ کے بالکل قریب لے گیا۔ اس بھائی نے ریکی کروائی ہمارے کمرے بتائے۔ ہم نے ابھی عشاء اور مغرب کی نمازیں پڑھنی تھیں۔ رات کے 12 بج چکے تھے۔ ہم نے نمازیں پڑھیں۔ اس کے بعد فوجیوں کا کتا بھونکنے لگا۔ ان کے بنکروں کو شک پڑا۔ انہوں نے فائر شروع کردیا۔ جو بھائی ہمارے ساتھ گیا تھا وہ کہنے لگا یہ مجاہدین کے ڈر سے اکثر فائر کرتے رہتے ہیں۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس کے بعد جب ہم تھوڑا سا چلے تو سنتری کو شک پڑا۔ اس نے ٹارچ ماری۔ تقریباً دو تین میٹر کا فاصلہ تھا۔ تو بھائی نے اٹھ کر اُس کو برسٹ لگایا...... دوسرا سنتری بھاگنے لگا تو دوسرے بھائی نے پیچھے سے اُس کو برسٹ لگایا۔ وہ دونوں اُدھر ہی ڈھیر ہو گئے۔ ہم بھاگ کر عمارت کی طرف بڑھے۔ کھڑکیاں توڑیں اندر گرنیڈ پھینکے اور فائر شروع کردیا۔ پھر اگلی عمارت پر پہنچے کھڑکیاں توڑیں اور فائر شروع کردیا۔ ملٹری نکل کر باہر کو بھاگ رہی تھی اور بلند آواز سے چیخیں مار رہی تھی۔ بچاؤ بچاؤ ہم نے اُن کو پیچھے سے دیکھ دیکھ کر اور تاک تاک کر مارا۔ پھر ہم میجر کے کمرے کی طرف گئے۔ اُدھر بھی گرنیڈ پھینکے اور فائرنگ کردی۔ ہمیں تقریباً دو گھنٹے ہو گئے تھے اور اسلحہ ختم ہو رہا تھا۔ ہم نے آہستہ آہستہ نکلنا شروع کیا۔ جب ہم نکل رہے تھے تو ایک کتا ہمارے پیچھے آ رہا تھا۔ بھائی نے برسٹ لگا کر اسے بھی مار دیا۔

جبکہ ہم اللہ کے فضل سے بحفاظت نکل گئے اور تقریباً رات تین بجے محفوظ مقام پر پہنچ گئے۔ اس کارروائی میں 18 بی ایس ایف کے اہلکار مارے گئے۔ اس سوال کے جواب میں کہ بعد میں عوام کے کیا جذبات تھے؟ ابومعاذ نے کہا وہاں ہم جس گھر میں بھی جاتے۔ وہ لوگ ہمیں کھانا پیش کرتے اور مبارک باد دیتے۔ دس سالہ تحریک میں اس انداز کی یہ پہلی کارروائی تھی۔

ابومعاذ کو عورت کی بے پردگی سے سخت نفرت تھی۔ اکثر عمل کر اس کی مذمت کرتے۔ وادی میں جب کبھی سامان کے لئے جانے کی ضرورت پڑتی تو ابومعاذ سڑک پر بیٹھ جاتے اور ساتھیوں سے کہتے میں یہاں بیٹھوں گا۔ آپ سامان لے آئیں۔ اگر فوج آئی تو میں فوج کو روکوں گا۔ آپ دوسری طرف سے نکل جانا۔ وادی کے اندر مجاہدین گن کو لوڈ کر کے چلتے ہیں۔ صرف ٹریگر دبانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اللہ کے اس بندے کو اپنے رب پر اتنا بھروسہ تھا کہ وہ ہمیشہ اپنی گن کو بند کر کے کندھے پر ڈال کر چلتا تھا۔

ایک دفعہ نیچے اتر رہے تھے۔ کل آٹھ بھائی تھے۔ نماز مغرب سے فارغ ہوئے تھے۔ تین ساتھی سنتیں پڑھ کر فارغ ہو چکے تھے۔ ابومعاذ اور دوسرے ساتھی سنتیں پڑھ رہے تھے۔ سنتیں پڑھ لینے والے ساتھ دس دس میٹر کے فاصلے پر جا رہے تھے۔ کہ آگے فوج نے ایمبش کر رکھا تھا۔ فوجیوں نے آخری ساتھی کو سنگل سنگل تین فائر مارے جو بھائی کو نہ لگے۔ تینوں بھائی کرالنگ کرتے ہوئے نالے میں اتر گئے۔ اتنے میں ابومعاذ سنتیں پڑھ کر فارغ ہو چکے تھے۔ ابومعاذ کے پاس گرنیڈ تھرو تھی۔ انہوں نے گرنیڈ لگا کر فائر کیا جو سیدھا فوجیوں کے درمیان میں لگا۔ ہائے رام ہائے رام کی چیخیں

> **ہم بھاگ کر عمارت کی طرف بڑھے، کھڑکیاں توڑیں، اندر گرنیڈ پھینکے اور فائر شروع کر دیا فوجی نکل نکل کر باہر کو بھاگ رہے تھے اور بلند آواز سے چیخ رہے تھے، بچاؤ بچاؤ ہم نے ان کو تاک تاک کر مارا اور پھر میجر کے کمرے کی طرف بڑھے اور اندر گرنیڈ پھینک دیا**

بلند ہوئیں۔ ابومعاذ نے تقریباً دو میگزین ختم کیں۔ فوجی لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے اور تمام ساتھی بحفاظت نکل گئے۔ جب تک ابومعاذ رہے نہ خود بیٹھے اور نہ ہی ساتھیوں کو بیٹھنے دیا۔ پہلی کارروائی سے پہلے ساتھیوں نے کہا ابومعاذ اپنی آواز ریکارڈ کروا جائیں تو کہنے لگے۔ میں نے اللہ کے فضل سے ابھی واپس آ جانا ہے۔ مجھے آواز ریکارڈ کروانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ابومعاذ نے لولاب میں بہت سی کارروائیوں میں حصہ لیا۔ وہ ہر کام بھاگ بھاگ کر کرتے اگر ساتھی آرام کرنے کے لئے کہتے تو جواب دیتے میں ثواب میں پیچھے نہیں رہنا چاہتا۔ ایک مرتبہ امیر نے ڈیوٹی لگائی کہ دو بھائی جائیں اور نیچے چشمے سے پانی لائیں۔ ابومعاذ اور ایک اور بھائی نے بیس (20) بیس (20) لیٹر کی دو کینیں اٹھائیں اور چل پڑے۔

چشمے کے نزدیک آرمی گھات لگا کر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ پیرا ائن کے فوجی تھے۔ پیرا ائن کے فوجیوں کی شکل وصورت بالکل مجاہدین کی طرح ہوتی ہے۔ ابومعاذ آگے آگے جا رہے تھے۔ دوسرا بھائی پیچھے تھا۔ اتنے میں ایک فوجی نے اپنے بازو اس طرح پھیلا دیئے جیسے کوئی کسی سے بغلگیر ہوتا ہے۔ انہیں شک پڑا کہ یہ مجاہد نہیں بلکہ فوجی ہے۔ دوسرے بھائی نے کہا ابومعاذ بھائی اس کو برسٹ لگاؤ۔ یہ ہمارا بھائی نہیں ہمارا دشمن ہے۔ وہ ابومعاذ کو پکڑنے ہی لگا تھا

کہ اللہ نے اپنے اس بندے کو اتنی توفیق دی کہ اس نے بندوق کندھے سے اتاری اور 20 گولیوں کا برسٹ مار کر دو فوجی جہنم واصل کردیئے۔ یہ اللہ کا خاص فضل اور عنایت تھی کہ اس نے ابومعاذ کو کمال چستی اور پھرتی سے نوازا تھا۔ ورنہ یکدم ایسی صورتحال سے انسان کے اعصاب شل ہو جاتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں کام نہیں کرتے۔ جب فوجی گرے تو اوپر سے فائر آنا شروع ہو گیا۔ ساتھی نے کہا ابومعاذ بھائی نکلیں اوپر سے فائر آ رہا ہے۔ تو ابومعاذ کہنے لگے "پہلے آپ نکلیں میں بعد میں نکلوں گا۔ جب بھی ساتھی کہتے ابومعاذ بھائی آپ نکلیں تو وہ قسم اٹھاتے اور کہتے آپ پہلے نکلیں گے۔ میں آپ کو کورنگ (Covering دفاعی فائر) دوں گا۔ جب سب نکل جائیں گے تو میں سب سے آخر میں نکلوں گا۔

زانگلی ہیڈ کوارٹر پر حملے کے کچھ عرصہ بعد کوٹلی سیکٹر میں بھارتی درندوں نے حملہ کر کے ایک درجن سے زائد مسلمانوں کو شہید کردیا۔ تو ابومعاذ نے دوبارہ فدائی مشن کے لئے اصرار کرنا شروع کردیا۔

اس وقت وادی لولاب کے امیر ابو جرار محمد جابر عسکری تھے۔ انہوں نے ابومعاذ شہید کے جذبات دیکھ کر اسے دوبارہ فدائی مشن کی اجازت دے دی۔ عیدالاضحیٰ سے تین دن پہلے 15 مارچ 2000ء کو وادی لولاب کے اندر دیور نامی گاؤں میں R.R کے کیمپ پر فدائی مشن کیا۔ اس مرتبہ ان کے ساتھ خانیوال کے عبدالودود بھائی تھے۔ اس کارروائی میں 17 فوجی مردار ہوئے۔ دوسری فدائی کارروائی سے ان کا حوصلہ بہت بڑھ گیا۔ انہوں نے تیسری فدائی کارروائی کے لئے اصرار کردیا۔ اب کی بار امیر نے انہیں اجازت دینے کی بجائے ابومعاذ کی بات امیر تنظیم حافظ محمد سعید حفظہ اللہ تعالیٰ سے کروائی۔ جو ان دنوں جمعہ کے خطبہ کے لئے بہاولپور گئے ہوئے تھے۔ لیکن اس بچے نے حافظ صاحب کو بھی قائل کر لیا۔ انہوں نے وادی کے امیر سے سفارش کردی کہ اس بچے کے جذبات کا احترام کیا جائے۔ امیر نے انہیں سرینگر بھیج کر وہاں ہیڈ کوارٹر پر حملہ کروانے کا منصوبہ بنایا اور بارہ مولہ روانہ کردیا۔ ابومعاذ وادی لولاب سے رخصت ہوتے ہوئے ان ساتھیوں سے جو وادی لولاب میں رہ گئے تھے۔ اپنے لئے شہادت کی دعا کروائی اور روانہ ہوتے ہوئے ان کے ساتھ کپواڑہ کے امیر ابومسلم بھی تھے۔ شروع اپریل 2000ء میں وہ لولاب سے

باقی صفحہ 29 پر ملاحظہ فرمائیں

کاش میں پردہ کر لیتی؟

زہرہ حمید ڈسکہ

میرا نام زہرہ حمید ہے۔ اور میں ڈسکہ کے ایک گاؤں میں رہتی ہوں۔ میں اپنی داستان عبرت سنانے سے پہلے ان پہلوؤں سے پردہ اٹھانا چاہتی ہوں جن کی وجہ سے میں اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوئی۔ اور پردہ اس لئے اٹھانا چاہتی ہوں کہ اس عذاب سے میری دوسری بہنیں بچ جائیں۔ ورنہ کوئی مشکل انہیں بھی پکڑ سکتی ہے۔ میں نے ایک بے دین گھرانے میں آنکھ کھولی۔ جس گھر میں ہر طرف شرک وبدعات و بے پردگی کی تاریکی چھائی تھی۔ روزانہ ابلیس کے نقش قدم پر چل کر اللہ تعالیٰ کی حدوں کو توڑا جاتا تھا۔

گھر میں میرے علاوہ دادا' دادی' بھائی' بہن سب اکٹھے رہتے ہیں ہمارے گھر میں جو بھی خوشی غمی ہوتی ہندوانہ رسم ورواج پر مشتمل ہوتی' میرے دادا کے علاوہ سب بے نماز اور شرک کی گندگی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ دادا روکتے تو وہابی کا طعنہ دے کر چپ کرا دیتے۔ مجھے اللہ نے بہت ہی خوبصورت شکل میں پیدا کیا۔ میرے خاندان میں میرے جیسی کوئی بھی لڑکی خوبصورت نہ تھی۔

میں نے ہوش سنبھالا تو مجھے گاؤں کے قریب انگلش میڈیم سکول میں داخل کروا دیا گیا۔ وہاں سے میری تباہی کی داستان شروع ہوئی۔ اس سکول نے نا سمجھ خیالات کو بدل کر رکھ دیا۔ ہماری استانیاں سکول میں آتیں تو میک اپ سے ان کے چہرے اٹے ہوتے۔ ان کے کپڑے جسم سے چپکے ہوتے جسم کی ہر حرکت دکھائی دیتی۔ میں نے بھی ویسا ہی فیشن شروع کر دیا۔ پردے سے مجھے گھٹن محسوس ہوتی۔ میرے خیالات اتنے بدل گئے کہ میں چاہتی تھی میں فیشن کروں۔ لوگ مجھے دیکھیں' میری تعریف کریں ہر سال تین مہینے کی چھٹیاں ہوتیں۔ میں ننھیال کے پاس لاہور چلی جاتی۔ میرے ننھیال والے پڑھے لکھے بے دین لوگ ہیں۔ میری دو خالہ بے پردگی کو فخر محسوس کرتی ہیں۔ ان کے گھر میں سارا دن ٹی وی چلتا۔ میں اور میری خالہ اکٹھے بیٹھ کر ٹی وی دیکھتیں اور اداکار لڑکے پسند کرتیں۔ ہم ایک دوسرے سے اظہار بھی کرتیں' کاش ہم اداکارہ بن سکیں۔ ہماری بھی شہرت ہوتی۔ لوگ ہمارا بھی آٹوگراف لیتے۔ اسی طرح ابلیسی سوچیں پروان چڑھتی رہیں۔ اور ہم اللہ کے عذاب کو دعوت دیتی رہیں۔ میرے نانا اور میرے ماموں کے جو بھی دوست آتے وہ دستک یا آواز دینا تو بے عزتی سمجھتے تھے۔ سیدھے اندر داخل ہوتے اور سب مرد وعورتوں سے ہاتھ ملاتے۔

کتنا مذاق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم اور شریعت کے ساتھ۔

اب سوچتی ہوں کہ چھوڑ دینے چاہئیں ایسے رشتے دار جو اللہ کے عذاب کو دعوت دیتے پھریں۔ ماموں مجھے سارے شہر کی سیر کرواتے۔ ہمارے گاؤں میں جو بھی شادی بیاہ ہوتا۔ اپنوں کا یا غیروں کا میں اس میں ضرور شرکت کرتی۔ بارات کے ساتھ جاتی۔ کتنا دین سے رشتہ کچا ہے۔ شادی کے رسم ورواج انسان کو شریعت سے بہت دور لے جاتے ہیں۔ جس لڑکی نے کبھی میک اپ نہیں کیا ہوتا اسے بھی میک اپ کروا دیتے ہیں۔ جو لڑکی کبھی گھر سے بے پردہ نہیں نکلی' وہ بھی بارات میں چلی جاتی ہے۔ جس میں زیادہ تر غیر محرم مرد ہوتے ہیں۔ بے دین رشتہ دار اور دین سے دور ماں باپ بھی کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں بچی کو جانے دو شادی میں۔ خوشی کی گھڑی کوئی روز روز آتی ہے۔ اس سارے ماحول کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ میں مکمل ابلیس کے نقش قدم پر چلنے لگی۔ میری بے پردگی حد سے بڑھ گئی۔ میرے دادا مجھے کہتے رہتے بیٹی پردہ کیا کرو۔ تمہارے بے پردہ پھرنے سے ہماری بدنامی ہوتی ہے۔ میری ماں اور میں کہتی کہ حیا دل میں ہوتا ہے۔ جب ہمارا دل صاف ہے تو کیا کوئی ہمیں کھا جائے گا؟ وقت اسی طرح گزرتا گیا اور میں اللہ کے عذاب کو دعوت دیتی رہی۔ آخر وہ دن آ گیا جس سے میرے دادا مجھے ڈراتے تھے۔ جس دن میری سزا شروع ہوئی۔ میں رات کو ڈرامہ دیکھ کر بڑے آرام سے سوئی تھی۔ اچانک آدھی رات کے وقت میرے کان میں درد ہونا شروع ہو گیا۔ میں نے اپنے امی ابو کو اٹھایا اور بتایا کہ مجھے کان میں بہت درد ہو رہا ہے۔ گاؤں کے ڈاکٹر سے آدھی رات کے وقت دوائی لائے۔ مگر درد رکنے کی بجائے بڑھتا جا رہا تھا۔ میں نے درد سے بے قرار ہوتے ہوئے شور مچانا اور اونچی آواز میں رونا شروع کر دیا۔ سب بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد تکلیف کے ساتھ ساتھ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی زور سے میرا پیچھے والا جبڑا ٹیڑھا کر رہا ہے۔ میں دوائیاں کھانے سے بے ہوش ہو گئی' صبح مجھے ہوش آیا تو میرے بھائی' بہن' امی' ابو' رو رہے تھے۔ رات ہی رات میں میرا منہ لقوے کا شکار ہو چکا تھا۔ یعنی منہ ٹیڑھا ہو چکا تھا۔ میں اچھی طرح کھا سکتی تھی۔ نہ پانی پی سکتی تھی۔ میری ماں نے مجھے شیشہ دکھایا۔ تو میں شرم سے پانی پانی ہو گئی۔ پہلے جتنی خوبصورت تھی اب اتنی ہی بدصورت ہو چکی تھی۔ منہ ایک طرف جاتا تھا تو آنکھیں دوسری طرف جاتیں تھیں۔ مجھے گاؤں' گاؤں شہر شہر لے جایا گیا مگر کوئی فرق نہیں پڑا۔ اب میں اپنے ماں باپ کی جوان بیٹی ہوں۔ وہ فکر مند ہیں کہ ہماری بیٹی کو کون قبول کرے گا۔

اس سے پہلے دو تین رشتے آئے تھے۔ ہم نے کم عقلی کی وجہ سے ٹھکرا دیئے کہ تم صوفی ہو' تمہارا لڑکا امام مسجد ہے۔ ہماری لڑکی کا کیا جوڑ ہے تمہارے لڑکے سے مگر اب کیا ہو سکتا ہے؟ میں عرض کرتی ہوں کہ یہ عبرتناک داستان جو مجھ پر گزر چکی ہے۔ سنانے کا مقصد یہ ہے کہ تم بے پردگی کے عذاب سے بچ جاؤ۔ چھوڑ دو ایسے رشتہ دار جو تمہیں دوزخ کا ایندھن بنا دیں جیسا کہ میں اب عذاب الٰہی میں گرفتار ہو چکی ہوں کہ کاش میں پردہ کر لیتی اور عذاب الٰہی سے بچ جاتی۔

آخر Made in India کیوں؟

بنت ارشد ساہی

ہماری روز مرہ زندگی میں استعمال ہونے والی کئی اشیاء بیرون ممالک سے منگوائی جاتی ہیں اور کئی اشیاء ایسی ہیں جن پر Made in India کی چھاپ ہوتی ہے۔ میری بہت سی بہنیں ایسی ہیں جو اس طرح کی اشیاء کو بہت پسند کرتی ہیں اور خاص طور پر India سے آئی ہوئی چیزوں کو بہت ہی پسند کرتی ہیں۔ ان کو اچھا کہہ کر تعریفوں کے پل باندھ دیتی ہیں کہ بھئی India کی ساڑھی بہت اچھی ہے۔ انڈین لان کے دوپٹے تو ہر کوئی پسند کرتا ہے اور انڈیا کی جیولری کی تو بات ہی کیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلام ہمیں ساڑھی جیسے بے ہودہ لباس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا' جس سے نہ تو سر ڈھانپا جاتا ہے اور نہ ہی پیٹ اور رہی بات دوپٹوں اور جیولری کی' وہ اگر ہم اپنے ملک کی مصنوعات خریدیں تو اس کا فائدہ ہمارے ملک کو پہنچے گا۔ اگر انڈیا کی مصنوعات سے خریدیں تو اس کا فائدہ مکار ہنود کو پہنچتا ہے۔ پھر مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا ضمیر کیسے یہ گوارا کرتا ہے کہ ہمارے خون پسینے سے کمایا ہوا حلال پیسہ ان چیزوں کے بدلے بھارت کو پہنچے اور وہ ان پیسوں سے اسلحہ خریدیں اور پھر اسی اسلحے سے ہمارے مسلمان بھائیوں اور بیٹوں کو چھلنی کریں اور ہماری بہنوں بیٹیوں کی عزتوں کو اسی اسلحہ کی نوک پر تار تار کریں تو ہمارا دل مانے گا ان اشیاء کو خریدیں؟ کیا مسلمان کا ضمیر سویا رہے گا اور کان بند کئے منہ میں انگلی دبائے یہ تماشا دیکھتا رہے گا آخر کب تک؟ ایک تو مسلمان یہ تماشا دیکھتا ہے اور دوسرا تماشا انڈیا کی فلموں میں دیکھتا ہے جس میں عزت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی ایک مسلمان کا حال یہ ہے کہ ایک طرف بیوی بیٹی ہے اور دوسری طرف بیٹھی بہنیں اس تماشے سے لطف اندوز ہو رہی ہیں اور پھر ہم تو مسلمان' بیٹیاں ہیں اور آج بیٹی اس تماشے میں اس قدر مگن ہے کہ سب کچھ بھلا بیٹھی ہے۔ حتیٰ کہ اپنا ماضی تک بھول گئی ہے۔ اور دنیا کے میلوں ٹھیلوں میں کھوئی ہوئی ہے۔ اللہ نے مسلمان عورت کو مختلف روپ دیئے ہیں۔ بیٹی، بہن اور ماں پھر بہو یہ کتنے عظیم اور مقدس رشتے ہیں۔ آج ہم ان رشتوں کو کیوں بھلا بیٹھی ہیں؟ اور صرف ایک بنی سنوری لڑکی بن کر رہ گئی ہیں۔ ہم یہ کیوں بھول گئی ہیں کہ ہم عائشہ صدیقہؓ، خدیجۃ الکبریٰؓ اور فاطمہ جیسی عظیم ماؤں کی بیٹیاں ہیں۔ اور خولہ جیسی بہادروں کی بہنیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اچھے مسلمان اور سچے پاکستانی بنائے ہم اپنے وطن سے اور اس کی بنی ہوئی چیزوں سے پیار کریں اور اپنے دشمنوں کی بنائی ہوئی ہر شے سے نفرت کرنے والے بن جائیں۔ آمین!

کھجور

غیر معمولی غذائی اور دوائی اہمیت کا حامل پھل

خالق کائنات نے انسان کے لئے اس دنیا میں انواع و اقسام کی نعمتوں کو عام کیا۔ ان میں سے سب سے بڑی نعمت کھجور ہے۔ جو نبی کریم ﷺ کی من پسند غذا ہے۔ صحابہ کرام اسے کھا کر جہاد کرتے تھے۔ اور ایک آدمی سینکڑوں پر غالب ہوتا تھا۔ ایسی کونسی چیز کھجور کے اندر ہے۔ جس سے صحابہ کرام ایک کھجور پر پھر اس کی گٹھلی پر سارا دن گزار دیتے تھے کھجور کو اگر طبی طور پر دیکھا جائے تو اس کے سینکڑوں فوائد سامنے آتے ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ذاتی تجربہ بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ مجھے موٹا کرانے کے لئے بہت علاج کرواتی رہیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاؤں تو موٹی ہوں لیکن ان تمام دواؤں سے فائدہ نہ ہوا حتی کہ میں نے تازہ پکی ہوئی کھجوریں اور کھیرے کھائے۔ ان سے میں نہایت خوبصورت جسم والی اور موٹی ہوگئی۔ (بخاری و مسلم)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبح نہار منہ کھجور کھایا کرو۔ ایسا کرنے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔ اگر پکی کھجوروں کو پانی میں بھگو کر ان کا پانی پیا جائے تو پیچش اور اسہال رک جاتے ہیں اور معدے اور آنتوں میں صفراء کی زیادتی کم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ معدے اور آنتوں کے زخم اور معدے کی سوزش کے لئے کھجور کا پانی پینا بہت مفید ہے۔ کھجور دودھ میں پکا کر استعمال کرنا زیادہ مفید ہے۔ اور ایک وقت میں 5 تولہ سے زیادہ استعمال نہ کی جائے۔ اگر کھجور سردیوں میں رات سوتے وقت گرم دودھ کے ساتھ استعمال کی جائے تو دل اور دماغ کو طاقت دینے میں بے مثال ہے۔ یہ باہ کو قوت دیتی ہے۔ اور اعصابی کمزوری کو رفع کرتی ہے۔ کھجور کی دوسری قسم چھوارا ہے۔ جس کا مزاج خشک گرم ہے۔ یہ بلغم کو خارج کرتا ہے۔ چنانچہ نزلہ زکام اور کھانسی وغیرہ اور بلغم پیدا کرنے والے تمام امراض مثل فالج، لقوہ، رعشہ اور استرخاء وغیرہ کے لئے اکسیر کامل ہے۔ جسم کی بڑھی ہوئی رطوبات کو کم کرتا ہے اور لو بلڈ پریشر میں بطور دوا اور غذا اکثر مستعمل ہے۔ اس کے استعمال سے کمزوری اور نقاہت رفع ہو جاتی ہے۔ یہ خون میں سرخ ذرات کو زیادہ کرتا ہے۔ اس لئے خون کے سرطان میں بہت مفید ہے۔ رحم کی کمزوری کی وجہ سے جن خواتین کو حمل نہیں ٹھہرتا ان کے لئے چھوارا اور خشک کھجور بہت مفید ہے۔ سیلان الرحم یعنی لیکوریا میں عورتیں اکثر ان کو استعمال کریں تو تمام رحمی امراض رفع ہو جاتی ہیں کمزوری سے ہونے والے درد کمر میں بھی چھوارا بہت فائدہ بخشتا ہے۔ شکر کے بغیر پیشاب کی زیادتی میں بھی مفید ہے۔ اس کے استعمال سے چہرہ سرخ ہوتا ہے۔ کھجور قبض دور کرتی ہے۔ دق کے مریضوں کو اس کے پانی سے فائدہ ہوتا ہے۔ اگر کھجور میں مغز بادام، بہی دانہ، پستہ، لونگ اور سونٹھ ملا لیں تو جسمانی کمزوری کے لئے بہت مفید ہے۔ مہاراشٹر کے مرہٹے کھجور سے ایک شربت شنڈی نام سے تیار کرتے ہیں۔ جسے گرمی کا دشمن سمجھا جاتا ہے۔ کھجور کے اندر ایسے اجزاء پائے جاتے ہیں جو گردوں مثانہ اور پتے میں پتھری بننے کے عمل کو روکتے ہیں۔ دل کے دورے میں کھجور گٹھلی سمیت کوٹ کر دینا جان بچانے کا باعث ہوتا ہے۔ احادیث میں اس کے لئے عجوہ کھجور تجویز کی گئی ہے۔ اس غرض کے لئے دوسری کھجوریں بھی استعمال کی جاسکتی ہیں۔ مگر ان کا استعمال طویل ہونا چاہئے چونکہ کھجور جھلیوں کی سوزش دور کرتی ہے۔ اس لئے بلغمی دمے کے لئے مفید ہے۔ ایک حکیم کا قول ہے۔ کہ اگر آج کا مرد تین چیزیں استعمال کرے تو کبھی بوڑھا نہیں ہوگا وہ ہیں: کھجور بھنے ہوئے چنے اور پکے ہوئے بیر۔ اگر دیکھا جائے تو ہم جو چیز بھی استعمال کرتے ہیں، اس میں کھاد اور کیمیکل کی آمیزش ضرور ہوتی ہے۔ لیکن کھجور ان سے پاک ہوتی ہے۔ راقم کوئٹہ سے کم و بیش ساڑھے تین سو کلو میٹر دور ایران کی سرحد پر خاران گیا وہاں ہر طرف کھجور ہی کے درخت تھے معلوم ہوا کہ کچھ عرصہ پہلے تک یہاں کے لوگ صرف کھجور اور پانی پر گزارا کرتے تھے۔ بہت اعلیٰ قسم کی کھجور دیکھی میں نے اس کا شربت بھی پیا جو کہ سنت ہے۔

ام محسن (انتخاب از اردو ڈائجسٹ)

حاملہ عورتوں کے لئے کھجور کی شکل میں آئرن کیپسول

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! میرے نزدیک حاملہ عورت کے لئے کھجور کے برابر کوئی شفا نہیں اور نہ ہی شہد کے برابر مریض کے لئے کوئی شئے۔ کیونکہ سیدہ مریم کے ہاں جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو سیدہ مریم کی یہ غذا تھی۔ اگر علم خداوندی میں اس سے اعلیٰ کوئی دوسری غذا ہوتی تو وہ ان کو ضرور کھانے کو ملتی (نزہۃ المجالس جز ثانی رہبر زندگی)

فی فال وٹ کیپسول حاملہ خواتین کو دوران حمل فولاد کی کمی کو پورا کرنے کے لئے استعمال کرائے جاتے ہیں۔ برلن یونیورسٹی کے شعبہ فارماکالوجی کے ڈاکٹر نکس کلور نے کھجور پر طویل تحقیق کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اگر روزانہ حاملہ خواتین کو کھجور استعمال کروائی جائے تو اس کا اثر حاملہ کے تمام اعضاء پر مثبت پڑتا ہے اور ساتھ ہی بچہ کو تقویت پہنچتی ہے۔ جو خواتین کھجور کا استعمال کریں گی ان کے حمل کی پیچیدگیاں ختم ہو جائیں گی اور وضع حمل کے خطرات کم ہو جائیں گے۔ (سائنس او ورلڈ)

کھجور چونکہ آئرن یعنی فولاد سے پر ہے اور حاملہ عورتوں میں فولاد کی ضرورت و اہمیت بڑھ جاتی ہے اسلئے ان کو کھجور کا استعمال کرانا بہت ضروری ہے۔

وضع حمل کے وقت ماہرین کھجور کا استعمال ضرور بتاتے ہیں۔ ایک خاتون کا ڈلیوری کیس ہمیشہ مشکل اور بہت پریشان ہوتا تھا بہت علاج کرائے لیکن افاقہ نہ ہوا مشورہ دیا کہ اس کو روزانہ ایک یا اس سے زائد کھجوریں استعمال کرائیں اور وضع حمل سے قبل تک استعمال کرائیں۔ جب ایسا کیا گیا تو مریضہ حیرت انگیز طریقے سے صحت یاب ہوگئی۔

معزز قارین زندگی و موت، صحت و شفا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن اگر ہم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے بھرپور طریقے سے فائدہ اٹھائیں تو یہ یقیناً ہمارے لئے سود مند ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ

بقیہ عریانی اور فحاشی

کرنے اور اپنی مسکراہٹوں کا تبادلہ کر کے تمام ماحول تباہ و برباد نہیں کر دیا جب کسی کے گھر فون کی گھنٹی بجے تو مردوں کے ہوتے ہوئے لڑکیاں فون اٹھائیں، آخر کیوں؟ جب دستک ہوئی تو حسن کا سراپا دروازے پر آ گیا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ماؤں میں عصمت کی قدر و قیمت ہو تو نگہداشت کریں اب تو مغربی معاشرہ بھی عریانیت اور بے حیائی سے تنگ آ چکا ہے۔ اللہ کے لئے آپ بھی باز آ جائیں۔ پردہ تو آپ نے ہی کرنا ہے مردوں کو تو نہیں، حیا آپ کے لئے ہی بنی ہے دوسروں کے لئے نہیں۔ پردہ کیجئے پورا پردہ جس کا حکم قرآن اور نبی ﷺ کے فرمان میں ہے بچیوں اور بہنوں کو پردہ کروائیں ورنہ اللہ اور اس کے رسول نے لعنت فرمائی ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جنت کی خوشبو میلوں تک جائے گی لیکن عریانی پھیلانے والی عورتیں اس خوشبو سے محروم رہیں گی۔ آپ جانتی ہیں کہ بے حجابی، بے حیائی کو اور بے حیائی زنا کو جنم دیتی ہے۔ اور پھر یہ کام شرفا کے خاندان کا نہیں۔ پردہ کر کے اور بے حیائی چھوڑ کر اپنے آپ کو شریف زادی ثابت کیجئے خود پردہ کیجئے اور پردہ کو رواج دیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رمضان کا مہینہ اللہ کی رضا کا مہینہ

ام حسن

روزے کے عظیم اجر اور عظیم فائدوں کو نگاہ میں رکھ کر پورے ذوق وشوق کے ساتھ روزہ رکھنے کا اہتمام کیجئے۔ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا بدل کوئی دوسری عبادت نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ ہرامت پر فرض ہے۔ لفظ رمضان ''رمض'' سے مشتق ہے جس کا معنی گرم ہونا اور تیز دھوپ سے پاؤں جلنا۔ رمضان المبارک میں روزہ دار کے سابقہ گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کا نام رمضان المبارک رکھا گیا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

یایها الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون☆

اے ایمان والوتم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے روزے کے اس عظیم مقصد کو یوں بیان فرمایا۔ جس شخص نے روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ وہ بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ (بخاری)

رمضان المبارک کی سب سے بڑی فضیلت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی مہینے میں قرآن مجید نازل کیا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

جب رمضان المبارک آتا ہے تو آسمان یعنی رحمت وجنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔ آسمان کے دروازے کھلنے کا مفہوم یہ ہے کہ اس مہینہ میں اللہ کی رحمت بکثرت نازل ہوتی ہے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور نیک اعمال یقینا شرف قبولیت حاصل کرتے ہیں اسی لئے ہم سب کو چاہئے کہ ہم اپنے رب سے گڑگڑا کر اپنے گناہوں کو معاف کروالیں اور آئندہ سے اپنے اللہ ورسول کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلیں۔ زیادہ تر خواتین جو ہیں ان کو اپنی زبانوں پر کنٹرول رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہماری تمام بہنوں کو چاہئے کہ ہم سب روزے کی حالت میں توبہ واستغفار کرتی رہیں اور کوئی ہم سے کتنی بھی زیادتی کر جائے تو اف تک نہیں کہنا بلکہ بڑی ہی خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے اور تمام لوگوں کو کثرت سے ذکر وتلاوت تسبیح اور عبادات میں مصروف ہونا چاہئے اور بے حیائی، فحاشی، فسق وفجور اور کذب وفریب سے بچنا چاہئے۔

کئی بہنیں یہ سوال کرتی ہیں کہ جب رمضان المبارک میں شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں تو پھر رمضان کے مہینہ میں برائیاں اور گناہ کیوں ہوتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ بہت ہی برے لوگ ہیں۔ جو رمضان جیسے عظیم وبابرکت مہینے میں بھی برائیوں اور گناہوں سے باز نہیں آتے اصل میں وہ لوگ شیطان کی پیروی کر کر کے خود سراپا شیطانیت بن چکے ہوتے ہیں۔ ان کی طبیعتیں گناہوں کی عادی ہو چکی ہوتی ہیں

> **آپ ﷺ نے فرمایا جس نے لیلۃ القدر کی رات میں حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے قیام کیا۔ اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں**

اور ان کے اندر شیطانی خیالات اور ابلیسی وسواس اتنے پختہ ہو چکے ہوتے ہیں کہ وہ گناہ پر گناہ کئے جاتے ہیں لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ان کا نفس امارہ انہیں برائی پر آمادہ کرتا ہے۔ غرض کہ رمضان میں جو لوگ برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں وہ پہلے گیارہ ماہ کے وسواس اور عادات قبیحہ کا اثر ہوتا ہے جس طرح سانپ کے کاٹے کا درد عرصہ تک باقی رہتا ہے اسی طرح بعض خبیث النفس لوگوں پر رمضان المبارک میں بھی شیطانی خیالات کا اثر باقی رہتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔

کان جرئیل یلقاه کل لیلة فی رمضان حتی ینسلخ یعرض علیه النبی صلی الله علیه وسلم

سیدنا جبرائیل علیہ السلام رمضان المبارک کی ہر رات نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کرتے اور آپ انہیں قرآن پاک سناتے تھے۔

ماہ رمضان میں عمرہ کی سعادت حاصل کرنا حج کے اجرو ثواب کے برابر ہے۔ اسی طرح رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر روزے شروع کرنے چاہئیں۔ جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قال النبی ﷺ صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان اغمی علیکم فا کملوا عدة شعبان ثلاثین.

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرو (عید کرو) اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کی گنتی 30 دن پورے کرو۔

سحری

سحر کا معنی اخیر رات کا چھٹا حصہ اور رات کے آخری حصہ میں روزہ کے لئے کھانے پینے کو ''سحری کھانا'' کہتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے سحری کھانے کی تاکید فرمائی ہے اور باعث برکت فرمایا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ (صحیح ومسلم ص 35 ج 1) سحری کھانے میں تاخیر کرنا یعنی آخر وقت میں سحری کھانا مسنون ہے۔

افطار کی دعا

ذهب الظماء وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء الله

افطاری روزہ کا مطلب ہے ''روزہ کھولنا'' سورج کے غروب ہوتے ہی جلد روزہ افطار کرنا سنت رسول اللہ ﷺ ہے اور افطاری میں تاخیر کرنا خلافت سنت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے روزہ جلد افطار کرنے کا حکم فرمایا ہے اور تعجیل افطار کو لوگوں کی بہتری قرار دیا ہے۔

عن سهل بن سعد قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لایذال الناس بخیر ما عجلو الفطر

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا......لوگ بھلائی میں رہیں گے جب تک افطاری میں جلدی کریں گے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سورج غروب ہو جائے اور مشرق کی جانب سیاہی بلند ہو تو روزہ فوراً کھول دینا چاہیے۔

ممنوعات روزہ

ممنوعات روزہ سے مراد ایسے امور جو روزہ دار کے لئے ناجائز اور منع ہیں۔ اگر روزہ دار ان ممنوعات کی کوشش نہ کرے تو اس کا روزہ غیر مقبول اور بے کار ہے آپ ﷺ نے ایسے روزے کو ''محض فاقہ'' قرار دیا ہے۔ اس لئے روزہ دار کو بڑی احتیاط اور پرہیز سے روزہ رکھنا چاہئے۔ حدیث میں آتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کتنے ہی روزہ دار ایسے ہوں گے جنہیں ان کے روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ (رواہ الدارمی۔ مشکوۃ ص 177)

حالت روزہ میں ان باتوں سے رکنا چاہئے۔

جھوٹ اور اعمال بد' لڑائی گالی اور بے ہودگی' زنا' غیبت' چغلخوری' ناک اور حلق میں پانی' بیوی سے بغلگیر ہونا' گناہوں سے اجتناب۔

مباحات روزہ

اس سے مراد وہ امور ہیں جن کا کرنا یا ہونا حالت روزہ میں جائز ہے یعنی ایسے کام جنہیں کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مسواک کرنا سنت ہے۔ سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بے شمار مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو حالت روزہ میں مسواک کرتے دیکھا۔ (صحیح بخاری ص 259 ج 1) امام بخاری نے فرمایا کہ مسواک کے تر یا خشک ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

غسل کرنا' بھول کر کھا پی لینا' سحری کھانے کے بعد غسل جنابت کرنا' تیل لگانا اور کنگھی کرنا' آنکھ میں سرمہ اور ناک میں دوائی ڈالنا' بھیگا کپڑا اوڑھنا' نمک چکھنا' پچھنے اور سینگی لگوانا' قے آجانا' ٹیکہ لگوانا' گرد وغبار' مکھی وغیرہ حلق میں چلی جائے۔

ان سب باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا' حاملہ اور مرضعہ' حمل والی اور دودھ پلانے والی عورت کو اجازت ہے کہ وہ ان ایام میں اگر روزے نہ رکھنے چاہے تو بعد میں ان کی قضا دے یعنی اتنے روزے رکھے جتنے چھوڑے تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مسافر کو روزہ مؤخر کرنے کی اور نصف نماز کی رخصت دی ہے جبکہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ مؤخر کرنے کی رخصت دی ہے۔

اسی طرح حیض والی عورت کی حالت حیض میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے۔ ایسی عورت ان ایام سے گزرنے کے بعد قضا دے گی حدیث میں آتا ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کیا ایسا نہیں کہ عورت جب حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے۔

تراویح

اسی طرح تراویح کے بارے میں حدیث ہے کہ ام المومنین

زیادہ تر خواتین کو اپنی زبانوں پر کنٹرول رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے ہم سب بہنوں کو چاہئے کہ ہم سب روزے کی حالت میں توبہ واستغفار کرتی رہیں' کوئی ہم سے کتنی بھی زیادتی کر جائے تو اف تک نہیں کہنا اور بڑی خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی رات کی نماز سب سے زیادہ جاننے والی تھیں۔ انہوں نے جناب عروہ بن زبیر کو بتایا کہ

ان رسول اللہ ﷺ یصلی احدیٰ عشرۃ رکعۃ کانت تلک صلوتہ تعنی باللیل

بے شک رسول اللہ ﷺ رات کو گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے اسی طرح امام ابو حنیفہ جعفر بن محمد علی سے روایت کرتے ہیں وہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نماز عشا سے لیکر نماز فجر تک آٹھ رکعات اور تین وتر پڑھے تھے۔ (کتاب الاثار ص 26)

لیلۃ القدر کی فضیلت

انا انزلنا فی لیلۃ القدر☆وما ادرک ما لیلۃ

ام عطیہ فرماتی ہیں ہمیں حکم دیا گیا کہ دونوں عیدوں کے دن حیض والی اور پردہ نشیں عورتوں کو عیدگاہ میں لائیں تاکہ وہ مسلمانوں کی دعا اور جماعت میں شریک ہوں۔ البتہ حائضہ عورتیں نماز نہ پڑھیں

القدر☆لیلۃ القدر خیر امن الف شھر☆تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر☆سلم ھی حتی مطلع الفجر

ہم نے اس قرآن کو قدر کی رات میں نازل کیا اور آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے اس رات میں فرشتے اور روح القدس (جبرئیل) رب کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر آتے ہیں یہ رات سلامتی اور امن کی ہے طلوع فجر تک

ان ابی ھریرہ عن النبی ﷺ قال من قام لیلۃ القدر ایمانا و احتسانا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ (صحیح البخاری ص 270)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے لیلۃ القدر کو حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

اسی طرح دوسری حدیث پاک میں آتا ہے کہ

عن عائشۃ ان رسول اللہ ﷺ قال تعرو الیلۃ القدر فی الوتر من العشر الا واخر من رمضان (صحیح بخاری ص-270)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر تلاش کرو۔

یعنی رمضان المبارک کی اکیسویں' تیسویں' پچیسویں' ستائیسویں اور انتیسویں راتوں میں سے کسی ایک رات کو لیلۃ القدر کا شرف نصیب ہوتا ہے' اس لئے ان پانچ طاق راتوں کو بالخصوص عبادت وریاضت اور نوافل وتلاوت میں گزارنا چاہئے اور اپنے رب کو راضی کرنا چاہئے کیونکہ اللہ کو راضی کرنے کا ہمارے پاس اس سے بہتر اور کوئی موقعہ نہیں۔

خواتین اور اعتکاف

خواتین بھی حصول ثواب اور سعادت دارین کے لئے خاوند کی اجازت سے اعتکاف کر سکتی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف فرماتے جبکہ فجر کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی اعتکاف کی جگہ تشریف لے جاتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے اعتکاف کی اجازت مانگی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی اور انہوں نے مسجد میں خیمہ لگالیا۔ (صحیح بخاری ص 723)

عبادت کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے اور سیدہ عائشہ کا فرمان اوپر والی حدیث میں یہی ہے کہ سنت رسول ہے کہ

لا اعتکاف الا فی مسجد جامع (سنن ابی داؤد ص 335)

اعتکاف صرف جامع مسجد میں ہوتا ہے۔

صدقہ فطر

صدقہ فطر کا وقت رمضان المبارک کے آخری دن غروب

باقی صفحہ 37 پر ملاحظہ فرمائیں

زبانِ قلم

زیر نظر اقتباسات پاکستان کے روزناموں سے لے کر ''زبان قلم'' کے نام سے طیبات میں شائع کئے جا رہے ہین تا کہ حق وانصاف کی آواز اٹھانے والوں کا موقف نذر قارئین کیا جا سکے۔ ان تحریروں کا تعلق حالیہ امریکی جارحیت اور افغانستان سے ہے۔ (مدیرہ)

غریب رشتے دار

مسلم لیگ کے قائم مقام صدر مخدوم جاوید ہاشمی کو امریکی سفارت خانے سے فون آیا کہ امریکی سفیران سے ملاقات کی خواہشمند ہیں۔ پیغام یہ تھا کہ کیا وہ فلاں وقت فلاں دن ان کے ہاں تشریف لا سکتے ہیں؟ جاوید ہاشمی نے اس پیغام کو سنا اور برہمی سے کہا ''فلاں دن اور فلاں وقت کا کیا مطلب ہے؟ اگر وہ ملنا چاہتی ہے تو وقت لے اور ملنے چلی آئے میں اس کی خدمت میں حاضری کیوں دوں؟

مجھے یہ خبر پڑھ کر خوشی بہت ہوئی ہے۔ جب سے نیویارک اور واشنگٹن والا دردناک حادثہ پیش آیا ہے ہم لوگ اس کی مذمت کرتے کرتے ہانپنے لگے ہیں۔ ہر پاکستانی کو اس کی مذمت کرنا چاہئے لیکن اس مذمت میں اتنا ڈھیر سارا ''سہم'' شامل ہے کہ مجھے اپنے پاکستانی ہونے پر ترس آنے لگا ہے۔ ہم اس مذمت میں عالمی برادری کیساتھ شامل ہیں لیکن برادری میں برابری کا احساس بھی ہونا چاہئے میں آج کل عمران خان' فاروق لغاری' طاہر القادری اورحتی کہ بھٹو کی بیٹی بینظیر کے بیانات اور امریکہ کے حوالے سے انکا لب ولہجہ سن کر ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی غریب رشتہ دار اپنے کسی امیر رشتہ دار کو خوش کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگر کسی کو امریکی سفیر اشارہ کردے کہ وہ اس سے ملنا چاہتی ہیں تو خوشی کے مارے اس کی راتوں کی نیند اُڑ جاتی ہے اور اس کا بس نہیں چلتا کہ وہ اڑ کر ان کے پاس پہنچ جائے اور شرف قدم بوسی حاصل کرے اور تو اور مجھے ٹونی بلیئر بھی امریکہ کا کوئی غریب رشتہ دار ہی لگتا ہے۔ ایسے ماحول میں مخدوم جاوید ہاشمی کی یہ بے نیازی خوشگوار حیرت کی حیثیت رکھتی ہے۔

پرانے وقتوں میں ایک نوجوان شاعر کو یہ مصرعہ طرح لگانے کے لئے دیا۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے

نوجوان نے اس پر گرہ لگائی

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

دہشت گرد کون؟

دہشت گردی کی امریکی اور یورپی تعریف مانی جائے تو کشمیری دہشت گرد ہیں۔ فلسطینی دہشت گرد ہیں اور ہر وہ شخص دہشت گرد ہے جو انصاف نہ پا کر انصاف کی جدوجہد کرتا ہے۔ ہمارے ہاں تو اکثر ڈاکو بھی وہی لوگ بنے جن کو زندگی کے کسی مشکل مرحلے میں انصاف نہ ملا اور انہوں نے قانون ہاتھ میں لے لیا۔ امریکہ کے دہشت گردی کے مفہوم کو ذرا پھیلایا جائے تو شاید سب سے بڑا دہشت گرد صلاح الدین ایوبی قرار پائے جس نے اہل مغرب کو شکست دے کر ان کی کمر توڑ دی تھی۔ اہل مغرب کو جب سے عروج ملا اور انہوں نے ایشیا اور افریقہ کے ملکوں پر قبضہ کرنا شروع کیا تو یہاں دہشت گرد گروہ در گروہ پیدا ہوئے۔ مثلاً شہید پیر صبغت اللہ پگاڑا پیر آف جھنڈا کے جد امجد انگریزوں کے خیال میں ایک بہت بڑے دہشت گرد تھے ۔ جنگ آزادی جس کو غدر کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی دہشت گردوں نے شروع کی تھی۔ روس نے لاکھوں مسلمانوں کو قتل کر دیا اور ان کی آبادیاں ایک ریاست سے اٹھا کر کسی دوسری ریاست میں دھکیل دیں تو تاریخ انسانی میں روسیوں سے بڑا دہشت گرد کون تھا؟ روس کی طرح کئی حکومتیں بھی دہشت گردی کرتی ہیں اور ان کے کئی باغی بھی دہشت گرد کہلائے۔ انسانوں میں مظلوموں کے سوا شاذ و نادر ہی کوئی دوسرا دہشت گرد پیدا ہوا ہے۔ ایسے شریر لوگ چند ہی ہوتے ہیں۔ جو لالچ اور فساد پیدا کرنے کے لئے انسانی زندگی سے کھیلتے ہیں۔ ورنہ کسی بھی دہشت گردی کی کہیں ہسٹری دیکھیں تو اس کے آغاز میں کہیں نہ کہیں صریح ظلم دکھائی دے گا۔ ایک آیت کریمہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ شور و غوغا اور واویلا پسند نہیں کرتا۔ مگر اس شخص کا جس پر ظلم کیا گیا ہو۔ یہی وہ مظلوم ہوتا ہے۔ جو دہشت گرد بنتا ہے اور امریکہ کے لیڈر غور کریں کہ وہ اپنی بیرون امریکہ۔ پالیسیوں سے کہیں خود ہی تو دہشت گرد پیدا نہیں کر رہے۔ امریکہ کے عالمی رویے پر غور کرنا ضروری ہے اور یہ غور سب سے پہلے خود امریکیوں کو کرنا چاہئے۔ کسی کا دماغ خراب ہے کہ جان پر کھیل کر امریکہ کو نقصان پہنچائے۔ سامراجیت ترک کیجئے۔ دہشت گردی خود بخود ختم ہو جائے گی۔

مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر

افغانستان کی ایک 25 سالہ بیٹی ''استاگل'' کی رنگین تصویر ایک انگریزی اخبار کے صفحہ اول پر شائع ہوئی ہے۔ استاگل کی بڑی بڑی شہابی آنکھوں میں لمبے انتظار کی پرچھائیاں' گہرے کرب کی دھند اور بے کراں اداسیوں کے گھنے سائے تیر رہے ہیں۔ لگتا ہے وہ پچھلے 25 سالوں سے یونہی بیٹھی آتے جاتے موسموں کو دیکھ رہی ہے لیکن اس کے لئے موسم بدلا ہی کب ہے؟ جب وہ چار سال کی تھی تو پڑوس کی ایک سپر پاور نے اس کے وطن پر یلغار کر دی تھی پچھلے 21 سالوں میں وہ جانے کتنی بار اپنے اجاڑ وطن کے ویرانوں میں جاتی اور پھر لوٹ کر پاکستان آتی رہی ہے۔ اس کی عمر کے 21 سال انہی راستوں میں گم ہو گئے۔ کچھ طورخم کے اِس طرف اور کچھ طورخم کے اُس طرف۔

استاگل کی آنکھوں میں ایک بے نام سی التجا بھی دکھائی دے رہی تھی۔ شاید اس کی نظریں قطر میں 56 اسلامی ممالک کی نمائندہ تنظیم ''او آئی سی'' پر لگی تھیں۔ التجا میں موہوم سی امید کا عکس بھی جھلک رہا تھا۔ جیسے وہ تلواریں سونتے' جری گھوڑ سواروں کا انتظار کر رہی ہو۔ جو کسی لمحے قطر کے صحرا سے نمودار ہونے کو ہیں۔ اسے بتایا گیا تھا کہ 56 اسلامی ممالک کی تنظیم بہت بڑی طاقت ہے۔ 56 ممالک تین کروڑ کلومیٹر علاقے پر پھیلے ہوئے ہیں اور ان میں سوا ارب کے لگ بھگ سورمے بستے ہیں۔ دنیا بھر کے تیل کے ذخائر کا تقریباً 75 فیصد ان کے قبضے میں ہے۔ ان کی معدنی اور زرعی دولت حد حساب سے باہر ہے۔ ان کی تاریخ شجاعت اور بہادری کی لازوال داستانوں سے بھری پڑی ہے اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اسے کون بتائے کہ دور دیس سے آنے والے شہسوار صحراؤں کی دھول ہو چکے ہیں۔ عجیب پاگل سی لڑکی ہے اسے کون سمجھائے کہ جن لوگوں کے ہاتھ تمہارے شہید بھائیوں کے حق میں دعا کے لئے نہیں اٹھ سکتے وہ تمہاری خاطر تلوار کیسے اٹھائیں گے۔ استاگل اور اس جیسی لاکھ بیٹیاں کب تک انتظار کی آگ میں جلتی رہیں گی۔ انہیں

اشکبار یادیں

اُمِّ بلال

مجھے سردیوں کی وہ یخ بستہ شام' پاکستان میں جون کا آگ برساتا سورج یاد دلا رہی تھی اور میں لندن کی ہربرٹ روڈ پر اکیلی بیٹھی اپنے وطن پاکستان کی یادوں میں کھوئی ہوئی ...... جہاں میرا گھر' میرے بچے اور میری پوری زندگی کے شب و روز میرا سرمایہ ہستی ہیں۔ میں نے اداس ہو کر ٹیلی فون اٹھایا اور خیریت معلوم کرنے کے لئے نمبر ملایا۔ حماد الرحمٰن نے فون اٹھایا تو میں نے آواز پہچان کر خیریت دریافت کی۔ اس نے فون اپنی والدہ کو پکڑایا میں نے اپنی بیٹی سے خیریت پوچھی تو پتہ چلا کہ شعیب خالد کو شہید ہوئے دو دن گزرے ہیں۔ ایک شدید قسم کا دھچکا پہنچا۔ مجھ میں مزید کچھ پوچھنے کی تاب نہ رہی میں نے فون رکھ دیا اور ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ آنسوؤں کی بارش نے دل کا غبار دھو دیا تو میں نے خود کو سنبھالا میری نگاہوں میں ماضی قریب کی وہ تصویریں ابھرنے لگیں جب شعیب اپنے پھوپھی زاد اور چچا زاد بھائیوں کے ساتھ مجلس لگا کر پڑھ رہے ہوتے اور پڑھائی سے زیادہ ہنسی مذاق اور نوک جھونک چل رہی ہوتی' ایک دوسرے کے الٹے سیدھے نام رکھتے اور پھر حالات نے مجھے دیارِ غیر میں لا ڈالا اور یہ نوعمر بچے جہاد فی سبیل اللہ کے راستوں کے مسافر بن گئے۔ خطوط اور ٹیلی فون پر ان کے جہادی کردار کا پتہ چلتا رہتا کبھی پاکستان جاتی تو ان کے حلئے بشرے دیکھ کر اور چھوٹی چھوٹی عمروں میں عظیم جہادی جذبے دیکھ کر' ایمان میں بہت اضافہ ہوتا اور حوصلے بھی بلند ہوتے۔

شعیب خالد سے میرا کوئی خونی رشتہ تو نہ تھا لیکن اس کے باوجود شعیب کی شہادت کا صدمہ کتنا شدید تھا پردیس میں میرا جی چاہا کہ سب جاننے' ملنے والوں کو فون کر کے اطلاع دوں' بتاؤں' شائد فکر روزگار میں کھوئے ہوئے یہ خود ساختہ جلاوطن کچھ دیر کے لئے دردِ ملت اور دردِ دین سے آشنا ہو سکیں۔ میری آنکھوں سے آنسو بے اختیار جاری ہو رہے تھے۔ پھر بھی میں نے سوچا میرا شعیب سے کیا رشتہ ہے؟ کوئی خون کا رشتہ نہیں۔ بس ایک جان پہچان وہ بھی اس ناطے سے کہ وہ میرے نواسے کا تایا زاد ہے اور ان کا دوست بھی یا پھر یہ کہ اس کا بچپن بھی میری آنکھوں کے سامنے گزرا ہے۔ جس طرح وہ میری گود میں کھیلا' پلا بڑھا اور پھر راہ جہاد کے کارواں کے ساتھ چلتے چلتے اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ یہ سارے منظر میری نگاہوں میں باری باری آ رہے تھے۔ لیکن اس کا غم اتنا شدید کیوں ہے؟ اتنا کیوں تڑپا رہا ہے یہ سوچتے سوچتے میں نے اٹھ کر وضو کیا اور تلاوت کلام پاک شروع کر دی۔ تلاوت کرنے سے میرے دل کو سکون ملا۔ پہلا پارہ ختم کیا اور دوسرے پارہ میں میری زبان ان آیات پر پہنچ کر رک گئی۔

لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا...... (البقرہ)

میں نے قرآن پاک بند کر کے رکھ دیا اور لیٹ گئی۔ اس سناٹے میں میرے تخیل میں شعیب خالد کا چہرہ ابھرا سرخ و سفید' وجیہہ قد و قامت اور صحت مند شعیب ہنستا مسکراتا میرے سامنے کسی بلند مقام پر کھڑا تھا اور مجھ سے مخاطب تھا۔ اس کی آواز میرے لاشعور کی دیواروں سے ٹکرا رہی تھی۔ آپ رو رہی ہیں؟ میرے لئے' میں ایک شہید' جس کو قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے یہ تعظیم دی کہ شہید کو مردہ نہ کہو' بلکہ یہ زندہ ہے (اللہ کے پاس) یہ ایسی حیات پا چکا

> شعیب خالد شہید نے خواب میں آ کر کہا خالہ جان یہ رونے کا نہیں سوچنے کا مقام ہے نوجوانوں کو مکھی مچھروں کی طرح موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے مسلم کی خون سے ہاتھ رنگنا اور اس کی عزت سے کھیلنا دنیا کے تمام کافروں کا محبوب مشغلہ بن چکا ہے

جس کا تم شعور نہیں رکھتے۔ ہاں خالہ جان آپ کو کچھ شعور نہیں ہے۔ آپ سوچ رہی ہیں کہ میں نے کالج کی تعلیم چھوڑ کر' کھیل کا میدان چھوڑ کر زندگی کے مزے چھوڑ کر' موت کا انتخاب کیوں کر لیا؟ تو سن لیں خالہ جان! یہ رونے کا نہیں سوچنے کا مقام ہے۔ آج پوری امت مسلمہ میں میرے جیسے ہزاروں جوانوں کو مکھی' مچھروں کی طرح موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے۔ آپ جیسی ہزاروں لاکھوں ماؤں بہنوں کی عزتیں' سربیا' بوسنیا' مقدونیہ' چیچنیا' انڈیا' فلپائن' برما اور اراکان کے علاوہ دنیا کے کئی خطوں میں بار بار پامال کی جا رہی ہیں۔ مسلم کے خون سے ہاتھ رنگنا اور اس کی عزت سے کھیلنا' دنیا کے تمام کافروں کا محبوب مشغلہ بن چکا ہے۔ بزرگوں کی داڑھیاں نذر آتش کی جا رہی ہیں۔ اگر آپ رونا چاہتی ہیں۔ مسلمانوں کی اس بے کسی پر روئیں...... اگر آپ رونا چاہتی ہیں تو اپنے حکمرانوں کی بے حسی پر روئیں...... جو اتنے بے غیرت بن چکے کہ اپنا اقتدار بچانے کے لئے اصحاب الفیل کے سامنے سجدہ ریز ہو چکے ہیں۔ دیکھیں! پاکستان کی سرزمین' جس کے ہر کوچے میں کشمیر کے فدائیوں اور شہیدوں کی مائیں' بہنیں اپنے سینے پر زخم فرقت' داغ دل لئے اہل کشمیر کی آزادی کے سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کر رہی ہیں۔ غلبہ اسلام اور فتح کے انتظار میں ایک ایک گھڑی گن رہی ہیں۔ آج اس پاکستان کے حکمران اسلام کے اس قلعہ کا تقدس پامال کر رہے ہیں۔ قرآن کے ناموس کی بے حرمتی پر اتنی دلیری کا مظاہرہ کر چکے ہیں کہ آج مجاہدین کو مجرم بنا کر ہتھکڑیاں لگائی جا رہی ہیں۔ مومن کا ہتھیار اس سے چھین کر' اس کو طاؤس و رباب کے سیلاب میں غرق کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔

یہ سخت الفاظ میری سماعت پر ہتھوڑوں کی طرح برسے اور میں عالم خیال سے عالم حقیقت میں آ گئی۔ میں نے اللہ رب العزت سے پیمان کیا کہ آج امت مسلمہ کی بقاء اور تشخص کے لئے' جہاد کی تحریک کو بیدار کرنے کے لئے' جتنی محنت کی ضرورت ہے' سرمائے کی ضرورت ہے' جس کام کی بھی ضرورت ہے میں (ان شاء اللہ) وہ کروں گی۔ میں اپنے اس عظیم فرض کو نبھاؤں گی جو ایک مسلمان عورت ہونے کے ناطے مجھ پر عائد ہوتا ہے۔

جہاد کے قافلوں کو رواں دواں رکھنے کے لئے' شہداء کے خون کا قرض چکانے کے لئے' امت مسلمہ کے کمزور اور محکوم مسلمانوں کے قدموں سے غلامی کی زنجیریں کاٹنے کے لئے ہمیں جہاد کرنا ہے قرآن کی پکار پر کان دھرنا ہے۔

"ومالکم لا تقاتلون .... وجعل لنا من لدنک نصیرا ۷۵" (سورۃ النساء)

"اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ان مظلوم مردوں' عورتوں اور بچوں کی پکار پر اللہ کے راستے میں نہیں لڑتے' جو کہ پکار پکار کر یہ کہتے ہیں اے اللہ! ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حامی و مددگار بھیج"

رسول اللہ' سالار اعظم ﷺ فاتح بدر و احد کے فرمان کو عملی جامہ پہنانا ہے اور اطاعت کا مظاہرہ کرنا ہے۔

"اور جہاد کرو تم کافروں سے اپنی جانوں کے ساتھ' اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی زبانوں کے ساتھ۔"

اللہ رب العزت مجھے اور میری پوری امت مسلمہ کی ماؤں کو اس عظیم فرض سے کما حقہ سرخرو ہونے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) تاکہ ہم اپنے شہیدوں کے لہو کا قرض اتار سکیں۔

میں ہم اڑن قالینوں کے متعلق عقل سے ماوراجھوٹی کہانیاں سنا کرتے تھے۔ یہ بالکل اس طرح ایک بے سروپا داستان ہے جس کا حقیقت سے قطعی کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا اس پر مزید کوئی تبصرہ کرنا بے کار ہے۔

خانہ کعبہ کا رابعہ بصری کو طواف:۔

ابراہیم بن ادھم بلخ سے خانہ کعبہ پہنچے تو خانہ کعبہ کو اپنی جگہ پر نہ پایا حیران ہوئے اس وقت غیب سے آواز آئی اے ابراہیم! ٹھہرو اور صبر کرو خانہ کعبہ ضعیفہ کی زیارت کو گیا ہے ابھی آیا چاہتا ہے" انہوں نے عرض کی الٰہی! وہ ضعیفہ کون ہیں؟ حکم ہوا جنگل میں ایک ضعیفہ ہے وہ روانہ ہوئے تاکہ ضعیفہ کی زیارت سے مشرف ہوں جب جنگل میں پہنچے تو رابعہ بصری کو دیکھا اور دیکھا کہ خانہ کعبہ ان کے گرد طواف کر رہا ہے"۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے جو نقطہ ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ اور چودہ سو صحابہ جو مکہ سے صرف چھ میل کے فاصلے پر تھے اور کفار نے انہیں طواف بیت اللہ سے روک دیا تھا تو تب کعبہ چل کر نبی اکرم ﷺ کے پاس کیوں نہ پہنچا؟ کیا رابعہ بصری کا درجہ رسول اکرم ﷺ سے بڑا تھا۔ (نعوذ باللہ)

پھر طواف تو سارا سال چلتا ہی رہتا ہے اس واقعے کو کسی اور شخص نے ذکر کیوں نہ کیا۔ (ملخص از شریعت وطریقت)

ثابت ہوا کہ یہ سب جھوٹ اور بکواس ہے اور اس کا بنیادی مقصد حج وعمرہ کی اہمیت کو کم کرنا اور ان اولیاء کے مقابر کو زیادہ اہم قرار دینا ہے۔ جیسا کہ یہ لوگ عموماً کرتے ہی آئے ہیں۔

اللہ ہمیں ان بدعتوں اور بدعقیدوں کی راہ جہنم سے بچائے اور سیدھے راستے پر چلائے۔ آمین آج کل رابعہ کی گدی جس عورت نے سنبھال رکھی ہے اس کے بے ہنگم وجود اور ناگوار خاطر سراپے سے کون واقف نہیں ہے۔ نام ہے اس کا عابدہ پروین" آئیے اس بقیہ آدھے قلندر کی زندگی پر ہلکی سی روشنی ڈالی جائے۔

عابدہ پروین نے فنی زندگی کا آغاز ۷۲ء میں ریڈیو پاکستان سے کیا۔ وہاں جس پروڈیوسر نے اسے متعارف کروایا۔

یعنی (غلام حسین شیخ) نے تین برس تک مذکورہ پروڈیوسر کے بل پر شہرت کمانے کے بعد عابدہ نے اسی سے شادی کرلی۔ اس سے پہلے وہ ایک پسماندہ علاقے میں ٹیاری کی معمولی درجے کی گائیکہ تھی۔ یہاں سے اسے لوگوں کے سامنے لانے تک بہت سے مردوں نے کردار ادا کیا۔ جن میں دین محمد زمان' آغا خالد سلیم اور غلام محمد وغیرہ شامل ہیں۔ آج کی اس مشہور ترین روحانیت پسند عورت کا پہلا گیت جو ریکارڈ ہوا اس کے الفاظ کچھ یوں تھے۔ "گھنگھرو بجے چھنن نن چھنن"

تصوف ورلڈ میں آمد

آج کل یہ محترمہ تصوف اور روحانیت کے نعرے لگاتی پائی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کو تباہ کرنے کی اس سازش میں ملوث ہونے کا ثبوت اس کا وہ انٹرویو ہے جو اس نے ہفت روزہ فیملی میگزین ۲۴' سے ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو دیا اس کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے۔

ہفوات عابدہ پروین

"یہ سب قدرت کے کرشمے ہیں وہ کس سے کیا کام لے۔ مجھے قدرت نے صوفیانہ کلام کی گائیگی کے لئے منتخب کرلیا۔ آج میں پوری دیوانگی کے ساتھ صوفیانہ کلام گا رہی ہوں۔ میں جو کچھ بھی گاتی ہوں وہ میرے عقیدے کے قریب ترین ہوتا ہے۔ میرے احساسات ہوتے ہیں۔ جب یہ احساس موسیقی کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے تو تمام تر یقین اور اعتماد لئے ہوتا ہے جو سننے والوں کے دلوں کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔

دیکھا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کس طرح مذاق اڑایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔

وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ (الذاریات)

اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔

اور اس خاتون کا مقصد حیات صوفیانہ کلام کی گائیگی ہے۔

گویا یہ تمام انسانوں اور جنوں کے زمرے سے تو نکل گئی۔ یہ بات اب اسی سے معلوم کی جاسکتی ہے کہ یہ کس کیٹگری میں آتی ہے۔

اب یہ کہتی ہے کہ میرا کلام میرے عقیدے کے قریب ترین ہوتا ہے۔ اس بات کو چھوڑیئے کہ یہ لوگوں کے دلوں پر اثر کرتا ہے۔ کیونکہ یہاں مذاق کی گنجائش نہیں ہے۔ ہم اس کے کلام سے اس کے عقیدے کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ قطعہ اس کی اس قوالی سے لیا گیا ہے جو اس نے لاہور کے علی ہجویری کی شان میں کہی۔

توں ایں داتا ہجویر دا
رب تیری نیکی موڑ دا
گلاں ساریاں سنانیاں
میں رج کے دھمالاں پانیاں

(بشکریہ اللہ موجود نہیں؟ از مولانا امیر حمزہ)

یعنی یہ وحدۃ الوجود کا شکار ایک پیر پرست' مشرکہ عورت ہے اور کچھ نہیں۔ مزید کہتی ہے۔

"موسیقی میرے رب کی پیداوار ہے۔ موسیقی کو سمجھنا ہم انسانوں کے بس کی بات نہیں۔ صوفیانہ کلام خدا اور بندے کے رشتے کو مضبوط کرتا ہے۔ جو لوگ وجد سے سکون کے متلاشی ہیں اور اپنے دکھوں کو کم کرنا چاہتے ہیں وہی صوفیانہ کلام سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہمیں شعوری طور پر عارفانہ کلام کے فروغ کے لئے کام کرنا چاہئے۔ یہی عارفانہ کلام اور گائیکی پاکستانی قوم کو متحد کرسکتی ہے۔"

(بحوالہ ہفت روزہ فیملی میگزین ۲۴-۳۰ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

دیکھی آپ نے کفریہ کلمات کی انتہا یعنی اللہ نے موسیقی کو حرام قرار دیا اور یہ اسے اللہ کی قدرت کی نشانی کہتے ہوئے ذرا نہیں ڈرتی۔ بخاری میں حدیث ہے۔

لیکونن من امتی اقوام......

"میری امت میں ایسے لوگ ضرور آئیں گے جو حلال کریں گے زنا کو ریشم کو' شراب کو اور آلات موسیقی کو"

آگے فرماتی ہیں کہ موسیقی کو سمجھنا انسانوں کے بس کی بات نہیں تو آخر یہ پھر اپنا اور دوسروں کا وقت کیوں ضائع کرتی پھر رہی ہیں۔ خود بھی گھر میں ٹک کر اللہ کی عبادت کریں اور دوسروں کا عقیدہ بھی ان خرافات سے خراب نہ کرے۔ رہی بات صوفیانہ کلام کے بندے اور اللہ کے رشتے کو مضبوط کرنے کی تو جب اسلام میں صوفی ازم کی گنجائش ہی نہیں اور صوفی زندگی بھر اللہ کی عائد کردہ حدود کی خلاف ورزی کرتے رہے تو ان کا کلام اپنے اندر دعاؤں جیسی فضیلت کہاں سے لے آیا؟

اب موضوع ہے وجد سے سکون حاصل کرنا تو ہم نے تو وجد سے ہمیشہ بے سکونی اور اور بے چینی کی وہ انتہا دیکھی جسے عرف عام میں دیوانگی اور پاگل پن کہا جاتا ہے۔ وجد سے تو بیچارے اچھے بھلے معقول آدمی کا بھی ستیاناس ہو جاتا ہے' دماغ الٹ جاتا ہے نہ کہ سکون حاصل ہو۔ آخر گائیکی پاکستانی قوم کو متحد کیسے کرسکتی ہے؟ کیا سارا پاکستان ایمان بیچ کر ان طبلہ نوازوں کی شاگردی اختیار کرے اور شرم وحیا گروی رکھ کر سڑکوں اور گلیوں میں دھمالیں ڈالے......؟

عزیز بہنو! ہمیں شعوری طور پر اللہ کے پیغام کو جاننے' سمجھنے اس پر عمل پیرا ہونے اور اس کی تبلیغ کے لئے کام کرنا چاہئے اور اپنی اس قیمتی زندگی کو ان الٹے سیدھے اولیاء (جو زندگی بھرپورے انسان نہ بن سکے بلکہ آدھے ہی رہے) کے پیچھے لگ کر ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

تبدیلی دفتر میرپور
بیت المجاہدین لشکر طیبہ مرکز الدعوۃ والارشاد نزد اسحاق پلازہ
پوشاک محل چوک شہیداں میرپور A.K
فون نمبر 058610-43772

اس سے بچنے کی بھلا کیا ضرورت؟ اور یقیناً ایسے شخص کے راہ راست سے ہٹے ہونے میں کوئی شک نہیں۔

کرامات رابعہ پر ایک نظر

رابعہ بصری سے متعلق ان کی ایسی ایسی مبالغہ آمیز کرامات گھڑی گئی ہیں کہ ان جیسے واقعات کا وجود تو پیغمبران توحید کی زندگیوں میں بھی نہ تھا آیئے ان میں سے چند ایک پر ذرا نظر ہو جائے۔

مردہ خچر جی اٹھا:۔

"ایک بار محترمہ رابعہ نے حج کا ارادہ کیا قافلے کے ساتھ روانہ ہوئیں مگر راستے میں خچر مر گیا۔ قافلہ والوں نے آپ کی سواری کا بندوبست کرنا چاہا تو آپ نے منع کر دیا اور قافلے کے جانے کے بعد اللہ سے دعا مانگی کہ میری مدد فرما۔ ابھی دعا پوری ہی ہوئی تھی کہ خچر جی اٹھا اور آپ اس پر سوار ہو کر قافلے تک پہنچ گئیں۔ (بحوالہ بصری از اظہر جاوید)

حالانکہ زندہ کرنا اور مارنا صرف اللہ کا کام ہے اور موت کا وقت کسی کی دعا سے آنے کے بعد ٹل نہیں جاتا۔

وَأَنَّهُ يُحْيِ الْمَوْتَى (الحج ٦)

اور بے شک (اللہ) زندہ کرتا ہے مردوں کو۔

سیدنا عیسی بھی اللہ کے حکم سے بطور معجزہ ایسا کرتے تھے اور یہ صرف ان تک محدود تھا۔ خود ہمارے پیغمبر نبی اکرم ﷺ کو بھی یہ اختیار حاصل نہ تھا چہ جائیکہ کسی جاہل و بدمست ولی و ولیہ کو حاصل ہوتا۔ نبی اکرم ﷺ سیدہ خدیجہ کی وفات سے بہت دکھی اور غمگین ہوگئے تھے مگر وہ سیدہ خدیجہ کو زندہ نہ کر سکے تو ان محترمہ کی کیا حیثیت ہے؟

بے حسی کا جسمانی مرض:۔

ایک مرتبہ رابعہ صاحبہ سجدے میں گریں تو چٹائی کا تنکا ان کی آنکھ میں گھس گیا مگر انہیں درد کا احساس نہ ہوا۔ اسی طرح ایک بار حالت جذب میں نماز پڑھتے ہوئے اٹھیں تو ان کا سر ایک ستون سے ٹکرا کر پھٹ گیا مگر انہیں احساس نہ ہوا۔" (بحوالہ سابقہ)

اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں۔

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿17﴾ (سورۃ الانعام)

اور اگر پہنچائے اللہ کوئی تکلیف تو نہیں دور کرنے والا کوئی اس کو اس کے سوا اور اگر وہ پہنچائے تجھے بھلائی تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

گویا تکلیف حقیقت میں وجود رکھتی ہے اور اذیت کا ادراک بھی برحق ہے۔ اسی لئے تو اللہ نے مومنین کو امید دلاتے ہوئے اس تکلیف میں اللہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ شروع میں مسلمانوں کو اسلام لانے کے جرم میں بہت ایذا پہنچائی گئی تپتی ریت پر لٹایا گیا۔ جسم کو جلتے ہوئے کوئلوں سے داغا گیا تو اصولاً تو ان سب کو تکلیف ہی نہیں ہونی چاہئے تھی۔ کیونکہ ان اولین دور کے صحابہ کرام سے زیادہ اللہ کا برگزیدہ بندہ اب تک کون ہوگا؟ مگر نہیں ان سب کو تکلیف بھی ہوئی اور ان میں سے کچھ صحابہ کرام وصحابیات مثلاً سیدہ سمیہ تو اپنی تکالیف کو سہتے ہوئے وفات فرما گئیں۔ (رضی اللہ عنہا)

ثابت ہوا کہ تکلیف نہ ہونے کے واقعات یا تو من گھڑت ہیں یا پھر رابعہ بصری صاحبہ کے جسم کے حیاتی نظام میں کوئی ایسا تعطل واقع ہو چکا تھا کہ ان کے جسم کی تکلیف کی اطلاعات ان کے دماغ کو نہیں پہنچتی تھی۔ یہ ایک خطرناک مگر یہ قابل علاج بیماری ہے نہ کہ اس کو قابل عزت وعقیدت گردانا جائے۔

رابعہ کا ہانڈی میکر:

ایک زاہد رابعہ سے ملنے اور کھانے کی طلب میں آیا۔ رابعہ نے ہانڈی میں گوشت ڈال کر اسے چولہے پر رکھا ہوا تھا مگر ابھی آگ نہیں جلائی۔ زاہد آیا تو معرفت وزہد کی گفتگو شروع ہوگئی۔ نہ زاہد کو بھوک کا خیال آیا نہ رابعہ کے ذہن میں ہانڈی کا دھیان رہا۔ نماز عشاء کے لئے گفتگو رکی تو۔ رابعہ کو ہانڈی کا خیال آیا۔ دیکھا تو اس میں نہایت عمدہ گوشت پکا ہوا تھا"۔ (بحوالہ رابعہ بصری از اظہر جاوید)

ملاحظہ کیا آپ نے یعنی کیا ٹیکنیک تھی رابعہ کی جو آج اتنی صدیاں گزر جانے کے بعد بھی سائنس ایجاد نہیں کر سکی کہ سالن خود ہی پک جائے۔ بہت تگ و دو کے بعد اب انسان نے روٹی میکر تیار کر لیا ہے، مگر سالن اب بھی خواتین کو خود ہی پکانا پڑتا ہے۔ جہاں تک تعلق ہے رابعہ بصری کی بزرگی اور خدا پرستی کا تو کیا صحابیات مبشرات ان سے دین میں ناقص تھیں (نعوذ باللہ) کیونکہ تمام صحابی بشمول نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات اور بنات رسول ﷺ کے 'اپنے اور گھر کے تمام کام اپنے ہاتھوں سے سر انجام دیتی تھیں۔ کھانا پکانا' صفائی ستھرائی' برتن دھونا' چکی پیسنے کے علاوہ بھی وہ بہت سے دیگر کام سر انجام دیتی تھیں جیسے سیدہ سودہ طائف کی اوڑھنی بناتی تھیں اور اسی طرح بعض صحابیات کپڑے بنتی تھیں۔

علاوہ ازیں رابعہ کو اللہ سے خود ساختہ محبت تو بہت تھی۔ مگر اس کی عائد کردہ حدود کا احساس نہیں تھا۔ اس واقعے میں جو زاہد ان سے ملنے آیا وہ ان کا کوئی محرم تو نہ تھا۔ کیونکہ باپ اور بھائی ان کے بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے اور کوئی رشتے دار بھی کسی کے علم میں نہیں تو اس طرح نامحرم زاہد سے بلا کسی پردے کے گھنٹوں گفتگو کو تو اللہ نے سخت ناپسندیدہ فرمایا ہے۔

نکاح سے فرار کا چور دروازہ:

لوگوں نے سوال کیا آپ نکاح کیوں نہیں کرتیں؟ آپ نے کہا مجھے تین چیزوں کی فکر ہے مرتے وقت ایمان سلامت لے جاؤں گی یا نہیں؟ میرے اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں میں؟ اور قیامت والے دن میں جنت میں جانے والے گروہ میں ہوں یا جہنم والے گروہ میں؟ لوگوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں تو کہنے لگیں تو جسے اس قدر غم ہوں وہ شوہر کی خواہش کیسے کر سکتی ہے......؟ (بحوالہ سابق)

تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ محترمہ رابعہ تصوف میں اس قدر کھو چکی تھیں کہ نکاح انہیں بے کار شے معلوم ہوتا تھا اور وہ ازدواجی زندگی کی ذمہ داریوں کو روحانی ترقی میں رکاوٹ سمجھتی تھیں۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے۔

النكاح من سنتي فمن رغب عن سنتي فليس مني

نکاح میری سنت ہے۔ جس نے میری سنت سے منہ موڑا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

سنت سے منہ موڑنے کے ساتھ ساتھ ہی موصوفہ نے نہایت تحقیر آمیز الفاظ میں نکاح کرنا کی مذمت بھی کی ہے جو کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ وصحابیات کی زندگیوں پر طنز ہے گویا انہیں فکر آخرت نہیں تھی یا ان موصوفہ کو اللہ کا خوف رسول اللہ ﷺ سے بھی زیادہ تھا۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو کوئی بھی بلا عذر تمام عمر شادی نہ کرے وہ رسول کی امت میں سے خارج ہو جاتا ہے اور جنت میں صرف رسول ﷺ کی امت ہی جائے گی۔ لہذا بصری بھی امت مسلمہ سے خارج ہوتی ہیں اور ان کی زندگی کو آئیڈیل بنانے والی خواتین کو اس بات پر غور کر لینا چاہئے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اڑن جائے نماز:

حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے رابعہ کو دجلہ کے کنارے بیٹھے دیکھا میں نے اپنا مصلی دجلہ میں ڈالا اور کہا: رابعہ یہاں آکر نماز پڑھو"

آپ اپنی بزرگی دنیا پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں "پھر اپنا مصلی ہوا میں بچھا دیا اور کہا: "یہاں آؤ تا کہ دنیا کی نظر سے چھپ جائیں"۔ (بحوالہ شریعت وطریقت از مولانا عبدالرحمن کیلانی)

یہاں تو من گھڑت قصے کی انتہا ہی ہوگئی یہ واقعہ پڑھ کر کوئی بھی ذی ہوش مسلمان یقین نہیں کر سکتا۔ جس طرح بچپن

رہبانیت سراسر گمراہی

"تصوف" اور "رہبانیت" یہ دو ایسے الفاظ ہیں جنہوں نے رسول اکرم ﷺ کی امت کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یوں تو اس ملت کا ہر طبقہ ہی اس سے متاثر ہے مگر خواتین کیونکہ بے عقلی اور شرک میں اپنی مثال آپ ہوتی ہیں لہذا ان میں نہایت عقیدت واحترام سے ایک نام لیا جاتا ہے جو کہ "رابعہ بصری قلندر" کا ہے۔ اسی لئے ہم تاریخ اسلام پر لگنے والے اس بدنما داغ کو آج موضوع تحریر بنا رہے ہیں۔

رابعہ بصری کا مختصر تعارف:

رابطہ بصری قبیلہ قیس بن عدی کی ایک شاخ العتیق کی آزاد شدہ کنیز تھیں۔ وہ ۹۵ ہجری (بمطابق ۱۳-۷۱۴ عیسوی) یا ۹۹ ہجری ۷۱۸ عیسوی) کو پیدا ہوئی اور ۱۸۵ ہجری (بمطابق ۸۰۱ عیسوی) کو ۸۸ برس کی عمر میں فوت ہوگئیں۔ ان کے "معزز" ہونے کی سب سے بڑی علامت تو یہ ہے کہ آج تک مورخین ان کے باپ یا بھائی یا کسی بھی رشتہ دار کا نام بتانے سے قاصر ہیں۔ ہاں البتہ "مقام" (رابعہ بصری) کا بتانے کیلئے ان کے والد جن کا وجود ہی کوئی نہیں کھوج سکا اس سے متعلق کئی جھوٹے واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ ان واقعات میں ان کے والد کو تقویٰ اور ریاضت کی راہبانہ "انتہا" پر فائز کیا جاتا ہے۔ یکے بعد دیگرے ان کے (گمنام) والدین وفات پاگئے۔ بصرے میں قحط پڑا تو اپنی بہنوں کے ساتھ قصبے کو چھوڑ کر نکلیں۔ بہنوں نے بھوک اور فاقوں سے تنگ آکر رابعہ کو فروخت کردیا۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی نے ان کو اغوا کرلیا اور ایک امیر شخص کے پاس بطور لونڈی فروخت کردیا۔ رابعہ بصری کے متعلق زیادہ تر معلومات انگریز مصنفہ مارگریٹ سمتھ اور مصری مصنفہ سیدہ وادا السکا کینی کی کتب سے حاصل کی جاتی ہیں۔ مصری مصنفہ لکھتی ہے۔ "رابعہ کا یہ طرز زندگی جو اس نے غلامی سے رہائی کے بعد اختیار کیا۔ یقیناً اس کی نسوانی زندگی کے خلاف تھا۔ رابعہ نے ایک اسیر اور باندی کی حیثیت سے زندگی گزاری ہے۔ سوال یہ ہے 'کیا وہ اپنے آقا کے دست بد سے محفوظ رہی' جو اس کے پورے جسم کا مالک تھا......؟ اور کیا وہ خرکار جس نے اسے اغوا کرکے بیچا تھا' اس سے بھی وہ محفوظ رہی۔ یہ سب کچھ اس کی غلامانہ زندگی کے بارے میں محض ایک تخمینہ اور ظن ہے۔ ہو سکتا ہے رابعہ کو ایسی تکلیف دہ باتیں پیش آئی ہوں جس سے اس کی عصمت وعفت پر بھی حرف آیا ہو اور آزادی کے بعد یہی دست درازیاں اس کی زندگی میں انقلاب کا باعث بنی ہوں" مزید لکھتی ہیں "جب وہ آزادانہ نکل کھڑی ہوئی تو نو عمر حسین لڑکی تھی۔ آزادی اور بے خوفی کی خوشی میں ممکن ہے وہ اس سیلاب میں بہہ گئی ہو جس میں ہر نوجوان روٹی اور تنہائی کے سوال کے ڈر سے بہہ جاتا ہے۔ آیا وہ پچھلی آزادی سے انتقام لے رہی تھی جو اسے غلامی اور لغزشوں سے نہ بچا سکی؟؟ (بحوالہ رابعہ بصری از اظہر جاوید)

آدھے قلندر کے نظریات

محترمہ رابعہ بصری کے معتقدین ان سے متعلق ایک روایت بیان کرتے ہیں۔

"ایک بار لوگوں نے دیکھا کہ وہ ایک ہاتھ میں پانی اور دوسرے میں آگ پکڑے دوڑی جارہی ہیں۔ لوگوں نے روک کر پوچھا: "رابعہ! کیا ہوا ہے؟" فرمایا "میں آسمان کی طرف جارہی ہوں تاکہ جنت کو آگ لگادوں اور جہنم کی آگ کو ٹھنڈا کردوں تاکہ لوگ ان کی وجہ سے اللہ کی عبادت نہ کریں اور کسی مادی سبب یا معنوی لالچ کے بغیر اللہ کی طرف رجوع کریں۔ (بحوالہ رابعہ بصری از اظہر جاوید)

"میں نے خدا کی خدمت دوزخ کے خوف سے نہیں کی کیونکہ اگر میں یہ کسی خوف کی وجہ سے کرتی تو میں ایک ذلیل اجرت پر کام کرنے والے سے بڑھ کر نہ ہوتی اور نہ یہ خدمت میں نے جنت کی آرزو کے سبب سے کی ہے۔ اگر میں کسی اجر کی خاطر خدمت کرتی تو میں کوئی اچھی خادمہ نہ ہوتی۔ میں نے تو اس کی خدمت محض اس کی محبت اور اس کی آرزو کی وجہ سے کی ہے"۔ (بحوالہ سابق)

ملاحظہ کیجے آپ نے "قلندر اعظم" رابعہ بصری کے عقائد و آداب زندگی' ان واقعات کے علاوہ بھی جگہ جگہ ان کے ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں وہ لوگوں سے بے پردہ میل ملاقات کرتی تھیں۔ مختلف نامحرم مردان کے پاس آکر گفتگو کیا کرتے تھے۔ جبکہ ہمارا رب تو ہمیں پردے کا سخت حکم دیتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ

اے نبی! کہہ دیجئے اپنی بیبیوں' بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہ لٹکا لیا کریں اپنے اوپر سے کچھ اپنی چادریں۔ یہ بات زیادہ قریب ہے اس سے کہ وہ پہچانی جائیں۔ (سورہ احزاب)

نیز جنت کی خواہش' امنگ' آرزو تو مومنین کا نصب العین اور جہنم کی آگ سے بچنے کی خواہش وجستجو ان کی پہچان ہے۔ یہ تو اللہ کی طرف سے اچھے اور برے اعمال والوں کے لئے جزا و سزا کے طور پر ہیں۔ ان کا انکار تو منافقین کی علامت ہے۔ کیونکہ دوسرے تمام انبیاء کرام اور خود نبی اکرم ﷺ نے شدت سے جنت کی خواہش کی ہے۔ اللہ نے آزمائش کے بعد یہ مسلمانوں کے لئے بہترین اجر تیار کیا ہے۔ اس جنت سے بیزاری ظاہر کرنے والا اور جہنم کے خوف سے نہ ڈرنے والا کوئی کافر و مرتد ہی ہو سکتا ہے۔ مومن مسلمان نہیں۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث ہے۔

فَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الرَّحْمَةِ لَمْ يَيْأَسْ مِنَ الْجَنَّةِ وَلَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْعَذَابِ لَمْ يَأْمَنْ مِنَ النَّارِ

اگر کافر کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کس قدر وسیع ہے تو وہ کبھی جنت سے مایوس نہ ہو اور اگر مومن کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا کیا عذاب ہے تو وہ کبھی جہنم سے بے خوف نہ ہو"

علاوہ ازیں اللہ سے محبت کے ساتھ ساتھ شیطان لعین سے نفرت کا حکم بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دیا ہے اور اس سے بچنے کی بہت سی دعائیں سکھائی ہیں۔ مگر کوئی شخص اگر شیطان سے نفرت ہی نہیں کرتا تو اسے

عریانی اور فحاشی پھیلانے والے اسباب

ریحانہ صابر بہاولپور

دوستی، عاشقی، آوارگی، محبت بھرے خط، عشقیہ ٹیلی فون، لچر شاعری، کلچرل شو، فیشن شو، بیوٹی پارلر، آئیڈیل فلمی ستارے، مخلوط محفلیں یہ تمام خطرناک رجحانات فحاشی و عریانی کا فطری نتیجہ ہیں۔ جو مسلم معاشرے کی نہیں فرنگی تہذیب کا حصہ اور ضرورت ہے مگر بدقسمتی سے ہم پاکستانیوں نے اسے امارت کے اظہار، تہذیب، فیشن، فرینڈ شپ، ماڈرن ازم، لبرٹی، ایجوکیشن اور انڈرسٹینڈنگ کا نام دے کر قبول کرلیا ہے اور آج ہمارے وطن عزیز میں صنف نازک نے سخت جاں مردوں کے شانہ بشانہ رہنے کا۔ کردار ادا کرنے کی آڑ میں اپنا پردہ ترک کردیا ہے جسے وہ ترقی کی دوڑ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتی ہیں۔ ستم تو یہ ہے کہ بعض خاندانی گھریلو اور پاک باز خواتین بھی غیر ضروری طور پر ان میں شامل ہوگئیں۔ جب سر ننگا ہوا تو پھر آنکھوں سے حیا بھی گیا اور شخصیت کا وقار بھی۔ وہ بازار میں نکلے یا دفتر جائے دوسروں کی نظروں کا نشانہ بننے کی خواہش میں فل میک اپ چست لباس، کھلے ریشمی بال اور انکھیلیاں کرتا ہوا پرکشش جسم، بھوکی نگاہوں کو جنسی اشتعال دلانے کا سامان مہیا کرتے ہیں وہ جہاں سے گزرتی ہے شیطان کی بیٹی بن کر دعوت نظارہ دیتی اور للچائے ہوئے دلوں پہ چال و جمال کے چرکے لگاتی جاتی ہیں اسے یہ حق کس نے دیا؟ اسے آزادی کا یہ مفہوم کس نے سمجھایا؟ اسے خاندانی وقار کو خاک میں ملانے اور معاشرے کی بربادی کا یہ موقع کس نے فراہم کیا؟ یقیناً ہم مردوں نے، ہم باپ، ہم شوہر، ہم بھائی اور ہم بیٹے ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔

آپ اگر باپ ہیں تو......

صاحب اولاد باپ کی حیثیت سے اپنی اولاد کی تربیت آپ پر فرض ہے۔ آپ بھی جانتے ہوں گے کہ کنبہ کے سربراہ کی حیثیت سے قیامت کے دن آپ کو اپنی اولاد کے قول و فعل، کردار اور اس کے گناہوں کے بارے میں ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا۔ جواب نہ بن پڑا تو عذاب آپ کو ہی بھگتنا ہوگا اور یہ مال و دولت جو آپ اولاد کے لئے کمارہے ہیں کہیں بھی کام نہیں آئیں گے۔

کیا آپ نے کبھی سوچا کہ دوسروں کی طرح کہیں آپ کی اولاد بھی عریانی و فحاشی کی دلدادہ تو نہیں؟

کیا ایسا تو نہیں کہ آپ کے بیٹے اور بیٹیاں معصومیت کی آڑ میں غلط سوسائٹی کا شکار ہوں؟ اور آپ کو کانوں کان خبر نہ ہو

کہیں ایسا تو نہیں آپ باہر عزت بناتے پھر رہے ہوں اور آپ کی صاحبزادیاں اس کو خاک میں ملاتی پھر رہی ہوں؟

آپ یقیناً کہہ دیں گے کہ نہیں ہرگز نہیں میری اولاد ایسی ویسی نہیں ہے اگر ہر باپ کا جواب یہی ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اولاد کس کی ہے جو گلی محلوں میں کوٹھیوں ہوٹلوں میں بدکاری کرتی پھرتی ہے؟

وہ کس کی عزت ہیں جو ہر رات باپ کے سفید اور بلند شملے پہ ایک دھبے کا اضافہ کردیتی ہیں؟

وہ کس کی بیٹیاں ہیں جو ٹیلی فون پر، بس سٹاپوں پر، بڑے ہوٹلوں میں ایک اشارے کی منتظر رہتی ہیں؟

وہ کس کے دل کے قرار ہیں جو منتظر ہیں کہ کوئی آئے اور اپنی آتش ہوس بجھائے اور ان کا پرس نوٹوں کی کھنکھناہٹ سے بھر دے۔

بے غیرت باپ بھی یقیناً اسی معاشرے کا حصہ ہیں، بے خبری اور اندھے اعتماد نے انہیں کنجر اور دلال بنا رکھا ہے۔ آپ غیرت مند باپ ہیں تو شفقت پدری کی عینک اتار کر اپنے گھر کی عزت و عصمت کا غیر بن کر جائزہ لینا ہوگا، ایک غیرت مند باکردار باپ وہی ہوسکتا ہے جس کی اولاد اس کے قابو میں ہے۔ کیا آپ اس بات سے بے خبر ہیں کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے اور حالات کے پھول قدم قدم پر جنسی لڑی میں پروئے جانے کے لئے بے تاب ہیں؟ آپ اگر گھر میں فساد کے خوف سے جان بوجھ کر آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں تو سمجھ لیجئے کہ آپ معاشرے اور اسلام دونوں کے مجرم ہیں۔ آپ کی عبادت سے نہ گھر سے باہر کوئی فائدہ ہوا نہ تہجد گزاری پہ اہل خانہ پر کوئی اثر۔ یہ عبادت اکارت جاسکتی ہے۔ باپ بن کر اولاد پر کڑی نظر رکھنے کا فرض نبھایئے پھر بعد میں آپ دوکاندار تاجر اور افسر ہیں۔

بھائی بن کر سوچیں......

یوں تو ہر لڑکی آپ کی بہن لگتی ہے لیکن اس رشتے سے آپ پر گھر میں بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں آپ کے بھائی بہن کیا کرتے ہیں؟ کچھ خبر اس کی آپ کو بھی ہے؟ خودغرضی کی زندگی گزارنا بہت آسان ہے لیکن بہنوں کے بھائی اگر لاپرواہی کی زندگی گزارنے لگیں تو پتہ ہے لوگ اس بھائی کو کیا کہتے ہیں؟ ذرا چھپ کر سننے کی عادت اور حوصلہ پیدا کیجئے۔ گلی محلے میں آپ اور آپ کے بھائیوں کی کیا شہرت ہے؟ اگر سبھی بہن بھائی صحیح ہیں تو نوجوان کن لڑکیوں کے ساتھ جشن مناتے پھر رہے ہیں؟

بہنوں کو قتل نہیں ان کی اصلاح کیجئے۔ بھائیوں کو روکئے بہنوں کو ٹوکیئے بہنوں کو پردہ کرنے کا حکم دیجئے۔ بلاوجہ اندھیرے سویرے میں کہیں آنے جانے سے روکیے۔ آپ کسی کی بہن پر بری نظر ڈالیں گے تو سوچ لیں کہ کوئی آپ کی بہن کو بھی تاڑ رہا ہوگا۔

نام کے شوہر......

آپ کی اپنی بیوی ہے جو آپ کے وقار مفادات اور آپ کی آبرو کی حفاظت ہے۔ آپ کے سسرال نے اسے گھر میں بسانے کے لئے آپ کے ساتھ بھیجی۔ آپ اس سے آدھا گھر اور آدھا بازار بسانے لگے۔ اسے تو بن سنور کر اپنے گھر میں اپنے مجازی خدا کو خوش رکھنا ہے آپ خوشی میں آئے اور اسے قربانی کی گائے کی طرح بنا سجا کر بازار میں نکل کھڑے ہوئے۔ بازار والے کبھی آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں اور کبھی آپ کی بیوی کی طرف، کیا یہ ازدواجی زندگی ہے؟ جسے چھپا کر رکھنا تھا اسے آپ بازار میں ماڈل بنا کر تعریف کی بولی لگوانے کے چکر میں ہیں۔ کبھی آپ نے سوچا کہ غیروں کی بری نظریں سہنے کے کرب میں آپ اپنی شریک حیات کو کیوں مبتلا کررہے ہیں؟ وہ تو آپ کی رفیق سفر ہے آپ کے دوستوں، دکانداروں اور راہ گیروں کی نہیں، وہ آپ کے گھر کی چاندی اور آپ کے دل کی روشنی ہے، اسے پردہ کروایئے۔ یوں سر بازار اپنی عزتیں نیلام نہ کریں، دوسروں پر اپنا رعب اور دھاک بٹھانے کیلئے صنف نازک کو استعمال نہ کریں، غیرت مند شوہر آج کی اشد ضرورت ہے۔

عورت کے چار روپ ماں بہن بیٹی اور بیوی ہمارے معاشرے کی ساخت ہیں۔ وہ ہر رنگ میں قابل احترام ہے۔ مگر اس کی فحاشی و عریانی کی طرف آمادگی اور رغبت قوموں کے لئے بحران اور نئی نسل کے لئے المیہ ہوتی ہے۔ فیشن کی رو میں بہہ کر بوڑھیوں نے بھی برقعے اتار دیئے اور جھریوں والے منہ پر غازہ مل لیا کپکپاتے ہونٹ رنگین کرلیے۔ رعشہ زدہ ہاتھوں پر مہندی سجالی، دھوت پوت کو کیا روکیں گی؟ ساڑھیاں باندھ کر خود جسموں کی نمائش کرنے پر تل گئیں۔ گھروں میں روک ٹوک ڈانٹ ڈپٹ اور پوچھ گچھ کا سلسلہ جب سے ختم ہوا عورت نے شرم و حیا کے زیور اتار پھینکے۔ ہوٹلوں، ہوسٹلوں اور دفتروں میں موسیقی اور فلمسٹار بلیو پرنٹ گفتگو کا موضوع ہونے لگے۔ اب عورتیں مل کر اولاد کی فکر نہیں کرتیں بلکہ رات کو دیکھی جانے والی فلموں پر تبصرہ کرتی ہیں، ہم وہ مائیں کہاں سے لائیں جو چکی پیستے پیستے قرآن پڑھتی تھیں اور ان کے بطن سے محمد بن قاسم اور سلطان ایوبی جیسے مجاہد جنم لیتے تھے۔ آپ کا آئیڈیل تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی ہونی چاہئے تھی۔ کیا اپنی ضرورت سے زیادہ فیشن کرکے ننگے سر بازاروں میں نکل کر محرموں کو مائل

باقی صفحہ 43 پر ملاحظہ فرمائیں

and punnu are in peetic verses and sung in charming tunes "

اس مضمون کے آغاز میں لکھا ہے " قومیں اور تہذیبیں ثقافتی ورثے سے پہچانی جاتی ہیں۔ وہ قومیں جو اپنی روایات بھول جاتی ہیں صفحہ ہستی سے نابود ہو جاتی ہیں۔ کسی ملک کی روایات لازماً زندہ رہنی چاہئیں۔"(ص:۱۳۵)

اول الذکر اور مؤخر الذکر اقتباس دونوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ کیا آپ یہ چاہیں گے کہ آپ کی بیٹیاں ہیر سسی اور سوہنی کی "ثقافتی" روایات زندہ رکھیں اور آپکے بیٹے رانجھا مہینوال اور پنوں کے نقش قدم پر چلتے رہیں۔

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کئی سو سال تک ہندو ہمسائیگی میں رہنے کی وجہ سے مسلمانوں پر ان کے مرتب ہونے والے اثرات کو عین پاکستانی ثقافت بتا کر طلبہ کے سامنے اسے زندہ رکھنے کی ضرورت پر زور دیا جائے تاکہ انہیں اپنی ان ثقافتی روایات کو زندہ رکھنے کے لیے اپنے اردگرد "ہیر، سوہنی، اور سسی" تلاش کرنے میں شرم محسوس ہو' نہ افسوس!

حیات تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا
رقابت 'خود' فروشی ناشکیبائی ' ہوسناکی

اس پر طرہ یہ کہ اسی کتاب کے آغاز میں چیئر مین پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ نے عزیز طلبہ کے عنوان سے لکھا ہے "بورڈ نے ان کتابوں میں اس بات کا پورا خیال رکھا ہے کہ طلبہ کو اسلامی اقدار سے محبت و تعارف ہو تاکہ تم اپنے مادر وطن کی نظریاتی حدود کی حفاظت کر سکو۔"

لاالہ الا اللہ کو پاکستان کا مطلب سمجھ کر جانیں قربان کرنے والے تحریک پاکستان کے مجاہدین کی نگاہوں میں اس ملک کی نظریاتی حدود وہ تو نہیں تھیں۔ جو آج ان کتابوں میں پیش کی جارہی ہیں۔

رقص کی تربیت: رقص کسی دور میں طوائفوں کا کام ہوتا تھا۔ شرفاء اپنی بیٹیوں سے رقص کرانا یا رقص دکھانا تو درکنار ایسی خواتین کا اپنی خواتین کے سامنے نام لینا بھی معیوب سمجھتے تھے۔ مگر آج ٹی وی نے ہر گھر میں "طوائفوں کے مجرے" پہنچادیئے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ نصاب میں رقص کی ترکیب بتائی جانے لگی ہے۔ ایف اے کی اردو (لازمی، ترتیب نو) کتاب کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"......اب بس پہلے کوئی گیت، سیدھا سادہ اور میٹھا...... مگر آواز دھیمی اور نرم گرم اور زخمی دماغ کو ایک ٹھنڈا مرہم چاہیے۔ رقص ہلکا پھلکا، گھنگھروں کا شور نہ ہو۔ پاؤں آہستہ آہستہ زمین پر پڑیں جیسے پھول برس رہے ہوں۔ برف کے گالے زمین پر اتر رہے ہوں۔ لیکن خمار نہ ہو۔ نیند نہ آئے ہمیں پھر مصروف ہونا ہے۔"(قلعہ لاہور کا ایک ایوان: ص ۴۸)

اگر ارباب تعلیم کو ایسا ہی ادب سکھانا مقصود ہے جس میں قدم قدم پر فحاشی کی ترغیب اور اسلامی ثقافت کی پامالی کی تعلیم ہو تو کچھ عجب نہیں کہ چند سالوں بعد "امراؤ جان ادا" جیسی کتب شامل نصاب کر لی جائیں۔ طوائفوں کی زبان میں بہترین ادب ملے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار!

بقیہ تاریخ کا ایک ورق

طارق بن زیاد جیسے جگر گوشوں کا خون شامل ہے اور پھر وہ آخر اس مٹی کے نیچے دفن ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ۔

شہیدوں کے لہو سے جو زمیں سیراب ہوتی ہے
بڑی زرخیز ہوتی ہے بڑی شاداب ہوتی ہے

میری بہنو! اگر آج مسلمان بیٹیوں کی پکار، تڑپ اور عزت نے ہمیں پکارا ہے تو کیوں نہ ہم سیدہ خنسا رضی اللہ عنہا جیسی مائیں بنیں جنہوں نے جنگ قادسیہ میں اپنے چاروں شیر جوان بیٹوں کو بلا کر نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا تھا اور کہا تھا' پیارے بیٹو! تم اپنی خواہش سے مسلمان ہوئے اور ہجرت کی' اللہ کی قسم! تم جس طرح ایک ماں کے پیٹ سے ہو اسی طرح ایک باپ کے بیٹے ہو۔ میں نے تمہارے باپ سے خیانت نہیں کی اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل کیا اور نہ تمہارے حسب ونسب میں داغ لگایا جو ثواب اللہ نے کافروں سے لڑنے میں مسلمانوں کے لیے رکھا ہے تم اس کو خود جانتے ہو خوب سمجھ لو کہ جو آخرت ہے وہ ہمیشہ رہنے والی ہے اس دار فانی سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مسلمانو! صبر کرو اور استقامت سے کام لو اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ'' کل جب خیریت سے صبح کرو تو تجربہ کاری کے ساتھ اور اللہ سے نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمنوں پر جھپٹ پڑنا اور جب دیکھنا کہ لڑائی زوروں پر ہے اور ہر طرف اس کے شعلے بلند ہو رہے ہیں' تو تم خاص آتش دان جنگ کی طرف رخ کرنا اور جب دیکھنا کہ فوج غصے سے آگ ہو رہی ہے تو غنیم کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا' اللہ کرے کہ تم دنیا میں مال غنیمت اور آخرت میں عزت پاؤ۔ صبح کو جنگ چھڑتے ہی خنساء کے چاروں بیٹے یکبارگی دشمنوں پر جھپٹ پڑے اور بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے چاروں شہید ہو گئے۔ خنساء کو جب خبر ملی تو انہوں نے کہا: الحمدللہ! کہ مجھے اللہ نے یہ شرف بخشا کہ میرے چاروں بیٹے قبول فرمالئے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ میرے بیٹوں کو جنت میں جمع کرے گا۔'' آج بھی سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کی شجاعت کو ان الفاظ میں یاد کیا جاتا ہے:

پڑھو بدر و حنین کے قصے اے شہداء کی ماؤں اور بہنوں
خنساء سی مائیں بیٹوں کو کٹ مرنا سکھایا کرتی ہیں

میری بہنوں! آؤ اور آگے بڑھو اپنے بیٹوں کو جہاد کی راہ دکھلاؤ۔ غازیوں اور شہیدوں کی مائیں کہلاؤ۔ آج ہر طرف الجہاد الجہاد کا نعرہ گونج رہا ہے ہر طرف تکبیر کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ بڑے بڑے سپر پاور اور اس دنیا میں بسنے والے کفار جہاد ہی کے نام سے لرز رہے ہیں۔ یہودی نسلیں کانپ رہی ہیں' دل دہل رہے ہیں اور جہاد دن بدن الحمدللہ قوت پکڑ رہا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے مسلمان حکمران امریکہ اور بھارت کو خوش کرنے کے لیے مجاہدین کو دیئے جانے والے فنڈز پر پابندی لگا رہے ہیں۔ لیکن ان کی عقل پر پڑنے والے پردے جلدی اٹھیں گے کہ یہ بھارت اور امریکہ کو تو خوش کر رہے ہیں لیکن اللہ کی ناراضگی مول لے رہے ہیں۔ یہ ناداں حکمران یہ نہیں جانتے کہ وہ والدین جو اپنے جگر گوشوں کو جہاد

یہ نادان حکمران نہیں
جانتے کہ وہ والدین جو اپنے جگر
گوشوں کو جہاد کیلئے بھیجنے سے گریز نہیں
کرتے' وہ بھلا فنڈ دینا بند
کردیں گے؟

کے لیے بھیجنے سے گریز نہیں کرتے وہ بھلا فنڈ دینا بند کر دیں گے؟ ان کو اپنے بیٹے زیادہ عزیز ہیں یا فنڈ؟ ارے نادانو! ہوش کے ناخن لو پہلے یہ تو دیکھو کہ یہ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو جنہیں مائیں بڑے نازوں سے پالتی ہیں اور پھر ان کی آنکھوں کے سامنے جوان ہوتے ہیں۔ یہ جو بہنوں کی آنکھوں کے تارے ہیں۔ وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے قتال کا راستہ دکھا رہی ہیں تو ان کے سامنے فنڈ کیا چیز ہے۔ ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں ہیں جب پوری دنیا کی ہواؤں میں فضاؤں میں لا الہ الا اللہ کا پرچم لہرائے گا۔ ان شاء اللہ

مفت طلب فرمائیں

عام طور پر لوگ سنت کے خلاف اعتکاف شروع کر کے اجر و ثواب ضائع کر لیتے ہیں۔ محترم مولانا قاری سلطان احمد صاحب حجازی نے اعتکاف عین سنت کے مطابق شروع کرنے کا مدلل طریقہ لکھا ہے جسے ہم نے پوسٹر کی شکل میں شائع کیا ہے۔ خواہش مند حضرات پانچ روپے -/5 کا ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوالیں۔

محمد حجازی' حجازی منزل' 11ای/ 397'

اورنگی ٹاؤن' کراچی۔ کوڈ 75800

دعائے مغفرت کی اپیل

قاری عبدالرشید سندھی قضائے الٰہی سے رحلت فرماگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عالم دین مجاہد اور داعی ساتھی تھے۔ قارئین سے دعاؤں کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

یہ نظم خارج از نصاب کر دی گئی۔ حالانکہ عربی زبان سے طلبہ کے دینی تعلق کے استحکام میں اہم کردار ادا کر سکتی تھی۔ ایف اے کی بک ii (انگریزی) میں مصطفیٰ کمال پر مضمون لکھا ہے۔

(ترجمہ عبارت) "مشکل عربی رسم الخط بھی (مصطفیٰ کمال کی ترقیاتی کاوشوں کے لیے) سدراہ تھا۔ جس میں ترکی زبان لکھی جاتی تھی۔ چنانچہ مصطفیٰ کمال نے یہ رکاوٹ بھی دور کرنے کے لیے فیصلہ کر لیا۔ کہ پرانا رسم الخط ترک کر دیا جائے اور اسے رومن رسم الخط سے بدل دیا جائے۔" (ص:۱۳۷)

"ترکی رسم الخط آسان بنانے کے بعد مصطفیٰ کمال نے زبان کو آسان بنانے کی مشکل مہم شروع کی یہ بہت ضروری تھی۔ کیونکہ عثمانی شہنشاہیت کے تحت بولی جانے والی زبان عربی، ترکی اور فارسی کا آمیزہ تھی۔" (ص:۱۳۷)

قوموں کی زندگی میں رسم الخط اور زبان کی کیا اہمیت ہوتی ہے اس کے متعلق کسی "بنیاد پرست مولوی" کا نہیں ایک "وسیع المشرب" قرار دیئے جانے والے ہندو کی رائے ملاحظہ ہو۔

"...... رسم الخط اور ادب کا بہت گہرا تعلق ہے اور رسم الخط کی تبدیلی اس زبان کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے جس کا ماضی شاندار رہا ہو۔ رسم الخط بدلنے سے الفاظ کی شکلیں بدل جاتی ہیں۔ آوازیں بدل جاتی ہیں خیالات بدل جاتے ہیں قدیم اور جدید ادب کے درمیان ایک ناقابل عبور دیوار حائل ہو جاتی ہے۔ اور قدیم ادب ایک اجنبی زبان کا ادب بن کر رہ جاتا ہے جو مردہ ہو چکی ہے۔" (نہرو، میری کہانی)

کتنا بڑا المیہ ہے کہ یہ بتانے کے بجائے کہ رسم الخط اور زبان بدل کر کتنا بڑا ظلم کیا گیا، مسلمان اپنے دینی ورثے سے محروم کر دیئے گئے حتیٰ کہ عربی میں اذان اور خطبے پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ الٹا تحسین کے ڈونگرے برسائے جا رہے ہیں کہ کام تو بہت مشکل تھا لیکن مصطفیٰ کمال نے کمال ہی کر دکھایا۔

عربی فارسی جیسی مذہبی زبانوں سے ناطہ توڑنے کا مقصد اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ کہیں ان کی وجہ سے ترک مسلمانوں کی دینی حمیت نہ جاگ پڑے۔ ہمارے یہاں بھی کبھی کبھی اردو کو رومن رسم الخط میں لکھنے کی آواز اٹھائی جاتی ہے یا اسے آسان بنانے کے لیے عربی الفاظ ترک کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ نصاب کے علاوہ اور کہیں سے فکری رہنمائی نہ پانے والے طلبہ تو یہی سمجھ لیں گے کہ واقعی مصطفیٰ کمال کی طرح ہم بھی عربی جیسی مشکل زبان کے رسم الخط (کیونکہ ان کی ذہن سازی اسی نہج پر کی جاتی ہے) کی بجائے انگریزی زبان کا رسم الخط اپنا لیں۔ جو بین الاقوامی زبان بھی ہے یہ اللہ کا خاص فضل و کرم ہے کہ ابھی ایسے نظریات کے لوگ اقلیت میں ہیں۔ ورنہ ہمارے "مہربانوں" نے تو فکری گمراہی پھیلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

شکایت ہے مجھے یارب خداوندان مکتب سے
سبق جو شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

لاہور کو داتا کی نگری کیوں کہتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ اسی نصاب تعلیم کے پروردہ اساتذہ اس کے جواب میں بچوں کو اس عقیدے کی دیگر جزئیات سے آگاہ کریں گے اور یوں بچوں کے ذہن میں یہ شرکیہ عقیدہ راسخ ہوگا

<u>حرام اشیاء خورد و نوش:</u> کسی چیز سے نفرت ختم کرنے کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ اس کا تذکرہ اتنا عام کیا جائے کہ اس کی حرمت کی اہمیت ختم ہو جائے۔ لوگ اسے جاننے لگیں اور اس کی برائی کا تصور ذہنوں سے مٹ جائے۔ انگریزی نصاب میں خبیث سور اور ام الخبائث شراب وغیرہ کا تذکرہ طالب علم کو ان کی کئی اقسام سے متعارف کراتا ہے۔ مثلاً بی اے کے نصاب میں شامل صرف ایک کہانی The Killers میں پلید سور سے بنے ہوئے قریباً دس قسم کے کھانوں کے نام ہیں۔

<u>گالیاں:</u> ایک زمانے میں اشتراکی سوچ کی گود میں پرورش پانے والے ادب میں گالیوں کو لازمی سمجھا جاتا تھا۔ مگر وقت "اشتراکیت" کی حقیقت کا پول کھول چکا ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ گالیاں ہر زبان اور معاشرے میں ناشائستگی کی علامت ہوتی ہیں۔ بلکہ اسلام میں تو اسے "نفاق" کی علامت قرار دیا گیا۔ (بخاری)

بی اے کی انگریزی نصاب میں گالیاں سلیم الفکر طلبہ و اساتذہ پر انتہائی گراں گزرتی ہیں۔ نہ جانے مرتبین کی شائستگی، تہذیب اور معقولیت انہیں ایسے ادب کے انتخاب سے کیوں نہیں روکتی اس کے نفسیاتی اثرات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ گالیوں پر مشتمل ادب طلبہ کے ذہنوں سے گالیوں کی قباحت کا تصور مٹا دے گا۔ نیز وہ گالیوں کو بھی ادب کا حصہ سمجھیں گے کیونکہ ان کے خیال میں تو بقول نصاب کے مرتبین انہیں مشاہیر ادب کے شہ پارے پڑھائے جا رہے ہیں۔

عرس ہندووانہ رسم ہے۔ حدیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اگر یہ واقعی دین کا حصہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر اور کسی کی ہستی عرس منانے کی مستحق نہیں ہو سکتی تھی مگر ایسا نہیں ہوا

<u>تعظیمی قیام:</u> تعظیمی قیام غیر اسلامی ثقافت کا حصہ ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ «لا تقوموا کما یقوم الا عاجم» (مشکوٰۃ) "عجمیوں کی طرح (تعظیماً) کھڑے نہ ہوا کرو۔ آپ ﷺ اپنے لیے صحابہ کا کھڑا ہونا ناپسند فرماتے تھے۔ ساتویں کی اردو کتاب میں "جشن عید میلاد النبی" کے مضمون میں لکھا ہے "مہمان خصوصی ہیڈ ماسٹر صاحب کی معیت میں تشریف لائے تو طالب علموں نے تالیاں بجا کر اور اپنی نشستوں پر کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔ (ص:۱۷)

"اسلامی جمہوریہ پاکستان میں غیر اسلامی ثقافت کا ابلاغ کیا معنی رکھتا ہے؟"

<u>تالیاں:</u> مذکورہ بالا اقتباس میں تالیوں کا تذکرہ بھی ہے۔ قرآن مجید میں تالیوں کا کفار کے حوالے سے مذموم انداز میں تذکرہ ہے۔

﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً﴾ [الانفال:۳۵]

"ان کی نماز بیت اللہ کے پاس سیٹیوں، تالیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی۔"

بچوں کے سامنے اس جاہلانہ ثقافت کا مثبت بلکہ ترغیبی انداز میں تذکرہ کیا فائدہ دے گا۔ اگر اسلامی ثقافت اپنانے کی بجائے ہم ابھی تک جاہلی ثقافت کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہے ہیں تو یہ ہماری کمزوری ہے نہ یہ کہ اب ہم آئندہ نسلوں کو بھی ورثے میں منتقل کریں۔

<u>تصور ثقافت اور لو میرج:</u> اسلامی ثقافت کی بنیاد توحید تقویٰ اور حسن اخلاق کے پاکیزہ اصول ہیں۔ اس میں "عشق" کے بے حیا فلسفے کا تصور ہے نہ رقص و موسیقی کی خرافات انگریزی کی نویں جماعت کی کتاب کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

Both songs and dances tend to give vigorous expression to the joy of living as depicted in the luddi-bhanga Khattak dances and Ho amalo .The love takes of Heer and Ranjha Mirza and Sahiban Sohni and Mahwal -Sassi

آج باعث تخلیق کائنات، رحمت عالم، نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ کا جشن ولادت ہے۔ آپ کی آمد کی خوشی منانا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اور عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔" (ص: ۱۷)

محاکمہ (۱) مضمون کا عنوان ہی اسلامی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ جشن اور عید دو متضاد مذہب، متضاد تقاضوں اور متضاد عقائد کی چیزیں ہیں نیز اسلام میں عیدیں صرف دو ہی ہیں تعداد کا تعین خود رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔ لہٰذا اب ان میں اضافہ دین میں اضافہ ہو گا بدعت اسی کو کہتے ہیں ارشاد نبویؐ ہے "سب سے اچھا طریقہ محمد ﷺ کا ہے دین میں نئے امور ایجاد کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔" (مسلم)

(۲) لکھا ہے "آپ کی آمد کی خوشی کا جشن منانا ہر مسلمان پر لازم ہے اور عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ [مائدہ]

نہ جانے تکمیل دین کے بعد یہ کون سی عبادت ہے جس کا ثبوت نہ سیرت سے ملتا ہے نہ صحابہ سے۔ یاد رہے کہ عبادت سمجھ کر کیا جانے والا وہ کام جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا بدعت کہلاتا ہے۔ خواہ وہ نیکی کا ہو گناہ ہے، ایسے ہی جیسے سجدہ اللہ کے تقرب کا ذریعہ ہونے کے باوجود نبی کی سنت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک رکعت میں دو بار سے زیادہ کرنا گناہ ہے۔ جیسے یہ عبادت کہہ رہے ہیں اسے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے پانچ سو سال بعد ایک بے عمل بادشاہ ابو سعید کوکبوری (شاہ اربل موصل) نے ۵۸۶ یا ۵۶۳ میں وجود بخشا تھا۔ بحوالہ تاریخ ابن خلکان۔

نور مجسم کی اصطلاح بھی وحدت الوجودی نظریے کا حصہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بشر ہونے کا فیصلہ تو خود قرآن کر چکا ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ﴾ [کہف]

"کہہ دیجئے میں تو تمہاری طرح ہی کا ایک آدمی ہوں۔"

اور پھر نور کی تو ولادت ہوتی نہیں۔ لہٰذا نور مجسم کی ولادت کا جشن منانا کیسا؟ علاوہ ازیں یہ عقیدہ بھی ہندوؤں کے اوتاروں سے مشابہت رکھتا ہے اسلام ایسے لغو عقائد سے پاک ہے۔

باعث تخلیق کائنات کی اصطلاح ایک موضوع حدیث سے اخذ کردہ ہے۔ محدثین و علماء کے نزدیک ایسی حدیث کا شعوری استعمال یا نبی مکرم ﷺ کی جانب نسبت درج ذیل حدیث کا مصداق بناتا ہے۔ "جس نے میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لیا۔" (بخاری و مسلم)

تخلیق کائنات کا سبب وہی ہے جو اللہ نے بتایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾ [ذاریات]

"جن وانس کی تخلیق کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ میری عبادت کریں۔"

مزید لکھا ہے "بعض بعض موقعوں پر جوش جذبات سے نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت یا رسول اللہ کی صدائیں بھی بلند کر رہے ہیں۔ لیجئے خطبے کا اختتام ہوا اب تمام سامعین نشستوں پر کھڑے ہوتے ہیں اور پر سوز آواز میں درود و سلام پڑھا جا رہا ہے۔

"یا نبی سلام علیک ...... حبیب سلام علیک ...... یا رسول سلام علیک ...... صلوات اللہ علیک"

اس میں عبارت یا رسول اللہؐ نہ جانے کون سے قواعد پر پوری اترتی ہے۔ علیک حاضر کا صیغہ ہے اور آلہ غائب کا۔ یا دونوں صیغے غائب کے ہوتے یا دونوں حاضر کے علاوہ ازیں دونوں کے درمیان حرف عطف واؤ ہونا لازمی تھا مگر وہ موجود نہیں۔

اس سے قبل دیئے گئے اقتباس میں بھی شعر اسی طرح مضحکہ خیز ہے لکھا ہے "محمد مصطفیٰ صل علی کی آج آمد ہے" حالانکہ گرائمر کی رو سے صل علیہ ہونا چاہئے تھا۔ صل علی کا کوئی مطلب نہیں بنتا۔ اس کا ترجمہ کریں تو یوں بنتا ہے۔ "محمد مصطفیٰ درود بھیج اوپر کی آج آمد ہے۔"

حاضر کے صیغے میں خطاب وفات نبویؐ کے بعد جائز نہیں۔ "حضور ابدی" کی صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ مگر مذکورہ مضمون نگار نے حاضر و ناظر کے مشرکانہ عقیدے کا خوب ابلاغ کیا۔ قومی ریڈیو کمیٹی وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان سے منظور شدہ اس کتاب کے مرتبین میں سے ایک صاحب "وقار بن الٰہی" ہیں نہ جانے یہ نعوذ باللہ اللہ کا بیٹا کیسے بن گئے؟ ہماری مندرجہ بالا گزارشات سے کسی کو مسلکاً اختلاف ہو تو ہو مگر اس امر سے اختلاف ممکن نہیں کہ یہ عبارتیں چار مکاتب فکر میں سے اکثر مکتب فکر کے نزدیک گمراہ کن ہیں۔ لہٰذا یہ فرقہ وارانہ تو ضرور ہیں۔ ایک طرف فرقہ واریت کے خاتمے کے دعوے کیے جاتے ہیں دوسری طرف کم سن بچوں کے ذہنوں میں انہی مسائل کو راسخ کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں میں باعث نزاع صرف چند ایک فروعی اختلافات ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ سینکڑوں متفقہ امور چھوڑ کر فرقہ وارانہ امور شامل نصاب کر لیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے یہود و نصاریٰ جیسے مخالفوں کو بھی دعوت دی تھی۔

﴿تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ﴾ [آل عمران: ۶۴]

"اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔"

حالانکہ وہاں اختلافی امور زیادہ تھے اور اتفاقی کم۔ مسلمانوں میں تو اتفاقی امور بے شمار ہیں اور اختلافی امور چند ایک ہی ہیں پھر اختلافی امور ہی پر اصرار کیوں؟

کچھ بڑی بات نہ تھی ہوتے جو مسلماں بھی ایک

اسلامی ثقافت پر یلغار

عربی زبان:

مرا ساز گرچہ ستم رسیدہ زخم ہائے عجم رہا
وہ شہید ذوق وفا ہوں میں کہ نوا میری عربی رہی

عربی زبان اسلامی ثقافت کا اہم حصہ اور شعائر الٰہیہ میں سے ایک ہے۔ کفار مسلمانوں کا اس سے ناطہ توڑ دینا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ مسلمان اسے عربوں کی زبان کی بجائے دین کی زبان کی حیثیت سے اہمیت دیں۔ چنانچہ الجزائر پر فرانسیسی تسلط کے سو سال مکمل ہونے کی تقریب میں فرانسیسی صدر نے کہا تھا "مسلمانوں کے روز و شب سے قرآن کا اخراج اور عربی زبان سے ان کا تعلق توڑنا ضروری ہے تاکہ ہم با آسانی ان پر اپنا تسلط قائم کر سکیں۔"

اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انہیں ہم میں سے ہی بہت سے آلہ کار میسر ہو گئے۔ جنرل ضیاء الحق نے حب دین کا مظاہرہ کرتے ہوئے عربی کو لازمی قرار دیا۔ اور اس کی کتاب کا نام لغۃ الاسلام رکھا۔ ۱۹۸۸ء میں نئی حکومت بنی تو اس نے لغۃ الاسلام کی بجائے العربی نام رکھ دیا۔ چھٹی کی لغۃ الاسلام میں ایک نظم ہوا کرتی تھی

العربیۃ العربیۃ
لغۃ القوۃ والحریۃ
لغۃ الاسلام لغۃ القرآن
لغۃ الاخلاق المرضیہ
لغۃ البیان التشریع
لغۃ الاحادیث النبویۃ
التالیف لغۃ التاریخ
لغۃ الدول الاسلامیہ

تعظیمی قیام غیر اسلامی ثقافت کا حصہ ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ لا تقوموا کما یقوم الاعاجم۔ (المشکوۃ) عجمیوں کی طرح (تعظیماً) کھڑے نہ ہوا کرو۔ آپ اپنے لئے صحابہ کا کھڑا ہونا ناپسند فرماتے تھے۔

گزشته سے پیوستہ

مریم خنساء رحمۃ اللہ علیہا

فرقہ واریت کا آئینہ دار نصاب

کمال اتاترک کی اسلام دشمنی پر مبنی کارستانیاں بھی نصاب تعلیم میں شامل

بچپن میں پڑھی چیزیں پتھر پر لکیر ہوتی ہیں۔ نصابی کتابوں کے مرتبین نے چھوٹی جماعتوں میں شرکیہ مواد کو بطور خاص جگہ دی ہے۔ اردو کی دوسری کتاب کے مضمون "داتا گنج بخش" کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"آپ نے یہ بھی سنا ہوگا کہ لاہور کو داتا نگری کہتے ہیں۔ ریڈیو پر اکثر یہ ترانہ بھی آپ سنتے ہوں گے "نگری داتا کی جگ جگ جی" کیا آپ کو یہ معلوم ہے کہ لاہور کو داتا کی نگری کیوں کہتے ہیں؟ نہیں تو ہم بتا دیتے ہیں۔ داتا کی نگری کے معنی ہیں "داتا کا شہر" لاہور کو یہ نسبت حضرت داتا گنج بخش کے نام نامی کے حوالے سے دی گئی ہے۔" (ص:۶۵)

اسلامی عقیدے کے مطابق دینے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔ کسی نبی ولی یا فرشتے کی نہیں۔ وہ خود کہتا ہے:

﴿وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ...... ﴿53﴾﴾ [نحل]

"تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہے" اور جگہ فرمایا:

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿12﴾ (الشوریٰ)

"اس کے پاس آسمان و زمین (کے خزانوں) کی کنجیاں ہیں جس کو چاہے کشادگی کرتا ہے اور جسے چاہے نپی تلی دیتا ہے۔"

اس کے برعکس مندرجہ بالا اقتباس علی ہجویری کے داتا ہونے کا تصور اجاگر کرتا ہے۔ گنج بخش بھی 'وہی' وحدہ لاشریک ہے۔ رسول اکرم اکثر دعا کرتے:

"اے اللہ میں تجھ سے تمام بھلائیاں مانگتا ہوں اور اس کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں اور ہر قسم کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور تمام برائیوں کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں۔" (بخاری)

داتا نگری کی اصطلاح بھی غلط ہے۔ داتا صرف اللہ ہے اور اس کی یہ تمام کائنات اپنی ﴿بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ [یس] "اس کے لیے ہر چیز کی بادشاہی ہے۔" لہٰذا کسی علاقے کی تخصیص نہیں۔ جو بچے اس مشرکانہ عقیدے سے واقف نہیں، انہیں بھی متعارف کرانے کے علاوہ یہ کہہ کر کہ ریڈیو پر اکثر آپ بھی یہ ترانہ سنتے ہوں گے "نگری داتا کی جگ جگ دی" موسیقی کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔ حالانکہ اسلام میں ہر قسم کا ساز حرام ہے۔ فرمان نبی ﷺ ہے:

"گانا سننا فسق، اس کے لیے بیٹھنا شرک اور اس سے لطف اندوز ہونا کفر ہے۔" (بروایت ابوہریرہؓ نیل الاوطار)

مزارات آج کل تمام خرافات و بدعات کا مرکز ہیں۔ بچوں کو مصنف نے ان پر حاضری کی ترغیب بھی دی ہے۔ لکھا ہے "ہر سال اسلامی مہینے صفر المظفر کی بیس تاریخ کو آپ کا عرس

> **ایک تو عربی میں اذان اور خطبے پر پابندی لگادی گئی دوسرا تحسین کے ڈونگرے برسائے جا رہے ہیں کہ کام تو بہت مشکل تھا لیکن مصطفیٰ کمال نے کمال ہی کر دکھایا**

ہوتا ہے جس میں ملک کے کونے کونے سے لوگ شرکت کے لیے آتے ہیں۔ ان دنوں پورے لاہور میں میلے کا سا سماں ہوتا ہے۔ بچو! اس مرتبہ آپ بھی اس موقع پر اپنے ابو کے ساتھ اس ولی اللہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے جائیں گے نا!" (ص:۶۶)

عرس ہندووانہ رسم ہے حدیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اگر یہ واقعی دین کا حصہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر اور کس کی ہستی عرس منانے کی مستحق ہو سکتی تھی مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس کے برعکس غیر مسلموں کی رسومات ترک کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا:

((من تشبه بقوم فهو منهم)) (مسند احمد)

"جس نے کسی دوسری قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے۔"

گویا پھر اس کا تعلق غیر مسلموں ہی سے ہو گیا۔ مسلمانوں سے باقی نہ رہا اس کے باوجود نصاب تعلیم میں بچوں کے ذہن میں عرس کی اہمیت بٹھانے کی کوشش اور عرس میں شرکت کی ترغیب ہے۔ اسی پر بس نہیں مشقی سوالات میں (۱) لاہور کو داتا کی نگری کیوں کہتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ اسی نصاب تعلیم کے پروردہ اساتذہ اس کے جواب میں بچوں کو اس عقیدے کی دیگر جزئیات سے آگاہ کریں گے اور یوں بچوں کے ذہن میں یہ شرکیہ عقیدہ راسخ ہوگا۔ (۲) گنج بخش کے کیا معنی ہیں؟ (۳) اس شعر کا مطلب لکھیے: "گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا......

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما'

مصرع اول میں مظہر نور خدا ہندو عقیدہ "وحدت الوجود" کی شکل میں اختیار کر رکھا ہے۔ علاوہ ازیں "مظہر نور خدا" کا تصور خدائی اوتاروں کے عقائد سے بھی تشبیہ کا حامل ہے۔

دوسرے مصرع میں نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر میر علی ہجویری کو فوقیت دینے کی گستاخی کی گئی ہے۔ حالانکہ کاملاں را رہنما کی صفت صرف انہی کی ہے۔

ساتویں کلاس کی اردو کی کتاب کا اقتباس ملاحظہ ہو عنوان ہے "جشن عید میلاد النبیؐ"۔

"آج ۱۲ ربیع الاول ہے صبح ہی سے ہر طرف رونق اور چہل پہل دکھائی دیتی ہے۔ سکول کو رنگ برنگی جھنڈیوں سے سجایا گیا ہے۔ تمام طالب علم خوش و خرم رنگ برنگے لباس پہنے ہال میں جمع ہو رہے ہیں۔ جشن کا سماں کیوں نہ ہو محمد مصطفیٰ (ﷺ) صل علی کی آج آمد ہے۔ حبیب کبریا صل علی کی آج آمد ہے۔

قرآن اور ترقی

ڈاکٹر عابدہ نسیم

آج کے دور کا خردمند یہ سوچ سوچ کر پاگل ہوا جا رہا ہے کہ اس کی ابتدا کیا ہے اور کائناتی تحقیق و جستجو اور عرق ریزی کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ انسان پہلے بندر تھا اور اس سے پہلے اس سے بھی کوئی کم تر مخلوق اور ارتقائی منازل کو طے کرتا ہوا اپنی موجودہ ہیئت کو پہنچا ہے۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اور شاید یہ اسی فکر کا نتیجہ ہے کہ آج کا انسان احسن التقویم اور اشرف المخلوقات ہونے کے تقاضوں سے نا آشنا ہو گیا ہے۔ کاش وہ چند لمحے اپنی ابتداء سے ہٹ کر اپنی انتہا کی فکر بھی کرے اور پھر ابتداء اور انتہاء کے درمیانی وقفے کے متعلق بھی کچھ سوچے

خردمندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے؟
میں تو اس فکر میں ہوں کہ میری انتہا کیا ہے؟

آج کا انسان ریڈیو، ٹیلی ویژن، ہوائی جہاز اور اس سے بھی بڑی محیر العقول ایجادات کا موجد ہونے کے باوجود اتنی سی بات بھی اپنی عقل میں سمونے سے قاصر نظر آتا ہے کہ اس کارخانہ کائنات کا بھی کوئی خالق ہے؟ زمین، آسمان، پہاڑ، سورج، چاند اور ستارے از خود وجود میں نہیں آئے بلکہ یہ بھی کسی کی تخلیق ہیں۔ ایک طویل عرصہ تک Abiogenesis نظریہ (جاندار چیز بے جان سے چیز سے پیدا ہو سکتی ہے) اور Biogercsis نظریہ (جاندار چیز صرف جاندار چیز سے پیدا ہو سکتی ہے) پر بحث نظر کے بعد وہ Biogenesis نظریے کا تو قائل ہو گیا مگر کاش وہ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی بھی کوشش کرے کہ اگر جاندار چیز صرف جاندار چیز سے ہی وجود میں آ سکتی ہے تو سب سے پہلے جاندار چیز کیسے وجود میں آئی؟ وہ اس سادہ سے سوال کا جواب ہی ڈھونڈ لے کہ مرغی پہلے وجود میں آئی یا انڈہ لیکن وہ لاکھ سر کھپائے اس کا جواب اسے کہیں نہ ملے گا اگر ملے گا تو ایک کتاب سے جس کا نام قرآن ہے۔ جس میں یہ درج ہے:

﴿ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ (یاسین)

''(اللہ) جب چاہے کسی چیز کو کہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔''

جو ہستی نیست کو ہست کرنے پر قادر ہے وہ لامحالہ ہست کو نیست بھی کر سکتی ہے۔ اور پھر دوبارہ نیست کو ہست کرنا بھی اس کے لیے دشوار نہیں اور ایسا ہی ہوگا کیونکہ اسی کتاب میں جس سے ہمیں ہمارے سوال کا جواب ملا یہ بھی درج ہے۔

﴿ يُحْيِيهَا الَّذِىٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ﴾

''وہ زندہ کرے گا (دوبارہ) جس نے بنایا ان کو پہلی بار اور وہ سب بنانا جانتا ہے۔''

اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد اس کائنات کا ایک خالق ہے جو اس کا نظم و نسق چلا رہا ہے سورج، چاند، ستارے اس کے حکم کے تابع فرمان ہیں۔ نباتات و جمادات کا پھلنا، پھولنا، لیل و نہار کا یکے بعد دیگرے آنا اس کے حکم سے ہیں اور اس بات کا متقاضی ہے کہ انسان بھی اسی خالق کے بنائے ہوئے قوانین کی پیروی کرے جس کا درس کائنات کی ہر چیز اسے دے رہی ہے۔ اگر وہ سمجھنے کی کوشش کرے کہ ان قوانین کی اصل انسان کا مقصد تخلیق ہے۔ جو خالق نے مخلوق کو یوں بتایا ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ﴾

''میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا مگر اس لئے کہ میری عبادت کریں۔''

> آج ہمیں ہماری منزل کا پتہ نہیں آج ہم باہمی تفرقہ بازی سے گروہوں میں بٹ کر آپس ہی میں دست و گریباں ہیں، آج ہم نے عبادت گاہوں میں فرقہ واریت کے بت سجائے ہوئے ہیں

عبادت سے مراد ہے کہ انسان کا ہر عمل خالق کائنات کے بتائے ہوئے طریقوں کے عین مطابق ہو اور یقیناً کسی تخلیق کا خالق ہی اس بات کا حقدار ہوتا ہے کہ اپنی تخلیق کو چلانے کے لیے اصول و قوانین وضع کریں چنانچہ اس کائنات میں انسان کے کے لیے پر امن اور کامیاب زندگی کی طرف ایک ہی ضمانت ہے اور وہ ہے خالق کائنات کے بتائے ہوئے قوانین کی اطاعت و پیروی۔ اور یہی اس عبادت سے مراد ہے۔ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جن و انسان کی تخلیق فرمائی۔

آج دنیا میں پھیلی ہوئی بدامنی اور بدتری اسی ہستی کو ماننے سے انکار کے سبب ہے ایک طبقہ فکر سرے سے کسی ایسی ہستی کے وجود کا ہی منکر ہے جو اس کائنات کی خالق ہو اور ایک گروہ ایسے انسانوں کا ہے جو اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے مگر وہ خالق کائنات کے قوانین کی بجائے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کا نفاذ کیے ہوئے ہے جبکہ بنی نوع انسان کی نجات کا صرف اور صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے قوانین الٰہیہ کی پیروی اور وہ ابدی قوانین ہمارے پاس قرآن کی شکل میں موجود ہیں ل قرآن کے امین ہونے کی حیثیت سے ہم مسلمانوں پر یہ ایک عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ان قوانین الٰہیہ کو ساری دنیا پر نافذ کرنے کی حتی المقدور سعی کریں۔ خاتم النبیین کی امت کی حیثیت سے شہادت حق ہمارا اولین فریضہ ہیں اس فرض عظیم کی ادائیگی کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ نہ صرف ہم خود اپنی زندگیوں کو اس سر چشمہ رشد و ہدایت سے منور کریں بلکہ اس نور سے دنیا پر طاری ضلالت و گمراہی کی تاریکی کو چیرنے کا سامان پیدا کریں یہ فرض کسی فرد واحد کا نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کا ہے۔ اور ہم اس فریضہ سے کامیابی کے ساتھ عہدہ براہ ہو سکتے ہیں اسی صورت میں جب ہم ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ کی عملی تفسیر پیش کرتے ہوئے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور آپس میں تفرقہ بازی نہ ڈالیں ل ایک جسد واحد کی طرح قرآن کی رہنمائی میں اپنی منزل پر گامزن رہیں۔

لیکن آج اگر ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا جائزہ لیں تو وہ بالکل اس سے مختلف ہیں۔ آج ہم نے قرآن سے راہ ہدایت تلاش کرنے کی بجائے اسی کو غلاف میں بند کر کے زینت طاق کر دیا ہے۔ ہم نے نہ صرف یہ کہ قرآن سے ہدایت لینا چھوڑ دی بلکہ ہمارا رویہ قرآنی تعلیمات سے متصادم ہے۔ آج ہمیں ہماری منزل کا کوئی پتہ نہیں۔ آج ہم باہمی تفرقہ بازی سے گروہوں میں بٹ کر آپس میں ہی دست و گریباں ہیں۔ آج ہم نے اپنی عبادت گاہوں میں فرقہ واریت کے بت سجائے ہوئے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ وہ قوم جس نے دنیا کو اصول جہانبانی سکھایا آج دنیا سے زندہ رہنے کی بھیک مانگنے پر مجبور ہے اس حالت پر کفر خندہ زن ہے اور ہر صاحب دل مسلمان خون کے آنسو رو رہا ہے

درس قرآن گر ہم نے نہ بھلایا ہوتا
یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

آئیں اہل ایمان، اہل قرآن جیسے ہم تعلیمی اداروں یا کسی اور شعبے میں کامرانی کے لیے نوٹس use کرواتے ہیں تو آؤ اپنی آخرت جو ہماری زندگی کا حاصل ہے اس کی کامیابی کے لیے قرآن و سنت کو اپنا معیار' کسوٹی' پیمانہ (نوٹس) سمجھیں۔ اس کے مقابلے میں اپنی ذہنی سوچیں دلی جذبات اور دوسرے لوگوں کے فلسفیانہ خیالات کو نظر انداز کر دیں۔

باب الدعوۃ

بغیر حساب و عذاب جنت جانے والے

1۔ صرف اللہ پر توکل کرنے والے:

امام مسلم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اپنی صحیح میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا' مجھے بہت سی امتیں دکھائی گئیں میں نے دیکھا کہ کسی نبی کے ساتھ تو بہت بڑی جماعت ہے اور کسی نبی کے ساتھ صرف ایک یا دو ہی آدمی ہیں اور ایسا نبی بھی دیکھا کہ جس کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا اچانک میرے سامنے ایک انبوہ کثیر آیا' میں نے خیال کیا کہ یہ میری امت ہوگی لیکن مجھ سے کہا گیا یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔ اس کے بعد میں نے ایک بہت ہی بڑے انبوہ کو دیکھا' مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور آپ کی امت میں سے ستر ہزار افراد تو وہ ہیں جو بغیر حساب اور بغیر عذاب جنت میں داخل ہوں گے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوئے نظر آئیں گے۔ (اللھم اجعلنا منھم آمین) بعد ازاں نبی ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ یہ وہ خوش نصیب ہوں گے جو دم کرتے ہیں نہ کرواتے ہیں جسموں کو داغ لگواتے ہیں نہ فال بدلیتے ہیں اور وہ تو اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

2۔ جہاد کرنے والے:

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کیا تو جانتا ہے سب سے پہلا میری امت کا کونسا گروہ جنت میں داخل ہوگا؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آئیں گے اور اس کو کھٹکھٹائیں گے تو جنت کا دربان ان سے پوچھے گا' کیا تمہارا حساب وکتاب ہو چکا ہے۔ وہ جواب دیں گے ہمارا حساب کا ہے کا؟ ہمارا تو یہ حال تھا کہ تلواریں مسلسل ہمارے شانوں پر رہیں حتیٰ کہ ہمیں اس حالت میں موت آگئی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا' ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہ لوگوں کے جنت میں داخل ہونے سے بھی چالیس سال پہلے داخل ہو کر اس میں آرام کریں گے۔ (حاکم کتاب الجہاد ۲/ ۷۰' مسند ابی عوانہ ۵/ ۹۴)

3۔ شہید ہونے والے:

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' 'اللہ کے ہاں شہید کے لئے چھ انعامات' اعزازات ہیں۔ ۱۔ پہلے ہی لمحہ میں اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اور اسے جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔ ۲۔ عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ ۳۔ قیامت کی مصیبت سے مامون رہتا ہے۔ ۴۔ اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج رکھ دیا جاتا ہے' جس کا ایک یاقوت ہی دنیا و مافیہا سے قیمتی ہے۔ ۵۔ گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی بہتر حوروں سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔ ۶۔ اس کے ستر رشتہ داروں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

4۔ تنگ دستوں سے درگزر کرنے والے:

ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' 'تم سے پہلے لوگوں میں (مرنے کے بعد) ایک شخص کا حساب کیا گیا تو اس کے پاس اس کے سوا کوئی نیکی نہیں پائی گئی کہ وہ لوگوں سے لین دین کا معاملہ کرتا تھا اور خوش حال تھا اور اپنے غلاموں سے کہتا تھا کہ تنگ دست سے درگزر کیا کرو (جب وہ مر گیا تو فرشتوں سے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا' 'ہم درگزر کرنے کے اس سے زیادہ حق دار ہیں۔ تم اس سے درگزر کرو یعنی اسے معاف رکھو۔ (صحیح مسلم کتاب البیوع ج اص 15)

5۔ اللہ کی راہ میں ڈٹ کر لڑنے والے

یحییٰ بن ابی کثیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' 'اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل شہداء وہ ہوتے ہیں جو (دشمن کے مقابلہ میں) صف میں کھڑے ہو کر ڈٹ کر لڑتے ہیں یہاں تک کہ وہ شہید ہو جاتے ہیں یہ جنت کے بالا خانوں میں داد عیش دے رہے ہوتے ہیں تیرا رب ان کی طرف دیکھ کر مسکرا دیتا ہے اور تیرا رب جب کسی قوم کی طرف دیکھ کر ہنس دے تو ان پر حساب وکتاب نہیں ہوتا۔ (مسند احمد' مسند ابی یعلی)

دنیا میں اگر کسی کا حساب وکتاب یا احتساب کیا جائے تو اس کی کیفیت کا اسے ہی پتہ ہوتا ہے کہ اس پر کیا گزر رہی ہے۔ آخرت کا حساب اور پھر قبر' قیامت اور جہنم کی آگ جو دنیوی آگ سے ستر گنا شدید ہے اللہ کے عذاب اور غصے کی علامت ہے۔ آج بھی اگر ہمیں اپنی جان پر ترس آ جائے اور ہم مندرجہ بالا خصائص اللہ کے ڈر کر اختیار کر لیں تو یقیناً دنیا و آخرت میں کامیاب و مامون رہیں گے۔ ان شاء اللہ

باب الدعوة

ماہِ محرّم

نیا اسلامی سال اور اس کے تقاضے

دنیا میں جتنے بھی سنین جاری ہیں' اکثر شخصیات کے گرد گھومتے ہیں۔ اگر سن عیسوی' عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی سے شروع ہوتا ہے تو بکرمی سن ہندو حکمران بکرماجیت کی پیدائش سے تعلق رکھتا ہے۔ علیٰ ھذا القیاس دیگر سن شخصی یا علاقائی ہیں۔ اس کے برعکس اسلام نے انبیاء کے امام محمد ﷺ کے یوم پیدائش یا یوم وفات سے اپنے سن کا آغاز کیوں نہیں کیا؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ کسی کے پیدا ہونے اور فوت ہونے میں اس شخصیت کا کیا کمال ہے؟ کمال تو اس کے عمل سے واضح ہوتا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلامی سن کا آغاز ہی نبی ﷺ کی ہجرت ایسے عظیم عمل کی ہمیشہ کے لئے یادتازہ کرتے رہنے کی غرض سے کیا تاکہ امت مسلمہ عروج واقبال کے زینے چڑھتی چلی جائے۔ حیرت کا مقام ہے کہ ہم نے اسلام کے نام پہ ملک لے لیا لیکن قوم کو جرأت سے اتنا بھی نہ بتا سکے کہ ہمارا ملک لیلۃ القدر کی رات 27 ویں رمضان کو منصۂ شہود پر آیا۔ اسلامی کیلنڈر ہمیں تاریخ اسلام کی یادیں تازہ کرنے اور جہاد وقتال کے مراحل کی طرف لے جاتا ہے مگر افسوس! ہم نے اس طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ تاریخ اسلام کے اسباق یاد رکھنا ضروری ہیں۔ ہمارے اسلاف نے جو غلبہ حاصل کیا' وہ پیٹ بھرنے سے نہیں بلکہ ایمان و تقویٰ کی اعلیٰ منازل کو پا کر ہی حاصل کیا تھا۔ انہوں نے معیشت کی بجائے دین کو ترجیح دی تو اللہ نے ان کے سارے معاملات ہی درست کر دیئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنھم کا تقویٰ دیکھ لیں کہ ہجرت کرنے والے سرداری کے اہل ٹھہرے۔ ہجرت جہاد کی بنیاد ہے اور جہاد غلبے اور فتح کی ضمانت ہے۔

نبی ﷺ ہجرت کی رات کعبے کے پاس سے گزرتے ہوئے کعبے کو مخاطب کر کے کہتے ہیں ''بیت اللہ مجھے تجھ سے بڑا پیار ہے مگر کیا کیا جائے' یہاں کے رہنے والے لوگ مسلمانوں کی جان و مال اور عزت کے درپے ہیں۔'' جب دین کی دعوت کے پھیلاؤ کے سارے امکانات ختم ہوتے نظر آئیں تو پھر ہجرت کا مرحلہ آتا ہے۔ ہجرت نبوی ہو یا ہجرت صحابہ' ہندوستان وافغانستان کے مسلمانوں کی ہجرت ہو یا فلسطین وکشمیر کی' سبھی کا مقصد مسلمان کی جان ومال اور عزت کا دفاع تھا اور ہے اور ہجرت سے اگلا مرحلہ کیا ہے؟ قرآن بتاتا ہے ''وَاَخْرِجُوْھُمْ مِنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ'' ''مسلمانو! ان کافروں کو وہاں سے نکالو جہاں سے تمہیں ان کافروں نے نکالا تھا۔'' آؤ محرم کے مبارک مہینے میں اس بات کا عزم کریں کہ ہم آپس کی لڑائیاں ختم کر کے مکمل اتحاد واتفاق اور اعتصام بالحق کرتے ہوئے کافروں کے ظلم کو ختم کر کے دم لیں گے اور ان کو اللہ کے حکم کے مطابق مقبوضہ علاقوں سے نکال باہر کریں گے ان شاءاللہ۔ اس مرحلے تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اسلام اور مسلمانوں کا درد اپنے اندر پیدا کریں۔ دنیا کے ہر مسلمان کو اپنا بھائی سمجھیں اور گفتار کے غازی بننے کی بجائے ہجرت وجہاد جیسے افضل اعمال پر کاربند ہو کر عمل کے غازی بن کر پوری دنیا سے ظلم کا خاتمہ کر دیں کہ پوری زمین اس وقت خون مسلم سے رنگین ہے۔ ہمیں اب غیروں کی غلامی کا جوا اپنے گلے سے اتار پھینکنا چاہئے۔ مسلمانوں کی اجتماعیت کا خاتمہ ہو رہا ہے جبکہ اللہ کو تفرقہ بازی جو کہ مومنین کو کمزور کرنے کا باعث ہے' سخت ناپسند ہے۔ اللہ فرماتے ہیں۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ. (انفال. ٤٦)

''اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں مت جھگڑو (اس صورت میں) پس تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' اس آیت کی سیدھی سادی تشریح ہی یہ ہے کہ صرف قرآن وحدیث سے ثابت شدہ باتیں ہی قابل عمل ہیں۔ باقی جو قرآن وحدیث کے مطابق اجتہادات ہوں' قبول کئے جائیں۔ آپس میں جھگڑا نہ کیا جائے۔ کتنے بے درد ہیں وہ لوگ جنہیں پوری دنیا میں بہتے ہوئے مسلم خون اور جلی ہوئی لاشوں کی سڑاند نہیں پہنچتی اور ادھر ایک دوسرے کو مردار ہے ہیں۔ اس آیت میں صبر کی تلقین کے ساتھ اللہ کی معیت کی خوشخبری ہے۔ قرآن مجید میں 99 آیات اس عمل کی عظمت کو واضح کر رہی ہیں۔ حرمت والے چار مہینے ازل سے تا قیامت قرار دیئے گئے ہیں۔ رجب' ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم۔ ان میں لڑائی منع ہے البتہ اگر کافر حملہ کر دیں تو پھر ان پر حملہ ضروری ہو جاتا ہے۔ محرم میں نو تاریخ کا روزہ ثابت ہے۔ اس سے گناہوں کی معافی ملتی ہے۔ نبی ﷺ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہود 10 محرم کو بنی اسرائیل کی فرعون سے نجات کی خوشی میں روزہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے آئندہ سال 9 محرم کو روزہ رکھنے کا ارادہ ظاہر کیا تاکہ اس آزادی کا شکریہ بھی ادا ہو جائے اور یہود کی مخالفت بھی ہو جائے۔ افسوس کہ آج ہمیں آزادی کی کوئی قدر نہیں۔ مسلمان کی مساجد' قرآن' قبلہ اول اور بیت اللہ کافروں کی دست بُرد کا شکار ہیں' ہمیں ان کا کچھ خیال نہیں۔ مسلمان کی عزت اجتماعی زیادتیوں کے نیچے دفن ہو رہی ہے۔ آپس کی لڑائی سے سختی کے ساتھ اللہ کے منع کرنے کے باوجود بھی ہم باز نہیں آ رہے تو کیا ہم ایسا کر کے اللہ کے عذاب کو دعوت نہیں دے رہے؟ ہمیں محرم میں سنت جہاد کو تازہ کرنا ہوگا۔ جہاد کا پہلا مرحلہ ہجرت 1947ء میں طے ہو چکا اور اب ان ظالم کافروں کے خلاف قتال کا مرحلہ آ چکا ہے۔ ان کے ایوانوں کو مسمار کرنے کا وقت آ گیا ہے جو کہ کافروں نے مسلمانوں کی لاشوں پر تعمیر کیے ہیں۔ لیکن اس مقصد کے لئے اسلامی تہذیب' اسلامی سن' اسلامی کیلنڈر' اسلامی ثقافت وشعار کو اپنانا اور شرک وبدعات سے احتراز اور جہاد فی سبیل اللہ بہت ضروری ہے۔ اللہ ہمیں عمل کی ہمت دے۔ آمین

ایمانی دستک

پانچ انمول موتی

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو ضائع ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے استعمال کرنا ان کے زائل اور کمزور ہونے سے قبل اخروی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اعضاء و جوارح سے کماحقہ فائدہ اٹھانا ہی درحقیقت سرمایۂ دارین ہے اللہ تعالیٰ کے شکر کا ایک طریقہ ہے۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ چیزوں کے ضائع ہونے سے قبل ان کی قدر کرو۔

شبابك قبل هرمك ۔ (بڑھاپے سے پہلے جوانی)

جوانی انسان کی زندگی کا سب سے بہترین اور سنہری دور ہوتا ہے۔ اس دور میں انسان فطری طور پر شہوات نفسانی سے مغلوب اور اپنی اخروی زندگی سے بالکل غافل ولاپرواہ ہوتا ہے اور جوانی جیسی نعمت کی قدر نہیں کرتا۔ یہ دور ہی دراصل انسان کا سرمایہ حیات ہوتا ہے اور ان ساری نعمتوں کو اللہ احکم الحاکمین کی رضا جوئی کے لئے وقف کرنا، جوانی میں اپنے آپ کو احکام الٰہی کا پابند اور ممنوع اشیاء سے اجتناب انتہائی مشکل مگر بے حد مستحسن ہے۔ اس لئے اللہ رب العزت نے جوانی میں شب و روز اطاعت الٰہی اور عبادات الٰہی میں گزارنے والے کے لئے عرش الٰہی کے سایہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہ سب کچھ بڑھاپے میں مشکل ہو جاتا ہے۔ صلاحیت، طاقت، قوت، صحت سب کچھ ہی کمزور پڑ جاتا ہے۔ انسان چاہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر پاتا۔

وصحتك قبل سقمك : (بیماری سے پہلے صحت)

بعض اوقات بیماری آتی ہے تو بندے کو ہمیشہ کے لئے معذور اور بے بس کر دیتی ہے۔ بیماری کی حالت میں انسان حوصلہ کھو دیتا ہے۔ جسمانی اور ذہنی طور پر وہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔ تلاوت قرآن، نماز، روزہ، حج، نوافل، وظائف وغیرہ اس کے لئے حسرت پارینہ بن جاتے ہیں۔ موجودہ دور میں تو عجیب عجیب بیماریاں دیکھنے اور سننے میں آتی ہیں۔ کئی لوگ زندگی سے متنفر موت وحیات کی کشمکش میں ہوتے ہیں۔ ایسے میں نیکی کا کام کیا ہو سکے گا؟

و غناك قبل فقرك (تنگدستی سے پہلے تونگری)

اگرچہ تنگدستی اور دولتمندی دونوں فتنہ وآزمائش ہیں۔ مگر فقر وفاقہ بعض اوقات انسان کے ایمان کے لئے خطرہ بن جاتا ہے۔ دولت بھی انسان کو مختلف برائیوں اور اخلاقی قباحتوں میں مبتلا کر دیتی ہے مگر دولت سے انسان اپنی آخرت کے لئے بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے۔ صاحب حیثیت صحابہ کرام نے اپنے مال اسباب بے حساب اللہ کے رستے میں خرچ کئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ، سیدنا عمر فاروق ؓ کا انفاق فی سبیل اللہ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا جذبہ، سیدنا عثمان ذوالنورین ؓ کے جہاد کے لئے بڑھ چڑھ کر خرچ کرنے کی مثالیں زندہ جاوید ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کم یا زیادہ جتنا بھی رزق دیا ہو، دنیا کے احوال وتغیرات سے سبق حاصل کر کے غنیمت جانتے ہوئے کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ کے رستے میں خرچ کرتے رہنا چاہئے۔

وفراغك قبل شغلك (مصروفیت سے پہلے فراغت)

یوں تو انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ مگر ان تمام نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت صحت وتندرستی ہے۔ یہ وہ قیمتی متاع ہے جو کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکتی۔ وہ انسان انتہائی خوش قسمت ہے، جس کے پاس یہ قیمتی متاع موجود ہے۔ تنگ دستی اگرچہ نہ ہو سالک تندرستی ہزار نعمت ہے

حدیث نبوی ہے۔ نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس الصحة والفراغ

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دو نعمتیں ایسی ہیں کہ بہت سے لوگ ان کے بارے میں خسارے میں پڑے ہوئے ہیں۔

صحت اور فراغت، ان دونوں کی موجودگی میں انسان آخرت کے لئے بہت کچھ کما سکتا ہے۔ مگر بندہ آخرت کو نظر انداز کر کے دنیا کے بکھیڑوں میں عیش وعشرت کی وادیوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ وہ فراغت کے اوقات کو لہو ولعب میں ضائع کر رہا ہے۔ مگر جب انسان بیماری اور تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو پھر اللہ کی یاد آتی ہے کہ اب آخرت کے لئے کچھ نیک اعمال کر لئے جائیں۔ مگر اس وقت انسان اس قابل نہیں ہوتا۔ چنانچہ حسرت ویاس کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

وحياتك قبل موتك ۔ (موت سے پہلے زندگی)

موت آنے سے پہلے پہلے اپنی زندگی کو غنیمت جانو۔ زندگی بڑی قیمتی دولت ہے جو ضائع ہونے پر ہاتھ نہیں آتی۔ یہ سیلاب کی طرح بہتی چلی جارہی ہے۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ ہیرے کی مانند ہے۔ جو ضائع ہو جائے تو اس کا خسارہ پورا ہونا ناممکن ہے۔ زندگی تیزی سے دم توڑ رہی ہے۔ انسان کی زندگی کا سفر لمحہ بہ لمحہ اپنی منزل (قبر) کے قریب پہنچ رہا ہے۔

اس زندگی کی قدر کرتے ہوئے انسان کو اپنی اخروی زندگی کی قدر کرنی چاہئے تاکہ آخرت کے خسران کی بجائے فوز وفلاح حاصل کر سکے۔

ایمانی دستک

ہمارے وجود کا مقصد

اللہ رب العزت نے انسانوں کو اس زمین پہ بسانے کے بعد فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ اے جن وانس تمہیں اس زمین میں وجود بخشنے کا مقصد ومدعا یہ ہے کہ تم میری عبادت کرو۔ اب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے گی تمہارے رہنمائی کیلئے علم آئے گا جس کی بنیاد اس بات ہو گی واعلم انہ لاالہ الا اللہ کہ ہر شخص یہ فہم وادراک حاصل کرلے' یقین کے ساتھ جان لے کہ اللہ ذوالجلال ایک ہے۔ وہی ہر قسم کی ستائش وتعریف وتوصیف' مدح وتحسین اور حمد وثنا کے لائق ہے۔ وہی اول وآخر وہی ظاہر وباطن' وہ' مالک وخالق اور قدوس وجبار ہے۔ اس نے کلمہ کن سے یہ کائنات تخلیق کی ہے۔ وہ حی وقیوم ہے نہ سوتا ہے اور نہ ہی اسے اونگھ آتی ہے وہ نظام ہستی کو بطریق احسن جیسے اس نے چاہا چلا رہا ہے۔ اس علم وحی سے روشناسی کے بعد جن وانس پہ فرض ہے کہ وہ اس پر ایمان لائیں اس کی اطاعت کریں اور اس کے انبیاء کی اطاعت کرتے ہوئے ان کی تعلیمات اور کردار کو اپنے لئے نمونہ بنائیں۔ رب ذوالجلال نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا

تم کو اللہ کے رسول کی پیروی بہتر ہے اس شخص کو جسے اللہ اور روز قیامت کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے عرب کی زمین سے اس دعوت کا آغاز کیا۔ اے لوگو! اللہ ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں۔ آؤ میری بات پہ ایمان لاؤ کیونکہ میں اللہ کی وحی کے بغیر کچھ نہیں کہتا۔ دنیا کے یہ نظام اور باطل ادیان جس کو تم نے سینے سے لگا رکھا ہے' یہ گمراہی وطاغوت ہیں جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اللہ تعالیٰ ان سے وعدہ کرتے ہیں۔ میں تمہیں بطحا میں کھڑے ہو کر کہتا ہوں کہ تم لاالہ الا اللہ کہو اللہ تمہیں عرب وعجم کا مالک بنا دیں گے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمْ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ٥ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (النور ۵۵-۵٦)

کہ وہ ضرور ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا ان سے پہلے بنایا گیا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم وپائیدار کرے گا خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں اور نماز پڑھتے رہو' زکوۃ دیتے رہو نبی ﷺ کے فرمان پر چلتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو۔

نبی رحمت ﷺ کی حیات ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے جو امت مسلمہ کے افراد کے کردار کی تعمیر کے لئے بنیاد ہے۔ آپ ﷺ نے داعیانہ ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے مکہ کے بازاروں طائف' عکاظ اور دیگر میلوں اور اجتماعات میں ببانگ دہل دعوت حق پیش کی۔ لوگوں کی تضحیک واستہزاء' ظلم وستم کا نشانہ بنے لیکن اس دعوت سے پہلو تہی اور سودا بازی نہ کی۔ ہجرت کر کے بیت اللہ سے جدائی برداشت کرلی لیکن من دون اللہ کی حکمرانی کو تسلیم نہ کیا اور پھر جہاد کی قوت سے بدر سے فتح مکہ تک تمام طاغوتوں کے کبر وغرور کے بت ملیامیٹ کر کے جاء الحق زھق الباطل کا مصداق ٹھہرے۔ اللہ ذوالجلال نے اپنے بندوں کو خلافت واقتدار دیا تو بیت اللہ میں سے یہ اعلان ہوا کہ جاہلیت کے سب بت ٹوٹ گئے۔ شرک وجاہلیت قتل وغارت گری' اور سود کے بندھنوں سے معاشرہ آزاد ہو گیا۔

آج امت مسلمہ کو اگر ظلمت وگمراہی سے نکال کر خلافت ارضی کے منصب پر کوئی چیز متمکن کر سکتی ہے تو وہ محمد ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے۔ جو بھی سیرت رسول پر چلے گا اللہ کا وعدہ ہے اسے زمین پہ حاکم بنائے گا جیسے اس نے سلیمان وداؤد علیہم السلام اور صدیق رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد خلافت کی صورت میں مسلمانوں کو مشرق ومغرب میں سطوت وشان بخشی۔

بابُ الدَّعوة

ایمان کی 77 شاخوں کی تفصیل

اللہ تعالیٰ سورۃ النساء میں اہل ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ (النساء ۱۳۶)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان لاؤ اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہے۔

نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا...... ایمان باللہ سب اعمال سے افضل ہے۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں، سب سے اعلیٰ شاخ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی ہے اور سب سے ادنیٰ لوگوں کے راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا ہے۔ (بخاری)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے دریافت فرمایا ''ایمان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں، تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر ایمان رکھنا۔

مندرجہ بالا آیات واحادیث میں ایمان کی چار بڑی شاخوں کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایمان کیا چیز ہے؟ ایمان کا مطلب ہے کہ دل سے کسی چیز کو اٹل حقیقت مان لینا اور اس میں کسی قسم کا شک اور تردد نہ ہونا اور یہ پختہ عقیدہ ہو کہ اس دینی سچائی پر عمل میں ہی نجات ہے۔ اسے تسلیم نہ کرنے سے کفر لازم آتا ہے۔ اَلْاِیْمَانُ یَزِیْدُ وَ یَنْقُصُ ۔ کہ ایمان میں کمی بیشی (اعمال کے مطابق) ہوتی رہتی ہے۔ ایمان کی تشریح علمائے سلف نے یوں کی ہے۔ اقرار باللسانُ تصدیق بالقلب وعمل بالجوارح۔ زبان سے اقرار دل کے ساتھ تصدیق اور اعضاء کے ذریعہ عمل۔ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر اہل ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے ترجیح صالح اعمال کو دے کر پھر انہیں مزید احکام سنائے گئے ہیں۔ مثلاً یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ' اے ایمان والو! ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لئے تیار رہو۔ (ال عمران) پختہ ایمان کے لئے اعمال صالح کا ہونا ازبس لازم ہے۔ چنانچہ ہم ایمان کی باقی شاخوں کی فہرست دے رہے ہیں کہ اہل ایمان ان کو ازبر کر کے اپنے لئے زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کا توشۂ آخرت تیار کر لیں۔

فرمان رسول ﷺ کے مطابق جب تک آدمی ان چار باتوں پر ایمان نہ لائے اس وقت تک وہ ایماندار ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ یہ کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں اور میں یعنی محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ نے حق دے کر مجھے بھیجا ہے۔ موت پر ایمان رکھے۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر ایمان رکھے۔ تقدیر پر ایمان لائے۔ (ترمذی)

6- قیامت پر ایمان۔ 7- مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا۔ 8- حشر پر ایمان ۔ 9- مومنوں کے جنتی اور کافروں کے جہنمی ہونے پر ایمان۔ 10- اللہ کی محبت سب سے زیادہ پیدا کرنا۔ 11- سب سے زیادہ اللہ کا ڈر اختیار کرنا۔ 12- حسن ظن باللہ یعنی اللہ سے نیک امید رکھنا۔ 13- اللہ پر توکل۔ 14- رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب مخلوق اور اپنی جان سے بھی زیادہ محبت کرنا۔ 15- رسول اللہ ﷺ کی عزت وتعظیم فرض سمجھنا۔ 16- دین اسلام پہ ثابت قدمی ۔ 17- شرعی علم کا حصول فرض ماننا۔ 18- دین کی دعوت وتبلیغ۔ 19- قرآن کی عزت و تکریم، اسے الٰہی کلام سمجھنا اور اس پر عمل کرنا۔ 20- عقیدہ شرک و بدعات سے پاک اور کپڑے، جسم، مکان سب پاک رکھنا فرض ہے۔ 21- قتال فی سبیل اللہ۔ 22- جہاد کی تیاری۔ 23- دوران جہاد ثابت قدمی دکھانا۔ 24- غنیمت سے پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرانا۔ 25- نماز پنجگانہ پر پابندی، ایک نماز بھی چھوڑنا کفر سمجھنا۔ 26- زکوٰۃ کی ہر سال ادائیگی اور اس سے انکار کفر سمجھنا۔ 27- رمضان کے روزے رکھنا۔ 28- اعتکاف اعلیٰ درجے کی سنت موکدہ ہے جو کہ رمضان اور غیر رمضان دونوں میں ہوتی ہے۔ 29- حج کرنا۔ 30- غلام کو آزاد کروانا۔ 31- کفارہ ادا کرنا، کسی غلطی گناہ کا فدیہ یا کفارہ ادا کرنا مثلاً قتل، ظہار، قسم، روزے کی حالت میں جماع پر۔ 32- نذر اور وعدے کو پورا کرنا۔ 33- اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا۔ 34- زبان اور شرمگاہ کی حفاظت۔ 35- امانت ادا کرنا فرض اور ایمان کا حصہ ہے۔ 36- مسلمان کے قتل سے بچنا اور تکلیف نہ پہنچانا۔ 37 زنا سے بچنا۔ 38- حرام سے بچنا۔ 39- حلال روزی کا اہتمام۔ 40- مردوں کے لئے ریشمی لباس اور سونے چاندی کے برتنوں سے بچنا۔ 41- لہو ولعب سے بچنا۔ 42- میانہ روی اختیار کرنا۔ 43- حسد، مکر و فریب، جھوٹ، بغض سے بچنا۔ 44- مسلمان کی بے عزتی تہمت، بہتان سے بچنا۔ 45- اخلاص اختیار کرنا، ریاکاری سے بچنا۔ 46- نیکی پر خوش اور برائی پر ناراض ہونا۔ 47- توبہ کرتے رہنا۔ 48- عید الاضحیٰ اور حج کے موقع پر بھی قربانی کرنا۔ 49- مسلمان حاکم کی اطاعت کرنا بشرطیکہ اس کا حکم خلاف شرع نہ ہو۔ 50- جماعت اسلام سے وابستہ رہنا۔ 51- لوگوں میں عدل وانصاف کرنا۔ 52- نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ 53- نیکی کے کاموں پر مدد اور برائی میں تعاون نہ کرنا۔ 54- شرم وحیاء۔ 55- والدین کی خدمت کر کے جنت لینا۔ 56- صلہ رحمی۔ 57- حسن خلق، تواضع وانکساری۔ 58- غلاموں اور نوکروں سے اچھا سلوک۔ 59- سرپرست اور مالک کی فرمانبرداری۔ 60- بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا اور ان کی تعلیم وتربیت ونان نفقہ کا انتظام۔ 61- مومنوں سے میل جول اور محبت رکھنا۔ 62- سلام کہنا اور سلام کا جواب دینا۔ 63- بیماروں کی بیمار پرسی، جنازے میں شرکت، خیر خواہی۔ 64- کافروں اور مشرکوں سے علیحدگی اختیار کرنا اور ان سے دوستی ہرگز نہ کرنا عین ایمان ہے۔ 65- پڑوسی کی عزت کرنا اور اس کی عصمت کی حفاظت کرنا۔ 66- جنازے کی نماز پڑھنا۔ 67- مہمان نوازی کرنا۔ 68- مسلمان کی پردہ پوشی کرنا۔ 69- مصیبت پر صبر اور ناجائز خواہش سے نفس کو روکنا۔ 70- دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کو کم کرنا۔ 71- غیرتمند ہونا اور دیوثی سے بچنا۔ 72- فضول ولغو کاموں سے بچنا۔ 73- سخاوت کرنا اور بخل سے بچنا۔ 74- بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت۔ 75- آپس میں صلح جوئی سے رہنا اور صلح کروانا۔ 76- مسلمان کی چھینک کا جواب دینا۔ 77- تکلیف دہ چیز کو رستہ سے ہٹانا۔

(شعب الایمان، بیہقی)

مرتب: ابوعقاب الایمان

فضائل و مسائل قربانی

ماہنامہ

مجلۃ الدعوۃ

لاہور پاکستان

3

ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ مارچ ۲۰۰۱ء

ہندو تنظیم "بجرنگ دل" کے بانی کے ایک انٹرویو کا

پوسٹ مارٹم

بابری مسجد کی شہادت اور اقلیتوں پر ظلم کی سزا

بھارت پر آسمانی، زمینی اور جہادی کوڑوں کی مسلسل مار

طاعون اور دیگر عذابوں کے بعد ایک ماہ سے ہندو اکثریت کے علاقے زلزلے کی زد میں ------ 5000 مندر ملیا میٹ

بھارتی ایئر فورس کے تین اہم ہوائی اڈے اور ایٹمی مرکز بھی تباہ

بھارت کی جعلی جنگ بندیوں پر لشکر طیبہ کے فیصلہ کن حملے

227 فوجیوں کا کریا کرم 9 مجاہد شہید

قبرستانوں کا ایک سنگین مسئلہ

بسنت ایسے تباہ کن ہندووانہ تہواروں کی کھلی چھٹی اور جہادی سرگرمیوں پر پابندی کی کوششیں

حالیہ زلزلے اور بڑھتی ہوئی خشک سالی پاکستانی حکمرانوں کیلئے بھی وارننگ ہیں

فضیلت عشرہ ذی الحجۃ

☆ ماہ ذی الحجہ حرمت کے چار مہینوں میں سے ایک ہے۔ مہینے کے پہلے دس دنوں کی خاص فضیلت ہے۔ ان دس دنوں کے نیک اعمال دوسرے دنوں کے نیک اعمال سے بہتر ہیں۔

☆ نو ذوالحج کو حج ادا کیا جاتا ہے جس کی ادائیگی اور عنداللہ قبولیت کے بعد گذشتہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں

☆ نو ذوالحج کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے (ابوداؤد)

☆ دس ذوالحجہ کو (مکہ کے علاوہ) مسلمانان عالم نماز عید ادا کرتے ہیں۔

☆ نماز عید کے بعد اللہ کی قربت و محبت کے لئے قربانی کی جاتی ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا حج کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تکبیرات کہنے اور قربانی کرنے کا نام حج ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے واذکروا اللہ فی ایام معدودات سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر منقول ہے کہ اس سے مراد ابتدائے ذوالحجہ سے لے کر تیرہ ذوالحجہ تک کے ایام ہیں۔ تکبیرات فرض نماز کے بعد خصوصاً اور سارے اوقات میں عموماً کہنا بہتر ہیں۔

☆ سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنھم ذوالحجہ کے دس دنوں میں بازار جاتے تو بلند آواز سے تکبیریں کہتے۔ تو لوگ بھی سن کر ان کے ساتھ شامل ہوجاتے۔ اکثر اصحاب رسول اللہ ﷺ کا یہی عمل رہا اور یہی راجح ہے۔ (فتح الباری)

☆ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ذوالحجہ کے (ابتدائی) دس دنوں سے بہتر کوئی ایسا دن نہیں جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہو'' انہوں نے پوچھا ''اور نہ ہی اللہ کے راستے میں جہاد کرنا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا 'نہ ہی اللہ کے رستے میں جہاد کرنا مگر وہ آدمی کہ جو اپنی جان و مال لے کر نکلے اور پھر اس کی کوئی چیز واپس گھر نہ آئے۔ (بخاری)

درج بالا احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہاں راتوں کی عبادت سے لیلۃ القدر کی عبادت ہزار سال سے بہتر ہے تو دنوں میں عشرۃ ذوالحجہ میں کئے جانے والے اعمال سارے سال کے اعمال سے افضل ہیں۔ عام دنوں میں سرانجام پانے والے اعمال سے جہاد میں جان و مال کی قربانی ہی ایسا عمل ہے جو سب سے افضل ہے۔

ان دنوں کے اعمال صالحہ سے یہ بھی ہے کہ جو شخص قربانی کرنا چاہتا ہو تو وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد اپنے ناخن یا جسم کے کسی حصے کے بال نہ کاٹے۔

☆ عید کے روز جہادی مظاہرہ کرنا اور اسے دیکھنا مسنون عمل ہے۔ (بخاری و مسلم)

فلسفہ قربانی

جذبہ قربانی مسلمانوں کو احساس جاودانی بخشتا ہے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں سے حسب حال ہر قسم کی قربانی طلب کی۔ حق و باطل کی آویزش جب انتہا کو پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ خالق کل، مالک الملک، زندگی عطا کرنے والے اور موت دینے والے رب نے مسلمانوں کو قتال کا حکم دے کر ان سے جان کی قربانی طلب کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان اللہ اشتری من المومنین انفسم واموالھم بان لھم الجنة (التوبہ 112)

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لئے ہیں۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (النساء: 92)

"تم نیکی تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب تک تم اس (اللہ) کی راہ میں اپنی محبوب چیزیں نہ خرچ کرو۔"

قربانی: جود و سخا کا درس

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو جود و سخا کی ترغیب دلائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیشتر فرامین کے ذریعے بخل کی سخت مذمت فرمائی ہے۔

آپ ﷺ نے کبھی ایک دنبہ (مسلم) کبھی دو دنبے (متفق علیہ) کبھی ایک بکری (متفق علیہ) کبھی ایک گائے (مسلم) اور حجۃ الوداع کے موقع پر سو سے زائد اونٹوں کی قربانی دی۔ (بخاری و مسلم) آپ اکثر اپنی طرف سے (متفق علیہ) کبھی اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے (مسلم) اور کبھی کبھی اپنی امت کے ان افراد کی طرف سے بھی قربانی کرتے جو خود استطاعت نہ رکھتے ہوں۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ کو کبھی یہ فکر لاحق نہ ہوئی کہ اتنے جانور ذبح کرنے سے مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ برباد ہوگا۔ عرب کے گرم موسم کی وجہ سے گوشت بھی ضائع ہوگا۔ دولت کا ضیاع، غیر ترقیاتی اخراجات نقصان ہی نقصان۔ فلاح و بہبود کے مقاصد ناپید۔ یہ طرز تفکر خالصتاً ہندوانہ اور بیگانہ ہے ہر قسم کے حالات، تنگدستی و خوشحالی میں اسلام نے میانہ روی درس دیا۔ اسراف تبذیر کو حرام قرار دیا۔ لیکن ہر قسم کے چھچھورے پن کی بھی شدید مذمت کی ہے۔ ہاں قربانی جب ریاکاری، نمود و نمائش اور جھوٹے تفاخر و مباہات کے لئے ہو تو ضرور قابل مذمت و نفرین ہے۔

قربانی کا وقت اور دن

سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز عید سے فارغ ہوئے تو قربانی کا گوشت دیکھا جو عید کی نماز سے پہلے کی گئی تھی۔ آپ نے فرمایا جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو اسکے بدلے اور قربانی کرے۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ نے فرمایا: نماز سے پہلے جو جانور ذبح کئے گئے وہ گوشت کے لئے تھے۔ وہ قربانی کے ثواب سے محروم ہوگئے۔ (متفق علیہ)

لہذا نماز عید اور خطبہ سے فراغت کے بعد ہی قربانی کرنا سنت صحیحہ ہے۔ لیکن حجاج منیٰ میں دس ذی الحجہ کا سورج طلوع ہونے کے بعد ہی قربانی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ نو ذوالحجہ کو میدان عرفات میں عید کو بدلے حج ادا کر چکے ہوتے ہیں۔

اقوال علماء کے مطابق دس ذوالحجہ نماز عید کے بعد سے لے کر تیرہ تاریخ تک قربانی کی جاسکتی ہے۔ (فتح الباری ج 10 ص 8 فتاوی الحدیث 1132/2 تفسیر اضواء البیان 496/5 وتفسیر ابن کثیر وغیرہ)

قربان گاہ

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ساری وادی منیٰ منحر ہے (قربان گاہ ہے) (مسلم بحوالہ مشکوۃ باب الوقوف بعرفۃ)

قربانی کا مقصد اللہ کی قربت اور محبت کا حصول ہے۔ اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت اور خون کا حصول مقصود نہیں بلکہ قربانی کرنیوالے کے تقویٰ کا امتحان مقصود ہوتا ہے۔

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماء ھا ولکن ینالہ التقوی منکم (الحج: 37)

"اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتے لیکن اسے صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔"

اور تقویٰ کا حصول اسی طریقہ سے ممکن ہے جو طریقہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے کہ قربانی کا زیادہ سے زیادہ گوشت صدقہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ ابن آدم کہتا ہے میرا مال۔ میرا مال۔ اور اس کے مال کی تین قسمیں ہیں۔ جو کھایا وہ فنا کر دیا۔ جو پہنا وہ بوسیدہ کر دیا اور جو صدقہ دیا وہ آخرت کے لئے ذخیرہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں ارشاد فرمایا

واطعموا القانع والمعتر"

کہ "مانگنے والے اور نہ مانگنے والے کو کھلاؤ"

لہذا قربانیاں وہیں کرنی چاہئیں جہاں محتاج و فقراء آسانی سے گوشت حاصل کر سکیں۔

قربانی کے جانور کی عمر

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لاتذبحوا الا مسنة الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعة من الضأن۔ (مسلم)

دوندے (جس جانور کے سامنے کے دو دانت گر کر نئے اگ آئے ہوں) جانور کے علاوہ تم ذبح نہ کرو۔ اگر تمہیں مشکل پیش آئے تو بھیڑ میں سے کھیرا (جس نے ابھی ایک دانت بھی نہ گرایا ہو) ذبح کرلو۔

عموماً بھیڑ بکری دو سال اور گائے تین سال کے بعد اور اونٹ چھٹے سال میں دوندے ہوجاتے ہیں۔ بھیڑ کے جذعہ (کھیرا) میں سال یا چھ ماہ کی کوئی شرط نہیں ہے بلکہ جب تک جانور کے دودھ والا دانت نہ گرے چاہے دو سال سے اوپر ہی ہوجائے وہ کھیرا ہی کہلاتا ہے۔

قربانی کا طریقہ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والے چتکبرے دو دنبے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر خود ذبح فرمائے۔ آپ نے اپنا پاؤں مبارک ان کے پہلو پر رکھا۔ (متفق علیہ)

> جذبہ قربانی مسلمانوں کو احساس جاودانی بخشتا ہے۔ حق و باطل کی آویزش جب انتہا کو پہنچ جائے تو رب العالمین نے مسلمانوں کو قتال کا حکم دے کر ان سے جان کی قربانی طلب کی ہے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والا ایک دنبہ منگوایا جس کے پاؤں، پیٹ اور آنکھیں سیاہ تھیں۔ (ایک روایت میں دنبے کا منہ بھی سیاہ تھا) آپ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا چھری تیز کر کے مجھے دے دو۔ آپ نے دنبہ لٹایا اور یوں دعا کی، اللھم تقبل من محمد ومن آل محمد و من امة محمد (مسلم)

''اے اللہ تو محمد ﷺ آل محمد اور امت محمد سے قبول فرما'' قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت ایک سے زیادہ دعائیں حدیث میں ملتی ہیں۔

درج ذیل امور ذبح کے وقت مسنون ہیں

1۔ جانور کو قبلہ رخ بائیں پہلو پر لٹانا۔

2۔ ذابح اپنا دایاں پاؤں جانور کے دائیں پہلو پر رکھے تاکہ اسے ذبح کرنے میں آسانی ہو۔

3۔ اونٹ کو نحر کرنا ہی افضل ہے اور نحر کا طریقہ یوں ہے کہ اونٹ کو قبلہ رخ کھڑا کر کے اس کا بایاں گھٹنا باندھ دیا جائے۔ پھر نیزہ یا خنجر وغیرہ اس کی گردن کے آخر میں سینے کی طرف گڑھے میں مارا جائے۔ جب خون بہہ جائے گا تو اونٹ گر پڑے گا۔

تسمیہ و تکبیر میں حکمت

ذبح کرتے ہوئے جب بسم اللہ اللہ اکبر اور کھاتے وقت بسم اللہ کہا جاتا ہے تو درحقیقت یہ بندوں کی طرف سے ان کی عاجزی اور درماندگی اور اپنے خالق و مالک کی کبریائی و عظمت کا اعتراف ہوتا ہے کہ جس مالک الملک، ذوالجلال والاکرام نے ہمارے لئے یہ جانور مسخر کئے ہیں۔ اسی کا نام لیکر ہم ذبح کر رہے ہیں اور اسی کا نام لے کر ہی گوشت کھائیں گے تاکہ مذبوحہ کے محاسن ہی ہمارے خون کا حصہ بنیں اور ہم اس کے عیوب و حیوانی نقائص سے محفوظ رہیں۔

قربانی میں حصہ داری

بکرے اور دنبے کی قربانی صرف ایک آدمی کی طرف سے ہوتی ہے گائے میں سات حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں۔ اونٹ میں سات حصہ دار بھی اور دس حصہ دار بھی شریک ہو سکتے ہیں۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اونٹ اور گائے میں سات سات حصے ڈالے۔ (مسلم)

اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محو سفر تھے کہ عیدالاضحیٰ آ گئی۔ ہم نے گائے میں سات اور اونٹ میں دس حصے ڈالے۔ (صحیح ترمذی۔ صحیح ابن ماجہ للالبانی)

جب قربانی کے جانور کم ہوں اور متمنی شرکت زیادہ ہوں تو اونٹ میں دس آدمی بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ اور جب قربانی کے جانور وافر ہوں تو مسلم والی حدیث پر عمل کرتے ہوئے اونٹ میں بھی سات آدمی شرکت کر لیں۔ (وباللہ التوفیق)

عبداللہ بن عباس والی روایت سے یہ مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ مسافر اگر طاقت رکھتا ہو اس کے لئے قربانی کرنا ہی افضل ہے۔ ایک آدمی بھی گائے ذبح کر سکتا ہے۔ بلکہ مخیر حضرات متعدد قربانیاں کر سکتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو سے زیادہ اونٹوں کی قربانی دی اور ایک بار آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

ہر مسلمان کو چاہئے کہ قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت سب مسلمانوں کی شرکت کی نیت کرے تاکہ سب مسلمانوں کو ثواب ملے۔

جن عیوب کی وجہ سے قربانی جائز نہیں

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا۔ قربانی لیتے وقت کن جانوروں سے بچا جائے آپ ﷺ نے فرمایا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو

جس کا کانا پن ظاہر ہو

جس کی بیماری واضح ہو

ایسا کمزور جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو

(مسند احمد 284/2، ترمذی 283/1)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آنکھیں اور کان اچھی طرح دیکھ لیں۔ (مسند احمد 80/1 ترمذی۔ 283/1)

نیز آپ ﷺ نے سینگ ٹوٹی اور کان کٹی قربانی سے منع کیا۔ (ابن ماجہ)

کھالوں کا مصرف اور احیائے سنت

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کی قربانیوں کی نگرانی کروں اور ان کے گوشت کھالیں اور ان کی جل، پالان، نکیل مہار یعنی ان کی حفاظت اور زینت وغیرہ کی) تمام چیزیں صدقہ کروں۔ (متفق علیہ)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل کا وہ اونٹ (جو غزوہ بدر کے مال غنیمت میں حاصل ہوا تھا) بھی قربانیوں میں شامل کیا اور اس کی نکیل سونے یا چاندی کی تھی۔ آپ ﷺ اس کے ذریعے مشرکین کو جلانا چاہتے تھے۔ (ابوداؤد)

مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی قربانی کے جانوروں کے گلے میں چمڑے وغیرہ کے پٹے اور گھنگھرو یا گھنٹیاں نہ ڈالیں بلکہ انہیں سونے اور چاندی سے سجائیں تاکہ جب مجاہدین کو قربانی کے گوشت اور کھالیں دیں تو ساتھ یہ اشیاء بھی دے کر احیاء سنت کا ثواب حاصل کریں اور کفار کو جلانے کا سبب بنیں۔

عشرہ ذوالحجہ کے مسنون اعمال

ہر مسلمان کو چاہئے کہ ماہ ذوالحج شروع ہوتے اعمال صالحہ میں شدت پیدا کرے۔ شروع سے ہی تکبیرات شروع کر دے تیرہ ذوالحجہ کی شام تک کہتا رہے۔ تکبیرات کے الفاظ یہ ہونے چاہئیں۔ جنہیں عبدالرزاق نے صحیح سند کے ساتھ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

الله اکبر الله اکبر الله اکبر کبیرا۔ (فتح الباری 462/2)

درج ذیل الفاظ اکثر سلف کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد (المغنی لابن قدامہ 290/3)

لیکن اس سند میں یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے۔ (بحوالہ ہفت روزہ الاعتصام ج 7 ش 53)

سیدنا عبداللہ ابن عمرو سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے ایک آدمی نے پوچھا کیا میں دودھ والی بکری کی قربانی کر دوں کہ میرے پاس اور کوئی جانور نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تو اپنے ناخن، مونچھیں، زیر ناف بال کاٹ۔ یہی تیری قربانی ہے۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

قربانی صرف جانور کی نہیں ہوتی بلکہ قربانی کا مقصد اولین اللہ تعالی کا قرب ہوتا ہے نیز سب شیطانی اور نفسانی خواہشات سے باز آ جانا ہوتا ہے۔ مسلمان یوں تو تمام عبادات کرتے ہیں لیکن ان کو ان کی عبادات نفسانی خواہشات کی تکمیل سے نہیں روکتیں۔ جب تک کوئی دل و دماغ سے مسلمان نہیں ہوگا جب تک اس کا عقیدہ شرک سے پاک نہیں ہوگا، اس کی قربانیاں اسے کچھ فائدہ نہیں دے سکتیں۔

عید کے دنوں میں مجاہدین کے جہادی مظاہرے میں شرکت کرنا مسنون ہے نیز عید کے دنوں میں جہادی ترانے سننا سنانا بھی مستحب ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اسوہ ابراہیمی سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

قربانی کے جانور کو چمڑے کے پٹے اور گھنگھرو مت پہنائیں۔ سوتی اونی یا پلاسٹک وغیرہ کی رسیاں پہنائیں۔ اگر توفیق ہو تو سونے یا چاندی کی نکیل ڈالیں تاکہ مجاہدین کو کھال دیتے وقت سونے یا چاندی کی نکیل صدقہ کر کے احیاء سنت کا ثواب حاصل کریں اور کفار کو بھی جلائیں

قاضی کاشف نیاز

قبرستانوں کا ایک سنگین مسئلہ

ایک فکر انگیز مشاہداتی رپورٹ

بوڑھی عورت کو قبرستان میں دفن کرنے سے انکار

یہ شعر تو ہم عام طور پر پڑھتے رہتے ہیں

کتنے بدنصیب ہیں ظفر دفن کے لئے
دو گز زمیں بھی نہ ملی کوئے یار میں

لیکن یہ کسے معلوم تھا کہ فی الحقیقت اس دنیا میں ایسا بھی ہونے لگے گا کہ کسی انسان کو زمین میں دفن کرنے کے لئے واقعی دو گز جگہ بھی نہیں دی جائے گی۔ جی ہاں! ایسا ہونے لگا ہے‘ اسی زمین میں‘ اسی دنیا میں‘ اسی عالم رنگ و بو میں اور اسی جہان ناپائیدار میں۔ یہ کسی خواب وخیال کی باتیں نہیں‘ کسی افسانے‘ ڈرامے‘ فلم یا ناول کا ذکر نہیں‘ ایک حقیقت اور بالکل سچی اور ننگی بلکہ بڑی ڈراؤنی حقیقت کا ذکر ہے۔ یہ 12 جنوری جمعۃ المبارک کا یخ بستہ دن تھا‘ جب مکہ کالونی لاہور کی ایک 90 سالہ بزرگ خاتون سائرہ بی بی اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ شدید دھند سے لپٹے ہوئے موسم میں اس بوڑھی غریب خاتون کی میت کندھوں پر اٹھائے اس کے بیٹے‘ عزیز و اقارب اور محلے دار جب علاقے کے قریبی قبرستان گورومانگٹ پہنچے تو صدمے سے نڈھال جنازہ والوں کو اس وقت ایک نئے قسم کے صدمے کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی حیرانی و پریشانی کی انتہا نہ رہی جب قبرستان کمیٹی والوں نے میت کو قبرستان میں دفن کرنے سے انکار کردیا اور جنازہ لوٹا دیا۔ بارات واپس لوٹنے کی خبریں تو لوگوں نے بہت سنی ہوں گی اور اس کا صدمہ بھی لوگوں کو معلوم ہے کہ کس قدر ہوتا ہے۔ کتنے ہی والدین اس بے عزتی اور توہین سے دل برداشتہ ہوکر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اگر دولہا والے کسی بات پر ناراض ہوکر چلے جائیں تو دلہن زندہ درگور ہوجاتی ہے اور اگر دلہن والے ڈولی دینے پر تیار نہ ہوں تو دولہا کا صدمے سے برا حال ہوتا ہے۔ لیکن جنازہ والوں کو جب قبرستان والے واپس کردیں‘ میت قبول کرنے سے انکار کردیں‘ اس کو دفن کرنے کی ہی اجازت نہ دیں تو اس عالم میں مردہ بے چارہ کیا کرسکتا ہے۔ وہ کہاں جائے۔'' اب وہ اس صدمے سے دوبارہ جی کے تو مرنے سے رہا۔ شاید اسی قسم کی المناک کیفیت کیلئے کسی شاعر نے کہا تھا۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اس غیر متوقع نئی پریشانی اور مصیبت میں مبتلا جنازہ والوں نے جب اپنا اصل صدمہ تھوڑی دیر کے لئے بھلا کر اپنی تمام تر ہمت کو مجتمع کرکے قبرستان کمیٹی کے کارپردازان سے پوچھنے کی جسارت کی کہ آخر اس میت کا کیا قصور ہے‘ وہ کون سا اس سے یا ہم سے جرم سرزد ہوا ہے جو اس قدر ناقابل معافی ہے کہ دفن کرنے کے لئے قبرستان میں دو گز زمین دینا بھی آپ کو گوارا نہیں۔ تو اس جرأت واستفسار پر اہل جنازہ کو بتایا گیا کہ تمہیں خوب اچھی طرح علم ہونا چاہئے کہ تمہاری کالونی کے مردوں کو یہ قبرستان نہیں لگتا۔ یہاں صرف گورومانگٹ اور کبوتر پورہ کے مردے دفن ہوسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی اور کالونی کے مردوں کو یہاں دفن کرنے کی نہ گنجائش ہے نہ اجازت۔ قبرستان کمیٹی والوں اور اہل جنازہ کے درمیان پھر کیا طے ہوا‘ کس طرح طے ہوا اور کس قدر ہنگامہ ہوا‘ اس کا ذکر بڑا ہی دلدوز ہے۔ مرنے والی کا بیٹا محمد اقبال جو پہلے ہی قبرستان پہنچ کر والدہ کی قبر کھودنے کی کوشش کررہا تھا تو قبرستان والوں نے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر لاٹھیوں سے حملہ کردیا جس سے محمد اقبال اور اس کا ساتھی ملک طارق وغیرہ زخمی ہوگئے۔ اس دوران علاقہ کبوتر پورہ اور گورومانگٹ کے تقریباً سو افراد وہاں پہنچ گئے۔ جب مکہ کالونی کے لوگوں کو پتہ چلا تو ڈیڑھ سو کے قریب افراد لاٹھیوں کے ہمراہ قبرستان کی طرف روانہ ہوگئے۔ تاہم تھانہ غالب کالونی گلبرگ اور فردوس مارکیٹ چوک پولیس کی بھاری نفری نے موقع پر پہنچ کر امن وامان کی صورتحال کو خراب ہونے سے بمشکل بچایا اور مداخلت کرکے سائرہ بی بی کو پولیس کی نگرانی میں اسی قبرستان کبوتر پورہ میں سپرد خاک کردیا۔ اس افسوس ناک واقعہ میں ایک طرف سائرہ بی بی کے لواحقین کا موقف تھا کہ یہ قبرستان قیام پاکستان سے قبل کا بنا ہوا ہے۔ کل ماضی قریب تک تمام کالونیوں بہار کالونی‘ مدینہ کالونی‘ مکہ کالونی اور دیگر قریبی کالونیوں کے افراد کو اسی قبرستان میں دفن کیا جاتا تھا۔ اس دوران کوئی روک ٹوک نہیں تھی مگر اب قبرستان میں ایک کمیٹی بنادی گئی ہے جو کہتی ہے کہ کبوتر پورہ اور گورومانگٹ کے افراد ہی یہاں دفن کئے جائیں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ کمیٹی نے ہم سے دفن کرنے کے 5 ہزار روپے بھی طلب کئے۔ جبکہ قبرستان کمیٹی والوں کا موقف تھا کہ قبرستان میں جگہ بہت کم پڑگئی ہے۔ اس لئے مکہ کالونی والوں کو یہاں مردہ دفن کرنے سے روکا گیا ہے۔ آئندہ یہاں صرف کبوتر پورہ اور گورومانگٹ کے افراد ہی دفن کئے جائیں گے۔

قارئین کرام! دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ درست تھا یا غلط‘ کبوتر پورہ قبرستان میں مردے دفن کرنے کا حق کیا دونوں کو ہے یا صرف ایک فریق کو۔ اس بحث سے قطع نظر ایک بات بہرحال اس

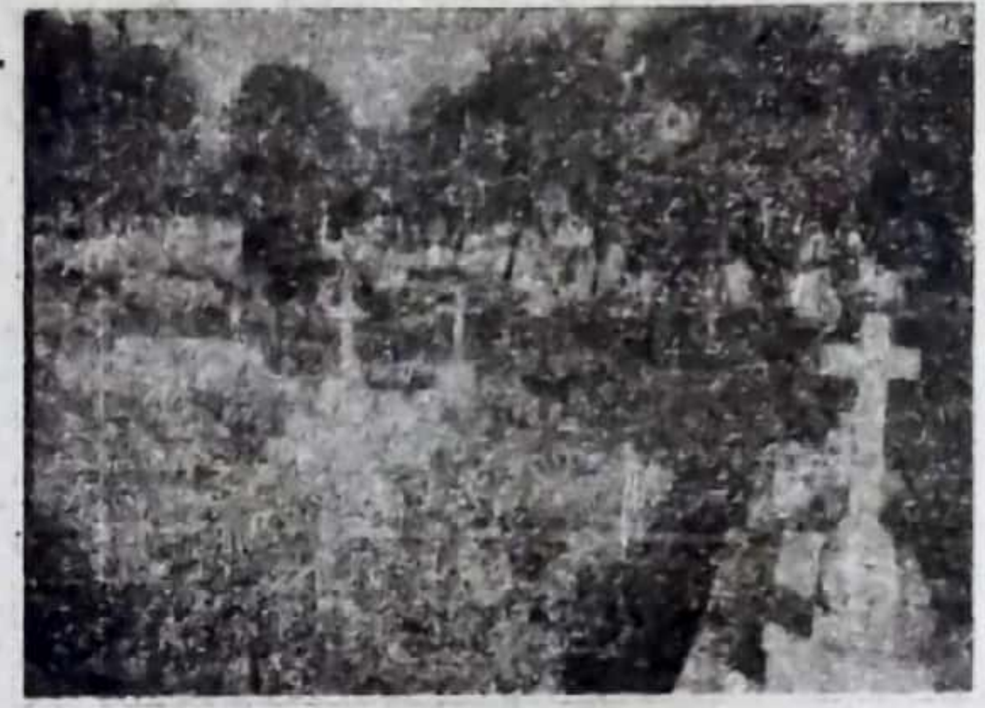

مسلمانوں اور عیسائیوں کے قبرستان میں صلیب کے سوا کوئی فرق نہیں۔ دونوں طرف قبریں سنگ مرمر سے پختہ

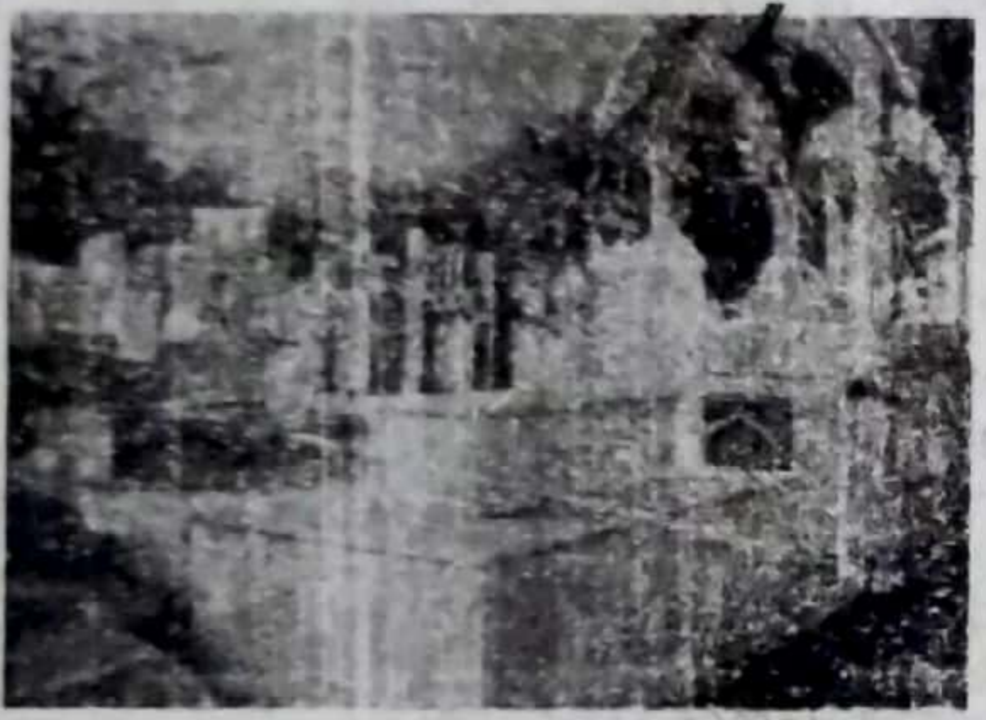

بیٹا ماں کی قبر کھودنے کی کوشش کرنے لگا تو قبرستان والوں نے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر لاٹھیوں سے حملہ کردیا

> کہا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ بھی زیادہ آبادی کی وجہ سے ہے حالانکہ آبادی کو جس قدر بھی کنٹرول کیا جائے پھر بھی اربوں انسانوں کی پکی قبریں بننے سے قبرستان کس قدر وسیع ہو جائیں گے' اس کا خیال ہی ہولناک ہے

تنازعہ سے متفقہ طور پر ابھر کر سامنے آتی ہے کہ قبرستان میں جگہ کی کمی کا شدید مسئلہ ہے۔

قبرستانوں میں ہاؤس فل کیوں؟

قارئین کرام! قبرستان میں مُردوں کے لئے جگہ کا مسئلہ صرف ایک قبرستان تک محدود نہیں بلکہ آج کل ہر جگہ یہی مسئلہ ہے خاص طور پر بڑے بڑے شہروں میں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قبرستانوں میں مردوں کے لئے جگہ کم کیوں ہو رہی ہے اور ان کے دفن کرنے کا مسئلہ اس قدر شدید اور گھمبیر کیوں ہو گیا ہے؟

راقم نے صورتحال کا جائزہ لینے کیلئے کبوتر پورہ کے اس قبرستان کا خود دورہ کیا۔ وہاں واقعی یہ حالت تھی کہ قبرستان میں تقریباً ہاؤس فل تھا۔ شاید ہی کہیں کوئی جگہ ہو جہاں کسی مردے کو دفنانے کی جگہ بچی ہو۔ ایک طرح سے دیکھا جائے تو قبرستان کمیٹی والے حق بجانب نظر آتے تھے کہ جب قبرستان سے بالکل ملحق آبادی کے لئے بھی بمشکل جگہ ہے تو پھر اس سے ذرا پرے کی آبادیوں کے مردوں کو کس طرح کھپایا جا سکتا ہے؟ اس موقع پر محکمہ منصوبہ بندی والے بھی خوب پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یہ سارے مسائل زیادہ آبادی کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آبادی کو چاہے جس قدر بھی کنٹرول کیا جائے' کیا پھر یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آج چین میں صرف ایک بچہ پیدا کرنے کی اجازت ہے لیکن پھر بھی وہاں آبادی سوا ارب سے زائد ہے تو کیا سوا ارب آبادی کے لئے قبرستانوں کا کوئی کم مسئلہ ہوگا۔ اگر ان سب کی پختہ قبریں بنتی جائیں تو قبرستان کتنے وسیع ہو جائیں گے' اس کا خیال ہی ہولناک ہے۔ آبادی کو کنٹرول کرنے سے دیگر بہت سی قباحتوں کے علاوہ یہ مسئلہ پھر بھی اپنی جگہ موجود رہے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟

نبی اکرم ﷺ کے ارشادات اور ہمارا طرز عمل

راقم نے جب کبوتر پورہ قبرستان کا دورہ کیا تو وہاں یہ حقیقت سامنے آئی کہ قبرستان کی آدھی سے زائد قبریں' پکی تھیں اور ان میں بھی زیادہ ایسی تھیں کہ جو ماربل اور سنگ مرمر وغیرہ سے پختہ کی گئی تھیں۔ اپنے بزرگوں سے محبت وعقیدت اپنی جگہ لیکن ہماری عقیدت ومحبت کا سب سے بڑا مظہر خود ہمارے نبی آخر الزمان ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ اب دیکھئے آپ ﷺ نے ہمیں اس سلسلے میں کیا پرحکمت تعلیم دی ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے قبریں پکی بنانے اور ان پر عمارتیں کھڑی کرنے اور ان پر مجاور بن کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

اسی طرح جابر ؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے قبروں کو پکا کرنے اور ان پر (کتبہ) لکھنے اور ان کو روندنے (ان پر چڑھنے' بیٹھنے تکیہ لگانے وغیرہ) سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی)

ب قبرستانوں پر مجبوراً یہ نوٹس لگنے لگے ہیں کہ "پکی قبر بنانا منع ہے"

اتحاد کالونی لاہور کے قریب قبرستان پر پکی قبر کی ممانعت کا نوٹس لیکن شاہ مشائخ جیسے بابوں کی قبروں کے لئے بڑے بڑے احاطے مختص ہیں

> شاہ عبدالعزیز آل سعود نے پختہ اور بلند قبروں کو سنت کے مطابق کچا کیا تو برصغیر کے قبر پرست طبقے نے بہت احتجاج کیا۔ اس پر شاہ عبدالعزیز نے تاریخی جواب دیا "اگر کسی ایک صحیح حدیث سے بھی قبروں کو پختہ کرنا ثابت ہو جائے تو میں ان قبروں کو سونے سے بنانے کو تیار ہوں۔"
> قبر پرست اس کا جواب آج تک نہیں دے سکے

ایک اور حدیث میں ابو الہیاج اسدی ؒ فرماتے ہیں کہ مجھے علی ؓ نے کہا...... کیا میں تجھے اس مشن پر روانہ کروں جس پر مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے روانہ فرمایا تھا۔ وہ مشن یہ ہے کہ کسی تصویر کو نہ چھوڑ مگر اسے مٹا ڈال اور نہ ہی کسی اونچی قبر کو چھوڑ مگر اسے (تقریباً ایک بالشت تک) برابر کر دے۔ (مسلم)

قبروں کو کچا رکھنے اور ان پر کوئی عمارت' قبہ وغیرہ تعمیر کرنے سے آپ ﷺ کے دو بڑے مقاصد اور حکمتیں واضح ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ سابقہ امم میں شرک زیادہ تر قبروں سے ہی پھیلا۔ شرک کے پھیلاؤ میں آپ ﷺ قبروں کو کس قدر بنیادی وجہ سمجھتے تھے اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ شروع اسلام میں آپ ﷺ نے قبروں کی زیارت سے ہی مطلقاً منع کیا ہوا تھا (مسلم) لیکن بعد میں آپ ﷺ نے اجازت دی تو صرف اس لئے کہ وہاں جا کر آخرت کی یاد آئے اور مُردوں کے لئے دعائے مغفرت کی جائے (اس سے متعلقہ احادیث آگے آ رہی ہیں) اگر قبریں پختہ اور بڑی شاندار بن جائیں گی تو ان سے نہ تو انسان کوئی عبرت پکڑے گا نہ اپنی عاقبت اور آخرت کی فکر پیدا ہوگی البتہ شاندار عمارت سے مزین قبر دیکھ کر صاحب قبر سے عقیدت اس قدر بڑھے گی کہ انسان کو بالآخر شرک تک پہنچا کر چھوڑے گی۔

قبروں کو کچا رکھنے کی آپ ﷺ کی تعلیم کی دوسری بڑی حکمت یہ تھی کہ اگر قبر کچی ہوگی تو کچھ عرصے بعد ایسی قبر کا نشان مٹ جائے گا اور پھر کسی دوسرے مردے کو دفن کرنا آسان ہو جائے گا۔ لیکن یہاں تو حالت یہ ہے کہ قبرستانوں میں قبروں کی اکثریت پختہ قبروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ بڑی بڑی' سنگ مرمر سے اور ارد گرد بیل بوٹوں سے مزین۔ کبوتر پورہ قبرستان میں کئی قبریں ایسی دیکھیں جو نہ صرف سنگ مرمر سے بنی ہوئی تھیں بلکہ انہیں زمین سے اتنا اونچا بنایا گیا تھا کہ ان کی دو تین منزلیں بنا کر لنٹر ڈالے گئے تھے۔ پھر قبرستان میں جس بزرگ کو ذرا زیادہ نیک سمجھا جاتا ہے تو اس کے لئے وہاں ایک پورا دربار تعمیر ہو جاتا ہے اور آج کل ہر قبرستان میں ایسے بیسیوں دربار الگ بنے ہوتے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں کم وبیش 30 ہزار دربار بن چکے ہیں اور ان کی تعداد روز افزوں ہے۔ ایک عام پکی قبر بھی تین کچی قبروں کے برابر جگہ گھیرتی ہے تو یہ دربار کس قدر جگہ گھیرتے ہوں گے' اس کا خود اندازہ لگا لیں جبکہ شریعت

میں دربار بنانے کی اجازت ہی نہیں۔ یہ دربار ایک طرف تو بہت سی مستقل جگہ گھیرتے ہیں' دوسری طرف شرک کا مرکز بن جاتے ہیں۔ کئی جگہوں پر بعض بابوں کی نونو گز لمبی قبریں بنی ہوئی ہیں۔ ان بابوں کو 9 گزہ پیر کے نام سے مشہور کیا گیا ہے۔ لاہور میں پانی والا تالاب اور ملتان میں اندرون بوہڑ گیٹ بازار میں ایسی نوگزی قبریں موجود ہیں۔ انہیں دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ کیا ان بابوں کا قد ہی اتنا لمبا تھا یا قبر میں جاتے ہی ان کا قد اتنا لمبا ہو جاتا تھا کہ 9 گز سے کم قبر میں سماتا ہی نہیں تھا۔ اور تو اور کراچی کے ساحل پر ایک ایسی قبر بھی موجود ہے جو 50 فٹ لمبی ہے اور جس تک پہنچنے' سڑک بنانے اور چادر چڑھانے کیلئے بے نظیر صاحبہ نے فروری 96ء میں حکومتی خزانے سے قوم کے 80 لاکھ روپے لگادیئے تھے۔ سوچئے جب ہر کوئی اپنے بزرگوں اور عزیزوں کی قبروں کو اس قدر پختہ اور بڑا بناتا جائے گا تو پھر آبادی چاہے کس قدر بھی کنٹرول کرنے کی کوشش کرلیں' قبرستانوں کے لئے جگہ نہیں بچے گی۔ اگر دنیا کا ہر فرد اپنے عزیزوں کی قبروں کو اس قدر تحفظ دینے لگے تو دنیا کی آبادی کے برابر چار پانچ ارب قبروں کے لئے جگہ کی ضرورت ہوگی۔ اگر دو تین نسلیں اسی طرح اپنے عزیزوں کی قبروں کو پختہ بنا کر انہیں دائمی تحفظ دیتی رہیں تو پھر خود ہی اندازہ لگالیں کہ قبرستان دنیا کے رقبے کا کس قدر حصہ گھیر لیں گے۔ یقیناً اس طرح یہ قبرستان ہمارے بڑے بڑے شہروں کو بھی مات کر جائیں گے۔ اور پھر قبر کے لئے جگہ کا حصول اور دفنانے کا کام بھی مہنگا سے مہنگا ہوتا جائے گا۔

کیا جلانا بہتر ہے؟

بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ اس مسئلے کو حل ہی کرنا ہے تو پھر ہندو دھرم کے مطابق مردہ جلانا بہتر ہے حالانکہ یہ ہے وہ طریقہ جس میں انسان کی کوئی عزت وتکریم نہیں رہتی جبکہ رشتے داروں کو اپنے عزیز کو بے دردی سے خود آگ لگانا پڑتی ہے۔ اسلام رحمت وفطرت والا دین ہے۔ وہ مردے کی ایسی بے حرمتی کی اجازت نہیں دیتا۔ مردہ جلانے کا عمل بھی بہت مہنگا ہوتا ہے۔ اس کے لئے لکڑی کے بھاری اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ آلودگی کا مسئلہ الگ پیدا ہوتا ہے۔ جنگلات کی بھی تباہی ہوتی ہے۔ اور اگر بڑی تعداد میں اچانک ہلاکتیں ہو جائیں تو پھر ایک مسئلہ عظیم کھڑا ہو جاتا ہے۔ بھارت کے حالیہ زلزلے میں ہزاروں مردہ ہندوؤں کو جلانے کے لئے پہلے اس قدر لکڑی کا ملنا محال ہو گیا اور پھر اس قدر ہندوؤں کو اکٹھا جلانے سے آلودگی اور دیگر بیماریوں کا خطرہ بھی کھڑا ہو گیا۔ پھر ہندو سادھو مردے کو جلانے کے بعد ان کی کھوپڑیوں کو مقدس پیالہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اب آپ خود سوچئے کہ مردے کو جلانا کس قدر وحشیانہ اور غیر انسانی عمل ہے جبکہ مردے کو اسلامی طریقے کے مطابق نہلا دھلا کر اجلا سفید کفن پہنا کر خوشبو لگا کر باعزت طریقے سے لحد میں اس طرح دفن کرنا کہ مردے پر براہ راست مٹی

بہت سی جگہوں پر بعض بابوں کی نونو گز لمبی قبریں بنی ہوئی ہیں۔ کراچی کے ساحل پر 50 فٹی قبر بھی بنائی گئی ہے جس پر بے نظیر نے قومی خزانے سے 80 لاکھ روپے لگادیئے

بھی نہ پڑے' اس کی اس قدر تکریم کی جائے کہ نبی ﷺ کے ارشاد کے مطابق نہ اس کی ہڈی کو توڑا جائے۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ) نہ اسے کوئی اور معمولی تکلیف پہنچنے دی جائے۔ غرض اس کی عزت واحترام کا پورا خیال رکھا جائے تو بتایئے یہ کس قدر تکریم والا طریقہ ہے جو آسان اور سستا بھی ہے اور اس سے کوئی اور مسئلہ بھی کھڑا نہیں ہوتا۔ بس شرط صرف اتنی ہے کہ قبروں کو کچا رکھا جائے اور وہاں شرکیہ کاموں کے لئے کوئی دربار نہ بنائے جائیں۔

ایک ملاقات میں محترم بھائی مولانا مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

(بائیں) پختہ قبروں اور بڑے بڑے درباروں سے گھرا ہوا قبرستان (دائیں) غازی علم دین شہیدؒ کی وصیت کے باوجود ان کی قبر کو بھی نہ بخشا گیا

بتا رہے تھے کہ کسی نے کچی قبروں کی افادیت دیکھنی ہو تو وہ ذرا دیہاتوں میں جا کر دیکھے۔ وہاں لوگ زیادہ تر کچی قبریں بناتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے وہاں قبرستان بڑے مختصر رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے بچپن میں ہیلاں (گجرات) میں اپنے قریبی قصبوں میں اور گاؤں میں جتنے بڑے بڑے قبرستان دیکھے تھے آج 25,30 سال بعد بھی انہیں تقریباً اتنا ہی پاتے ہیں۔ یہ ہے کچی قبروں کا فائدہ حالانکہ آبادی بے شک کئی گنا بڑھ چکی ہو گی لیکن کچی قبروں کی وجہ سے قبرستان پھر بھی تقریباً اتنے کے اتنے ہی ہیں۔ اور پھر مردے کی عزت وتکریم بھی پوری طرح برقرار رہتی ہے۔ گویا افراط وتفریط کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ نہ تو ہندو دھرم کی طرح اپنے عزیز مردے کو خود اپنے ہاتھوں سے جلانا پڑتا ہے' نہ کچی قبروں کی وجہ سے قبرستان کوئی خاص بڑے ہوتے ہیں۔

10 محرم کو خاص طور پر قبرستان جانا اور وہاں قبریں پکی کرنا وغیرہ نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں

کچی قبریں گستاخی نہیں

آج سے کچھ عرصہ پہلے جب کتاب وسنت کے حاملین لوگوں کو بتاتے کہ بے شمار صحیح احادیث میں نبی ﷺ نے پکی قبریں بنانے سے منع کیا ہے تو انہیں اہلحدیث' وہابی اور بزرگوں کا گستاخ کہہ کر ان کا مذاق اڑایا جاتا۔ لیکن آج لوگوں میں پکی قبروں کے نقصان کا احساس عام ہو رہا ہے۔ آج کل کئی قبرستانوں میں یہ نوٹس لگا ہوتا ہے کہ یہاں پکی قبریں بنانا منع ہے۔ لیکن اس بات کا اطلاق بھی ابھی سب پر نہیں ہوتا۔ صاحب حیثیت لوگ گورکنوں کو دے دلا کر پکی قبریں بنوالیتے ہیں یا جن کو لوگ بڑا نیک اور ولی سمجھتے ہیں' اس کی بھی ہر صورت پکی قبر بلکہ دربار تک بنا دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں کچی قبر کے سلسلے میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ کوئی ولی ہو یا عام مسلمان سب کی قبریں کچی بنانے کا حکم ہے۔ جس طرح نماز میں سب امیر غریب' نیک بد ایک صف میں ہوتے ہیں' اسی طرح قبرستان میں بھی یہی حکم ہے۔ کسی کے نیک اور اعلیٰ درجات ہونے کا علم صرف اللہ کو ہے۔ جب انبیاءؑ اور صحابہؓ نے بھی اپنے لئے پکی قبر بنانے کی اجازت نہیں دی تو ہمیں ان سے آگے بڑھنے کی جرأت آخر کیوں؟ آخرت میں تو اس کا نقصان ہوگا ہی' دنیا میں بھی اب اس کا ہر طرح سے نقصان ہمارے سامنے ہے۔ لاہور کا سب سے بڑا قبرستان میانی صاحب ہے۔ یہاں بھی ہاؤس فل ہے۔ چنانچہ یہاں پکی قبر بنانا ابھی منع تو نہیں کیا گیا لیکن پکی قبر بنانے والوں سے 3000 روپے لئے جاتے ہیں۔ اور یہ فیس بھی صرف جگہ کی ہوتی ہے۔ باقی تعمیر' میٹیریل وغیرہ کے تمام اخراجات بھی لواحقین کو ہی برداشت کرنا ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں جب یہاں کی قبرستان کمیٹی کے ایک بزرگ رفیق صاحب سے ہماری ملاقات ہوئی اور ہم نے ان سے یہ فیس لینے کی وجہ پوچھی تو ان کا کہنا تھا کہ جب ہم یہ فیس نہیں

لیتے تھے تو قبرستان میں روزانہ 15 کے قریب پختہ قبریں بنتی تھیں۔ یہ فیس لینے سے تعداد کچھ کم ہوئی ہے اور اب روزانہ 5 کے قریب پختہ قبریں بنتی ہیں۔ لیکن سوال پھر وہی ہے کہ ایک قبرستان میں جب روزانہ بے شک پانچ ہی پختہ قبریں بن رہی ہوں تو مہینوں سالوں بعد قبرستان کی کیا کیفیت بنتی چلی جائے گی جبکہ اس کے ساتھ ساتھ کچی قبریں بھی کافی تعداد میں بن رہی ہوں گی۔ حیرانی کی بات ہے کہ ایک طرف تو ہم رونا روتے ہیں کہ مہنگائی نے غریبوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے اور اب تو غریب کے لئے کفن دفن کے اخراجات بھی اتنے زیادہ ہو گئے ہیں کہ مرنا بھی مہنگا پڑتا ہے لیکن اس سب کے باوجود قبریں پختہ کرنے سے نہ ہم شریعت کے حکم پر رکتے ہیں نہ ہی مہنگائی ہمیں روکتی ہے اور نہ ہی قبرستانوں کے وسیع سے وسیع تر ہونے کا ہمیں خدشہ نظر آتا ہے۔ جبکہ قل، چہلم وغیرہ کی ہندووانہ رسومات پر بھی بے پناہ اسراف کرتے ہیں۔ ان رسموں کا دینی فائدہ ہے نہ دنیوی بلکہ دینی و دنیوی ہر لحاظ سے نقصان ہی نقصان ہے۔ صحابہ کرامؓ کی حالت تو یہ تھی کہ اپنے کفن و دفن کو بھی انتہائی ممکن حد تک سادہ اور معمولی رکھتے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب فوت ہونے لگے تو انہوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بطور خاص کہا کہ جب میں مروں تو میرے پرانے کپڑے دھونا اور انہی کو میرا کفن بنا دینا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کو کہا۔ اللہ نے دیا اور احسان کیا۔ ہم آپ رضی اللہ عنہ کو نئے کپڑے کا کفن دینگے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ زندہ مردہ سے زیادہ محتاج ہے جو اپنی جان کی حفاظت کرتا ہے اور اسے ڈھانپتا ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد 3 ص 45)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک وسیع اسلامی مملکت کے عظیم سربراہ ہو کر بھی اپنے کفن دفن کو اتنا معمولی بنا رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبریں تو پہلے ہی کچی ہوتی تھیں لیکن آج کوئی ولی تو ولی، کوئی بھنگی اور میراثی ملنگ بھی مر جائے تو اس کا عالیشان دربار کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ اس پر لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر ولیوں کی قبروں کو ہر سال منوں عرق گلاب سے دھویا جاتا ہے۔ ان کو رنگا رنگ قمقموں اور فانوسوں سے سجایا جاتا ہے۔ زندہ آدمی اپنے گھر میں ایک بلب اور پنکھا چلانے کی سکت بھی نہیں رکھتا لیکن مردہ پیروں فقیروں کی قبریں کسی زندہ سیٹھ کے بنگلے سے بھی زیادہ پرشوکت ہوتی ہیں۔ علامہ اقبال نے سچ کہا تھا

مجھ کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا ہے بجلی کے چراغوں سے روشن

سعودی عرب کے بادشاہ عبدالعزیز آل سعود نے جب تمام پختہ قبروں کو کچا کیا اور بلند قبروں کو نبی ﷺ کی قبر کے مطابق ایک بالشت تک کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مختلف اولیاء کی قبروں پر جو شرکیہ امور سرانجام دیے جاتے تھے، ان کا قلع قمع کیا تو برصغیر کے قبر پرست طبقے نے بہت احتجاج اٹھایا اور شاہ عبدالعزیز تک بڑی سفارتیں پہنچائیں۔ اس پر شاہ عبدالعزیز نے بڑا تاریخی جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ

''اگر کسی ایک صحیح حدیث سے بھی قبروں کو پختہ کرنا ثابت ہو جائے تو میں ان قبروں کو سونے سے بنانے کو تیار ہوں۔''

قبر پرست طبقہ اس کا جواب تو آج تک نہ دے سکا لیکن برصغیر میں انہوں نے اپنی روش نہ چھوڑی۔ آپ ﷺ نے تو فرمایا کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی بھی جگہ کی طرف (ثواب کے لئے) سفر نہ کیا جائے (بخاری و مسلم) لیکن ہم پہلے پختہ قبریں اور دربار بناتے ہیں اور پھر ان کی زیارت اور ثواب کیلئے دور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں۔ قبریں پختہ کرنے اور اپنے ہر بزرگ کا دربار بنانے کا ہمیں کس قدر جنون ہے، اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ غازی علم دین شہید جو خود ایک موحد اور محبت رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے عظیم انسان تھے، ان کی وصیت تھی کہ میری قبر کو کچا رکھا جائے لیکن زبانی عشق رسول ﷺ کا دعویٰ کرنے والوں کو یہ بات کبھی گوارا نہ ہوئی۔ وہ یہ تو نہ کر سکے کہ غازی علم دین شہید کے راستے پر چلتے ہوئے نبی ﷺ کی تعلیمات پر چلتے۔ ملک میں آپ ﷺ کی تعلیمات کے برعکس چلنے والے نظام کے خاتمے کی کوشش کرتے۔ سود، شرک اور شریعت محمدی ﷺ کا مذاق اڑانے والے آج کے راج پالوں کی گوشمالی کرتے لیکن انہیں اپنے عشق رسول ﷺ کے اظہار کا کوئی طریقہ نظر آیا تو وہ صرف یہی کہ کسی طرح غازی علم دین شہید کی قبر بھی جو ابھی تک مجاوروں کی دسترس سے بچی ہوئی ہے، وہاں ایک عالیشان دربار بنا دیا جائے تاکہ اس دربار پر بیٹھنے والے گدی نشینوں اور مجاوروں کا کارخانہ زندگی چل پڑے۔ پہلے ان کی اور ان کے خاندان والوں کی سنگ مرمر سے پختہ قبریں بنائی گئیں اور پھر احاطہ بنا کر اندر ایک مسجد بھی بنا دی گئی۔ اب قبر پرست کی کوشش ہے کہ کسی طرح گنبد وغیرہ بنا کر اسے مستقل دربار میں بدل دیا جائے لیکن غازی علم دین شہید کے ورثاء گزشتہ 50 سال سے زائد عرصے سے اس کوشش کو ناکام بناتے آ رہے ہیں۔ غازی علم دین شہید کے بھتیجے جناب رفیق احمد، جناب رشید احمد اور ان کے بیٹے جناب انجینئر عبدالباسط صاحب جو اہلحدیث یوتھ فورس ٹیکسلا کیمپس کے صدر بھی رہے ہیں، مسلسل قانونی کارروائی کر کے قبر پرستوں کی یلغار سے اس قبر کو بچاتے آ رہے ہیں۔ جناب رفیق احمد نے اس قبر کو دربار بننے اور قبر پرستوں کے کاروبار کا ذریعہ بننے سے بچانے کے لئے قبرستان میانی صاحب میں غازی علم دین کی قبر پر باقاعدہ نوٹس لگایا ہوا ہے کہ کسی شخص کو یہاں بیٹھ کر غازی علم دین کے نام پر تعویذ وغیرہ دینے کی اجازت نہیں ہے۔ گزشتہ کئی حکومتوں کے وزراء اور گورنر وغیرہ نے بھی یہاں ایسا کرنے کی کوشش کی لیکن بحمد اللہ غازی علم دین کے ورثاء نے قانونی کارروائی کر کے ایسا نہ ہونے دیا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غازی علم دین کے ورثاء پر قبر پرستوں کا کس قدر دباؤ ہے جو وہاں دربار بنا کر غازی علم دین کی قبر پر اپنا کاروبار چلانا چاہتے ہیں۔ انہی نام نہاد قبر پرست مسلمانوں کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جن میں ہوں آسودہ، وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو
ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

قبر پرستی کا یہی وہ مرض تھا جس کے بارے میں نبی ﷺ اپنے مرض الموت تک سب سے زیادہ فکرمند رہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ پر جان کنی کا عالم طاری ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے چہرہ پر ایک چادر اوڑھی، جب دم گھٹتا، چادر کو ہٹا دیتے۔ اس حال میں آپ ﷺ نے فرمایا:

لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم

غازی علم دین شہید کی وصیت تھی کہ ان کی قبر کو کچا رکھا جائے لیکن قبر پرست طبقے نے ان کی قبر کو بھی نہ بخشا اور اب وہاں دربار بنانے کے درپے ہیں جسے ان کے خاندان والے قانونی کارروائی کر کے گزشتہ 53 سال سے بمشکل بچاتے آ رہے ہیں

دیہاتوں میں کچی قبروں کی وجہ سے قبرستان کم ہی بڑے ہوتے ہیں

ایک پکی قبر تین کچی قبروں کی جگہ گھیرتی ہے جبکہ قبرستانوں میں بڑے بڑے دربار الگ کھڑے ہیں جو 30 ہزار سے زائد ہو چکے ہیں چنانچہ سب قبرستانوں میں ہاؤس فل ہے اور نئی قبر کے لئے کہیں جگہ نہیں ملتی

مساجد ''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد (عبادت گاہ) بنالیا''۔

اس کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''اس کام سے آپ ﷺ امت کو ڈرا رہے تھے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی (آپ ﷺ کی قبر پر شرکیہ امور کا ڈر نہ ہوتا) تو آپ ﷺ کی قبر بھی کھلی ہوتی لیکن اس خوف سے کہ سجدہ نہ کیا جائے' بند رکھا گیا۔'' (بخاری و مسلم) آپ ﷺ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جہاں آپ ﷺ فوت ہوئے' وہیں دفن کر دیا گیا۔ یہ صرف نبی ﷺ کا خاصہ تھا کہ وہ جہاں فوت ہوئے' انہیں وہیں دفن کیا گیا۔ اور پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق اس خوف سے کہ آپ ﷺ کی قبر کو سجدہ نہ کیا جائے' اسے بند رکھا گیا۔ یہ اللہ کی طرف سے بندوبست تھا کہ آپ ﷺ کی قبر کے گرد حجرہ کی صورت میں چار دیواری پہلے سے موجود تھی۔ بعد میں غیر مسلموں کی سازشوں اور قبر نبوی ﷺ کو مٹانے کی کوشش کی وجہ سے اس چار دیواری کو مضبوط کیا جاتا رہا۔ تاہم آپ ﷺ کی قبر پر گنبد کی تعمیر 5 سو سال بعد کی گئی لیکن نبی ﷺ کی قبر اندر آج بھی کچی ہے اور وہاں کسی کو کوئی غیر شرعی رسم ادا نہیں کرنے دی جاتی نہ وہاں ہمارے درباروں کی طرح کوئی میلہ ٹھیلہ یا عرس لگتا ہے۔ یہ سب کچھ آپ ﷺ کی دعا کے مطابق ہے جس میں آپ ﷺ نے کہا تھا۔ ''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پرستش کی جائے۔ (مؤطا مالک) اور ایک حدیث میں مسلمانوں کو سختی سے ہدایت کی کہ ''میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ۔ (ابوداؤد) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے حبشہ کے ایک گرجا گھر کا ذکر کیا جو نہایت خوبصورت بنایا گیا تھا اور اس میں تصویریں بھی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ لوگ ایسے ہیں کہ جب کوئی نیک آدمی مرجاتا' اس کی قبر پر عبادت گاہ بناتے ہیں اور اس میں تصویریں بناتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ عزوجل کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں'' (بخاری و مسلم) گویا عیسائیوں نے دو فتنے جمع کیے۔ قبروں پر عبادت کے لئے تعمیرات کرنا' انہیں پختہ کرنا' اور صاحب قبر وغیرہ کی تصویریں لگانا۔

آج ہم اپنے ارد گرد کہیں بھی عیسائیوں کا قبرستان دیکھ لیں۔ انہوں نے بھی اپنی قبریں اسی طرح پختہ اور سنگ مرمر وغیرہ سے بنائی ہوتی ہیں۔ ہمارے اور ان کے قبرستان میں سوائے صلیب کے کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ وہ بھی قبروں پر جا کر اسی طرح چڑھاوے چڑھاتے اور عبادتیں کرتے ہیں' ہم بھی یہی کچھ کرتے ہیں۔ بلکہ ہم اپنی قبروں پر نمازیں بھی ادا کرتے ہیں اور دیگر وہ تمام عبادتیں جو مسجدوں میں ہوتی ہیں' وہ قبروں پر کرتے ہیں۔ گویا قبروں کو ہم نے بھی عبادت گاہوں اور مساجد میں تبدیل کر دیا ہے۔ قبرستان میانی صاحب میں راقم نے دیکھا کہ قبروں کے عین درمیان میں بڑی بڑی مسجدیں بنادی گئی ہیں۔ آپ ﷺ تو قبروں کو مسجدیں بنانے سے روکتے رہے یعنی وہاں نمازیں پڑھنے اور دیگر عبادات سرانجام دینے سے روکتے رہے لیکن ہم نے ان قبروں پر یہ سارے امور ادا کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ قبروں کو مساجد بنالیا' قبرستان کے اندر ہی مسجدیں بنالیں اور مسجدوں کے اندر قبریں بنالیں۔

آپ ﷺ تو کہتے رہے کہ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (ابوداؤد) یعنی گھروں میں نماز وغیرہ کا اہتمام کرو لیکن ہم گھروں اور مسجدوں کو چھوڑ کر یہ امور بھی اب قبرستانوں اور درباروں پر جا کر کرتے ہیں۔ اور ہر سال محرم کی 10 تاریخ کو بالخصوص یہ امور جا کر وہاں کرتے ہیں اور اس دن قبروں کو بھی خوب پختہ کر کے ان کی تجدید کرواتے ہیں۔ اور وہاں کھجور کی شاخیں' چادریں اور پھول' دالیں وغیرہ ڈالتے اور چراغاں کرتے ہیں۔ جبکہ 10 محرم کو خاص طور پر قبرستان جانا آپ ﷺ سے ثابت نہیں۔ اور نہ ہی یہ امور کرنا ثابت ہیں۔ بلکہ آپ ﷺ نے قبروں پر چراغ جلانے والوں پر بھی لعنت کی۔ (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ' نسائی)

سنت پر عمل نہ کرنے اور قبریں پکی کرنے کی وجہ سے ایک طرف تو قبرستان وسیع تر ہوتے جا رہے ہیں' دوسری طرف یہ شرک اور گمراہی کا مرکز بن جاتے ہیں

اسلاف کے فرامین

عوام الناس میں پھیلی ہوئی انہی جہالتوں کی مذمت کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں۔

''بڑی بدعتوں میں سے یہ بھی ہے کہ قبروں کے متعلق بہت سی باتیں از خود گھڑ لی ہیں اور قبروں کو میلے کی حیثیت دے دی ہے۔ (تفہیمات الٰہیہ ص 64 جلد 2)

قبر پرست طبقہ اپنے حنفی ہونے پر فخر کرتا ہے لیکن دیکھئے امام ابوحنیفہ بھی قبروں پر ان بدعات کے سخت خلاف ہیں۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قبر کسی قسم کی عمارت یا کمرہ یا قبہ وغیرہ بنانا مکروہ ہے کیونکہ حدیث جابر میں رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (در المختار ج 2 ص 237)

زیارۃ قبور کے اصل مقاصد

آیئے! اب دیکھتے ہیں' قبروں پر جانے کے اصل مقاصد کیا ہیں۔

بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ان کو قبرستان میں جا کر پڑھنے کے لئے دعا سکھلایا کرتے تھے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ

اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر' تم پر سلامتی ہو' ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے لئے بھی اور تمہارے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (مسلم)

ایک دعا کے الفاظ یہ منقول ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ قَوْمَ مُؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ يَرْحَمَ اللّٰهُ وَالْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاخِرِيْنَ نَسْئَالَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ اَللّٰهُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَاتَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ

ایماندار لوگوں پر سلام ہو۔ ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے۔ ہم اپنے اور تمہارے لئے اللہ پاک سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ تو ہم کو ان کے ثواب سے محروم نہ فرما اور ہمیں ان کے بعد فتنے میں مبتلا نہ کر۔

یعنی فوت شدہ لوگوں کے لئے قبر میں امن و سلامتی کی دعا کرنی ہے۔ اللہ کے ہاں ان کی اور اپنی مغفرت و عافیت اور رحمت کی دعا کرنی ہے۔ خود بھی عبرت پکڑنا ہے اور ان کے بعد ان کی بزرگی یا نیکی کی وجہ سے ان کے مزار وغیرہ بنا کر فتنے میں پڑنے سے پناہ طلب کرنی ہے یا ان کے برے اعمال یا مال وغیرہ کی وجہ سے اگر ان کے بعد کوئی فتنہ پیدا ہو تو اس سے اللہ کی پناہ مانگنی ہے۔ ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا۔ فزوروا القبور فانها تذکر

باقی صفحہ 37 پر

ذبح کا اسلامی طریقہ اور اس کی طبی حکمتیں

آج عید الاضحیٰ ہے۔ 10 ذی الحجہ کا دن اور صبح کوئی 8 بجے کا عمل ہے۔ جگہ جگہ جانور ذبح ہو رہے ہیں۔ سامنے بہت سے لوگ ایک بہت بڑے دائرے کی صورت میں جمع ہیں۔ آئیں، ہم بھی چلتے ہیں۔ ایک گائے کو ایک دو آدمیوں نے رسوں کے ذریعے جکڑ کر، لٹا کر قابو کر رکھا ہے۔ قصاب نے اپنا بایاں پاؤں گائے کی گردن پر رکھا ہے، اب وہ گائے کے سر پر کھڑا، ہوا میں چھری کو ایک دوسری چھری سے باہم رگڑ کر تیز کر رہا ہے اور بعد میں اسے ہوا میں لہرا رہا ہے۔ لیجئے! اس نے آناً فاناً شہ رگ کاٹی، ساتھ ہی اس کی گردن کو پیچھے کی طرف موڑ مروڑ کر جھٹکا دے کر اس کا منکا توڑا۔ اسی چھری کی نوک سے اس کی بقایا سامنے موجود نسیں (Ligaments) کاٹیں اور ساتھ ہی سامنے نظر آنے والے حرام مغز کی بتی (Spinal Cord) کو بھی مکمل طور پر کاٹ دیا۔ دماغ اور جسم کا جو رابطہ حرام مغز کی بتی کے ذریعہ بحال تھا، جس کے ذریعے سے جسم کے دور دراز حصوں (کھر، دم، سر وغیرہ) سے خون کی نجاست نے جسم سے نکل کر اسے اپنی آلودگیوں سے پاک کرنا تھا۔ وہ خون ابھی شہ رگ کے قریب قریب سے معمولی سا (کم وبیش نصف مقدار میں) خارج ہوا ہی تھا کہ بتی کاٹنے کے اس عمل کے ساتھ ہی گائے کے پورے بدن کو ایک جھٹکا سا لگا اور وہیں گائے ساکت ہو گئی۔ خون بھی زیادہ تر اندر ہی رہ گیا اور قصاب نے پچھلی کونچوں سے کھال کاٹ کر اُدھیڑنا شروع کر دی۔

(ا) اُسوۂ حسنہ

آیئے! دیکھیں اس سلسلے میں ہمیں پیارے نبی ﷺ سے کیا راہنمائی ملتی ہے؟

(i) دعائیں، نیت اور تکبیر پڑھنا

عن جابر بن عبد الله قال ذبح النبی ﷺ یوم الذبح کبشین أقرنین أملحین موجئین فلمّا وجههما قال: "إِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ عَلیٰ مِلَّةِ إِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ، إِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ وَعَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهٖ بِاسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَکْبَرُ" ثم ذبح (سنن ابوداود، کتاب الضحایا، باب مایستحب من الضحایا)

"سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قربانی کے دن یعنی عید الاضحیٰ کو دو سینگوں والے مینڈھے ذبح کئے جن میں سفیدی غالب تھی اور وہ خصی تھے۔ جب آپ ﷺ نے انہیں قبلہ رخ کیا تو یہ دعا پڑھی: میں اپنا چہرہ اس اللہ رب العزت کی

ڈاکٹر حافظ شفیق الرحمٰن کیلانی

طرف کرتا ہوں جس نے آسمان وزمین کو پیدا فرمایا، میں ملت ابراہیمی پر قائم ہوں اور مشرکین سے نہیں ہوں۔ میری نماز، قربانی، جینا، مرنا سب اللہ رب العٰلمین کے لئے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، میں اسی کا حکم دیا گیا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں، اللہ تعالیٰ تیرے نام سے، تیرے لئے محمد (ﷺ) کی اور ان کی امت کی طرف سے...... اللہ کے مبارک نام کے ساتھ اور اللہ بہت بڑا ہے۔ پھر آپ نے ذبح کیا"

(ii) (الف) احسان کے ساتھ راحت پہنچاتے ہوئے ذبح کرنا

عن رسول الله ﷺ قال: إن الله کتب الاحسان علی کل شیئ فإذا قتلتم فأحسنوا القِتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبحة. ولیحدّ احدکم شفرته ولیُرح ذبیحته (مسلم، نسائی، احمد، ابن ماجہ، عن ابی یعلی، شداد بن اوس)

"رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر

> قربانی کے جانور کو مسنون طریقے کے مطابق ہم خود ذبح کریں تو ہم قصائیوں کے خلاف شرع اور مضر صحت طریقوں سے بچ سکتے ہیں

احسان کا رویہ اختیار کرنا فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ جب تمہیں کسی کو (قصاص یا میدانِ جنگ وغیرہ میں بھی) قتل بھی کرنا ہو تو اسے بھی اچھی طرح سے (جلد از جلد) انجام دو اور اگر (جانور) ذبح کرنے لگو تو بھی اچھے انداز میں (چابک دستی سے) کرو اور چھری کو اچھی طرح تیز کر وا اور ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ"

اچھی طرح سے اور اچھے انداز میں، کا مطلب جلد از جلد اور چابک دستی سے ہی ہے جیسا کہ ذیل کی حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے:

(ب) چھریوں کو جانوروں سے چھپاؤ

عن عبد الله بن عمر قال أمر رسول الله بحد الشفار وأن تُواری عن البهائم وقال إذا ذبح أحدکم فلیُجْهِز (احمد، ابن ماجہ، کتاب الذبائح، باب إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح)

"نبی کریم ﷺ نے چھریوں کو تیز کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ اسے جانوروں سے چھپایا جائے اور کہا کہ جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو (چھری پھیرنے میں) جلدی کرو"

نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بکری کے سامنے چھری تیز کر رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو اسے جیتے جی ہی مار رہے ہو۔

(ج) کھال اتارنے میں جلد بازی نہ کریں

جانور کو ذبح ہو جانے، حتی الوسع تمام خون نکل جانے، طبعاً ٹھنڈا ہو کر بے حس وحرکت اور ساکت ہو جانے تک اس کی کھال اُتارنے میں جلد بازی نہ کی جائے جیسا کہ سیدنا عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے فرماتے ہیں: لا تعجلوا الأنفس ان تزهق "جانور کی روح نکالنے میں جلدی نہ کرو حتیٰ کہ خود نکل جائے" (سنن دارقطنی وإرواء الغلیل ۲۵۴۲)

ان تعلیماتِ نبوی ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ جانور کو پہلے کھلا پلا کر، خوش کر کے، آرام واطمینان سے اسے کسی بھی طرح سے دہشت زدہ، خوفزدہ کئے بغیر نرم زمین پر لٹایا جائے۔ چھری کو کسی اوٹ مثلاً دیوار یا کسی پردہ سے یک دم نکالا جائے اس سے پہلے جانور کی آنکھوں پر ترچھا کپڑا ڈال لیں۔

(iii) تقرب إلى الله

اگر سارے کامسنون طریقے پر کر لئے جائیں لیکن اسے کسی شرکیہ آستانے پر ذبح کر دیا جائے اور نیت ذبح لغیر اللہ کی ہو تو صرف اسی وجہ سے وہ حرام ہو جائے گا۔ جیسے قرآنِ کریم میں ہے

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْأَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ﴾ (المائدۃ:۳)

''تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا گیا اور جس پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مرا ہو اور جو کسی ضرب سے مر گیا ہو اور جو اونچی جگہ سے گر کر مرا ہو اور جو کسی کے سینگ مارنے سے مرا ہو اور جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو لیکن تم اسے ذبح کر ڈالو تو حرام نہیں اور جو آستانوں پر ذبح کیا گیا اور یہ بھی کہ قرعہ کے تیروں کے ذریعے فال گیری کرو، یہ سب بدترین گناہ ہیں''

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ذَكَّيْتُمْ ارشاد فرما کر اسے شرعی ذبح اور کھانے کے لئے حلال قرار دیا جبکہ آگے ذُبِحَ کا لفظ ارشاد فرما کر آگے مذکور شرکیہ عمل کی نجاست کی وجہ سے جانور ہی کو حرام قرار دے دیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ محض ذبح کر دینا حتیٰ کہ تکبیر بھی پڑھ دینا، اسے شرعی معنوں میں حلال نہیں کر دیتا جب تک کہ اس کا مقصود تقرب الی اللہ اور رضوان من اللہ حاصل کرنا نہ ہو۔

(۲) جدید طبی تحقیقات رشرعی بصائر

(i) شرعی ذبح کا سائنسی جائزہ ...... اچانک زخم:

جب بھی کوئی بھرپور جوانی والا (مُسِنَّة : دوندا) حلال جانور اس کیفیت کے ساتھ اچانک ذبح کیا جاتا ہے کہ اسے اس سے پہلے، دوران یا بعد میں خوفزدہ نہ کیا گیا ہو، خصوصاً ذبح کے بعد حرام مغز کی بتی نہ کاٹی گئی ہو۔

(الف) اس کا خون زیادہ آسانی اور تیزی سے بکثرت نکلتا ہے اور اکثر تقریباً سارا نکل آتا ہے اور دل کی دھڑکن کافی دیر تک تیز رہتی ہے۔

(ب) زخم لگتے ہی، خصوصاً خون کی مقدار جسم میں کم ہوتے ہی دل و دماغ کے باہمی ہنگامی رابطے ہوتے ہیں، دل دماغ کو حکم دیتا ہے کہ (حکماء کی زبان میں) ''اب 'قوتِ مدبرہ' کو جگاؤ، تمام اعصاب کو ہنگامی حالات کی خبر دے کر جان بچانے کے لئے جو ہو سکتا ہے کرو''۔ دماغ جواباً ایک طرف دل کے لئے تیز تیز دھڑکنا تجویز کرتا ہے تاکہ خون کو کم مقدار کے باوجود اسے جلدی جلدی پمپ کر کے جسم کے تمام حصوں تک پہنچا کر اس کے ذریعے آکسیجن (حیاتی گیس Life Gas) دل و دماغ کو پہنچائی جا سکے۔ دوسری طرف خودکار اعصابی نظام (Autonomous Nervous System) کو حکم ملتا ہے کہ وہ یہ خون جسم کے ہر ہر حصے تک جلدی جلدی پہنچانے اور گندا خون واپس لانے کے لئے متحرک و مستعد ہو جائے۔ اس سے بدن میں خون کی مقدار کم ہو جانے کے باوجود دھڑکن، نبض چلتی رہتی ہے، دورانِ خون تیز ہو جانے کی وجہ سے بلڈ پریشر کافی دیر تک اور کافی حد تک قائم رہتا ہے اور یکدم نہیں ختم ہو جاتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حتی الوسع تمام خون بدن کے کونے کونے سے نکل جانے تک دماغ اور خودکار اعصابی نظام کام کرتا رہتا ہے۔

(چنانچہ اڑتے ہوئے پرندے کو اگر گولی سے شکار کیا جائے اور پھر وہ زخمی اور زندہ حالت میں مل جائے تو تب بھی اسے ذبح کر دینا بہتر ہے تاکہ خون اچھی طرح نکل جائے۔)

یہ رحمدلانہ، آسان ترین اور بہترین طریقۂ موت ہے جو شرعی ذبیحہ والے جانور کو اسلام کی طرف سے رحمت للعالمین ﷺ کے بتائے ہوئے اسوۂ حسنہ کے مطابق تجویز ہوا ہے۔ اسی طریقہ میں موت کی تکلیف بھی سب سے کم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ تقریباً تقریباً اسی کیفیت سے جان آفرین کے سپرد کرنے (شہادت) پر شہید اللہ کی طرف سے بار بار ''کچھ مانگو'' کی پیشکش رحکم پر یہ جواب

باقاعدہ تکبیر پڑھ کر ذبح کئے جانے والے جانور کا ECG معائنہ بہتر تھا جبکہ بغیر تکبیر کئے جانور کا ECG بہت منتشر تھا

دیتا ہے کہ ''مجھے دوبارہ شہادت کی موت عطا فرما'' اور آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''واللہ! میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں شہید ہوں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں'' (صحیح بخاری، کتاب الایمان)

(ii) خون ...... مادّی (طبی) و شرعی حقائق

(الف) مینڈھے، بھیڑ میں کل خون اسکے زندہ وزن کا اوسطاً تقریباً بارہواں حصہ (8.01%) ہوتا ہے اور بیل میں اوسطاً تقریباً تیرھواں حصہ (7.71%) ہوتا ہے۔ (Blacks Veterinary Dictionary p. 93) مثلاً اگر کسی مینڈھے، بھیڑ کا زندہ وزن ۶۰ کلو ہے تو اس کے اندر تقریباً ۵ کلو تک خون ہوگا اور ۳۲۵ کلو وزنی گائے میں ۲۵ کلو تک خون ہوگا، وعلیٰ ہذا القیاس...... انسانی معدہ خون ہضم نہیں کر سکتا کیونکہ انسانی معدہ میں خون کی لحمیات (ہیموگلوبن وغیرہ) کو ہضم کرنے والے خامرے (Enzymes) نہیں پائے جاتے بلکہ خون پینے کی کوشش پر قولنج تک ہو سکتا ہے۔

(ب) خون جراثیم کی بڑھوتری کا بہترین ذریعہ (Growth & Culture Medium) ہے۔ لیبارٹریوں میں جب کسی مریض کی پیپ ٹسٹ کرتے ہیں تو اسے خون سے تیار کردہ ایک مرکب میں [illegible] دیتے ہیں۔ پیپ کے جراثیم ایک ہی دن میں کر [illegible] بڑھ جاتے ہیں۔ جب ان کی تعداد بہت ہی زیادہ ہو جا [illegible] کی نہ صرف شناخت آسان ہو جاتی ہے بلکہ ان [illegible] (Antibiotic) ڈال کر دیکھا بھی جا سکتا ہے کہ و [illegible] مرتے ہیں۔ اس طرح بیماری کے باعث کا پتہ لگنے [illegible] ساتھ (بلکہ اس سے پہلے ہی) علاج بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ اس عمل میں پتے کی بات یہ ہے کہ جراثیم خون پر ہی پھلتے پھولتے ہیں۔ اس لئے خون کا استعمال متعدد خطرات کا باعث ہو سکتا ہے۔ (طب نبویؐ اور جدید سائنس از ڈاکٹر خالد غزنوی: جلد۲، صفحہ ۴۷۹)

غالباً اسی لئے انسان کے لئے خون حرام ہے۔ قرآن کریم میں اس کی حرمت کے بارے میں کم از کم چار دفعہ ذکر ہوا ہے۔ ہر جگہ پہلے مردار بعد میں خون۔ مردار بھی غالباً اسی لئے حرام ٹھہرایا گیا ہے کہ اس کے اندر عموماً سارا خون رہ جاتا ہے۔ صاحب تیسیر القرآن مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''خون چونکہ حرام ہے، اس لئے موت کی ہر وہ صورت جس میں خون جسم سے نکل نہ سکے، وہ بدرجہ اولیٰ حرام ہوئی'' (سورۃ المائدۃ: ۳، حاشیہ ۱۳)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مردار اور جھٹکا اگر مکمل حرام ہے تو آدھا یا کم وبیش خون نکلنے دینا اور باقی اندر رہنے دینا نیم حرام ہونے کے زمرے میں آتا ہے۔

قرآنی لفظ ﴿ذکّیتم﴾ ''جسے تم مرنے سے پہلے ذبح کر لو'' میں ایک دلچسپ لغوی نکتہ ہے کہ ﴿ذَکَّیتم﴾ ذ ک ی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جانور کو اس طریقے سے ذبح کرنا کہ اس کی جان جلد از جلد اور بسہولت نکل جائے۔ اس میں جانور کی سہولت کا خیال رکھنا (مقاييس اللغة بحوالہ مترادفات القرآن از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی ص ۵۲۷)

دوبارہ واضح رہے کہ اس میں جلد از جلد کا تعلق چھری کی تیزی اور استعمال میں چابک دستی سے ہے۔ جیسا کہ پیچھے حدیث لا تَعجلوا الأنفس أن تزهق کی تشریح میں واضح کیا گیا ہے۔ نہ کہ منکا توڑ کر تکلیف در تکلیف اور نیم جھٹکا کرنے سے۔ جیسا کہ آگے بھی تفصیل آ رہی ہے۔

اس بارے میں حدیث میں الذكوة، أَذْكَيْهِمَا، فذكَّيْتُهُمَا (ذ ک ی، بمعنی ذبح کرنا) کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں: جیسا ألا إن الذكوة في الحلق واللَّبة ''ذبح حلق اور حنجرہ پر ہے'' (دار قطنی، عن ابی ہریرۃ رابن ماجہ عن محمد بن صفوان، کتاب الصید) ذبح کے لئے اس مادہ کا استعمال بڑا ذو معنی ہے۔

(ج) جب جانور کے جسم میں ابھی کافی جان باقی ہوتی ہے کہ اس کے حرام مغز کو کاٹ کر دل و دماغ کو صدمہ اور پورے جسم کو ایک جھٹکا لگا دیا جاتا ہے۔ اس سے جسم میں کیا ہلاکت آفرینیاں ہوتی

ہیں، ان میں سے بیشتر کا تعلق ہسٹامین، ایڈرینالین سے بڑھ کر Cerebro-Spinal Fluid (CSF) (دماغی نخاعی سیال) کے خارج ہونے سے ہے۔ یہی دماغی موت (Brain Death) ہے یعنی وہ حالات جن میں دماغ کے کلیدی اَجزا بالخصوص (Brain Stem) کام کرنا چھوڑ دیں۔ تعین موت کا یہی سب سے زیادہ بااعتماد اور جدید طریقہ ہے جبکہ سابقہ معیارِ تعین موت (سانس، نبض اور حرکت قلب وغیرہ کا بند ہوجانا) اب حتمی نہیں رہے"

(The Penguin Dictionary of Psychology, by Arthur S. Reber, Ed.1985, P. 101)

جب بھی مندرجہ بالا CSF خارج ہوتا ہے تو دماغی موت واقع ہوجاتی ہے۔ گردن مروڑنے سے، پھر منکا توڑنے سے، پھر CSF خارج ہونے سے سخت صدمات سے، ہسٹامین کا اخراج ہوتا ہے اور جھٹکے کے ساتھ دماغی موت کا پہلا مرحلہ واقع ہوجاتا ہے جبکہ حرام مغز کی بتی کاٹنے سے آخری جھٹکا اور دماغی موت مکمل ہوجاتی ہے۔

سائنسی پس منظر: سائنسی طور پر جب بھی کوئی شخص یا جانور کسی

گوشت کس حد تک متاثر بلکہ زہر آلود ہوجاتا ہے، اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب جنگل میں کوئی شخص کسی درندے کو دیکھ کر دہشت کا شکار ہوجاتا ہے تو اس عمل سے پیدا ہونے والی ہسٹامین کو وہ درندہ شیر وغیرہ، بہت دور ہی سے سونگھ کر جان لیتا ہے کہ قریب ہی ایسا کوئی شکار (حیوان یا انسان) موجود ہے جو میری موجودگی سے دہشت زدہ ہوگیا ہے۔ وہ ہسٹامین کی خوشبو کی سمت سفر کرتا ہوا شکار کو دبوچ لیتا ہے۔ حالانکہ ابتدا میں وہ شکار اس کے دائرۂ نگاہ میں نہیں ہوتا (طب نبوی: ص ۴۸۶، ۴۸۷)۔ اسلام نے ان تمام کیفیات کا احاطہ کردیا ہے، جن میں ہسٹامین پیدا ہوتی اور جسم کو متاثر کرتی ہے۔ وہ تمام حالات جن میں مجروح ہونے کے بعد ہسٹامین پیدا ہوتی ہے گوشت کو بدذائقہ، بدرنگ اور مضرِ صحت بنا دیتے ہیں۔

جانوروں میں چوٹ کھانے یا خاص طور پر کند آلے سے مجروح ہونے کے بعد ہسٹامین کی پیدائش کی وجہ سے بلڈ پریشر گر جاتا ہے۔ گوشت کا رنگ گہرا سرخ ہوجاتا ہے۔ قرآن مجید نے طبی

اگر جانور کو بری طرح خوف زدہ کرکے یا جھٹکا کرکے یا خون پوری طرح نکلنے سے پہلے فوری طور پر گردن کا منکا توڑ کر ذبح کیا جائے تو اس سے جانور کے جسم میں ہسٹامین نامی زہر پیدا ہوجاتا ہے

دہشت ناک منظر کو دیکھ کر خوف زدہ ہوجائے یا دل و دماغ کو کسی بھی طرح سے کوئی دہشت پہنچائی جائے، کوئی ضرب، چوٹ (پنجابی میں "گجھی سٹ") (Blunt Injury or Contused wound) لگائی جائے، صدمہ پہنچایا جائے تو ان صورتوں میں کم و بیش کیفیات یہ ہوتی ہیں کہ دہشت اور درد کے مارے اس کا خون خشک ہوجاتا ہے...... نبض کمزور اور سست پڑ جاتی ہے اور مدہوشی طاری ہوجاتی ہے، پتلیاں پھیل جاتی ہیں۔ (طب نبوی: خلاصہ ص ۴۸۵)

پھیپھڑوں، جگر، جلد میں موجود مادہ ہسٹامین فوراً خارج ہوکر خون میں شامل ہوجاتا ہے۔ اس زہریلے مادّے سے خون کی نالیوں کا قطر بڑھ جاتا ہے اور یہ پھیل جاتی ہیں (Vasodilation) جس سے خون کا دباؤ کم اور اخراجِ خون بہت ہی کم ہوجاتا ہے۔

(Blacks Veterinary Dictionary p 364, Geoffrey P. West, 12th Ed. ELBS London)

ہسٹامین، ہیموگلوبن میں موجود ایک کیمیائی مادہ ہے جو کم مقدار میں بھی عضلات (گوشت) اور خون کی نالیوں پر گوناگوں برے اثرات ڈالتا ہے (A Pocket Medical Dictionary, Lois Oaks, London, P 206)...... یہ ہسٹامین جسم کے رگ و ریشہ میں کس حد تک پیدا ہوتی ہے اور اس کی مہک (Smell) سے بدن کا

زبان میں (Blunt Injuries) میں، زخمی ہونے والے جانوروں کا گوشت حرام قرار دے کر اپنے ماننے والوں کے لئے بیماریوں سے بچاؤ کا ایک اہم منصوبہ پیش کیا ہے۔ حرام جانوروں کی فہرست میں ان کیفیات کو دیکھ کر ہم کو بہت پہلے ہی احساس ہوجانا چاہئے تھا کہ ان تمام حالات میں ایک ایسی قدر مشترک ہے جو اس طرح زخمی ہونے والے جانوروں کے گوشت کو کھانے والوں کے لئے مضر صحت بنا دیتی ہے۔ ان جانوروں کو انسانی استعمال کے لئے ناقابل (Unfit) قرار دینا اسلام کا ایک اہم احسان ہے جو ٹھوس سائنسی حقیقت پر مبنی ہے۔ (طب نبوی اور جدید سائنس از ڈاکٹر خالد غزنوی، خلاصہ ص ۴۸۷)

چھری پھیرنے کے فوراً بعد گردن موڑنے/مروڑنے کے اس صدمہ وانقطاع حرام مغز سے خون کا ایک زہر (ہسٹامین) پورے بدن میں پھیل جانے، خون کی نالیاں پھیلنے سے خون کا دباؤ کم ہوجانے اور دماغ کا باقی سارے بدن سے رابطہ ختم ہوجانے سے فوراً ہی جانور کے ساکت و صامت ہوجانے پر بیشتر خون بہت زہریلا ہوکر اندر ہی رہ جاتا ہے۔ متذکرہ بالا گائے کے قریباً ۲۵ کلو خون میں سے خارج ہوسکنے والے تقریباً ۲۰ کلو خون کی بجائے قریباً ۱۰ کلو ہی نکلتا ہے۔ باقی خون اور اس کا زہر پورے بدن کے گوشت

میں پھیل جاتا ہے۔ یہ گوشت شروع میں گہرا سرخ ہوتا ہے۔ موسم کے مطابق تین چار گھنٹوں میں سیاہی مائل ہوجاتا ہے، مخصوص بدبو دینے لگتا ہے، اچھی طرح گلتا ہے، نہ پورے طور پہ ہضم ہوتا ہے۔ پکاتے وقت عجیب قسم کی (خون جلنے کی) بدبو اور سڑانڈ بھی آتی ہے۔ یہ ساری سزا ﴿ذَكَّيْتُمْ﴾ کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے ہے۔

(iii) شرعی و روحانی حقائق/بصائر

ایک سائنسی تجربہ میں ایک جانور کا جھٹکا کیا گیا جبکہ دوسرے کو شرعی طریقہ سے ذبح کیا گیا (اور جانور کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کے حرام مغز کی بتی نہیں کاٹی گئی)

ساتھ ہی دونوں جانوروں کا خون لے کر اور ان دونوں نمونوں کا کیمیاوی تجزیہ کیا گیا۔ جھٹکے والے جانور کے معمولی بہنے والے خون میں کافی ہسٹامین (زہر) پائی گئی، نیز اس جانور کے بدن میں بھی کافی ہسٹامین والا خون پایا گیا جبکہ ذبیحہ والے جانور کا خون بہت زیادہ مقدار میں خارج ہوا جو کیمیاوی معائنہ میں تقریباً طبعی (نارمل) پایا گیا۔ جانور کے بدن میں برائے نام خون تھا جو کہ نارمل تھا۔

اسی طرح ایک دوسرے تجربے میں دو جانوروں کو ذبح کیا گیا ایک پر بسم الله، الله اکبر پڑھی گئی اور دوسرے پر نہیں پڑھی گئی۔ دونوں کے دل کا برقی معائنہ (ECG) ذبح کے وقت کیا گیا۔ تکبیر والے جانور کے دل کا معائنہ بتاتا تھا کہ وہ پوری شدومد کے ساتھ حرکت کرتا رہا جبکہ دوسرے جانور کا ریکارڈ بے انتہا منتشر انداز کا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی مخلوق جانور بھی ذبح کے وقت اللہ کا نام لئے جانے سے اطمینان سے جان دیتے ہیں کہ وہ اپنے خالق کے طے کردہ نظام کے مطابق جان دے رہے ہیں جبکہ اس کے برعکس ان کی موت بھی بہت دکھ اور کرب کی موت ہوتی ہے۔

(۳) مذبح منیٰ کا واقعہ

منیٰ (سعودی عرب) کا ذبیحہ خانہ پوری دنیا کا سب سے بڑا ذبیحہ خانہ ہے جس کا رقبہ پانچ لاکھ مربع فٹ ہے۔ (شہری لحاظ سے تقریباً ۱۴/۱ ایکڑ اور دیہی وزرعی لحاظ سے تقریباً ساڑھے گیارہ ایکڑ) جس میں روزانہ دو لاکھ مویشی ذبح کیا جاسکتے ہیں۔ ایک خبر کے مطابق "بارہ کروڑ ڈالر کی لاگت آنے والے اس ذبیحہ خانے میں دس ہزار کارکن کام کریں گے"۔ (روزنامہ "نوائے وقت" ۱۲/ مارچ ۲۰۰۰ء)

۱۹۹۰ء میں راقم کو اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ کی سعادت بخشی تو منیٰ میں قربانیوں کی صورتِ حال کے معائنہ کا موقع بھی عطا فرمایا۔ گروپ کے باقی تمام افراد (جو بیشتر اعزہ واقارب ہی تھے) نے راقم کو اس کی پیشہ ورانہ تعلیم و تجربہ کے پیش نظر گروپ کا متفقہ نمائندہ بنا کر مذبح منیٰ میں بھیجا۔ وہاں جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہاں بھی متعدد قصاب حضرات پاکستانی ہیں اور ان میں بھی ابتدا میں ذکر کی گئی تکلیف دہ عادات ہی پائی جاتی ہیں کہ اسی طرح ہی فوراً گردن کا

کر اور منکا (Ligaments of Atlanto-axial Joint) توڑ کر جانور کا خون پورا نکلنے سے کافی دیر پہلے ہی اسے ساکت کر دیتے ہیں جس سے پاک کرنے کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ اس کا اثر قربانی کی حلت وحرمت تک جا پہنچتا ہے۔

چنانچہ راقم نے وہیں بیٹھے بیٹھے تین چار اُوراق میں منصوبہ گوشت قربانی (Sacrificial Meat Project) کے منتظم اعلیٰ جناب صدر اسلامی ترقیاتی بنک جدہ کے نام انگریزی میں ایک خط لکھ کر اس تکلیف دہ صورت حال کو شرعی اور طبی بنیادوں پر واضح کر کے یہ تحریر ان کے مقامی دفتر میں وصول کرائی جس کا جواب بھی انہوں نے جلد ہی شکریہ ادا کرتے ہوئے بھیجا۔ جس میں بیان کیا کہ ''اس سلسلے میں آپ کی مشاہداتی رپورٹ ڈاکٹروں تک پہنچا دی جائے گی اور مجھے یقین ہے کہ وہ اس معاملے میں اس کے مطابق خیال رکھیں گے''۔

باوجود اس بات کے کہ وزارتِ حج، وزارتِ انصاف اور افتاء و دعوۃ کے علماء پر مشتمل کمیٹی اور ان کے ساتھ سعودی عرب کی جامعات میں شریعت کے کم وبیش سو (١٠٠) طلباء یہاں کے تین ذبیحہ خانوں میں ذبح کے عمل کی نگرانی کرنے اور اس سلسلے میں شریعت کے تمام اصول وقوانین پر عملدرآمد کی یقین دہانی مؤثر بنانے کے لئے پہلے ہی سے تعینات ہیں، اس بارے میں مطلوبہ اہتمام نہیں کیا جاتا۔ راقم الحروف اس امر پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ انہوں نے میری سفارشات کو نہ صرف سنجیدگی سے لیا بلکہ اس کے مطابق آئندہ توجہ کرنے کی یقین دہانی بھی اپنے باضابطہ خط میں کرائی جس کی اصل راقم کے پاس محفوظ ہے۔

اس امر کے نظر انداز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قربانی کو ذبح کرنے میں میں دو مختلف میدانوں کا معاملہ درپیش ہے۔ جب تک کوئی شخص شریعت کا ماہر اور خوفِ الٰہی رکھنے کے ساتھ ساتھ طب او رطب حیوانی کا ماہر نہ ہو، اسے یہ سمجھنے میں مشکل پیش آسکتی ہے کہ قصابوں کے کون کون سے داؤ پیچ ہیں۔ کس عمل میں وہ کس حد تک حق بجانب ہیں یا صرف پیشہ ورانہ مہارت کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ان کے کس کس لاشعوری عمل سے طبی وشرعی لحاظ سے قربانی کے جانور پر کیا کیا آفات بیت جاتی ہیں۔ اسی طرح قصاب حضرات اور ان کے نگران وٹرنری ڈاکٹروں کو بھی جب تک اللہ کا خوف نہ ہوگا، وہ یہ بات علماءِ شریعت سے آخر کیوں پوچھیں گے کہ اس اس عمل سے قربانی کا عمل شرعاً کیا غلط تو نہیں ہو جاتا؟

(۴) ذبح کرنے کے اسلامی طریقے کی اصل روح

(ا) ذبح کرنے والے کو بوقت ذبح دراصل اس جذبہ قربانی کو یاد کرنا چاہئے جو قربانی کے سارے فلسفہ میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنا سب کچھ حتیٰ کہ اپنی جان بھی اللہ کے راستے میں مسنون طریقہ کے مطابق لٹا دینے کا جذبہ ہی اس کی اصل روح ہے۔ جس کے بغیر قربانی ایک کارِ عبث ہے۔ اسی طرح جانور کو ذبح کرتے وقت اپنی موت کو بھی یاد کرنا چاہئے نیز یہ کہ یہ جانور بھی جاندار ہونے کے لحاظ سے بالکل ہماری طرح ہیں، اور تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ حیاتیاتی عوارض/مراحل ہماری طرح ان پر بھی بیتتے ہیں۔

اے اللہ! ہم تیرے بندے ہیں۔ ہمارا اور اس قربانی کے جانور کا مالک، خالق وربّ تو ہی ہے۔ تیرے ہی حکم پر تیری رضا جوئی کے لئے، تیرے راستے میں مسنون طریقہ سے اور تیرے نام سے اپنی عزیز چیز کی قربانی پیش کر رہے ہیں۔ (جہاد وقتال کا) وقت آنے پر ہم اپنی اور اپنے اہل خانہ کی بھی قربانی دینے کو تیار ہیں۔ اے رب! انہیں تو ہی قبول فرمانے والا اور ہمیں اجر وثواب سے نوازنے والا ہے۔

ہمارے قصاب بھائی جنہیں پیشہ ورانہ فرائض کے طور پر بہت زیادہ ذبیحے کرتے رہنا پڑتا ہے۔ مرغی ہو چاہے گائے اونٹ اگر وہ بھی

> **نبی ﷺ نے جانور کے سامنے چھری نکال کر تیز کرنے سے منع فرمایا**

اسی جذبے سے ذبح کرتے رہیں تو نہ صرف انہیں ہر درجہ ثواب ملتا رہے گا' تقرب اِلی اللہ حاصل ہوتا رہے گا بلکہ موت یاد رہنے کی وجہ سے بھی ان کا دل بہت نرم رہے گا اور انسانی معاملات میں شقاوت کے سے اَفعال سے بچنا ان کے لئے بہت ہی آسان ہو جائے گا:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلاَ طَائِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلاَّ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ﴾

''اور زمین میں کوئی چوپایہ نہیں اور کوئی پرندہ اپنے پروں سے نہیں اڑتا مگر یہ تمہارے جیسے ہی مخلوق (اُمتیں) ہیں'' (سورۃ الانعام: ٣٨)

یہ تو اللہ کی بے پایاں رحمت ہے کہ اس نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا اور ان حلال جانوروں کو ہمارے قبضہ وکنٹرول میں دے دیا ہے تاکہ ہم بحکم الٰہی / بوقتِ ضرورت مسنون طریقہ سے ذبح کر کے انہیں اپنی خوراک بنا سکیں اور ہم انہیں اپنی خوراک بناتے بھی رہتے ہیں۔ ایک دن تو بہرحال ہمیں بھی مرنا ہے ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ بلکہ بستر مرگ پر موت تو بہرحال اس سے زیادہ تکلیف دہ ہی ہوگی کیونکہ سب سے کم تکلیف والی موت انسان کے لئے میدانِ جنگ میں شہادت ہی کی موت ہے جب وہ اپنی عزیز جان کو اپنے خالق حقیقی کے حضور پیش کر دیتا ہے۔

(۵) چند اعتراضات اور ان کے جوابات

سوال: قصاب بھائیوں سے جب یہ پوچھا جاتا ہے کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ جی، اس طرح جانور جلدی ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اس سے تو جانور کو زیادہ رحمدلانہ طریقے سے ذبح کرنے کا تاثر ملتا ہے..... ان کی بات میں بڑا وزن معلوم ہوتا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ انہیں ہم عید قربان کے موقع پر اپنے جانور ذبح نہ کرنے دیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنی مخلوق سے رحم کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ وہ تو سگی ماں سے بھی زیادہ رحیم ہے۔ شروع میں بیان کردہ حدیث کے مطابق وَلْيُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهٗ وَلْيُرِحْ ذَبِیْحَتَهٗ ''چھری کو اچھی طرح تیز کرو اور ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ'' کے مطابق اصل رحم تو یہ ہے کہ جانور کو چابک دستی کے ساتھ، آناً فاناً، اچانک جرأت مندی کی کاٹ کے ساتھ (with a Single Bold Incision) ذبح کیا جائے۔ رہی بات ان کی منطق کی تو وہ محض لاعلمی میں یا عادتاً ایسا کرتے ہیں۔ اس کی ساری خرابیاں ہشامین کے حوالے سے پہلے واضح کی جا چکی ہیں۔ نیز یہ کہ بدن میں رکا ہوا یہ خون بھی گوشت کے بھاؤ بک جائے اور عید الاضحیٰ کے موقع پر کم وقت میں زیادہ جانور 'ذبح' کر کے زیادہ 'اچھی' دیہاڑی بنانے کا معاملہ بھی ہوتا ہے۔

قصاب حضرات (اور گجر بھائی) ہمارے معاشرے کی بڑی اہم برادری ہیں، ذبح کے بعد کھال اتارنے اور گوشت بنانے میں ان کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں جبکہ ہمارا دین ہم سے جانور کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ قربانی کے جانور کو ذبح خود ہی کرنا ہمارا اہم دینی فریضہ ہے۔ قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورہ کے سب سے کم الفاظ کے باوجود اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا حکم 'وَانْحَرْ' (قربانی کرو) موجود ہے۔ نبی ﷺ نے اس کی تعمیل میں ٦٢ سال کی کبر سنی میں بھی ٦٣ اونٹ خود اپنے دست مبارک سے ذبح کیے، بقایا ٣٧ کے نحر کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ کتنا بڑا اسلامی فریضہ ہے۔ 10/ذی الحجہ کو اللہ کے راستے میں قربانی کے جانور کا خون بہانے سے زیادہ ثواب کسی بھی اور کام کا نہیں ہے۔ بڑے بڑے دین دار لوگ اسے خالصتاً دنیا دارانہ، بے رحمانہ کام سمجھتے ہوئے یا عید کے کپڑوں کی شان وشوکت خراب ہونے کے اندیشے سے ذبح کرنے سے اجتناب کرتے رہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب یہ کام دینی ہدایات سے واقف اہل علم کی بجائے اَن پڑھ لوگوں کے ہاتھ میں چلا گیا ہے۔ راقم کا اپنا ایک چشم دید واقعہ ہے کہ لاہور کے مضافاتی ایک سلفی مدرسے کے زیر انتظام قصاب حضرات کافی انتظار کے بعد'

دوپہر کو آئے، ان کے انچارج صاحب ایک بنیان پہنے جس پر کارٹون سے بنے تھے، گلے میں لاکٹ لٹکائے، فلمی ہیرو کی شکل بنائے ہوئے نحر کرنے آگے بڑھے۔ ایک ساتھی نے اونٹ کی رسی سے اس کا سرتانے رکھا، اگلی دونوں ٹانگیں پہلے ہی باندھی ہوئی تھیں پھر انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، ایک ہی ہلے میں گردن کے آغاز درمیان اور اوپر تین زخم لگائے اور واپس آکر اپنے ساتھیوں کے ساتھ رقص کرنے لگے کہ میں نے اکیلے ہی اور ایک ہی ہلے میں اونٹ نحر کرلیا ہے...... قربانی ایسا دینی عمل صرف ایک دنیاوی تماشا بن کر رہ گیا ہے۔ پس اپنی قربانی کو حتیٰ الوسع خود ذبح کرنا چاہیے۔ لیکن مسنون طریقے کے مطابق۔

سوال: ذبیحہ کا معاملہ تو واقعی بہت اہم ہے۔ حلال اور صحت مند گوشت کی فراہمی شریعت کے علاوہ روزمرہ صحت انسانی کا مسئلہ بھی ہے۔ مگر ذبیحہ خانے میں ہم تو نہیں جاسکتے۔ یہ معاملہ ہم کیسے کنٹرول کریں۔ تکبیر کے ساتھ صحیح ذبیحہ حاصل کرنے کے لئے ہم یہ احتیاط کیسے کریں؟

جواب: اپنا دنیاوی و دینی اثر ورسوخ استعمال کریں۔ اچھے

گئی ہیں، وہ ہماری شریعت سے زیادہ سخت ہیں۔ کئی باتیں ایسی ہیں کہ جو ہم اپنے لئے مستحب اور افضل سمجھتے ہیں ان کیلیے وہ فرض تھیں۔ کرائی ہو، جان سکتے ہیں۔ ڈاکٹری میں نشتر پیچھے کی طرف نہیں چلایا جاتا۔

ماحصل:

i) تقرب الی اللہ کے جذبہ سے مسنون طریقے سے تکبیر پڑھتے ہوئے چھری پھیرنے کے فوراً بعد جانور کے طبعاً ٹھنڈا ہو جانے تک اس کی گردن موڑ مروڑ کر منکا ہرگز نہیں توڑنا چاہیے اور (چھری کی نوک وغیرہ سے) حرام مغز کی بتی ہرگز ہرگز نہیں کاٹنی چاہیے۔ اس کے لئے مینڈھے، بکرے، گائے کے طبعاً ٹھنڈا ہونے میں اندازاً ۲ سے ۵ منٹ تک صبر سے انتظار کرنا نہایت ضروری ہے۔

ii) انتظار کے ان چند منٹوں میں اپنی موت کو بھی یاد کرنا چاہیے۔ تقرب الی اللہ کے جذبہ کو خالص سے خالص تر اور لوجہ اللہ تازہ کرنا اور رکھنا چاہیے جیسا کہ مضمون کے چوتھے حصے (اصل روح) میں ذکر ہوا ہے۔

iii) جانور کے جسم سے حتی الوسع تمام خون نکل جانے' اس کے

گوشت حرام ہو جائے گا۔

(iii) جانور کے ذبح کے بعد معائنہ کرکے دیکھا جائے کہ وہ صحیح طریقے سے ذبح کیا گیا ہے۔ اس کی ٹانگ کے ساتھ ایک سرٹیفکیٹ بصورت ٹیگ لگایا جائے۔ جس پر عبرانی زبان میں ''کھانے کے لئے پاک کردیا گیا'' کے علاوہ ڈرائنگ کی شکل میں ایک مارکہ اور ذبح کرنے والا کا نام، تاریخ اور جگہ مرقوم ہوتی ہے...... ایسٹ اینڈ (لندن) میں وسیع کاروبار والے عبد اللہ نامی یہودی قصاب سے ایک مرتبہ مرغی خریدنے کا اتفاق ہوا تو اس کی ٹانگ کے ساتھ ذبیحہ کی درستی کے متعلق ذبح کرنے والے کی تصدیق کا ٹیگ منسلک تھا۔

(iv) ذبح کرنے کے بعد جانور کو نمک لگایا جائے تاکہ جانور کے جسم سے باقی کا بھی رہا سہا سارا خون باہر نکل آئے۔ (طب نبوی مذکورہ بالا باب: یہودیوں میں جانوروں کا ذبیحہ، خلاصہ صفحہ ۴۹۶)

ہمارے ہاں علماءِ کرام اوّل تو جانور خود ذبح ہی نہیں کرتے ہیں۔ قصاب پر ہی سارا معاملہ چھوڑ دیتے ہیں۔ دوم جو کرتے ہیں تو صحیح مقام اور صحیح انداز سے ذبح کرنے کے تربیت یافتہ نہیں ہوتے۔ چھری کے استعمال کے بارے میں بھی عوام میں انتہا پائی جاتی ہے، کبھی تو اتنی تیز ہوتی ہے کہ ایک ہی جھٹکے میں مرغی کی گردن تلوار کی طرح ساتھ ہی کاٹ کر پھینک دی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عید قربان کے موقع پر کند چھری سے ہی ذبح کرنا شروع کردیتے ہیں۔

راقم ایک دفعہ قریبی دکان سے مرغی کا گوشت لینے گیا، دوکاندار نے مرغی ذبح کرکے ڈرم میں پھینک دی، ڈرم میں کچھ دیر تک مرغی کے پھڑ پھڑانے/ پھڑکنے کی آواز نہ آئی تو راقم نے آگے ہو کر ڈرم میں جھانکا، اف میرے اللہ! وہاں یہ تکلیف دہ منظر دکھائی دیا کہ مرغی ڈرم میں کھڑی تھی، اس کی گردن سے قطرہ قطرہ خون نکل رہا تھا، اگر ڈرم نہ ہوتا تو وہ بھاگ جاتی، گویا کہ اسے مرغِ بسمل کی طرح صرف تکلیف سہنے کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ توجہ دلانے پر دکاندار نے مرغی کو ڈرم سے نکالا، دوبارہ چھری پھیری، تو وہ معصوم بے زبان جان دے سکی۔ اِنا للہ وانا الیہ راجعون!

چھری، چاقو اور نشتر ایک ہی سمت میں چلانے سے تکلیف کم ہونے کی حقیقت سرجن اور وہ مریض جنہوں نے کبھی جراحت صغیرہ

> **قصائی حضرات پوراخون اس لئے نہیں نکلنے دیتے کیونکہ اس طرح گوشت کا وزن زیادہ رہتا ہے لیکن ایسا گوشت مضر صحت ہوتا ہے**

ذہن کے وٹرنری ڈاکٹروں سے رابطہ رکھیں۔ ان کی تنظیم میں شامل ہوں یا انہیں کسی تنظیم میں انتظامی عہدے کی سطح پر شامل رکھیں۔ ان کے ذریعے صحیح مسنون شکل میں ذبیحہ کا گوشت استعمال کریں۔ گوشت کو بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کریں، یہ نیت کرتے ہوئے کہ ''اے اللہ تعالیٰ! اس کھائی جانے والی چیز مثلاً گوشت میں جو جو طبی آفات (جراثیمی، طفیلیاتی، مرضاتی، گردوغبار کی آلودگیاں یا کیمیاوی زہر، تابکاری وغیرہ) یا روحانی آفات (جیسے جادو، ذبح لغیر اللہ وغیرہ) پوشیدہ ہیں' تو ہی ان کو جاننے والا ہے، میں تیری ہی پناہ میں آتا/آتی ہوں۔ تو ہی مجھے ان سے محفوظ رکھ سکتا ہے اس لئے کہ کسی مخلوق کا علم ان سب کا اس انداز میں احاطہ کر ہی نہیں سکتا۔ تو مجھے ان سب سے محفوظ رکھ۔'' اور جو بات اپنے بس اور طاقت سے باہر ہے، اللہ تعالیٰ وہ معاف فرمائے گا، اس پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی ...... ان شاء اللہ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾

سوال: ہم مسلمانوں کے ذبیحہ کی مندرجہ بالا صورتحال تو واقعتا ہوش ربا ہے مگر قرآن کریم کے مطابق تو یہودیوں کا بھی ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے ﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ پھر آخر اس حد تک تفاوت کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ''یہودیوں کو سنت ابراہیمی کے مطابق جو تعلیمات دی

بے حس وحرکت ہو جانے سے جان مکمل طور پر نکل جانے (جسے پاؤں کی ٹھوکر یا جانور کے بدن کو جھنجھوڑنے سے چیک کیا جاسکتا ہے) کے بعد ہی کھال اُتارنا شروع کرنا چاہیے۔ اس عمل کے آخر میں گردن کو موڑا بلکہ الگ بھی کیا جائے گا...... یہی اس مضمون کی بڑی وجہ تالیف ہے۔

ہم سبھی کو چاہئے کہ ہم تقوی اور خوف الٰہی کو اپنا مستقل شعار بنائیں۔ اس خصوصی التزام کے ساتھ علمائے شریعت اور علمائے طب حیوانی اور صحت انسانی سے اس بارے میں خصوصاً رہنمائی اور مخلصانہ مشورہ ہمیں انتظار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُسوۂ حسنہ کے مطابق ذبح کا عمل انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

یعنی ان کو ملحوظ نہ رکھنے پر ان کا ذبیحہ حرام ہو جاتا تھا، مثلاً:

(i) ذبح کرنے والا شخص عالم دین ہو، اس نے ذبح کرنے کی باقاعدہ تربیت حاصل کی ہو۔ ایسے عالم کو وہ (Sohet) کہتے ہیں۔

(ii) ذبح کرنے والی چھری کی دھار اُسترے کی مانند تیز ہو، اس پر دندانے نہ ہوں۔ اتنی تیز ہو کہ ایک ہی مرتبہ ایک ہی سمت میں چلائی جائے (اور ذبح کا عمل مکمل ہو جائے)۔ اس عمل میں نہ تو زیادہ زور لگایا جائے اور نہ چھری کو بار بار چلایا جائے۔ اگر جانور کی رگیں ایک ہی حرکت (Only One Bold Incision) سے نہ کٹ سکیں تو

بقیہ آپ کے دینی مسائل

تعین کے ساتھ ثابت ہیں جن کی تفصیل کے لئے آپ راقم کی کتب ''باغیچہ جنت'' ''حصن المجاہد'' اور ''پریشانیوں سے نجات'' ملاحظہ کریں جن میں احادیث صحیحہ وحسنہ سے اذکار وادعیہ درج کئے گئے ہیں اور جن کی تعداد رسول کریم ﷺ نے مقرر فرمائی ہے' وہ بھی واضح کی گئی ہے اور جو مطلق طور پر دعائیں مذکور ہوئی ہیں' انہیں بغیر تعداد کے ہی تحریر کیا گیا ہے۔ وباللہ التوفیق

حقوق زوجین

محمد یوسف طیبی

خاوند کے حقوق

بارھواں حق ایک سے زیادہ شادیاں کرنا/ تعدد ازواج

اللہ تعالیٰ کمال علم اور حکمت والی ذات ہے۔ اسی نے اس انسان کو پیدا فرمایا اور وہ اس کی ابتداء وانجام سے بخوبی واقف ہے۔ اسی نے اس کی دنیاوی اور اخروی زندگی کی بہتری کے لئے قوانین وضع کئے۔ بعض دفعہ اپنی شریعت کی حکمتیں بیان کر دیتا ہے۔ یا کسی عالم پر خود ہی واضح ہو جاتی ہیں۔ اور کبھی اس کی شریعت کی حکمتیں واضح نہیں ہوتیں لیکن مؤمن پر ہر حال میں اطاعت واجب ہے۔ ایک سے زیادہ شادیاں یعنی تعدد ازواج بھی اللہ کی کمال حکمتوں کا ایک مظہر ہے اور ہر مومن مرد چار یاں شادیاں کر سکتا ہے اس کی کئی ایک دلیلیں ہیں۔

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔ ''فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنیٰ الا تعولوا (النساء۔3)

پس تم شادیاں کر و اپنی من پسند عورتوں سے دو دو سے تین تین سے اور چار چار سے اور اگر تمہیں یہ ڈر ہو کہ عدل نہ کر پاؤ گے تو ایک آزاد عورت سے شادی کر و یا اپنے ہاتھوں کی ملکیت لونڈیاں رکھو یہ زیادہ قریب ہے کہ تم ظلم نہ کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو سے بات شروع کی ہے اور ظلم کے خطرے کے پیش نظر ایک کی اجازت دی ہے۔ یعنی شادیوں میں تعدد اصل ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تعدد ازواج بہت عظیم مصلحت انسانیت ہے۔ جبکہ ظلم کرنا فساد ہے۔ لہذا اگر ظلم کا خطرہ ہو تو اتنی بڑی مصلحت کو چھوڑنا جائز ہے

سیدنا قیس بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں مسلمان ہوا تو میرے عقد میں آٹھ بیویاں تھیں تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اختر منھن اربعا'' کہ ان میں چار کو اختیار کر لو۔ (سنن ابی داؤد تحقیق الالبانی 422/2 حدیث نمبر 1941) (ارواء الغلیل 1885)

یعنی باقی چار کو طلاق دو' یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اس بات پر علماء امت کا اجماع ہے کہ مرد شادیاں ایک سے زیادہ کر سکتا ہے۔

عقلی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے تخلیقی اعتبار سے عورت کو مرد سے ناقص بنایا ہے۔ اس لئے کہ حکمرانی مرد کی ہے۔ اگر عورت بھی ویسی خصوصیت والی ہوتی تو محکوم کون ہوتا۔ پھر دونوں کے اعمال اور میدان الگ الگ ہیں۔ ایک کا کام جنگ وجدال میں شرکت کرنا سخت موسم میں محنت ومشقت کرنا جبکہ عورت کا کام گھر کی رکھوالی اور بچوں کی تربیت کرنا ہے۔ اس لئے عورت کو نسبتاً کمزور مگر شفقت ومحبت کی پیکر بنایا ہے۔ جبکہ خاوند نسبتاً مضبوط مگر رحم وکرم کا خوگر ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں عمومی تجزیہ کے مطابق ہیں۔ جبکہ کوئی خاص عورت کسی خاص مرد سے طاقتور ہو سکتی ہے۔ لیکن عموماً ایسا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ یہ تو پڑھتے رہتے ہیں کہ فلاں عورت پر زیادتی کی گئی لیکن آپ نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی عورت نے مرد سے زیادتی کی ہو۔

علامہ عطیہ محمد سالم کہتے ہیں۔ عورت کی ذمہ داریوں کے حساب سے ہم دیکھتے ہیں' عورت کے تخلیقی مسائل اس کی آدھی عمومی زندگی پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ہر ماہ میں ایک ہفتہ تقریباً ہر ماہ کا اور سال کے تین ماہ بنتے ہیں اور زچگی کے بعد تقریباً ایک ماہ یہ مبتلا رہتی ہے اور اگر زچگی سے ماقبل کی حالت کا ابتلا شمار کیا جائے یہ کل سال کا تین ماہ بنتا ہے۔ تو گویا آدھا سال یا آدھی زندگی اس کی ابتلاء میں گزرتی ہے۔ اس کے علاوہ بیماریاں اور پریشانیاں اضافی ہیں۔ پھر بچہ جننے کی عمر زیادہ سے زیادہ پچاس سال کی عمر ہے۔ تو اس سے آدھا دور ابتلاء نکال دیا جائے تو عورت کے پاس عمر صرف پچیس سال رہ جاتی ہے۔

جبکہ سو سال میں بھی اللہ تعالیٰ مرد کو اولاد عنایت فرما دیتا ہے۔ اس کے شواہد موجود ہیں تو ثابت ہوا کہ مرد چار شادیوں کے قابل ہے۔ جبکہ عورت ایک شادی کے قابل ہے۔ کیونکہ اس کے تعدد سے نسل کی تباہی لازم آتی ہے۔ البتہ اگر وہ سمجھتی ہو کہ خاوند اس کا حق دے نہیں سکتا تو اس کا حل عورتوں کے حقوق میں آئے گا۔ ان شاء اللہ

تعدد ازواج میں پنہاں حکمتیں۔ مصلحتیں

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کے احکام شرعیہ کی حکمتیں واضح ہو جاتی ہیں تو دل کو اضافی اطمینان ملتا ہے۔ لیکن اگر حکمت سمجھ میں نہ آئے تو عمل کرنا بہر حال واجب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے گیارہ شادیاں کیں غور کیا جائے تو ان شادیوں میں ذاتی کی بجائے اجتماعی مصلحتیں نظر آتی ہیں۔ حتی کہ آپ نے ایک دفعہ ام ہانی بنت ابی طالب کو بھی شادی کے لئے کہا تو وہ فرمانے لگیں کہ میں تو اب عمر رسیدہ ہو چکی ہوں۔ (صحیح مسلم)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی اپنی خواہشات کی سیرابی کی بجائے دوسروں کی بہتری مقصود ہوتی تھی۔ دیکھئے اس واقعہ میں آپ ایک بوڑھی ام ہانی کو ''ام المومنین'' کا تمغہ سجانے کے لئے شادی کی پیشکش کر رہے ہیں' نہ کہ ذاتی خواہش کے لئے۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچایا۔ لیکن عورتوں کو دین کے ایسے مسائل سمجھانے کیلئے جو عورت ہی سمجھا سکتی ہے آپ نے زیادہ شادیاں کیں۔ تاکہ دعاۃ الخیر میں اضافہ ہو اور مسلمانوں کی تربیتی ضرورت کو پورا کیا جا سکے۔ اسی طرح ام المومنین صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کی شادی سے تمام صحابہ کرام نے ان کے قبیلے کے غلام آزاد کر دیئے۔ ابوبکر صدیق کی بیٹی سے شادی کر کے باپ کو احسان مند بنایا اور خوش کیا۔ جبکہ زینب رضی اللہ عنہا سے شادی خود اللہ نے کر دی تاکہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی میں حرج باقی نہ رہے۔ (الاحزاب 37)

تعدد ازواج کے فوائد:

تعدد ازواج سے خاوند کو بہت فوائد حاصل ہوتے ہیں' جو پہلی شادی سے فوائد حاصل ہوتے ہیں دوسری تیسری سے تقریباً وہی فوائد دوگنا چار گنا ہو جاتے ہیں۔

کتنے ہی لوگ پہلی شادی میں اولاد سے محروم ہوتے ہیں مگر رشتہ دار اہل قبیلہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر دوسری شادی نہیں کرتے کروڑ پتی ہونے کے باوجود لاولد ہی مرجاتے ہیں کتنے ہی لوگ فقیر

ہیں مگر صاحب اولاد ہیں مگر جاھل ولاعلم ہیں تو بچوں کی صحیح تربیت نہیں کر پاتے لیکن دوسری طرف ارب پتی لوگ لاولد مرتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ لوگ چار شادیاں کریں تو پھر بھی بچوں کی صحیح تربیت کر سکتے ہیں اور معاشرہ میں نکھار آسکتا ہے۔

2۔ بسا اوقات خاوند ایک عورت پر صابر نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ ایک شادی والے کی بیوی کے دن ہوں تو خاوند کے بھی دن آجاتے ہیں۔''

تو اب دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تو وہ دوسری تیسری شادی کرے یا پھر خفیہ طریقے سے حرام کاری کا ارتکاب کرے۔

صالح وشریف لوگوں کے لئے تعدد تو اور بھی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ عورت تو بچے جنے گی۔ اگر وہ شریر مرد کے ہوئے تو معاشرہ بگڑے گا اور اس نیک وپارسا کے ہوئے تو معاشرہ سنورے گا۔ لہذا صالح اولاد میں اضافہ باعث برکت ہے۔

کافر کی چال ہے مسلمان کم پیدا ہوں اور کافر زیادہ اور یہی سوچ فرعون کی تھی تبھی وہ بنی اسرائیل کے بچے مرواتا تھا۔ آج اربوں روپیہ منصوبہ بندی کے نام پر خرچ کیا جاتا ہے اور نرسیں' دایا وغیرہ پیسہ کے لالچ میں کفر کی سازش کا حصہ بن چکی ہیں' ہر نارمل کیس کا آپریشن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تا کہ مسلمان کم ہوں جبکہ فرانس وغیرہ میں زیادہ بچے جننے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ ہر بچے کا وظیفہ مقرر ہوجاتا ہے' پانچ چھ بچے ہوجائیں تو والد کو کمانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ مسلمان کو چاہیے کہ اس سازش کو پاش پاش کرنے کیلئے زیادہ شادیاں کرے تا کہ جہاد کرنا آسان ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تزوجوا الولود الودود فانی مکاثر بکم الامم'' (سنن ابی داؤد دیکھئے الارواء 1784)

زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے کی صلاحیت رکھنے والی عورت سے شادی کرو۔ میں تمہاری کثرت کے ساتھ دوسری امت کا مقابلہ کروں گا۔

5۔ تعدد زواج ایک فطری تقاضا بھی ہے کہ جنگوں میں عموماً مرد کام آجاتے ہیں تو پھر معاشرے کے لئے تعدد کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں ہوتا۔ مسلمان عورتوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہی خیر ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تعدد کا حکم دیا ہے تو اسی میں خیر ہے۔ ذاتی وعارضی مصلحت کو قربان کرکے اجتماعی مصلحتوں کو ترجیح دینی چاہئے کیونکہ نئی بیوی پہلی کا حق نہیں لیتی بلکہ اپنا حق واپس لیتی ہے کہ اس سے پہلے وہ فائدہ اٹھا رہی تھی۔ اور تقدیر پر شاکر رہنا چاہئے۔

امریکہ جیسے معاشرہ میں کہ جہاں عورت کو آزادی کے نام پر ذلیل کردیا گیا مرد مردوں سے شادیاں کرنے لگ گئے۔ اور عورت روزی کی نوکری میں چلی گئی وہاں پر تعدد کو پسند کیا جاتا ہے۔ حافظ عبدالمنان صاحب بتا رہے تھے امریکہ میں ایک خطبہ جمعہ کے بعد ایک عورت نے خطیب صاحب کو پیغام بھیجا کہ میرے خاوند کے لئے رشتہ درکار ہے۔ اگر کوئی رشتہ ہو تو ہمیں بتایا جائے۔

نیویارک میں ہی ہمارے ایک ملنے والے کی چار بیویاں ہیں' وہ بھی انگریز عورتیں' ان کا وظیفہ بھی محدود سا ہے۔ بتاتے ہیں کہ سارا مہینہ کھاتا چلا تا رہتا ہوں مہینہ کے آخر میں اگر کچھ ڈالر بچ جائیں تو پوچھتا ہوں کہ کچھ اور حاجت ہے؟ تو اسی قدر پونجی سے اگر کوئی خدمت ہو سکے تو کر دیتا ہوں اس کے باوجود کبھی لڑائی نہیں ہوئی۔ اصل میں وہ خاوند جیسی نعمت کی قدر جانتی ہیں۔ اور وہ انہیں بہر صورت قبول ہے۔

اگر کوئی عورت بانجھ یا معذور ہوجائے تو خاوند کے پاس یہی راستہ ہے کہ یا تو طلاق دے دے اور وہ بیچاری والدین یا معاشرہ پر بوجھ بن کر ٹھوکریں کھاتی پھرے۔ یا پھر یہ کہ وہ اس کی خدمت بھی کرے اور دوسری شادی بھی کرے۔

تعدد کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ مرد کے مشاغل کم ہوجاتے ہیں۔ سب بیویاں اپنا گھر سنبھالتی ہیں اور خاوند چونکہ سب کے لئے برابر ہوتا ہے لہذا راتوں کو تقسیم کے بعد سارا دن دین ودنیا کے کام کرسکتا ہے۔

8۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر صاحب اولاد ماتھا تھامے کھڑا ہے۔ ابھی لڑکیاں جوان ہیں رشتہ نہیں ملتا۔ فلاں شہر میں اچھا رشتہ ملا تھا۔ گئے تو پتہ چلا کہ اس کی شادی ہوچکی ہے۔ اب اگر تعدد کو رواج دیا جائے تو کوئی حرج نہیں کہ اس کی دوسری تیسری شادی کردی جائے تو رشتہ نہ ملنے کی بہت بڑی آزمائش سے بچا جا سکتا ہے۔ یہ کام کہنا آسان اور کرنا قدرے مشکل ہے۔ لیکن یہ اللہ کی شریعت اور حالات کے تقاضے کے عین مطابق ہے۔ اور لڑکیوں کی شرح پیدائش بھی اسی طرف اشارہ کررہی ہے۔

اسلام میں بیوی کے حقوق

خاوند کو اللہ تعالیٰ نے حاکم بنایا ہے۔ اس کی حکومت ہے لہذا شریعت اسلامیہ نے اس کو زیادہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ وہ بیوی سے اتنا اچھا سلوک کرے کہ حقوق وفرائض کی وضاحت کی نوبت ہی نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

"وعاشروھن بالمعروف'' (النساء19)

کہ ان کے ساتھ حسن معاشرت کا برتاؤ کرو۔ غیر معروف مار دھاڑ والا سلوک نہ کرو اور فرمایا۔ ''ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف'' (البقرہ228)

کہ ان کے (قریب قریب) اتنے ہی حقوق ہیں کہ جتنے ان کے فرائض ہیں اور مردوں کو ان پر فضیلت حاصل ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اچھے مسلمان کی پہچان کے لئے معیار ہی اس بات کو بنایا کہ اس کا معاملہ بیوی کے ساتھ اچھا ہو فرمایا۔ خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی۔ (سنن ترمذی تحقیق الالبانی 245/3) تم میں اچھا وہ ہے جو اھل خانہ کے لئے اچھا ہو اور میں اپنے اہل خانہ کے لئے اچھا ہوں۔

آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر وصیت فرمائی اور کہا الا استوصوا بالنساء خیرا فانھن عوان عندکم لیس تملکون منھن شیئا الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ (سنن ترمذی تحقیق الالبانی 341/1 نمبر 929)

لوگو خبردار! میں تمہیں عورتوں سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں وہ صرف تمہارے پاس بندھی ہوئی ہیں۔ تمہاری ملکیتی غلام نہیں ہیں مگر یہ کہ وہ واضح فحاشی کا ارتکاب کریں۔

اسی خطبہ میں مزید فرمایا: فاتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموھن بأمانۃ اللہ۔ (صحیح مسلم 182/8)

اے لوگو! عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو تم ان کو اللہ کی امانت پر حاصل کرتے ہو۔

ایک مقام پر مثال دیتے ہوئے آپ نے سمجھایا کہ

استوصوا بالنساء خیرا فان المرأۃ خلقت من ضلع وان اعوج ما فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ او ترکتہ لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء (صحیح مسلم 58/10)

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی اور سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہوتی ہے۔ اگر تو اس کو سیدھا کرنے جائے گا تو توڑ بیٹھے گا اور اگر چھوڑے رکھے گا تو ٹیڑھی ہی رہے گی۔ بس عورتوں سے حسن سلوک کی وصیت کر۔

عموماً لڑکی کسی معاشرے اور حالات میں پرورش پاتی ہے' لڑکا دوسرے ڈھب سے بڑا ہوتا ہے۔ اب اس کے خاوند کی طبیعت کے سو فیصد موافق ہونا ممکن نہیں ہے۔ لہذا دونوں کو چاہئے کہ ایک دوسرے کے قریب ہونے کی کوشش کریں۔ بعض خاوند چاہتے ہیں کہ اس کی بیوی سو فیصد اس کی طبع کے موافق ہوجائے اور اس کا کوئی قول وفعل بھی اس کے خلاف طبع نہ ہو۔ یہ خلاف فطرت سوچ ہے کیونکہ خاوند کی سوچ ہمیشہ عالی معیار تو نہیں ہوتی۔ تو بیوی کا موافق ہونا کیسے ممکن ہے؟ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لایفرک مومن مؤمنۃ ان کرہ منہا خلقا رضی منہا آخر (مسلم شریف 58/10)

مومن مرد مومنہ عورت سے دل برداشتہ نہ ہو۔ اگر اس کو عورت کا ایک کام اچھا نہیں لگتا تو دوسرا کام اچھا بھی تو لگتا ہے۔ سبحان اللہ ماں باپ قربان ہوں صاحب شریعت پر کیسی کیسی گتھیاں سلجھا گئے۔ لیکن اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ بیوی کو خاوند کے بعض معاملات میں جان بوجھ کر مخالفت کرنے کی اجازت ہے۔ بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ عورت پوری تگ ودو کے باوجود سو فیصد خاوند کی

چاہت پر پورا نہیں اتر سکتی تو اس کو صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں بھی اپنی بیوی کے لئے زینت لگانے کو پسند کرتا ہوں' جیسا کہ مجھے بیوی کی سج دھج پسند ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے (ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف۔ حوالہ اور ترجمہ گزر چکا ہے

بیوی کا پہلا حق: حق زوجیت

خاوند پر جہاں دوسرے واجبات ہیں وہاں عورت کی نسوائی تشنگی کی سیرابی بھی اس پر فرض ہے۔ اور شادی کا یہی اہم فائدہ بھی ہے اور کائنات کے تسلسل کا حصہ بھی۔ یہ فطرت کا تقاضا بھی ہے اور باعث اجر وثواب بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ وفی بضع احدکم صدقة کہ تمہارا بیوی سے شب باشی کرنا بھی صدقہ ہے

سیدنا ابودرداء اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کو بھائی بھائی بنا دیا گیا ایک دن سیدنا سلمان ؓ اپنے بھائی کے گھر جاتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی سے الگ تھلگ ہے۔ بیوی بھی پراگندہ حال ہے۔ پوچھا تو ان کی بیوی نے بتایا کہ تیرے بھائی کو میری ضرورت نہیں ہے۔ دن کو روزہ رکھتا ہے رات کو قیام کرتا ہے۔ سیدنا سلمان ؓ بہت ناراض ہوئے۔ اور بھائی ابوالدرداء ؓ کا روزہ جبراً کھلوا دیا۔ اور جب رات ہوئی تو حکماً انہیں سلا دیا پھر رات کے آخری حصہ میں ان کو تہجد کے لئے جگایا اور فرمایا کہ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے تیرے رب کا بھی تجھ پہ حق ہے' تو ہر حقدار کو اس کا حق دو۔ پھر قصہ رسول اللہ ﷺ کے روبرو لایا گیا تو آپ نے فرمایا ''صدق سلمان '' کہ سلمان ؓ نے سچ کہا' (صحیح البخاری مع فتح الباری 246/4 حدیث نمبر 1968)

چونکہ عورت کا یہ حق انسانی فطرت کا تقاضا بھی ہے اس لئے شریعت اسلامی نے اس پر شد ومد سے زور نہیں دیا بلکہ اجازت کے انداز میں حکم دیا۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے۔ فاذا تطهرن فاتوهن من حیث امرکم الله۔ (البقر 222) کہ جب وہ پاک ہو جائیں تو تم ان کے پاس وہاں آؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے اس لئے علماء کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کیا یہ حق خاوند پر واجب ہے یا نہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ یہ حق خاوند کے ذمہ واجب ہے کیونکہ جب یہ حق عورت کے ذمہ واجب ہے تو خاوند کے ذمہ بھی واجب ہونا چاہئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔ ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف وللرجال علیهن درجة

ان کے حقوق ان کے فرائض کے مثل ہیں اور مردوں کو ان پر فضیلت حاصل ہے۔

لہذا یہ بہت بڑا ظلم ہے کہ خاوند شادی کر کے دنیا کی چند کوڑیوں کے لئے بیرون ملک چلا جائے اور عورت بیچاری معلق ہو کر رہ جائے۔ نہ تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے سے شادی کرے اور نہ ہی خود آئے۔ بلکہ اگر طلاق بھی اسے دے دیتا ہے کہ وہ بیرون ملک جانا چاہتا ہے تو یہ بھی زیادتی ہے۔ لیکن پہلی سے قدرے کم۔ بہر حال عورت کا حق ہے کہ اس کا خاوند اس کے پاس رہے۔

خاوند کے غائب رہنے کی مدت

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کتنی مدت تک خاوند غائب رہ سکتا ہے' سیدنا ابی بن کعب ؓ کے پاس یہ مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر چوتھے دن خاوند کا گھر آنا ضروری ہے (مصنف عبدالرزاق 87/7 125 صحح الالبانی الارواء الغلیل: 2016)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت نے شکایت کی کہ میرا خاوند حق ادا نہیں کرتا' انہوں نے خاوند سے پوچھا کہ ہر ماہ ایک بار حق ادا کرتے ہو اس نے کہا بلکہ اس سے بھی زیادہ' میں ہر طہر میں ایک بار آتا ہوں۔ تو سیدنا عمر نے فرمایا: اے عورت چلی جا یہ کافی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق 12590/7)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا۔ حتی کہ چھاؤنیوں کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ اب دور دراز کے مجاہد ان چھاؤنیوں میں رہتے تو سیدنا عمر بن خطاب ؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر چار ماہ بعد چھٹی ملے گی۔ ایک ماہ آنے اور دوسرا جانے کا تو گویا کل چھ ماہ تک خاوند عورت سے دور رہے گا۔

احکام الزواج لابن تیمیہ ص 220' التبیان فیما یحتاج الیه الزوجان: 48)

اسی کتاب میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی قاعدہ قائم کرنا مشکل ہے۔ بلکہ عورت کی طلب اور خاوند کی طاقت کو ملحوظ رکھ کر فیصلہ کیا جائے گا۔

اگر غور کیا جائے تو اللہ تعالی نے خاوند کے غائب ہونے کی مدت بھی چار ماہ ہی تصور کی ہے۔ قرآن حکیم میں ہے۔ وللذین یؤلون من نساءهم تربص اربعة اشهر...... (البقرة 226)

کہ وہ لوگ جو عورتوں سے بائیکاٹ کی قسم اٹھا لیتے ہیں۔ ان کے لئے چار ماہ کا انتظار ہے یعنی چار ماہ کے بعد یا رجوع کریں اور قسم کا کفارہ دیں یا پھر طلاق دے دیں۔ گویا اللہ تعالی نے چار ماہ سے زیادہ دوری کو قابل برداشت نہیں سمجھا۔ واللہ اعلم

جہاں تک مجاہدین کا تعلق ہے تو ان کی بیویاں اللہ تعالی کے لئے صبر کرتی ہیں۔ اللہ تعالی سے اجر وثواب لینے کے لئے لیکن اگر کوئی عورت فتنے میں پڑ جانے سے ڈرتی ہو تو اس کو بجا طور پر علیحدہ گی کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔

بقیہ قبرستان......

الموت پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو کہ اس سے موت یاد آتی ہے (مسلم) یہ ہیں قبروں پر جانے کے اصل مقاصد جو دیگر احادیث میں بھی بکثرت موجود ہیں۔ لیکن افسوس ہم یہ اصل مقصد چھوڑ کر کتنے ہی فتنوں میں پڑ گئے۔ کہیں سنگ مرمر سے مزین پختہ قبریں بنا رہے ہیں تو کہیں ان کے عالیشان دربار اور قبے کھڑے کر رکھے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف گمراہی کا شکار ہو رہے ہیں اور ساتھ ہی ان پکی قبروں اور بڑے بڑے درباروں کی وجہ سے نئے مردوں کو دفن کرنا بھی محال ہو گیا ہے۔ یہ درست ہے کہ اب بامر مجبوری بعض قبرستانوں میں پکی قبریں بنانے کی حوصلہ شکنی کی جانے لگی ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت خود اس معاملے کا نوٹس لے۔ جب تک بلا امتیاز تمام قبروں کو کچا نہیں کیا جائے گا اور تمام قبرستانوں پر یہ حکم نافذ نہیں کیا جائے گا جو عین شریعت کے مطابق بھی ہے' اس وقت تک لوگ مردے دفنانے کے لئے پریشان پھرتے رہیں گے' اور پھر قبر کی جگہ کے مسئلے پر بھی سائرہ بی بی کے واقعہ کی طرح کے افسوسناک تصادم اور لڑائی جھگڑے بڑھتے چلے جائیں گے۔ پکی قبروں کی وجہ سے جو بھیانک نتائج سامنے آ رہے ہیں یعنی شرک وگمراہی' جگہ کی کمی اور پھر اس وجہ سے فوتگی کے صدمے کے ساتھ باہمی جھگڑے کا مزید افسوسناک اضافہ اور پھر پیسے کا ضیاع خاص طور پر امیروں کی ریس میں غریبوں کے لئے ان غیر شرعی رسوم پر رقم کا حصول کس قدر مشکل ہوتا ہے' یہ سب لوگ جانتے ہیں تو ان تمام بھیانک نتائج سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم نبی ﷺ کے حکم کے مطابق چلیں۔ بلا امتیاز سب قبروں کو کچا رکھیں۔ اسی میں ہماری دنیا وآخرت کی بہتری ہے۔ کاش ہم یہ بات سمجھ جائیں۔

طیبہ فیبرکس ہول سیل ڈیلر
ہمارے ہاں موسم گرما اور سرما کے مردانہ کپڑوں کے لئے تشریف لائیں
نوٹ: سلفی بھائیوں کو سوٹ بھی مل سکتے ہیں
منجانب: محمد ایوب محمد بلال دکان نمبر 70 اوپر والی منزل' بالمقابل مدینہ مسجد پرانی کوتوالی چوک پاکستان کلاتھ مارکیٹ
لاہور فون نمبر 7640201 PP-7651160

البراق ماڈل سکول فار گرلز
35 اے گلشن راوی لاہور
طالبات کی تعلیم وتربیت کا مثالی ادارہ
الدعوۃ سسٹم آف سکولز کا جدید اور منفرد نصاب تعلیم
داخلہ جاری ہے
نزد رحمن سٹور عقب بجلی گھر فون نمبر۔ 7461099

آپ کے دینی مسائل

قرآن وسنت کی روشنی میں

مبشر احمد ربانی

نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کا طریقہ

س 3: اوقات نماز کے بارے میں قرآن و احادیث میں کیا احکامات ہیں اوّل اوقات کب اور کیسے معلوم ہو سکتے ہیں ظہر کی نماز کے لئے کچھ لوگ سایہ زوال شامل کرتے ہیں کچھ مغرب کی سمت میں پیدا ہونے والے سایہ ہی کو معیار سمجھتے ہیں اس صورت میں نماز کا وقت بہت پہلے ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید اور صحیح احادیث سے وضاحت فرمائیں۔؟

(ڈاکٹر عبدالتواب۔ ملتان 061-589089 گھر)

ج: اللہ تبارک وتعالیٰ نے نماز اپنے اپنے وقت میں فرض کی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً۔ بلاشبہ نماز مومنین پر وقت مقررہ میں فرض کی گئی ہے۔ (النساء:103)

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نماز کو اس کے مقرر کردہ وقت میں پڑھنے کی تاکید ہے اور اجمالی طور پر اوقات نماز کو اس آیت میں ذکر کر دیا گیا ہے اور قرآن حکیم میں دیگر مقامات پر اول و آخر وقت کی تعین کے بغیر اللہ تعالیٰ نے اوقات نماز کو بیان کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: وأقم الصلاۃ طرفی النھار وزلفا من اللیل (ھود 11:114) دن کے دونوں سروں میں نماز قائم کرو اور رات کی گھڑیوں میں بھی۔

اس آیت کریمہ میں ''طرفی النھار'' سے مراد صبح اور ظہر و عصر کی نماز اور ''زلفا من اللیل'' سے مغرب اور عشاء کی نماز مراد ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ۲/۲۷۱)

ایک مقام پر فرمایا ''اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشھوداً'' (بنی اسرائیل ۱۷:۷۸)

نماز قائم کریں سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی۔ یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہے۔ اس آیت میں ''لدلوک'' کے معنی زوال آفتاب اور ''غسق'' کے معنی تاریکی کے ہیں زوال آفتاب کے بعد ظہر و عصر کی نماز اور رات کی تاریکی تک سے مراد مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں اور ''قرآن الفجر'' سے مراد فجر کی نماز ہے۔ یہاں قرآن نماز کے معنی میں ہے اس کو قرآن سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ''فسبحن اللہ حین تمسون و حین تصبحون ० ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا و حین تظھرون'' (الروم ۳۰: ۱۷، ۱۸)

پس تم صبح و شام اللہ کی تسبیح کیا کرو آسمانوں اور زمین میں تعریف اسی کی ہے تیسرے پہر اور ظہر کے وقت بھی (اس کی پاکیزگی بیان کرو) اس آیت کریمہ میں بھی بعض مفسرین نے تسبیح سے مراد نماز لی ہے اور ''تمسون'' میں مغرب وعشاء ''تصبحون'' میں نماز فجر ''عشیا'' میں سہ پہر یعنی عصر اور ''تظھرون'' میں نماز ظہر مراد ہے (فتح القدیر)

ایک اور مقام پر فرمایا ''وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا ومن انائ اللیل فسبح و أطراف النھار لعلک ترضی'' (طہ ۲۰: ۱۳۰)

سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرو اور رات کے مختلف وقتوں میں بھی اور ان کے حصوں میں بھی تسبیح کرتے رہیں بہت ممکن ہے کہ آپ راضی ہو جائیں۔

اس آیت میں بھی بعض مفسرین نے تسبیح سے مراد نماز لی ہے طلوع شمس سے قبل فجر، غروب سے قبل عصر، رات کی گھڑیوں سے مراد مغرب وعشاء اور ''اطراف النھار'' سے مراد ظہر کی نماز لی ہے کیونکہ ظہر کا وقت نہار اول کا آخری طرف اور نہار آخر کا اول طرف ہے۔ مزید دیکھیں (مرعاۃ المفاتیح ۲/۲۸۴)

ان آیات بینات میں اجمالی طور پر اوقات صلوۃ کو بیان کر دیا گیا ہے جبکہ رسول مکرم ﷺ کی کئی ایک احادیث صحیحہ صریحہ میں پانچوں نمازوں کے اوقات کی ابتداء و انتہاء کو متعین کر دیا گیا ہے۔

فجر کی نماز کا وقت طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک ہے۔ ظہر کا وقت زوال شمس سے لے کر ہر چیز کا سایہ اس کی ایک مثل ہونے تک ہے اور عصر کا وقت مثل اول سے لے کر دو مثل تک اور مغرب غروب شمس سے لے کر شفق کے غائب ہونے تک ہے اور عشاء شفق کے غائب ہونے سے لے کر نصف رات تک ہے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وقت الظھر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ مالم یحضر العصر، ووقت العصر مالم تصفر الشمس ووقت صلاۃ المغرب مالم یغب الشفق ووقت صلاۃ العشاء الی نصف اللیل الأوسط، ووقت صلاۃ الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس فاذا طلعت الشمس فأمسک عن الصلاۃ فانھا تطلع بین قرنی الشیطن (رواہ مسلم ۱/۲۲۳ ۶۱۲ بحوالہ مشکوۃ المصابیح ۵۸۱)

ظہر کا وقت زوال شمس سے (اس وقت تک ہوگا) جب ایک آدمی کا سایہ اس کی مثل ہو جائے اور عصر کی نماز کا وقت نہ ہو اور عصر کا (آخری) وقت جب تک سورج زرد نہ ہو جائے اور مغرب کی نماز کا وقت جب تک سرخی غائب نہ ہو اور عشاء کا وقت رات کے درمیانی نصف تک اور صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہے جب آفتاب نکلنا شروع ہو جائے تو نماز سے رک جا کیونکہ وہ شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ ''ان للصلاۃ اولاً وآخراً و ان اول وقت صلاۃ الظھر حین تزول الشمس وآخر وقتھا حین یدخل وقت العصر وان اول وقت صلاۃ العصر حین یدخل وقتھا وان آخر وقتھا حین تصفر الشمس وان اول وقت المغرب حین تغرب الشمس وان آخر وقتھا حین یغیب الافق وان اول وقت

العشاء الآخرة حين يغيب الأفق وان آخر وقتها حين ينتصف الليل وان اول وقت الفجر حين يطلع الفجر وان آخر وقتها حين تطلع الشمس (صحيح الترمذی ابواب الصلاة باب مواقیت الصلاة)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ہر نماز کے لئے ایک ابتدائی وقت ہے اور ایک انتہائی وقت ہے۔ نماز ظہر کا ابتدائی وقت جب سورج ڈھل جائے اور آخری وقت جب نماز عصر کا وقت شروع ہو۔ نماز عصر کا ابتدائی وقت وہی ہے جب یہ وقت شروع ہو جائے اور آخری وقت جب سورج (دھوپ) زرد ہو جائے۔

مغرب کا ابتدائی وقت جب سورج غروب ہو جائے اور آخری وقت جب شفق غائب ہو جائے۔ عشاء کا ابتدائی وقت جب شفق غائب ہو جائے اور آخری وقت جب آدھی رات گزر جائے۔ فجر کا ابتدائی وقت جب فجر طلوع ہو جائے اور آخری وقت جب سورج طلوع ہو جائے۔ اس کے علاوہ بھی کئی ایک احادیث صحیحہ صریحہ موجود ہیں جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فجر کا اول وقت فجر صادق کے طلوع ہونے سے لے کر سورج طلوع ہونے تک ہے اور ظہر کا اول وقت سورج ڈھلنے سے لے کر جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو جائے اور عصر کا اول وقت ایک مثل سے لے کر دو مثل تک ہے جب سورج زرد پڑ جاتا ہے اور مغرب کا اول وقت سورج غروب ہونے سے لے کر شفق یعنی شام کی سرخی غائب ہونے تک ہے اور عشاء کا اول وقت سرخی کے غائب ہونے سے لے کر آدھی رات تک ہے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ ظہر کی نماز کے لئے مثل اول کی پہچان کا طریقہ کہ اس میں زوال کا سایہ شامل ہے یا اسے منہا کیا جائے گا۔ تو اس کے بارے امام ابن حزم رحمتہ اللہ فرماتے ہیں ''جب آفتاب ڈھلنا شروع ہو جائے تو نماز ظہر کا اول وقت شروع ہو جاتا ہے قبل ازیں نماز ظہر کی ابتداء بالکل جائز نہیں نہ ہی وہ نماز کفایت کرتی ہے۔ پھر نماز ظہر کا وقت ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے تک باقی رہتا ہے اس میں وہ اصلی سایہ شمار نہ ہوگا جو زوال آفتاب کے وقت اس چیز کا تھا البتہ اس سے جو زیادہ ہوگا وہ شمار ہوگا'' (المحلی لابن حزم اردو ۲/۳۴۶)

مولانا اسماعیل سلفیؒ فرماتے ہیں ''سورج بعض علاقوں میں سیدھا سر کے اوپر سے گزرتا ہے اور بعض علاقوں میں خم کھا کر گزرتا ہے اور موسم کے لحاظ سے بھی اس کی رفتار میں یہ فرق ظاہر ہوتا ہے۔ گرمی میں وہ سر کے قریب سے گزرتا ہے اور سردیوں میں ایک طرف زیادہ خم کھا کر گزرتا ہے۔ ان دونوں موسموں میں سایہ کا حساب الگ الگ ہوتا ہے۔ جن ممالک سے سورج خم کے بغیر گزرتا ہے وہاں دوپہر کے وقت جب سورج سر پر ہو تو ہر چیز کا سایہ اس کے قدموں میں ہوتا ہے۔ ظاہر نہیں ہوتا اسی طرح گرمی کے موسم میں چونکہ سورج سر کے قریب ہوتا ہے اس لئے سایہ کم ہوتا ہے کیونکہ سورج کی رفتار میں خم اور انحراف کی وجہ سے کچھ نہ کچھ سایہ عین دوپہر کے وقت بھی ہوتا ہے۔ سردیوں میں جیسے جیسے خم بڑھتا ہے سایہ بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے اسے سایہ اصلی کہا جاتا ہے زوال کے بعد اس میں اور اضافہ ہوتا ہے اس لئے مثل کا حساب کرنے کے وقت یہ سایہ منہا کر دیا جائے گا اسے علیحدہ کرنے کے بعد جو سایہ ہوگا مثل یا دو مثل اسی سے شمار ہوگا۔ (حاشیہ مشکوۃ المصابیح ۱/۴۱۴-۴۱۵)

زوال کا سایہ مثل میں شمار نہیں ہوگا یہی بات امام ابن تیمیہ کے فتاوی ۲۲/۷۴ فقہ حنفی کی کتاب ''الھدایۃ'' ۱/۴۰ فقہ شافی کی المجموع ۳/۸۱ فقہ حنبلی کی الروض المربع ۱/۴۲ وغیرہ میں موجود ہے الغرض یہ بات اتفاقی ہے کہ زوال کا سایہ نکال کر مثل کی پیمائش ہوگی۔

مثل معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کھلی اور ہموار زمین میں زوال سے پہلے ایک لکڑی گاڑ دی جائے اس لکڑی کا سایہ آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو جائے گا یہاں تک کہ زوال کے وقت کم سے کم رہ جائے گا۔ اس سائے کو ناپ لیا جائے جب یہ سایہ بڑھنا شروع ہو تو وہ اس بات کی علامت ہوگا کہ زوال ہو گیا۔ پھر جب یہ سایہ اس قدر بڑھ جائے کہ لکڑی کے برابر ہو جائے (زوال کے وقت لکڑی کا اپنا سایہ اس سے وضع کرنے کے بعد) تو ایک مثل وقت ہو جائے گا اور جب دوگنا ہو جائے تو دو مثل ہو جائے گا۔

(فقہ السنتہ للشیخ عاصم حداد ۱/۱۱۵) ایک طریقہ یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ دوپہر کے وقت سے پہلے ایک یا دو بالشت زمین کی سطح ہموار کر کے اس پر شمالاً جنوباً ایک سیدھا خط کھینچ دیا جائے۔ قطب نما سے اس خط کی راہنمائی لی جا سکتی ہے۔ پھر اس خط کے جنوبی نقطہ پر ایک سیدھی سی لکڑی گاڑ دیں چونکہ دوپہر سے پہلے کا وقت ہوگا اس لکڑی کا سایہ عین اس خط پر نہیں ہوگا بلکہ اس سے قدرے مغرب کی جانب مائل ہوگا پھر آہستہ آہستہ سایہ اس خط پر آنا شروع ہو جائے گا حتیٰ کہ بالکل اسی خط پر منطبق ہو جائے گا اس وقت اس سایہ کے انتہاء پر نشان لگا دیں اور اس سایہ کو کسی اور لکڑی سے ماپ لیں اور یہ پیمانہ محفوظ کر لیں یہ وقت عین دوپہر کا ہوگا اس کے بعد وہ سایہ مشرق کی طرف مائل ہونے لگے گا یہ ظہر کا اول وقت ہوگا پھر اس کے بعد جب سایہ بڑھتا جائے گا تو جس لکڑی کے ساتھ اصل سائے کی پیمائش کی تھی اس کے ساتھ اس کے اصل سائے کے نشان سے آگے ایک مثل جب سایہ ہو جائے گا تو وہ ظہر کا آخری وقت ہوگا اور عصر کا اول وقت۔

یہ طریقہ مثل معلوم کرنے کا ہے اس کے لئے کچھ وقت نکال کر آپ تجربہ کریں اور شمسی مہینہ کے حساب سے ہر ماہ اگر آپ تجربہ کرتے رہیں گے تو آپ کے پاس ایک سالانہ جنتری مرتب ہو جائے گی۔ عصر حاضر میں تو محکمہ موسمیات کی جانب سے بھی کافی سہولت ہے اور مرتب شدہ جنتریاں بھی مل سکتی ہیں جن میں ٹائم کی صحیح نشاندہی کی ہوتی ہے۔ اگر اطمینان نہ ہو تو آدمی خود تجربہ کر کے مثل اول و مثل ثانی معلوم کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم

وظائف کی تعداد مقرر کرنے کا حکم

س: وظائف کرنا مثلاً 100 دفعہ درود شریف پڑھنا' یا مقسط 700 مرتبہ پڑھنا' بتایئے ان وظائف یا ان کے علاوہ کے لئے تعداد خود نبی مکرم ﷺ نے مقرر کی ہے یا کسی اور نے جیسے 72 مرتبہ سورہ یاسین پڑھنا وغیرہ؟ (ذوالفقار احمد۔ راہوالی)

جواب:۔ کتب احادیث میں کچھ وظائف ایسے ہیں جن کی تعداد مقرر ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کی تعداد رسول کریم ﷺ نے مقرر نہیں کی۔ 100 مرتبہ درود شریف کے متعلق کوئی صحیح حدیث مجھے معلوم نہیں۔ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ نے ''پیارے رسول ﷺ کی پیاری دعائیں'' ص:45 میں سو بار درود شریف پڑھنے کی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح اور مغرب کی نمازوں کے بعد کلام کرنے سے پہلے سو بار درود پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی سو ضرورتیں پوری فرماتا ہے۔ تیس دنیا میں اور ستر آخرت میں۔ لیکن یہ روایت موضوع ہے اس کو احمد بن موسی نے روایت کیا ہے جیسا کہ امام ابن القیم نے ''جلاء الافہام'' فصل الموطن الثالث والثلاثون من مواطن الصلوۃ علیہ (ص:245 رقم (298) میں باسند ذکر کیا ہے اور اسی طرح علامہ سخاوی نے ''القول البدیع'' ص: 174 میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند پر ضعف کا حکم بھی لگایا ہے۔

امام حاکم' احمد بن موسیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں ''یہ روایات گھڑتا تھا اور اسانید کو متون سے ملا دیتا تھا'' حمزہ السہمی فرماتے ہیں ''اس نے مجاہیل مشائخ سے منکر روایات بیان کی ہیں جن کو کسی دوسرے نے بیان نہیں کیا۔ اس لئے محدثین نے اسے کذاب کہا ہے (میزان الاعتدال 159/1 المغنی فی الضعفاء 96/1 لسان المیزان 235/1 تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ 31/1) امام ذہبی فرماتے ہیں ''احد الوضاعین'' روایات گھڑنے والوں میں سے ایک ہے۔ (دیوان الضعفاء والمتروکین (110) ص:10)

اور اس کے دیگر رواۃ بھی مجاہیل قسم کے ہیں علم رجال کی معروف کتب میں ان کا ذکر نہیں ملتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت موضوع و من گھڑت ہے۔

حافظ ابن مندہ نے اس روایت کو ایک اور سند سے بھی بیان کیا ہے جسے امام ابن القیم نے جلاء الافہام ص 242 رقم (300) میں ذکر کیا ہے۔ اس میں فجر اور مغرب کی نماز کی قید نہیں بلکہ مطلق طور پر دن میں 100 بار پڑھنے کا ذکر ہے۔ امام ابن القیم

اور علامہ سخاوی نے ''القول البدیع'' ص: 128 میں لکھا کہ حافظ ابو موسیٰ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور دونوں بزرگوں نے اس کی تحسین نقل کر کے سکوت کیا ہے۔ حالانکہ یہ روایت بھی من گھڑت ہے۔ حافظ ابو موسیٰ بذات خود وضاع اور روایت گھڑنے والا ہے۔ اس کی تحسین کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

اس کی سند میں عباس بن بکار الضبی ہے جس کے بارے میں امام دار قطنی فرماتے ہیں: کذاب (المغنی فی الضعفاء 519/1 الضعفاء والمتروکین للدار قطنی 138/424)

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں ''ضعیف'' ہے (مجمع الزوائد 140/10)

امام عقیلی فرماتے ہیں ''الغالب علی حدیثه الوهم والمناکیر'' اس کی اکثر روایات میں وہم اور نکارت ہے (الضعفاء الکبیر 363/3)

امام ابن حبان فرماتے ہیں: لایجوز الاحتجاج به بحال ولاکتابة حدیثه الا علی سبیل الاعتبار للخواص (المجروحین 190/2) اس سے کسی حال میں بھی حجت پکڑنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کی روایت کو لکھنا جائز ہے سوائے خواص کے لئے 'اعتبار کے سبیل پر۔ امام ابن عدی اسے منکر الحدیث قرار دیتے ہیں (الکامل 1665/5)

اس طرح اس کا استاد ابو بکر الھذلی جو اس کا ماموں بھی ہے' قابل حجت نہیں اور باتفاق محدثین متروک ہے۔ امام یحییٰ بن سعید' امام یحییٰ بن معین' امام ابوزرعہ رازی' امام ابوحاتم رازی' امام نسائی' امام جوزجانی' امام یعقوب بن سفیان' امام ابواحمد الحکم وغیرھم نے اسے ضعیف' متروک اور غیر ثقہ قرار دیا ہے۔ (تہذیب 316/6' المغنی فی الضعفاء 572/2 میزان الاعتدال 734/4) لہذا یہ بھی موضوع و من گھڑت ہے۔

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''من صلی علی مائة غفرله'' جس نے مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا اس کی بخشش کر دی گئی۔ (تاریخ اصفہان 95/1)

اس کی روایت کی سند میں سفیان اور اعمش دو مدلس راوی ہیں جن کی تصریح بالسماع موجود نہیں اور احمد بن عبدالرحمن بن بحر السعدی کا فی الحال مجھے ترجمہ نہیں ملا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من صلی علی صلوة واحدة صلی الله علیه عشرا' ومن صلی علی عشرا صلی الله علیه مائة ومن صلی علی مائة کتب الله بین عینیه براءة من النفاق وبراءة من النار واسکنه الله یوم القیامة مع الشهداء'' طبرانی اوسط (7231)115/8 طبرانی صغیر جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے اور جس نے مجھ پر دس مرتبہ درود پڑھا اللہ اس پر سو رحمتیں نازل کرتا ہے اور جس نے مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا' اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کے درمیان نفاق اور جہنم سے براءت لکھ دیتا ہے اور قیامت والے دن اسے شہداء کے ساتھ جگہ دے گا۔ امام منذری فرماتے ہیں'' وفی اسناده ابراهیم بن سالم بن شبل الهجیمی لا أعرفه بجرح ولا عدالة'' (الترغیب والترھیب 495/2) اس کی سند میں ابراہیم بن سالم کے بارے میں جرح اور تعدیل میں نہیں جانتا۔

اس طرح اس کی سند میں عبدالعزیز بن قیس بن عبدالرحمن مجہول ہے۔ (تقریب ص 215)

4۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ صَلَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِائَةَ مِرَّةً جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَعَهُ نُورٌ لَوْ قُسِمَ ذَلِكَ النُّورُ بَيْنَ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ لَوَسِعَهُمْ جس نے جمعہ والے دن مجھ پر سو دفعہ درود پڑھا' وہ قیامت والے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک نور ہو گا اور اگر وہ نور ساری مخلوق پر تقسیم کر دیا جائے تو انہیں کافی ہو گا۔ (حلیۃ الاولیاء 47/8 ترتیب البغیه للهیثمی 327/2)

یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں محمد بن عجلان مدلس ہے اور روایت معنعن ہے۔ اس میں سماع کی تصریح نہیں۔ اور اس میں کچھ مجہول راوی ہیں۔

الغرض مجھے ایسی کوئی صحیح روایت نہیں ملی جن میں درود شریف کے متعلق 100 کے عدد کی تعیین ہو البتہ رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی پر کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنے کا حکم احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''أَكْثِرُوا الصَّلوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلوةً صَلَّ اللّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا'' (صحیح الجامع الصغیر 263/1)

جمعہ والے دن اور جمعہ والی رات مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔

مزید احادیث صحیح الجامع اور سلسلہ صحیحہ میں ملاحظہ کریں۔

البتہ صبح و شام دس دس بار درود پڑھنے کی حدیث حسن سند سے مروی ہے۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' من صلی علی حین یصبح عشرا وحین یمسی عشرا ادرکته شفاعتی یوم القیامة'' جس نے مجھ پر صبح و شام دس دس بار درود شریف پڑھا' قیامت والے دن اسے میری شفاعت نصیب ہو گی۔

امام منذری فرماتے ہیں: رواه الطبرانی باسنادین احدهما جید

اسے امام طبرانی نے دو سندوں سے روایت کیا ان میں سے ایک جید ہے اور علامہ البانی بھی اسے حسن قرار دیتے ہیں۔ (صحیح الترغیب والترھیب 245/1`246)

علامہ ہیثمی بھی اس کی ایک سند کو جید قرار دیتے ہیں۔ (مجمع الزوائد 123/10` 163/10 طبع جدید)

لہذا صبح و شام کے اذکار میں 10 بار درود شریف کا عدد صحیح ثابت ہے۔ اسے معمول بنائیں اور پھر چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے درود شریف پڑھتے رہیں بلکہ اگر آپ اپنی ساری دعاؤں کی جگہ درود ہی پڑھتے رہیں تو یہ بھی درست ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رات کا دو تہائی حصہ گزر جاتا تو رسول کریم ﷺ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے: لوگو اللہ کو یاد کرو' اللہ کو یاد کرو۔ آگیا زلزلے کا جھٹکا' اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا۔ موت آگئی اپنی ہولناکیوں کے ساتھ' موت آگئی اپنی ہولناکیوں کے ساتھ۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ''إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلَةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي فَقَلَ مَا شِئْتَ قَلَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَلَ مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ النِّصْفَ قَلَ مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَلَ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ قَلَ مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَلَ إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ

میں آپ پر کثرت سے درود پڑھا کرتا ہوں۔ میں درود کی آپ کے لئے کیا مقدار رکھوں (یعنی اور دعاؤں کے مقابلے میں) آپ ﷺ نے فرمایا جس قدر تو چاہے۔ عرض کیا' کیا ایک چوتھائی۔ فرمایا جتنا تو چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ عرض کیا' نصف فرمایا: جتنا تو چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ عرض کیا۔ دو تہائی۔ فرمایا۔ جتنا تو چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا' میں تمام (وقت) آپ کے درود کے لئے وقف کردوں' آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی حالت میں تیرے مقاصد کی کفایت کی جائے گی اور تیرے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(سنن الترمذی کتاب صفة القیامة (2457) مستدرک حاکم 513/2 مسند احمد 136/5 مسند عبد بن حمید بحوالہ جلاء الافہام ص 40' رقم (59)

یا مقسط 700 بار اور سورہ یاسین 72 مرتبہ پڑھنا یہ تعداد کہیں ثابت نہیں۔ لوگوں کے اپنے مقرر کردہ اعداد ہیں۔ رسول کریم ﷺ سے بعض اذکار عدد کے تعین کے بغیر اور بعض عدد کے

باقی صفحہ 34 پر

عید الفطر اور ماہِ مکرّم......شوال

رمضان کا مہینہ ضبطِ نفس، احسان، مواسات (باہمی ہمدردی پیار)، صبر و رضا، تلاوت قرآن کریم، خشوع، اعتکاف، ایسی پیاری پیاری سوغاتیں دے کر جونہی رخصت ہوتا ہے تو شوال کا مہینہ انتہائی بھرپور خوشی کا سندیسہ لئے آن موجود ہوتا ہے۔ عید الفطر یکم شوال ہی کو تو ہوتی ہے اور اس دن کا روزہ رکھنا منع ہے جبکہ شیطان اس دن روزہ رکھتا ہے تا کہ وہ اپنے نفس میں ان مسلمانوں کے خلاف خوب خوب جلن پیدا کرے جنہوں نے رمضان کے مہینہ میں اپنے اللہ سے تعلق قائم کرتے ہوئے اسے راضی کر کے اپنے گناہ معاف کروا لئے ہوں۔ عید الفطر انتہائی خوشیوں اور اللہ تعالیٰ کی زیادہ سے زیادہ حمد و کبریائی، تسبیحات کے بیان و ذکر کا غلغلہ اپنے جلو میں لاتی ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ ہر اس مسلمان کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں جو رمضان کے روزے رکھ کر اپنے اللہ کو منا چکا ہو اور عید کے دن بھی سچے دل سے توبہ کر چکا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک فرمان مبارک ہے کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ہمراہ نازل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر فخر کرتے ہیں۔ ہر اس شخص پر اللہ کی رحمت نازل ہونے کی دعا کرتے ہیں جو قیام میں ہو یا بیٹھا ہوا اللہ کا ذکر کر رہا ہو۔ پس جب عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر فخر کرتے ہوئے فرشتوں سے پوچھتے ہیں۔ اے میرے فرشتو! مزدور کی محنت کا اجر کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! اس کی اجرت کا پورا صلہ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''میرے فرشتو! میرے بندوں اور باندیوں نے میرے فرائض کو پورا ادا کر دیا۔ پھر وہ میری طرف دعا کے لئے نکلے ہیں اور قسم ہے مجھے میری عزت وجلال، کرم و بلندی اور میرے بلند مقام کی میں ان کی دعائیں ضرور قبول کروں گا پاس اللہ فرماتے ہیں۔ ''لوٹ جاؤ! بلاشبہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے اور تمہاری برائیاں نیکیوں میں تبدیل کر دی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' پس جب وہ واپس ہوتے ہیں تو انہیں معاف کیا جا چکا ہوتا ہے۔ (بیہقی)

ماہ شوال کے 6 روزے : مسلم اور ابوداؤد میں روایت ہے مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ۔ جس نے رمضان شریف کے روزے رکھے، پھر اس نے شوال میں چھ روزے رکھے تو گویا اس نے زمانے بھر کے روزے رکھے۔ دوسری روایت میں ہے، جس نے رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے گویا آج اسے اس کی ماں نے جنا ہو۔ یہ روزے پورے ماہ میں اکٹھے بھی رکھے جا سکتے ہیں اور وقفے وقفے سے بھی۔ ہمیں چاہئے کہ عید کے موقعہ پر فضول رسوم، لہو ولعب سے بچیں اور جو نیکیاں کمائی ہیں، انہیں بچانے کی کوشش کریں۔ شوال میں عید کے بعد پورے ماہ میں کسی بھی طرح 6 روزے پورے کر کے اس عظیم ثواب کو ضرور حاصل کریں۔ شعائر اسلام ہماری تہذیب وثقافت (کلچر) ہیں اگر ہم انہیں ان کے تقاضوں کے ساتھ اپنے اندر سمو لیں تو یقیناً ہماری دنیا وآخرت عظیم ترین کامیابیوں سے معمور ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ

نصرة الودود فی

تفسیر سورۃ الھود

قسط نمبر 22

ابوعمر حافظ عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ

جب کسی قوم پر عذاب کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو اللہ اپنے نبی کو وہاں سے نکلنے کا حکم دیتے ہیں

قَالُوْا يَا لُوْطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصِلُوْا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ
إِلَّا امْرَأَتَكَ إِنَّهُ مُصِيْبُهَا مَآ أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ (81) فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا
جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ (82) مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ
الظَّالِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ (82) (ھود 81 تا 83)

اب فرشتوں نے کہا ''اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ناممکن ہے کہ یہ تجھ تک پہنچ جائیں۔ پس تو اپنے گھر والوں کو لے کر جب کچھ رات رہے تو نکل کھڑا ہو۔ تم میں سے کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہئے بجز تیری بیوی کے، اس لئے کہ اسے بھی وہی پہنچنے والا ہے جو ان سب کو پہنچے گا۔ یقیناً ان کے وعدے کا وقت صبح کا ہے، کیا صبح بالکل نزدیک نہیں ہے''۔ پس جب ہمارا حکم آ پہنچا، ہم نے اس بستی کو زیر وزبر کر دیا، اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر کنکر یلے پتھر برسائے جو تہہ بہ تہہ تھے۔ تیرے رب کی طرف سے نامزد تھے اور وہ ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے۔

تفسیر:

گزشتہ آیات کی طرح ان آیات میں سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ ہے کہ جب قوم لوط کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں اور وہ کفر و شرک، فحاشی و عریانی اور سر عام بدمعاشی کرنے، ڈاکہ زنی اور بے حیائی کے کلب قائم کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور سیدنا لوط علیہ السلام کی عدم اطاعت ایسے گھناؤنے اور قبیح جرائم میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد و ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ایسے منحوس اور نافرمان و باغی لوگ دنیا میں رہنے کے قابل نہیں اور پھر اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے عذاب خود مانگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اور (اے پیغمبر لوگوں کو) لوط علیہ السلام کا قصہ سناؤ کہ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم تو اس بدکاری پر اتر آئے ہو (لواطت: مردوں کا مردوں سے بدکاری کرنا یعنی ہم جنس پرستی) جسے تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہیں کیا۔ کیا تم مردوں کے پاس (بدفعلی کے لئے) آتے ہو اور راستہ بند کرتے ہو اور اپنی عام مجلسوں میں بے حیائی کا کام کرتے ہو (اس کے جواب میں اس کی قوم نے صرف یہ جواب دیا کہ بس جا! اگر تو سچا ہے تو ہمارے پاس عذاب لے آ۔ (العنکبوت 29-28)

کیسی بے عقل اور بدنصیب قوم تھی کہ اپنے گناہوں اور جرائم پر ندامت و پشیمانی کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا تقاضا کیا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ قوم لوط کے یہ تمام جرائم و عیوب اس امت میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اور ان کو بھی اپنے ان گناہوں پر کوئی ندامت و پشیمانی نہیں مثلاً قوم لوط کی طرح بے انتہا شہوت پرستی کہ اس کیلئے طبعی و فطرتی طریقہ (بیویوں سے مباشرت) چھوڑ کر غیر فطرتی اور غیر طبعی طریقے (اغلام بازی، ہم جنس پرستی، جلق وغیرہ) اختیار کرنا اور قتل و غارت و ڈاکہ زنی کرنا اور لوگوں کو مارنا پیٹنا اور سر عام بے حیائی کر کے اس کی دعوت دے کر لوگوں کی آمد و رفت مشکل بنا دینا اور راستے بند کر دینا اور بے حیائی کے کلب قائم کرنا اور آنے جانے والوں

کا استہزاء اور مذاق اڑانا اور سرعام قمار بازی (جوا) شطرنج اور دوسری بے فائدہ کھیلیں کھیلنا اور گالی گلوچ کرنا' تالیاں پیٹنا اور سیٹیاں بجانا وغیرہ۔ منکروں اور اللہ تعالیٰ کے باغیوں والی یہ ساری حرکات اور شرارتیں اس امت کی اکثریت میں بھی موجود ہیں۔ پھر اس پر کوئی ندامت وشرمندگی بھی نہیں اور ان کو چھوڑنے اور ان سے اجتناب کرنے کا احساس تک نہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

الغرض قوم لوط کی بدعملی اور ان کا ہر قسم کے گناہوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بطور سزا ان کو ہلاک وتباہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس کے لئے فرشتوں کو نوجوان اور خوبصورت شکل میں بھیجا۔ قوم لوط نے اپنی بدعادت کی وجہ سے بدمعاشی وبدکاری کے لئے لوط علیہ السلام سے ان لڑکوں کو طلب کیا چونکہ انبیاء علیہم السلام غیب نہیں جانتے اس لئے لوط علیہ السلام بھی ان فرشتوں کو اپنے مہمان لڑکے سمجھے اور قوم کے مطالبہ پر نہایت پریشان ہوئے اور اپنی بے بسی کا اظہار کیا جس کا ذکر گزشتہ آیات میں ہو چکا ہے۔ اب ان آیات میں سے پہلی آیت میں یہ ہے کہ جب فرشتوں نے سیدنا لوط علیہ السلام کی پریشانی بھانپ لی تو ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا اے لوط علیہ السلام! گھبرانے کی ضرورت نہیں ہم انسان نہیں بلکہ فرشتے ہیں۔ یہ لوگ ہم تک تو کیا تجھ تک بھی رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ جب قوم لوط لڑکے لینے کے لئے سیدنا لوط علیہ السلام پر ہر طرف سے یلغار کئے ہوئے تھی اور لوط علیہ السلام پوری طرح دفاع کر رہے تھے اور بہت تکلیف میں تھے تو جبریل علیہ السلام نے پر مار کر ان کو اندھا کر دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اور ان (لوط) کو ان کے مہمانوں کے بارے میں پھسلایا (مانگا) پس ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں اور کہہ دیا کہ میرا عذاب اور میرا ڈرانا چکھو (القمر۔37)

یہ بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب تھا جو ان پر آیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ بس آپ پچھلی رات کو جب لوگ سو رہے ہوں اپنے مسلمان ساتھیوں اور سب گھر والوں کو لے کر نکل جاؤ تا کہ کافروں میں سے کوئی تمہیں روک نہ سکے اور جب ان پر عذاب نازل ہو رہا ہو اور ان کی چیخ وپکار آپ سنیں تو مڑ کر نہ دیکھیں تا کہ اس عذاب کے اثرات کہیں آپ پر نہ پڑ جائیں لیکن آپ کی بیوی ضرور مڑ کر دیکھے گی اور وہ بھی اس عذاب کی لپیٹ میں آئے گی کیونکہ وہ مومن نہیں۔ عذاب کے لئے صبح کے وقت کا تعین اس لئے تھا کہ اس وقت سب بستیوں والے گھروں میں ایک جگہ جمع ہونگے کام کاج کے لئے باہر بکھرے ہوئے نہیں ہوں گے۔ اگلی دو آیتوں میں قوم لوط پر آنے والے عذاب کا تذکرہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جب ان سے وعدہ کئے ہوئے عذاب کا وقت آ گیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام نے قوم لوط کی پانچوں بستیاں بہت اوپر لے جا کر زمین پر الٹ دیں۔ اس کے بعد ان پر پتھروں کی بارش کر دی گئی جن پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر کافر کا نام لکھا ہوا تھا۔ ان پر پتھروں کی بارش اس لئے کی گئی کہ ان کا عمل زانیوں کے عمل کے مشابہ تھا اور زانی لوگوں کی سزا رجم (سنگسار کرنا) ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بستیاں کفار مکہ سے کوئی زیادہ دور نہیں ہیں۔ جب وہ شام کے ملک کا سفر اختیار کرتے ہیں تو ان تباہ شدہ بستیوں کے کھنڈرات اور آثار اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں انہیں ان سے عبرت پکڑنا چاہئے اور کفر وشرک والی راہ اور اللہ ورسول کی بغاوت والی راہ اختیار نہیں کرنی چاہئے کہ کہیں وہ بھی قوم لوط کی طرح اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ ان بستیوں کی جگہ پر اب نہایت کڑوے پانی کا سمندر پایا جاتا ہے جسے بحر میت (بحر مردار) کہتے ہیں اس کا پانی کوئی جاندار نہیں پی سکتا اسے بحر لوط بھی کہتے ہیں۔ اس کے آس پاس کی زمین بنجر ہے جس میں کچھ بھی نہیں اگتا۔

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ

کہ جس کو تم قوم لوط والے عمل کا مرتکب پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ (ابوداؤد حدیث نمبر 4462)

فوائد

1۔ رات کے سفر کا مستحب ہونا کہ یہ بغیر تکلیف ومشقت کے بہت جلد طے ہوتا ہے۔

2۔ ظالموں کی ہلاکت پر افسوس کرنا منع ہے۔

3۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان کہ دیکھتے ہی دیکھتے قوم لوط کی بستیاں اوپر لے جا کر الٹ دی گئیں۔

4۔ ہر زمانہ وجگہ کے ظالموں کے لئے تنبیہ اور وعید کہ اگر وہ اپنے ظلم وزیادتی کی روش سے باز نہ آئے تو دردناک اور خوفناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔

تبصرہ کتب

عبادات میں بدعات

رسول اللہ ﷺ ہر خطبہ میں یہ ضرور فرماتے تھے کہ کل بدعة ضلالة والضلالة فی النار دین میں ہر نیا کام گمراہی ہے اور گمراہی (گمراہ سمیت) جہنم میں ہوگی۔ مزید ارشاد گرامی ہے جس نے ہمارے اس دین میں نیا کام جاری کیا جو اس میں درحقیقت نہیں پس وہ مردود ہے۔ صحابہ کرام بدعت کے بارے میں نہایت حساس تھے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسے چند لوگوں کی تردید وسرزنش کی جنہوں نے مسجد میں اکٹھے ہو کر انفرادی اذکار کو اجتماعی شکل میں ادا کرنے کا اہتمام کیا تھا۔ ایک کہتا سبحان اللہ اتنی بار پڑھیئے تو دوسرے پڑھتے پھر الحمدللہ اور اللہ اکبر کی گنتی پوری کر رہا تھا تو صحابی رسول نے انہیں اس نئے کام پر مسجد سے نکال دیا تھا۔ آج کے دور میں بدعات بہت زیادہ پھیل رہی ہیں۔ مسنون وماثور تفسیر کی بجائے چونکہ چنانچہ گویا اور لیکن کے خوگر بدعتی مفسرین عجم بقول علامہ اقبال قرآن کو پاژند (زرتشت کی کتاب) بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ گویا اپنے تئیں محدثین کرام اور ائمہ عظام بلکہ صحابہ کرام سے بھی زیادہ فہم دین کے مدعی ہیں۔ کئی تفاسیر ایسی پائی جاتی ہیں کہ جن کے بارے میں علمائے سلف کے اقوال موجود ہیں کہ ان میں تفسیر کے سوا سب کچھ (رطب ویابس منطق وفلسفہ وفتن) ہے۔ مشہور محقق عمرو بن عبدالمنعم بن سلیم نے السنن المبتدعات فی العبادات لکھی تو اسے مفید سمجھتے ہوئے محترم الشیخ زبیر علی زئی صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ کتاب میں ان بدعات کا احاطہ کیا گیا ہے جو ہمارے معاشرہ میں سرایت کر چکی ہیں۔ اس کتاب میں 240 کے قریب بدعات کا رد کیا گیا ہے اور آخر میں حرف آخر کے طور پر مزید 50 بدعات وہ ذکر کی ہیں جو سعید بن عزیز یوسف زئی شہید نے اپنی کتاب بدعات اور ان کا تعارف میں شائع کی تھیں۔ کتاب اتنی علمی وتحقیقی ہے کہ کسی بھی دین سے دلچسپی رکھنے والے شخص کو اس کے مطالعہ سے محروم نہیں رہنا چاہئے۔ بہترین جلد ٹھوس علمی مواد اور 320 صفحات پر مشتمل یہ تالیف لطیف مکتبہ قدوسیہ رحمٰن مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور سے بقیمت 180 روپے دستیاب ہے۔

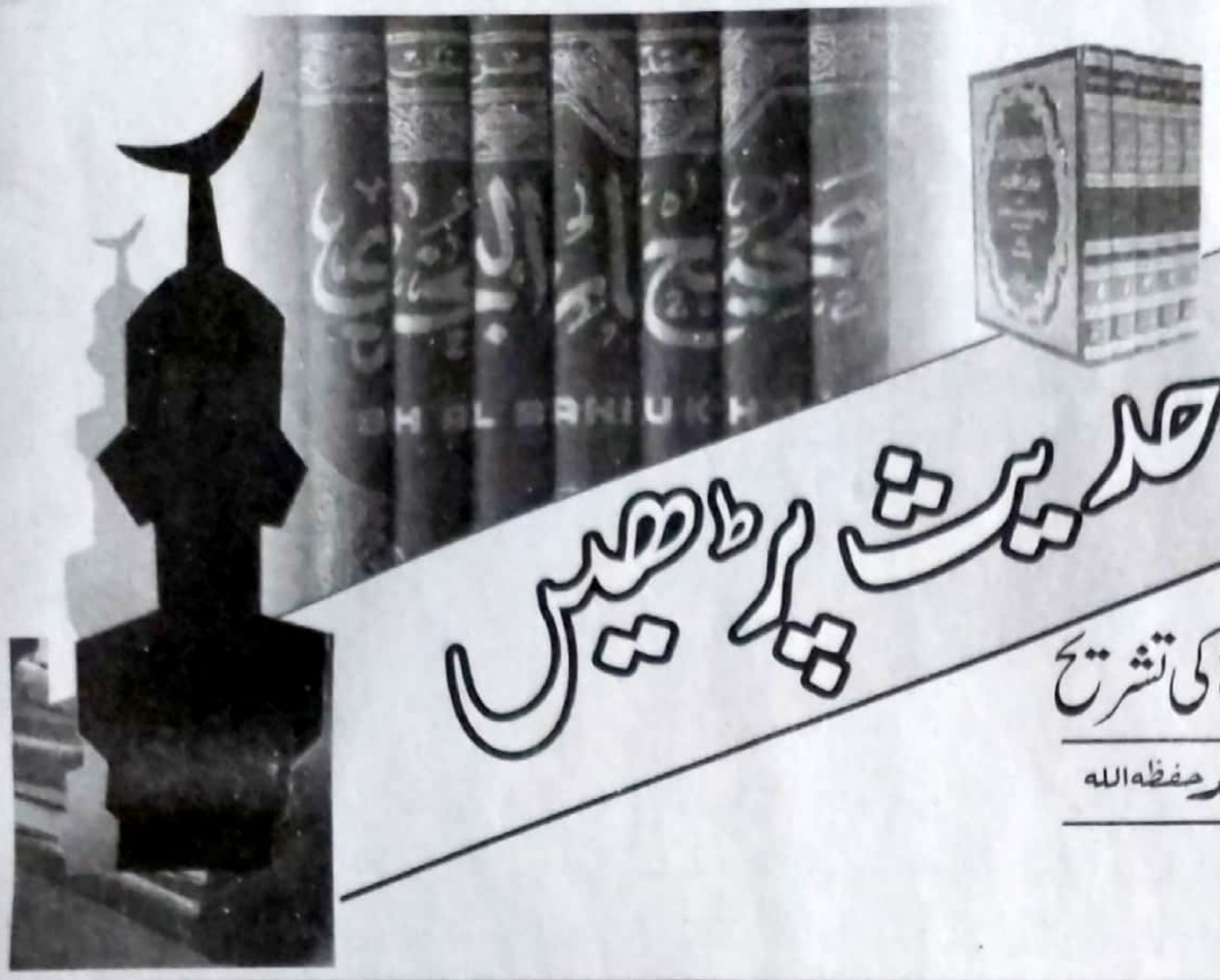

سلسلہ تدریس الحدیث

آئیے حدیث پڑھیں

قسط نمبر 80

بلوغ المرام کی کتاب الطہارۃ کی تشریح

حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

حائضہ کے لئے ممنوع کام

وَعَنْ أَبِی سَعِیدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : أَلَیْسَ إِذَا حَاضَتِ المرأۃُ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ ؟ متفق علیہ فی حدیث طویل

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب عورت کو حیض آئے تو وہ نماز پڑھے گی نہ روزہ رکھے گی؟ بخاری میں ایک لمبی حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

تخریج: بخاری (۳۰۴) مسلم (الایمان/۱۳۲) دیکھئے تحفۃ الاشراف (۳/۴۳۸)

لمبی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے عورتوں کا عقل اور دین میں ناقص ہونا ذکر فرمایا تو انہوں نے پوچھا کہ اس کے دین اور عقل کی کمی کیا ہے اس کے جواب میں آپ نے یہ الفاظ کہے اور فرمایا یہ اس کے دین کی کمی میں سے ہے۔

فوائد:

۱۔ حائضہ نماز نہیں پڑھ سکتی نہ روزہ رکھ سکتی ہے' البتہ اسے روزوں کی قضاء دینا پڑے گی نماز کی قضاء نہیں دینی پڑے گی۔ کیونکہ صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ
كُنَّا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ
ہمیں روزے کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ بظاہر اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ روزانہ اور بار بار آنے کی وجہ سے نماز کی قضاء مشکل ہے۔ روزے سال میں صرف ایک دفعہ آتے ہیں ان کی قضاء آسان ہے۔

۲۔ حائضہ بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی اسی طرح مسجد میں بھی نہیں جا سکتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ (بلوغ ح۱۱۱) میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کی اجازت نہیں دیتا۔

۳۔ بہت سے اہل علم نے حائضہ کے لئے قرآن کو ہاتھ لگانا یا پڑھنا منع قرار دیا ہے مگر اس کی کوئی دلیل پختہ نہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھئے پچھلے صفحات میں حدیث (۱۰۶) کی تشریح

۱۰/۱۳۵ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ فَلَمَّا جِئْنَا سَرِفَ حِضْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَافْعَلِی مَا یَفْعَلُ الْحَاجُّ غَیْرَ أَنْ لَا تَطُوفِی بِالْبَیْتِ حَتّٰی تَطْهُرِیْ متفق علیہ فی حدیث طویل

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم (حجۃ الوداع کے موقعہ پر) سرف مقام پر پہنچے تو مجھے حیض آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو کچھ حج کرنے والا کرتا ہے تم وہ (سب کچھ کرو) سوا اس کے کہ تم بیت اللہ کا طواف نہ کرو جب تک پاک نہ ہو جاؤ۔'' ایک لمبی حدیث میں اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج : بخاری (۳۰۵) مسلم بالمعنی (الحج/۱۲۰) دیکھئے تحفۃ الاشراف (۱۲/۲۷۲)

فائدہ: حاجی اللہ کا ذکر' دعا لبیک سب کچھ کرتا ہے نماز پڑھتا ہے۔ نفلی روزہ بھی رکھتا ہے قرآن پڑھتا ہے۔ منیٰ' مزدلفہ' جمرات میں حج کے مناسک ادا کرتا ہے۔ حائضہ حج کے تمام مناسک ادا کرے گی۔ البتہ حج کے مناسک میں سے بیت اللہ کا طواف پاک ہونے تک نہیں کر سکتی۔ نماز روزہ کی اسے ویسے ہی اجازت نہیں' باقی سب کام کرنے کی اجازت ہے جن میں قرآن کی تلاوت اور ذکر الٰہی بھی شامل ہے۔

خاوند کے لئے حائضہ کے صرف مافوق الازار کی حلت والی حدیث صحیح نہیں

۱۳۶/۱۱ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَأَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ مِنَ امْرَأَتِہٖ وَھِیَ حَائِضٌ فَقَالَ مَا فَوْقَ الْإِزَارِ رواہ ابوداؤد وضعفہ

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا: ''آدمی کے لئے عورت کی کیا چیز حلال ہے جب وہ حائضہ ہو؟ آپ نے فرمایا جو چادر (تہہ بند) سے اوپر ہے'' اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ضعیف کہا ہے۔

تخریج (ضعیف) ابوداؤد (۱/۲۱۳) تحفۃ الاشراف (۸/۸۰۶)

معاذ بن جبل۔ میم کے ضمہ کے ساتھ۔ ابوعبدالرحمان معاذ بن جبل الانصاری الخزرجی بیعت عقبہ میں شریک ہوئے اور بدر اور دوسرے معرکوں میں شامل ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قاضی اور معلم بنا کر یمن بھیجا۔ جلیل القدر عالم صحابی تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے بعد شام کا عامل مقرر کیا وہیں طاعون عمواس میں ۱۸ یا ۱۷ھ میں ۳۸ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

فائدہ۔ مصنف کے حدیث کو ذکر کر کے اس کا ضعف بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ ناف اور گھٹنے کے درمیان فائدہ اٹھانے کو حرام قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے اور یہ صحیح نہیں۔ حدیث اِصْنَعُوا کُلَّ شَیْءٍ إِلَّا النِّکَاحَ کی رو سے جماع سے پرہیز کے علاوہ کوئی پابندی نہیں (یہ حدیث اصنعوا کل شئی الخ کے بعد ذکر کی جاتی تو بہتر تھا)

نفاس کا حکم

۱۳۷/۱۲ عَنْ أُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ کَانَتِ النُّفَسَاءُ تَقْعُدُ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ نِفَاسِھَا أَرْبَعِینَ یَوْمًا رواہ الخمسۃ الا النسائی واللفظ لابی داؤد و فی لفظ لہ لَمْ یَأْمُرْھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَضَاءِ صَلَاۃِ النِّفَاسِ " وصححہ الحاکم۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نفاس والی عورت نبی ﷺ کے زمانے میں اپنے نفاس کے بعد چالیس دن (نماز وغیرہ سے) رکتی تھی۔ نسائی کو چھوڑ کر پانچوں نے اسے روایت کیا ہے اور یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں اور اس (کی ایک روایت) کے لفظوں میں ہے: اور نبی ﷺ نے اسے نفاس کی نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا'' اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

تخریج (حسن) احمد (۶/۳۰۳) ابوداؤد (۱/۳۱۱'۳۱۲) ترمذی (۱/۱۳۹) ابن ماجہ (۱/۶۴۸) البانی نے اسے حسن کہا ہے ارواء الغلیل (۱/حدیث ۲۰۱)

مفردات: النفساء۔ نفاس والی عورت۔ نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو بچے کی ولادت کے بعد آتا ہے اس میں سے فعل اگر معروف ہو یعنی نفست المراۃ نون کے فتح اور فاء کے کسرہ کے ساتھ تو اس کا معنی ہے عورت کو حیض آیا اور اگر مجہول ہو یعنی نفست المراۃ (نون کے ضمہ اور فاء کے کسرہ کے ساتھ تو اس کا معنی ہے عورت کو نفاس آیا

فوائد: بچہ پیدا ہونے کے ساتھ عورت کو جو خون آتا ہے جب تک جاری رہے اس کا حکم حیض والا ہے۔ عورت جو کام حیض کی حالت میں چھوڑ دیتی ہے نفاس کی حالت میں بھی نہیں کرے گی۔ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے اس کے بعد بھی اگر خون جاری رہے تو وہ استحاضہ شمار ہوگا اور اس کو نماز وغیرہ ادا کرنا ہوگی۔ نفاس کی حالت میں چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضا نہیں ہے۔ البتہ روزوں کی قضا لازم ہے۔ اگر چالیس دن سے پہلے خون ختم ہو جائے اور طہر آ جائے تو غسل کر کے نماز شروع کر دے۔

ترمذی نے فرمایا۔ اہل علم کا اتفاق ہے کہ نفاس والی عورت چالیس دن نماز چھوڑے رکھے لیکن اگر اس سے پہلے اسے طہر آ جائے تو غسل کر کے نماز پڑھے

فرض نماز کے بعد سنن کے لئے جگہ تبدیل کرنا

س: کیا فرض نماز ادا کر لینے کے بعد سنتیں ادا کرنے کے لئے جگہ تبدیل کر لینی چاہئے۔ کتاب وسنت کی رو سے وضاحت فرمائیں؟

ج: فرض نماز ادا کر لینے کے بعد سنن ادا کرنے کے لئے درمیان میں فصل کرنا چاہئے خواہ کلام کے ذریعے یا جگہ کی تبدیلی کے ذریعے۔ عمر بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے ان کو سائب کی طرف بھیجا اور انہوں نے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو نماز میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے دیکھی تھی۔ تو سائب نے کہا ہاں میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقصورہ میں نماز جمعہ ادا کی جب امام نے سلام پھیرا تو میں اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور نماز پڑھی پھر جب وہ اندر چلے گئے تو مجھے پیغام بھیجا اور فرمایا تم نے جو کام آج کیا ہے آئندہ ایسے نہ کرنا جب تو جمعہ کی نماز ادا کر لے تو اس کے ساتھ کوئی نماز نہ ملا یہاں تک کہ تو کلام کر لے یا اس جگہ سے نکل جا۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ

أَنْ لَا تُوصَلَ صَلَاةٌ بِصَلَاةٍ حَتَّى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ

کہ ایک نماز کے ساتھ دوسری نماز نہ ملائی جائے یہاں تک کہ ہم کلام کر لیں یا اس جگہ سے نکل جائیں۔

(صحیح مسلم کتاب الجمعۃ ۷۳/۸۸۳)

ابوداؤد باب الصلوۃ بعد الجمعۃ (۱۱۲۹)

ادائیگی صدقہ فطر کب تک......؟

س: کیا صدقہ فطر عید سے چند ایام قبل ادا کیا جا سکتا ہے؟

ج: صدقہ فطر ہر مسلمان پر فرض ہے اس کی ادائیگی نماز عید سے پہلے کرنا لازمی امر ہے اور یہ عید کی نماز سے چند ایام قبل بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ رمضان کی حفاظت پر مقرر فرمایا تو ایک آنے والا آیا وہ غلہ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا میں ضرور تجھے رسول اللہ ﷺ کی طرف پہنچاؤں گا۔ اس نے کہا میں محتاج ہوں اور میرے اہل وعیال ہیں اور شدید ضرورت مند ہوں تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب میں نے صبح کی تو نبی ﷺ نے فرمایا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کل رات تیرے قیدی نے کیا کہا؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اس نے شدید حاجت کی اور اہل وعیال کی تنگدستی کی شکایت کی مجھے رحم آ گیا تو میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا اس نے تیرے ساتھ جھوٹ بولا وہ پھر آئے گا۔ میں نے جان لیا کہ وہ ضرور آئے گا۔ میں نے گھات لگائی وہ آیا اور غلہ بھرنے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا۔ میں نے کہا میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی طرف لے کر جاؤں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں محتاج اور عیال دار ہوں دوبارہ نہیں آؤں گا۔ مجھے رحم آ گیا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے تیرے ساتھ جھوٹ بولا وہ ضرور آئے گا۔ میں نے تیسری بار پھر اس کے لئے گھات لگا دی۔ وہ آیا غلہ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا میں نے کہا اب ضرور تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر جاؤں گا یہ تین باریوں میں سے آخری ہے ہر بار تو کہتا ہے میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دے میں تجھے ایسے چند کلمات سکھاتا ہوں جن کے ساتھ اللہ تجھے نفع دے گا۔ میں نے کہا وہ کلمات کیا ہیں۔ اس نے کہا جب تو اپنے بستر کی طرف آئے تو آیۃ الکرسی پڑھ یہاں تک کہ تو اسے ختم کر دے۔ تیرے اوپر اللہ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا ہمیشہ رہے گا اور صبح تک شیطان تیرے قریب ہرگز نہیں آئے گا۔ میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ صبح مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل رات تیرے قیدی نے کیا کہا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس نے مجھے ایسے کلمات سکھائے جن کے ساتھ اللہ مجھے نفع دے گا تو میں نے اس کی راہ چھوڑ دی۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا اس نے مجھے کہا جب تو اپنے بستر کی طرف جگہ پکڑے تو آیۃ الکرسی ابتدا سے لے کر آخر تک پڑھ لے۔ اللہ کی طرف سے ہمیشہ تیرے اوپر ایک محافظ مقرر ہو جائے گا اور صبح تک شیطان تیرے قریب نہیں آئے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس نے تیرے ساتھ سچ کہا حالانکہ وہ جھوٹا تھا۔ تم جانتے ہو تین راتوں سے تم سے کون مخاطب تھا اے ابو ہریرہ؟ انہوں نے کہا نہیں، فرمایا وہ شیطان تھا۔ (صحیح البخاری کتاب الوکالہ 2311)

ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں اس بات کا جواز ہے کہ شب فطر سے پہلے صدقہ فطر ادا ہو سکتا ہے۔ (فتح الباری 6/201 ط دار طیبہ)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عہد رسالتماب ﷺ میں عید

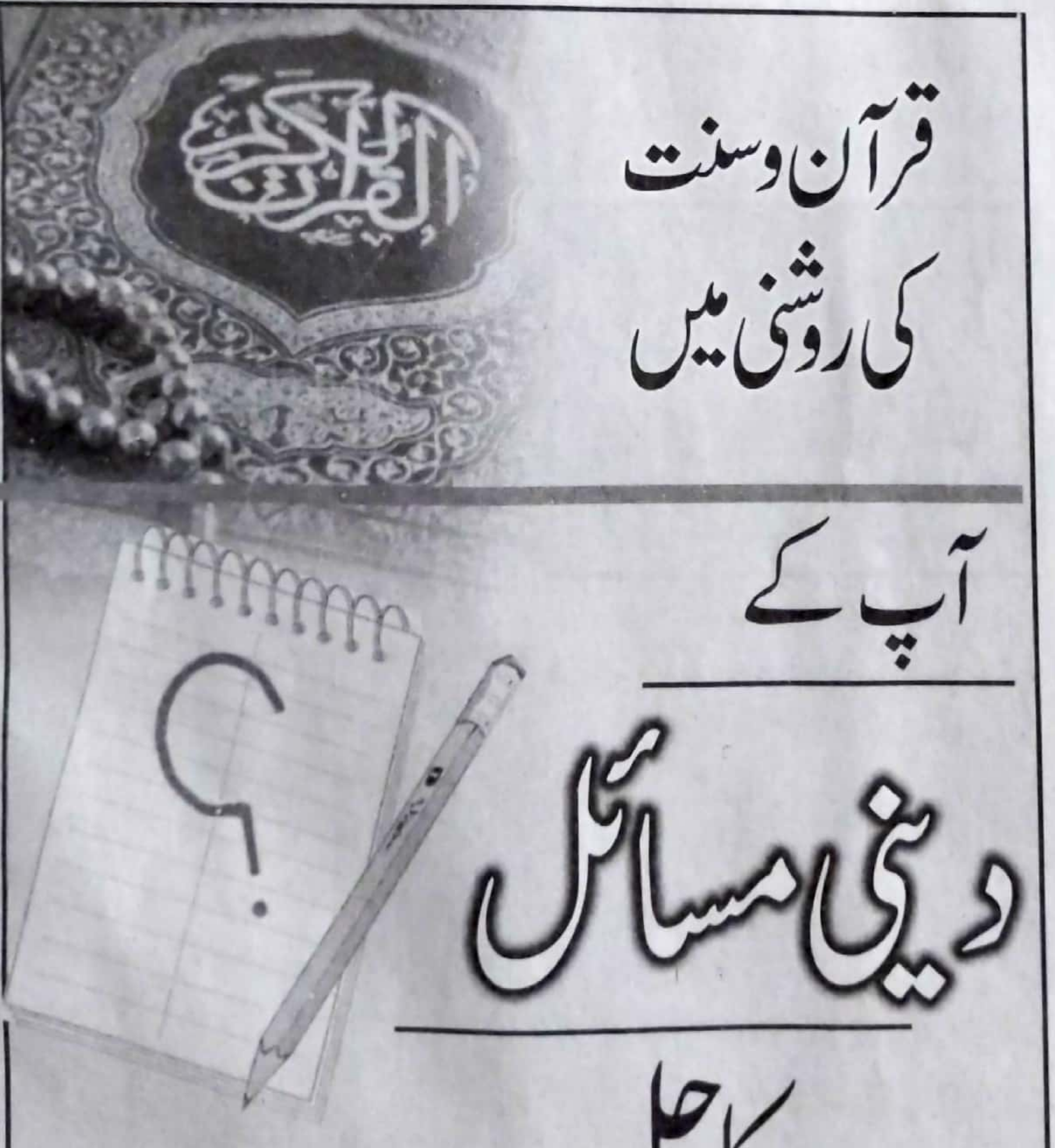

سے چند ایام قبل صدقہ فطر ادا کرتے تھے۔ تین دن تک تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شیطان کو صدقہ فطر کا مال بھرتے پکڑ لیا تھا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ :

فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكوةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ

(ابوداؤد (۱۶۰۹) ابن ماجہ (۱۸۲۷))

رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر فرض قرار دیا یہ روزے کو لغو اور شہوت انگیز امور سے پاک کرنے اور مساکین کے کھانے کیلئے ہے۔ جس نے نماز عید سے پہلے اسے ادا کیا تو یہ صدقہ مقبول ہے اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا تو یہ عام صدقات میں سے صدقہ ہے۔ لہٰذا صدقہ فطر نماز عید ادا کرنے سے پہلے ادا کر لینا چاہئے نماز کے بعد ادا کیا ہوا صدقہ فطر نہ ہوگا۔

صدقہ وزکوٰۃ دوسرے علاقے میں صرف کرنا

س: کیا صدقہ وزکوٰۃ کا مال ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں بھیجا جا سکتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں زکوٰۃ جہاں سے وصول کی جائے وہیں تقسیم ہونی چاہئے۔ کتاب وسنت کی رو سے وضاحت فرمائیں۔

ج: مصلحت کے پیش نظر ایک علاقے یا شہر کی زکوٰۃ دوسرے علاقوں میں بھیجی جا سکتی ہے جیسے کسی انسان کے وہ رشتہ دار جو زکوٰۃ کے حق دار ہیں اور دوسرے خطے میں رہتے ہیں یا ایک علاقے والوں کی مالی حالت اچھی ہے اور وہ ایسی جگہ زکوٰۃ بھیج دیں جہاں کے لوگ فقراء و مساکین ہوں یا ایسی جگہ استعمال کی جائے جہاں زیادہ ضرورت ہے تو شرعاً جائز ودرست ہے۔ زکوٰۃ کا مال دوسری جگہ منتقل کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے رہی وہ حدیث جس میں ہے۔

تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ

زکوٰۃ ان کے غنی اور مال دار لوگوں سے لے کر ان کے فقراء و محتاجوں پر لوٹائی جائے۔ اس میں فقرائھم سے مراد فقراء المسلمین ہیں۔ یعنی مسلمانوں کے دولت مندوں سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کے فقیروں میں بانٹ دی جائے۔

امام بخاری نے اس حدیث پر باب یوں باندھا "أَخْذُ الصَّدَقَةِ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ وَتُرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا" "دولت مندوں سے صدقہ لینا اور فقراء جہاں کہیں بھی ہوں ان میں لوٹائے جانے کا بیان۔ امام ابن المنیر فرماتے ہیں۔ امام بخاری نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ جس علاقے سے زکوٰۃ لی جائے وہاں سے دوسرے علاقے میں منتقل کرنا جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے عموم سے "فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ" اس لئے کہ فقرائھم کی ضمیر مسلمانوں کی طرف لوٹتی ہے۔ مسلمانوں میں سے جو بھی فقیر ہو اس کی طرف زکوٰۃ کا مال لوٹایا جائے گا خواہ وہ جس بھی جہت و منطقہ میں رہتا ہو۔ (المتواری ص133)

لہٰذا زکوٰۃ فقراء، مساکین وغیرھما کا حق ہے وہ مسلمان ہوں جہاں کہیں بھی ہوں ان تک زکوٰۃ کا مال پہنچایا جا سکتا ہے۔ امام لیث بن سعد، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے اور امام ابن المنذر نے امام شافعی سے بھی یہی بات نقل کی ہے اور اسے اختیار کیا ہے۔ (فتح الباری 351/4 ط دار طیبہ)

لہٰذا جو ہمارے بھائی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مجاہدین کو زکوٰۃ کا مال نہ بھیجا جائے جس شہر سے زکوٰۃ وصول کی جائے اس شہر میں صرف کی جائے۔ ان کا یہ موقف درست نہیں ہے۔ بعض افراد مجاہدین کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کے لئے بھی ایسی باتیں کر جاتے ہیں۔ حالانکہ مجاہد اگر غنی بھی ہو تو صدقہ و زکوٰۃ سے اس کی مدد کی جاتی ہے تاکہ وہ میدان جہاد میں مصروف رہے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کام کرے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ لِغَازٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (ابوداؤد1635 وغیرہ)

صدقہ پانچ دولت مندوں کے سوا کسی دولت مند کے لئے حلال نہیں ہے۔ جس میں سے ایک غازی فی سبیل اللہ ہے۔ اور جو غازی بھی ہو اور فقیر بھی وہ تو زیادہ حق دار ہے۔ واللہ اعلم

طالب علم اور زکوٰۃ

س: کیا طالب علم کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟

ج: شرعی علم حاصل کرنے والے طالب علم کی مدد زکوٰۃ کے مال سے کی جا سکتی ہے کیونکہ شرعی علم کا حصول بھی جہاد فی سبیل اللہ میں سے ہے اور مجاہد فی سبیل اللہ مصارف زکوٰۃ میں سے ایک مصرف ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ كَانَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتَّى يَرْجِعَ" (صحیح الترغیب والترھیب 146/1 (88)

جو شخص طالب علم کے لئے نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے یہاں تک کہ واپس پلٹ آئے۔ علامہ مبارکپوری فرماتے ہیں طلب علم سے مراد علم شرعی ہے فرض عین ہو یا کفایہ اور فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے۔ اس لئے کہ طالب علم شرعی میں احیائے دین' ذلت شیطان اور نفس کو تھکانا ہے جیسا کہ جہاد میں ہوتا ہے۔" (تحفۃ الاحوذی 442/7) نیز دیکھیں (مرعاۃ المفاتیح 323/1)

جب شرعی علم کو حاصل کرنے والا شخص مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے تو سورۃ توبہ کی آیت نمبر 60 میں مصارف زکوٰۃ میں ایک مصرف فی سبیل اللہ اس پر صادق آتا ہے۔ البتہ دنیوی علوم کو حاصل کرنے والا شخص اس زمرے میں نہیں آتا۔ کیونکہ وہ دنیا کے لئے کام کر رہا ہے اور اس کے ذریعے پھر دنیوی ملازمت ہی کرے گا۔ لہٰذا ایسا شخص مستحق زکوٰۃ نہیں ہے اور نہ ہی اس علم کے مقاصد فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔

سند کی تحقیق

س: میں نے یہ بات کسی خطیب سے سنی تھی کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ وعدہ کیا اور آپ کو کہہ گیا کہ میں آتا ہوں پھر وہ بھول گیا تو نبی کریم ﷺ اس شخص کا انتظار اس جگہ تین روز تک کرتے رہے یہ روایت کہاں آتی ہے اور کیا یہ بات صحیح ثابت ہے؟

ج: سوال میں ذکر کردہ روایت اس طرح ہے کہ عبداللہ بن ابی الحماء کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے کی بات ہے میں نے آپ سے سودا کیا اور کچھ قیمت باقی رہ گئی تو میں نے آپ سے وعدہ کر لیا کہ میں یہاں ہی آپ کے پاس لے آتا ہوں تو میں بھول گیا مجھے تین دن بعد یہ بات یاد آئی پھر میں آیا تو آپ ﷺ اسی جگہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"يَا فَتَى لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ أَنَا هَاهُنَا مُنْذُ ثَلَاثٍ أَنْتَظِرُكَ"

اے نوجوان تو نے مجھے بہت اذیت پہنچائی ہے میں تین دنوں سے یہاں تیرا انتظار کر رہا ہوں۔

یہ روایت سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی العدۃ (4996) الاصابہ 157/4 اسد الغابہ 218/3 معرفۃ الصحابہ 128/3 معجم الصحابہ للبغوی 157/4 معجم الصحابہ لابن قانع 3291/9 طبقات ابن سعد 59/7 تاریخ دمشق 53/4 العلل المتناھیہ 239/2 میں موجود ہے۔ اس کی سند میں عبداللہ بن شقیق مجہول اور عبدالکریم ضعیف راوی ہے۔ لہٰذا یہ واقعہ بلحاظ سند ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

بزم اطفال

عرفی چاچو

میٹھی باتیں

پیارے مجاہد بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اصلی اور نقلی

نقلی چیز کسی کو اچھی نہیں لگتی۔ ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اصلی چیزیں خریدے۔ نقلی چیز سستی ملے تب بھی لوگ نہیں خریدتے بلکہ زیادہ پیسے دے کر اصلی چیز خریدنا پسند کرتے ہیں۔ اس لئے کہ نقلی چیز گھٹیا' ناپائیدار اور جلد خراب ہونے والی ہوتی ہے' اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی۔ انسان گھر تعمیر کرے تو اس میں اچھا اور معیاری میٹریل استعمال کرتا ہے۔ کھڑکیوں' دروازوں پر رنگ وروغن کرنا ہو تو اچھی کوالٹی کا پینٹ تلاش کیا جاتا ہے۔

ایسے ہی کبھی ہم نے سوچا ہے کہ ہمارا اصلی گھر کون سا ہے اور نقلی گھر کون سا؟ دنیا میں ہم عالیشان محلات' مکانات' کوٹھیاں' بنگلے اور پلازے بناتے ہیں۔ جب ہم دنیا کے گھر بناتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے ہم نے ہمیشہ یہاں رہنا ہے مگر دنیا میں آج تک کبھی کوئی ہمیشہ نہیں رہا۔ جس طرح دنیا انسان کا عارضی ٹھکانہ ہے' ایسے ہی دنیا کے یہ خوبصورت محلات' مکانات اور بنگلے بھی عارضی ٹھکانے اور نقلی گھر ہیں۔ مومن کا اصلی گھر آخرت کا گھر ہے۔ آخرت وہ گھر ہے جہاں اس نے ہمیشہ رہنا ہے۔ وہاں جانے کے بعد موت نہیں اور نہ دنیا میں واپسی ہے۔ خوش قسمت ہے وہ جو عارضی گھر پر محنت کرنے کی بجائے اصلی گھر پر توجہ دیتا ہے' اس کے لئے محنت کرتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

نقلی گھر کو گھر کہتے ہیں' اصلی گھر کو گور
ہم چلے گھر اپنے تو لوگ لگے مچانے شور

پیارے مجاہد بچو!

آیئے! ہم اپنے اصلی گھر کو خوبصورت بنانے کے لئے محنت کریں۔

والسلام آپ کا عرفی چاچو

سات مجاہدوں کی ماں

حضرت عفراء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کے سات بیٹے تھے' ان کی پہلی شادی حارث بن رفاعہ سے ہوئی' ان سے تین بیٹے معاذ' معوذ اور عوف رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے اور دوسری شادی بکیر اللیثی سے ہوئی اور اس سے چار بیٹے ایاس' عاقل' خالد اور عامر رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ پہلے تینوں بیٹے بنو عفراء ماں کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ آپ کے سات بیٹے تھے اور سبھی نبی کریم ﷺ کے ہمراہ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔

آپ کے ساتوں بیٹوں نے غزوہ بدر میں بہت عمدہ کردار ادا کیا۔ معرکے کے آغاز میں عفراء کے بیٹے معاذ' معوذ اور عوف رضی اللہ عنہم آگے بڑھے اور دعوت دی مگر مشرکین نے انکار کر دیا۔ عوف بن عفراء رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی' یارسول اللہ ﷺ! اللہ رب العزت اپنے بندے کے کس کارنامے سے ہنستے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: بغیر زرہ پہنے دشمن کی صفوں میں گھس جانا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے زرہ اتار کر پھینک دی۔ پھر تلوار پکڑی اور معرکے میں کود گئے۔ انہیں کوئی پروا نہ تھی کہ وہ موت پر غالب آجائیں گے یا موت ان پر غلبہ پالے گی۔ آپ معرکہ آرائی میں داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کر کے اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ پھر ان کے دونوں حقیقی بھائی معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہم نے مل کر ابوجہل بن ہشام کو قتل کیا۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہمارے لئے کون دیکھے گا کہ

ابوجہل نے کیا کیا؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گئے۔ دیکھا کہ

عفراء کے دو بیٹوں نے اسے تلوار کے وار سے ٹھنڈا کر دیا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی داڑھی پکڑ کر کہا "ارے تو ابوجہل ہے؟" اس نے کہا! کیا تم نے کبھی مجھ سے بھی بڑے آدمی کو قتل کیا ہے؟ کاش کہ مجھے کسان کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ عفراء کے دونوں بیٹوں کی لاشوں کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ عفراء رضی اللہ عنہا کے دونوں بیٹوں پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے' ان دونوں نے مل کر امت کے فرعون کو قتل کیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے تین بیٹے عاقل' عوف اور معوذ رضی اللہ عنہم میدان بدر میں شہید ہوئے۔ یہ اعزاز حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا کہ سات بیٹے جنگ بدر میں شریک ہوئے اور تین شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے۔ ہم میں سے بہت کم لوگ ان کے بارے میں جانتے تھے۔ (انتخاب: صحابیات' طیبات)

(فرح بنت عبداللطیف۔ گوجرانوالہ)

خیر اور شر

خیر اور شر اللہ کی طرف سے ہے۔ اس وضاحت کے ساتھ کہ خیر اللہ کی قربت کی دلیل ہے اور شر اللہ کی ناراضگی کا سبب۔ خیر اور شر کا اللہ کی طرف سے آنا ایسے ہی ہے جیسے زندگی اور موت اللہ کی طرف سے ہے۔ ہم زندگی کو پسند کرتے ہیں' موت سے بچنے کی تدابیر کرتے ہیں۔ دن اور رات بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ عزت اور ذلت بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ ہم عزت کے طالب ہیں' ذلت سے بچتے ہیں۔ شر پسند انسان یہ جواز نہیں دے سکتا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ہمیں آگاہ کیا جا چکا ہے کہ کون سا راستہ کدھر کو جاتا ہے اور کون سا عمل کیا نتیجہ برآمد کرتا ہے؟ خیر و شر کا معرکہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ شر کو شکست ہو جائے تو معافی مانگ کر خیر کے دامن میں ہی پناہ لے لیتا ہے۔ خیر اور شر کا وجود کبھی ہمیشہ کے لئے ختم نہیں ہو سکتا' یہ کشمکش جاری رہتی ہے۔ انسان کے اندر اور اس سے باہر خیر طلبی اللہ کی مہربانی ہے اور شر ہمارے نفس کی تمنا۔ ہم اپنے ارادوں کو احکام الٰہی کے تابع کر دیں تو یہ کشمکش ختم ہو جاتی ہے یا کم سے کم ہو جاتی ہے۔ اللہ ہمیں اپنے نفس کے شر سے بچائے۔ آمین

(اخت ابوصارم۔ چھٹیانوالہ)

والدین کی ذمہ داریاں

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بدو اپنے چودہ پندرہ سالہ لڑکے کو لے کر حاضر ہوا اور شکایت کی کہ یہ میرا گستاخ ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکے سے پوچھا کہ بیٹا! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ والدین کا مقام شریعت نے کیا رکھا ہے۔ اس لڑکے نے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا:

"اے امیر المؤمنین! کیا شریعت اسلامیہ محض والدین کے مقام کی وضاحت کرتی ہے یا پھر والدین کی کچھ ذمہ داریاں بھی ہیں؟"

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "اولاد کے حوالے سے والد کی تین ذمہ داریاں ہیں۔ ① کسی دیندار اور خاندانی عورت سے شادی کرے۔ ② اپنے بچوں کے اچھے نام رکھے۔ ③ بچوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دلوائے۔"

اس لڑکے نے باادب عرض کیا کہ میرے والد صاحب نے ان تینوں میں سے ایک بھی ذمہ داری پوری نہیں کی۔ میرے والد صاحب نے ایک کالی حبشن سے شادی کی اور اب مجھے خود ہی "یا ابن السوداء" (او کالی کے بچے) کہہ کر میری تذلیل کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک کیڑے کے نام پر میرا نام رکھا اور مجھے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں پڑھایا۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس بدو سے کہا:

"میرے سامنے سے چلے جاؤ۔ تمہیں اپنی اولاد کا شکوہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔" (بحوالہ: ہمارے گستاخ مگر "مظلوم" بچے)

(انتخاب: سجاد الرحمٰن تاج..... ملتان)

صحابیہ رضی اللہ عنہا کی شان بے نیازی

ایک روز نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی نے پکا ہوا گوشت پیش کیا اور عرض کی "اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کسی محتاج مسلمان کے لئے رکھ لیں۔

اس وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ جو فقراء تھے' وہ رات کا کھانا تناول کر چکے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم میں سے کسی کو گوشت کی ضرورت ہے؟ انہوں نے عرض کیا' نہیں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم کھانے سے فارغ ہو چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ گوشت لے جا کر فلاں انصاریہ کو دے دو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ گوشت دینے کے لئے انصاریہ کے گھر پہنچے اور دروازے پر دستک دی۔ آواز آئی کون؟

جواب دیا' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

خاتون نے پوچھا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خیریت تو ہے؟

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا رسول اللہ ﷺ نے تیرے اور تیرے بچوں کے لئے یہ گوشت بھیجا ہے۔

وہ کہنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ کو میرا سلام کہہ دیں اور میری طرف سے یہ عرض کر دیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے' میرے بچے کھانا کھا کر سو چکے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا' یہ گوشت رکھ لیں' کل آپ کے بچے بیدار ہوں گے تو کھائیں گے۔ خاتون نے جواباً کہا۔ اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھیں' کہ کیا آپ کل تک میرے بچوں کی زندگی کی ضمانت دے سکتے ہیں۔ اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! یہ گوشت لے جائیں اور اسے اس کو دیں جو ہم سے زیادہ محتاج و ضرورت مند ہو۔

(فرزانہ سحر۔ بھوانہ تحصیل چنیوٹ)

انمول باتیں

☆...... اللہ تعالیٰ جس آدمی کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اسے علم و دانش سے محروم کر دیتا ہے۔

☆...... خون کی ندیاں بہانے سے وہ شہرت حاصل نہیں ہوتی جو ایک آنسو پونچھنے سے ہوتی ہے۔

☆...... صدق و یقین کے ساتھ سو رہنا اس نماز سے کہیں اچھا ہے جو شک کے ساتھ ادا کی جائے۔

☆...... جب تک کسی شخص کا پوری طرح حال معلوم نہ ہو اس کی نسبت بزرگی کا اعتقاد نہ رکھ۔

(صبیحہ خانم۔ جامع مسجد کھچی والا)

اصلی نبوت اور جعلی نبوت

کنری ضلع تھرپارکر میں ایک بزرگ تھے' اُن کا نام مستری برکت علی تھا اور وہ لوہار کا کام کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے پاس مرزا قادیانی کو نبی ماننے والا ایک مرزائی آیا اور آتے ہی اُس نے مرزا قادیانی کے سچا نبی ہونے اور اس کے دین میں مستری صاحب کو داخل کرنے کے لئے تبلیغ شروع کردی۔ مستری صاحب اس وقت بیٹھے کلہاڑی کی دھار کو تیز کرنے میں مصروف تھے۔ مرزائی جب تک بولتا رہا' یہ کلہاڑی کی دھار کو تیز کرتے رہے۔ جب دھار خوب تیز ہوگئی تو یک دم اُٹھے اور کلہاڑی کو مرزائی کی گردن پر رکھ دیا اور کہا: ''کہو کہ مرزا بے ایمان تھا' ایسا تھا' ویسا تھا۔'' مستری صاحب نے جیسا کہا' وہ مرزائی بھی ویسا ہی بولتا چلا گیا۔ جب خوب تسلی ہوگئی تو وہ کلہاڑی اس مرزائی کے ہاتھ میں تھما کر کہنے لگے:

''اب کلہاڑی میری گردن پر رکھو اور مجھ سے کہو کہ حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کروں۔ اللہ کی قسم! میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں گا مگر گستاخی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔''

(بحوالہ: تذکرہ مجاہدین ختم نبوت)

مسجد قباء (مسجد نبویؐ)

''قباء'' مدینہ منورہ کے قریب ایک بستی ہے جس میں مسجد قباء (مسجد تقویٰ) قائم ہے۔ یہ اسلامی دور کی پہلی مسجد ہے۔ اس مسجد کی بنیاد شروع دن سے تقویٰ پر رکھی گئی' اس لئے اس کو مسجد تقویٰ بھی کہا جاتا ہے۔

احمد بن یحییٰ بن جابر کہتے ہیں' پہلے پہل ہجرت کرنے والوں میں جو قباء میں قیام پذیر ہوئے' انہوں نے ایک مسجد بنائی جس میں وہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے سال بھر نمازیں پڑھتے رہے۔ جب رسول اکرم ﷺ نے ہجرت فرمائی تو آپ ﷺ نے قباء میں قیام فرمایا اور قباء کی مسجد میں نماز ادا کی۔ یہی مسجد تقویٰ کہلاتی ہے۔ مسجد قباء کو جاتے ہوئے بائیں جانب مسجد جمعہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینے میں تشریف آوری سے پہلے اسی میں نماز جمعہ ادا کی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسجد قباء کی تجدید و توسیع ہوئی۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور پھر عثمانی خلیفہ سلطان محمود خان نے 1837ء میں اس کی تعمیر نو کی۔ شاہ فیصل شہید نے 1970ء میں اسے از سر نو 6 میٹر بلند چبوترے پر استوار کیا۔ اس وقت اس کا مینار سادہ' وسط میں گنبد اور رقبہ 40 میٹر مربع تھا۔ 1988ء میں شاندار توسیع کے بعد مسجد قباء کا رقبہ 15 ہزار مربع میٹر ہوگیا ہے اور اس میں 10 ہزار نمازیوں کے لئے گنجائش ہے۔ اس کی چھت پر 58 چھوٹے اور تین بڑے گنبد ہیں اور چار پرشکوہ مینار ہیں۔ مسجد قباء کے اندر حدیث رسول اکرم ﷺ مرقوم ہے ''جو شخص گھر سے پاک صاف ہو کر نکلے اور اس مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا کرے اسے عمرہ یعنی حج اصغر کا ثواب ملے گا۔'' مسجد کے صدر دروازے پر آیت تاسیس اور مسجد کے نیچے ترکی زبان میں قطعہ تاریخ کندہ ہے۔ جس میں امام المسلمین شاہ جہان سلطان محمود خان کے عجز و گناہگاری کا اظہار کرکے خدمت تعمیر کی قبولیت اور بخشش کی دعا کی گئی ہے۔ (ڈاکٹر شوقی خلیل کی کتاب اطلس القرآن سے انتخاب) (فریحہ انجم۔ پسرور)

بزم اطفال

مہکتی کلیاں

☆...... علم کے بغیر عمل کے نتائج اچھے نہیں نکلتے۔

☆...... جاہل کے لئے سب سے بہتر بات خاموش رہنا ہے۔

☆...... اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے والے کبھی ناکام نہیں ہوتے۔ (صبیحہ خانم۔ مین بازار پچھی والا)

میرا پسندیدہ شعر

اے خدا باقی ہے تو اپنی محبت دے ہمیں
دیکھ لی فانی ہے دنیا اس سے نفرت دے ہمیں
تیرے در کے ہو کر رہیں ایسی قسمت دے ہمیں
چھوڑ دیں دنیا کو بالکل ایسی ہمت دے ہمیں

(اخت شکیل۔ 53 گ ب ڈھیسیاں جڑانوالہ)

اپنی جان اپنی ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں ہم
موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لڑتے ہیں ہم
ہم پرستارانِ حق ہیں جان نثاران رسولؐ
کوہساروں سے بھی ٹکرانے کو خود بڑھتے ہیں ہم

(اخت ابوصارم۔ چھٹیانوالہ)

حاسد حسد کی آگ میں خود ہی جلا کرے
وہ شمع ہی کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

(فرزانہ سحر۔ قصبہ بھوانہ)

کاٹ لینا ہر کٹھن منزل کا کچھ مشکل نہیں
اک ذرا انسان کو چلنے کی ہمت چاہئے

(محمد ارسلان' میاں عبداللہ۔ لاہور)

گذشتہ ماہ کے درست جوابات:

1- روزے سن 2 ہجری میں فرض ہوئے۔

2- روزہ کو عربی میں صوم کہتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی رکنے اور چپ رہنے کے ہیں اور اس کا اصطلاحی مطلب ہے مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص ایام میں کھانے پینے اور فسق و فجور کے کاموں سے طلوع فجر سے غروب آفتاب تک رک جانا۔

3- رمضان' لفظ رمضا سے مشتق ہے اور رمضا اس بارش کو کہتے ہیں جو موسم خریف میں برس کر زمین کو گرد و غبار سے پاک کردیتی ہے۔

4- مسجد القادسیہ میں نماز تراویح پڑھانے والے قاری عبدالودود عاصم کو سدیس پاکستان کہا جاتا ہے۔

5- اس سوال کا جواب مجلّہ الدعوۃ کے صفحہ 30 پر ہے اور مضمون نگار ہیں' بنت محمد اقبال طور۔

ذہن ساز انعامی کوئز

1- عیدالفطر کو عیدالفطر کیوں کہا جاتا ہے؟

2- عیدالفطر کی پہلی اور دوسری رکعت میں کتنی کتنی تکبیریں کہی جاتی ہیں؟

3- اسلام کی پہلی عید کہاں اور کب ادا کی گئی؟

4- امیر جماعۃ الدعوۃ محترم پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ نماز عید کہاں پڑھاتے ہیں؟

5- ''عراق کی جہادی تنظیموں نے افغانستان کے حالات سے کافی سبق سیکھا ہے۔'' یہ جملہ مجلّہ الدعوۃ کے کس صفحہ پر ہے نیز مضمون نگار کا نام لکھیں۔

بذریعہ قرعہ اندازی انعام یافتگان

1- خلیل الرحمٰن خان' ایبٹ آباد

2- نثار احمد' گوجرانوالہ

3- آنسہ کلیم' لاہور

خطوط بھیجنے والے دیگر قارئین

حافظ محمد عیسیٰ' کاشف مغل' حافظ آباد۔ چوہدری عثمان عزیز' بھکر۔ محمد افضل' محمد اشرف' نوید احمد' عنصر جاوید' تیمور رضا' نصر اللہ' بابر غوری' نسرین' نادیہ' جویریہ' عنبرین' خدیجہ' فرزانہ احمد' گوجرانوالہ۔ غلام مصطفیٰ' رشید احمد' خالد محمود' محمد شریف' خالد رحمان' عبدالغفور' محمد یعقوب' اصغر رضا' عباس زیدی' عبدالحکیم' کوثر ریحانہ' عالیشہ' فرزانہ' فرحین' نجم السحر' ثمینہ احمد' عاصمہ' نائلہ رضا' میمونہ' لاہور۔ حافظ عبدالقدیر' عمر فاروق' حماد الغنی' فیصل آباد۔ نادیہ' شگفتہ' فیصل آباد۔ غضنفر' جہلم۔ سلویٰ اسلم' اسلام آباد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فذکر ان نفعت الذکری سیذکر من یخشی ویتجنبها الاشقی

پس نصیحت کیجئے بیشک نصیحت کام دیتی ہے جو خوف رکھتا ہے وہ تو نصیحت پکڑے گا اور بدبخت پہلو تہی کرے گا۔ (سورۃ الاعلیٰ پارہ ۳۰)

باب النصیحۃ

ظلم اللہ کو سخت ناپسند ہے

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے دورِ قدیم کے ایک نبی کا تذکرہ فرمایا اور بتایا کہ ایک نبی کو کہیں سونے میں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا۔ انہوں نے چیونٹیوں کی بل میں آگ بھر دی جس سے بہت سے چیونٹیاں ہلاک ہوگئیں۔ اس پیغمبر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آیا کہ قصور تو ایک چیونٹی کا تھا اور تو نے کتنی سخت سزا دوسری چیونٹیوں کو بھی دے ڈالی۔ اے نبی! قیامت کے دن اس سوال کا جواب دینے کے لئے تیار رہنا۔

ایک حدیث میں مخلوق پر رحم کرنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے کہ پہلی امتوں میں سے ایک امت کی ایک فاحشہ عورت نے کنویں سے پانی نکال کر پیا تو اس نے دیکھا ایک کتے کا پلّہ کیچڑ چاٹ کر اپنی پیاس بجھا رہا تھا، اسے ترس آیا، اس نے اپنے جوتے کو دوپٹے سے باندھ کر پانی نکال کر اسے پلایا اور اتنی سی نیکی پر اس کی مغفرت کر دی گئی۔

مسلم کی روایت ہے: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں بے شک نبی ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن حق داروں کے حقوق ادا کرو گے یہاں تک کہ بے سینگ بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔

مسلم کی ہی ایک اور روایت میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

آج غور کریں ہمارے اپنے مسلمان بھائی ہی کافروں کے پٹھوؤں کی نوکری کے عوض مسلمان بھائیوں کا خون بہا رہے ہیں۔ کیا یہ اقتدار، یہ نوکریاں، قیامت کے دن ہمیں اللہ کی پکڑ سے بچا لیں گے۔ مسجدیں گرانے والے، کئی دنوں کے بھوکے پیاسے طلباء وطالبات کو شہید کرنے والے کیا اسلام کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟

جب اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ کی نافرمانی والی کسی کی بات بھی نہ مانی جائے گی۔ تو پھر ہمارے حکمرانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ کہاں کھڑے ہیں؟ ہزاروں مسلمانوں کے قاتل، ہزاروں مسلمانوں کو کافروں کے ہاتھوں مروا ڈالنے والے مسلمان حکمران کل قیامت کو اللہ کی عدالت میں کھڑے ہو کر کیا جواب دیں گے۔ نبی کو چیونٹیاں مارنے پر جواب دہ ہونا پڑے گا۔ تو یہ حکمران کیسے چھوٹ جائیں گے......؟

ابو عقاب الایمان محمد امین الرحمٰن

زبان کی حفاظت

زبان کا استعمال جنت یا جہنم کے قریب کر سکتا ہے

قرآن و حدیث کے دلائل سے مزین تحریر

قسط نمبر 1

الشیخ عبداللطیف

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم امابعد

اللہ تعالیٰ نے انسان پر بے شمار انعامات کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے زبان کا ذکر بھی کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ○ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ." (سورۃ البلد: 9,8)

"کیا ہم نے (انسان) کو دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ نہیں عطا کیے؟"

زبان اللہ تعالیٰ کی بے مثال نعمتوں میں سے ایک ایسی عظیم نعمت ہے جس سے انسان بولنے کا کام لیتا ہے اور مافی الضمیر کا اظہار کرتا ہے۔ بھلائی اور برائی میں زبان کا بڑا عمل دخل ہے جو شخص زبان کو آزاد اور بے لگام چھوڑ دیتا ہے اسے شیطان کے راستے پر چلا دیتی ہے اور ہلاکت کے گڑھے کی طرف پہنچا کر تباہ کر دیتی ہے اور جو شخص اسے شریعت کی حدود کے اندر محصور کر کے استعمال کرتا ہے اور صرف وہ بات کرتا ہے جو دنیا و آخرت میں اسے فائدہ دے تو وہ شخص اس زبان کے شر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

زبان کو تمام اعضاء کے سردار یعنی دل کی ترجمانی کا منصب سونپا گیا ہے۔ اللہ عزوجل نے زبان کو سینے کے پوشیدہ و مخفی مقصود و مراد اور اندرونی کیفیت کو بیان کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ جس طرح کان بیرونی اصوات و پیغامات دل تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں اسی طرح زبان دل کی پوشیدہ کیفیت لوگوں تک منتقل کرنے کا سبب ہے۔ گویا کان دل کا وہ ڈاکیا ہے جو باہر کی آوازیں اندر منتقل کرتا ہے اور زبان وہ قاصد ہے جو دل کی آواز باہر منتقل کرتا ہے۔

حکمتِ الٰہی کا تقاضا ہے کہ جو چیز پوشیدہ احوال اندر سے باہر منتقل کرے اسے اندر پوشیدہ جگہ پر رکھا جائے اور جو چیز باہر کی ظاہر و بارز آوازیں اندر منتقل کرے اسے باہر ہی ظاہر و واضح اور غیر پوشیدہ رکھا جائے مثلاً زبان پوشیدہ، محفوظ اور چھپی جگہ پر رکھی گئی ہے اور آنکھ، ناک اور کان ظاہر اور غیر پوشیدہ رکھے گئے ہیں کیونکہ کان، ناک اور آنکھ بیرونی احساسات کو اندر منتقل کرتے ہیں لہٰذا حکمتِ الٰہی کے مطابق انہیں ظاہر و بارز اور نمایاں رکھا گیا ہے اور زبان چونکہ اندرونی احساسات کو اندر سے باہر منتقل کرتی ہے سو حکمت کے تحت اسے پوشید رکھا گیا ہے۔

زبان دل کے بعد اشرف الاعضاء اور دل کے ہاں اس کی قدر و منزلت بحیثیت وزیر کی ہے جو دل کے اندر موجود خیر و شر کی ترجمانی کرتا ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا:

تَعَاهَدْ لِسَانَكَ اِنَّ اللِّسَانَ
سَرِيْعٌ اِلَى الْمَرْءِ فِيْ قَتْلِهٖ
وَهٰذَا اللِّسَانُ بَرِيْدُ الْفُؤَادِ
يَدُلُّ الرِّجَالَ عَلٰى عَقْلِهٖ.

(روضة العقلاء ص ٦٣)

"اپنی زبان کا خیال رکھ یقیناً زبان انسان کے قتل میں بہت سریع (سبب) ہے اور یہ زبان دل کا وہ ڈاکیا ہے جو لوگوں کو اس کی عقل پر راہنمائی کرتا ہے۔"

> زبان کی ذرا سی بے اعتدالی سے شیطان مسلمانوں کے درمیان فساد برپا کروا دیتا ہے۔ روزمرہ زندگی میں کتنے ہی ایسے واقعات سامنے آتے ہیں کہ کسی ایک آدمی کے جملے سے قبیلوں میں فساد کی لہر دوڑ گئی

گویا زبان کسی کی عقلمندی و نادانی کو پرکھنے کا عظیم ترازو ہے۔

امام یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"اَلْقُلُوْبُ كَالْقُدُوْرِ تَغْلِيْ بِمَا فِيْهَا فَاِنَّ لِسَانَهٗ مَغَارِفُهَا فَانْظُرِ الرَّجُلَ حِيْنَ يَتَكَلَّمُ فَاِنَّ لِسَانَهٗ يَغْتَرِفُ لَكَ مِمَّا فِيْ قَلْبِهٖ حُلْوٌ وَّحَامِضٌ وَّعَذْبٌ وَّاُجَاجٌ وَّغَيْرُ ذٰلِكَ." (حلیۃ الاولیاء، 63/10)

"دل ہانڈیوں کی مانند ہیں۔ جو اسی چیز کے ساتھ ابلتی ہیں جو اس میں ہو اور زبان دل کے اندر موجود اشیاء باہر نکالنے کے لئے ایک چمچ کی مانند ہیں لہٰذا جب آدمی گفتگو کر رہا ہو تو اس کی بات پر غور کرو اس کے دل میں کھٹا میٹھا نمکین یا خوشگوار وغیرہ جو کچھ بھی ہوگا زبان اس کو تمہارے لئے باہر نکال دے گی۔"

عقلمند کی زبان ایک وزیر کی مانند ہے جو اپنے بادشاہ یعنی دل سے مشورہ کیے بغیر حرکت کرنے کی جسارت نہیں کرتی جیسا کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"لِسَانُ الْعَاقِلِ وَرَآءَ قَلْبِهٖ فَاِذَا اَرَادَ الْقَوْلَ رَجَعَ اِلَى الْقَلْبِ فَاِنْ كَانَ لَهٗ قَالَ وَاِلَّا فَلَا." (الاحیاء 63/10، روضۃ العقلاء ص 70)

"عقلمند کی زبان اس کے دل کے ماتحت ہوتی ہے۔ پس وہ جب بھی بات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے دل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اگر وہ بات اس کے کہنے کے لئے (جائز) ہو تو کہہ دیتا ہے۔ وگرنہ (بولتا ہی) نہیں۔"

جس طرح زبان کو دوسرے اعضاء پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح اس کے خطرات و فسادات بھی دوسرے اعضاء سے کہیں زیادہ ہیں۔ زبان اعضاء انسانی میں سب سے زیادہ بے قابو عضو ہے کیونکہ اس کے استعمال میں کوئی مشقت نہیں اٹھانی پڑتی اور نہ ہی جنبش دینے میں کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا زبان سب سے بڑا ہتھیار ہے جسے شیطان انسان کے خلاف استعمال کرتا ہے۔

آنکھ کا دائرہ صرف دیکھنے تک محدود ہے۔ کان کا سننے تک

اور ہاتھ کا چھونے تک محدود ہے۔ لیکن زبان چھوٹی ہونے کے باوجود تمام ادراک شدہ چیزوں کو بیان کرنے پر قادر ہے۔

جب زبان اللہ عزوجل کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے اور اس نعمت کا بھی حساب ہوگا۔

ارشاد ربانی ہے۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ. (التکاثر. 8)

''پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہوگا۔''

چونکہ زبان بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے ایک بے مثال نعمت ہے۔ سو اس کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔ لہٰذا اس نعمت کے عطا کرنے پر اللہ تعالیٰ کی عبادت وذکر میں گزارا جائے۔

مثلاً حمد وثناء تسبیح وتقدیس تکبیر وتحلیل تحمید وتمجید درود وسلام تلاوت قرآن مجید مسنون اذکار اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دیگر عبادات میں زبان کو مشغول رکھا جائے۔

چونکہ زبان اچھائی وبرائی کا وسیع وکشادہ میدان ہے تو انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ زبان کو گناہ ومعصیت لغو وفضول گوئی جھوٹ وبہتان اور غیبت وچغلی میں استعمال نہ کرے کیونکہ زبان کا غلط استعمال کفران نعمت کے مترادف ہے۔ مثلاً زبان کو جھوٹ بہتان غیبت وچغلی اور لھو ولغو باتوں میں استعمال کیا جائے یا مسلمانوں کے درمیان تفریق ڈالنے اور مومنوں کی عزتوں کی بے حرمتی کرنے کے لئے استعمال کیا جائے تو زبان نعمت کی بجائے مصیبت کا باعث بن جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عثمان ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ

''مَا اَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَیَّ فَاَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِہٖ ثُمَّ قَالَ ھٰذَا.'' (مسند احمد ترمذی ابن ماجہ)

''وہ کونسی چیز ہے جس کی وجہ سے آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ خوف ہے تو آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا کہ یہ (زبان)''

بعض اوقات زبان کا غلط استعمال باعث مصیبت ہوتا ہے تو بعض اوقات خاموشی بھی باعث گناہ ہوتی ہے۔ امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں زبان کی دو عظیم آفتیں ہیں۔

1- باطل کلام کرنا۔

2- حق سے سکوت اختیار کرنا۔

حق سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اور باطل کلام کرنے والا شیطان ناطق ہے اور میانہ روی اختیار کرنے والے لوگ باطل کلام سے خاموش رہتے ہیں اور فائدہ مند کلام میں گفتگو کرتے ہیں۔ (الجواب الکافی۔ ص 281)

ابو علی الدقاق فرماتے ہیں۔

''مَنْ سَکَتَ عَنِ الْحَقِّ فَھُوَ شَیْطَانٌ اَخْرَسٌ.'' (الاذکار للنووی ص 298)

''جس شخص نے حق (کی بات) سے سکوت اختیار کیا وہ گونگا شیطان ہے۔''

درحقیقت زبان پر قابو پانا بہت زیادہ مشکل کام ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ حقیر وبھلائی کے لئے مختص کر لیتا ہے اس کے لئے یہ کان آسان وسہل کر دیتا ہے۔

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں ''عجب بات ہے کہ انسان کے لئے حرام خوری ظلم زنا چوری شراب نوشی حرام چیزوں کو دیکھنا اور اس جیسے دوسرے ممنوع کاموں سے احتیاط کرنا اور اس سے دور رہنا آسان ہے مگر زبان کی کاٹ پر قابو پانا دشوار ہے چنانچہ آپ کو کئی ایسے آدمی نظر آئیں گے جن کی دینداری زہد اور عبادت وریاضت کی مثال دی جاتی ہے۔ (مگر) وہ بھی لاپرواہی میں ایسے کلمات کہہ جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہوتے ہیں اور پھر بندہ اس جیسے ایک کلمہ کی وجہ سے مشرق ومغرب کے مابین مسافت سے بھی زیادہ دوری پر اپنے مقام سے نیچے گر جاتا ہے یا اس کی وجہ سے جہنم کی آگ میں گر جاتا ہے۔ (الجواب الکافی۔ ص 277)

امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''عقلمند گفتگو کرنے کی بجائے زیادہ سنے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جو گفتگو وہ کرے اس میں اس کو ندامت اٹھانی پڑے مگر خاموش رہنے میں ندامت بالکل نہیں ہوتی۔''

امام ابن القیمؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ان العبد لیتکلم باالکلمة من رضوان الله تعالیٰ لایلقیٰ لها بالا یرفعه الله بها درجات وان العبد لیتکلم بالکلمة من سخط الله لایلقیٰ لها بالا یهوی بها فی جهنم......'' (الحدیث بخاری)

''یقیناً بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی وہ بات کر دیتا ہے جس کی وہ پرواہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور یقیناً بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں کوئی ایسی بات کہتا ہے جس کی وہ پرواہ نہیں کرتا جس کے نتیجے میں وہ جہنم میں گر جاتا ہے۔''

لہٰذا زبان کو نہایت سلیقے سے استعمال کرنا چاہئے کیونکہ کبھی بندہ بغیر سوچے سمجھے اور نتائج پر غور کیے بغیر ایسے کلمات کہہ دیتا ہے جو انسان کے اعمال کو ضائع کرنے کا سبب بن جاتے ہیں۔ بغیر سوچے سمجھے کلمات کہنے کی سنگینی سمجھنے کے لئے درج ذیل حدیث پر غور فرمائیں۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قال رجل والله لایغفر الله لفلان فقال عزوجل من ذالذی یتالی علی ان لااغفر لفلان فانی غفرت لفلان واحبطت عملک.'' (صحیح مسلم)

''ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو معاف نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کون ہے جو مجھ پر قسم اٹھاتا ہے کہ میں فلاں کو معاف نہیں کروں گا یقیناً میں نے فلاں شخص کو معاف کر دیا اور تیرے اعمال برباد کر دیئے۔''

اس شخص کی گفتگو پر غور کریں جو زبان کی وجہ سے تباہ ہو گیا۔

آج کل ہمارے ہاں یہ وبا بڑی سرایت کر گئی ہے کہ بعض نیکوکار زاہد اور متقی کسی معین گنہگار شخص کو دیکھ کر کلمات ادا کرتے وقت ذرا احتیاط نہیں کرتے اور فوراً اس پر ''جہنمی'' ہونے کا لیبل لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان افراد کو توبہ کی توفیق بھی دے سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ کی وسیع رحمت کو چیلنج کرنے والے افراد کو اپنی زبان پر کنٹرول کرنے کے لئے مندرجہ بالا حدیث پر غور کرنا چاہئے۔

اگر انسان ذرا غور کرے تو یہ بات اس پر عیاں ہو سکتی ہے کہ زبان کی آزمائش دوسری آزمائشوں سے کہیں زیادہ کڑی ہے کیونکہ اس امتحان کے لئے خصوصی نگران مقرر کیے گئے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ. (سورة ق. 18)

''انسان منہ سے کوئی لفظ نہیں کہہ پاتا مگر اس کے پاس (لکھنے کے لئے) نگہبان تیار بیٹھا ہے۔''

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ ''یاد رکھو ہر عاقل بالغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان کو ہر قسم کی گفتگو سے محفوظ رکھے۔ البتہ ایسی گفتگو جس میں صلاح (اور فائدہ واضح) ہو لیکن جب مصلحت کے اعتبار سے گفتگو کا نتیجہ مصلحت کے لحاظ سے برابر ہو تو ایسی گفتگو سے باز رہنا سنت ہے کیونکہ بسا اوقات جائز گفتگو بھی حرام اور مکروہ تک پہنچا دیتی ہے اور عادتاً ایسا بہت ہوتا ہے۔ حالانکہ سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ (الاذکار۔ ص 294)

انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرتے ہوئے اسے صرف دینی ودنیاوی مصلحت کے وقت استعمال کرے کیونکہ اس کی عمر کی گھڑیاں انسان کے لئے قیمتی ترین سرمایہ ہیں۔ سو ان قیمتی گھڑیوں کو لغو ولہو اور فضول وباطل گفتگو میں ضائع نہ کرے کیونکہ مومن کے اوصاف میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اچھی بات کہتا ہے یا پھر خاموش رہتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا

اَوْ لِيَصْمُتْ۔'' (متفق علیه)

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ اچھی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔''

یہ حدیث اس بات پر صریح ہے کہ اسی وقت بولنا چاہئے جب اس میں خیر و بھلائی ہو اور بھلائی والی گفتگو وہ ہوتی ہے جس میں کوئی مصلحت ہو جب مصلحت کے ظاہر ہونے میں کوئی شک ہو تو اس سے خاموش رہنا افضل ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔

''اِذَا اَرَادَ الْكَلَامَ فَعَلَيْهِ اَنْ يُفَكِّرَ قَبْلَ كَلَامِهِ فَاِنْ ظَهَرَتِ الْمَصْلَحَةُ تَكَلَّمَ وَ اِنْ شَكَّ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتّٰى تَظْهَرَ۔'' (الاذکار للنووی ص 294)

''جب انسان کلام کا ارادہ کرے تو بات سے پہلے غور و فکر کرے پس اگر مصلحت واضح ہو تو بولے اور اگر شک ہو تو جب تک (کوئی مصلحت) واضح نہ ہو گفتگو نہ کرے۔''

گویا مؤمن کے لئے دو ہی راہیں ہیں۔

1- اچھی گفتگو کرنا۔

2- یا پھر خاموشی اختیار کرنا۔

خاموشی اور کم گوئی کے متعلق امام ابو حاتم ؒ فرماتے ہیں'' عقلمند پر واجب ہے کہ وہ کانوں کے ساتھ انصاف کرے اور یہ بات سمجھ لے کہ اس کے دو کان اور ایک زبان ہے۔ (مطلب یہ ہوا) کہ وہ گفتگو کرنے کی بجائے زیادہ سنے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جو گفتگو وہ کرے اس میں اس کو ندامت اٹھانی پڑے مگر خاموش رہنے میں

زبان اعضاء انسانی میں سب سے زیادہ بے قابو عضو ہے کیونکہ اس کے استعمال میں کوئی مشقت نہیں اٹھانی پڑتی اور نہ ہی جنبش دینے میں کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا زبان سب سے بڑا ہتھیار ہے جسے شیطان انسان کے خلاف استعمال کرتا ہے

ندامت بالکل نہیں ہوتی۔'' (روضۃ العقلاء ص 64)

حضرت ابن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَكْثَرُ خَطَايَا ابْنِ اٰدَمَ فِيْ لِسَانِهِ

''ابن آدم کی سب سے زیادہ غلطیاں اس کی زبان میں ہیں۔'' (کتاب الصمت وطبرانی الصحیحہ 534)

عقلمند پر واجب ہے کہ جب اسے پتا چل جائے کہ زبان غلطیوں اور خطاؤں کا مرکز و محور ہے اور اس پر نگرانی بھی سخت ہے تو اس پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کرے اور ہر کلمہ احتیاط سے ادا کرے اور زبان کے معاملے میں شیطانی حملوں سے بچنے کے لئے ذکر و اذکار کا قلعہ بنا کر رکھے۔

جب انسان کی زبان غلطیوں کا منبع ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کمزور و ناتواں بندوں پر رحم فرما کر انہیں عظیم رہنمائی فرمائی تاکہ وہ شیطان کے حربوں سے محفوظ رہ سکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

'' وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا۔ (بنی اسرائیل 53'')

''اور میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بہت ہی حسین بات کہیں کیونکہ شیطان ان کے آپس میں فساد ڈلوا دیتا ہے۔ یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے آپس میں گفتگو کرتے وقت زبان کو احتیاط سے استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی آپ ایک بات کہنے لگے ہیں تو دیکھیں کیا آپ اس سے بھی خوبصورت بات کر سکتے ہیں تو حسین ترین گفتگو کا انتخاب کریں۔ کیونکہ زبان کی ذرا سی بے اعتدالی سے شیطان مسلمانوں کے درمیان فساد برپا کروا دیتا ہے۔ روزمرہ زندگی میں کتنے ہی ایسے واقعات سامنے آتے ہیں کہ کسی ایک آدمی کے جملے سے قبیلوں میں فساد کی لہر دوڑ گئی' کتنے قتل ہوئے' غیبت سے صلہ رحمی ختم ہوگئی۔ چغلی سے فتنہ و فساد برپا ہوگیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ زبان کو صحیح استعمال کرنے والے کو افضل المسلمین کہا گیا ہے۔ جیسے کہ حضرت ابو موسیٰ الاشعری ؓ سے روایت ہے کہ میں نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں سے افضل کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا'' مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔''

(ترمذی' الایمان باب ماجاء فی ان المسلم من سلم المسلمون من لسانہ۔ 2627)

''جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔'' (وہ سب سے افضل مسلمان ہے۔)

شریعت اسلامی نے لب کشائی کے وقت دو باتوں کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے۔

1- گفتگو کریں تو ایسی کہ جس میں دینی یا دنیاوی شرعی مصلحت ہو تاکہ اچھی بات سے نیک اعمال میں اضافہ ہو اور آخرت کی منزلوں میں بلندی حاصل ہو۔

2- خاموش رہنا تاکہ ذلت و رسوائی اور آخرت کے عذاب سے نجات مل سکے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمرو ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ سَكَتَ نَجَا'' (مسند احمد ترمذی دارمی الصحیحہ 536)

''جو شخص (بری بات سے) چپ رہا نجات پا گیا۔''

اسی طرح حضرت عقبہ بن عامر ؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ نجات کس چیز میں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ۔'' (ترمذی حدیث نمبر 2406)

''اپنی زبان پر کنٹرول کرو اور تمہارا گھر تمہیں ڈھانپ لے اور اپنی غلطیوں پر رویا کرو (ان چیزوں میں نجات ہے)۔''

بری بات سے خاموش رہنا مومن کی خصلت اور فضول ولغو باتوں سے گریز کرنا اس کی عادت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔'' (مؤمنون۔ 3)

''وہ (مومن لوگ) لغو چیزوں سے اعراض کرنے والے ہیں۔''

لغو سے مراد ہر وہ قول و فعل ہے جس میں کوئی شرعی و دنیاوی فائدہ ظاہر نہ ہو اور مؤمن بے فائدہ فضول اور لایعنی اقوال و افعال سے اجتناب کرنے والا ہوتا ہے۔ بے فائدہ چیزوں سے خاموش رہنے والا شخص درحقیقت اپنے دل و دماغ اور قلب و نفس کو راحت پہنچانے والا ہے کیونکہ زبان کو غلط حرکت دے کر معذرت کرنے سے بہتر ہے کہ انسان خاموشی اختیار کرے۔ جیسا کہ حضرت ابن [illegible] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اِيَّاكَ وَمَا يُعْتَذَرُ مِنْهُ۔'' (رواه الطبرانی فی الاوسط والبیهقی فی الزهد الصحیحه 914)

''ہر اس چیز سے بچ جاؤ جس سے معذرت کرنی پڑے۔''

اسی طرح حضرت ابو ایوب انصاری ؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

''وَلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْتَذِرُ مِنْهُ غَدًا۔'' (احمد' ابن ماجه الصحیحه 401)

''کوئی ایسی بات نہ کرو کہ جس سے تمہیں کل کو معذرت کرنی پڑے۔''

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام ؓ کو زبان کی حفاظت کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ حضرت اسود بن اصرم المحاربی فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے وصیت کیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُلْ بِلِسَانِكَ اِلَّا مَعْرُوْفًا وَلَا تَبْسُطْ يَدَكَ اِلَّا اِلٰى خَيْرٍ۔ (بخاری فی التاریخ۔ والطبرانی فی المعجم الکبیر الصحیحه 1560)

''اپنی زبان سے صرف اچھی بات کرو اور اپنے ہاتھ کو صرف بھلائی کی طرف بڑھاؤ'' (جاری ہے)

تزکیہ تربیت

جھوٹ
ایک بدترین اخلاقی بیماری کے نقصانات بیان کرتی فکر انگیز تحریر

مفتی سعید

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِن جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَیَّنُوا أَن تُصِیبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِینَ. (سورۃ الحجرات.6)

''اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی شخص کسی خبر کے ساتھ آئے تو پس تم تحقیق کر و یہ نہ ہو کہ تم کسی قوم پر بے علمی میں ٹوٹ پڑو اور پھر تمہیں اپنے کئے پر شرمندگی اٹھانی پڑے۔

سورۃ حجرات کی مذکورہ آیت سرورعالم امام المجاہدین محمد رسول اللہ ﷺ پر تب نازل ہوئی جب آپ ﷺ اپنے ان جانثاروں کے ساتھ کہ جنہیں اسلام قبول کرنے کے ''جرم'' میں ان کے گھربار' کھیت وکھلیان اور کسب وکاروبار سے بے دخل کر دیا گیا تھا اور انہوں نے بے سروسامانی کی حالت میں سب کچھ لٹا کر ایمان بچا کر تین سو میل کا پیدل سفر کر کے ایک ایسی بستی کا رخ کیا جو اس سے قبل ''یثرب'' کہلاتی تھی اور بعد ازاں اسے ''مدینۃ الرسول'' کے عظیم نام اور لقب سے یاد جانے لگا کہ جب رسولِ خدا ﷺ اس بستی کی طرف مہاجر ہوئے تو فرمایا:

''امرت بقریۃ تاکل القریٰ'' مجھے ایک ایسی بستی میں جانے کا حکم دیا گیا ہے جو دیگر بستیوں کو کھا جائے گی۔ جی ہاں! پھر اس بستی سے اسلام کی دعوت کے طلوع ہونے والے سورج نے اپنی تابناکی سے ساری دنیا کو منور کیا۔

ہمارے ہی معاشرے کے بعض صالح افراد' عمدہ شخصیات اور اعلیٰ مذہبی اقدار وروایات کو مسخ اور بے وقعت کرنے کے لئے بے شمار من گھڑت اور بے بال وپر کی کہہ کر منافقین کے کردار کے حامل بن کر اللہ کو ناراض کر رہے ہیں

الغرض مسلمان مہاجرین کے لٹے پٹے قافلے یہاں آکر آباد ہوئے۔ سب سے پہلے بے تاب جبینوں کے لئے اور رب کے حضور جھکنے کی والہانہ تڑپ اور جستجو رکھنے والے اعضاء واجسام کے لئے مسجد نبوی کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا۔ کیا چھوٹے' کیا بڑے' کیا بوڑھے' کیا نوجوان کمال جذبہ مہاجرین کا اور فریفتگی کے عالم میں غریق انصار کا جذبات کا منظر بڑا ہی دیدنی تھا۔

مایوسی کے بادل چھٹ چکے تھے۔ ظلم کی اندھیری رات پر سحر طلوع ہو چکی تھی۔ قدسیوں کے توسط سے آنے والی شریعت کے غلبے کی تگ ودو' تعلیم وتربیت' تزکیہ ونصیحت کا علم مسجد نبوی کے چبوترہ سے شروع کر دیا گیا اور عزم وہمم اور حوصلہ وامید کے جذبات نے اصحاب رسول ﷺ کے قلوب میں انگڑائیاں لیں اور کامیابی وفتح ونصرت کی دمک ان کی آنکھوں میں شکر کے آنسوؤں کی چمک لانے لگی۔

مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھرنے لگی' ذکر اور قرآن کی محبت سے حاملین سماعت تلاوت قرآن کے دوران عجیب جذبات مناظر دکھانے لگے۔ اسلام روز بروز ترقی کے زینے چڑھتے ہوئے اپنے قائلین کے لئے ہر طلوع ہونے والے دن کو خوشخبری دینے والا اور طمانیت بخشنے والا رب کی رحمت سے بنا تا یا تا آنکہ مسلمان اپنی ایک علیحدہ اسٹیٹ' ریاست' مملکت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

صنادید قریش کو' کفار مکہ کو' سرداران عرب کو مسلمانوں کا یوں عزت ووقار کے ساتھ رہنا قطعاً پسند نہ آیا تو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف دو مختلف محاذ کھول دیئے۔ ایک تو وہ کفار تھے جو کبھی جنگوں میں مسلمانوں کے سامنے مقابلے کے لئے اترتے اور دوسرے منافقین کے روپ میں اہل اسلام کو ارض الاسلام میں اپنی سازشوں کے بھنور اور گرداب میں پھنسانے کی اکثر ناکام اور بعض کامیاب کوششیں کرتے۔

غلط فہمیاں' غلط خبریں' زہریلے پروپیگنڈے' انارکی' فتنہ وفساد' الزامات وبہتان طرازیاں' اللہ رب العزت اور رسولِ خدا کے خلاف باتیں عام مسلمانوں اور مومنین کے عیوب اور کمزوریوں کو ڈھونڈنا اور پھر عامۃ الناس اور کفار قریش اور دیگر مشرکین اور پورے عرب میں ان کو بدنام کرنا' ان کے دوسرے محاذ کے منافقین کا شیوہ وشعار تھا۔

الغرض مذکورہ بالا آیت میں مدنی مسلمانوں کی اللہ رب العزت نے اسلامی معاشرے میں رہتے ہوئے ان چند امور پر تربیت فرمائی کہ غیبت' چغلی' بدگمانی اور بغیر تحقیق کے کی جانے والی بات کرنا فاسق اور گمراہ لوگوں کی عادت ہے۔ تم باہم یوں ہی بدگمانیوں کا شکار نہ ہو جایا کرو بلکہ جب بھی تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آنے والا خبر لے کر آئے تو تم اس کی جانچ پڑتال کیا کرو۔

مندرجہ بالا آیت میں اہل ایمان کو معاشرتی بگاڑ اور باہم تنازع اور خلفشار کا سبب بننے والے ایک بہت بڑے سبب اور عامل سے بچنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی شخص کوئی خبر لے کر آئے تو تم اس کی تحقیق کئے بغیر اس پر اپنا ردِ عمل ظاہر نہ کیا کرو اور اگر تم نے بغیر ریسرچ اور تفتیش کے یونہی کسی کی بات پر جو کہ بغیر ثبوت کے تھی یقین کر کے کسی قوم پر چڑھائی کر دی تو کل کلاں تمہیں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

الغرض مذکورہ آیت میں ہمیں حقیقت واقعہ کی گہرائی اور امر واقع کی سچائی کے صحیح احساس وادراک کے لئے تحقیق وتفتیش کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ ہمارے لوگ ہمارے ہی معاشرے کے بعض صالح افراد' عمدہ شخصیات اور اعلیٰ مذہبی اقدار وروایات کو مسخ اور بے وقعت کرنے کے لئے بے شمار من گھڑت اور بے بال وپر کی کہہ کر منافقین کے کردار کے حامل بن کر اللہ کو ناراض کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا کرے اور ہمیں اس قسم کے قبیح اور شنیع کردار سے بچائے۔ آمین

منافقوں کی علامات آیات قرآنیہ کی روشنی میں

1- اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ. (النساء. ۱۴۲)

''بے شک منافق لوگ اللہ سے دھوکہ کر رہے ہیں۔''

2- تھکے ہارے بادل ناخواستہ نماز پڑھتے ہیں۔

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ. (النساء. ۱۴۲)

''اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔''

3- عمل میں ریاکاری کرتے ہیں۔

يُرَاءُونَ النَّاسَ. (النساء. ۱۴۲)

''لوگوں کو دکھلاوا کرتے ہیں۔''

4- اللہ کو یاد بہت ہی کم کرتے ہیں۔

وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا. (النساء. ۱۴۲)

''اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔''

5- منافق جہاد کے متعلق حکم ربانی سنتے ہیں تو ان پر موت کی غشی طاری ہوتی ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ. (محمد. 20)

''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں کوئی سورۃ نازل نہیں کی گئی۔ پھر جب محکم سورۃ نازل کی جائے اور اس میں لڑائی کا ذکر کیا گیا ہو تو تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ تیری طرف اس طرح دیکھیں گے کہ جیسے اس شخص کا دیکھنا ہوتا ہے جس پر موت کی غشی طاری ہو۔''

6- اپنے دل میں یہود کی محبت رکھتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ. (المجادلہ. 14)

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے ان لوگوں کو دوست بنالیا جن پر اللہ غصے ہو یا نہ وہ تم سے ہیں نہ ان سے۔''

7- جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔

وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ. (المجادلہ. 14)

مدیر جامعہ ستاریہ:
عابداللہ ابو طلحہ جرار

''اور وہ جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے نہیں۔''

8- اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ. (المنافقون. 2)

''انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا، پس انہوں نے اللہ کی راہ سے روکا یقیناً یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہیں برا ہے۔''

9- اللہ کے وعدوں کو جھوٹ سمجھتے ہیں۔

مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا. (احزاب. 12)

''اللہ اور اس کے رسول نے محض ہم کو دھوکہ دینے کے لئے وعدہ کیا تھا۔''

10- جہاد سے فرار کے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔

إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا. (احزاب. 13)

''وہ بھاگنے کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔''

11- منافق جہاد پر جانے والوں کو روکتے ہیں۔

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا. (احزاب. 18)

''یقیناً اللہ تم سے رکاوٹیں ڈالنے والوں کو جانتا ہے اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والوں کو بھی ہماری طرف آجاؤ اور وہ لڑائی میں کم ہی آتے ہیں۔''

12- منافق مال خرچ کرنے سے ہاتھ روکتے ہیں۔

وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ. (الاحزاب. 72)

''اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔''

13- اسلام اور جہاد کے بارے میں شک وشبہ میں ہیں۔

إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ. (التوبہ. 45)

''تجھ سے اجازت صرف وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ سو وہ اپنے شک میں حیران پھرتے ہیں۔''

14- منافق جہاد کی تیاری نہیں کرتے۔

اے نبی ﷺ! تجھ سے اجازت صرف وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ سو وہ اپنے شک میں حیران پھرتے ہیں۔ (التوبہ:45)

وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَٰكِن كَرِهَ اللَّهُ انبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ. (التوبہ. 45)

''اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لئے کچھ سامان ضرور تیار کرتے لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا ناپسند کیا تو انہیں روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔''

15- مسلمانوں میں فتنہ وفساد ڈالنے والے ہوتے ہیں۔

لَوْ خَرَجُوا فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالاً وَلَأَوْضَعُوا خِلٰلَكُمْ. (التوبة. 45)

"اگر تم میں نکلتے تو خرابی کے سوا تم میں کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے اور تم میں فتنہ چاہتے ہوئے ضرور تمہارے درمیان دوڑتے پھرتے۔"

16- مسلمانوں میں فتنہ ڈالنے کی تلاش میں رہتے ہیں۔

يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ. (التوبة. 45)

"وہ تلاش کرے ہیں تمہارے اندر فتنہ۔"

17- مسلمانوں کی فتح، بھلائی، ترقی اور خوشحالی ان سے دیکھی نہیں جاتی۔

إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ. (التوبة. 50)

"اگر تجھے کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے۔"

18- مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئے تو خوش ہوتے ہیں۔

وَإِن تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا وَّهُمْ فَرِحُونَ. (التوبة. 50)

"اور اگر کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں ہم نے تو پہلے ہی اپنا بچاؤ کر لیا تھا اور اس حال میں پھرتے ہیں کہ بہت خوش ہوتے ہیں۔"

19- قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں ہم تمہاری جماعت کے لوگ ہیں۔ حالانکہ ہیں نہیں۔

وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ. (التوبہ. 56)

"اور وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں۔ حالانکہ وہ تم میں سے نہیں اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔"

20- دشمنوں کے ڈر سے بزدلی کی بناء پر مختلف پناہ گاہیں اور غاریں ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں جا چھپیں۔

لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ. (التوبہ. 57)

"اگر وہ کوئی پناہ کی جگہ پالیں یا کوئی غاریں یا گھسنے کی کوئی جگہ تو اس کی طرف لوٹ جائیں اس حال میں کہ وہ رسیاں تڑا رہے ہوں۔"

21- مالی مفادات پورے ہوتے رہیں تو خوش ورنہ ناراض۔

فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ. (التوبة. 58)

"پھر اگر ان میں سے دے دیا جائے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں، اور اگر انہیں ان میں سے نہ دیا جائے تو اسی وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔"

22- منافق مسلمانوں بالخصوص قائدین پر نکتہ چینی سے باز نہیں رہتے۔

يَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ. (التوبہ. 61)

"اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو نبی ﷺ کو ایذا دیتے ہیں وہ تو ایک کان میں ہیں، کہہ دے تمہارے لئے بھلائی کا کان ہیں اللہ پر یقین رکھتا ہے اور مومنوں کی بات پر یقین رکھتا اور ان کے لئے ایک رحمت ہے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایزاء دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

23- منافق مسلمانوں پر طعنہ زنی کرنے والے ہوتے ہیں۔

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ. (التوبہ. 79)

"وہ جو صدقات میں خوش دلی سے حصہ لینے والے ایمان داروں پر طعن کرتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے، سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔ اللہ نے ان سے مذاق کیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

اگر وہ (منافق جہاد کے لئے) نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لئے کچھ سامان ضرور تیار کرتے لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا ناپسند کیا تو انہیں روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ (التوبہ: 45)

24- بے حمیت ہوتے ہیں۔ جہاد میں نکلنے کی بجائے عورتوں کی طرح گھروں میں دبکے رہنا پسند کرتے ہیں۔

وَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ آمِنُوا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُن مَّعَ الْقَاعِدِينَ. (التوبہ. 86)

"اور جب کوئی سورۃ اتاری جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے دولت والے تم سے اجازت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں، ہمیں چھوڑ دے کہ ہم بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں۔"

25- منافق خطرے میں آنکھیں ایسے پھیرتے ہیں جیسے موت کی بے ہوشی طاری ہو۔

أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُم بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ أُولٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا. (الاحزاب. 19)

"تمہارے بارے میں سخت بخیل ہیں۔ پس جب خوف آ پہنچے تو تو انہیں دیکھے گا کہ تیری طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں کہ جس پر موت کی غشی طاری کی جا رہی ہو، پھر جب خوف جاتا رہے تو تمہیں تیز زبانوں کے ساتھ تکلیف دیں گے اس حال میں کہ مال کے سخت حریص ہیں، یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔"

26- منافق مجاہدین کی حوصلہ شکنی کے لئے پریشان کن افواہیں پھیلاتے ہیں۔

لَئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا. (الاحزاب. 60)

"بلاشبہ یقیناً اگر منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ جو مدینے میں جھوٹی خبریں اڑانے والے ہیں۔ باز نہ آئے تو ہم تجھے ان پر مسلط کر دیں گے پھر وہ اس میں تیرے پڑوس میں نہیں رہیں گے مگر کم۔"

27- منافق لوگوں کی بات اپنے دل کے مخالف ہوتی ہے۔

يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ. (الفتح. 11)

"وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔"

28- دین سے لاعلم اور دنیا کے ماہر ہیں۔

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ. (الروم. 7)

"اور کچھ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز ایمان والے نہیں۔"

29- کلمہ پڑھنے کے باوجود مومن نہیں بنتے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ. (البقرہ. 8)

"اور کچھ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ایمان والے نہیں۔"

30- فساد سے روکا جائے تو اپنے آپ کو مصلح ظاہر کریں گے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ. (البقرہ. 11)

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت ڈالو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔"

31- مسلمانوں سے استہزاء واستخفاف کا معاملہ کرتے ہیں۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ. (البقرہ. 14)

"اور جب ان سے ملتے ہیں جو ایمان لا چکے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں' ہم تو صرف مذاق کرنے والے ہیں۔"

32- حلال وحرام اور خیر وشر کو جاننے کے بعد دوبارہ کفر ونفاق کرتے ہیں۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ. (البقرہ. 17)

اور جب (منافق) ان سے ملتے ہیں جو ایمان لا چکے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں' ہم تو صرف مذاق کرنے والے ہیں۔ (البقرہ۔14)

"ان کی مثال اس شخص کی مثال ہے جس نے ایک آگ روشن کی' تو جب اس نے اس کے ارد گرد کی چیزوں کو روشن کر دیا تو اللہ ان کے نور کو لے گیا اور انہیں کئی طرح کے اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھتے۔"

33- یہ تذبذب اور تزلزل کا شکار اور حق سے محروم ہیں۔

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ. (البقرہ. 19)

"یا جیسے آسمان سے اترنے والی بارش جس میں کئی اندھیرے ہیں اور گرج اور چمک ہے' وہ کڑکنے والی بجلیوں کی وجہ سے موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں اور اللہ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔"

34- منافق اللہ کو بھولنے والے ہیں اور اللہ ان کو بھلانے والا ہے۔

نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ. (التوبة. 67)

"وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انہیں بھلا دیا۔"

35- منافق نیکی سے روکتے اور برائی کا حکم دیتے ہیں۔

يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ (التوبة. 67)

"وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں۔"

36- مرد اور عورت دونوں میں منافقت ہوتی ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ. (التوبة. 67)

"منافق مرد اور منافق عورتیں ان کے بعض بعض سے ہیں۔"

37- منافق انتہائی بزدل اور ڈرپوک ہوتے ہیں۔

وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ. (التوبة. 56)

"اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔"

38- عقل سے عاری' دیوار کے ساتھ نصب لکڑیوں کے تراشے ہوئے بت ہیں۔

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِن يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ. (المنافقون. 4)

"اور جب تو انہیں دیکھے تو ان کے جسم تجھے لگیں گے اگر وہ بات کریں تو تو ان کی بات پر کان لگائے گا' گویا کہ وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں۔ ہر زور کی آواز کو سمجھتے ہیں کہ انہیں پر پڑنے والی ہے۔"

39- اللہ کی راہ میں کٹنے والوں کو کہتے ہیں اگر تم میدان میں نہ جاتے تو نہ مرتے۔

الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ. (ال عمران. 168)

"جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور خود بیٹھے رہے' اگر وہ ہمارا کہنا مانتے تو قتل نہ کئے جاتے۔ کہہ دے پھر اپنے آپ سے موت کو ہٹا دینا' اگر تم سچے ہو۔"

40- رات کی تاریکی اور ظلمت میں مسلمانوں کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔

يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا. (النساء. 108)

"اور لوگوں سے چھپاؤ کرتے ہیں اور اللہ سے چھپاؤ نہیں کرتے' جسے وہ پسند نہیں کرتا اور اللہ ان کا احاطہ کرنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔"

41- عقل مند مؤمنین ومسلمین کو بے وقوفی اور کم فہمی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ. (البقرہ. 13)

"(منافقین کہتے ہیں) کیا ہم ایمان لائیں جس طرح بے وقوف یعنی مؤمنین ایمان لائے۔ خبردار وہی (منافقین) بے وقوف ہیں اور حالانکہ وہ جانتے نہیں۔"

42- وہ ایمان وہدایت کو کفر وضلالت پر ترجیح دیتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ. (البقرہ.16)

"یہی وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں خرید لیا ہے لیکن ان کی تجارت نے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہیں۔"

43- وہ اپنے معاملات میں حاکم اور فیصل طاغوت کو سمجھتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ. (النساء. 60)

"کیا آپ ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھتے جو یہ گمان رکھتے کہ وہ اس چیز کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔ جو تیری طرف اور تجھ سے پہلے نازل کی گئی ہے وہ اس بات کا ارادہ رکھتے ہیں کہ اپنے فیصلے طاغوت کی طرف لے جائیں حالانکہ ان کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس (طاغوت) کا کفر کریں۔"

44- شریعت کو ڈھال بنا کر مؤمنین کو تکلیف پہنچانا ان کا نصب العین ہے۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ. (التوبة. 107)

"اور وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد بنائی نقصان پہنچانے اور کفر کرنے (کے لئے) اور ایمان والوں کے لئے پھوٹ ڈالنے کے لئے اور ایسے لوگوں کی گھات کی جگہ بنانے کے لئے جنہوں نے اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔"

45- حقوق العباد میں شقیق قلب ہیں۔

فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ. (الماعون. 2)

"پس یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھتکارتا ہے۔"

46- منافقین کے مابین اتحاد نہیں ہوسکتا۔

وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ. (الحشر. 14)

"اور ان کے دل جدا ہیں۔"

47- کسی ایک عمل کی ادائیگی کے وقت ایسے عمل کی طلب کرنا جس کے وہ مکلف نہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ. (النساء. 77)

"کیا نہیں تو نے دیکھا ان لوگوں کو جن سے کہا گیا تم روکے رکھو اپنے ہاتھ اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔"

48- اللہ کی بجائے لوگوں سے ڈرتے ہیں۔

يَخۡشَوۡنَ النَّاسَ كَخَشۡيَةِ اللّٰهِ .(النساء. 77)

''وہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرنا ہو یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا۔''

49- وہ اپنے اعمال پر یقین کامل نہیں رکھتے۔

مُّذَبۡذَبِيۡنَ بَيۡنَ ذٰلِکَ لَاۤ اِلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ .ز(النساء. 143)

''اس کے درمیان متردد ہیں نہ ان کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف۔''

50- گناہ کے لئے عزت کو ڈھال بنانے والے۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتۡهُ الۡعِزَّةُ بِالۡاِثۡمِ. (البقرہ. 206)

''اور جب اس سے کہا جاتا ہے اللہ سے ڈرو تو اس کی عزت اسے گناہ میں پھنسائے رکھتی ہے۔''

منافقین کی علامات احادیث کی روشنی میں:

1- جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔

وَاِذَا ئْتُمِنَ خَانَ. (بخاری'باب المنافق)

''اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔''

2- جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔

وَاِذَاحَدَّثَ كَذَبَ. (بخاری'باب المنافق)

''اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔''

3- جب عہد ہے تو دغا بازی کرتا ہے۔

"وَاِذَاعَاهَدَغَدَرَ. (بخاری'باب المنافق)

''اور جب عہد کرے تو خلاف ورزی کرے۔''

4- کہیں تکرار ہو جائے تو بیہودہ بکواس کرتا ہے۔

وَاِذَاخَاصَمَ فَجَرَ. (بخاری'باب المنافق)

''اور جب جھگڑے تو گالی گلوچ کرے۔''

5- کلام کی ابتدا لعنت سے کرتے ہیں۔

تَحِيَّتُهُمْ لَعۡنَةٌ. (احمد'سندہ حسن)

''ان کا تحفہ لعنت ہے۔''

6- ان کی خوراک لوٹ مار ہے۔

طَعَامُهُمْ نُهۡبَةٌ. (احمد'سندہ حسن)

''ان کا کھانا لوٹ مار ہے۔''

7- خیانت سے حاصل کئے گئے مال کو اپنی غنیمت سمجھتے ہیں۔

فَـغَنِيۡمَتُهُمْ غُلُوۡلٌ. (احمد'سندہ حسن)

''ان کی غنیمتیں خیانت والا مال ہے۔''

8- مسجدوں کی نزدیکی ناپسند کرتے ہیں۔

لایقربون المساجد الا هجرا. (احمد'سندہ حسن)

''وہ مسجدوں کے قریب نہیں آتے مگر ناپسندیدگی کی صورت میں۔''

9- نمازوں کو وقت پر ادا نہیں کرتے۔

لایاتون الصلاۃ الادبرا. (احمد'سندہ حسن)

''نمازوں کی ادائیگی کے بعد نماز میں حاضر ہوتے ہیں۔''

10- تکبر اور نحوست والے ہوتے ہیں۔

مُسۡتَكۡبِرِيۡنَ. (احمد'سندہ حسن)

''غرور و تکبر کرنے والے ہیں۔''

11- نہ وہ کسی سے محبت کرتے ہیں اور نہ لوگ ان سے محبت کرتے ہیں۔

لایالفون ولایولفون. (احمد'سندہ حسن)

''نہ وہ کسی سے محبت کرتے ہیں اور نہ لوگ ان سے محبت کرتے ہیں۔''

12- راتوں کو ایسے بے سدھ سوتے ہیں جیسے درختوں کے تنے ہوں۔

خشب باللیل. (احمد'سندہ حسن)

''راتوں کو ایسے بے سدھ سوتے ہیں جیسے درختوں کے تنے ہوں۔''

13- دن کو بازاروں میں شور وغل کرتے ہیں۔

صخب بالنهار. (احمد'سندہ حسن)

''دن کو بازاروں میں شور وغل کرتے ہیں۔''

14- منافق باجماعت نماز سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے۔

لقدرایتنا ومایخلف عن الصلٰوۃ الامنافق قد علم نفاقه. (مسلم کتاب المساجد' باب صلوٰۃ الجماعۃ)

''میں نے اپنے لوگوں کو دیکھا ہے۔ نماز میں صرف وہ منافق پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق معلوم ہو چکا۔''

15- منافق نماز میں ٹھونگیں مار کر جلدی بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تلک صلاۃ المنافقین یجلس یرقب الشمس حتی اذا کانت بین قرنی الشیطان قام فنقرها اربعا لا یذکرالله فیها الاقلیلا. (مسلم کتاب المساجد'باب التکبیر بالعصر. ۲۲۲)

''کہ منافق کی نماز (عصر) ہے کہ بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہے یہاں تک کہ جب وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو تو اٹھ کر چار ٹھونگے مار لے۔ اللہ کا ذکر تھوڑا ہی کرے۔''

16- انصار صحابہ کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔

ایة النفاق بغض الانصار. (بخاری)

''انصار سے بغض منافقت کی علامت ہے۔''

17- علی رضی اللہ عنہ کا حاسد منافق ہے۔

انه لا یحبک الامؤمن ولا یبغضک الا منافق. (مسلم)

''بے شک (علی رضی اللہ عنہ کا) محب ہی مؤمن ہے اور (علی رضی اللہ عنہ کا) مبغض ہی منافق ہے۔''

18- تین دفعہ مسلسل جمعہ چھوڑنے والا منافق ہے۔

من ترک ثلاث جمع من غیر ضرورۃ کتب منافقاً فی کتاب لایمحی ولایبدل. (جامع الصغیر. ۱۰۵۸/۲)

''جس نے تین جمعے بغیر ضرورت کے چھوڑے تو اس کو ایسی کتاب میں منافق لکھ دیا جاتا ہے جس کو نہ مٹایا جائے گا اور نہ تبدیل کیا جائے گا۔''

منافقین سے بچاؤ کیسے ممکن ہے؟

ان منافقین کے شکوک وشبہات کے پنجے جس بھی شخص کی ایمانی چادر پر لگے تو اس چادر کو تار تار کر دیتے ہیں اور ان کے فتنے کی چنگاریاں جس قلب وجگر پر پڑتی ہیں'ان کو جھلسا دیتی ہیں اور ان فتنوں کی آواز جس کان تک پہنچ جائے تو اس کے دل سے ایمان ویقین اٹھ جاتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں سے پرہیز کیا جائے'ان سے مجلس نہ کی جائے۔ حتیٰ کہ یہ اپنی اصلاح کریں اور یہ جو علامات بیان کی گئیں ان کو یاد کر لیا جائے اور اس سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا چاہئے اور ہر وقت اپنے ایمان کو پرکھتے رہنا چاہئے۔

جیسے عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں کہ اگر تم مجھے منافقوں کے نام نہیں بتاتے تو اتنا ضرور بتلا وَهَلۡ فِىۡ اَسۡمَاءِ الۡمُنَافِقِيۡنَ اِسۡمِى؟ کہ ان منافقین کی لسٹ میں کہیں میرا نام تو نہیں آیا۔ اس طرح اپنے ایمان کی فکر ہونی چاہئے۔ اللہ سے دعا بھی کرنی چاہئے کہ اللہ ہمارے دل کو نفاق کی بیماری سے محفوظ رکھے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ اِنِّى اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوۡءِ الۡاَخۡلَاقِ

منافق کی نماز (عصر) ہے کہ بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہے یہاں تک کہ جب وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو تو اٹھ کر چار ٹھونگے مار لے۔ اللہ کا ذکر تھوڑا ہی کرے۔ (صحیح مسلم)

تباہ کن برائیاں ...... جنہیں ہلکا سمجھا جا رہا ہے

ان سے بچیئے! یہ آپ کی آخرت برباد کرسکتی ہیں......

محمد امین الرحمن

دیوثیت:

اپنے گھر میں فحاشی' بے حیائی کو گوارا کر لینا دیوثیت کہلاتا ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک جاتی ہے اور دیوث بے غیرت اپنے اس جرم کی پاداش میں جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوگا۔ آج دیوثیت کی انتہائی زیادہ ترویج کی جارہی ہے اور اسے روشن خیالی باور کروایا جارہا ہے۔ مخلوط تعلیم' ٹی وی پر ڈراموں اور فلموں کی بھرمار' موسیقی' بے پردگی' بے حیائی' زرد صحافت' اکثر اخبارات زیادہ سے زیادہ خوبصورت نسوانی چہروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نمایاں کر کے شائع کرتے ہیں' گویا بے حیائی کے فروغ میں ان کا مقابلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (سورہ نور. 19)

''بے شک وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ اہل ایمان میں بے حیائی پھیلے' ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''

تعلیمی ادارے تو ان لوگوں کی آماجگاہوں میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ تعلیم کے نام پر جہالت و کنجر کلچر پھیلایا جارہا ہے۔ مینا بازار' ڈراموں وغیرہ میں کنجر کلچر کی بنیاد رکھ دی جاتی ہے اور نوخیز نسلوں کو اسے فخر یہ اپنانے پر راغب کیا جاتا ہے۔ ایک بہت مشہور واقعہ ہے جو کہ عبرت کے لئے لکھا جارہا ہے۔

بھوپال کے نواب فوت ہوگئے تھے تو ان کی بیوہ شاہجہان بیگم نے اپنی ریاست کے سب سے بڑے باعزت عالم صدیق الحسن خاں سے شادی کا ارادہ کیا۔ شادی ہوگئی تو بیگم صاحبہ شاہی کر و فر میں رہتیں اور پردہ ہرگز نہ کرتیں۔ نواب صدیق الحسن خاں مدرسہ میں بخاری شریف پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن دوران درس دیوث کے حوالے سے حدیث کا سبق آ گیا۔ طالب علم پوچھنے لگے کہ استاذ محترم دیوث کا کیا معنی ہے؟ نواب صاحب فرمانے لگے ''کل صبح جب ہماری سواری اِدھر سے گزرنے لگے تو آپ لوگ راستہ میں اسی بخاری شریف کی حدیث والا صفحہ کھول کر کھڑے ہو جانا اور سواری روک کر مجھ سے اس حدیث کا معنی پوچھنا۔'' دوسرے دن بچے شاہی سواری کی گزرگاہ پہ حدیث لئے کھڑے تھے۔ سواری روکی گئی اور بچوں نے پوچھا ''استاذ محترم! اس حدیث میں یہ لفظ دیوث ہے اس کا کیا معنی ہے؟ وہ جواباً فرمانے لگے اس کا معنی بے غیرت ہے یعنی میں ہی دیوث ہوں' مجھے دیکھ لو۔'' اس واقعہ کے بعد ان کی اہلیہ نے ایسا پردہ اختیار کیا اور علم کی ایسی خدمت کی اور خود اتنا علم حاصل کیا کہ وہ اپنے دور میں ہی ضرب المثل بن گئیں۔ تحفۃ العروس ان کی ہی کتاب ہے۔

تو آج دیوثیت میں میڈیا ایک بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔ بڑی بڑی کمپنیوں کی تیار کردہ اشیاء' اس وقت تک نہیں بکتیں جب تک کہ وہ اپنی بیٹی' بہن یا بیوی کی تصویریں بڑے بڑے سائن بورڈز اور ہورڈنگز پر نہ دکھا دیں۔ پنکھا بنانے والی فیکٹری کا مالک ہو یا موٹر سائیکل بنانے والا فیکٹری مالک ہو یا فوم کے گدے بنانے والی کمپنی یا فریج' اے سی بنانے والے ادارے کے مالکان ہوں سبھی اپنی اپنی عورتوں کی

> **آج دیوثیت میں میڈیا ایک بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔ بڑی بڑی کمپنیوں کی تیار کردہ اشیاء' اس وقت تک نہیں بکتیں جب تک کہ وہ اپنی بیٹی' بہن یا بیوی کی تصویریں بڑے بڑے سائن بورڈز اور ہورڈنگز پر نہ دکھا دیں**

تصویریں ضرور لوگوں کو دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم تو کم از کم ایسے سمجھتے رہے ہیں باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

مخلوط تعلیم بھی دین کا مذاق اڑانا ہے۔ دفاتر اور فیکٹریوں میں بھی مخلوط ماحول بنانے کی کوششیں زوروں پہ ہیں۔ بے روزگار مرد اپنی ڈگریوں کو نظر آتش کرنے اور خودکشی ایسے انتہائی یاس انگیز اقدام پہ مجبور ہو چکے ہیں اور دوسری طرف روشن خیالیاں لپ اسٹک والیاں ان کا حق مار رہی ہیں اور بے حیائی پھیلانے میں مصروف ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں ہم بے حیائی پھیلانے والوں کو دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں دردناک عذاب سے دوچار کردیں گے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بے حیاؤں کو انتہائی تکلیف دہ بیماریوں' آتشک' سوزاک' ایڈز وغیرہ جیسی مہلک امراض لاحق ہوتی ہیں اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا' سسک سسک کر مرنا ان کا مقدر ہے۔

یہ بے حیائی' دیوثیت انتہائی سخت جرم ہے اور دیگر جرائم جن کا تذکرہ کیا جا چکا ہے' شرک' سود' ریاکاری' منافقت' خودکشی' قتل ناحق' ارتداد' والدین کی نافرمانی اور جہاد سے فرار معمولی نہیں ہیں بلکہ بڑے بھیانک جرائم ہیں ان سے جتنی جلدی ہوسکے توبہ کرنی چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف کر دے۔

بغیر ارادۂ خریداری چیز کا بھاؤ بڑھانا:

نبی ﷺ نے جہاں معاشرہ کی اصلاح کے لئے دیگر برائیوں کی مذمت فرمائی' وہیں ایک اور برائی خواہ مخواہ بولی لگانے کی بھی مذمت فرمائی فرمایا:

''وَلَا تَنَاجَشُوا'' (بخاری)

'بغیر ارادۂ خرید سامان کی قیمت میں اضافہ نہ کرو۔''

منڈیوں میں صبح کے وقت یا بعد از ظہر سامان فروخت کے لئے جاتا ہے تو کمیشن ایجنٹس اپنے کارندوں کے ساتھ وہاں پہنچ جاتے ہیں اور ان میں سے بعض محض اسی مقصد کے لئے وہاں موجود ہوتے ہیں کہ انہوں نے چیز خریدنی نہیں ہوتی لیکن بولی کا ریٹ بڑھانا ان کا مشن ہوتا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کی بولی سے اب ریٹ

چڑھ گیا ہے تو پھر وہاں سے آگے والی دوکان جہاں بھاؤ ہو رہا ہوتا ہے بولی کے لئے چلے جاتے ہیں اور یہی شر وہاں بھی پھیلا کر پھر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ شیطان ایسی حرکت جاہلانہ اور ظالمانہ کردار کی حامل ہے۔ اس سے معاشرہ میں مہنگائی بڑھتی ہے جس سے غرباء کی شدید حق تلفی ہوتی ہے اور ان کی ساری نقدی کمائی کھانے پینے کے لوازمات بھی پورے کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ صاحب عیال لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ بے چارے اپنے بچوں کو مناسب کپڑے جوتے لے کر دینے سے ہی قاصر ہیں اور پڑھائی کے اخراجات علاج ومعالجہ کی سہولیات ان سے کوسوں دور ہیں۔ آپ اخبارات پڑھ کر دیکھ لیں روزانہ خودکشیاں ہو رہی ہیں ان کی تفصیلات میں ایسی ہی وجوہات ہوتی ہیں۔ مثلاً بچوں نے کھانا مانگا عید پر نئے کپڑے نہ مل سکے طویل علالت میں علاج معالجہ نہ کروا سکے۔ یہ ضروریات مہیا نہ کر سکنے پر والدین اور نہ ملنے پر بچے خودکشیاں کر رہے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو اس بھیانک جرم سے توبہ کرنی چاہئے اور جو صاحب حیثیت لوگ ہیں وہ بھی چیز کی حیثیت کے مطابق قیمت لگایا کریں ایسا نہ کریں کہ جتنا کسی نے مول بتایا اتنا ہی تھما دیا۔ اس سے غریب لوگوں کی زندگی اجیرن ہوتی جا رہی ہے۔

دوکاندار غریب لوگوں کو اپنی دکان میں داخل ہی نہیں ہونے دیتے کہ انہوں نے ہمیں کیا منافع دینا ہے۔ بالخصوص کپڑوں جوتوں والے دوکانداروں کا غریبوں کے ساتھ رویہ نہایت تلخ ہوتا ہے۔ کئی سال پہلے راقم کا ان دکانداروں کے بارے یہ تبصرہ تھا کہ ''غریب آدمی کپڑے والی دکان پہ جاتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں وہ بھی اتروا کر جائے گا اور جو جوتا پہنا ہوا ہے جوتوں کی دکان پر ہی چھوڑ کر اور پاؤں سر پر رکھ کر بھاگنا پڑے گا۔ اس ساری مہنگائی کے پیچھے بلا ارادہ خرید بولی چڑھانے والے لوگ ہیں۔ یہ لوگ دھوکے باز ہیں اور دھوکہ بازوں کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْمَكْرُ وَالْخِدَيْعَةُ فِي النَّارِ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ الشیخ محمد ناصر الدین البانی حدیث نمبر 1055)

''دھوکہ اور فراڈ بازی کرنے والے جہنمی ہیں۔''

دھوکہ میں ہر وہ بات شامل ہے جس سے گاہک کو آگاہ نہ کیا جائے۔ اگر گاہک کو دھوکہ معلوم بھی ہو جائے تب ریٹ کم نہ کیا جائے کہ اس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے۔ مال کی اصل حیثیت کا اگر گاہک کو علم نہیں ہے اسے پہچان نہیں ہے تو اس سے اصل وخالص مال کا ریٹ طلب کیا جائے اور مال اسے ناقص اور کم قیمت والا دیا جائے...... یہ سب دھوکے کے ضمرے میں آتا ہے۔ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے ایک منڈی میں غلہ بیچنے والے آدمی کو دیکھا وہ غلہ بیچ رہا تھا۔ غلے کے اوپر والا مال تو بظاہر خشک تھا نبی ﷺ نے اس غلہ کے اندر اپنا دستِ مبارک داخل فرمایا تو نیچے والا مال گیلا تھا۔ آپ ﷺ نے وہیں ارشاد فرمایا: ''جو ہمیں دھوکہ دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔'' کیا مطلب ایسا شخص جو ملاوٹ اور دھوکہ دہی کرتا ہے وہ ملت اسلامیہ سے ہی خارج ہے مسلمان ہے ہی نہیں۔ اللھم لا تجعلنا منھم

اسی طرح ایک چیز جو عام مشاہدہ میں آئی ہے اس کے بھیانک مضمرات سے چشم پوشی کرنا بھی ظلم ہوگا وہ یہ کہ ایک شخص نے کوئی چیز خریدی تو دو سو روپے کی ہو لیکن وہ دوستوں کے پوچھنے پر اپنی جعلی امارت وثروت دکھانے کے لئے پانچ سو روپے کی خرید بتاتا ہے۔ عورتوں میں تو اس بات کا شدید رجحان دیکھنے میں آیا ہے۔ حالانکہ غلط بیانی جھوٹ کا اسلام کے نزدیک تصور تک نہیں ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ مسلمان میں اور تو ہر خامی ہو سکتی ہے مگر وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ قیامت کے دن اس گناہ بے لذت کی وجہ سے ہی اگر اللہ ناراض ہو گیا تو پھر نجات کیسے ہوگی؟

سیرت نبوی ﷺ اور سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ جن لوگوں کو اپنی چیز کی صحیح قدر وقیمت معلوم نہ ہوتی تھی تو صحابہ ایسے لوگوں سے پورا انصاف کرتے اور چیز فروخت کرنے والے کو اس کی توقع کے برعکس بہت زیادہ قیمت دے دیتے تھے۔ مثلاً مشہور واقعہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص سے گھوڑا خریدا اس کی قیمت ادا کر دی اور پھر اسی دن اس پر سواری کی اور جس سے گھوڑا خریدا تھا اسے وہ گھوڑا بھی واپس کر دیا قیمت واپس نہیں لی۔ ایسا واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔

دوسری مثال عمر رضی اللہ عنہ کی ہے ایک شخص نے ان کے ہاتھ گھوڑا بیچنا چاہا اور قیمت بتائی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا ''گھوڑے کی قیمت آپ کم مانگ رہے ہیں۔ حالانکہ گھوڑا تو اس سے دوگنی قیمت کا ہے۔ اس نے کہا چلئے مجھے یہ منظور ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس گھوڑے کو تھوڑا سا چلا دوڑا کر دیکھا تو بہت پسند آیا اور اس کی بتائی ہوئی قیمت سے تین گنا زائد رقم دے کر خرید لیا۔''

یہ جو طوطے کی طرح ہمارے بچوں کو رٹایا جا رہا ہے کہ اسلام صوفیاء نے پھیلایا یہ سب غلط ہے۔ صوفیاء نے تو بے عملی سستی کاہلی اور جمود پھیلایا جیسا کہ آپ ابن بطوطہ کے سفرنامہ کا مطالعہ کریں تو آپ پر واضح ہو جائے گا وہ خود بھی ایک ''پہنچے ہوئے صوفی'' تھے۔ یہ تو جملہ معترضہ رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علمائے کرام مجاہدین عظام کے بعد سب سے زیادہ تاجران کرام نے پھیلایا۔ ان کا طریق یہ تھا کہ مال بہترین رکھتے تھے۔ اگر غلطی سے مال زیادہ منافع پر بک بھی گیا تو خریدار کے پیچھے جا کر اس سے حاصل کردہ فالتو منافع اسے واپس کر دیتے۔ غرباء پر صدقہ کرنے کی فکر میں رہتے اور امراء سے اچھا منافع لے لیتے۔ یہ تاجر غیر مسلم مفلوک الحال لوگوں کی خوب خدمت کرتے اور ان کے خاندانی امور میں مالی اعانت کرتے۔ ساتھ ساتھ ان کے عقائد کی اصلاح کرتے جس سے اسلام لوگوں کے دلوں میں اتر جاتا۔ لوگ جوق در جوق مسلمان ہوتے۔

محمد بن قاسم کے ہندوستان پر حملہ کا سبب یہ تھا کہ کچھ عرب تاجر سری لنکا وسراندیپ میں تجارت وتبلیغ کے لئے گئے ہوئے تھے ان میں سے کچھ فوت ہو گئے تھے۔ چنانچہ وہاں کے راجہ نے ان فوت شدگان تاجروں کے یتیم بچوں اور بیواؤں کو واپس عرب روانہ کیا تھا کہ دیبل سندھ کے قریب ڈاکوؤں کے ہتھے چڑھ گئے تو حجاج بن یوسف نے سندھ کے راجہ داہر کو خط لکھا کہ آپ کے علاقہ کے قزاقوں نے یہ غلط کارروائی کی ہے۔ آپ ان ڈاکوؤں سے ہمارے لوگوں کو رہا کروائیں مگر راجہ داہر نے انکار کر دیا تھا۔ تب سندھ پر حملہ ہوا تھا تو سب تاجروں کی رہائی بنا۔ ثابت ہوا کہ اسلام تاجروں کے ذریعے پھیلا۔

نیک تاجر قیامت کے دن بہت بلند درجات پر فائز ہوں گے۔ اللھم اجعلنا منھم

افسوس کا مقام ہے کہ آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہم معمولی سی چیز بھی خریدنے جاتے ہیں تو اس پر مہر جاپان یا Made in China یا Made in USA دیکھتے ہیں۔ بڑی ہی شرم کی بات ہے کہ کافر بے ایمان لوگ اسلام کے سنہری اصول اپنا کر صحیح مال بنا کر دنیا پر چھا گئے ہیں اور ہم کافروں والے اعمال اپنا کر ذلیل وپست ہو چکے ہیں اور ستم بالائے ستم کہ ہمیں اس پستی کا احساس تک نہیں ہے۔

وائے ناصری متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ایسا ''ضمرہ'' کہیں نہیں آتا سوائے اغلاط کے۔

ایک چیز جو عام مشاہدہ میں آئی ہے وہ یہ کہ ایک شخص نے کوئی چیز خریدی تو دو سو روپے کی ہو لیکن وہ دوستوں کے پوچھنے پر اپنی جعلی امارت وثروت دکھانے کے لئے پانچ سو روپے کی خرید بتاتا ہے۔ حالانکہ غلط بیانی، جھوٹ کا اسلام کے نزدیک تصور تک نہیں ہے

مردِ مومن ہے تجھے کفر کی عادات سے کیا

تو ہے مسلم تجھے کافر کے خیالات سے کیا
مردِ مومن ہے تجھے کفر کی عادات سے کیا

جس کو نیرنگئ دنیا میں مزا آتا ہے
اس کو اسلام کی پاکیزہ روایات سے کیا

جان کا خوف تو کیا سطوت فرعون بھی ہیچ
مردِ مومن بھی ڈرا کرتے ہیں حق بات سے کیا

سب ہیں بے معنی عبادت جو نہیں دل روشن
صوفیٔ حال کی دن رات عبادات سے کیا

ہر پل جو ہو خوشنودی کفار میں ہی غرق
اس کو پھر دین سے کیا قوم کے جذبات سے کیا

ہیں بسنتیں بھی ویلنٹائن بھی کفار کے شوق
ہو جا بیدار تجھے مکروہ خرافات سے کیا

خاک ہی خاک ہیں یہ نقش و نگار ہستی
داعیٔ حق کو بھلا دہر کی لذات سے کیا

توڑ دے پھر سے یہ قانون فرنگی حامد
ہو جا تیار تجھے موت کے خطرات سے کیا

میرا پسندیدہ شعر

دنیا کی موجوں پہ بکھرنا سیکھو
تلواروں کی دھاروں پہ گزرنا سیکھو
کہاں ڈرتے ہیں موت سے جینے والے
تمہیں زندہ رہنا ہے تو مرنا سیکھو

(طیب اعجاز شاہین' چک نمبر 4 رحمان والی فیصل آباد)

خوشخبری

ایک بار حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بہت پریشان بیٹھے تھے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پریشان دیکھا تو وجہ پوچھی۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تھوڑی دیر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھوں تو پریشان ہو جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی رہے تو تسلی رہتی ہے۔ آج یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے اونچے مقام پر ہوں گے۔ مجھے تو کہیں دور رکھا جائے گا اور مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی نہ دیں گے تو میرا کیا بنے گا۔ میں زندہ کیسے رہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوری مجھ سے کس طرح برداشت ہوگی۔

ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

ثوبان رضی اللہ عنہ! تم مجھ سے محبت کرتے ہو اور جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں وہ جنت میں میرے قریب ہوں گے۔ انہیں مجھ سے دور نہیں رکھا جائے گا۔ اس لئے خوش ہو جاؤ۔ جنت میں تم میرے ساتھ ہو گے۔

(محمد عظیم محمد' چک نمبر L.10/1 رینالہ خورد اوکاڑ)

معلومات

① برفانی ریچھ ایک وقت کے کھانے میں **86** سے زائد پینگوئن کھا سکتا ہے۔

② چار ذائقے قدرتی ہیں نمک اور چینی کا جو زبان کی نوک پر ہوتا ہے۔ چکھنے کا نچلی سطح پر اور کھٹا سائیڈوں پر۔

③ دنیا کا سب سے چھوٹا ملک ویٹی کین Vatican ہے اور یہ واحد ملک ہے جہاں سرکاری زبان لاطینی ہے۔

④ ٹریفک کے اشارے کار کی ایجاد سے پہلے کے ہیں۔ 1868ء میں لال اور سبز رنگ کی لالٹین بگھیوں کو کنٹرول کرنے کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔

⑤ شیر کی دھاڑ 5 میل کے فاصلے سے سنی جا سکتی ہے۔

⑥ دنیا میں 2700 سے زائد زبانیں بولی جاتی ہیں۔

⑦ آواز کی لہریں ہوا کی نسبت پانی میں 3 گنا زیادہ رفتار سے سفر کرتی ہیں۔

⑧ ایک آدمی ایک ماہ کے عرصے تک کھائے بغیر زندہ رہ سکتا ہے مگر پانی کے بغیر ایک ہفتہ بھی نہیں۔

⑨ چمگادڑ غار میں ہمیشہ بائیں جانب اڑتی ہے اور یہ وہ ممالیہ جانور ہے جو اڑ سکتا ہے۔

(ایم عبدالغفار مجاہد چک نمبر 10/1L رینالہ خورد اوکاڑہ)

معلوماتِ پاکستان

☆..... پاکستان کا تصور علامہ اقبال نے پیش کیا۔

☆..... قرارداد پاکستان 23 مارچ 1940ء کو شیر بنگال فضل الحق نے منٹو پارک (موجودہ اقبال پارک) میں پیش کی۔

☆..... پاکستان کے قیام کا اعلان 3 جون 1947ء کو وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کیا۔

☆..... پاکستان 14 اگست 1947ء (27 رمضان المبارک 1366ھ) کو وجود میں آیا۔

☆..... پاکستان کا نام چوہدری رحمت علی نے پنجاب سے (پ) افغان سرحد سے (الف) کشمیر سے (ک) سندھ سے (س) اور بلوچستان سے (تان) لے کر بنایا۔

☆..... پاکستان کا سرکاری نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' ہے۔

☆..... پاکستان کے بانی قائداعظم محمد علی جناح ہیں۔

☆..... پاکستان کو سب سے پہلے مسلم ممالک میں سے ایران نے تسلیم کیا۔

☆..... پاکستان کو سب سے پہلے غیر مسلم ممالک میں سے برطانیہ نے تسلیم کیا۔

☆..... پاکستان نے سب سے پہلے ایران میں اپنا سفارتخانہ کھولا۔

☆..... پاکستان کے قومی پرچم کا ڈیزائن امیرالدین قدوائی نے بنایا تھا۔ پرچم گہرے سبز رنگ کا ہے۔ اس کے ایک طرف سفید عمودی پٹی ہے۔ درمیان میں پانچ کونوں والا ستارہ ہے اور ہلال ہے۔ سبز رنگ ''امن'' ہلال ''ترقی'' ستارہ ''ارکان اسلام'' اور سفید رنگ اقلیتوں کو ظاہر کرتا ہے۔

حکمت کے موتی

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے فرمودات علم وحکمت کا خزانہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

☆...... اپنے دوست کے لئے مال اور جان قربان کردو اور اپنے دشمن کے ساتھ عدل وانصاف کرو۔

☆...... کسی کو اللہ کے سوا کسی سے امید نہیں رکھنی چاہئے اور اپنے گناہوں کے سوا کسی چیز سے نہیں ڈرنا چاہئے۔

☆...... ترک گناہ توبہ کرنے سے آسان ہے۔

☆...... ایمان کے چارستون ہیں۔ خدا پر بھروسہ رکھنا' تمام امور خدا کے سپرد کرنا' اللہ کی رضا پر راضی رہنا' اس کے احکامات کے سامنے سرتسلیم خم کرنا۔

☆...... صبر دوطرح کے ہیں...... مصیبت کے وقت صبر کرنا بہت اچھا ہے لیکن اس سے بہتر صبر گناہ سے دامن بچانا ہے۔

☆...... کامیابی دوراندیشی سے وابستہ ہے' دوراندیشی فکر وتدبر کو کام میں لانے سے اور تدبر بھیدوں کو چھپا کر رکھنے سے ہے۔

☆...... عقل سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور جہالت سے بڑھ کر کوئی غریبی نہیں۔ ادب سے بڑھ کر کوئی میراث نہیں اور مشورہ سے زیادہ کوئی چیز معین ومددگار نہیں ہے۔

☆...... حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے' اسے حاصل کرو اگرچہ منافق سے لینا پڑے۔

(محمد عظیم محمد' چک نمبر 10/1.L رینالہ خورد اوکاڑہ)

اور لوگوں کی جان چھوٹ گئی

ایک حکمران کو معلوم ہوا کہ کچھ ڈاکوؤں نے راستے میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ان کی رہائش پہاڑوں کی بلندی پر ہے، دن رات راہ گیروں اور قافلوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور جا کر اونچے اونچے پہاڑوں پر پناہ گزین ہو جاتے ہیں، کوئی ان پر قابو پانے کی قدرت نہیں رکھتا۔

حکمران نے ایک تاجر کو بلایا اور زہر ملا ہوا بہترین حلوا خوبصورت سے برتنوں میں رکھ کر دو صندوقوں میں رکھوا دیا اور انہیں ایک خچر پر لاد کر تاجر کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ وہ قافلے کے ساتھ جائے اور راستے میں اگر ڈاکو ملیں تو ان پر یہ ظاہر کرے کہ یہ امراء کی خواتین کے لیے ہدیہ جا رہا ہے۔

تاجر قافلے کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ ڈاکوؤں کی جماعت نے راستے میں گھر کر قافلے کا سارا سامان لوٹ لیا۔ ان میں وہ حلوہ بھی شامل تھا۔ ایک چور خچر کو لے کر پہاڑوں پر چڑھ گیا۔ جب صندوق کھولا تو اس میں میٹھا میٹھا حلوا دیکھا۔ اس نے اکیلے کھانا پسند نہ کیا، چنانچہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی بلایا اور سب نے مزے لے لے کر حلوا تناول کیا اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ سبھی ہمیشہ کی نیند سو چکے تھے۔ پھر اس قافلے کے تمام تاجروں نے اپنا اپنا سامان لیا اور خوشی خوشی روانہ ہو گئے۔ (بحوالہ سنہرے اوراق)

ابو خزیمہ

ماں

قسم خدا کی دل شاد ماں ہوتا ہے ماں سے مل کر
دل کی دنیا کا آباد جہاں ہوتا ہے ماں سے مل کر

ماں سے مل کر جان دے دوں ماں کے قدموں میں
بچھڑ کر ملا جب بھی یہ ارمان ہوتا ہے ماں سے مل کر

بھول جاتا ہوں غم دنیا ترش و تلخ و تلاطم جہاں
بھلا کب شکوۂ خزاں ہوتا ہے ماں سے مل کر

آنکھوں میں کیف دل کو سکوں اور خوشی ہر سو
خدا کے ملنے کا گماں ہوتا ہے ماں سے مل کر

میری سمجھ میں خدا کو راضی کیا جو بھی ملا ماں سے
خوش نصیب! نصیب حرماں ہوتا ہے ماں سے مل کر

کتنی بزرگی ہے پوشیدہ ماں کے قدموں میں
مانند زاہد و عابد مخاں ہوتا ہے ماں سے مل کر

ماں محبت ہے' ماں شفقت ہے اور ماں ہی عبرت
کوئی ہے جو پریشان ہوتا ہے ماں سے مل کر

جن کی قسمت میں لکھی ہو مقدر کی سیاہی
وہی دو چار زیاں ہوتا ہے ماں سے مل کر

ملتا جی بھر کے نہیں ماں سے بچھڑ جاتا ہے نبیل
دل کا پیمانہ لبریز کہاں ہوتا ہے ماں سے مل کر

(نبیل شہزاد ولد محمد اصغر آفتاب' ظہیر آباد کالونی چونیاں)

☆...... قومی پرچم سب سے پہلے علامہ شبیر احمد عثمانی نے کراچی میں لہرایا تھا۔

☆...... پاکستان کے پہلے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح تھے۔

☆...... پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان تھے۔

☆...... پاکستان کے پہلے وزیر دفاع ابراہیم اسماعیل چندریگر تھے۔

☆...... پاکسان کے پہلے وزیر صنعت ملک غلام محمد تھے۔

☆...... پاکستان کے پہلے وزیر قانون فضل الرحمٰن تھے۔

☆...... پاکستان کے پہلے وزیرخزانہ سردار عبدالرب نشتر تھے۔

☆...... پاکستان کے پہلے وزیر مواصلات راجہ غضنفر علی خان تھے۔

☆...... پاکستان کے پہلے وزیر صحت خواجہ شہاب الدین تھے۔

☆...... پاکستان کے پہلے وزیر خوراک جوگندرناتھ منڈل تھے۔

☆...... پاکستان کے پہلے وزیر اطلاعات چوہدری ظفر اللہ خان تھے۔

☆...... پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ پیرزادہ عبدالستار تھے۔

☆...... پاکستان کے پہلے چیف جسٹس میاں عبدالرشید تھے۔

☆...... پاکستان کے پہلے چیف الیکشن کمشنر ایف ایم خان تھے۔

☆...... پاکستان پہلے صدر جنرل سکندر مرزا تھے۔

☆...... پاکستان کا پہلا دارالحکومت کراچی تھا۔

☆...... پاکستان کا موجودہ دارالحکومت اسلام آباد ہے۔

☆...... پاکستان میں کسی یونیورسٹی کی سب سے پہلی خاتون چانسلر بیگم رعنا لیاقت علی خان تھیں جو گورنر سندھ کی حیثیت سے کراچی اور سندھ یونیورسٹی کی چانسلر ہوئیں۔

☆...... پاکستانی عوام کو سب سے پہلا اور بڑا صدمہ 11 ستمبر 1948ء کو ہوا جب محمد علی جناح نے وفات پائی۔

☆...... پاکستان کی پہلی خبر رساں ایجنسی "سٹار نیوز ایجنسی" تھی۔

☆...... پاکستان 30 ستمبر 1947ء کو اقوام متحدہ کا رکن بنا۔

☆...... اقوام متحدہ کا رکن بننے میں پاکستان کی مخالفت افغانستان نے کی۔

☆...... پاکستان کا پہلا سکہ 3 جنوری 1948ء کو جاری ہوا۔

(مرتب: محمد عثمان غنی' فرو کہ)

انسانی حقوق کا پہلا جامع چارٹر

ہادئ کائنات ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع

”لوگو! میری بات سن لو! کیونکہ میں نہیں جانتا شاید اس سال کے بعد اس مقام پر میں تم سے کبھی نہ مل سکوں۔ تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہے جس طرح تمہارے آج کے دن کی، رواں مہینے کی اور موجودہ شہر کی حرمت ہے۔ سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روندی گئی۔ جاہلیت کے خون بھی ختم کر دیئے گئے اور ہمارے خون میں سے پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں، وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے۔ (یہ بچہ بنو سعد میں دودھ پی رہا تھا کہ انہی ایام میں قبیلہ ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا) اور جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کر رہا ہوں، وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ اب یہ سارا کا سارا سود ختم ہے۔

ہاں! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ذریعے حلال کیا ہے۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جو تمہیں گوارا نہیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں مار سکتے ہو لیکن سخت مار نہ مارنا اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم انہیں اچھے طریقے سے کھلاؤ اور پہناؤ...... اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔

لوگو! یاد رکھو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ لہٰذا اپنے رب کی عبادت کرنا۔ پانچ وقت کی نماز پڑھنا۔ رمضان کے روزے رکھنا، خوشی خوشی اپنے مال کی زکوٰۃ دینا۔ اپنے پروردگار کے گھر کا حج کرنا اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرنا۔ ایسا کرو گے تو اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو گے۔

اور تم سے میرے متعلق پوچھا جانے والا ہے۔ تو تم لوگ کیا کہو گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا، ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تبلیغ کر دی، پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کا حق ادا فرما دیا۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین بار فرمایا: ”اے اللہ گواہ رہ“ آپ کے ارشادات کو ربیعہ بن امیہ رضی اللہ عنہ اپنی بلند آواز سے لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہو چکے تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِینًا ۔ (المائدہ۔3)

”آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔“ (ماخوذ: الرحیق المختوم۔ از: صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ)

(انتخاب: حافظ عامر خان، کمیر ٹاؤن ساہیوال)

درس القرآن

قسط نمبر 3

نصرۃ الودود فی تفسیر سورۃ الھود

تفسیر سورۃ الھود

ابو عمر عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ

اگر ہم ان سے عذاب مؤخر کر ڈالیں تو......

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿6﴾ وَهُوَ الَّذِيْ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ
مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿7﴾ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ
مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿8﴾

زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں، سب کی روزیاں اللہ پر ہیں۔ وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور ان کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے۔ اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان و زمین کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے۔ اگر آپ ان سے کہیں کہ تم لوگ مرنے کے بعد اٹھا کھڑے کئے جاؤ گے تو کافر لوگ پلٹ کر جواب دیں گے کہ یہ تو نرا صاف صاف جادو ہی ہے۔ اور اگر ہم ان سے عذاب کو گنی چنی مدت تک کے لئے پیچھے ڈال دیں تو یہ ضرور پکار اٹھیں گے کہ عذاب کو کونسی چیز روکے ہوئے ہے، سنو! جس دن وہ ان کے پاس آئے گا پھر ان سے ٹلنے والا نہیں۔ پھر تو جس چیز کی ہنسی اڑا رہے تھے، وہ ان کو گھیر لے گی۔ (ھود 6-8)

مفردات:

1۔ دَآبَّۃٌ کا مادہ (د۔ب۔ب) ہے اور یہ دَبَّ یَدِبُّ (باب ضَرَبَ یَضْرِبُ مضاعف) سے واحد مونث اسم فاعل ہے اور۔ب = با میں مدغم ہے۔ معنی زمین پر چلنے والا چوپایہ یعنی زمین پر چلنے والی ساری مخلوق۔

2۔ مُسْتَوْدَعَھَا = کا مادہ (ودع) = ہے اور یہ اِسْتَوْدَعَ یَسْتَوْدِعُ (باب استفعال) سے اسم ظرف مکان ہے۔ معنی سونپے جانے کی جگہ اور ٹھہرنے کی جگہ بھی اللہ پر مخفی نہیں ہے۔

3۔ حَاقَ = کا مادہ (ح۔ی۔ق) اور یہ حَاقَ یَحِیْقُ (باب ضَرَبَ یَضْرِبُ) سے واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم ہے۔ حَاقَ۔ اصل میں حَیَقَ تھا یا متحرک ماقبل مفتوح کی وجہ سے الف ہوگئی اس کا معنی اس نے گھیر لیا ہے۔ یعنی ان کا استہزاء و مذاق ان کو گھیر لے گا۔

تفسیر = گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے صفت علم کا ذکر تھا کہ دوسری صفات کی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت علم بھی کامل اور مکمل صفت ہے کہ وہ دل کی مخفی اور چھپی ہوئی باتوں سے بھی آگاہ اور باخبر ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت علم کے ساتھ صفت رزاقیت کا ذکر ہے کہ وہ صرف انسانون کا رازق نہیں بلکہ زمین پر چلنے والے جانداروں اور تمام مخلوق کا رازق ہے خواہ ان کا تعلق خشکی سے ہو یا تری سے وہ مخلوق چھوٹی ہو یا بڑی نظر آتی ہو یا مخفی چرند ہو یا پرند سب کی روزی اور خوراک کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہوئی ہے۔ وہی سب کا ضامن اور کفیل ہے۔ لہٰذا ملحد اور بے دین لوگوں کا آبادی میں اضافہ اور وسائل کی کمی کا بہانہ بنا کر خاندانی منصوبہ بندی کے طریقے اختیار کرنا اور اس کی ترغیب دینا اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور مسلمانوں کی آبادی کم کرنا اور ان میں بے حیائی اور بدکاری عام کرنے کی سازش ہے۔ (العیاذ باللہ) جیسے وہ ہر ایک چیز کا خالق ہے ایسے ہی وہ ہر جاندار کا رازق ہے۔ اسی طرح وہ تمام مخلوق کی جائے سکونت اور مرنے کے بعد دفن ہونے کی جگہ سے بھی باخبر ہے۔ جب وہ سب کا خالق رازق اور عالم ہے تو وہ سب کے اقوال اور افعال بھی جانتا ہے اور ان کے اصول و کوائف سے بھی آگاہ ہے۔ یہ سب کچھ اس کے پاس لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے اور جتنی قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنی قسم کے پرند جانور ہیں جو اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو تمہاری طرح گروہ نہ ہوں۔ ہم نے دفتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جائیں گے۔ (الانعام 38)

اور فرمایا = اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی چابیاں (خزانے) ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ سمندروں

میں ہے۔اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے۔اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔(الانعام۔59) اس کے بعد اگلی آیت میں گزشتہ آیت کے مفہوم ہی کی تاکید کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی قدرت والے ہیں کہ اس نے اتنی بڑی زمین پیدا کر کے بچھادی اور اتنا بڑا آسمان بغیر ستونوں کے قائم کردیا اور یہ سب کچھ چھ دنوں میں پیدا کیا۔وہ ان کو ایک پل میں بھی پیدا کرسکتا تھا لیکن اس نے زمین وآسمان کو چھ دنوں میں پیدا کرکے اپنے بندوں کو یہ تعلیم دی کہ جملہ امور تدریجاً کرنا چاہئیں اور سب کاموں کو آہستہ آہستہ بجالانا چاہئے۔جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔زمین وآسمان کی چھ دنوں میں پیدائش کا بیان مندرجہ ذیل آیات میں بھی موجود ہے۔(الاعراف۔54' یونس 3۔الحدید 4۔الفرقان۔59 السجدہ۔4' ق 38)

ان چھ دنوں میں سے ہر ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (الحج۔5)

یا یہ دن دنیا کے دنوں کے مانند ہوں گے

زمین وآسمان کی پیدائش سے قبل اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل مخلوق کی تقدیر لکھی اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔(کتاب القدر صحیح مسلم۔کتاب بدء الخلق۔صحیح بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا کیا اس کے بعد عرش کو اور ان دونوں کے بعد زمین و آسمان کو پیدا کیا زمین وآسمان کی پیدائش سے پہلے تو اللہ کا عرش پانی پر تھا اور ان کی تخلیق کے بعد یہ عرش سات آسمانوں اور کرسی سے بھی اوپر ہے۔اور اس پر اللہ تعالیٰ مستوی ہے۔اللہ کے عرش پر مستوی ہونے کا ذکر قرآن مجید میں سات مقام پر ہے۔

(الاعراف 54۔یونس' الرعد 2' الفرقان 6' طٰہٰ 5' السجدہ 4' الحدید 4)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اوپر عرش پر مستوی ہونے کا ذکر احادیث میں بھی کثرت سے ہے اور یہ مسئلہ نقلی وعقلی دلائل سے ثابت ہے اور یہ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام صحابہ کرام وتابعین علماء اور محدثین آئمہ مجتہدین سلف صالحین کا عقیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا اس کی دوسری صفات کاملہ کی طرح بلا کیف ہے معلوم نہیں۔اس مسئلہ کی کچھ ضروری وضاحت گزشتہ سورت یونس میں ہو چکی ہے۔

زمین وآسمان کی پیدائش اتوار سے جمعۃ المبارک تک چھ دنوں میں ہوئی چار دنوں میں اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا کی اور دو دنوں میں آسمان بنایا وہ اس طرح کہ پہلے دو دنوں میں زمین پیدا ہوئی پھر دو دنوں میں آسمان بنا پھر دو دنوں میں زمین کو بچھا کر اسے رہنے سہنے کے قابل بنایا گیا۔دیکھئے (حم السجدہ۔9-10) اور (النازعات 31-30) اور صحیح بخاری تفسیر سورۃ حم السجدہ)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ زمین وآسمان بلاوجہ اور بغیر مقصد کے پیدا نہیں ہوئے بلکہ ان کے پیدا کرنے اور کائنات کے سجانے کا ایک مقصد ہے اور وہ ہے انسانوں اور جنوں کی آزمائش کہ ان میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔

جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا" اور ہم نے زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو ناحق پیدا نہیں کیا۔ص 27 اور فرمایا ہم نے زمین وآسمان اور دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو بہترین تدبیر کے ساتھ ہی ایک مدت معین کے لئے تیار کیا ہے۔(الاحقاف 3)

اور فرمایا= ہم نے زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو حق کے ساتھ ہی پیدا فرمایا ہے اور قیامت ضرور ضرور آنے والی ہے۔(الحج 85) پھر فرمایا اور ہم نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔(الانبیاء 16) اور فرمایا کہ تم یہ گمان کیے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے۔(المومنون 115) یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان' چاند' سورج' ستارے' ندیاں نالے' پہاڑ' سمندر اور دریا وغیرہ بے مقصد اور بے کار پیدا نہیں کئے بلکہ ان کی پیدائش کا ایک مقصد و مطلب ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کو پیدا کرکے ان میں جنوں' انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے آباد کیا جائے اور انہیں آزمایا جائے کہ ان میں سے کون اچھے اعمال بجالاتا ہے اور کون برے اعمال کرتا ہے۔پھر ان کے اعمال کے موافق ان کو جزا و سزا دی جائے جیسا کہ فرمایا وہ اللہ جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔(البقرہ 29) اور فرمایا: میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔(الذاریات 56)

جیسے سورہ ہود کی اس آیت میں اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ تمہیں آزمانا چاہتا ہے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال بجالاتا ہے ایسے ہی سورۃ ملک میں فرمایا= اللہ وہ ذات ہے جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے۔سورہ ملک میں اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا کہ وہ تمہیں آزمائے گا کہ تم میں سے کون احسن (بہت اچھا) عمل کرتا ہے یہ نہیں فرمایا کہ تم میں سے کون اکثر (بہت زیادہ) یا اکبر (بہت بڑا) عمل کرتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو احسن (بہت اچھے) اعمال پسند ہیں اور یہی اس کو مطلوب ہیں۔اس کو وہ اعمال پسند نہیں جو اچھے نہ ہوں چاہے وہ بظاہر کتنے بڑے اور زیادہ کیوں نہ ہوں کیونکہ طیب (اچھی) خبیث (گندی) چیز برابر نہیں ہوسکتی چاہے خبیث چیز کی کثرت اچھی ہی کیوں نہ لگتی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔آپ فرمادیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو آپ کو ناپاک کی کثرت بھلی لگتی ہو۔(المائدہ 100) اسی طرح قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اہل ایمان کی صفت عمل صالح (اچھے عمل کرنا) بیان کی گئی ہے مثلاً اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوشخبریاں دو جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔(البقرہ 25)

اور فرمایا: اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک کام کریں وہ جنتی ہیں جو جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔(البقرہ 82)

اور فرمایا جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے کئے یقیناً ان کے لئے جنت الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے۔(الکہف 107) اور فرمایا جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کے اجر

باقی صفحہ 59 پر

ان کے رب کے پاس ہیں اور ان پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ اداسی (البقرہ 62)

اچھے اور نیک عمل سے مراد وہ عمل ہے جس میں دو شرطیں پائی جائیں۔1۔عمل صرف خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔2) کتاب وسنت کے مطابق ہو

کسی عمل میں ان دونوں شرطوں میں سے ایک یا دونوں مفقود ہوں گی تو وہ عمل اچھا یا نیک نہیں کہلائے گا۔پھر وہ چاہے کتنا ہی بڑا اور زیادہ ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں لہٰذا جو عمل اللہ کے علاوہ کسی نبی ولی پیغمبر قبر و مزار اور بت وآستانے اور سردار اور وڈیرے وغیرہ کے لئے کیا جائے یا قبیلہ و برادری اور رسم و رواج اور حکومت و سیاست کے لئے کیا جائے اس کو مجبوری' لوگوں کی خاطر' برادری کی عزت' معاشرتی تقاضا ہر دلعزیزی برقرار رکھنا وغیرہ جو مرضی کہا جائے اسے نیک اور اچھا عمل نہیں کہہ سکتے۔

اسی طرح جو عمل کتاب وسنت کے مطابق نہ ہو اور اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اچھا اور نیک عمل قرار نہ دیا ہو وہ نیک عمل نہیں ہوسکتا چاہے اس کو مذہبی پیشوا اور لوگوں کی اکثریت اچھا عمل گردانے اور ذرائع وابلاغ اس کی ترغیب دیں

باقی صفحہ 59 پر

سلسلہ تدریس الحدیث — قسط نمبر 61

آئیے حدیث پڑھیں

حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

بلوغ المرام کی کتاب الطہارۃ کی تشریح

قضائے حاجت کے وقت پردہ کرنا

۱۳/۹۰وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ رواه ابوداؤد

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا، جو شخص قضائے حاجت کے لئے جائے، وہ پردہ کرے۔ "اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔"

تخریج: (ضعیف) ابوداؤد الطہارۃ (۳۵) البانی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے ضعیف ابی داؤد/۳۵)

تنبیہ۔ابوداؤد میں یہ روایت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں۔

اس روایت کے ضعف کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں حصین حبرانی ہے جو بقول ذہبی لایعرف اور بقول حافظ مجہول ہے۔ وہ ابوسعید حبرانی سے بیان کرتا ہے جس کے متعلق حافظ نے فرمایا مجہول ہے۔اس لئے حافظ نے فتح الباری میں جو اس روایت کو حسن الاسناد کہا ہے خود ان کے کہنے کے مطابق راویوں کے مجہول ہونے کی وجہ سے درست نہیں۔

پوری حدیث اس طرح ہے کہ جو شخص سرمہ لگائے وہ طاق عدد کے ساتھ لگائے جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نے نہ کیا تو کوئی حرج نہیں اور جو شخص ڈھیلے استعمال کرے وہ طاق استعمال کرے جس نے ایسا کیا اچھا کیا جو نہ کرے تو کوئی حرج نہیں اور جو شخص کھائے وہ جو کچھ خلال سے نکالے اسے پھینک دے اور جو زبان پھیر کر نکالے اسے نگل جائے جس نے ایسا کیا اچھا کیا جو نہ کرے تو کوئی حرج نہیں اور جو قضائے حاجت کو جائے وہ پردہ کرے۔ اگر اس کے علاوہ کچھ نہ ملے کہ ریت کا ڈھیر ہی اکٹھا کرے تو اس کے ساتھ پردہ کرے کیونکہ شیطان بنی آدم کی دبروں کے ساتھ کھیلتا ہے جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جو نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ یہ روایت جیسا کہ اوپر گزرا صحیح نہیں اس لئے ڈھیلوں کا طاق ہونا ضروری ہے۔ مزید دیکھئے حدیث (۸۸)

(فائدہ) یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر قضائے حاجت کے وقت پردہ کرنا ضروری ہے اور قرآن کریم اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے حدیث (۸۶) کے فوائد

قضائے حاجت کے بعد کی دعا

۹۱/۱۴ وَعَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْغَائِطِ قَالَ غُفْرَانَكَ (اخرجه الخمسة وصححه ابوحاتم والحاكم

عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ نبی ﷺ جب پاخانے سے نکلتے تو فرماتے "غُفْرَانَكَ" تیری بخشش (مانگتا ہوں) اسے پانچوں نے روایت کیا اور ابوحاتم اور حاکم نے صحیح کہا

تخریج: (صحیح) ابوداؤد الطہارۃ ۳۰ ترمذی الطہارۃ/۷) ابن ماجہ الطہارۃ/۳۰۰) احمد ۶/۱۵۵) سند صحیح۔ حاکم، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن الجارود، نووی، ذہبی اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح ابی داؤد نمبر ۲۳)

مفردات:

غُفْرَانَكَ. غَفَرَ يَغْفِرُ (ض) کا مصدر ہے جس طرح شکران اور کفران مصدر ہیں اس کا اصل معنی چھپانا ہے جس کے ساتھ بچاؤ بھی ہو اس لئے لڑائی میں سر پر لئے جانے والے خود کو مغفر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے غفران کا مقصد گناہوں پر پردہ ڈالنے اور ان کو انجام بد سے بچانا ہے۔ غفران فعل محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی اسئلک غفرانک میں تجھ سے تیری بخشش مانگتا ہوں۔

فوائد۔ ا۔ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔

۲۔ قضائے حاجت کے بعد اس دعا کی مناسبت کیا ہے؟ بعض اہل علم نے فرمایا کہ نبی ﷺ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے اس لئے قضائے حاجت کے وقت اسے ترک کرنے کو اپنی تقصیر قرار دے کر آپ نے مغفرت مانگی ہے مگر آپ کے معمولات کا جائزہ لیں تو آپ ﷺ اعلیٰ درجے کے ذکر یعنی نماز سے فارغ ہو کر بھی تین دفعہ استغفر اللہ کہتے تھے۔ وجہ معلوم یہ ہوتی ہے کہ نماز بہت بڑی نعمت ہے اور قضائے حاجت بھی بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اگر یہ فضلات خارج نہ ہوں تو زندگی کا کام تمام ہے اور ہر بڑی نعمت کے ساتھ ہی اس کے شکر کی ادائیگی میں کوتاہی کا احساس بھی تازہ ہو جاتا ہے آپ نے اس تقصیر پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کی ہے۔

صاحب توضیح الاحکام نے ایک اور مناسبت ذکر فرمائی ہے وہ یہ کہ جس طرح وضوء میں ظاہری اعضاء کی طہارت کے ساتھ شہادتین اور اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ پڑھے جاتے ہیں تاکہ عقیدے اور عمل کی طہارت بھی حاصل ہو جائے اسی طرح پاخانے کی نجاست اور بوجھ سے نجات حاصل ہونے پر گناہوں کی نجاست اور بوجھ سے بھی نجات حاصل ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

جن چیزوں سے استنجاء منع ہے

۹۲/۱۵ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَائِطَ فَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَلَمْ أَجِدْ ثَالِثًا فَأَتَيْتُهُ بِرَوْثَةٍ فَأَخَذَهُمَا وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ هٰذَا رِجْسٌ أَوْ رِكْسٌ (اخرجه البخاری وزاد احمد والدار قطنی "اِئْتِنِیْ بِغَیْرِهَا")

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ پاخانے کے لئے گئے اور مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے پاس تین پتھر لاؤں، مجھے دو پتھر مل گئے اور تیسرا نہ ملا تو میں آپ ﷺ کے پاس ایک لید لے آیا۔ آپ نے دونوں پتھر لے لئے اور لید کو پھینک دیا اور فرمایا: "یہ رجس ہے یا فرمایا رکس ہے" (دونوں کا معنی گندی چیز ہے) اسے بخاریؒ نے روایت کیا اور احمدؒ اور دار قطنیؒ نے یہ الفاظ زیادہ بیان کئے کہ مجھے اس (لید) کے علاوہ لا کر دو)

تخریج: صحیح بخاری الوضوء (۱۵۶) مسند احمد (۱/ ۴۱۸، ۴۶۵) دار قطنی (۵۴، ۱۴۵)

راوی حدیث: عبداللہ بن مسعود بن غافل الھزلی کنیت ابو عبدالرحمن سابقین اولین میں سے ہیں۔ نبی ﷺ کے دار ارقم میں جانے اور عمر فاروقؓ کے مسلمان ہونے سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔ بقول بعض اسلام لانے والے چھٹے آدمی ہیں۔ صحابہ میں صاحب النعلین والسواک والوسادۃ والطہور کے نام سے مشہور ہیں۔ دونوں ہجرتیں کیں، بدر میں اور تمام معرکوں میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک رہے صحابہ کے کبار علماء اور فقہاء میں سے ہیں۔ قرآن کے بہت بڑے عالم اور قاری تھے۔ شام کی فتوحات میں شریک رہے عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اور عثمانؓ کی خلافت کی ابتداء تک کوفہ کی قضاء اور بیت المال کے ذمہ دار رہے پھر مدینہ میں آگئے۔ وہیں ۳۲ھ میں فوت ہوگئے۔ مرعاۃ (۱/ ۱۲۱)

فوائد۔

ا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاخانے کے لئے کم از کم تین پتھر یا ڈھیلے ضروری ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تین پتھر لانے کا حکم دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ دو بھی کافی ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے لید پھینک دی باقی دو رہ گئے، مگر یہ بات درست نہیں کیونکہ احمد اور دار قطنی کی مذکورہ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تیسرا پتھر لے کر آؤ۔ فتح الباری میں ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اگر بالفرض یہ زائد الفاظ نہ بھی ثابت ہوں تب بھی دو پر اکتفاء کا ذکر کہیں نہیں۔ آپ کا تین پتھروں کا حکم دینے کے بعد لید کو پھینکنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ ابھی تک تین پتھر لانے کے حکم کی تعمیل نہیں ہوئی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کے متعلق یہ گمان درست نہیں کہ انہوں نے تعمیل ارشاد میں کوتاہی کی ہوگی۔

۲۔ لید کے ساتھ استنجاء کی بحث اگلی حدیث میں دیکھیں۔

صحیح مسلم

خوشخبری

(۱) آیات کریمہ کی تخریج (۲) احادیث مبارکہ کی تخریج اور حدیث نمبر کے ذریعے دیگر کتب احادیث کی طرف رہنمائی
(۳) اقوال رسول ﷺ کا امتیازی رسم الخط (۴) مختلف معتبر نسخہ جات سے تقابل اور موازنہ (۵) تین مختلف ایڈیشن
(۶) اعلیٰ طباعت اور معیاری کاغذ (۷) خوبصورت جلد بندی اور دیدہ زیب سرورق (۸) مناسب قیمت

بذریعہ ڈاک منگوانے کی سہولت موجود ہے

تالیف: ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری
ترجمہ: علامہ وحید الزمان
تخریج: احمد زهوة، احمد عناية

ناشر: مکتبہ اسلامیہ
آج ہی طلب فرمائیں
غزنی سٹریٹ بالمقابل رحمان مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7244973
بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فیصل آباد 041-2631204

قاضی کاشف نیاز

اسرائیلی صدر کی طرف سے مسجدِ اقصیٰ کے نیچے

یہودی معبد کا افتتاح

ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا گھناؤنا یہودی منصوبہ

آخری مرحلے میں

اللہ کی مغضوب ترین قوم ایک بار پھر اپنی سرکشی، ظلم، سازشوں اور بغاوت کی انتہا پر پہنچ رہی ہے۔ مسلمانوں کی مجموعی طور پر بے حسی اور بے کسی کا فائدہ اٹھائے ہوئے قبلہ اوّل پر وہ اپنے خونی دانت پیوست کرنے کی پوری کوشش میں ہے۔

مسجد اقصیٰ کے نیچے کھدائیوں اور نام نہاد تعمیراتی کام کے خلاف جب امت مسلمہ بالخصوص جانباز فلسطینی مسلمانوں کا دباؤ بڑھا تو پھر اسرائیلی وزیراعظم ایہود المرت نے اعلان کیا کہ تعمیراتی کام تو فی الحال بند کیا جاتا ہے لیکن کھدائی کا کام جاری رکھا جائے گا اور اس سلسلے میں کسی دباؤ کو خاطر میں نہ لایا جائے گا۔ کھدائیوں کے مسئلے پر اسرائیلی وزیراعظم نے ترک وزیراعظم طیب اردگان کو بھی شیشے میں اتارنے کی کوشش کی اور انہیں کھدائی کی کچھ نام نہاد تصویریں دکھا کر مطمئن کرنا چاہا لیکن غیرت مند ترک نے تصویریں دیکھ کر 100 فیصد عدم اطمینان کا اظہار کیا اور پھر انہوں نے اپنے ماہرین مسجد اقصیٰ بھیجنے کا مطالبہ کیا جسے اسرائیلی وزیراعظم کو طوعاً و کرھاً قبول کرنا پڑا۔ تاہم تاریخی اور عالمی شاطر یہودی ان ترک ماہرین کے ساتھ کیا ہاتھ دکھاتے ہیں، آنے والے دنوں میں اس کا تو یقیناً جلد پتہ چل جائے گا لیکن سردست ایک بات معمولی سی عقل وفہم رکھنے والے ہر شخص کے لئے ناقابل حل معمہ ہے کہ آخر مسجد اقصیٰ کے نیچے وہ کون سے ''عجائبات'' ہیں جن کی تلاش کے لئے یہاں کھدائیاں ہورہی ہیں۔ اس سوال کا اسرائیلی میڈیا اور اسرائیلی حکمران کہیں بھی کوئی جواب نہیں دے رہے۔

دراصل یہودیوں کا صدیوں سے یہ عقیدہ رہا ہے کہ ان کا گمشدہ ہیکل سلیمانی بیت المقدس خصوصاً مسجد اقصیٰ کے نیچے ہے۔ یہ بات مسلمانوں کو بہت کم علم ہے کہ بیت المقدس کی جو تصویر عام طور پر ہم دیکھتے ہیں اسی کو ہم مسجد اقصیٰ سمجھ لیتے ہیں حالانکہ یہ دراصل قبۃ الصخرہ کی تصویر ہے جسے اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان (692ء تا 705ء) نے بنوایا تھا۔ مسجد اقصیٰ کی موجودہ عمارت بھی انہوں نے ہی بنوائی۔ قبۃ الصخرۃ ایک اونچی چٹان کے اوپر بنا ہوا گنبد ہے، جہاں سے ہمارے نبی اکرم ﷺ نے براق پر سفر معراج کا آغاز کیا۔ اس کے نزدیک مغربی دیوار کو اسی وجہ سے مسلمان دیوار براق کہتے ہیں جبکہ یہودی اسے دیوار گریہ کہتے ہیں جس سے لگ کر وہ اپنے گناہوں پر نام نہاد ندامت کا اظہار کرتے ہیں۔ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ اگرچہ ایک ہی احاطے میں واقع ہیں اور اس پوری جگہ بلکہ پورے علاقے کو ہی بیت المقدس یا اقصیٰ کہا جاتا ہے لیکن بہرحال مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرۃ دونوں ایک احاطے میں الگ الگ اور کچھ فاصلے پر ہیں...... یہودیوں کا زیادہ یقین یہ ہے کہ ان کا ہیکل سلیمانی مسجد اقصیٰ کے نیچے واقع ہے چنانچہ ان کا اصل ہدف

یہودیوں کا شرانگیز منصوبہ ہے کہ قبۃ الصخرۃ یا اس کے دائیں بائیں کسی جگہ ہیکل بنایا جائے

یاسر عرفات نے بیت المقدس کی زیرزمین کھدائی کی سازش کا پردہ چاک کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''یہودی دراصل ہیکل سلیمانی کی تلاش میں ہیں لیکن تاریخی اعتبار سے ہیکل فلسطین میں تھا ہی نہیں

معاذ اللہ مسجد اقصیٰ کا انہدام ہے۔ اسی لئے وہ اب تک تمام کھدائیاں مسجد اقصیٰ کے گرداگرد ہی کرتے رہتے ہیں۔ کل کلاں اگر خدانخواستہ مسجد اقصیٰ کو ان ملعونوں نے شہید کر دیا تو یہ قبۃ الصخرۃ کو دکھا کر ہی عام مسلمانوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کریں گے کہ مسلمانوں کا بیت المقدس یا مسجد اقصیٰ تو اصلاً محفوظ ہیں۔ ہم نے تو دوسری جگہ منہدم کی ہے حالانکہ مسلمانوں کے لئے یہ پوری جگہ ہی مقدس ہے اور مسجد اقصیٰ تو سب سے زیادہ مقدس ہے کیونکہ یہ مسجد ہمارے پیغمبر ﷺ کے فرمان کے مطابق ان تین مقامات میں سے ایک ہے جن کی زیارت کے لئے خصوصی سفر کرنا جائز و افضل ہے۔ پہلے نمبر پر بیت اللہ یعنی مسجد الحرام، دوسرے نمبر پر مسجد نبویؐ اور تیسرے نمبر پر یہ مسجد اقصیٰ ہے۔۔۔۔۔اور مسجد اقصیٰ تو ہمارا قبلہ اول رہا ہے جس کی طرف منہ کر کے ابتدائی دور میں ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ اور آپ ﷺ کے جانباز صحابہ رضی اللہ عنہم نمازیں پڑھتے رہے۔ اس لحاظ سے یہ ہمارا حرم بھی ہے۔

بدطینت اور سازشی یہودیوں نے 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ جیتنے کے بعد جب سے مسجد اقصیٰ پر قبضہ کیا ہے، اسے مستقلاً ہدف بنایا ہوا ہے۔ 1967ء میں اسرائیل نے مشرقی بیت المقدس پر قبضہ کیا تو اس کے فوراً بعد اسرائیلی فوج کے چیف ربی جنرل شلومو گورین نے قبضہ کرنے والی فوج کے کمانڈر ریوزی نرکیس کو تجویز دی کہ مسجد اقصیٰ کو آگ لگا کر ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے ...... تاہم اس وقت عالم اسلام کے شدید اشتعال کے باعث اس ناپاک منصوبے پر عملدرآمد نہ ہو سکا۔ لیکن اگست 1969ء میں آسٹریلیا سے تعلق رکھنے والے مسیحی صیہونی مائیکل ڈینس روحان نے مسجد اقصیٰ کے اندرونی حصوں کو آگ لگا دی۔ اس کے لئے اس نے آتش گیر مادہ استعمال کیا۔ اس کی وجہ سے صلاح الدین ایوبی کا تاریخی منبر جل کر راکھ ہوگیا۔ (اس کی جگہ اردن میں تیار شدہ نیا منبر اب حال ہی میں یکم فروری 2007ء کو اسی منبر جیسا بنا کر رکھا گیا ہے) یہ بھی یاد رہے کہ مسجد اقصیٰ کے گرداگرد کھدائی کا سلسلہ بھی بہت عرصے سے جاری ہے۔

☆...... 1970ء میں اسرائیلی قابض انتظامیہ نے مسجد کے مغربی اور جنوبی حصوں کے نیچے کھدائی شروع کی۔ کھدائی کا کام جاری رہا اور خواتین کے نماز کے حصے میں ایک بڑی خندق کھود دی گئی۔

☆...... مشرق سے مغرب کی طرف ایک خندق 1979ء میں کھودی گئی۔

☆...... 29 مارچ 1984ء کو اسرائیلی وزارت مذہبی امور کے شعبہ آثار قدیمہ نے ایک میٹر طویل اور دو میٹر چوڑی سرنگ کھودی۔ یہ سرنگ دس میٹر گہری تھی اور اسے بھی مسجد اقصیٰ کے مغربی حصے کے نزدیک ہی کھودا گیا جہاں آج کل بھی کھدائی جاری ہے۔ اس سے مسجد کے ''مجلس حصہ'' کو نقصان پہنچا۔

☆...... ستمبر 1996ء میں اسرائیلی قابض فوج نے حرم الشریف کے نزدیک ماضی کی پرانی سرنگ کو دوبارہ کھول دیا جس سے مغربی کنارے میں مظاہرے شروع ہوگئے۔ 57 فلسطینی شہید اور 16 اسرائیلی اس میں جاں بحق ہوئے۔

مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کے خلاف اب تک دیگر بہت زیادہ خطرناک کارروائیاں ہو چکی ہیں لیکن ہم یہاں صرف کھدائیوں کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

☆...... اب 7 فروری 2007ء سے اسرائیلی بلڈوزروں نے پھر اسی باب المغاربہ (مسجد اقصیٰ کے قریب مغربی مراکشی دروازے) کے نزدیک کھدائی شروع کر دی جہاں وہ پہلے بھی کئی

(دائیں) یہودیوں کے مطابق وہ خیالی چٹان جہاں ان کے نزدیک اسماعیلؑ کو ذبح کے لیے لٹایا گیا۔ یہاں آج بیت المقدس ہے۔ (بائیں) یہودیوں کے تابوت سکینہ کی خیالی تصویر

بار کھدائی کر چکے ہیں۔ یہاں دو کمروں کو بھی گرا دیا گیا ہے۔

☆..... 9 فروری 2007ء کو اسرائیل نے مسلمانوں کو مسجد اقصیٰ میں داخل ہونے اور نماز جمعہ ادا کرنے سے روک دیا۔ تاہم چند ہزار فلسطینی مسجد اقصیٰ میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے اور انہوں نے اپنی جانیں داؤ پر لگا کر کھدائی کے خلاف زبردست احتجاج کیا اور یوں دنیا اور عالم اسلام کی توجہ اس انتہائی نازک مسئلے کی طرف مبذول کرانے میں کامیاب ہو گئے۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ اسرائیلی حکومت نے مسلمانوں کے دباؤ پر تعمیراتی کام تو معطل کر دیا لیکن کھدائی جاری رکھی ہوئی ہے اور بہانہ یہ کیا جا رہا ہے کہ ہم آثار قدیمہ کی تلاش کر رہے ہیں۔ حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ آثار قدیمہ کو تلاش نہیں کر رہے بلکہ ان کو مسلسل مٹا رہے ہیں کیونکہ یہاں جو کچھ بھی آثار ہیں وہ صرف اور صرف اسلامی آثار ہیں۔ مسجد اقصیٰ کے اندر یا باہر اور نیچے غرض یہ ہر طرف سے اسلامی آثار مٹانے کی مہم ہے اور دوسرے نمبر پر اس کھدائی کا مقصد مصنوعی طور پر یہودی آثار پیدا کرنا خاص طور پر ہیکل سلیمانی کے آثار پیدا کرنا ان کا دوسرا بڑا مقصد ہے۔ یہودیوں نے بیت المقدس پر قبضہ ہی اپنے اسی یقین کے تحت کیا تھا کہ مسجد اقصیٰ کے نیچے ان کا ہیکل دفن ہے لیکن 1967ء سے اب تک 40 سال کی مسلسل جدوجہد اور کھدائیوں کے باوجود وہ اس ہیکل کے معمولی آثار بھی ڈھونڈنے میں بری طرح ناکام ہوئے ہیں حالانکہ اس دوران انہوں نے مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرۃ کے دائیں بائیں، اوپر نیچے شاید ہی کوئی کونہ کھدرہ چھوڑا ہو جس کو انہوں نے اچھی طرح جانچا اور ٹٹولا نہ ہو۔ انہوں نے ہر اس جگہ کھدائی کی ہے جہاں انہیں معمولی سا شبہ بھی ہوا لیکن ہیکل نہ یہاں تھا نہ انہیں یہاں کبھی مل سکتا ہے۔ جب یہاں ہیکل ہے ہی نہیں تو اسرائیلی کھدائی کیوں کر رہے ہیں؟ اس سازش کا انکشاف مشہور فلسطینی راہنما اور الفتح کے قائد یاسر عرفات متوفی نے 15 اکتوبر 2002ء کو اپنے ایک بیان میں واشگاف الفاظ میں کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا:

''گزشتہ 34 سال سے اسرائیلی بیت المقدس کے نیچے سرنگیں کھود رہے ہیں لیکن وہ اس دوران ایک پتھر بھی نہیں دکھا سکے جس سے ثابت کیا جا سکے کہ یہاں ہیکل سلیمانی تھا کیونکہ تاریخی طور پر ہیکل فلسطین میں تھا ہی نہیں۔ انہیں صرف ایک رومی بادشاہ ہیرود (Herod) کی قبر کے کچھ آثار ملے ہیں۔ اب وہ کوشش کر رہے ہیں کہ یہاں کچھ ایسے پتھر رکھ دیئے جائیں جنہیں دکھا کر وہ ثابت کر سکیں کہ ''ہم یہاں تھے۔'' یہ ایک گھٹیا حرکت ہے۔ میں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ہیکل سلیمانی کا ایک پتھر بھی

نزول مسیح کے بارے میں جھوٹے نظریات کے ذریعے یہودی عیسائیوں کو دھوکہ دے کر ساتھ ملائے رکھتے ہیں حالانکہ اصل مسیح عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدی ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے مسیح دجال (جعلی مسیح) کو قتل کریں گے

ہیکل سلیمانی اور تابوت سکینہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے 400 برس بعد تک یہودیوں نے اپنا باقاعدہ معبد کوئی نہیں بنایا تھا کیونکہ اس فتنہ پرور قوم کو باہمی جھگڑوں، انتشار، لاقانونیت اور شرک وشر نے اس کی مہلت ہی نہ دی تھی۔ یہود عام طور پر کوئی پتھر کسی جگہ اپنے آگے رکھ کر عبادت کر لیتے جس طرح کہ مسلمانوں کو کھلی جگہ سترہ رکھنے کا حکم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام جب اس نافرمان قوم کو فرعون سے نجات دلا کر صحرائے سینا میں لے گئے تو یہاں موسیٰ علیہ السلام نے انہیں صندوق شہادت، قبۂ عبادت اور قربان گاہ بنانے کا حکم دیا۔ بقول تورات ایک چلتا پھرتا ہیکل تیار کیا گیا جو ''یہواہ'' (خدا) کا گھر کہلاتا۔ اسی میں یہ تمام چیزیں موجود ہوتیں۔ تاہم جو ہیکل، ہیکل سلیمانی کے نام سے معروف ہے، وہ باقاعدہ طور پر 1000 قبل مسیح میں سلیمان علیہ السلام کے عہد میں ہی بنا جو 40 سال تک (967Bc-927Bc) قائم رہا۔ یہ ہیکل بخت نصر نے چھٹی صدی قبل مسیح میں تباہ کر دیا۔

بخت نصر نے ہیکل سلیمانی کو جس طرح مسمار کیا، اس کا کمال یہ ہے کہ 15 مربع فٹ کے وہ پتھر جن سے ہیکل تعمیر ہوا تھا، سرے سے ناپید ہو گئے اور گزشتہ دو ہزار برس کی تاریخ ان کے وجود کو ہی نہ پا سکی۔ اسی تباہی کے بعد یہود اپنے سلاطین کے عہد زریں کو یاد کر کر کے رویا کرتے تھے..... لیکن اس ناپید شدہ ہیکل سلیمانی کی تلاش کا ڈرامہ آج بھی یہودی رچائے ہوئے ہیں۔ دوسرا ہیکل تقریباً 70 سال بعد بنا۔ یہ ہیکل 70 قبل مسیح میں ٹائیٹس رومی نے بیت المقدس پر حملہ کر کے تباہ کر دیا۔ اس سے قبل اور اس کے بعد کئی دوسرے چھوٹے موٹے ہیکل بھی بے شمار دفعہ مختلف بادشاہوں اور حملہ آوروں کے ہاتھوں بری طرح تاخت وتاراج ہوتے رہے اور یہودی بھی پوری دنیا میں دربدر ہوتے رہے، اس کی ایک لمبی تاریخ ہے جسے یہاں بیان کرنے کا موقع نہیں..... لیکن یہودی عام طور پر انہی دو ہیکلوں کی تباہی کا زیادہ ذکر کرتے ہیں اور اب وہ اپنے تیسرے ہیکل کی تیاری کے لئے پر تولے ہوئے ہیں..... ان کا خیال ہے کہ پہلا اور دوسرا ہیکل بیت المقدس میں ہی تھا اس لئے تیسرا ہیکل بھی اب یہیں بننا چاہئے۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ کسی طرح ہیکل سلیمانی کے آثار بیت المقدس کے نیچے کھدائی کر کے دریافت کر لیں تاکہ وہ یہاں اپنے ہیکل کی تعمیر کا جواز پیدا کر سکیں لیکن اس میں ناکامی سے وہ پھر بھی پریشان نہیں ہوئے۔ ان کا خیال ہے کہ یہاں اگر انہیں ہیکل کے آثار نہیں ملتے تب بھی وہ یہاں ہیکل ضرور بنائیں گے چاہے انہیں مصنوعی آثار پیدا کر کے ہی ثابت کرنا پڑے کہ یہاں ہیکل تھا۔

یہ بھی یاد رہے کہ یہودی ہیکل کا سنگ بنیاد 2001ء میں رکھ چکے ہیں اور قبۃ الصخرۃ کے قریب ساڑھے چار ٹن وزنی پتھر سنگ بنیاد کی علامت کے طور پر رکھ چکے ہیں۔

اب سوال صرف یہ ہے کہ یہودی ہیکل ہر صورت کیوں بنانا چاہتے ہیں اور بیت المقدس ہی کو انہوں نے کیوں ہیکل کے لئے منتخب کیا ہوا ہے؟

یہودیوں کا اپنی تحریف شدہ تورات کے مطابق عقیدہ ہے کہ ہیکل ان کے رب کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ان پر اسی لئے ہے کہ انہوں نے رب کا گھر نہیں بنایا۔ ان کے عقیدے کے مطابق اسرائیل اور ہیکل لازم وملزوم ہیں۔ مسیح کا نزول بھی ہیکل بننے پر ہی ہوگا۔ پہلے انہوں نے 2000ء اور پھر 2005ء میں مسیح کے نزول کا امکان

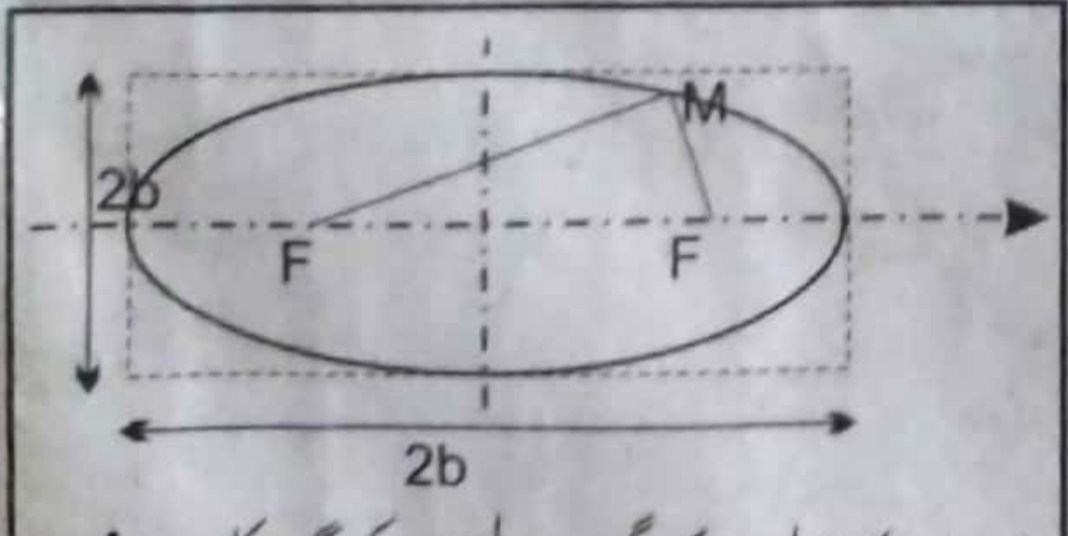

یہودیوں کا خیال ہے کہ اگر بیت المقدس کی جگہ ہیکل بنانا فوری طور پر ممکن نہ ہو تو عارضی طور پر مفروضہ ہیکل والی جگہ پر ایک بڑا بیضہ کھینچ لیا جائے اور پھر جیومیٹریکلی اس جگہ کو بیضے کے اندر دوسری متبادل جگہ پر منتقل کر دیا جائے۔ کیونکہ اس طرح ایک جگہ کی تمام جوہری خصوصیات دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہیں

لاکر دکھادیں۔"

غرض کھدائی کے کام کی آڑ میں دراصل مسجد اقصیٰ کے نیچے ہیکل سلیمانی کے مصنوعی آثار پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلسل کھدائی کے ذریعے مسجد اقصیٰ کی بنیادوں کو اتنا کمزور کردینا مقصود ہے کہ کسی معمولی ہل چل، حادثے یا ہلکے زلزلے سے مسجد اقصیٰ معاذ اللہ خود بخود شہید ہوجائے۔

اب مرکز اطلاعات فلسطین نے انکشاف کیا ہے کہ صیہونی حکومت نے مسجد اقصیٰ کے ایک دروازے کے قریب قبۃ الصخرہ کے بالمقابل یہودی معبد بنانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ بیت المقدس کی بلدیہ نے ایک انتہا پسند یہودی تنظیم کو معبد کی تعمیر کے لئے این او سی جاری کردیا ہے۔ یہودی معبد دو سو مربع فٹ پر مشتمل ہوگا جو مسجد اقصیٰ سے صرف 50 میٹر کے فاصلے پر ہے۔ مرکز اطلاعات فلسطین کی ایک دوسری اطلاع کے مطابق حال ہی میں اسرائیلی صدر موشے کتساف نے مسجد اقصیٰ کے نیچے تعمیر ہونے والے یہودی معبد کا افتتاح بھی کیا ہے۔ مرکز کے مطابق یہودی معبد کے دو ہال ہیں۔ ایک مردوں اور دوسرا خواتین کے لئے مخصوص ہے۔ اطلاع کے مطابق معبد کی تعمیر دس سال سے جاری تھی۔

یہودیوں کے عقیدہ کے مطابق مسیح کا نزول ہیکل بننے پر ہی ہوگا۔ انہوں نے 2000ء اور پھر 2005ء میں مسیح کے نزول کی پیش گوئی کی لیکن ان کی پیش گوئیاں جھوٹی ثابت ہوئیں

ان کھدائیوں کی آڑ میں اصل کام یہودی معبد کی تعمیر کا ہو رہا ہے اور اسے بالآخر وہ آہستہ آہستہ نام نہاد ہیکل سلیمانی میں بدل دیں گے۔ دوسری طرف کھدائیوں کی وجہ سے مسجد اقصیٰ کی بنیادوں کو اس قدر کمزور کیا جاچکا ہے کہ معمولی حادثے کے نتیجے میں مسجد اقصیٰ کو منہدم کردیا جائے گا اور پھر اس کے ملبے سے اچانک مصنوعی ہیکل سلیمانی کے آثار برآمد ہوتے دکھائے جائیں گے۔ خود اسرائیلی اکثر یہ کہتے رہتے ہیں کہ زلزلے کے چھوٹے سے جھٹکے سے مسجد اقصیٰ منہدم ہوسکتی ہے۔ گویا اس کے لئے وہ پہلے ہی لوگوں کا ذہن تیار کررہے ہیں۔

اسرائیلی اخبار روزنامہ ہآرتس نے ایک دفعہ قبۃ الصخرۃ کی تصویر لگا کر اوپر جلی قلم سے لکھا کہ: "تم اچانک ایک دھماکے کی گونج سنوگے"، گویا یہ سب باتیں اشارہ ہیں کہ وہ مسجد اقصیٰ کے درپے ہیں۔"

دوسری جانب مقبوضہ بیت المقدس کو یہودیوں کے لئے فلسطینیوں کی زمین غصب کرکے اس پر یہودیوں کو مسلسل آباد کیا جارہا ہے۔ یہودی آبادی معالیہ ادومیم کی توسیع کی جاچکی ہے۔ حال ہی میں انکشاف ہوا ہے کہ اسرائیلی حکومت نے پرانے شہر کی دیواروں کے نیچے چار منزلہ پارکنگ کی تعمیر کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس کے علاوہ تجارتی مراکز اور ہوٹل تعمیر کیے جائیں گے جس کا رقبہ 18 ہزار مربع میٹر پر مشتمل ہوگا۔

ظاہر کیا لیکن ان کی پیش گوئیاں دھری رہ گئیں۔ ان کے نزدیک ہیکل کی تعمیر اللہ کا حکم تھا جس پر سلیمان علیہ السلام نے عمل کیا۔ جیسا کہ ان کی تحریف شدہ شرک سے بھرپور توراۃ میں ہے۔

Behold a son Shall be born to you, who Shall be a man of Rest, His name shall be solomon, for I will gave Peace & quietness to Israel in his days. HE SHALL BUILD A HOUSE FOR MY NAME, and he shall be my son, and I will be his Father, and I will establish the throne of his kingdom over Israel forever (Chron 22:9-10)

"دیکھو تم میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو امن قائم کرنے والا ہوگا۔ اس کا نام سلیمانؑ ہوگا۔ میں اس کے عہد میں اسرائیل کو امن اور سکون بخشوں گا۔ وہ میرے نام پر ایک گھر بنائے گا۔ وہ میرا بیٹا ہوگا۔ میں اس کا باپ ہوں گا اور میں ہمیشہ کے لئے اسرائیل پر اس کی سلطنت کا تاج رکھوں گا۔" (کرانیکل۔22:9-10)

"21 دسمبر 2004ء کو یہودی گروپوں نے تعمیر ہیکل سوم کے سلسلے میں کانفرنس منعقد کی اور اس میں کھلم کھلا مسجد اقصیٰ گرانے اور ہیکل تعمیر کرنے کے منصوبوں کا ذکر ہوا۔ اس میں یہودیوں کی طرف سے قرار دیئے گئے "رب کے خاص بندے" یسرائیل اریل نے یہودی مصائب کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ ہم ہیکل کی تعمیر سے غافل ہوچکے ہیں۔ اس نے سوالیہ انداز میں کہا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہمیں روحانی سکون واطمینان حاصل ہو۔ حالانکہ سالوں پر سال گزرتے چلے جارہے ہیں اور ہم نے بیت الرب یعنی ہیکل کی تعمیر کے لئے کچھ نہ کیا۔ رب ہم سے یہی چاہتا ہے کہ ہم کام شروع کریں۔"

ہیکل کی تعمیر کے مشن کو جلد ہی پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کچھ یہودی گروپ "میسیرۃ الابواب" (دروازوں کا پیغام) نامی مجلس ہر عبرانی مہینے کے آخر میں منعقد کرتے ہیں۔ وہ دیوار براق کے احاطے میں جمع ہوتے ہیں جو مسجد اقصیٰ کی فصیل اور مرکزی دروازوں کے اردگرد ہے۔ ان کی تعداد عموماً سینکڑوں اور کبھی ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے۔ وہ اپنی مجلس کے دوران یہ نعرے سرعام بلند کرتے ہیں...... ہیکل بناؤ...... مسجد گراؤ...... ہیکل بناؤ...... مسجد جلاؤ...... غرض ہیکل کی تعمیر یہودیوں کا سب سے بڑا مشن ہے اور اسرائیلی حکام بھی برملا اس کا اظہار کرنے سے نہیں چوکتے۔

"ہیکل سلیمانؑ کی تعمیر نو" کے نام سے چلنے والی ایک یہودی ویب سائٹ کے مطابق ہیکل کی تعمیر اس لئے ضروری ہے کہ یہ اسرائیل کا مذہبی مرکز ہوگا۔ اس میں موسیٰ علیہ السلام کے دس احکامات (جن پر یہودی دین استوار ہے) کی تختیوں والا معاہدہ نصب ہوگا۔ اگر یہ نہ بھی مل سکا (اگرچہ

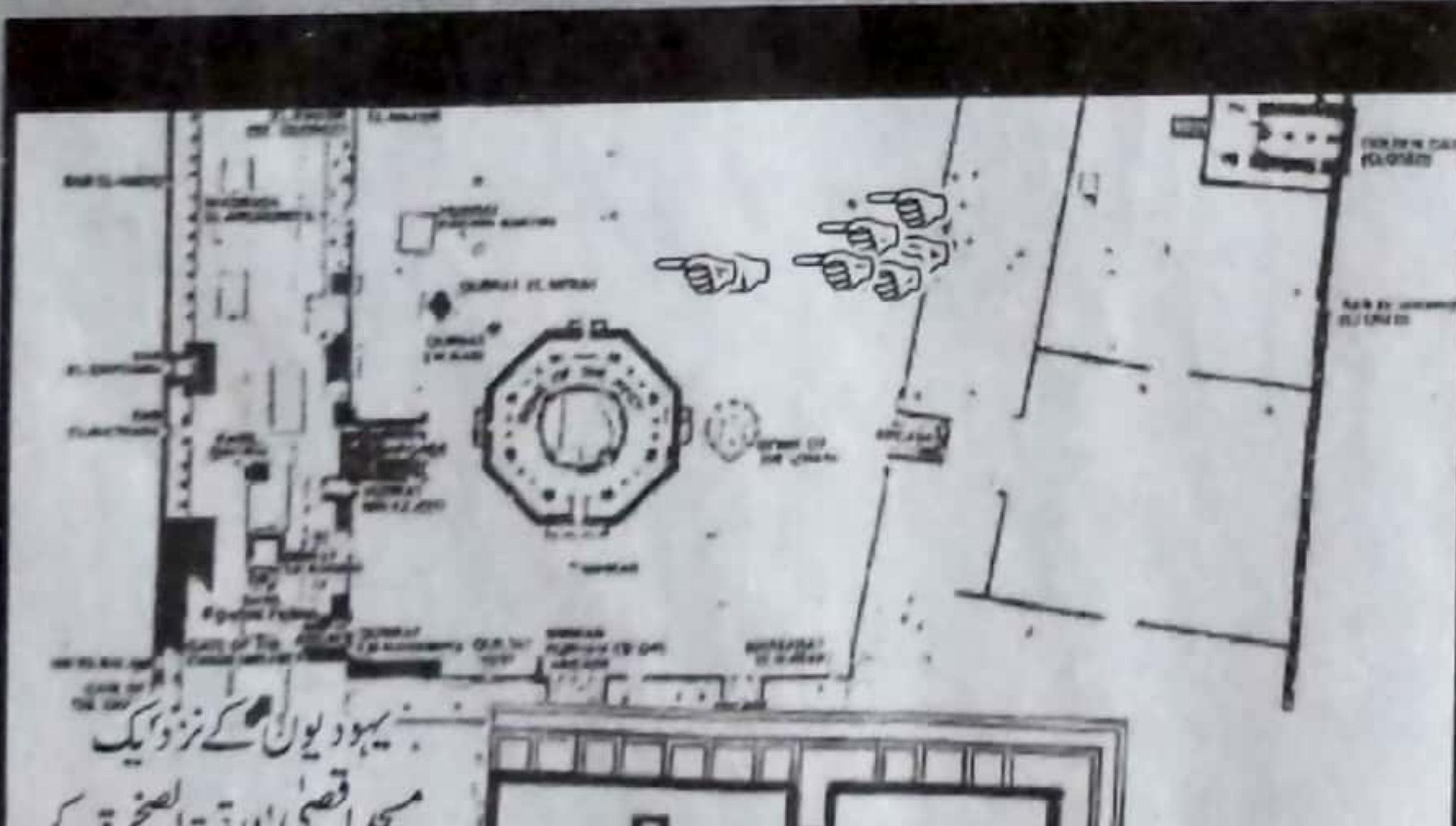

اسرائیلی حکام نے حالیہ کھدائی کے بارے میں یہ عذر لنگ تراشا ہے کہ فروری 2006ء میں زلزلے اور برفباری سے مسجد کو پہنچنے والے نقصان کو ٹھیک کرنے اور دروازے سے مغربی دیوار تک راستہ محفوظ بنانے کے لئے تعمیراتی کام شروع کیا گیا ہے تا کہ مسجد میں آنے والے محفوظ ہو سکیں۔ اس عذر لنگ سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیلیوں سے زیادہ شاید ہی مسلمانوں کا اس قدر ہمدرد ہو اور اسرائیلی فوجی روزانہ درجنوں فلسطینیوں کے خون سے جو ہولی کھیلتے ہیں' تو یہ خبریں محض کسی دشمن کی اڑائی ہوئی ہیں لیکن اس کے ساتھ پھر یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسرائیلی حکومت فلسطینی مسلمانوں کی اتنی ہمدرد ہے تو اس نے 18 اپریل 2005ء سے اب تک چالیس سال سے کم عمر افراد پر مسجد اقصیٰ میں داخلے کی پابندی کیوں عائد کی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ ایک طرف تو اسرائیلی حکام کھدائی کی وڈیو بھی جاری کر رہے ہیں اور ترکی کے ماہرین کو بھی معائنہ کی اجازت دی ہے لیکن عالمی میڈیا کو اس کھدائی کی کوریج کرنے کی اجازت نہیں دی۔ غرض یہ سب حقائق اور معاملات واضح کرتے ہیں کہ کھدائی کی آڑ میں دراصل مسجد اقصیٰ کی بنیادوں کو کمزور کیا جا رہا ہے تا کہ یہ خود بخود معاذ اللہ منہدم ہو جائے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اصل ہیکل سلیمانی کے آثار کی تلاش میں ناکامی کے بعد اب وہ مسجد اقصیٰ کے نیچے نقلی ہیکل سلیمانی تیار کر رہے ہیں تا کہ مسجد اقصیٰ کے شہید ہوتے ہی وہ ہیکل کو ہی اس کی جگہ سامنے لے آئیں۔

یہودی اکثر یہ بات پھیلاتے رہتے ہیں کہ ہیکل کی تعمیر عیسائیوں اور یہودیوں دونوں کے عقائد کے مطابق ضروری ہے۔ ان کے مطابق ہیکل کی تعمیر سے ہی یہودیوں اور عیسائیوں کے مسیح کا نزول ہونا ہے اور پھر سب سے بڑی آخری جنگ الملحمۃ الکبریٰ (Armagadon) ہوگی۔ اگرچہ عیسائیوں' یہودیوں کا مسیح الگ الگ شخصیت ہیں لیکن یہودی فی الحال عیسائیوں کو ساتھ رکھنے کے لئے یہ پروپیگنڈہ جاری رکھے ہوئے ہیں کہ ہیکل کی تعمیر مسیح کے نزول کے لئے ضروری ہے۔ اسی وجہ سے عیسائی دنیا کو عموماً اسرائیل کے شدید سے شدید مظالم اور ناانصافیوں پر بھی کم ہی اعتراض ہوتا ہے۔ دونوں اپنے اپنے مقاصد کے لئے ہیکل کی تعمیر پر متفق ہیں۔ حالانکہ اصل مسیح تو وہ ہوگا جو آ کر شریعت محمدی کی اتباع کرے گا اور امام مہدی کی قیادت میں آخری معرکے میں دجال کو قتل کرے گا اور پھر ایک ایک یہودی کا بھی خاتمہ ہوگا۔ اور پھر پوری دنیا میں امن ہوگا۔

بہر حال عیسائیوں کو ورغلا کر یہودی دیدہ دلیری سے ہیکل کی تعمیر اور مسجد اقصیٰ کی شہادت کے ناپاک مشن پر سرعت سے عمل جاری رکھے ہوئے ہیں لیکن یہود کو یہ معلوم نہیں کہ جس کام کو انہوں نے بہت آسان سمجھ رکھا ہے' وہ اس قدر آسان بھی نہیں۔ اس ناپاک مشن کے لئے انہیں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے خون کا سمندر عبور کرنا ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج امت مسلمہ بالخصوص ان کے حکمران دینی حمیت وغیرت سے دور اور حد درجہ بے حسی کا شکار ہیں۔ ذاتی اور مادی مفادات نے انہیں قوم وملت کے اجتماعی مسائل سے غافل کر دیا ہے۔ مغربی وامریکی ایجنڈہ ان کا ایمان' دین اور ضمیر بن

باقی صفحہ 26 پر

ویب سائٹ کے مطابق یہ مل سکتا ہے) تو پھر نیا ہیکل بنایا جائے گا۔ یہودیوں کے مطابق ہیکل کی تعمیر سے ہی یہودیوں' صیہونیوں' عیسائیوں اور اسرائیل کے گناہ معاف ہوں گے۔

اس ویب سائٹ کے مطابق ہیکل کی تعمیر اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس سے ہم وہ خاص خدائی قوت یعنی شکینہ (Shakinah) حاصل کریں گے جو انسان کو خدائی صورت میں ملتی ہے۔ اسے وہ قرآن کی سکینت اور ہندوؤں کی شکتی سے بھی تعبیر کرتے ہیں حالانکہ قرآن کی سکینت ان سے الگ ہے۔ یہ صرف اللہ کی رحمت و مدد کے معنی میں ہے نہ کہ خدا کے انسانی صورت میں ڈھلنے کا نام ہے جیسا کہ غیر مسلموں کا عقیدہ ہے۔ یہودیوں کے نزدیک جب تک یہ شکینہ انہیں حاصل نہیں ہوگی' انہیں خدائی برکتیں نہیں مل سکیں گی اور ان کے نزدیک شکینہ سب سے زیادہ خدا کے گھر کے قریب ہوتی ہے۔ اس لئے ہیکل یعنی خدا کا گھر بننا ضروری ہے۔ یہ یاد رہے کہ تفسیر ابن کثیر اور دیگر تفاسیر کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے ایک تابوت (صندوق) ملا جسے تابوت سکینہ کہا جاتا ہے' اس میں انہوں نے توراۃ اور توراۃ کی دس احکامات والی تختیاں رکھی ہوئی تھیں۔ بعض کے مطابق یہ سونے کا تھا۔ اس میں دیگر تبرکات بھی تھے۔ لڑائی کے وقت بنی اسرائیل اس کو میدان جنگ میں پہنچا کر بڑی جانفشانی سے لڑتے اور فتح یقینی ہو جاتی۔ فرعون سے نجات دلا کر جب موسیٰ علیہ السلام نے انہیں مصر سے نکالا اور صحرائے سینا میں لائے تو پھر فلسطین کی فتح کے لئے انہیں جہاد کرنے کو کہا۔ جس پر بنی اسرائیل نے صاف انکار کر دیا کہ موسیٰ علیہ السلام جانیں اور ان کا رب' جس پر سزا کے طور پر یہود صحرائے سینا میں **40** سال بھٹکتے رہے۔ اس کے بعد یوشع علیہ السلام کی قیادت میں تائب ہو کر انہوں نے جہاد کر کے فلسطین حاصل کیا تو آہستہ آہستہ پھر بدراہ اور منتشر ہو گئے۔ قبیلوں کا باہمی اتحاد ختم ہو گیا۔ ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے یہ تابوت بھی مخالفوں نے چھین لیا۔ جب بنی اسرائیل پھر تائب ہوئے تو انہوں نے شمعون علیہ السلام سے ایک بادشاہ کی خواہش ظاہر کی تا کہ وہ جہاد کر کے فلسطین کو حاصل کر لیں۔ چنانچہ شمعون علیہ السلام نے انہیں طالوت بادشاہ کی خبر دی اور اس کی نشانی یہ بتائی کہ تابوت سکینہ واپس تمہارے پاس آ جائے گا۔ یہ تابوت انہیں واپس مل گیا جسے یہود عہد نامہ کا صندوق بھی کہتے ہیں۔ طالوت کی قیادت میں داؤد علیہ السلام نے فلسطین پر جالوت کو شکست دی۔ بعد میں داؤد علیہ السلام اور پھر ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام نبی و بادشاہ بنے اور پھر ان کے بعد یہود کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہیکل بھی تباہ ہوا اور تابوت سکینہ بھی غائب ہو گیا۔ جس کی وجہ سے یہودی عقیدہ کے مطابق وہ شکینہ سے محروم ہو گئے۔

اب اسی شکینہ کے متعلق یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ وضو والے حوض (El-Kas Fonhtain) کے گرد سب سے زیادہ ہے جو کہ قبۃ الصخرۃ اور مسجد اقصیٰ کے درمیان ہے۔ اسی حوض کے گرد ان کے خیال میں وہ سب سے مقدس جگہ (Holy of Holies) ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام کی تختیاں تھیں اور یہیں یہودیوں کے مطابق ابراہیم علیہ السلام' اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے لائے تھے۔ (مسلمانوں میں زیادہ تر اسحاق علیہ السلام کی بجائے اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح مانا جاتا ہے) چنانچہ یہودیوں کا خیال ہے کہ قبۃ الصخرۃ کے جنوب اور مسجد اقصیٰ کے درمیان حوض کے گرد ہی ہیکل سلیمانی تھا اور یہیں شکینہ بھی سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہودی ویب سائٹ کے مطابق چونکہ اس جگہ فی الحال عالمی صورتحال کی وجہ سے ہیکل بنانا مشکل ہے' اس لئے اس نے اس کا ایک اور عارضی حل یہ بھی نکالا ہے کہ مقصد چونکہ شکینہ یعنی زیادہ سے زیادہ روحانی اور خدائی طاقت حاصل کرنا ہے تو اس طاقت (Energy) کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے جس طرح کہ آواز اور تصویر کی لہروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اس طریقے سے اگر بیت المقدس کے احاطے اور اس کے باہر کے علاقے پر ایک بڑا بیضہ (Ellipse) کھینچا جائے تو بیضے کے اندر ایک جگہ یا نکتہ یعنی شکینہ والی جگہ کی نظری خصوصیات (Optical Properties) کو بیضے کے اندر دوسری جگہ یا نکتے پر منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح ایک نقشے میں اس نے جیومیٹریکلی ہیکل کو مسجد اقصیٰ کے احاطے سے باہر بننا ممکن دکھایا ہے جہاں پر کہ شکینہ بھی پوری پوری حاصل ہوگی۔ یہ اگرچہ ایک خیال ہے یا عارضی منصوبہ ہے لیکن یہودیوں کا اصل ناپاک منصوبہ یہی ہے کہ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کے درمیان میں ہی ہیکل بنایا جائے۔ جس کے سد باب کے لئے یقیناً امت مسلمہ کو اب ہر صورت اپنا جہادی کردار ادا کرنا ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کا انتخاب:

صحیح بخاری میں ابوہریرہ ؓ' رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ''میں کئی صدیوں بعد' بنوآدم کے بہترین قرون میں بھیجا گیا ہوں حتیٰ کہ وہ قرن آ گیا جس میں میں پیدا ہوا ہوں۔''

اور صحیح مسلم میں واثلہ بن اسقع ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اسماعیل ؑ کی اولاد سے کنانہ کو' کنانہ سے قریش کو' قریش سے بنوہاشم اور ان میں سے مجھ کو منتخب کیا ہے۔''

آپ ﷺ کے والدین کا ذکر:

آپ ﷺ کے والد کا نام عبداللہ ہے اور آپ عبدالمطلب کے بیٹے ہیں۔ عبداللہ اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ عفیف تھے۔ ان کے والدان سے بڑی محبت کرتے تھے۔ اکثر مورخین کا بیان ہے کہ وہ حضور ﷺ کی حمل کی حالت میں وفات پا گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی پیدائش سے دو ماہ بعد فوت ہوئے۔ حضرت عبداللہ نے اپنے ترکہ میں پانچ اونٹ' ایک حبشی کنیز چھوڑی' جس کا نام برکت اور کنیت ام ایمن تھی اور بچپن میں یہی آپ ﷺ کی دایہ تھیں۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب ہے۔

حسب اختلاف مورخین' آپ ﷺ ربیع الاول کی 9 یا

آگ جو متواتر ایک ہزار سال سے جل رہی تھی' بجھ گئی اور بحیرۂ ساوہ کا پانی خشک ہو گیا۔'' (محمد غزالی نے اس بات کو درست تسلیم نہیں کیا۔ دیکھئے ''فقہ السیرۃ'' محمد غزالی' ص ۴۶ (مترجم: شیخ الحدیث حافظ محمد اسحاقؒ)

چودہ کنگرے گرنے سے اس طرف اشارہ تھا کہ اس خاندان سے کنگروں کی تعداد کے مطابق چودہ مرد اور عورتیں بادشاہ ہوں گی۔ چنانچہ چار سال کے عرصے میں ان کے دس بادشاہ ہو گزرے تھے اور باقی حضرت عثمان ؓ کی خلافت تک پورے

الشیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مختصر سیرۃ الرسولؐ'' سے انتخاب

فضیلتوں والا سب سے اعلیٰ انسان ﷺ

ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا' تو مجھے بہترین مخلوق اور فریقین (یعنی عرب و عجم) میں سے بہتر فریق میں پیدا کیا۔ پھر قبائل کا انتخاب کیا تو مجھے بہترین قبیلے میں کیا۔ اس کے بعد خاندانوں کا انتخاب کیا' تو مجھے بہترین خاندان میں بھیجا۔ اس لئے میں بلحاظِ نفس اور بلحاظِ خاندان سب انسانوں سے بہتر ہوں۔'' اس حدیث کو ترمذی نے ذکر کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے۔

طبرانی میں عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو چنا تو ان میں سے بنوآدم کو پسند فرمایا' پھر بنوآدم سے عرب کو اور عرب سے مجھے پسند فرمایا: پس میں' ہمیشہ سے پسندیدہ در پسندیدہ لوگوں سے پیدا ہوا ہوں۔ خبردار! جس نے عربوں سے محبت کی' اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا' اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی بناء پر ان سے بغض رکھا۔

10 یا 12 تاریخ کو پیر کے دن پیدا ہوئے۔ (البتہ قاضی سلمان منصورپوریؒ مصنف ''رحمۃ للعالمین'' کی تحقیق کے مطابق تمام مؤرخین کے نزدیک پیر کا دن صرف 9 ربیع الاوّل کو ہی آتا ہے) بیہقی کی روایت کے مطابق آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے۔ (ابن قیمؒ کہتے ہیں' اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ دیکھئے زادالمعاد' جلد اول ص ۱۸' مترجم)

میں اللہ کے ہاں لوح محفوظ میں خاتم النبین ﷺ لکھا ہوا تھا' میں ابراہیم ؑ کی دعا عیسیٰ ؑ کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محل چمک اٹھے ہیں

عباس ؓ کہتے ہیں کہ ''آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب آپ ﷺ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔ ان کے نزدیک آپ ﷺ کا بہت بڑا مرتبہ تھا اور کہتے کہ آئندہ چل کر اس بچے کا شان بہت بلند ہوگا۔'' بیہقی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ''جس رات آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی' کسریٰ کا محل لرز گیا' اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ فارس کی

ہو گئے۔ امام احمدؒ عرباض بن ساریہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ کے نزدیک لوح محفوظ میں خاتم النبین لکھا ہوا تھا' جب کہ آدم ؑ ابھی تک گندھی ہوئی مٹی کی صورت میں پڑے تھے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ابراہیم ؑ کی دعا' عیسیٰ ؑ کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ان سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محل چمک اٹھے ہیں۔

میسرہ ضبی ؓ کہتے ہیں: میں نے پوچھا ''یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کب نبی ہوئے تھے اور آپ ﷺ کب نبی لکھے گئے تھے؟'' فرمایا: ''جب آدم ؑ ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔''

ابن سعد روایت کرتے ہیں: آنحضرت ﷺ کی والدہ نے فرمایا: ''جب آپ ﷺ پیدا ہوئے...... اس وقت مجھ سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محل جگمگانے لگے۔ آپ ﷺ

صاف ستھرے پیدا ہوئے
"آپ ﷺ کے جسم پر میل کچیل مطلق نہیں تھا۔ حضرت عباس ؓ نے اپنے اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدتَّ أَشْرَقَتِ
الْأَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُورِكَ الْأُفُقُ

"آپ ﷺ جب پیدا ہوئے تو زمین چمک اٹھی اور آپ ﷺ کے نور سے کنارے روشن ہو گئے۔"

وَنَحْنُ فِي ذٰلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي
النُّورِ فَسُبُلُ الرَّشَادِ تَخْتَرِقُ

"اور ہم اسی نور سے متمتع ہیں اور اس کی روشنی میں ہدایت کے راستے ہموار کیے جا رہے ہیں۔"

لطائف میں مذکور ہے: آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت اس نور کے ظہور سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کے نورِ نبوت سے اہل زمین ہدایت پائیں گے اور اس کے ساتھ شرک کی ظلمت دور ہوگی۔ جس طرح قرآن حکیم میں آیا ہے۔

قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتَابٌ مُّبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ. (المائدہ 16،15)

اور آپ ﷺ کے نور سے بصریٰ کے روشن ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کا نورِ نبوت خاص طور پر شام میں پھیلے گا، کیونکہ وہ آپ ﷺ کا دارالسلطنت ہوگا، جیسا کہ کعب ؓ نے ذکر کیا ہے کہ پہلی کتابوں میں مذکور ہے: "محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کی پیدائش مکہ میں ہوگی، مقام ہجرت یثرب ہوگا اور دارالحکومت ملک شام ہوگا۔"

اور آپ ﷺ کے شام میں بیت المقدس کی طرف اسراء میں بھی یہی حکمت کارفرما ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے ابراہیم ؑ نے بھی شام کی طرف ہجرت کی اور عیسیٰ ؑ بھی یہیں اُتریں گے اور محشر کا میدان بھی یہی سرزمین ہوگی۔

حیاتِ طیبہ ماہ و سال کے آئینے میں:

ولادت نبی ﷺ	۹ ربیع الاول ۱ عام الفیل	مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء	بروز دوشنبہ
بعثت نبوی ﷺ	۹ ربیع الاول ۴۱ ولادت نبوی ﷺ	مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء	بروز دوشنبہ
معراج	۲۷ رجب ۱۰ نبوت	مطابق ۲۲ مارچ ۶۳۷ء	بروز دوشنبہ
ہجرت	۲۷ صفر ۱۳ نبوت	مطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء	بروز چہارشنبہ
غار ثور سے روانگی	یکم ربیع الاول ۱۳ نبوت	مطابق ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء	بروز دوشنبہ
مدینے میں آمد	۱۲ ربیع الاول ۱ھ	مطابق ۲۷ ستمبر ۶۲۲ء	بروز جمعہ
غزوہ بدر	۱۷ رمضان ۲ھ	مطابق ۱۶ مارچ ۶۲۴ء	بروز سہ شنبہ
غزوۂ احد	۶ شوال ۳ھ	مطابق ۲۱ مارچ ۶۲۵ء	بروز شنبہ
غزوۂ احزاب	۲۸ شوال ۵ھ	مطابق ۲۳ مارچ ۶۲۷ء	
صلح حدیبیہ	ذی قعدہ ۶ھ	مطابق مارچ ۶۲۸ء	
سیرت محمد بن عبدالوہاب میں سلاطین کے نام خطوط	یکم محرم ۷ھ	مطابق ۱۴ مئی ۶۲۸ء	بروز چہارشنبہ
غزوۂ خیبر	آخر محرم ۷ھ	مطابق جون ۶۲۸ء	
عمرۃ القضاء	ذی قعدہ ۷ھ	مطابق اپریل ۶۲۹ء	
فتح مکہ	۲۰ رمضان ۸ھ	مطابق ۱۲ جنوری ۶۳۰ء	بروز پنج شنبہ
غزوۂ حنین	۱۱ شوال ۸ھ	مطابق یکم فروری ۶۳۰ء	بروز چہارشنبہ
غزوۂ طائف	۱۳ شوال ۸ھ	مطابق ۳ فروری ۶۳۰ء	بروز جمعہ
غزوۂ تبوک	رجب تا رمضان ۹ھ	مطابق اکتوبر، دسمبر ۶۳۰ء	
حجۃ الوداع	۹ ذی الحجہ ۱۰ھ	مطابق ۹ مارچ ۶۳۱ء	بروز جمعہ
وفات نبوی	یکم ربیع الاول ۱۱ھ	مطابق ۲۵ مئی ۶۳۲ء	بروز دوشنبہ

خورشید آزادی

آہ! وہ قبلۂ اول کہ جس پر
کالی شب کے گھٹا ٹوپ اندھیرے
اس بات کے منتظر ہیں کہ شاید پھر
صبح ہوگی
آہ! وہ مسجد اقصیٰ سوچتی ہے
کبھی تو کوئی عمرؓ بن خطاب اور
کبھی تو کوئی صلاح الدین ایوبیؒ آئے گا
اور اس کالی خونی شب سے
مجھے نجات دلائے گا
اور مسجد اقصیٰ پکارتی ہے
اے مسلم! تیرے بِن
نہیں آئے گی روشنی
نہیں آئے گی زندگی
اے مسلم! ذرا ہوش کر
تو کہاں پہ کھویا ہے؟
میں کالی شب کی ظلمت میں
سوسو کر اکتائی ہوں اور تو کیوں کر
بے فکر ہو کر سویا ہے؟
میرے لئے نہیں تو اپنے ہی لئے
کچھ سوچ! تیرا مجھ سے کیا رشتہ ہے
اس رشتے کا کچھ پاس کرو، اس رشتے کی کچھ لاج رکھو
شاید کہ پھر ہو جائے صبح
اور چمکے خورشید آزادی

معمولات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ابو رضوان جاوید بدھلہ سنت ملتان

کھانا پینا:

آپ ﷺ بہت سادہ غذا کھاتے تھے۔ آپ ﷺ بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھاتے تھے جو کبھی جو کی ہوتی اور کبھی گندم کی۔ آپ ﷺ کو کھجور، ککڑی، دودھ، شہد، سرکہ، کدو، تربوز، ستو، زیتون کا تیل، بکری کے شانے کا گوشت بڑا پسند تھا جیس بڑے شوق سے کھاتے۔ عرب میں گھی میں پنیر اور کھجور ڈال کر یہ کھانا کھایا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ آپ ﷺ کو ایک اور کھانا بڑا پسند تھا۔ آٹا ھانڈی میں ڈال کر اسے زیتون کے تیل میں زیرہ اور کالی مرچیں ڈال کر پکاتے جسے آپ ﷺ بڑے مزے سے کھاتے۔

تربوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر کھاتے۔ آپ ﷺ کھجوریں جو کی روٹی کے ساتھ بھی کھاتے تھے۔ بکری کے گوشت کے علاوہ آپ ﷺ نے اونٹ، بھیڑ، دنبہ، مرغ اور مچھلی کا گوشت بھی کھایا۔ شہد کو آپ ﷺ غذا کے طور پر اور دوا کے طور پر بھی استعمال کرتے تھے۔ کشمش (سوگی) اور انجیر کو پانی میں بھگو دیتے کچھ دیر میں پانی پی لیتے اور کشمش، انجیر کو کھا لیتے تھے۔

آپ ﷺ اکثر لکڑی کے ایک پیالے میں کھانا کھاتے، طشتریوں اور چھوٹی پیالیوں میں کھانا کھانا پسند نہ کرتے تھے۔ مولی، لہسن اور پیاز کی باس آپ کو پسند نہ تھی۔ اس لئے ان کو کھانے سے گریز کرتے تھے۔ ٹھنڈا پانی خوش ہو کر گھونٹ گھونٹ پیتے۔

ہاتھ دھو کر کھانا کھاتے اور لقمہ لینے سے پہلے بسم اللہ پڑھتے۔ کھانا کھا چکنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔ کھانا ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھاتے لیکن پیٹ بھر کر نہ کھاتے۔ نیچے بیٹھ کر دستر خوان پر کھانا پسند فرماتے تھے۔

آپ ﷺ صرف بھوک مٹانے کے لئے کھاتے پیتے تھے۔ پیٹ بھرنے کے لئے نہیں۔ کھاتے وقت اگر کوئی بھوکا چلا آتا تو اپنا کھانا اسے کھلا دیتے اور خود بھوکے رہتے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ آپ ﷺ نے بھوک کو دبانے کے لئے پیٹ پر پتھر باندھ کر وقت گزارا۔ کئی کئی روز کے فاقے آتے، کئی کئی روز آپ ﷺ کے گھر کے چولہے میں آگ نہ جلتی۔ جس کی آپ ﷺ کو چنداں پروا نہ تھی۔ آپ ﷺ اپنے فقر اور فاقہ میں خوش تھے۔ آپ ﷺ کی شان ہی نرالی تھی۔

ان صفات کا کیا ہماری زندگی میں بھی کوئی دخل ہے۔ مگر ہم تو ماڈرن انداز میں مارے گئے اسلامی رنگ کو یکسر فراموش کر دیا اور ان کفار کا پورا رنگ نظر آتا ہے۔ کہاں کی سادگی کہاں کا اسلام؟ بس ہم تو کالے انگریز ہیں مگر پھر بھی پکے مسلمان ہیں۔ اب اپنی زندگی اور صحت کا بس اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے۔ اے کاش! ہمیں سنت نبوی ﷺ کی قدر ہوتی مگر......

آپ ﷺ کا اوڑھنا بچھونا:

آپ ﷺ بڑا سادہ مگر صاف ستھرا لباس پہنتے تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی قیمتی لباس پہننا پسند نہ کیا۔ اکثر تہبند اور کرتہ پہن کر، اوپر دھاری دار چادر اوڑھ لیتے۔ سر پر عام طور پر سیاہ رنگ کا عمامہ باندھتے جس کے نیچے ٹوپی ہوتی۔ عمامہ کا شملہ آپ ﷺ کے شانوں پر پڑا رہتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول ﷺ کے پاس کپڑوں کا صرف ایک جوڑا تھا۔ میلا ہو جاتا تو دھو کر اسے ہی پہنا جاتا۔ آپ ﷺ کا بچھونا کالے رنگ کا بس ایک کمبل تھا، جسے کملی والے آقا نے آخری وقت تک اپنے سے جدا نہ کیا۔ اکثر بان کی چارپائی پر سوتے تھے جس کے نشان آپ ﷺ کے جسم مبارک پر پڑ جاتے تھے۔

ہجرت کے بعد معمولی کپڑے اور چمڑے کا بستر بھی استعمال کیا جس میں کھجور کی چھال اور پتے بھرے ہوئے تھے۔

کئی بار چٹائی اور زمین پر بھی آپ ﷺ نے آرام فرمایا۔

آپ ﷺ اکثر دائیں کروٹ اور دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر سوتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں رات کے آخری حصے میں منزل پر اتر کر آرام فرماتے اور اپنا دایاں ہاتھ اونچا کر کے چہرہ اس پر ٹکا کر سو جاتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نیند میں ہلکے ہلکے خراٹے لیا کرتے تھے۔ ویسے آپ ﷺ سوتے کم اور رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت زیادہ کرتے تھے۔

رسول مقبول ﷺ کو خوشبو بڑی پسند تھی۔ اپنے کپڑوں میں خوشبو ضرور لگاتے۔ اسی لئے خوشبو کا لگانا سنت ہے۔ آپ ﷺ کو عنبر اور کستوری کی خوشبو بڑی پسند تھی۔ اگر کہیں سے خوشبو کا تحفہ آ جاتا تو اسے لے کر بڑے خوش ہوتے۔

عبادت:

نبی کریم ﷺ کا دستور تھا کہ صبح کی نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھ جاتے۔ جب کچھ دن چڑھ جاتا تو نفلی عبادت یعنی چاشت (مگر یہ نام عربی حروف میں نہیں ہے) کی نماز پڑھتے۔ کبھی چار اور کبھی آٹھ رکعتیں۔ پھر گھر کے کام کاج میں لگ جاتے۔ ظہر کی نماز کا وقت آ جاتا۔ آپ ﷺ ظہر کی نماز پڑھتے۔ اس کے بعد عصر کی نماز ادا کرتے۔ اس کے بعد مغرب اور عشاء کی نماز۔ پھر آپ ﷺ آرام کرتے۔ آدھی رات گئے جاگ اٹھتے۔ مسواک کرنے کے بعد وضو کرتے تہجد کی نماز میں مشغول ہو جاتے، یہاں تک کہ صبح کی اذان ہو جاتی، مسجد میں چلے آتے اور صبح کی نماز ادا کرتے۔

بعض اوقات آپ ﷺ ساری ساری رات عبادت کرتے رہتے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہوئے آپ ﷺ کے پاؤں سوج گئے اور اس لگن سے عبادت کرتے تھے کہ آپ ﷺ کا دھیان اللہ پاک کی ذات پر ہی لگا ہوتا تھا اور باقی کسی چیز کی آپ ﷺ کو کچھ خبر نہ ہوتی تھی۔

رسول مقبول ﷺ کی عادتیں:

رسول مقبول ﷺ کسی سے ملتے تو پہلے خود سلام کرتے پھر مصافحہ کرتے۔ جب تک مصافحہ کرنے والا ہاتھ نہ چھوڑتا آپ ﷺ اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے۔

آپ ﷺ بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں کبھی داخل نہ ہوتے تھے جو کوئی آپ ﷺ سے ملنے آیا آپ ﷺ اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ آپ ﷺ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔

آپ ﷺ خود تکلیف برداشت کر لیتے تھے لیکن دوسرے کو تکلیف نہ دیتے تھے۔

آپ ﷺ کے مزاج میں روکھا پن نہ تھا۔

آپ ﷺ بڑے خوش مزاج تھے۔ نرم مزاج تھے۔ نہایت ہی شیریں انداز، گویا کہ شہد کی مانند میٹھے۔

آپ ﷺ دوسروں پر اپنی بڑائی جتانا پسند نہ کرتے تھے۔

آپ ﷺ اپنے گھر کے کام کاج کرنے کے عادی تھے۔ بازار سے خود سودا خرید کر لاتے۔ اپنے جانوروں کو خود چارہ ڈالتے تھے۔ آپ ﷺ ہمیشہ پاک صاف رہتے تھے۔

آپ ﷺ بچوں سے بڑا پیار کرتے تھے۔ آپ ﷺ کسی سے وعدہ کرتے تو اسے پورا کرتے۔

(ماخوذ: پیارے رسول ﷺ کی پیاری باتیں)

سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

حفاظت حدیث

تاریخ انسانی کا ایک محیر العقول کارنامہ

سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخی پہلو

آیئے اب ان چاروں معیاروں (تاریخیت' کاملیت' جامعیت' عملیت) کے مطابق پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرۃ مبارکہ پر نظر ڈالیں' سب سے پہلی چیز ''تاریخیت'' ہے۔ اس باب میں تمام دنیا متفق ہے کہ اس حیثیت نے اپنے پیغمبر ﷺ کی اور نہ صرف اپنے پیغمبر ﷺ کی بلکہ ہر اس چیز کی اور اس شخص کی جس کا ادنیٰ سا تعلق بھی حضرت ﷺ کی ذات مبارک سے تھا' جس طرح حفاظت کی ہے' وہ عالم کے لئے مایۂ حیرت ہے' ان لوگوں کو جو نبی ﷺ کے اقوال' افعال اور متعلقات زندگی کی روایت' تحریر اور تدوین کا فرض انجام دیتے تھے' روایانِ حدیث و روایت یا محدثین اور ارباب سیر کہتے ہیں' جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم' تابعینؒ' تبع تابعینؒ اور بعد کے چوتھی صدی ہجری تک کے اشخاص داخل ہیں' جب تمام سرمایۂ روایت' تحریری صورت میں آ گیا' تو ان تمام راویوں کے نام ونشان' تاریخ' زندگی' اخلاق وعادات کو بھی قید تحریر میں لایا گیا' جن کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے اور ان سب کے مجموعہ احوال کا نام اسماء الرجال ہے۔

مشہور جرمن ڈاکٹر اسپرنگر جو ۱۸۵۴ء اور اس کے بعد تک ہندوستان کے علمی و تعلیمی صیغہ سے متعلق تھے اور بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے سیکرٹری تھے اور ان کے عہد میں خود ان کی محنت سے واقدی کی مغازی' وان کریمر کی ایڈیٹرشپ میں **1856**ء میں طبع ہوئی اور صحابہ کرامؓ کے حالات میں حافظ ابن حجرؒ کی اصابہ فی احوال الصحابہ طبع ہوئی اور جنہوں نے (جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ پہلے یورپین شخص ہیں جس نے خاص ابتدائی عربی ماخذوں سے) ''لائف آف محمد ﷺ'' لکھی ہے۔ (1854ء میں لکھی On the Origin and Progress of Writing down historical facts among Musalmans.) اور الہ آباد سے شائع ہوئی) اور مخالفانہ لکھی ہے' وہ بھی اصابہ کے انگریزی مقدمہ مطبوعہ کلکتہ 1854ء تا 1864ء میں لکھتے ہیں:

منکرین حدیث کے لئے ناقابل تردید دلائل سے مزین شاہکار تحریر

''کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری' نہ آج موجود ہے' جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد حیات نبوی ﷺ کے اخیر سال حجۃ الوداع میں تقریباً ایک لاکھ تھی' ان میں گیارہ ہزار آدمی ایسے ہیں جن کے نام ونشان آج تحریری صورت میں تاریخ کے اوراق میں جو خاص انہی کے حالات میں لکھے گئے ہیں' اس لئے موجود ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن میں سے ہر ایک نے کم وبیش آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال وواقعات میں سے کچھ نہ کچھ حصہ دوسروں تک پہنچایا ہے۔ یعنی جنہوں نے روایت کی خدمت انجام دی ہے اور یہی سبب ان کی تاریخی زندگی کا ہے۔

11ھ میں آنحضرت ﷺ نے وفات پائی اور تقریباً 40ھ تک اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم عالم وجود میں رونق افروز ہے۔ 60ھ تک اصاغر صحابہؓ کی جو عہد نبوت میں کم سن تھے' خاصی تعداد موجود تھی اور صدی کے ختم ہونے تک اس نورِ نبوت کا تقریباً ہر چراغ گل ہو گیا تھا۔ ہر شہر میں سب سے آخر وفات پانے والے صحابیوں کے نام اور سال وفات یہ ہیں۔

شمار	اسم گرامی	نام شہر	سال وفات
1	ابوامامہ باہلیؓ	شام	86ھ
2	عبداللہ بن حارث بن جزءؓ	مصر	86ھ
3	عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ	کوفہ	87ھ
4	سائب بن یزیدؓ	مدینہ	91ھ
5	انس بن مالکؓ	بصرہ	93ھ

حضرت انس بن مالکؓ جنہوں نے اس فہرست میں سب سے آخر جگہ پائی وہ نبی اکرم ﷺ کے خادم خاص تھے۔ دس برس تک مستقل نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں رہے۔ وہ 93ھ میں وفات پاتے ہیں۔

تابعینؒ یعنی صحابہؓ کے تلامذہ کا دور 1ھ کے آغاز سے اس طرح شروع ہوتا ہے کہ گو وہ پیدا ہو چکے تھے مگر آنحضرت ﷺ کی زیارت سے محروم رہے یا ابھی بچے تھے اور آنحضرت ﷺ کا فیض نہ حاصل کر سکے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن حارث تابعیؒ تقریباً ۳ھ میں، قیس بن ابی حازمؒ ۴ھ میں، سعید بن مسیبؒ ۱۴ھ میں پیدا ہو چکے تھے۔ یہ دکھانے کے لئے کہ صحابہؓ کے بعد گروہ در گروہ تابعین جو دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں پھیلے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے وقائع و حالات اور احکام و قضایا کی تعلیم و تبلیغ اور اشاعت میں مصروف تھے، ان کی مجموعی تعداد کیا ہوگی۔ میں صرف ایک مدینہ کے تابعین کی تعداد ابن سعد کے حوالہ سے بتاتا ہوں۔ طبقہ اولیٰ یعنی ان تابعیوں کی تعداد جنہوں نے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا تھا اور ان سے واقعات و مسائل سنے تھے، ۱۳۹ ہے۔ طبقۂ دوم، یعنی وہ تابعی جنہوں نے مدینہ میں عام صحابیوں رضی اللہ عنہم کو دیکھا اور ان سے سنا ۱۲۹ ہیں۔ طبقۂ سوم کے وہ تابعین جنہوں نے متعدد یا کسی ایک صحابی کو دیکھا اور ان سے سنا ۸۷ ہیں۔ اس طرح تابعین کی کل تعداد ۳۵۵ ہے۔ یہ تعداد صرف ایک شہر کی ہے۔ اسی سے مکہ معظمہ، طائف، بصرہ، کوفہ، دمشق، یمن، مصر وغیرہ کے ان تابعیوں کا اندازہ لگاؤ جو اپنے اپنے شہروں میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تلمذ کا شرف رکھتے تھے اور جن کے روز و شب کا مشغلہ ہی آنحضرت ﷺ کے قول و فعل کی اشاعت و تبلیغ تھی۔ اس اہتمام کو خیال کرو کہ ہر صحابی رضی اللہ عنہ سے جو کچھ روایتیں ہیں، ان میں سے ہر ایک کا شمار کر لیا گیا اور وہ گن لی گئیں۔ اس سے اندازہ کرو کہ آنحضرت ﷺ کے حالات و اقوال کی فراہمی میں کس قدر بلیغ اہتمام کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جن اصحاب کی سب سے زیادہ روایتیں ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

شمار	اسم گرامی	روایتوں کی تعداد	سال وفات
1	حضرت ابو ہریرہؓ	5374	59ھ
2	حضرت عبداللہ بن عباسؓ	2660	68ھ
3	حضرت عائشہ صدیقہؓ	2210	58ھ
4	حضرت عبداللہ بن عمرؓ	1630	73ھ
5	حضرت جابر بن عبداللہؓ	1560	78ھ
6	حضرت انس بن مالکؓ	1286	93ھ
7	حضرت ابوسعید خدریؓ	1170	74ھ

یہی وہ لوگ ہیں جن کی روایات آج سیرت نبوی کا سب سے بڑا سرمایہ ہیں۔ ان کی وفات کی "تاریخوں" پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ ان کی وفات کے سال اس قدر متاخر ہیں کہ ان سے فیض اٹھانے اور ان کی روایتوں کو حفظ اور تدوین کرنے والوں کی تعداد بے شمار ہوگی۔ انہی باتوں کی واقفیت اور آگاہی کا نام اس زمانہ میں علم تھا اور وہ دینی اور دنیاوی دونوں عزتوں کا ذریعہ تھیں، اس لئے ہزاروں صحابہؓ نے جو کچھ دیکھا اور جانا تھا، آنحضرت ﷺ کے فرمان بلغوا عنی (مجھ سے جو کچھ سنو اور دیکھو اس کی اشاعت کرو) یا فلیبلغ الشاهد الغائب (جو مجھے دیکھ رہے ہیں اور مجھ سے سن رہے ہیں، وہ ان کو مطلع کر دیں، جو اس سے محروم رہے ہیں) کے مطابق وہ سب اپنی اپنی اولادوں، عزیزوں، دوستوں اور ملنے والوں کو سناتے اور بتاتے رہتے تھے یہی ان کی زندگی کا کام اور یہی ان کے شب و روز کا مشغلہ تھا۔

اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد فوراً ہی دوسری جوان پود ان معلومات کی حفاظت کے لئے کھڑی ہوگئی۔ ان میں سے ہر ایک کو ہر واقعہ کا لفظ لفظ یاد کرنا پڑتا تھا، ان کو دہرانا پڑتا تھا اور حرفاً حرفاً محفوظ رکھنا پڑتا تھا۔

آنحضرت ﷺ نے جہاں اپنے اقوال و افعال کی اشاعت کی تاکید کی تھی، وہاں یہ بھی تہدید کر دی تھی کہ "جو کوئی میرے متعلق قصداً کوئی غلط یا جھوٹ بات بیان کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔" اس اعلان کا یہ اثر تھا کہ بڑے بڑے صحابہؓ روایت کرتے وقت کانپنے لگتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی کوئی بات نقل کی تو چہرے کا رنگ بدل گیا، تھرا گئے، پھر کہا "حضور ﷺ نے ایسا ہی فرمایا تھا، یا اسی کے قریب قریب فرمایا تھا۔"

عربوں کا حافظہ فطرۃً نہایت قوی تھا۔ وہ سینکڑوں شعروں کے قصیدے زبانی یاد رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ فطرت کا قاعدہ یہ ہے کہ جس قوت سے جس قدر کام لیا جائے، اسی قدر اس کو زیادہ ترقی ہوتی ہے۔ صحابہؓ اور تابعین نے قوت حفظ کو معراجِ کمال تک پہنچایا، وہ ایک ایک واقعہ اور ایک ایک حدیث کو اس طرح زبانی سن کر یاد کرتے تھے، جیسے آج مسلمان قرآن مجید کو یاد کرتے ہیں۔ ایک ایک محدث کئی کئی ہزار اور کئی کئی لاکھ حدیثیں زبانی یاد کرتا تھا اور یاد رکھتا تھا

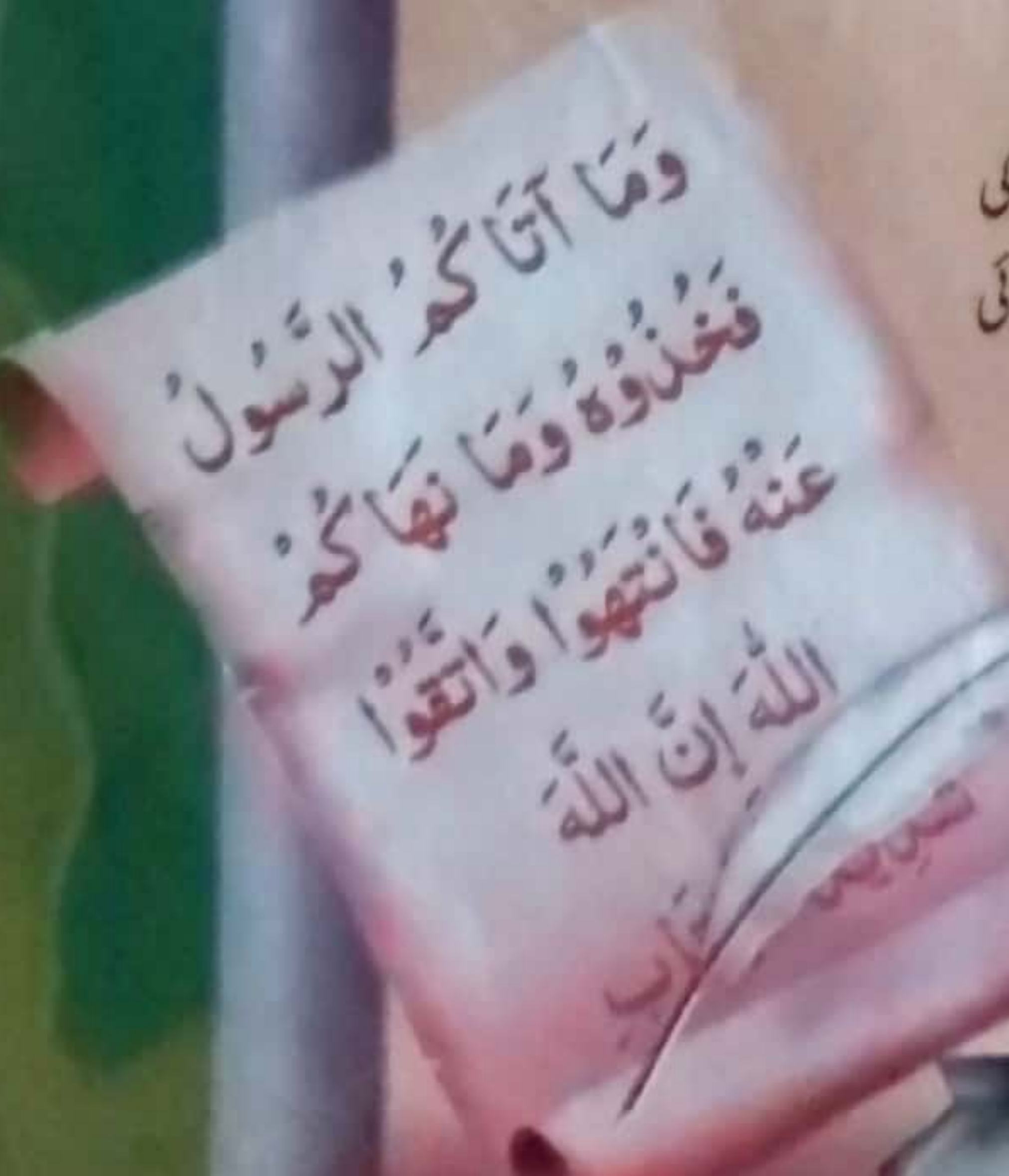

اور گو بعد میں لوگ اپنی یادداشت کے لئے لکھ بھی لیتے تھے مگر جب تک وہ زبانی یاد نہ رکھتے اہل علم کی نگاہوں میں ان کی عزت نہیں ہوتی تھی اور وہ خود اپنی تحریری یادداشتوں کو عیب کی طرح چھپاتے تھے تاکہ لوگ ایسا نہ سمجھیں کہ ان کو یہ چیزیں یاد نہیں ہیں۔

دوستو! بعض اورینٹلسٹ اسکالرس اور بعض پڑھے لکھے مشنریوں نے جن میں سب سے آگے سر ولیم میور اور گولڈ زیر ہیں' اس بناء پر کہ روایات نبوی کی تحریر وتدوین کا کام آنحضرت ﷺ کی وفات کے ۹ برس بعد شروع ہوا' ان کی صحت اور وثوق میں شک پیدا کرنا چاہا ہے مگر ہم نے جس طرح اوپر تفصیل آپ کے سامنے پوری روداد رکھی ہے اور بتایا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کس طرح واقعات کو یاد رکھتے تھے' کس طرح احتیاط برتتے تھے' کس طرح آنے والی نسلوں کو وہ امانت سپرد کرتے تھے اس سے خود اندازہ ہوگا کہ گو وہ روایات تحریری صورت میں بہت بعد کو آئی ہوں تاہم ان کی صحت اور وثوق میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا۔

صحابہؓ نے اپنی معلومات کو تین اسباب سے قیدِ تحریر میں لانا مناسب نہیں سمجھا۔

1- ابتداء آنحضرت ﷺ نے قرآن مجید کے علاوہ کسی اور چیز کو کتاب کی صورت میں لکھنے کی ممانعت کردی تھی اور فرمایا تھا کہ قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ نہ لکھو۔ لاتکتبواعنی غیر القرآن اور یہ اس لئے تھا کہ عام لوگوں کو قرآن اور غیر قرآن میں باہمی التباس نہ ہوجائے۔ چنانچہ جب قرآن مسلمانوں میں پوری طرح محفوظ ہوگیا تو آخر میں خود آنحضرت ﷺ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو احادیث کی تحریر کی اجازت دے دی۔ اس پر بھی اکثر صحابہؓ ان کو قیدِ تحریر میں لانے سے اخیر دم تک احتیاط برتتے رہے۔

2- صحابہ رضی اللہ عنہم کو ڈر تھا کہ وقائع کے تحریری صورت میں آجانے کے بعد لوگوں کو پھر ان کے ساتھ وہ اعتناء، توجہ اور مشغولیت باقی نہیں رہے گی اور لوگ تحریری مجموعہ کے موجود رہنے کے سبب سے ان کے تحفظ اور زبانی یاد رکھنے کی محنت سے جی چرائیں گے۔ یہ ڈر بالکل صحیح ثابت ہوا۔ چنانچہ جیسے جیسے سفینوں کا علم بڑھتا گیا' سینوں کا علم گھٹتا گیا' نیز اسی سلسلہ میں ان کو یہ بھی خیال تھا کہ ہر کس وناکس کتاب کے مجموعہ کو ہاتھ میں لے کر عالم بننے کا دعویٰ کر بیٹھے گا' چنانچہ یہ بھی ہوا۔

3- تیسری وجہ یہ تھی کہ ابھی تک عرب میں کسی واقعہ کو لکھ کر اپنے ذہن میں محفوظ رکھنا معیوب سمجھا جاتا تھا' لوگ اس کو اپنی کمزوری کا اعلان خیال کرتے تھے' اس لئے کوئی چیز تحریر بھی کر لیتے تو اس کو چھپائے رکھتے تھے۔

محدثین کا خیال تھا کہ زبانی یادداشت' تحریری یادداشت سے زیادہ محفوظ صورت ہے' یادداشت کو دوسروں کے تصرف سے محفوظ نہیں رکھا جاسکتا۔ ہر وقت خطرہ رہتا ہے کہ کوئی اس میں کمی بیشی نہ کردے مگر جو نقوش دلوں کی لوحوں پر کندہ ہوجاتے ہیں' ان میں تغیر وتبدل ممکن نہیں۔

آج پہلی دفعہ آپ کی مجلس اور سب سے پہلے آپ کی مجلس میں اس حقیقت کو آشکارا کیا جاتا ہے کہ یہ قطعاً غلط ہے کہ سو برس یا نوّے برس تک وقائع واقوالِ نبی ﷺ کا دفتر صرف زبانی روایتوں تک محدود رہا۔ اس غلط فہمی کا اصلی سبب یہ ہے کہ احادیث واخبارِ نبوی کی پہلی کتاب امام مالکؒ کی موطا اور مغازی و

> **قرآن کی پہچان بھی ہمیں حدیث رسول ﷺ کے ذریعے ہوئی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ حدیث رسول ﷺ کے بغیر دین مکمل ہو**

سیرت میں ابن اسحاقؒ کی کتاب المغازی سمجھی جاتی ہے۔ یہ دونوں بزرگوار ہمعصر تھے اور ان کی وفات بہ ترتیب ۱۷۹ھ اور ۱۵۱ھ میں ہوئی۔ اس لئے اخبار وسیرت کی سب سے پہلی تدوین کا زمانہ دوسری صدی ہجری کا اوائل سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس سے بہت پہلے احادیث واخبار کی ترتیب وتدوین کا سراغ لگتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ وہ خود بڑے عالم تھے۔ مدینہ کے امیر بھی رہ چکے تھے۔ ۹۹ھ میں خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے اپنی خلافت کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے قاضی ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو جو حدیث وخبر کے بڑے امام تھے فرمان بھیجا کہ ''آنحضرت ﷺ کے سنن واخبار کی تحریر وتدوین کا کام شروع کردو۔ کیونکہ مجھے رفتہ رفتہ علم کے گم ہوجانے کا ڈر ہورہا ہے۔'' یہ واقعہ تعلیقات بخاری' موطا اور مسند دارمی وغیرہ میں مذکور ہے۔ چنانچہ اس فرمان کی تعمیل کی گئی اور اخبار واحادیث وسنن دفاتر میں لکھ کر دارالخلافہ میں آئے اور ان کی نقلیں تمام ممالک اسلامیہ کے مرکزی شہروں میں بھیجی گئیں۔ (مختصر جامع بیان العلم ابن عبدالبر' صفحہ ۳۸ مطبوعہ مصر)

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کا انتخاب اس کام کے لیے اس لئے ہوا کہ وہ خود امام تھے۔ مدینۃ العلم' مدینہ منورہ میں قاضی وقت تھے لیکن اس کے علاوہ اس لئے بھی یہ انتخاب موزوں تھا کہ ان کی خالہ عمرہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سب سے بڑی شاگرد تھیں اور ان کی یہ روایتیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تھیں' ان کا سرمایہ ابوبکر بن حزم کے پاس پہلے سے جمع تھا۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کو خاص عمرہ کی روایتوں کی تدوین کے متعلق بھی حکم دیا تھا۔

عہد نبوی ﷺ کا تحریری سرمایہ:

آگے بڑھ کر ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ خود عہد نبوی ﷺ ہی میں اخبار وسیر اور احکام وسنن کا تحریری سرمایہ جمع ہونا شروع ہوچکا تھا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر آپ نے ایک خطبہ دیا تھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ابوشاہ رضی اللہ عنہ ایک یمنی صحابی کی درخواست پر آپ نے یہ خطبہ لکھ کر ان کے حوالے کرنے کا حکم دیا (باب کتابۃ العلم) آنحضرت ﷺ نے سلاطین عالم کے نام جو خطوط روانہ کئے وہ لکھے ہوئے تھے۔ دس پندرہ برس ہوئے کہ مصر میں آپ ﷺ کا جو خط مقوقس شاہ مصر کے نام آپ ﷺ نے بھیجا تھا' ایک عیسائی گرجے کی کسی کتاب کی جلد میں لگا ہوا ملا ہے' گمان کیا جاتا ہے کہ وہ بعینہ وہی گرامی نامہ ہے جو آپ ﷺ نے لکھوایا تھا۔ اس کے فوٹو عام طور سے ملتے ہیں۔ یہ پرانے عربی خط میں ہے اور اس کی بعینہ وہی عبارت ہے اور مہر میں نام کے وہی الفاظ اور صورت تحریر ہے۔ جس طرح حدیثوں میں بیان آیا ہے' یہ اسلامی روایات کی صداقت کی کتنی بڑی دلیل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سوا مجھ سے زیادہ کسی کو حدیث یاد نہیں۔ مجھ سے زیادہ ان کے پاس حدیثوں کا سرمایہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ

آنحضرت ﷺ سے جو کچھ سنتے اس کو لکھتے جاتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔ (بخاری کتابۃ العلم)

ابوداؤد اور مسند ابن حنبل میں ہے کہ بعض لوگوں نے عبداللہ بن عمرو ؓ سے کہا کہ آنحضرت ﷺ کبھی غصہ کی حالت میں ہوتے ہیں، کبھی خوش رہتے ہیں اور تم سب کچھ لکھ لیتے ہو۔ عبداللہ بن عمرو ؓ نے اس بناء پر لکھنا چھوڑ دیا اور آنحضرت ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "تم لکھ لیا کرو، اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق نکلتا ہے۔ (ابوداؤد جلد ۲، صفحہ ۷۷)

عبداللہ بن عمرو ؓ نے اپنے اس مجموعہ کا نام صادقہ رکھا تھا۔ (ابن سعد: جلد ۲، قسم ۲، ص ۱۲۵)

اور کہا کرتے تھے کہ مجھے اپنی زندگی کی آرزو صرف دو چیزوں نے پیدا کر دی ہے۔ جن میں ایک یہ صادقہ ہے اور صادقہ وہ صحیفہ ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھا ہے۔ (دارمی ۶۹)

مجاہد کہتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن عمرو صحابی ؓ کے پاس ایک کتاب رکھی دیکھی، دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ صادقہ جس کو میں نے خود آنحضرت ﷺ سے سنا۔ جس میں میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کوئی دوسرا نہیں ہے۔ (ابن سعد: ۲۔۲۔۱۲۵)

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے مدینہ آنے کے کچھ مدت بعد مسلمانوں کی مردم شماری کرائی اور ان کے نام لکھوائے تو پندرہ سو ہوئے (باب الجہاد)

زکوٰۃ کے احکام، مختلف چیزوں پر زکوٰۃ اور اس زکوٰۃ کی مختلف شرحیں جو پورے دو صفحوں میں ہیں، ان کو لکھوا کر آنحضرت ﷺ نے اُمراء کو بھیجا تھا اور وہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس موجود تھیں۔ (دارقطنی: ۲۰۴)

حضرت علی ؓ کے پاس صحیفہ تھا جو ان کی تلوار کے نیام میں پڑا رہتا تھا۔ اس میں متعدد حدیثیں متعلقہ احکام قلمبند تھیں اور انہوں نے اس کو لوگوں کی درخواست پر دکھایا۔ (بخاری ۲، صفحہ ۱۰۸۴، ۱۰۲۰)

حدیبیہ میں جو صلح نامہ آنحضرت ﷺ اور کفار قریش کے درمیان حضرت علی ؓ نے لکھا تھا اس کی ایک نقل قریش نے لی اور ایک آنحضرت ﷺ نے اپنے پاس رکھی۔ (ابن سعد: مغازی۔ ص ۱۷)

عمرو بن حزم کو جب رسول اللہ ﷺ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ایک تحریر لکھوا کر حوالے کی، جس میں فرائض، صدقات، دیات وغیرہ کے متعلق بہت سی ہدایتیں تھیں۔ (کنز العمال ۳، صفحہ ۱۸۶)

عبداللہ بن الحکیم ؓ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا نامہ پہنچا جس میں مردہ جانور کے متعلق حکم درج تھا۔ (معجم صغیر طبرانی صفحہ ۱۲۷)

وائل بن حجر صحابی ؓ جب بارگاہِ نبوی سے اپنے وطن حضرت موت جانے لگے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو خاص طور پر ایک نامہ لکھوایا، جس میں نماز، روزہ، ربا، شراب اور دیگر احکام تھے۔ (طبرانی صغیر۔ صفحہ ۲۴۲)

ایک دفعہ حضرت عمر ؓ نے مجمع سے پوچھا کہ کسی کو معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے شوہر کی دیت میں سے بیوی کو کیا دلایا؟ ضحاک بن سفیان ؓ نے کھڑے ہو کر کہا، مجھے معلوم ہے، آنحضرت ﷺ نے ہم کو یہ لکھوا کر بھیجا تھا۔ (دارقطنی ۲، صفحہ ۴۸۵)

صحابہ ؓ کے دور میں عرب کسی واقعہ کو لکھ کر اپنے ذہن میں محفوظ رکھنا معیوب سمجھتے ہیں اس لئے کوئی چیز تحریر کر بھی لیتے تو اس کو چھپا کر رکھتے

حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ نے اپنے عہدِ خلافت (۹۹ھ، ۱۰۱ھ) میں آنحضرت ﷺ کے فرمان کے متعلق صدقات کی تلاش کے لئے اہل مدینہ کے پاس قاصد بھیجا تو وہ آل عمرو بن حزم کے ہاں مل گیا۔ (دارقطنی: ۴۵۱)

آپ نے اہل یمن کو جو احکام لکھوا کر بھجوائے تھے، ان میں یہ مسئلے تھے: قرآن صرف پاکی کی حالت میں چھوا جائے، غلام خریدنے سے پہلے آزاد نہیں کیا جا سکتا اور نکاح سے پہلے طلاق نہیں۔ (دارمی: صفحہ ۲۹۳)

حضرت معاذ ؓ نے آنحضرت ﷺ سے لکھ کر غالباً یمن سے یہ دریافت کیا کہ "کیا سبزیوں میں زکوٰۃ ہے؟" آپ ﷺ نے تحریری جواب دیا کہ سبزیوں پر زکوٰۃ نہیں۔ (دارقطنی: صفحہ ۴۵)

مروان نے خطبہ میں بیان کیا کہ مکہ حرم ہے، رافع بن خدیج صحابیؓ نے پکار کر کہا "اور مدینہ بھی حرم ہے اور یہ حکم میرے پاس لکھا ہوا موجود ہے، اگر تم چاہو تو میں اس کو پڑھ کر سناؤں۔" (ابن حنبل: ج ۴، ص ۱۴۱)

ضحاک بن قیس نے نعمان بن بشیر صحابی کو لکھا کہ آنحضرت ﷺ جمعہ کو نماز میں سورۂ جمعہ کے سوا اور کون سی سورۂ پڑھتے تھے؟ انہوں نے جواب لکھا کہ ھل اتاک (مسلم ۳۲۳)

حضرت عمر ؓ نے عتبہ بن فرقد کو خط لکھا کہ آنحضرت ﷺ نے حریر پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم ۲۔۳۰۷)

یہ وہ احکام و مسائل ہیں جو آنحضرت ﷺ نے مختلف لوگوں کو لکھوا کر دیئے یا بھجوائے...... ہمارے پاس ایسے شواہد بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بڑے بڑے صحابہ ؓ احکام و سنن کو کتابی صورت میں لائے یا لانا چاہا۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ایک مجموعہ اپنے زمانہ خلافت میں مرتب کیا پھر اس کو پسند نہ کیا اور مٹا دیا۔ (تذکرۃ الحفاظ) حضرت عمر ؓ نے اس مسئلہ پر اپنے زمانہ خلافت میں غور کیا اور بہت کچھ سوچتے رہے مگر پھر ہمت نہ کی۔ ابھی آپ سن چکے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ نے خود آنحضرت ﷺ کی اجازت سے ایک نسخہ لکھا تھا، جس میں آپ ﷺ کے ملفوظات تھے، مختلف لوگ اس کو دیکھنے آتے تھے اور وہ اس کو دکھاتے تھے۔ (ترمذی ۵۸۶)

حضرت علی ؓ کے فتاویٰ کا بڑا حصہ لکھا ہوا حضرت ابن عباس ؓ کی خدمت میں لایا گیا۔ (مسلم: مقدمہ) حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی روایتوں کے مختلف تحریری مجموعے تھے۔ اہل طائف میں سے کچھ لوگ ان کا ایک مجموعہ ان کو پڑھ کر سنانے کے لئے لائے۔ (کتاب العلل ترمذی صفحہ ۶۹۱)

سعید بن جبیران کی روایتوں کو لکھا کرتے تھے۔ (دارمی ۶۹) عبداللہ بن عمر ؓ کا صحیفہ صادقہ ان کے پوتے عمرو بن شعیب کے پاس موجود تھا۔ (ترمذی ۶۱ و ۱۱۳)

اور یہ بیچارے اس لئے ضعیف سمجھے جاتے تھے کہ وہ اپنے دادا کی کتاب دیکھ کر روایت کرتے ہیں، خود حافظ نہیں ہیں۔ (تہذیب: ۸، ۴۹)

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ کی روایتوں کا مجموعہ وہب تابعی نے تیار کیا تھا جو اسماعیل بن عبدالکریم کے پاس تھا اور وہ اس لئے ضعیف سمجھے جاتے تھے۔ (تہذیب: ج۱ ص۳۱۶)

حضرت ؓ کی روایتوں کا دوسرا مجموعہ سلیمان بن قیس یشکری نے تیار کیا تھا اور ابوالزبیر' ابوسفیان اور شعبی نے جو ائمہ حدیث ہیں اور تابعی ہیں' حضرت جابر ؓ کے صحیفہ کو ان سے سنا تھا۔ (تہذیب: ج۶' ص۲۲۱)

سمرہ بن جندبؓ صحابی سے ان کے بیٹے سلیمان روایتوں کا ایک نسخہ روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کے بیٹے حبیب۔ (تہذیب التہذیب: ۴۔۱۹۸)

حضرت ابوہریرہ ؓ جن سے زیادہ صحابہ میں کوئی حافظ حدیث نہ تھا' ان کی روایتوں کا کچھ مجموعہ ہمام بن منبہ نے تیار کیا جو "صحیفہ ہمام" کے نام سے احادیث میں مشہور ہے' اس کو امام ابن حنبل نے مسند جلد۲ میں صفحہ ۳۱۲ سے صفحہ ۳۱۸ تک نقل کیا ہے۔ (ہماری معلومات کے مطابق یہ صحیفہ جو کہ دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا' **1990**ء کی دھائی میں بازیافت ہو چکا ہے۔ اسے تلاش کرنے کا اعزاز ڈاکٹر حمید اللہؒ سابقہ وائس چانسلر بہاولپور اسلامیہ یونیورسٹی نے حاصل کیا۔ اس کا مسند احمد کے ساتھ تقابل کیا گیا تو بالکل صحیح من وعن پایا گیا ایک حرف کا بھی فرق نہ تھا) بشیر ابن نہیک نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے ان کی روایتوں کا مجموعہ لکھا اور پھر اس کی روایت کی ان سے اجازت لی۔ (کتاب العلل' ترمذی: ۶۹۱' ۶۸)

حضرت ابوہریرہ ؓ ایک دفعہ ایک صاحب کو اپنے مستقر پر بلا کر لائے اور دکھایا کہ یہ اوراق میرے مرویات ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ وہ ان کے ہاتھ سے نہیں بلکہ کسی اور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے۔ (فتح الباری: جلد۱' ص۱۸۴' ۱۸۵)

حضرت انس ؓ دوسرے صحابی ہیں جن سے بکثرت روایتیں ہیں' وہ خود اپنے بیٹوں سے کہا کرتے تھے کہ "میرے بچو! علم کو تحریر کی قید و بند میں لاؤ۔" (دارمی: ۶۸)

سلمٰی ایک خاتون کہتی ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کو دیکھا کہ وہ ابورافع آنحضرت ﷺ کے غلام سے آنحضرت ﷺ کے کارنامے لکھا کرتے تھے۔ (ابن سعد۲' قسم۲' ص۱۲۳)

واقدی سیرت نبوی ﷺ کے ابتدائی مصنفین میں سے ایک سے بیان کرتا ہے کہ منذر بن ساوی رئیس عمان کے نام آنحضرت ﷺ نے جو خط بھیجا تھا وہ ابن عباس ؓ کی کتابوں کے ساتھ میں نے دیکھا۔ (زادالمعاد: ۳' ۵۷)

> **اپالوجی فار محمد ﷺ اینڈ دی قرآن کے مصنف جان ڈیون پوٹ نے لکھا "تمام مقننین وفاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں کہ جس کے وقائع عمری محمد ﷺ کی وقائع عمری سے مفصل ہوں"**

غزوہ بدر کا مفصل حال عروہ بن زبیر نے لکھ کر خلیفہ عبدالملک کو بھیجا تھا۔ (طبری: ۱۲۸۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ آنحضرت ﷺ کے خادم خاص اور ان کو آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا اذن عام تھا۔ ان کو شکایت تھی کہ لوگ میرے پاس آکر سن جاتے اور پھر اس کو جا کر لکھ لیتے ہیں اور میں قرآن کے سوا کسی اور چیز کے لکھنے کو حلال نہیں جانتا۔ (دارمی: ۶۷)

سعید بن جبیر تابعیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ اور ابن عباس ؓ سے رات کو روایتیں سنتا تھا تو پالان پر لکھتا تھا۔ صبح کو پھر میں اس کو صاف کر لیتا تھا۔ (دارمی: ۲۹)

براء بن عازب صحابی ؓ کے پاس لوگ بیٹھ کر ان کی روایتوں کو لکھا کرتے تھے۔ (دارمی: ۶۹)

نافع جو حضرت ابن عمر ؓ کی خدمت میں ۳۰ برس رہے تھے وہ اپنے سامنے لوگوں کو لکھوایا کرتے تھے۔ (دارمی: ۶۹)

عبداللہ ابن مسعود ؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن ایک کتاب نکال لائے اور قسم کھا کر کہا یہ خود حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ (جامع: ۱۷)

سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں میں بعض باتوں میں اختلاف ہوتا تھا تو ان کو لکھتے تھے' پھر حضرت ابن عمر ؓ کے پاس اس یادداشت کو چھپا کر لاتے تھے' ان سے پوچھتے تھے اگر ان کو اس کا پتہ چل جاتا تو بس ہمارے ان کے درمیان فیصلہ ہی تھا۔ (جامع: ۳۳)

اسودؒ تابعی کہتے ہیں کہ مجھ کو اور علقمہ کو ایک صحیفہ مل گیا اس کو لے کر ہم حضرت ابن عمر ؓ کے پاس آئے تو انہوں نے مٹا دیا۔ (جامع: ۳۳)

حضرت زید بن ثابت ؓ کاتب وحی تھے' ان کو بھی روایتوں کو تحریر میں لانے سے انکار تھا' تو مروان نے یہ تدبیر کی کہ ان کو سامنے بٹھایا اور پردہ کے پیچھے کاتب مقرر کئے کہ وہ بولتے جائیں' یہ لکھتے جائیں۔ (جامع: ۳۳)

حضرت معاویہ ؓ نے بھی ان کی ایک حدیث اسی طرح لکھوائی تھی لیکن وہ تاڑ گئے اور زبردستی مٹوا دی۔ (احمد۵' ص۱۸۲)

حضرات! شاید آپ ٹھوس واقعات اور اشخاص کے نام سنتے سنتے گھبرا اٹھے ہوں لیکن اطمینان رکھئے کہ اب ہم اس مقام پر پہنچ گئے جہاں سے صاف اور سیدھا راستہ نظر آ رہا ہے۔ میں نے ان اقتباسات اور حوالوں میں یہ دکھایا ہے کہ تحریری سرمایہ ہی اگر دنیا میں قابل وثوق ہو سکتا ہے تو خود عہد نبوی ﷺ میں صحابہ ؓ نے اپنے ہاتھوں سے اس کو جمع کیا اور پچھلوں کے لئے یادگار چھوڑا اور پچھلوں نے اس کو اپنی کتابوں میں داخل کر لیا۔ اب

> **عہد نبویؐ میں اخبار وسیر اور احکام وسنن کا تحریری سرمایہ جمع ہونا شروع ہو چکا تھا۔ آپ نے سلاطین عالم کے نام جو خطوط بھیجے وہ تحریری تھے۔ اس بناء پر مستشرقین کے اس اعتراض کی کوئی وقعت نہیں کہ تحریر وتدوین حدیث کا کام آپؐ کی وفات کے نو برس بعد شروع ہوا**

ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ صحابہ ؓ ہی کی زندگی میں تابعین نے ان کے تمام مرویات' واقعات اور حالات کو ایک ایک سے پوچھ کر' ایک ایک کے دروازہ پر جا کر بوڑھے' جوان' عورت' مرد سب سے تحقیق کر کے ہمارے لئے فراہم کر دیا تھا۔ محمد بن شہاب زہری' ہشام بن عروہ' قیس بن ابی حازم' عطاء بن ابی رباح' سعید بن جبیر' ابوالزناد وغیرہ سینکڑوں تابعین ہیں جنہوں

نے دیوانہ وار ایک ایک گوشہ سے دانہ دانہ جمع کیا اور ہمارے سامنے اس کا انبار لگا دیا۔ شہاب زہری نے جو حدیث وسیرت کے بڑے امام ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ایک ایک چیز کو لکھا۔ ابوالزناد کہتے ہیں کہ ہم صرف حلال وحرام لکھتے رہتے تھے اور زہری جو کچھ سنتے تھے وہ سب لکھتے جاتے تھے۔ (جامع ۳۷)

ابن کیسان کہتے ہیں کہ میں اور زہری طلب علم میں ساتھ تھے، میں نے کہا کہ میں سنن لکھوں گا، چنانچہ جو کچھ آنحضرت ﷺ سے متعلق تھا سب لکھا۔ زہری نے کہا، صحابہؓ سے جو کچھ متعلق ہے وہ بھی لکھو کہ وہ بھی سنت ہے۔ میں نے کہا وہ سنت نہیں، میں نے نہیں لکھا۔ انہوں نے لکھا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کامیاب ہوئے اور میں برباد ہوگیا۔ (ابن سعد ۲، قسم ۲، ص ۱۳۵)

ان امور کو قید تحریر میں لانے والے سینکڑوں تابعی تھے، جن میں سے ایک امام زہری ہیں۔ صرف ان کی تحریروں کا انبار اتنا تھا کہ ولید بن یزید کے قتل کے بعد زہری کے یہ دفتر جانوروں پر بار کر کے خزانے سے لائے گئے تھے۔

امام زہری ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔ وہ نسبتاً قریشی تھے۔ انہوں نے جس محنت، کاوش اور استقصا سے آنحضرت ﷺ کے حالات اور اقوال جمع کئے اس کا اندازہ مورخین کے اس بیان سے کرو کہ ''وہ مدینہ منورہ کے ایک ایک انصاری کے گھر جاتے، جوان، بوڑھے، عورت، مرد جو مل جاتا یہاں تک کہ پردہ نشین عورتوں سے جا کر آنحضرت ﷺ کے اقوال اور حالات پوچھتے اور قلمبند کرتے۔ (تہذیب ترجمہ زہری) اس زمانہ میں بکثرت صحابہ رضی اللہ عنہم زندہ تھے۔ زہری کے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے اور یہ کل کے کل روز وشب آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال کی جمع وترتیب، تعلیم وتدریس اور نشر واشاعت میں مشغول تھے۔ یہی ان کی زندگی کا کام تھا۔ اس کے سوا دنیا کے ہر کام سے وہ کنارہ کش ہو چکے تھے۔

غلط فہمی کا بڑا سبب یہ ہے کہ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احادیث وسیر کی تدوین کا کام تابعین نے شروع کیا اور تابعین ان کو کہتے ہیں جنہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا اور ان سے فیض پایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ تقریباً سو برس تک رہا۔

تابعین کا عہد سو برس کے بعد شروع ہوا اور اس طرح گویا تدوین وتحریر کے سلسلے کا آغاز سو برس کے بعد ہوا۔ حالانکہ یہ تمام تر غلط ہے۔ تابعین ان کو کہتے ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی اور ان سے مستفید ہوئے، قطع نظر اس سے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ہوں مگر زیارت کا موقع نہ ملا ہو، یا عہد نبوی کے آخر میں پیدا ہوئے اس لئے آپ ﷺ سے فیضیاب نہ

جتنی احتیاط ذخیرۂ احادیث کو جمع کرنے کے لئے کی گئی، اس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے

ہوئے، یا آپ ﷺ کی وفات (ربیع الاول ۱۱ھ) کے بعد پیدا ہوئے۔ وہ سب تابعین میں داخل ہیں۔ اس طرح دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ تابعین کا عہد خود آپ کی زندگی ہی میں اور کم سے کم یہ کہ ۱۱ھ سے جو کام شروع ہوا اس کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ تابعین نے اس کام کا آغاز کیا۔ تابعین کا زمانہ ہونے کے لئے ایک ایک صحابی کے دنیا سے رخصت ہو جانے کی ضرورت نہیں اور نہ سو برس کا زمانہ گزرنے کی حاجت ہے۔ وہ تو تابعیت کا آخری عہد ہے، جس کے بعد تابعیت کے شرف کا خاتمہ ہوتا ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے وجود کا خاتمہ ہوگیا جن کے دیدار کے شرف سے لوگ تابعی بنتے تھے۔ الغرض اس

نبی ﷺ کے خلاف لکھنے والے ڈاکٹر اسپرنگر کو اعتراف کرنا پڑا۔ کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصیتوں کا حال معلوم کیا جاسکتا ہے

تفصیل سے ثابت ہوگا کہ یہ کہنا کس درجہ دھوکہ ہے کہ مسلمانوں میں اخبار سیر کی ترتیب کا کام سو برس بعد شروع ہوا۔

مسلمانوں میں اخبار وسیر اور احکام وسنن کی ترتیب اور تدوین کے درحقیقت تین دور ہیں۔ اوّل جب ہر شخص نے صرف اپنی ذاتی معلومات کو یکجا کیا...... دوسرا دور وہ آیا جب ہر شہر کی معلومات ایک جگہ فراہم کی گئیں...... تیسرا دور وہ تھا جب تمام دنیائے اسلام کی معلومات اکٹھی کی گئیں اور ان کو موجودہ کتابوں کی صورت میں جمع کیا گیا۔

پہلا دور غالباً ۱۰۰ھ تک قائم رہا۔ دوسرا دور ۱۵۰ھ تک رہا اور تیسرا دور ۱۵۰ھ سے تیسری صدی کے بعد کچھ دنوں تک قائم رہا۔

پہلا دور صحابہ رضی اللہ عنہم اور اکابر تابعینؒ کا تھا...... دوسرا دور تبع تابعینؒ کا اور تیسرا دور امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا تھا۔ پہلے دور کا تمام سرمایہ دوسرے دور کی کتابوں میں ہے اور دوسرے دور کی کتابوں کا تمام مواد تیسرے دور کی کتابوں میں کھپا دیا گیا ہے اور دوسرے اور تیسرے دور کی کتابوں کا تمام سرمایہ آج ہزاروں اوراق میں ہمارے پاس موجود ہے اور دنیا کی تاریخ کا سب سے گراں بہا سرمایہ اور معتبر ذخیرہ ہے۔ جس سے زیادہ مستند اور معتبر دنیا کی تاریخ کے خزانے میں کوئی اور ذخیرہ نہیں۔

حضرت الاستاذ علامہ شبلی نعمانیؒ کے بقول ''اس قسم کی زبانی روایتوں کے قلمبند کرنے کا موقع جب دوسری قوموں کو پیش آیا ہے، یعنی کسی زمانہ کے حالات مدت کے بعد قلمبند کئے جاتے ہیں تو یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کی بازاری افواہیں قلمبند کر لی جاتی ہیں، جن کے راویوں کا نام ونشان تک معلوم نہیں ہوتا۔ ان افواہوں میں سے وہ واقعات انتخاب کر لئے جاتے ہیں جو قرائن اور قیاسات کے مطابق ہوتے ہیں۔ تھوڑے زمانے کے بعد یہی خرافات ایک دلچسپ تاریخی کتاب بن جاتے ہیں۔ یورپ کی اکثر یورپین تصنیفات اسی اصول پر لکھی گئی ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے اس فن سیرت کا جو معیار قائم کیا، وہ اس سے بہت زیادہ بلند ہے۔ اس کا پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے، اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریک واقعہ تھا اور اگر خود نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام درمیانی راویوں کے نام بہ ترتیب بیان کئے جائیں۔

(باقی آئندہ)

سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد ﷺ کے جد امجد ابوالانبیاء خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام 1800 ق م کے لگ بھگ عراق کے شہر کوثیٰ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام آذر بن ناحور تھا جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (سورۃ الانعام 74)

نمرود کے حکم پر آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ البتہ آگ سے صحیح سلامت بچ نکلنے کے بعد آپ اُور چلے آئے اور وہاں سے آپ نے پہلے ترکی کے شہر حران (یا حاران) اور پھر آگے فلسطین کی طرف ہجرت کی تھی۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے قصص القرآن میں ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش فدان آرام بتائی ہے مگر یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ ''ابراہیم خلیل اللہ حران کے نواح میں فدان آرام میں پیدا ہوئے تھے لیکن صحیح تر بات یہ ہے کہ ان کی جائے پیدائش بابل کی سرزمین ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مولد کوثیٰ کا بابل سے فاصلہ تقریباً چالیس کلومیٹر ہے۔ یاقوت کوثیٰ کے ذیل میں لکھتے ہیں: یہ قصبہ نہر کوثیٰ کے کنارے واقع تھا جو

کو آگ میں ڈالا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بابل سے کوثیٰ گئے تو اس جگہ کو دیکھا۔ ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجا اور یہ آیت پڑھی۔

وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ

(ہم زمانے کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں)

ابراہیم علیہ السلام عراق سے فلسطین پہنچتے ہیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عراق سے حران اور پھر فلسطین کی طرف ہجرت کے سفر میں آپ کی زوجہ محترمہ سارہ، بھتیجے

قسط نمبر 1

نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد

مورخ و محقق جناب محسن فارانی کے قلم سے

یہودی اسماعیل کو سریانی یا عبرانی کہتے ہیں لیکن شامی محقق کے مطابق ابراہیمؑ و اسماعیل کا دور خالص عربی دور تھا

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا: کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟ بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔

ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش کوثیٰ ہے اُور نہیں

عام طور پر بائبل کے حوالے سے مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جنوبی عراق کے شہر اُور میں پیدا ہوئے جسے کلدانی قوم کی نسبت سے اُور کلدانیہ بھی کہتے ہیں (اُور کے کھنڈر دریائے فرات کے جنوب میں کچھ فاصلے پر ہیں) لیکن یہ بات

ارفخشد بن سام بن نوح کی اولاد میں کوثیٰ نامی شخص سے موسوم تھی۔ کوثیٰ ابراہیم علیہ السلام کی والدہ بونا بنت کربنا کے دادا تھے۔ مشہور تابعی عبیدہ سلمانیؒ نے حضرت علیؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''ہم کوثیٰ کے نبطی ہیں۔ اس سے ان کی مراد یہی تھی کہ ان کے جد امجد ابراہیمؑ کوثیٰ (عراق) کی نبطی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ اگر مکہ کے نزدیک واقع کوثیٰ نامی بستی مراد ہوتی تو وہ خود کو نبطی نہ کہتے۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی ایک قول مروی ہے کہ ہم خاندان قریش نبط کوثیٰ کی ایک شاخ ہیں۔''

لوط علیہ السلام اور ان کی بیوی بھی آپ کے ہمراہ تھی۔ آپ نے حکم الٰہی سے ''برکت والی سرزمین'' میں ایک پہاڑی پر قیام کیا۔

فلسطین میں قحط پڑا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ لوط علیہ السلام اور اہلیہ سارہ کے ہمراہ واپس جنوبی فلسطین آ گئے۔ مصر سے ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی ہاجرہ بھی ساتھ آئیں۔ اب آپ بئر سبع کے مقام پر فروکش ہوئے۔ بئر سبع کے معنی ہیں ''سات کنویں۔''

عبدالمطلب نے نبی اکرم ﷺ کے لئے ''محمد'' نام کا انتخاب کیا تو قریش نے متعجب ہو کر کہا یہ کیسا نام ہے۔ آپ نے کہا میں چاہتا ہوں میرے پوتے کی بہت زیادہ تعریف ہو

درست نہیں کہ ابراہیم اُور میں پیدا ہوئے تھے۔ بائبل میں صرف یہ لکھا ہے کہ ابراہیم اُور میں رہتے تھے۔

درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش بابل کے شمال مشرق میں واقع کوثیٰ نامی قصبہ تھی اور وہیں بادشاہ

عہد فاروقی میں فتح قادسیہ کے بعد حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے حکم پر زہرہ بن حویہ نے کوثیٰ کے تاریخی شہر پر حملہ کیا اور وہاں کے حاکم شہریار کو قتل کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ مقامی روایت کے مطابق یہ وہی جگہ تھی جہاں نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام

بنو اسماعیل مکہ میں

پھر حضرت ہاجرہؑ کے بطن سے آپ کے بیٹے اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔ وہ ابھی شیر خوار تھے جب ابراہیم علیہ السلام حکم الٰہی سے ان ماں بیٹے کو حجاز کی ایک بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ گئے۔

وہیں

ان دونوں کے لئے زمزم کا چشمہ جاری ہوا' پھر کداء کے راستے قبیلہ بنو جرہم کے لوگ وہاں آن بسے۔ یوں مکہ شہر آباد ہوگیا۔ اسماعیل علیہ السلام کے لڑکپن میں ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ آئے اور آپ کے فرزند اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ پیش آیا۔ خواب میں دیکھے گئے منظر کے مطابق آپ بیٹے کو لٹا کر ذبح کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی

''اے ابراہیم بے شک تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ بیشک ہم اچھا کام کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ (سورہ صافات۔105)''

حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں فوت ہوئے اور الخلیل (حبرون) کے مغارہ مکفیلہ میں دفن ہوئے۔ وہیں ان کے بیٹے اسحاق علیہ السلام' پوتے یعقوب علیہ السلام اور پڑپوتے یوسف علیہ السلام کی قبریں ہیں۔ علاوہ ازیں سارہ زوجہ ابراہیم' ربقہ زوجہ اسحاقؑ اور الیلیا زوجہ یعقوبؑ کی قبریں بھی اسی غار میں ہیں۔ الخلیل بیت المقدس سے 35 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ اسے حمری (ح ب ری) بھی کہتے ہیں۔ وہیں مسجد ابراہیم ہے۔

یہود دراصل قوم موسیٰ ہیں نہ کہ بنی اسرائیل

قحطانی نسل کے بنو جرہم مکہ آ کر آباد ہوئے تھے چنانچہ اسماعیل علیہ السلام بڑے ہوئے تو ان کی شادی بنو جرہم میں ہوگئی۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سریانی یا عبرانی زبان بولتے تھے اور قحطانیوں سے انہوں

یہود خود کو بنی اسرائیل قرار دے کر اپنا تعلق ابراہیم اور یعقوب سے جوڑتے ہیں حالانکہ یہ لوگ حضرت اسرائیل (یعقوبؑ) سے 600 برس بعد پیدا ہوئے

نے اور ان کی اولاد نے عربی زبان سیکھی اور یوں بنو اسماعیل عرب مستعربہ ہیں یعنی وہ عرب بن گئے لیکن معروف شامی محقق ڈاکٹر شوقی ابوخلیل اس نظریئے کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کا دور خالص عربی دور تھا' اس کا سریان اور یہود سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ یہودیوں نے ایک خاص مقصد کے تحت اپنی تاریخ کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پوتے یعقوب علیہ السلام سے جوڑ دیا اور قوم موسیٰ کو بنی اسرائیل کا نام دے دیا' حالانکہ یہ لوگ حضرت اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) سے تقریباً 600 برس بعد ظہور پذیر ہوئے۔ اس سے یہود کا مقصد یہ تھا کہ فلسطین کو اپنا اصل وطن ظاہر کریں' حالانکہ تورات میں مذکور ہے کہ فلسطین ابراہیم' اسحاق' یعقوب اور ان کے بیٹوں کے لئے جو حران میں پیدا ہوئے' اجنبی علاقہ تھا۔

دراصل ابراہیمؑ اور ان کے فرزند اسماعیلؑ کی نسبت آرامی عربی قبائل سے ہے جو نام نہاد اسرائیلیوں' موسویوں اور یہودیوں سے کئی صدیاں قبل کے تھے۔ ان کا یہود کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ قرآن میں واضح اشارہ ہے۔

سن لو ابراہیم نہ یہودی تھے نہ عیسائی۔ وہ تو خالص مسلمان تھے اور وہ مشرک بھی نہیں تھے۔'' (آل عمران 67/3)

نبی ﷺ کا سلسلہ نسب

حضرت محمد ﷺ کا سلسلہ نسب آپ کے والد بزرگوار عبداللہ سے جد امجد عدنان تک معلوم اور مستند ہے مگر عدنان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک اس میں مختلف آراء ہیں۔ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نسب بیان کرنے والوں نے غلط بیانی کی ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد خوب پھلی پھولی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں 12 بیٹے عطا کئے تھے جن کے نام یہ ہیں۔

نبیؐ کے دادا عبدالمطلب شراب نوشی' محرم عورتوں سے نکاح اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے بے حد متنفر تھے

1۔ مبشام۔ 2۔ اوبائل۔ 3۔ مشماع۔ 4۔ مشا۔ 5 حدر یا حدد۔ 6۔ یطور۔ 7 نافیش (بائبل میں نفیس) 8۔ دوما۔ 9۔ تیماء۔ 10۔ قیدماہ۔ 11۔ نبایوط (نابت یا نبط)۔ 12۔ قیدار۔

تاریخ ارض القرآن جلد 2 ص 49 تا 69)

نئے و پرانے زیورات کی گارنٹی کے ساتھ خرید و فروخت کی جاتی ہے

Shahzad JEWELLERS

شہزاد جیولرز

قائین بھائیوں کی اپنی دکان

واپسی زیورات پر کاٹ نہیں لی جاتی۔ زیورات کی تحریری گارنٹی دی جاتی ہے۔ دبئی' سنگاپوری' اٹالین امپورٹڈ ورائٹی دستیاب ہے۔ سیکنڈ ہینڈ زیورات بھی دستیاب ہیں۔

15۔مین بازار سادات مارکیٹ اچھرہ لاہور
Tel:7575078-7591504
Mob:0300-9439694

مدینہ بازار اچھرہ لاہور
7533873-7565645
0300-4290113

نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقلی ثبوت

سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ

کچھ دیر کے لئے جسمانی آنکھیں بند کر کے تصور کی آنکھیں کھول لیجئے اور ایک ہزار چار سو برس پیچھے پلٹ کر دنیا کی حالت پر نظر ڈالئے۔ یہ کیسی دنیا تھی، انسان اور انسان کے درمیان تبادلۂ خیالات کے وسائل کس قدر کم تھے۔ قوموں اور ملکوں کے درمیان تعلق کے ذرائع کتنے محدود تھے۔ انسان کی معلومات کس قدر کم تھیں۔ اس کے خیالات کس قدر تنگ تھے، اس پر وہم و توحش کا کس قدر غلبہ تھا، جہالت کے اندھیرے میں علم کی روشنی کتنی دھندلی تھی۔ اس اندھیرے کو دھکیل دھکیل کر کتنی دقتوں کے ساتھ پھیل رہی تھی۔ دنیا میں نہ تار تھا، نہ ٹیلی فون تھا، نہ ریڈیو تھا، نہ ریل اور ہوائی جہاز تھے اور نہ مطابع اور اشاعت خانے تھے۔ مدرسوں اور کالجوں کی کثرت تھی نہ اخبارات اور رسالے شائع ہوتے تھے۔ کتابیں کثرت سے لکھی جاتی تھیں، نہ کثرت سے ان کی اشاعت ہوتی تھی۔ اس زمانے کے ایک عالم کی معلومات بھی بعض حیثیات سے موجودہ زمانے کے ایک عامی کی بہ نسبت کم تھیں۔ اس زمانے کی ایک اونچی سوسائٹی کا آدمی بھی موجودہ زمانے کے مزدوروں کی بہ نسبت کم شائستہ تھا۔ اس زمانے کا ایک روشن خیال آدمی بھی آج کل کے تاریک خیال آدمی سے زیادہ تاریک خیال تھا۔ جو باتیں آج ہر کس و ناکس کو معلوم ہیں، اس زمانے میں برسوں کی محنت اور تلاش و تحقیق کے بعد بھی بمشکل معلوم ہو سکتی تھیں۔ جو باتیں آج روشنی کی طرح فضا میں پھیلی ہوئی ہیں اور ہر بچے کو ہوش سنبھالتے ہی حاصل ہو جاتی ہیں، ان کے لئے اس زمانے میں سینکڑوں میل کے سفر کیے جاتے تھے اور عمریں ان کی جستجو میں بیت جاتی تھیں۔ جن باتوں کو آج اوہام و خرافات سمجھا جاتا ہے، وہ اس زمانے کے ''حقائق'' تھے۔ جن افعال کو آج ناشائستہ اور وحشیانہ کہا جاتا ہے، وہ اس زمانے کے عام معمولات تھے۔ جن طریقوں سے آج انسان کا ضمیر نفرت کرتا ہے، وہ اس زمانے کے اخلاقیات میں نہ صرف جائز تھے بلکہ کوئی شخص یہ خیال بھی نہ کر سکتا تھا کہ ان کے خلاف بھی کوئی طریقہ ہو سکتا ہے۔ انسان کی عجائب پرستی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ وہ کسی چیز میں اس وقت تک کوئی صداقت، کوئی بزرگی، کوئی پاکیزگی تسلیم ہی نہیں کر سکتا تھا جب تک کہ وہ فوق الفطرت نہ ہو، خلاف عادت نہ ہو، غیر معمولی نہ ہو حتیٰ کہ انسان خود اپنے آپ کو اس قدر ذلیل سمجھتا تھا کہ کسی انسان کا خدا رسیدہ ہونا اور کسی خدا رسیدہ ہستی کا انسان ہونا اس کے تصور کی رسائی سے بہت دور تھا۔

اس تاریک دور میں زمین کا ایک گوشہ ایسا تھا جہاں تاریکی کا تسلط اور بھی زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ جو ممالک اس زمانے کے معیار تمدن کے لحاظ سے متمدن تھے ان کے درمیان عرب کا ملک سب سے الگ تھلگ پڑا ہوا تھا۔

اس کے اردگرد، ایران، روم اور مصر کے ملکوں میں علوم و فنون اور تہذیب و شائستگی کی کچھ روشنی پائی جاتی تھی مگر ریت کے بڑے بڑے سمندروں نے انہیں عرب سے جدا کر رکھا تھا۔ عرب سوداگر اونٹوں پر مہینوں کی راہ طے کر کے ان ملکوں میں تجارت کے لئے جاتے تھے اور صرف اموال کا مبادلہ کر کے واپس آ جاتے تھے۔ علم و تہذیب کی کوئی روشنی ان کے ساتھ نہ آتی تھی۔ ان کے ملک میں نہ کوئی مدرسہ تھا اور نہ کتب خانہ تھا۔ نہ لوگوں میں تعلیم کا چرچا تھا نہ علوم و فنون سے کوئی دلچسپی تھی۔ تمام ملک میں گنتی کے چند آدمی تھے جنہیں کچھ لکھنا پڑھنا آتا تھا مگر وہ بھی اتنا نہیں کہ اس زمانے کے علوم و فنون سے آشنا ہوتے۔ ان کے پاس ایک اعلیٰ درجے کی باقاعدہ زبان ضرور تھی جس میں خیالات کو ادا کرنے کی غیر معمولی صلاحیت تھی۔ ان میں بہترین ادبی مذاق بھی موجود تھا مگر ان کے لٹریچر کی جو بھی باقیات ہم تک پہنچی ہیں، ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی معلومات کس قدر محدود تھیں، تہذیب و تمدن میں ان کا درجہ کس حد تک پست تھا۔ ان پر اوہام کا کس قدر غلبہ تھا۔ ان کے خیالات اور ان کی عادات میں کتنی جہالت اور وحشت تھی، ان کے اخلاقی تصورات کتنے بھدے تھے۔

وہاں کوئی باقاعدہ حکومت نہ تھی، کوئی ضابطہ اور قانون نہ تھا۔ ہر قبیلہ اپنی جگہ خود مختار تھا اور صرف ''جنگل کے قانون'' کی پیروی کی جاتی تھی۔ جس کا جس پر بس چلتا، اسے مار ڈالتا اور اس کے مال پر قابض ہو جاتا۔ یہ بات ایک عرب بدو کی فہم سے بالاتر تھی کہ جو شخص اس کے قبیلے کا نہیں، اسے وہ کیوں نہ مار ڈالے اور اس کے مال پر کیوں نہ متصرف ہو جائے۔

اخلاق اور شائستگی کے جو کچھ بھی تصورات ان لوگوں میں تھے وہ نہایت ادنیٰ اور سخت ناتراشیدہ تھے۔ پاک و صاف، جائز و ناجائز، شائستہ اور ناشائستہ کی تمیز سے وہ تقریباً ناآشنا تھے۔ ان کی زندگی نہایت گندی تھی۔ ان کے طریقے وحشیانہ تھے۔ زنا، جوا، شراب، چوری، رہزنی اور قتل و غارتگری ان کی زندگی کے معمولات تھے۔ وہ ایک دوسرے کے سامنے بے

دنیا کے انتہائی وحشی اور جاہلانہ ماحول میں کیسے ممکن ہو گیا کہ ایک امی شخص اچانک اعلیٰ توحید اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دینے لگا

تکلف برہنہ ہو جاتے تھے۔ ان کی عورتیں ننگی ہو کر کعبے کا طواف کرتی تھیں۔ وہ اپنی لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے زندہ دفن کر دیتے تھے، محض اس جاہلانہ خیال کی بناء پر کہ کوئی ان کا داماد نہ بنے۔ وہ اپنے باپوں کے مرنے کے بعد اپنی سوتیلی ماؤں سے نکاح کر لیتے تھے۔ انہیں کھانے، لباس اور طہارت کے معمولی آداب بھی معلوم نہ تھے۔

مذہب کے باب میں وہ ان تمام جہالتوں اور ضلالتوں کے حصہ دار تھے جن میں اس زمانے کی دنیا مبتلا تھی۔ بت پرستی، ارواح پرستی، کواکب پرستی، غرض ایک خدا کی پرستش کے سوا اس وقت دنیا میں جتنی ''پرستیاں'' پائی جاتی تھیں، وہ سب ان میں رائج تھیں۔ انبیائے قدیم اور ان کی تعلیمات کے متعلق کوئی صحیح علم ان کے پاس نہ تھا۔ وہ اتنا ضرور جانتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام ان کے ہیں مگر یہ نہ جانتے تھے کہ دونوں باپ بیٹوں کا دین کیا تھا اور وہ کس کی عبادت کرتے تھے۔ عاد اور ثمود کے قصے بھی ان میں مشہور تھے مگر ان کی روایتیں عرب مؤرخین نے نقل کی ہیں، ان کو پڑھ جایئے۔ کہیں آپ کو صالح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام کی تعلیمات کا نشان نہ ملے گا۔ ان کو یہودیوں اور عیسائیوں کے واسطے سے بنی اسرائیل کی کہانیاں بھی پہنچی تھیں مگر وہ جیسی کچھ تھیں، ان کا اندازہ صرف ایک نظر اسرائیلی روایات پر ڈال لینا کافی ہے جو مفسرین اسلام نے نقل کی ہیں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اہل عرب اور خود بنی اسرائیل جن انبیاء سے واقف تھے، وہ کیسے انسان تھے اور نبوت کے متعلق ان کا تصور کتنا گھٹیا درجے کا تھا۔

ایسے زمانے میں، ایسے ملک میں، ایک شخص پیدا ہوتا ہے۔ بچپن ہی میں ماں باپ اور دادا کا سایہ اس کے سر سے اٹھ جاتا ہے۔ اس لئے اس گئی گزری حالت میں ایک عرب بچے کو جو تھوڑی بہت تربیت مل سکتی تھی، وہ بھی اس کو نہیں ملتی۔ ہوش سنبھالتا ہے تو وہ بدوی لڑکوں کے ساتھ بکریاں چرانے لگتا ہے۔ جوان ہوتا ہے تو سوداگری میں لگ جاتا ہے۔ اٹھنا، بیٹھنا، ملنا جلنا سب کچھ انہی عربوں کے ساتھ تھا، جن کا حال اوپر آپ نے دیکھ لیا۔ تعلیم کا نام تک نہیں حتیٰ کہ پڑھنا لکھنا تک نہیں آتا۔ کسی عالم کی صحبت بھی میسر نہ ہوئی کہ ''عالم'' کا وجود اس وقت تمام عرب میں کہیں نہ تھا۔ چند مرتبہ اسے عرب سے باہر قدم نکالنے کا اتفاق ضرور ہوا مگر یہ سفر صرف شام کے علاقے کے تھے اور ویسے ہی تجارتی سفر تھے، جیسے کہ اس زمانے میں عرب کے تجارتی قافلے کیا کرتے تھے۔ بالفرض اگر ان اسفار کے دوران میں اس نے کچھ آثار علم وتہذیب کا مشاہدہ کیا اور کچھ اہل علم سے ملاقات کا اتفاق بھی ہوا تو ظاہر ہے کہ ایسے منتشر مشاہدات اور ہنگامی ملاقاتوں سے کسی انسان کی سیرت نہیں بن جاتی۔ ان کا اثر کسی شخص پر اتنا زبردست نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے ماحول سے بالکل آزاد، بالکل مختلف اور اتنا بلند ہو جائے کہ اس میں اور اس کے ماحول میں کچھ نسبت ہی نہ رہے۔ ان سے ایسا علم حاصل ہونا ممکن ہی نہیں ہے جو ایک ان پڑھ بدوی کو ایک ملک کا نہیں تمام دنیا کا اور ایک زمانے کا نہیں تمام زمانوں کا لیڈر بنا دے۔ اگر بہ فرض محال اس نے باہر کے لوگوں سے استفادہ کیا بھی ہو تو جو معلومات اس وقت دنیا کے کسی فرد کو حاصل ہی نہ تھیں، مذہب، اخلاق، تہذیب اور تمدن کے جو تصورات اور اصول اس وقت دنیا میں کہیں موجود ہی نہ تھے، انسانی سیرت کے جو نمونے اس وقت کہیں پائے ہی نہیں جاتے تھے، ان کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا تھا۔

صرف عرب ہی کا نہیں، تمام دنیا کا ماحول پیش نظر رکھئے اور دیکھئے کہ یہ شخص جن لوگوں میں پیدا ہوا، جن میں بچپن گزارا، جن کے ساتھ پل کر جوان ہوا، جن سے اس کا میل جول رہا، جن سے اس کے معاملات رہے، ابتدا ہی سے عادات میں، اخلاق میں وہ ان سب سے مختلف نظر آتا ہے۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا، اس کی صداقت پر اس کی ساری قوم گواہی دیتی ہے۔ اس کے کسی بدترین دشمن نے بھی کبھی اس پر یہ الزام نہیں لگایا کہ اس نے فلاں موقع پر جھوٹ بولا تھا۔ وہ کسی سے بدکلامی نہیں کرتا، کسی نے اس کی زبان سے کبھی گالی یا کوئی فحش بات نہیں سنی۔ وہ لوگوں سے ہر قسم کے معاملات کرتا ہے مگر کبھی کسی سے تلخ کلامی اور تو تو میں میں کی نوبت نہیں آتی۔ اس کی زبان میں سختی کی بجائے شیرینی ہے اور وہ بھی ایسی کہ جو کوئی اس سے ملتا ہے، گرویدہ ہو جاتا ہے۔ وہ کسی سے بدمعاملگی نہیں کرتا۔ کسی کی حق تلفی نہیں کرتا۔ برسوں سوداگری کا پیشہ کرنے کے باوجود کسی کا ایک پیسہ بھی ناجائز طریقے سے نہیں لیتا۔ جن لوگوں سے اس کے معاملات پیش آتے ہیں، وہ سب اس کی ایمانداری پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں۔ ساری قوم اس کو امین کہتی ہے۔ دشمن تک اس کے پاس اپنا قیمتی مال رکھواتے ہیں اور وہ ان کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ بے حیاء لوگوں کے درمیان وہ ایسا حیادار ہے کہ ہوش سنبھالنے کے بعد کسی نے اسے برہنہ نہیں دیکھا۔ بداخلاقوں کے سامنے وہ ایسا پاکیزہ اخلاق ہے کہ کبھی کسی بدکاری میں مبتلا نہیں ہوتا۔ شراب اور جوئے کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ ناشائستہ لوگوں کے درمیان وہ ایسا شائستہ ہے کہ ہر بدتمیزی اور گندگی سے نفرت کرتا ہے اور اس کے ہر کام میں ستھرائی اور پاکیزگی پائی جاتی ہے۔ سنگدلوں کے درمیان وہ ایسا نرم دل ہے کہ ہر ایک کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے۔ یتیموں اور بیواؤں کی مدد کرتا ہے۔ کسی کو اس سے دکھ نہیں پہنچتا اور وہ دوسروں کی خاطر دکھ اٹھاتا ہے۔ وحشیوں کے درمیان وہ ایسا صلح پسند ہے کہ اپنی قوم میں فساد و خونریزی کی گرم بازاری دیکھ کر اس کو اذیت ہوتی ہے۔ اپنے قبیلے کی لڑائیوں سے دامن بچاتا ہے اور مصالحت کی کوششوں میں پیش پیش رہتا ہے۔ بت پرستوں کے درمیان وہ سلیم الفطرت اور صحیح العقل ہے کہ زمین و آسمان میں کوئی چیز اسے پوجنے کے لائق نظر نہیں آتی۔ کسی مخلوق کے آگے اس کا سر نہیں جھکتا۔ بتوں کے چڑھاوے کا کھانا بھی وہ قبول نہیں کرتا۔ اس کا دل خود بخود شرک اور مخلوق پرستی سے نفرت کرتا ہے۔ اس ماحول میں یہ شخص ایسا ممتاز نظر آتا ہے کہ جیسے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ایک شمع روشن ہے یا پتھروں کے ڈھیر میں ایک ہیرا چمک رہا ہے۔

تقریباً چالیس سال تک ایسی پاک صاف شریفانہ زندگی بسر کرنے کے بعد اس کی زندگی میں ایک انقلاب شروع ہوتا ہے۔ وہ اس تاریکی سے گھبرا اٹھتا ہے جو اس کو ہر طرف سے محیط نظر آ رہی تھی۔

باقی صفحہ 51 پر

کفار نبی اکرم ﷺ کی قیادت تسلیم کرنے سے انکاری کیوں؟

کیا آمد رسول ﷺ کا ایک دن منانا کافی ہے؟

محمد ﷺ فرق بین الناس (صحیح البخاری)

احسان الحق شہباز

اللہ ذوالجلال والاکرام نے اس کائنات کا رہنما اور لیڈر اپنے آخرالزماں پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو قرار دیا ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۟

اے لوگو! میں تم سب انسانوں کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ ''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۟'' ہم نے تمام انسانیت کے لئے آپ کو رسول بنا کر مبعوث کیا ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی اس عالمگیر اور عالمی قیادت کو تسلیم کرنے اور کروانے کا عہد گذشتہ انبیاء سے جو اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی قوموں کے راہنما تھے لیا گیا۔ ان کی کتابوں میں ان کی قوموں کو پیشین گوئی کے طور پر یہ باور کروایا گیا کہ جب وہ قائد انسانیت تشریف لے آئیں تو اپنی قیادتیں چھوڑ کر اس کے حکم کی اتباع میں آ جانا۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۟ (ال عمران-81)

''جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے وعدہ لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں (تمہارے نظام چل رہے ہوں) پھر تمہارے پاس وہ رسول آ جائے جو تمہاری شریعتوں کی تصدیق کرنے والا ہو تو تم نے اس پر ایمان لانا ہے اور (اس کی لیڈری وقیادت کو ساری دنیا پر غالب کرنے کے لئے) اس کی مدد کرنا ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ شریعت موسوی کی کتاب توراۃ کا ورق پڑھ رہے تھے تو نبی ﷺ غصے میں آ گئے۔ چہرے کا رنگ غصے سے سرخ ہو گیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ ادھر کروائی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا ''رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا'' میں اللہ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین اور محمد ﷺ کے رسول وراہنما ہونے پر راضی ہوں تو آپ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا۔

لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ

''اگر صاحب توراۃ جناب موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی صرف میری اتباع کی ہی اجازت ہوتی۔''

اللہ تعالیٰ کی پسند اور مرضی یہ ہے کہ ساری دنیا کے لوگ چاہے مغرب کے ہوں یا مشرق کے، شمال میں رہنے والے ہوں یا جنوب میں، کسی بھی رنگ کے ہوں، کوئی بھی بولی بولتے ہوں، سب کے سب پیروی اور فرمانبرداری صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی کریں۔ حکم انہی کا مانیں، سب کی تہذیب، سب کی ثقافت، سب کا حلیہ اور رنگ ڈھنگ محمد رسول اللہ ﷺ والا ہو۔

اسی عظیم منصب ورسالت کو منوانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مخاطب کروا کر فرمایا:

''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ''

کہہ دے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو اس کو اپنا خالق ومالک سمجھتے ہو، اسے اپنا رازق مانتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی حق سمجھتے ہو تو پھر اس کا حکم مانو اور میری اتباع کر لو پھر اللہ تم سے محبت کریں گے۔

(ال عمران-31)

یہود ونصاریٰ کا کردار:

یہود ونصاریٰ جو اپنے علاقے میں اپنی سرکشیوں کی وجہ سے دشمنوں سے ماریں کھاتے رہے اور عراق وبابل سے ہجرتیں کر کے ارض عرب میں آباد ہوئے تو ان کی سنت وارادہ صرف یہی تھا کہ یہ سرزمین اس پیغمبر کے مبعوث کئے جانے والی زمین ہے۔ جب وہ آئے گا تو ہم اس پر ایمان لائیں گے۔ مخالفوں سے مقابلے کے وقت اس ارادہ کی بناء پر اللہ سے فتح کی دعائیں کیا کرتے تھے۔ اپنی کتابوں میں ان کی نشانیاں پڑھ پڑھ کر آپ کو اس طرح پہچان چکے تھے جس طرح کوئی باپ اپنے سگے بیٹے کو پہچانتا ہے۔ اپنے بچوں کو بھی یہ وصیتیں کیا کرتے تھے۔ ان کی بدبختی کی سیاہ رات کا خاتمہ بھی اس راہنما پر ایمان کے ساتھ مشروط تھا مگر جب وہ مبعوث کر دیئے گئے، فاران کی چوٹیوں سے اور صفا کی بلندیوں سے انسانیت کے اس راہنما کی آواز بلند ہوئی تو ان لوگوں نے تحقیق وتصدیق کے بعد صرف اس بنیاد پر کہ یہ ہمارے خاندان بنی اسرائیل سے نہیں بلکہ ہمارے تایا کے خاندان بنو اسماعیل سے ہے، صرف اسی بنیاد پر صرف اسی شریک برادری اور نسلی وخاندانی تعصب ورقابت میں اپنے ربّ کے انتخاب اور محمد رسول اللہ ﷺ کی قیادت ورسالت کا انکار کر دیا۔ اللہ سے دشمنی مول لے لی اور جسے اللہ تعالیٰ دنیا کا رہنما بنانا چاہتا تھا، یہ اسے دنیا کا معاذ اللہ

سیدنا عمرؓ ایک دفعہ تورات کا ورق پڑھ رہے تھے تو نبی ﷺ دیکھ کر سخت غصے میں آ گئے عمرؓ کانپ اٹھے اور ایمان کا اقرار کیا

جس پر نبی ﷺ نے فرمایا: اگر آج موسیٰؑ بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا

حقیر وادنی شخص بلکہ جھوٹا شخص ثابت کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ جس کی چالیس سالہ طویل زندگی پر کوئی حرف نہ رکھ سکا اور جو سب کا سرمایۂ فخر' ہمدرد و خیر خواہ صادق وامین سمجھا جاتا تھا' اسے معاذ اللہ دہشت گرد' انتہا پسند اور کیسے کیسے جھوٹے پراپیگنڈوں سے بدنام کرنے لگے جس کی قیادت ورسالت کا جھنڈا عالم پر لہرانا تھا' اس کو جھٹلانا

یہ نہ سوچا کہ ہزاروں انبیاء کے قاتل' آسمانی شریعتوں کو مسخ کرنے والے' آسمانی کتابوں میں تحریف کرنے والے' قدم قدم پر اللہ کے احکامات کو پامال کرنے والے' اپنے سودی نظاموں میں جکڑ جکڑ کر انسانیت کا خون چوسنے والے اور حیرانی ہے کہ دریاؤں سے خشک راستے دیئے جانے والے' بادلوں کا سایہ دیئے جانے والے' من وسلویٰ کھانے والے' ربّ کو چھوڑ کر بچھڑے کی پوجا کرنے والے' مجرم بھی تو ہم ہی ہیں۔ ان جرائم کی معافی کا خیال نہ کیا۔ اپنے آپ کو بندے سمجھ کر اور اللہ ذوالجلال کو ربّ تسلیم کر کے اس کو بڑا ماننا اور اپنے آپ کو فرمانبردار ثابت کرنے کا خیال نہ آیا...... اللہ کو اس کائنات کا ربّ' خالق ومالک تسلیم کر کے اور خود کو اس کا بندہ

یہود ونصاریٰ کل اور آج:

کل بھی یہود ونصاریٰ نے صرف اسی وجہ سے محمد رسول اللہ ﷺ کا انکار کیا اور ان کی راہنمائی کا انکار کیا' اللہ سے دشمنی شروع کر لی اور محمد ﷺ کی تعلیمات کو اس دنیا سے ختم کرنے کے لئے دسیسہ کاریاں کیں اور آج بھی یہود ونصاریٰ کی دشمنی کی بنیاد وہی ہے۔ سوا چودہ صدیاں ہو چکی ہیں' یہ دنیا پر سے محمد رسول

جھوٹی محبت (عشق) کے دعویدار نبی ﷺ کی تعلیمات کی بجائے کافروں کی مشابہت اختیار کرنے میں فخر سمجھتے ہیں جبکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے جس نے میری سنت سے محبت کی' اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا

اور لوگوں کو اس کی مخالفت پر اکسانا شروع کر دیا۔ جس اللہ کی محبت میں اس کے انتخاب وحکم کو قبول کرنا تھا' اسی ربّ پر طعن زنی شروع کر دی اور بغاوت وتکبر کی حد یہ کہ کہنا شروع کر دیا' اللہ نے اپنی مرضی سے جسے چاہا دنیا کا قائد بنا دیا' ہمیں کیوں نہیں پوچھا

''بغیاً ان ینزل اللہ من فضلہ علی من یشآء من عبادہ ہ'' بغاوت وسرکشی کی بنیاد یہ کہ اللہ نے جس پر چاہا اپنا فضل کر دیا

ہاں اگر بنی اسرائیل سے یہ رسول ہوتا تو پھر اس پر ایمان لاتے۔ اس کی قیادت کو دنیا سے منواتے اس کا حکم دنیا پر چلاتے۔ مشرق ومغرب میں اس کا نظام چلاتے مگر یہ تو بنی اسرائیل کی توہین ہے' اس کے خاندان کی عظمت کا خاتمہ ہے کہ اللہ نے بنو اسماعیل کو اس عزت سے سرفراز کر دیا ہے...... یہ تو جاہل تھے۔ ہم اللہ کے محبوب' یہ ان پڑھ امیین' ہم اہل کتاب' ہمارے آباؤ اجداد میں سینکڑوں انبیاء ورسل' ہم جنت کے ٹھیکیدار' یہود ونصاریٰ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب۔ اللہ نے ہمیں کیوں نہیں پوچھا۔ ہم میں سے رسول کیوں نہیں بھیجا۔ لہٰذا ہم نہیں مانتے۔ ہمیں اللہ کی دشمنی منظور' جہنم کی آگ منظور مگر دنیا کا قائد بنی اسماعیل خاندان کا چشم وچراغ' ابراہیم کا ذبیح بیٹا اور اس کا پوتا' اس کا خاندان دنیا پر قیادت کرے' دنیا میں اعلیٰ سمجھا جائے' یہ ہمیں منظور نہیں...... اللہ اکبر

مخلوق تسلیم کر کے اس کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا بلکہ اپنی خواہش' اپنی پسند' اپنا خاندان' اپنی نسل ان چکروں میں اللہ کے حق کو...... حق حاکمیت کو...... ہی ختم کر دیا اور اپنے تمرد وتکبر کو ہی سامنے رکھا۔

اگر ہمیں نبی آخر الزماں ﷺ اور برحق ہونے پر یقین ہے تو آج کیا دنیا بھر میں اس نبی ﷺ کی امامت وقیادت کے لئے عالم کفر کے خلاف میدان میں نہیں نکلو گے

سوچنے کی بات:

آج گہری سنجیدگی سے سوچئے۔ یہود ونصاریٰ نبوت سے ناآشنا نہیں تھے۔ توحید ورسالت اور جنت ودوزخ' قیامت اور اللہ اور انسانوں کے حق سے غافل نہیں تھے۔ ان میں بے شمار نبی آئے' موسیٰ نبی کو وہ آج تک مانتے ہیں۔ عیسیٰ کو بھی مانتے ہیں' آسمانی شریعتیں تورات وانجیل اگرچہ انہیں مسخ کر دیا گیا تاہم آسمانی ہدایت کو تسلیم کرتے ہیں۔ پھر محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کو کیوں تسلیم نہیں کیا؟ کیا وہ ان سے بے خبر تھے؟ کیا ان کی نبوت کوئی نئی چیز تھی؟ نہیں بلکہ وہ تو عرب میں آباد ہی اس غرض سے ہوئے تھے' انکار صرف اسی خاندان اور نسلی امتیاز اور غرور کی وجہ سے کیا۔

اللہ ﷺ کا نام ختم کرنے کی کوشش میں ہیں۔ انسانیت کو ان کی راہنمائی سے روکنا چاہتے ہیں۔ ان کے حکم سے ان کی سنت سے' ان کی فرمانبرداری سے دور رکھنا چاہتے ہیں...... محمد ﷺ کا حکم ہے' مشرق ومغرب' شمال وجنوب میں ان کی اطاعت وفرمانبرداری نظر آئے' ان کی قیادت کا سکہ چلے۔ لوگ ان کا نام لیں' ان کے حکم پر حجامتیں بنائیں' ان کے حکم پر لباس پہنیں' ان کے حکم کے مطابق کاروبار کریں' ان کی سنت وشریعت پڑھیں پڑھائیں' اس پر بچوں کی تربیت کریں' ان کی تہذیب وثقافت ان کا دین ہو' آج بھی یہود ونصاریٰ کو یہ سب ایک نظر نہیں بھاتا۔ ان کے سینے جل رہے ہیں۔ ان کا سارا زور صرف اسی بات پر ہے۔ کاش! ساری دنیا کے لوگ محمد ﷺ کی قیادت وامامت اور راہنمائی ولیڈری کا انکار کر دیں۔ مسلمان اگر ڈاڑھی رکھے' شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھے' عورت پردہ کرے' مرد اپنا کاروبار اسلام کے مطابق سود سے' جوابازی سے پاک رکھیں' زنا سے پاک ہوں' بے حیائی سے دور رہیں' نماز پڑھیں' روزہ رکھیں' حج کریں' زکوٰۃ دیں' اسلام کے مطابق اپنے نوجوانوں کی تربیت کریں' اس میں ان کو کیا تکلیف ہے؟ تکلیف صرف اور صرف یہ ہے کہ اس طرح محمد ﷺ کی لیڈری اور امامت تسلیم ہوتی ہے اور یہ انہیں گوارا نہیں ہے۔

اے اہل اسلام! محمد رسول اللہ ﷺ کی راہنمائی اور لیڈری کا یہ مسئلہ امت مسلمہ اور کفر کے درمیان واضح فرق ہے۔ اسی فرق کی بنیاد پر اہل اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ ہے کہ اس دنیا

باقی صفحہ 52 پر

کامیاب ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر: عبدالرشید عراقی

نبوت کا منصب سلسلہ خداوندی ہے اور یہ سب سے مشکل ہے۔ قرآن مجید اس کی گواہی دیتا ہے کہ جو مصائب و تکالیف انبیائے کرام کو دعوت توحید کے سلسلہ میں برداشت کرنے پڑے اور کسی کو ایسے مصائب سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اس مشکل ترین کام میں سب سے زیادہ کامیابی آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو حاصل ہوئی اور جس وقت مکہ معظمہ میں آپ ﷺ نے اعلان نبوت کیا، اس وقت کے حالات کے متعلق تاریخ سے یہ شہادت ملتی ہے کہ وسائل بہت ہی کم تھے اور کامیابی کے آثار بالکل نظر نہیں آتے تھے اور جس قوم کے سامنے آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت پیش کی اس کا حدود اربعہ کیا تھا' یہ قوم جاہل' اجڈ' ان پڑھ اور صحرا نورتھی۔ جب آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت پیش کی تو اس قوم نے کیا کچھ نہ کیا۔ آپ ﷺ کے اپنے عزیز و اقارب بھی دوسروں کے ساتھ آپ ﷺ کے دشمن ہو گئے۔ لیکن آپ ﷺ نے اپنے مشن کو جاری رکھا۔ اس میں آپ ﷺ کامیاب و کامران ہوئے اور وہ قوم جو آپ ﷺ کی دشمن تھی آپ ﷺ کی جانثار بن گئی اور آپ ﷺ کی حیرت انگیز اور پرکشش شخصیت نے ان سب کو اپنی طرف کھینچ لیا اور یہ آپ ﷺ کی ابرو جنبش پر نثار ہونے کو تیار رہتی تھی اور ایسا موقع بھی آیا کہ آپ ﷺ کی ایک آواز پر تمام مسلمان جمع ہو جاتے تھے اور آپ ﷺ کے اشارے پر کٹ مرنے کو تیار ہو جاتے تھے۔ آپ ﷺ کے ارشادات کسی مطلق انسان اور کسی صاحب کشور حکمران کے احکام نہ تھے بلکہ آپ ﷺ تواضع' انکساری اور عاجزی کے ساتھ اعلان فرماتے تھے اور آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

میں ایک آدمی ہوں جب دین کا حکم دوں تو اسے قبول کرو۔ جب امور دنیا میں کوئی مشورہ دوں تو محض ایک آدمی ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں کہوں گا۔ (صحیح مسلم)

اور جب آپ ﷺ نے یہ بھی اعلان فرمایا تھا:

"میری شان میں مبالغہ نہ کرو۔ جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے پیغمبروں کی شان میں مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔"

(صحیح بخاری)

اس سب کے باوجود آپ ﷺ کی قوم کی وفاشعاری اور جانثاری کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے شاہی درباروں کے نمائندے دیکھتے تھے اور حیرت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے عہد کو (1427) سال ہو رہے ہیں۔ اس وقت آپ ﷺ کے جانثاروں کی تعداد ایک ارب سے زیادہ ہے اور دنیا کے تمام گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ عام روحانی اور اخلاقی انحطاط کا بھی اثر پڑا ہے اور دین قیم کی صاف اور روشن راہ سے بھٹک گئے ہیں۔ لیکن اب بھی اپنے آقا علیہ السلام کی ناموس کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار نظر آتے ہیں اور جب آپ ﷺ کا نام مبارک آتا ہے تو ادب سے اپنی نگاہیں نیچی کر لیتے ہیں اور آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔

10 نومبر 1925ء کے اخبار "ڈیلی ایکسپریس لندن" میں ایک مضمون نگار نے لکھا تھا کہ "اگر کسی مرد عظیم کے بلند پایہ پیغام کے جانچنے کا پیمانہ تقدیس و تعظیم کے وہ جذبات ہیں جو اس کے الفاظ ان لوگوں میں پیدا کرتے ہیں جو اس کی آسمانی نوعیت پر یقین رکھتے ہیں تو حضرت محمد ﷺ کا شمار عظیم ترین ہستیوں میں ضرور ہونا چاہئے۔"

حیات طیبہ ؐ کی جہادی کارروائیاں

(ماخوذ: جہاد کے مسائل از اقبال کیلانی' ص 62)

نمبر شمار	کارروائیوں کا مقصد	کارروائیوں کی تعداد	شہداء کی تعداد	تعداد مقتولین دشمن
1	تبلیغ اسلام اور تکمیل معاہدات	5		
2	بت شکنی کی مہمات	3		
3	دشمن کی طرف سے ڈاکہ زنی کے بعد مسلمانوں کا تعاقب	10	19	12
4	ذاتی نوعیت کے واقعات	5		5
5	غلط فہمی کی بناء پر پیش آنے والے تصادم	6		127
6	سرحدوں کی حفاظت کے لئے کی گئی کارروائیاں	38	73	11
7	دشمن کی طرف سے دھوکہ دہی اور بغاوت کے واقعات	8	82	410
8	جنگیں (غزوات و سرایا)	7	136	286
	کل تعداد	82	310	815

ان عظیم الشان 82 جہادی کارروائیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک جہاد کی کس قدر اہمیت تھی اور یہ جہاد ظاہر ہے محض دعوت و تبلیغ والا جہاد نہیں تھا' جہاد کی تاویلیں کرنے والوں کے لئے غور کا مقام ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات ہمیں ایک معیاری شخصیت کی حامل نظر آتی ہے، جو دس برس کے عرصہ میں ایک نئے مذہب، ایک نئے تمدن، ایک نئے فلسفہ حیات اور ایک نئی شریعت کی بنیاد رکھ کر ایک نئی قوم پیدا کر دیتی ہے اور بت پرستی، توہم پرستی، ضد، ہٹ دھرمی اور مخالفت کے باوجود گویا اس قوم کی خواہش اور ارادہ کے بالکل خلاف اس کو روحانی و مادی ترقی اور سرفرازی کی شاہراہ پر گامزن کر دیتی ہے اور دس برس کے عرصہ میں ملک میں پورا امن وامان قائم ہو جاتا ہے اور ملک میں ایک عظیم انقلاب آ گیا اور اس انقلاب نے کیا اثر دکھایا کہ:

''جو لوگ چور اور رہزن تھے، وہ مہذب اور محافظ بن گئے۔ جو شراب اور جوئے کے عادی تھے، وہ عابد اور زاہد ہوگئے۔ جو عورتوں کی عزت وناموس سے کھیلتے تھے، وہ اب عورتوں کے محافظ ہوگئے۔ جو معمولی باتوں پر قتل وغارت کا بازار گرم کر دیتے تھے وہ اب دین اسلام کے محافظوں کے خلاف تلوار اٹھاتے تھے جو آپس میں ایک دوسرے کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے وہ اب آپس میں ایک دوسرے کو محبت والفت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔''

آنحضرت ﷺ کی دعوت سے ایک ایسا معاشرہ وجود میں آ گیا کہ امن وامان قائم رکھنے کے لئے پولیس کی ضرورت نہ رہی۔ عرب کی سرزمین میں یہ انقلاب کس حیرت انگیزی سے آیا کہ کس طرح دیکھتے ہی دیکھتے سارے جزیرہ نما عرب پر حق کا نور سیلاب کی طرح پھیل گیا۔ اس کی تفصیل ڈاکٹر محمد حمید اللہ 'حیدر آبادی سے سنئے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

1ھ سے 10ھ تک اوسطاً روزانہ (274) مربع کے حساب سے اسلامی مملکت میں اضافہ ہوتا رہا اور صرف دس برسوں میں ہندوستان وپاکستان کے برابر کا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں ہو چکا تھا

۱ھ میں شہر مدینہ کے چند محلے اسلامی مملکت کہلائے، تو اس میں دس سال تک اوسطاً روزانہ (274) مربع میل کی بے نظیر سرعت سے اضافہ ہوتا رہا اور جب ۱۱ھ میں نبی اکرم ﷺ فوت ہوئے تو پورے دس لاکھ مربع میل یعنی تقریباً ہندوستان (بھارت وپاکستان) کے برابر کا علاقہ مسلمانوں کی آقائی میں آ چکا تھا اور ابھی آنحضرت ﷺ کو رحلت فرمائے 15 سال بھی نہ گزرے تھے کہ احکام اسلام پر عمل کرنے کے باعث مسلمان ایشیا، یورپ اور افریقہ کے تین براعظموں پر چھا گئے اور یہ حضرت عثمان ؓ کا زمانہ تھا۔ جب ایک طرف مسلمانوں نے اسپین میں قدم جمائے اور دوسری طرف قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔

یہ کیا اسباب تھے اور یہ انقلاب کیسے آیا۔ اس کے متعلق سر ولیم میور اپنی کتاب ''لائف آف محمد ﷺ'' (Life of Mohammad) میں لکھتا ہے کہ ''حضرت محمد ﷺ کے اصول مختصر اور سیدھے سادھے تھے۔ ان کی تعلیم نے غیر معمولی کامیابی حاصل کی۔ اس زمانہ سے لے کر جب ابتدائی مسیحیت نے دنیا کو خواب گری سے چونکا دیا تھا اور کفر کے خلاف جان توڑ جدوجہد کا بیڑا اٹھایا تھا لوگوں نے اس طرح کی روحانی بیداری کا منظر نہیں دیکھا تھا اور نہ اس کی ایمانی قوت دیکھی تھی، جو ضمیر کی خاطر تمام قربانیاں اور مال واسباب کا نقصان ہنسی خوشی برداشت کرتی تھی۔''

آنحضرت ﷺ کی شخصیت کی جامعیت اور آپ ﷺ کے ارادہ کی پختگی آپ ﷺ کی دعوت کی تاثیر، آپ ﷺ کے پیغام کی صداقت، آپ ﷺ کی نیت کے اخلاص کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت سے افق عرب سے تمام تاریکیاں دور ہوگئیں اور ایک متحدہ قومیت، اعلیٰ وارفع تمدن، ایک مضبوط قانون، ایک مکمل شریعت اور ایک ابدی مذہب (اسلام) کا ایک درخشندہ دور وجود میں آ گیا۔

چودھویں سالانہ دعوت اہلحدیث کانفرنس

بمقام: مرکزی جامع مسجد طیبہ اہلحدیث چک نمبر R-A-7/8 کرلی والا' میاں چنوں

بتاریخ: 7 اپریل 2007ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء

زیر صدارت: ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر اسلام آباد

خصوصی خطاب: امیر المجاہدین
پروفیسر حافظ محمد سعید امیر جماعۃ الدعوۃ پاکستان۔

صاحبزادہ حافظ ابتسام الٰہی ظہیر، حضرت مولانا عبد اللہ نثار حضرت مولانا قاری محمد خالد مجاہد چوگی۔

منجانب: انتظامیہ 'سالانہ دعوت اہل حدیث کانفرنس' چک نمبر 7/8-A.R کرلی والا' میاں چنوں۔

برائے رابطہ 0300-4692733-0322-8650840

محترمہ ام لقمان کی وفات

☆ محترم مولانا اللہ یار نائب شیخ الحدیث دار الحدیث محمدیہ جلالپور پیروالا کی اہلیہ محترمہ ستر سال عمر پا کر بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون 33 پسماندگان میں چار بیٹے، تین بیٹیاں بائیس نواسے، نواسیاں، پوتے اور پوتیوں کے علاوہ چار پڑنواسے نواسیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ اماں جی نے استاد جی سے انچاس سال کی رفاقت کا بھرپور اور مثالی وقت گزارا جس میں شدید قسم کی غربت وافلاس اور خوشحالی کا دور شامل ہے۔ محترمہ جہاد سے محبت رکھنے والی اور خود جہاد میں جان قربان کرنے کے پاکیزہ جذبات رکھنے والی بہادر، غیور اور نڈر خاتون تھیں۔ تجارت کا ذوق بھی رکھتی تھیں اور اپنی ذاتی کمائی میں سے باقاعدہ جہاد فنڈ میں بھی حصہ لیتی تھیں۔ تہجد گزار اور تلاوت قرآن کریم کا خاص اہتمام رکھتی تھیں۔ اماں جی کو وراثت کا حصہ ملا تو اس رقم سے حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کیا۔ اس کے بعد بیت اللہ کی زیارت کا شوق اور بڑھ گیا۔ اس طرح دو مرتبہ حج اور ایک مرتبہ عمرہ کی سعادت حاصل کی۔

مدرسہ کے طلباء جن کی تعداد بعض اوقات ایک سو سے بھی زیادہ رہی ہے، کا کھانا تیس سال تک خود پکاتی رہی ہیں۔ سنت رسول ﷺ سے والہانہ محبت تھی جس کی ایک مثال یہ ہے کہ وفات کے دن بھی مسواک کیا۔ بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھا اور دنیا فانی سے رخصت ہوگئیں۔ دو مرتبہ نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں بڑی تعداد میں علماء کرام اور دیگر ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ پہلی مرتبہ شیخ الحدیث محترم مولانا محمد رفیق اثری اور دوسری مرتبہ ابو شہیدین چاچا عطاء اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ محترمہ کی صفات کو قبول فرمائے اور انسانی لغزشوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین (عبید الرحمٰن محمدی)

اپریل فول کی شرعی اور تاریخی حیثیت

ابو معاویہ النحر جامعہ عثمان لاڑ ملتان

اپریل فول (April Fool) کا شرعی حکم معلوم کرنے سے پہلے اس کا مفہوم سمجھ لینا ضروری ہے۔ اپریل انگریزی سال کا چوتھا مہینہ ہے۔ یہ لفظ لاطینی زبان کا ہے۔ Aprilis اپریلس یا Aperire اپیریرے ماخوذ ہے۔ یہ لفظ موسم بہار کے آغاز' پھولوں کے کھلنے اور نئی کونپلیں پھوٹنے کے موسم کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اور Fool (فول) بے وقوفی' حماقت اور جھوٹ کے لئے مستعمل ہے۔ اپریل فول کا مفہوم یہ ہوا کہ اپریل کی یکم تاریخ کو وہ لوگ جھوٹ بول کر استہزاء و مذاق کیا کرتے تھے۔ اس کی مختلف توجیہات کی جاتی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ فرانس میں سال کی ابتدا جنوری کے بجائے اپریل سے ہوتی ہے۔ جب فرانس میں تاریخی کیلنڈر تبدیل کیا گیا اور ۱۵۶۴ء میں نیا کیلنڈر جاری کیا گیا تو جو لوگ اس نئے کیلنڈر کی مخالفت کرتے تھے انہیں طعن و تشنیع مذاق' ٹھٹھا اور استہزاء کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔

اپریل فول کا ذکر سب سے پہلے ڈریک نیوز لیٹر Drak News Letter نامی اخبار میں ملتا ہے۔ مذکورہ اخبار کی تاریخ دو اپریل ۱۹۶۸ کی اشاعت میں لکھا ہے کہ کچھ لوگوں نے یکم اپریل کو لندن ٹاور میں شیروں کے غسل کا عملی مشاہدہ کرانے کا اعلان کیا تھا۔ یکم اپریل کو یورپ میں ہونے والے واقعات میں سب سے اہم اور مشہور یہ واقعہ ہے کہ ایک انگریزی اخبار الفنیج سٹار نے 31 مارچ 1846ء کو اعلان کیا کہ یکم اپریل کو اسلنجون شہر کے زراعتی فارم میں گدھوں کی عام نمائش اور میلہ ہوگا۔ لوگ انتہائی شوق سے لپک لپک کر آئے۔ نمائش کا انتظار کرنے لگے۔ جب وہ تھک کر چور ہو گئے تو انہوں نے پوچھنا شروع کیا' میلہ کب شروع ہوگا؟ مگر کوئی خاطر خواہ جواب نہ ملا۔ آخر کار انہیں بتایا گیا کہ جو لوگ نمائش دیکھنے میلے میں آئے ہیں' وہ خود ہی گدھے ہیں۔ (ماخوذ از: ''اپریل فول کی تاریخی و شرعی حیثیت'') مذکورہ توضیح سے معلوم ہوا کہ اپریل فول یہودیوں و عیسائیوں کی جاری کردہ قبیح رسم ہے جس میں جھوٹ پر مبنی خبریں دے کر لوگوں کو پریشان کیا جاتا ہے۔ بسا اوقات جھوٹی خبر دینے سے معاشرے میں بگاڑ و فساد حتیٰ کہ قتل و غارت کی نوبت آ جاتی ہے اور جھوٹ قطعی حرام ہے۔ اپریل فول کی بنیاد جھوٹ پر ہے لہٰذا یہ شرعاً حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **ولهم عذاب اليم بما كانوا يكذبون۔** (البقرۃ۔10) اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کا وصف جھوٹ بولنا ذکر کیا اور ساتھ ہی اس کی سزا بتلا دی کہ اس کے عوض ان کو دردناک عذاب ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

میں نے گزشتہ رات خواب میں دیکھا دو فرشتے میرے پاس آئے۔ ان فرشتوں نے کہا' جس شخص کو تم نے دیکھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے تھے' وہ دنیا میں بہت جھوٹ بولنے والا تھا' جو جھوٹ بات کہہ دیتا' سارے ملک میں پھیل جاتی۔ قیامت تک اس کو یہی سزا ملتی رہے گی۔ (بخاری' کتاب التعبیر)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ شک والی بات کو چھوڑ دے۔ غیر مشکوک کو اختیار کر یقیناً سچائی واطمینان ہے اور جھوٹ بے سکونی و تردد ہے۔ (ترمذی ۲۵۱۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **ثلاثة لا يكلمهم الله ولا ينظر اليهم يوم القيامة ولهم عذاب اليم۔ (مسلم كتاب الايمان باب بيان غلظ تحريم اسبال الازار)**

تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

1- امام کذاب...... جھوٹا حاکم 2- وعائل مستکبر...... غریب تکبر کرنے والا 3- والشیخ الزانی...... اور بوڑھا زانی

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں بے شک فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس بندے میں چار خصلتیں ہوں' وہ پکا منافق ہے اور جس میں ان چاروں میں سے ایک ہو تو وہ نفاق کی ایک خصلت ہے۔

1- جب بات کرے جھوٹ بولے۔ 2- امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے۔ 3- جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے

4- اور جب جھگڑا کرے تو گالی دے۔ (بخاری کتاب الایمان' باب بیان خصال المنافق)

غرض جھوٹ بولنا اور اپریل فول منانا یہود و نصاریٰ کی عادات قبیحہ میں سے ایک عادت ہے جس کو آج مسلمان بڑے زور و شور سے مناتے ہیں۔ انہیں چھوڑنا مسلمان کے لئے لازم ہے۔

مجھے سنت رسول ﷺ عزیز ہے

تمہیں موہی اصول عزیز ہے' مجھے سنت رسولؐ عزیز ہے
یہ نقش و نگار مٹا نہ دو' مجھے سنت رسولؐ عزیز ہے
اسی سے تو ہے معیار رفعت' جلال و کمال' شان وعزت
پھر نشان منزل مٹا نہ دو' مجھے سنت رسولؐ عزیز ہے
مجھے امت وملت عزیز ہے' مجھے وحدت و یگانت قبول ہے
میرے بال و پر کٹا نہ دو' مجھے سنت رسولؐ عزیز ہے
اسے آزادیٔ اظہار بنا نہ دو' شاتمان رسولؐ بچانہ لو
میرے قلب پہ آرے چلا نہ دو' مجھے سنت رسولؐ عزیز ہے
میرا چمن لہو میں نہا گیا اور تاریخ رنگین بنا گیا
میرے حرم پہ پہرے بٹھا نہ دو' مجھے سنت رسولؐ عزیز ہے
میرا آشیانہ تو کب کا جل چکا' اب مینار نور گرانہ دو
مجھے بیڑی یونہی پہنا نہ دو' مجھے سنت رسولؐ عزیز ہے
حکمت وتعلیم و دانش کے چراغ بجھا رہے ہو کیوں؟
مجھے درد و الم ایسا نہ دو' مجھے سنت رسولؐ عزیز ہے
کہاں تلک پھر صبر کروں اب کیوں نہ جہاد اکبر کروں
تمام پہرے تم پہرے لگا بھی دو' مجھے سنت رسولؐ عزیز ہے
ہے نشاۃ ثانیہ کی نوید اعظم پھر کرن سنہری ابھر رہی ہے
میرے امید سحر کو حنا نہ دو' مجھے سنت رسولؐ عزیز ہے
یہ پھول کلیاں جھلسا نہ دو' ہے خون شہیداں سے بہار اگی
میری چاہتوں کا قتل کرا نہ دو' مجھے سنت رسولؐ عزیز ہے
میرے دل میں محبت رچی بسی ہے اپنے مرشد عظیم ترکی
میرے سینے میں محشر مچا نہ دو' مجھے سنت رسولؐ عزیز ہے
جو مرشد دل عظیم تر ہے تو شکستہ دل بھی عزیز تر ہے
تمام ستم کے حربے آزما بھی لو' مجھے سنت رسولؐ عزیز ہے
چاہے قلب و جگر ہوں پارہ پارہ' شاتم ہو عالم یہ سارا
یا شمس و قمر تم لا بھی دو' مجھے سنت رسولؐ عزیز ہے

(از قلم محمد حبیب خان' کوٹلی آزاد کشمیر)

عید قیامت المسیح کیا ہے؟

کیا یہ موسم بہار کا عیسائی تہوار ایسٹر ہے یا بت پرستی؟

گلزار احمد (سابق پادری)، لاہور

اکثر و بیشتر لوگوں کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ ایسٹر نام کیونکر کلیسیا میں آموجود ہُوا جبکہ اسکا نام وہ بائبل میں نہیں پاتے اور اگر پاتے ہیں تو وہ عید فسح (بنی اسرائیل کی فرعون سے نجات کی خوشی کی عید) نہ کہ ایسٹر۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اکثر و بیشتر رسومات کلیسیا نے بُت پرست اور غیر اقوام سے پائی ہیں جن میں ایسٹر بھی ہے۔ Easter بظاہر انگریزی نام لگتا ہے اس کی نسبت غالباً East یعنی مشرق سے ہوگی۔ جیسے سورج مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہوتا ہے اور پھر مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ (مسیح کے مرنے اور جی اُٹھنے کی کہانی کو بھی اسی حد تک ایسٹر کے لفظ سے مناسبت ہے) بعض کے نزدیک ایسٹر کو جرمن لفظ Astarte جو سورج کی دیوی تھی، سے نسبت ہے۔ جرمن زبان میں اس سے ملتے جلتے الفاظ یعنی اوسٹرین، اوسٹور، اور ایشطار ہیں جن کا ماخذ ایک ہی ہے اور سب کے معنی بھی ایک سے ہیں۔ یعنی نور سیمیس، طلوع آفتاب، نئی زندگی اور نئی پیدائش وغیرہ۔ کہنا یہ ہے کہ ایسٹر کی نسبت کہیں نہ کہیں سے East یعنی مشرق یا سورج سے ملتی ہے اور سورج کی پوجا کرنے والوں کی آج بھی کمی نہیں۔ قدیم فونیشیا (Phoenician) کے رہنے والے جن کا دارالخلافہ کارتھیج تھا، Ashtroth دیوی کے پُجاری تھے۔

کلیسیا کے رہنماؤں نے سبت کے بارے اعلانیہ کہہ دیا کہ یہ یہودیوں کا متبرک دن ہے جو اس کو حذاوند کا دن سمجھ کر مانے وہ منحوس، بدبخت اور لونی ہے

جب روم کا قسطنطین (constantine) بادشاہ مسیحی ہوگیا تو یہ ایک ریاستی مذہب بن گیا اور کروڑں کی تعداد میں بُت پرست کلیسیا میں شامل ہو گئے بلکہ کلیسیا پر چھا گئے۔ کلیسیا کے زیادہ تر اعلیٰ افسران بُت پرستوں میں سے تھے جو سورج کی پرستش کرتے تھے۔ چونکہ رومی حکومت سکڑ رہی تھی، اس لئے بادشاہ نے اپنے سرکاری مشیروں اور کلیسیا کے افسران سے مشورہ لیا کہ کس ترکیب سے سلطنت کو مستحکم رکھا جائے؟ بت پرست چونکہ اتوار کے دن اولاد کی دیوی عستارات (Astarate) کی عبادت کرتے تھے، اس لئے کلیسیا کے افسران کا مشورہ تھا کہ سب کے لئے ''اتوار'' کو عبادت کا حکم دیا جائے اور لوگوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ اتوار کو سب کام کاج چھوڑ کر کو عبادت کریں۔ یہ ترکیب رنگ لائی۔ اس سے سورج کے پُجاری تسلی پذیر ہو گئے۔ قسطنطین نے بھی مسیحیوں کی تسلی کے لئے یہ افسانہ گھڑا کہ مسیح مصلوب ہونے کے بعد اسی دن دوبارہ جی اٹھے تھے چنانچہ عید قیامت المسیح (مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے کا دن) اور ایسٹر ایک ہی دن یعنی موسم بہار کے کسی اتوار کو اکٹھے منائے جانے لگے۔ کہیں اس کا نام ایسٹر، کہیں عید قیامت المسیح تو کہیں عید فسح کا نام دیا گیا۔ اس طرح بُت پرست، مسیحی اور رومی متحد ہو گئے۔ اس سے پہلے ایسا اتحاد کبھی سامنے نہ آیا تھا۔

یہ 321ء کا قصہ ہے قسطنطین بادشاہ نے کلیسیا افسران کے مشورہ سے مرعوب ہو کر اتوار کو یہ تہوار منانے کا یہ پہلا فرمان جاری کر دیا جو ہم نے براراست ریکارڈ سے لیا ہے۔

''تمام قاضی، قصبوں کے مکین، تمام پیشہ ور اور تاجر اتوار کے تقدس میں (سورج کے دن) آرام کریں۔ کسی طرح کا کوئی کام نہ کریں اور اسے مانیں۔

(Edict of march7 ,321 AD corpus juris civlis cod, lib,3 tit , 12 les, 3)

صرف یہی نہیں، پھر وقتاً فوقتاً کلیسیا کی بڑی بڑی کونسلوں کا انعقاد ہوتا رہا۔ تقریباً ہر ایک کونسل میں اتوار کو فضیلت دی گئی۔ آخرکار بُت پرستوں کا تہوار خدا کے دن کے طور پر مانا گیا (یہ پوپ سلویسٹر (Sylvester) تھا جس کے زمانہ میں یہ ہوا 314 تا 337) اور کلیسیا کے رہنماؤں نے سبت (ہفتہ) کے بارے اعلانیہ کہہ دیا کہ یہ یہودیوں کا متبرک دن ہے اور جو سبت کو خداوند کا دن سمجھ کر مانتے رہے اُن کو منحوس، بدبخت اور لونی قرار دیا گیا۔

ناسیہ کی دوسری کونسل 787ء میں بلائی گئی تا کہ کلیسیا میں بتوں کی پرستش کو رواج دیں۔ اس کونسل کا اندراج Ecclesiastical Annals میں برونیس Baronius نے کیا۔

Vol, 9 pp.391-407 (antwerp 1612) and charles. J, hefele , a history of the coun cilsof the church from the original documents book 18 . chapter , 1 , secs, 3329, 222 chapter, 2 sec 345 (T. and T clark .ed1876) vol, 5, pp 260- 304. and 342- 372

ساتویں جنرل کونسل میں جو ناسیہ کی دوسری کونسل ہے، اس کے تعارفی صفحات 4 ,3 میں J. Mendham لکھتا ہے،

''چونکہ بہار کے موسم میں عستارات کا سالانہ میلہ منعقد ہوتا ہے، اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے قسطنطین نے مسیحیوں کو اُکسایا کہ تم بھی قیامت المسیح کے رُوپ میں اس میلے میں شرکت کیا کرو۔ یوں بہار میں ایسٹر کے نام سے بت پرستوں کی دیوی عستارات کا میلہ اور عید قیامت مسیح منایا جانے لگا۔''

غرض یہ ایسٹر بت پرستوں کا تہوار تھا جو عیسائیوں میں رواج پایا۔

قسطنطین نے اپنی سکڑتی حکومت مستحکم رکھنے، سورج پرستوں اور کلیسیا کو منظّم کرنے کے لئے سورج دیوتا یا اولاد کی دیوی عستارات کی عبادت کے دن کو ایسٹر اور عید قیامت المسیح کا نام دیا

بقیہ: نبوت محمدی ﷺ کا عقلی ثبوت

وہ جہالت 'بداخلاقی' بدکرداری' بدنظمی' شرک اور بت پرستی کے اس ہولناک سمندر سے نکل جانا چاہتا ہے جو اس کو گھیرے ہوئے تھا۔ اس ماحول میں کوئی چیز بھی اس کو اپنی طبیعت کے مناسب نظر نہیں آتی۔ وہ سب سے الگ ہوکر آبادی سے دور پہاڑوں کی صحبت میں جا جا کر بیٹھنے لگتا ہے۔ تنہائی اور سکون کے عالم میں کئی کئی دن گزارتا ہے۔ روزے رکھ رکھ کر اپنی روح اور اپنے دل و دماغ کو اور زیادہ پاک صاف کرتا ہے۔ سوچتا ہے' غور و فکر کرتا ہے' کوئی ایسی روشنی ڈھونڈتا ہے جس سے وہ اس چاروں طرف چھائی ہوئی تاریکی کو دور کر دے۔ ایسی طاقت حاصل کرنا چاہتا ہے جس سے اس بگڑی ہوئی دنیا کو توڑ پھوڑ کر پھر سے سنوار دے۔

یکا یک اس کی حالت میں ایک عظیم الشان تغیر رونما ہوتا ہے۔ ایک دم اس کے دل میں وہ روشنی آجاتی ہے جو پہلے اس میں نہ تھی۔ اچانک اس کے اندر وہ طاقت بھر جاتی ہے جس سے وہ اس وقت تک خالی تھا۔ وہ غار کی تنہائی سے نکل کر آتا ہے۔ اپنی قوم کے پاس آتا ہے۔ اس سے کہتا ہے کہ یہ بت جن کے آگے تم جھکتے ہو' یہ سب بے حقیقت چیزیں ہیں' انہیں چھوڑ دو۔ کوئی انسان' کوئی درخت' کوئی پتھر' کوئی روح' کوئی سیارہ اس قابل نہیں کہ تم اس کے آگے اپنا سر جھکاؤ اور اس کی بندگی و عبادت کرو اور اس کی فرمانبرداری واطاعت کرو۔ یہ زمین' یہ چاند' یہ سورج' یہ ستارے' یہ زمین اور آسمان کی ساری چیزیں ایک خدا کی مخلوق ہیں۔ وہی تمہارا اور ان سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہی مارنے اور جلانے والا ہے۔ اسی کی بندگی کرو۔ اسی کا حکم مانو۔ اسی کے آگے سر جھکاؤ۔ یہ چوری' یہ لوٹ مار' یہ قتل وغارت گری' یہ ظلم و ستم' یہ بدکاریاں جو تم کرتے ہو' سب گناہ ہیں۔ انہیں چھوڑ دو۔ خدا انہیں پسند نہیں کرتا۔ سچ بولو' انصاف کرو' نہ کسی کی جان لو' نہ کسی کا مال چھینو۔ جو کچھ لو حق کے ساتھ لو' جو کچھ دو حق کے ساتھ دو۔ تم سب انسان ہو۔ سب انسان برابر ہیں۔ نہ کوئی ذلت کا داغ لے کر پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی عزت کا تمغہ لے کر دنیا میں آیا ہے۔ بزرگی اور شرف' نسل اور نسب میں نہیں' صرف خدا پرستی' نیکی اور پاکیزگی میں ہے۔ جو خدا سے ڈرتا ہے اور نیک اور پاک ہے' وہی اعلیٰ درجے کا انسان ہے اور جو ایسا نہیں' وہ کچھ بھی نہیں۔ مرنے کے بعد تم سب کو اپنے خدا کے پاس حاضر ہونا ہے۔ تم میں سے ہر شخص اپنے اعمال کے لئے خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔ اس خدا کے سامنے جو سب کچھ دیکھتا ہے اور جانتا ہے۔ تم کوئی چیز اس سے نہیں چھپا سکتے۔ تمہاری زندگی کا کارنامہ اس کے سامنے بے کم و کاست پیش ہوگا اور اسی کارنامے کے لحاظ سے وہ تمہارے انجام کا فیصلہ کرے گا۔ اس عادل حقیقی کے ہاں نہ کوئی سفارش کام آئے گی نہ رشوت چلے گی' نہ کسی کا نسب پوچھا جائے گا۔ وہاں صرف ایمان اور نیک عمل کی پوچھ ہوگی۔ جس کے پاس یہ سامان ہوگا' جنت میں جائے گا اور جس کے پاس ان میں سے کچھ بھی نہ ہوگا' وہ نامراد دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

یہ تھا وہ پیغام جسے لے کر وہ غار حرا سے نکلا۔

جاہل قوم اس کی دشمن ہو جاتی ہے' گالیاں دیتی ہے' پتھر مارتی ہے۔ ایک دن دو دن نہیں' اکٹھے تیرہ برس تک اس پر سخت سے سخت ظلم توڑتی ہے۔ یہاں تک کہ اسے وطن سے نکال باہر کرتی ہے اور پھر نکالنے پر بھی دم نہیں لیتی۔ جہاں وہ جا کر پناہ لیتا ہے' وہاں بھی اسے ہر طرح ستاتی ہے۔ تمام عرب کو اس کے خلاف ابھار دیتی ہے اور کامل آٹھ برس اس کے خلاف برسر پیکار رہتی ہے۔ وہ ان سب تکلیفوں کو سہتا ہے مگر اپنی بات سے نہیں ٹلتا۔

یہ قوم اس کی دشمن کیوں ہوئی؟ کیا زر اور زمین کا کوئی جھگڑا تھا؟ کیا وہ ان سے دنیا کی کوئی چیز مانگ رہا تھا؟ نہیں' ساری دشمنی صرف اس بات پر تھی کہ وہ ایک خدا کی بندگی اور پرہیزگاری اور نیکوکاری کی تعلیم کیوں دیتا ہے؟ بت پرستی' شرک اور بدعملی کے خلاف تبلیغ کیوں کرتا ہے؟ پجاریوں اور پروہتوں کی پیشوائی پر کیوں ضرب لگاتا ہے؟ سرداروں کی سرداری کا طلسم کیوں توڑتا ہے؟ انسان اور انسان کے درمیان سے اونچ نیچ کا فرق کیوں مٹانا چاہتا ہے؟ قبائلی اور نسلی تعصبات کو جاہلیت کیوں قرار دیتا ہے؟ زمانہ قدیم سے سوسائٹی کا جو نظام بندھا چلا آرہا ہے' اسے کیوں توڑنا چاہتا ہے؟ قوم کہتی تھی' یہ باتیں جو تو کہہ رہا ہے' یہ سب خاندانی روایات اور قومی طریقے کے خلاف ہیں' تو ان کو چھوڑ دے ورنہ ہم تیرا جینا بھی مشکل کر دیں گے۔

اچھا تو اس شخص نے یہ تکلیفیں کیوں اٹھائیں؟ قوم اس کو بادشاہی دینے پر آمادہ تھی۔ دولت کے ڈھیر اس کے قدموں میں ڈالنے کو تیار تھی بشرطیکہ وہ اپنی تعلیم سے باز آجائے مگر اس نے ان سب کو ٹھکرا دیا اور اپنی تعلیم کی خاطر پتھر کھانا اور ظلم سہنا قبول کیا۔ یہ آخر کیوں؟ کیا ان کے خدا پرست اور نیکوکار بن جانے میں اس کا ذاتی فائدہ تھا؟ کیا کوئی ایسا فائدہ تھا جس کے مقابلے میں ریاست' امارت' دولت اور عیش کے سارے لالچ بھی ناقابل التفات تھے؟ کیا کوئی ایسا فائدہ تھا جس کی خاطر ایک شخص سخت سے سخت جسمانی اور روحانی اذیتوں میں مبتلا ہونا اور کامل 21 سال مبتلا رہنا بھی گوارا کر سکتا ہو؟ غور کرو۔ کیا نیک نفسی' ایثار اور ہمدردی بنی نوع انسان کا اس سے بھی بلند تر کوئی مرتبہ تمہارے تصور میں آسکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی فائدے کی خاطر نہیں' دوسروں کے بھلے کی خاطر تکلیفیں اٹھائے؟

آپ ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ سب انسان برابر ہیں۔ کوئی ذلت کا داغ لے کر پیدا ہوا ہے نہ کوئی عزت کا تمغہ لے کر دنیا میں آیا ہے

جن کی بھلائی اور بہتری کے لئے وہ کوشش کرتا ہے' وہی اس کو پتھر ماریں' گالیاں دیں' گھر سے بے گھر کر دیں' غریب الوطنی میں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑیں اور ان سب باتوں پر بھی وہ ان کا بھلا چاہنے سے باز نہ آئے۔

پھر دیکھو! کیا کوئی جھوٹا شخص کسی بے اصل بات کے پیچھے ایسی مصیبتیں برداشت کر سکتا ہے؟ کیا کوئی تیر تکے لڑانے والا انسان محض گمان و قیاس سے کوئی بات کہہ کر اس پر اتنا جم سکتا ہے کہ مصیبتوں کے پہاڑ اس پر ٹوٹ جائیں' زمین اس پر تنگ کر دی جائے' تمام ملک اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں' بڑی بڑی فوجیں اس پر امنڈ امنڈ کر آئیں' مگر وہ اپنی بات سے یک سر مو ہٹنے پر آمادہ نہ ہو؟ یہ استقامت' یہ عزم' یہ ثبات خود گواہی دے رہا ہے کہ اس کو اپنی صداقت پر کامل یقین تھا۔ اگر اس کے دل میں شک و شبہ کا ادنیٰ شائبہ بھی ہوتا تو وہ مسلسل اکیس سال تک مصائب کے پے در پے طوفانوں کے مقابلے میں کبھی نہ ٹھہر سکتا۔

کے امام محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ان کا حکم اور ان کی لائی ہوئی شریعت اس دنیا پر چلے اور یہ اللہ کا حق ہے کہ اس کی بات مان کر اس کا دیا ہوا قائد و راہنما تسلیم کر کے اس کی راہنمائی میں چلا جائے اور اس کے مقابلے میں کفر کا نظریہ ہے کہ دنیا کا لیڈر محمد ﷺ نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اللہ کا حق نہیں مانتے کہ اس کی فرمانبرداری میں یہ سب قبول کیا جائے۔ وہ اپنی مرضی اپنے طریقے اور اپنے نظام چاہتے ہیں۔ اسی کو انہوں نے جمہوریت کا خوشنما نام دے کر اپنا کفر کا نظریہ اپنا رکھا ہے۔ ان کی سر توڑ کوشش ہے کہ دنیا پر محمد ﷺ کا سکہ نہ چلے باقی جو مرضی ہوتا رہے۔

''الکفر ملۃ واحدۃ'' سارے کفر کا یہی نظریہ اور یہی عقیدہ ہے۔ دنیا کے کافر ٹونی، بش، شیرون، واجپائی اور دیگر سب یہی چاہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا طریقہ و راہنمائی اس دنیا میں نہیں ہونا چاہیے۔

عالم کفر کا اپنے نظریے پر اتحاد:

آپ ذرا غور کریں کہ یہودی، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے۔ سیدہ مریم علیہا السلام کو گالیاں دیتے اور ان کی عفت و عصمت پر حملے کرتے ہیں۔ ان کے مذہب آپس میں جدا جدا، اس مذہبی دشمنی کے باوجود یہ دونوں نسلیں اس مسئلہ میں (محمد ﷺ کی راہنمائی کو ختم کرنے کے لئے) ایک ہیں۔ ہندو جو کسی بھی آسمانی شریعت کو نہیں مانتے، نہ کسی نبی پر ان کا ایمان، نہ اللہ پر، نہ جنت دوزخ پر، بندروں کی پوجا کرنے والے، دنیا کے گندے ترین مشرک، پھر بھی اس مسئلہ پر اہل کتاب کے ساتھ ملے ہوئے کہ محمد ﷺ دنیا کے راہنما نہیں ہونے چاہئیں اور آج ساری دنیا کے مختلف کفر اس نظریہ پر متحد ہو چکے ہیں۔ سب اس دنیا سے محمد ﷺ کی حکمرانی کو، ان کی راہنمائی کو، سنت و حدیث اور اسلام کو مٹانے کے درپے ہیں۔ ''محمد فرق بین الناس'' محمد ﷺ کی قیادت و رسالت کے مسئلہ نے واضح طور پر لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ یہ دو نظریے اور اس کے تحت ماننے والے اور نہ ماننے والے دو قومیں ہیں۔

امت مسلمہ کے لئے انتباہ:

اے اہل اسلام! آپ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لا کر اپنے آپ کو اللہ کے حکم اور محمد رسول اللہ ﷺ کی راہنمائی کے مطابق زندگی گزارنے کے عہد و پیمان میں داخل ہو چکے ہیں۔ آپ اس کائنات کا خالق و مالک اور اپنا خالق و مالک اللہ کو سمجھتے ہیں۔ خالق و مالک اور رازق ہونے کی وجہ سے اللہ کا یہ حق تسلیم کرتے ہیں کہ اس کی بات مانی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے تو پھر یاد رکھیں اس اللہ نے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہارے لئے رول ماڈل آئیڈیل شخصیت اور نمونہ صرف رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ہر معاملہ میں ان کا نمونہ اختیار کرو۔ اس اللہ نے واضح طور پر فرمایا

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (نور 54)

اگر تم اس قائد و رہنما کی اطاعت کرو گے تو ہدایت یافتہ قرار پاؤ گے۔ قسم اٹھا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا

''فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا''

ہمیں آپ کا رب ہونے کی قسم! جب تک یہ لوگ اپنے اختلافی مسائل میں (اپنی ضد بازیاں چھوڑ کر) آپ کے ہر حکم کو خوشدلی سے تسلیم نہ کرلیں اور اس سے جان چھڑانے کی کوشش ترک نہ کریں۔ یہ مومن نہیں ہوسکتے۔ اللہ نے برملا طور پر فرمایا۔

> اے اہل اسلام! محمد ﷺ کی رہنمائی اور قیادت کا مسئلہ آج امت مسلمہ اور کفر کے درمیان واضح فرق ہے۔ اسی فرق کی بنیاد پر اسلام اور کفر کے درمیان ٹکراؤ ہے۔ عالم کفر اس عظیم قیادت کا منکر ہی نہیں بلکہ دشمن ہے اور اسلام کو مٹا دینا چاہتا ہے

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا

جو شخص رسول کی نافرمانی کرے گا 'ہدایت واضح ہو جانے یعنی رسول کا حکم معلوم ہو جانے کے بعد بھی اور مومنوں والا راستہ (اطاعت) چھوڑ کر کوئی اور طریقہ اختیار کرے گا تو جدھر وہ جاتا ہے جائے (ہمیں اس کے ایمان اور اسلام کی ضرورت نہیں) ہم اسے جہنم میں پھینکیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

بیسیوں مرتبہ ''اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ'' فرما کر خبردار کیا کہ اللہ کی بات مانو اور رسول کی فرمانبرداری کرو۔ یہاں تک فرمایا کہ ''ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم'' اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری (رسول) کی پیروی کرو۔ پھر اللہ تم سے محبت کریں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف کریں گے...... یہ اور اس طرح کی دیگر آیات اچھی طرح سمجھ کر اپنے نظریے پر پختگی اپنائیں۔ اپنے نظریے میں حنیفیت کی حد تک غیرت و اخلاص پیدا کریں۔ ساری دنیا کے طور طریقے اور رسم و رواج جوتے کی نوک پر رکھ کر ٹھکرا دیں اور محمد ﷺ کے طریقے کو اختیار کریں۔

ڈاڑھی، شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھنا، عورت کے لئے پردہ کرنا اور دیگر اعمال کو چھوٹا موٹا سمجھ کر چھوڑ دیں، ہر عمل کو اس انداز سے لیں کہ اگر میں اسے اختیار کرتا ہوں تو میں دنیا میں محمد ﷺ کی قیادت و راہنمائی کو ماننا منوانا چاہتا ہوں اور ثابت کر رہا ہوں کہ میں تو انہی کو رہنما مانتا ہوں اور اگر یہ اعمال نہیں کرتا تو دنیا میں یہود و نصاریٰ اور کفار کا کردار اختیار کر کے محمد ﷺ کے حکم کو توڑ رہا ہوں۔ ان کی رسالت و قیادت سے انکار کر رہا ہوں۔

جھوٹی عقیدت و محبت:

آج جہالت و لاعلمی کی وجہ سے ہم لوگوں نے صرف زبان سے عقیدت و محبت کے بول بولنے اور آپ ﷺ کی ولادت کے دن کو کرسمس کی طرف خرافات و بدعات میں ڈوب کر منانے کو ہی عشق رسول ﷺ کا معیار سمجھ لیا ہے حالانکہ محض دن منانے کی اسلام میں کوئی اہمیت نہیں اور نہ صحابہ کرامؓ و تابعین نے ایسے دن کبھی منائے۔ کیونکہ اصل اہمیت ایک دن منانے کی نہیں بلکہ سارا سال اور ساری زندگی سیرت اپنانے کی ہے۔ آج ہم نے چند نعرے لگانے کو ہی محمد رسول اللہ ﷺ کی قیادت کو تسلیم کرنا سمجھ لیا ہے۔ بدقسمتی کی بات ہے کہ چہرے پر کفر کے جھنڈے، لباس کفر والا، گھر کا ماحول، کاروبار، شادی غمی کے معاملات سب پر محمد رسول اللہ ﷺ کی راہنمائی سے انکار اور کفر کی گہری چھاپ غرض ہمارے اندر دنیا کے ہر کفر کا طریقہ مل جائے گا۔ کاروبار یہودیوں جیسا، شادی ہندوؤں جیسی، شکل، لباس صلیبیوں جیسا، نماز قرآن سے چھٹی، غیر مسلم دہریئے، کمیونسٹ سوشلسٹ جیسا کردار نظر آئے گا تو محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت و حدیث نہیں نظر آئے گی مگر دعویٰ پھر بھی یہ کہ مجھے آپ ﷺ سے بڑی عقیدت ہے۔ میں آپ ﷺ کا پروانہ و عاشق ہوں۔ ان جھوٹی محبتوں، عقیدتوں کو چھوڑیں اور اس پیغمبر کی اس حدیث پر غور کریں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا

''من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ''

''جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔''

بزم اطفال

عرفی چاچو

حضور اکرم ﷺ کا بچپن

حضور ﷺ نے جس بے سروسامانی میں آنکھ کھولی اور جس ماحول میں تربیت پائی' قرآن کریم کی آیت اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی اس پر شاہد ہے۔ پیدائش سے قبل ہی شفقت پدری سے محروم ہو جانا' چھ سال کی صغرسنی میں بہ حالت مسافرت والدہ محترمہ کا فوت ہو جانا اور پھر آٹھ سال کی کم عمری میں شفیق دادا کا بھی انتقال کر جانا۔ لمحہ بہ لمحہ اسی طرح دنیاوی آسروں کی جدائی نے ایک نوزائیدہ قلب پر کیا اثرات چھوڑے اور افتادِ طبع کو کسی رخ پر ڈھال گئے؟ ان کا مطالعہ بصیرت افروز ہوگا۔

دادا مرتے وقت اپنے یتیم پوتے کو اپنے بیٹے ابوطالب کے حوالے کر گئے اور رسول پاک ﷺ کی معصوم زندگی ایک نئے دور میں داخل ہوئی۔

حضور ﷺ بچپن ہی سے بڑے شرمیلے اور حیادار تھے۔ ایک دن آپ ﷺ کے ساتھ جنگل میں کھیلتے ہوئے بچوں نے کھیل کے لئے پتھر ڈھونا شروع کیے۔ اس عمر کے بچوں کا طریقہ تھا کہ تہبند کی چادر اتار کر کندھے پر ڈال لیتے تھے تاکہ کندھے پر لدے ہوئے پتھر نہ چبھیں۔ کمسنی کی وجہ سے ننگے پھرنے میں وہ کوئی عیب نہ سمجھتے تھے۔ لیکن حضور ﷺ ننگے کندھوں پر ہی پتھر ڈھوتے رہے اور بچوں کے اصرار کے باوجود تہبند اتارنے سے انکار کر دیا۔ فطری حیا نے کم سنی میں بھی عریانی کی اجازت نہ دی۔

بت پرستی کی لغویت تو ہوش سنبھالتے ہی آپ پر عیاں ہو چکی تھی۔ فعال اور مستعد انسان بے جان پتھروں کے سامنے سر نیاز خم کرے، یہ ایک ایسی مضحکہ خیز بات تھی جس کی لغویت کسی دلیل کی محتاج نہ تھی۔ آپ ﷺ کو ابتدا ہی سے بتوں سے ایسی نفرت ہوئی کہ ان کی قربان گاہوں پر ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت کھانا بھی گوارا نہ کیا۔ (بشکریہ: سیارہ ڈائجسٹ' رسول نمبر)

رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک

ہجرت کے وقت رسول اللہ ﷺ ام معبدؓ خزاعیہ کے خیمے سے گزرے تو اس نے آپ ﷺ کی روانگی کے بعد اپنے شوہر سے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا جو نقشہ کھینچا' وہ یہ تھا......

چمکتا رنگ' تابناک چہرہ' خوبصورت ساخت' نہ توندے پن کا عیب' نہ گنجے پن کی خامی' جمال جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر' سرگیں آنکھیں' لمبی پلکیں' بھاری آواز' لمبی گردن' سیاہ سرگیں پلکیں' باریک اور باہم ملے ہوئے ابرو' چمکدار کالے بال' خاموش ہوں تو باوقار' گفتگو کریں تو پرکشش' دور سے دیکھنے میں سب سے تابناک و پرجمال' قریب سے سب سے خوبصورت اور شیریں' گفتگو میں چاشنی' بات' واضح اور دوٹوک' نہ مختصر' نہ فضول' انداز ایسا کہ گویا لڑی سے موتی جھڑ رہے ہیں۔'' پہلے آپ ﷺ اہل کتاب کی موافقت پسند کرتے تھے۔ اس لئے بال میں کنگھی کرتے تو مانگ نہ نکالتے لیکن بعد میں مانگ نکالا کرتے تھے۔

حضرات براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ کا چہرہ سب سے زیادہ خوبصورت تھا اور آپ ﷺ کا اخلاق سب سے بہتر تھا۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ نبی ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا تھا۔ انہوں نے کہا' نہیں بلکہ چاند جیسا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا چہرہ گول تھا۔ ربیع بنت معوذ کہتی ہیں کہ اگر تم حضور ﷺ کو دیکھتے تو لگتا کہ تم نے طلوع ہوتے ہوئے سورج کو دیکھا ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار چاندنی رات میں آپ ﷺ کو دیکھا' آپ ﷺ پر سرخ جوڑا تھا' میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا اور چاند کو دیکھتا۔ آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ آپ ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ (بحوالہ: الرحیق المختوم)

(حفصہ بنت مقبول احمد' لاہور)

جہاد

سیرت رسول ﷺ کا ایک اہم جز

افرادی قلت اور سامان حرب میں کمی کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہادی میدانوں کو گرمایا۔ جنگ احد میں **650** جانبازوں کے مقابلے میں تین ہزار کافر...... غزوۂ احزاب میں تین ہزار جانثاروں کے مقابلے میں دس ہزار کافر...... غزوۂ خیبر میں چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مدمقابل دس ہزار دشمن اور جنگ موتہ میں تین ہزار مجاہدین کے مقابلے میں دو لاکھ کفار حملہ آور ہوئے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے افرادی قلت اور سامان حرب کے بہت بڑے فرق کے باوجود میدانوں میں وہ کارنامے سرانجام دیئے کہ چشم فلک حیران تھی۔ انہوں نے قیامت تک کے مسلمانوں پر یہ ثابت کر دیا کہ افرادی قلت اور جنگی ساز وسامان کی کمی کے باوجود جہاد سے روگردانی کسی طور درست نہیں۔ خود اللہ کے رسول ﷺ کی حالت یہ تھی کہ

میٹھی باتیں

پیارے بہن بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس دفعہ بزم اطفال میں ہمیں بہت سے نئے لکھنے والوں کے خطوط موصول ہوئے ہیں۔ سب نئے لکھنے والوں کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ اب بزم اطفال کے ساتھ اپنا مستقل قلمی تعلق رکھیں گے۔ نئے لکھنے والوں سے درج ذیل گزارشات ہیں۔

1- غیر معیاری اور بغیر حوالہ کے تحریر نہ بھیجیں۔
2- تحریر صفحے کے ایک طرف ہونی چاہیے۔
3- شعر صرف دو مصرعوں پر مشتمل ہونا چاہیے۔
4- ذہن ساز انعامی کوئز میں حصہ لینے والے اپنا ایڈریس ساتھ ضرور لکھا کریں۔
5- پیارے بہن بھائیو! آپ نے دیکھا کہ اس دفعہ مجلّہ الدعوۃ سیرت النبی ﷺ پر خصوصی اشاعت سے مزین ہے۔ اس دفعہ بزم اطفال میں بھی زیادہ تر سیرت کے حوالے سے مضامین شامل کئے گئے ہیں۔ امید ہے آپ کو ہماری یہ کاوش پسند آئے گی۔

والسلام

آپ کا عرفی چاچو

سفیر نبوی ﷺ

مراسلہ
ابوعبیدہ ثانی حفیظ الرحمٰن، وہاڑی

سفیر	علاقہ/منزل	تاریخ تقرری	نوعیت
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	بدر، قریش مکہ	2ھ، 624ء	لشکر قریش کو واپس مکہ جانے کا حکم دینا
محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ	بنونضیر	ذیقعد 4ھ	یہودی قبیلہ کو اخراج کے فیصلہ نبویؐ سے آگاہ کرنا
نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ	غطفان قریش/قریظہ	5ھ، اپریل 627ء	احزاب کے مختلف گروہوں سے گفتگو کے لئے
سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ	بنوقریظہ	5ھ، اپریل 627ء	یہودی قبیلہ کو معاہدہ پر قائم رہنے کی یاددہانی
عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	بنوقریظہ	5ھ، اپریل 627ء	یہودی قبیلہ کو معاہدہ پر قائم رہنے کی یاددہانی
خراش بن امیہ رضی اللہ عنہ	قریش مکہ	ذیقعد 6ھ، مارچ 628ء	مسلمانوں کے مکہ میں داخلہ کی اجازت کے حصول کیلئے
عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	قریش مکہ	ذیقعد 6ھ، مارچ 628ء	مسلمانوں کے مکہ میں داخلہ کی اجازت کے حصول کیلئے
اقرع بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	تمیم	10/11، 2ھ، 631ء	دعوت صلح دوستی
عبداللہ بن موسح رضی اللہ عنہ	قبائل یمن	10/11، 2ھ، 631ء	مسیلمہ کی بغاوت کو کچلنے کا حکم لے کر
حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ	شاہ عمان	ذیقعد 8ھ، فروری، مارچ 630ء	دعوت اسلام معاہدہ صلح دوستی
علی بن طالب	قریش مکہ	ذیقعد 6ھ، مارچ 628ء	صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے کرنے کے لئے

بھوک کے باعث پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے مگر میدان جہاد سے پیچھے نہ ہٹے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں، ان کا شمار اللہ کے محبوب بندوں میں ہوتا ہے۔ اللہ ایسے بندوں سے شدید محبت کرتا ہے جو اس کے راستے میں اپنی سب سے قیمتی متاع یعنی جان لے کر نکلتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ ''اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کے راستے میں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک عمارت ہیں، سیسہ پلائی ہوئی۔'' (الصف-4)

آج ترک جہاد کے باعث مسلمانوں کا انگ انگ غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ حقیقت میں یہ اللہ کا عذاب ہے جو ترک جہاد کے باعث آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اگر تم (جہاد کے لئے) نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو بدل لائے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔'' (التوبہ-39)

(حیات عبداللہ......امیرپور سادات کہروڑپکا)

ہمارے پیارے نبی ﷺ کے

اعلیٰ اخلاق

پیارے بچو! ہمارے نبی ﷺ کیسے عظیم اخلاق کے مالک تھے، اس کا اندازہ لگانے کے لئے آیئے آپ ﷺ کی سیرت سے کچھ واقعات ملاحظہ کریں۔

ایک دن آپ ﷺ نے دیکھا، ایک مزدور عورت سر پر لکڑیاں رکھے بازار سے گزر رہی تھی۔ بازار میں کام کرنے والے اسے چھیڑ رہے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان شریر لوگوں کو ڈانٹا اور فرمایا ''شرم کرو، تم اس کی مدد نہیں کرتے، الٹا اسے ستاتے ہو۔''

ایک دفعہ ایک امیر شخص اپنی لونڈی کو مار رہا تھا اور وہ فریاد پکار رہی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے اس آدمی کو لونڈی پر ظلم کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن وہ شخص آپ ﷺ سے بدتمیزی سے پیش آیا اور کہنے لگا ''تم میری لونڈی کی بات میں دخل دینے والے کون ہوتے ہو؟''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک مظلوم عورت کے معاملے میں ضرور دخل دوں گا۔ اس کے بعد آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ ساری رات سو نہ سکے۔ آپ ﷺ بار بار فرماتے تھے ''اس قوم کا کیا انجام ہوگا جو کمزور عورتوں پر ظلم کرتی ہے۔ کاش! میں اس لونڈی کی کچھ مدد کر سکتا۔''

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ کو اس بے چینی کے عالم میں دیکھا تو دوسری صبح اس لونڈی کو بھاری قیمت دے کر خرید اور آزاد کر دیا۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے دیکھا، ایک بوڑھا غلام کنویں سے پانی نکال کر باغ کو پانی دے رہا تھا۔ کنوئیں سے پانی نکالتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور ڈول سے پانی نکال کر باغ کو سیراب کرنے لگے۔ جب کام ختم ہو گیا تو بوڑھے سے فرمانے لگے ''آئندہ جب کبھی باغ کو پانی دینا ہو تو مجھے بلا لیا کرو۔''

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک بچے کو سردی سے کانپتے ہوئے دیکھا۔ اس کے جسم پر کوئی گرم کپڑا نہ تھا۔ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے پوچھنے پر بچے نے بتایا کہ وہ یتیم ہے اور اس کا آقا اس پر بہت ظلم کرتا ہے۔

یتیم کی یہ بات سن کر حضور ﷺ کے آنسو نکل آئے۔ آپ ﷺ نے اسے کپڑا اوڑھایا اور تسلی دی۔ دوسرے دن آپ ﷺ نے دیکھا، وہی بچہ بہت بھاری بوجھ اٹھائے جا رہا ہے۔ اس بوجھ سے اس کی گردن دہری ہوئی جا رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا بوجھ اٹھا لیا اور جہاں اس نے جانا تھا، سامان وہاں پہنچا دیا اور فرمانے لگے: اے بچے! محمد ﷺ کو اپنی تکلیف میں یاد کر لیا کرو۔

(ظہور الدین بٹ، لاہور)

انصاف کا تقاضہ

عبدالرحمٰن سوم اندلس کا حکمران تھا۔ وہ زہد و تقویٰ اور عدل و انصاف کا شیدائی تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ عبداللہ اور الحکم۔ عبداللہ میں قدرے خودسری پائی جاتی تھی۔ اس لئے عبدالرحمٰن سوئم نے چھوٹے بیٹے الحکم کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔

حکومت میں عبدالدار نام کا ایک قانون دان اپنے دل میں آس لگائے بیٹھا تھا کہ اسے قاضی مقرر کیا جائے۔ عبدالرحمٰن سوئم نے جب بڑے بیٹے عبداللہ کو نظرانداز کر کے چھوٹے بیٹے الحکم کو جانشین بنایا تو عبدالدار نے عبداللہ کو اکسایا اور بغاوت کر دی۔ بغاوت ابھی شروع ہوئی ہی تھی کہ مخبری ہو گئی اور فوج نے باغیوں پر قابو پا لیا۔ باغیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ عبداللہ اور عبدالدار دونوں پکڑے گئے۔ عبدالرحمن سوئم نے دونوں کو قید خانے میں الگ الگ کمروں میں بند کرنے اور ان کے جرم کی تحقیقات کرنے کا حکم دیا۔ عبدالدار نے قید خانے میں پہلی رات ہی خودکشی کر لی۔ عبداللہ کے خلاف بغاوت اور فوج کے کئی افراد کے قتل کا جرم ثابت ہو گیا۔ قاضی نے اس کے لئے سزائے موت پر اپنی مہر ثبت کر دی۔ عبداللہ کے چھوٹے بھائی الحکم نے اپنے باپ سے التجا کی کہ وہ آخر آپ کا بیٹا اور میرا بھائی ہے، اسے بخش دیا جائے۔ ''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اپنے نوجوان بیٹے کو جلاد کے حوالے کر کے میں خوش رہوں گا'' عبدالرحمٰن سوئم نے کہا کہ کل جب جلاد کی تلوار اس کا سر اس کے دھڑ سے جدا کر دے گی تو میرا جگر کٹ جائے گا۔ مگر میں نے اسے زندہ رہنے دیا تو یہ سلطنت کٹ کر ختم ہو جائے گی۔ عبداللہ کے مرنے پر صرف میں روؤں گا۔ تم روؤ گے، تمہاری ماں اور بہنیں روئیں گی مگر وہ زندہ رہا تو اسلام کی تاریخ روئے گی۔ میں ملک و قوم اور انصاف کی خاطر اپنے بیٹے کو قربان کرتا ہوں۔'' دوسری صبح عبداللہ کو جلاد کے حوالے کر دیا گیا۔

پیارے بچو! ہے نا انصاف؟ آپ بھی یہ دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو بھی اسی طرح انصاف کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (بحوالہ: کردار کے غازی)

(فاطمہ ظفر فاطمی فتح گڑھ لاہور)

گذشتہ ماہ کے درست جوابات

1- رسول اللہ ﷺ کی دایا کا تعلق قبیلہ بنی سعد سے تھا۔

2- پہلے شق صدر کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کی عمر دو سال تھی۔

3- آپ ﷺ کی والدہ کو ابواء کے مقام پر دفن کیا گیا۔

4- والدہ کی وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر 6 سال تھی۔

5- ''سانحہ دارفور سوڈان کو تقسیم کرنے کی ایک اور سازش'' یہ جملہ مجلہ الدعوۃ کے صفحہ نمبر 32 ہے اور مضمون نگار ہیں علی عمران شاہین۔

میرا پسندیدہ شعر

جب سے خطرہ میں لپٹی دین کی آبرو ہے
تبھی سے دل میں میرے شہادت کی آرزو ہے
(اخت عبدالرشید' لالیاں)

یہی آرزو ہے کہ تعلیم قرآن عام ہو جائے
تمام پرچموں سے اونچا پرچم اسلام ہو جائے
(غضنفر علی اینڈ شعیب عباس' کوٹ گوہر محمد (کبیر والا))

ہم زخم پہ مرہم رکھتے ہیں ہم زخم لگانا کیا جانیں
ہم توحید کے نغمے گاتے ہیں بیکار ترانے کیا جانیں
(ابومسلم بلال عبدالروف اشرف' سرگودھا)

قرآن کی ہدایت بھول گئے سنت کی فضیلت بھول گئے
افسوس کہ رفتہ رفتہ ہم احکام شریعت بھول گئے
(محمد سفیان بھلیر باجوہ پسرور)

بذریعہ قرعہ اندازی انعام یافتگان:

1- عبدالرحمٰن' گجرات۔

2- علی اصغر' چکسواری آزاد کشمیر

3- طاہر اللہ' ضلع دیر صوبہ سرحد

ذہن ساز انعامی کوئز

1- ابواء کہاں واقع ہے؟

2- والدہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی پرورش کس نے کی؟

3- رسول اللہ ﷺ جب اپنے چچا کی کفالت میں آئے اس وقت آپ ﷺ کی عمر کتنی تھی؟

4- رسول اللہ ﷺ نے جب اپنے چچا کے ساتھ شام کا سفر کیا تو اس وقت آپ ﷺ کی عمر کتنی تھی؟

5- ''صدام کی نماز جنازہ عوجہ کے سلفی امام و خطیب نے پڑھائی اور اس کے مطابق صدام نے اپنی پکی قبر بنانے کی وصیت کی۔'' یہ جملہ مجلہ الدعوۃ کے کس صفحہ پر ہے نیز مضمون نگار کا نام لکھیں۔

مجھے خاموشی سے زہر ستم پینا نہیں آتا
مجھے باطل سے دب کر دھر میں جینا نہیں آتا
(اخت محمد عارف)

جوش جہاد کی چنگاری جس دل میں فروزاں ہوتی ہے
اس خون کا قطرہ جنت ہے اس آنکھ کا آنسو موتی ہے
(عائشہ بن یعقوب' وہاڑی)

غلامی میں کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
(اخت ابوعبدالرحمٰن مدثر' 29 جنوبی سرگودھا)

اسلام وہ دین نہیں جس نے پانی سے غذا پائی
دیا مسلم نے لہو تو چمن میں ہے بہار آئی
(اخت ابومعاویہ عبدالمالک شہید' حویلیاں)

خطوط بھیجنے والے دیگر قارئین

محمد علی عاجز' بھلیر باجوہ پسرور۔ اخت الشہدین مینا خلاد کاشمیری' کھاریاں۔ جویریہ سرفراز علی' محمد عثمان عبداللہ' چنیوٹ۔ عبداللہ عسکری' سیالکوٹ۔ سمعیہ اخت سعید احمد شہید' نائلہ شاہین' لدھیوالہ چیمہ۔ اخت عثمان جبیر یعقوب' وہاڑی۔ کومل پیرزادہ' لالہ موسیٰ۔ امیر حمزہ قیصر' فورٹ عباس۔ عطاء الرحمٰن حیدر' جنڈیالہ باغوالہ۔ اخت ابومنذر شہید' کھاریاں کینٹ۔ طاہرہ زبیر' ڈیرہ ملا سنگھ۔ عائشہ عبدالرحمٰن' اخت ابوعبدالرحمٰن' سرگودھا۔ محمد وسیم طاہری' کراچی۔ فیصل شہزاد' جنید الرحمٰن' راشد اویس' اسماء عفت' اخت عبدالواجد' گجرات۔ اخت ابی مرصد شہید' فورٹ عباس۔ ابوسلمان جونیجو' جام شورو۔ عبدالمعید' عبدالرحمٰن' مریم بدیعہ' مرکز طیبہ مریدکے۔ محمد اسامہ' خدیجہ نذیر' بوریوالہ۔ سمعیہ' زخسانہ' نعیم احمد' خالدہ جونیجو' جام شورو۔ محمد عبدالرحمٰن' محمد نواز' چنیوٹ۔ محمد عثمان' محمد مہر' قاری عبدالستار' عمر دراز' چنیوٹ۔ حفصہ بنت مقبول' لاہور۔ بنت محمد یحییٰ خان' عارفوالہ۔ محمد عارف افضل' لالیاں۔ ابتسام ساجد' نوکھر۔ اخت عبدالرشید' لالیاں۔ حافظ عبیدالرحمٰن سلفی' رحیم یار خان۔ کلثوم فضل دین' فیصل آباد۔ اخت سلیمان' گوجرانوالہ۔ ملیحہ لودھی' سانگھڑ۔ ابورضوان حیدر' طاہرہ یاسمین ڈیرہ ملا سنگھ، قاری محمد اسماعیل بورے والا۔ سلمیٰ مصطفیٰ منکیرہ ضلع بھکر

بتعاون: دارالاندلس
اسلام کی نشر و اشاعت کا عالمی مرکز 042-7230549
dar_ul_andlus@yahoo.com

بقیہ — درس القرآن

کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بات حجت و دلیل ہے لوگوں کی رائے اور پسند دلیل نہیں لہٰذا اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ (الحجرات 1)

اس لئے وہی اعمال بجالانے چاہئیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے مشروع قرار دیا ہو اپنی مرضی یا کسی کے قول و فتوے سے کوئی عمل نیک یا اچھا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔ (محمد 33)

لہٰذا ہر وہ عمل جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں نہ ہو وہ ضائع اور باطل ہے چاہے وہ عمل پہاڑوں جیسا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کوئی مقام نہیں اور ایسے لوگوں کی تمام محنتیں اور کوششیں ضائع اور رائیگاں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کہہ دیجئے (اے رسول) کہ اگر (تم کہو تو) میں تمہیں بتادوں کہ با اعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہو گئیں اور وہ اس گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔ (الکہف 103-104)

اور جیسا کہ فرمایا اس دن (قیامت) بہت سے چہرے ذلیل (اور) محنت کرنے والے تھکے ہوئے وہ دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔ (الغاشیہ 2-4) اسی طرح رسول اللہ ﷺ ہر خطبہ و درس سے پہلے اسی بات کی تلقین کیا کرتے تھے جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بے شک بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین نمونہ محمد ﷺ کا نمونہ ہے۔ تمام امور میں سے بدترین امور دین میں نئے کام ہیں اور دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔ نسائی صلوۃ العیدین باب کیف الخطبۃ، صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے پاس تین آدمی آئے وہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کرتے تھے پس جب انہوں نے آپ کی عبادت ان کو بتائی تو گویا انہوں نے اس (عبادت) کو تھوڑا سمجھا پس کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کا مقام تو ہم سے کہیں زیادہ ہے۔ ان کی تو اللہ نے اگلی پچھلی خطائیں (اگر ہیں) معاف کر دی ہیں۔ (ہمیں تو ان سے زیادہ اعمال بجا لانے چاہئیں) چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو اب ہر روز تمام رات عبادت کیا کروں گا دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا تیسرے نے کہا کہ میں شادی نہیں کروں گا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم نے ایسے اور ایسے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں لیکن میں روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں اور (نفلی) نماز پڑھتا بھی ہوں (رات کو) اور سوتا بھی ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں پس جس نے میری سنت سے منہ موڑا اس کا میری امت سے کوئی تعلق نہیں۔ (کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح۔ بخاری)

پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے علم و تقویٰ (عمل) میں کوئی بھی نہیں بڑھ سکتا اس لئے اعمال بجا لانے میں آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع میں رہنا چاہئے۔ اپنی مرضی کر کے آپ ﷺ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات شامل کی وہ مردود ہے۔ (کتاب الاقضیہ باب نقض الاحکام الباطلہ۔ مسلم)

یعنی دین میں ثواب سمجھ کر نئی نئی باتیں شامل کرنے والا خود بھی مردود ہے اور اس کا کام بھی مردود ہے۔ لہٰذا متبع بن کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہئے۔ مبتدع بن کر اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرنا چاہئے۔ اچھے اور برے اعمال کے ذکر کے بعد بعث بعد الموت کا بیان ہے کہ اچھے اور برے اعمال کی جزاء و سزا کے لئے موت کے بعد اٹھایا جانا نہایت ضروری ہے تاکہ نیک و بد کو جزاء و سزا دی جا سکے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو کائنات کا بنانا اور اس میں انسانوں کی آبادی کا معاملہ عبث اور بیکار ٹھہرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی صفت عدل کے خلاف ہے لیکن کفار اس کے منکر ہیں اس لئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اگر آپ کفار سے کہیں گے کہ تم لوگ موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے تاکہ ہر شخص کو اس کے اچھے یا برے اعمال کا بدلہ دیا جائے تو وہ کہیں گے کہ اے محمد ﷺ جو تم کہہ رہے ہو یہ بیان تو کھلا جادو ہے۔ یا قرآن جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا تصور پیش کرتا ہے یہ تو کھلا جادو ہے جو بے بنیاد اور ناقابل یقین ہے۔ اگرچہ اس نے بہت سے لوگوں کو مرعوب اور مسحور کر رکھا ہے مگر ہم پر یہ جادو اثر انداز نہیں ہو سکتا کفار مکہ اگرچہ اس بات کے معترف تھے کہ ان کا اور زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر یہ کہاں الٹے پھرے جاتے ہیں = (الزخرف 87) اور فرمایا

اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ زمین و آسمان کا خالق اور سورج و چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ! پھر کدھر الٹے جا رہے ہیں۔ (العنکبوت 61)

لیکن اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کے اقرار کے باوجود کفار مکہ مرنے کے بعد کی زندگی کے قائل و معترف نہ تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں انسانوں کا اعادہ ان کی ابتداء سے زیادہ آسان ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وہی ہے جو پہلی بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت ہی آسان ہے۔ (الروم 27)

اللہ تعالیٰ کی قدرت تو اتنی عظیم ہے کہ اس کے لئے تمام انسانوں کو پیدا کرنا ایک انسان کے پیدا کرنے کی طرح ہے جیسا کہ فرمایا

تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد زندہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک جان کا۔ (لقمان 28)

اس کے علاوہ بھی قرآن مجید میں دنیوی زندگی کے بعد اخروی زندگی پر بے شمار دلائل موجود ہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی شک و تکذیب اور عناد و ہٹ دھرمی والی طبیعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "اگر ہم ان سے عذاب ایک محدود مدت تک ٹال دیں تو بجائے ہمارا شکر یہ ادا کرنے اور اپنی اصلاح کرنے کی بجائے حماقت و نادانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کو جلد طلب کریں گے اور مذاق و استہزاء کے طور پر کہیں گے کہ عذاب کو کون سی چیز روکے ہوئے ہے آخر آتا کیوں نہیں' اس کا مطلب ہے کہ (معاذ اللہ) رسول جھوٹا ہے کہ اس نے عذاب کے وقوع کا وعدہ کیا ہے اور وہ آ نہیں رہا

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اب عذاب عذاب کرتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئے گا تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور یہ استہزاء و مذاق (جلد عذاب طلب کرنا) ان کو اپنے گھیرے اور گرفت میں لے لے گا اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب میں تاخیر پر انسان کو غفلت کا شکار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کی گرفت کسی بھی وقت ہو سکتی ہے۔ کافروں کے عذاب جلدی طلب کرنے کی عادت کا اور مقامات پر بھی ذکر ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یہ لوگ آپ سے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں۔ اگر میری طرف سے مقرر کیا ہوا وقت نہ ہوتا تو اب تک ان کے پاس عذاب آ چکا ہوتا۔ یہ یقینی بات ہے کہ اچانک ان کی بے خبری میں ان کے پاس عذاب آ پہنچے گا یہ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں اور (تسلی رکھیں) جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے۔ (العنکبوت 53-54)

اور فرمایا:

اور جو تجھ سے (سزا کی طلبی میں) جلدی کر رہے ہیں۔ راحت سے پہلے ہی یقیناً ان سے پہلے (سزائیں بطور مثال گزر چکی ہیں۔ (الرعد 6)

اور فرمایا

اور عذاب کو آپ سے جلدی طلب کر رہے ہیں اللہ اپنا وعدہ ہرگز نہیں ٹالے گا: (الحج 47)

سورۃ ہود کی اس آیت (8) میں امۃ = مدت اور وقت کے معنی میں مستعمل ہے۔ سورۃ یوسف کی آیت نمبر 45 میں بھی اس معنی میں استعمال ہوا ہے اور = امۃ = کا لفظ امام پیشوا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً۔ (النحل 120)

ملت اور دین کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

جیسے إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ (الزخرف 23)

جماعۃ اور طائفہ (گروہ) کے معنی میں جیسے=

وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ (القصص 23)

اور وَمِن قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ (الاعراف 159)

اور مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ (آل عمران 113)

وہ مخصوص گروہ یا قوم جس کی طرف کوئی رسول مبعوث ہو جیسے وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ (یونس 47)

اور وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ

اور اس سے مراد وہ امت (کافر و مومن) جن کی طرف رسول مبعوث ہو اور اس کو امت دعوت بھی کہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔ آپ نے فرمایا

اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت (امت دعوت) میں سے کوئی یہودی اور نصرانی میری نبوت و رسالت کا سنے پھر مجھ پر ایمان نہ لائے تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ کتاب الایمان باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ (مسلم)

امت اتباع سے مراد وہ امت ہے جو رسول پر ایمان لائیں اور اس کی تصدیق کریں= جیسے كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران 110)

اور جیسا کہ حدیث میں ہے۔ فاقول امتی امتی پس میں کہوں گا (قیامت کے دن) میری امت میری امت یعنی امت اجابت (دعوت قبول کرنے والی امت)

فوائد

1۔ اللہ تعالیٰ کی وسعت علمی کا بیان۔

2۔ تمام مخلوق کا رازق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

3۔ کائنات کی پیدائش اور اس کی غرض و غائت کا بیان۔

4۔ بعث بعد الموت کا بیان۔

5۔ اہل معصیت کو اللہ تعالیٰ کی مہلت سے غفلت میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کی گرفت اچانک آ سکتی ہے۔

وفیات الاعیان

ہزارہ ڈویژن موضع جھنگڑا حویلیاں کے نامور اور جید عالم دین مولانا فیروز الدین پیرانہ سالی کی عمر میں وفات پا گئے۔ انہوں نے پون صدی سے زائد عمر دین کی دعوت اور تبلیغ کے کام میں گزاری۔ وہ علاقہ بھر میں مسلک حقہ قبول کرنے والے پہلے شخص تھے جس پر انہیں اذیتیں بھی برداشت کرنا پڑیں لیکن ان کی استقامت اور دین کی تبلیغ کی وجہ سے آج علاقہ بھر میں قرآن و حدیث کے متوالوں کی بے شمار مساجد بنیں اور بڑی تعداد میں لوگ قرآن و حدیث کی صحیح راہ کی طرف راغب ہوئے۔ ان کی نماز جنازہ جماعۃ الدعوۃ کے مرکزی راہنما اور شعبہ علماء صوبہ سرحد کے مسئول مولانا مسعود الرحمٰن جانباز (برادر شہیدین) نے پڑھائی جس میں علاقہ بھر کے علمائ معززین اور عوام کی بھاری تعداد شریک ہوئی۔

اسی طرح مولانا فیروز الدین کے ایک اور قریبی ساتھی اور بزرگ عالم دین حکیم مولانا محمد اسحاق برق بھی وفات پا گئے۔ حکیم صاحب متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ انہوں نے ذاتی خرچ پر ایک مدرسہ تعمیر کر کے دعوت دین کا کام کر جاری رکھا تھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں فوت شدگان کی مغفرت فرمائے انہیں اعلیٰ علیین میں داخل کرے اور ورثاء کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

الدعوۃ اوپن یونیورسٹی کے زیراہتمام آیئے قرآن سیکھیں

فہم قرآن سبق نمبر 12

15 مئی 2007ء تک حل شدہ مشق 12 ضرور بھیج دیں

یونٹ نمبر 1

معلم: احسان الحق شہباز

حصہ صرف

کسی شخص کو حکماً کسی کام سے منع کرنا ہو تو اس کے لئے فعل نہی استعمال کیا جاتا ہے۔ گویا فعل امر میں کسی کام کے کرنے کا حکم ہوتا ہے اور فعل نہی میں نہ کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ اس کے لئے فعل مضارع کے حاضر کے صیغوں پر لائے نہی لگا کر فعل نہی حاضر بنایا جاتا ہے اور فعل مضارع کے غائب کے صیغوں پر لائے نہی لگا کر فعل نہی غائب بنایا جاتا ہے اور متکلم کے صیغے غائب کے صیغوں کے ساتھ لکھ دیئے جاتے ہیں۔ یعنی اگر حاضر شخص کو منع کرنا ہو تو نہی حاضر کے صیغے استعمال کریں گے اور اگر غائب شخص کے بارے حکم امتناعی جاری کرنا ہو تو نہی غائب کے صیغے۔ اسی طرح اپنے آپ کے لئے متکلم کے صیغے اسی طرح تاکیداً منع کرنے کے لئے تاکید کے نون ''ثقیلہ و خفیفہ'' لگائے جاتے ہیں۔

لائے نہی لگانے سے فعل مضارع پر کیا اثر پڑے گا' یہ آپ حروف جازمہ کے عمل میں پڑھ چکے ہیں۔

گردان فعل نہی حاضر

لَاتَضْرِبْ — تو نہ مار
لَاتَضْرِبَا — تم دونوں نہ مارو
لَاتَضْرِبُوْا — تم سب نہ مارو
لَاتَضْرِبِی — تو (عورت) نہ مار
لَاتَضْرِبَا — تم دو عورتیں نہ مارو
لَاتَضْرِبْنَ — تم سب عورتیں نہ مارو

فعل نہی حاضر بانون تاکید ثقیلہ

لَاتَضْرِبَنَّ — تو ایک مرد ہرگز نہ مار
لَاتَضْرِبَانِّ — تم دو مرد ہرگز نہ مارو
لَاتَضْرِبُنَّ — تم سب مرد ہرگز نہ مارو
لَاتَضْرِبِنَّ — تو ایک عورت ہرگز نہ مار
لَاتَضْرِبَانِّ — تم دو عورتیں ہرگز نہ مارو
لَاتَضْرِبْنَانِّ — تم سب عورتیں ہرگز نہ مارو

فعل نہی حاضر بانون تاکید خفیفہ

لَاتَضْرِبَنْ — تو ایک مرد ہرگز نہ مار
لَاتَضْرِبُنْ — تم سب مرد ہرگز نہ مارو
لَاتَضْرِبِنْ — تو ایک عورت ہرگز نہ مار

گردان فعل نہی غائب

لَایَضْرِبْ — وہ ایک مرد نہ مارے
لَایَضْرِبَا — وہ دونوں مرد نہ ماریں
لَایَضْرِبُوْا — وہ سب مرد نہ ماریں
لَاتَضْرِبْ — وہ ایک عورت نہ مارے
لَاتَضْرِبَا — وہ دو عورتیں نہ ماریں
لَایَضْرِبْنَ — وہ سب عورتیں نہ ماریں
لَاأَضْرِبْ — میں ایک مرد یا ایک عورت نہ ماروں
لَانَضْرِبْ — ہم دو مرد یا ہم دو عورتیں یا سب مرد یا سب عورتیں نہ ماریں

فعل نہی غائب بانون تاکید ثقیلہ

لَایَضْرِبَنَّ — وہ ایک مرد ہرگز نہ مارے
لَایَضْرِبَانِّ — وہ دو مرد ہرگز نہ ماریں
لَایَضْرِبُنَّ — وہ سب مرد ہرگز نہ ماریں
لَاتَضْرِبَنَّ — وہ ایک عورت ہرگز نہ مارے
لَاتَضْرِبَانِّ — وہ دو عورتیں ہرگز نہ ماریں
لَایَضْرِبْنَانِّ — وہ سب عورتیں ہرگز نہ ماریں
لَاأَضْرِبَنَّ — میں ایک مرد یا ایک عورت ہرگز نہ ماروں
لَانَضْرِبَنَّ — ہم دو یا سب مرد/ ہم دو یا سب عورتیں ہرگز نہ ماریں

فعل نہی غائب بانون تاکید خفیفہ

لَایَضْرِبَنْ — وہ ایک مرد ہرگز نہ مارے
لَایَضْرِبُنْ — وہ سب مرد ہرگز نہ ماریں
لَاتَضْرِبَنْ — وہ ایک عورت ہرگز نہ مارے
لَاأَضْرِبَنْ — میں ایک مرد یا ایک عورت ہرگز نہ ماروں
لَانَضْرِبَنْ — ہم دو یا سب مرد/ ہم دو یا سب عورتیں ہرگز نہ ماریں

یہ معروف کی گردانیں ہیں۔ اسی طرح مجہول کی گردانیں بنالیں اور اس کے مطابق ترجمہ کرلیں۔ جیسے تجھے نہ مارا جائے اسے نہ مارا جائے۔

اسم ظرف

☆ اسی طرح اگر کسی کام کے ہونے یا کیے جانے کی جگہ کو بیان کرنا ہو تو اس کے لئے اسم ظرف کی گردان بنائی جاتی ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ فعل مضارع سے علامت مضارع کو ختم کر کے میم مفتوح لگا دیتے ہیں۔ پھر عین کلمہ کو دیکھیں۔ اگر مکسور ہو تو مکسور ہی رہنے دیں۔ اگر مفتوح ہے تو مفتوح رہنے دیں اور اگر مضموم ہے تو اسے مفتوح کر دیں اور آخر میں تنوین لگا دیں گے جیسے یَضْرِبُ (وہ مارتا ہے/مارے گا) سے مَضْرِبٌ (مارنے کی جگہ) یَعْلَمُ (وہ جانتا ہے یا جانے گا) سے مَعْلَمٌ (جاننے کی جگہ) اور یَنْصُرُ (وہ مدد کرتا ہے یا کرے گا) سے مَنْصَرٌ (جس جگہ پر مدد کی گئی)

اس کے چار صیغے ہوتے ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

مَضْرِبٌ — مارنے کی ایک جگہ
مَضْرِبَانِ — مارنے کی دو جگہیں
مَضَارِبُ — مارنے کی بہت سی جگہیں
مُضَیْرِبٌ — مارنے کی تھوڑی سی جگہ

اسم آلہ

☆ اسی طرح کسی کام کے ہونے یا کیے جانے کا اوزار و آلہ بیان کرنا مقصود ہو تو اس کے لئے اسم آلہ کی گردان بنائی

جاتی ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ فعل مضارع سے علامت مضارع ختم کر کے میم مکسور لگا دیں اور عین کلمہ کو مفتوح ہی رکھیں گے جیسے یَضْرِبُ سے مِضْرَبٌ' یَنْصُرُ سے مِنْصَرٌ' یَفْتَحُ سے مِفْتَحٌ

اس کے تیرہ صیغے ہیں جو یہ ہیں۔

مِضْرَبٌ	مارنے کا ایک آلہ	(مذکر)
مِضْرَبَانِ	مارنے کے دو آلے	
مَضَارِبُ	مارنے کے بہت سے آلے	
مُضَيْرِبٌ	مارنے کا چھوٹا سا آلہ	
مِضْرَبَةٌ	مارنے کا ایک آلہ	(مونث)
مِضْرَبَتَانِ	مارنے کے دو آلے	(مونث)
مَضَارِبُ	مارنے کے بہت آلے	(مونث)
مُضَيْرِبَةٌ	مارنے کا چھوٹا سا آلہ	(مونث)
مِضْرَابٌ	مارنے کا ایک آلہ	
مِضْرَابَانِ	مارنے کے دو آلے	
مَضَارِيْبُ	مارنے کے بہت سے آلے	
مُضَيْرِيْبٌ	مارنے کا چھوٹا آلہ	(مذکر)
مُضَيْرِيْبَةٌ	مارنے کا چھوٹا آلہ	(مونث)

نوٹ: جمع کے صیغوں پر میم مفتوح ہوگی اور تصغیر کے صیغوں پر میم مضموم ہو جائے گی۔

☆ اسی طرح مقابلتاً کسی کام کے کرنے یا ہونے کو بیان کرنا ہو یعنی اس طرح بیان کرنا ہو کہ فلاں سب سے زیادہ یہ کام کرتا ہے یا کسی دوسرے فرد کے مقابلہ پر زیادہ کرتا ہے تو اس کے لئے اسم تفضیل کے صیغے بنائے جاتے ہیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ فعل مضارع سے علامت مضارع کو ختم کر کے ہمزہ مفتوح لگا دیتے ہیں اور اسے ہمزہ اسم تفضیل کہا جاتا ہے اور عین کلمہ کو فتحہ دے دیتے ہیں۔ (اس پر تنوین نہیں آتی کیونکہ یہ غیر منصرف ہوتا ہے) اس کے دس صیغے ہوتے ہیں۔ پانچ مذکر کے اور پانچ مونث کے جو درج ذیل ہیں۔

گردان اسم تفضیل

مذکر

اَضْرَبُ	سب سے زیادہ مارنے والا ایک مرد
اَضْرَبَانِ	سب سے زیادہ مارنے والے دو مرد
اَضْرَبُوْنَ / اَضَارِبُ	سب سے زیادہ مارنے والے کئی مرد
اُضَيْرِبُ	سب سے زیادہ مارنے والا پست قامت مرد

مونث

ضُرْبٰی	سب سے زیادہ مارنے والی ایک عورت
ضُرْبَيَانِ	سب سے زیادہ مارنے والی دو عورتیں
ضُرْبَيَاتٌ / ضُرَبٌ	سب سے زیادہ مارنے والی کئی عورتیں
ضُرَيْبٰی	سب سے زیادہ مارنے والی پست قد عورت

قرآن کریم میں اسم ظرف' اسم آلہ اور اسم تفضیل کے بہت سے الفاظ بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً مَسْجِدٌ' مَقْبَرَةٌ مَفَاتِحُ (کھولنے کے آلات' چابیاں) مَوَاطِنُ' مِشْكٰوةٌ' مِصْبَاحٌ' مِيْزَانٌ' مَوَازِيْنُ' مِنْسَاةٌ' مَسْكَنٌ' مَوْعِدٌ' مَعَارِجُ (چڑھنے کے آلات' سیڑھیاں) مَحِلَّةٌ (حلال ہونے کی جگہ) وغیرہ

الحمدللہ ایک باب مکمل ہو گیا' اسی طریقہ سے ثلاثی مجرد کے چھ باب بنائے جا سکتے ہیں۔ صرف چھٹے باب کا تھوڑا سا فرق ہے جو سمجھنا آسان ہے۔ یاد رہے صرفیوں نے (علم الصرف والوں نے) پورے باب کی گردانوں سے ایک ایک لفظ لے کر اور امر نہی ظرف وغیرہ کی نشاندہی کرتے ہوئے ایک گردان بنائی ہوئی ہے جسے صرف صغیر یعنی پورے باب پر مشتمل مختصر گردان (خلاصہ) کا نام دیا گیا ہے۔ وہ اس طرح ہے۔

ضَرَبَ يَضْرِبُ ضَرْبًا (یہ مصدر ہے) فَهُوَ (یہ علیحدہ لفظ رابطہ قائم رکھنے کے لئے ہے)۔ ضَارِبٌ وَضُرِبَ يُضْرَبُ ضَرْبًا فَذَاكَ مَضْرُوْبٌ لَمْ يَضْرِبْ لَمْ يُضْرَبْ لَايَضْرِبُ لَا يُضْرَبُ لَنْ يَّضْرِبَ لَنْ يُّضْرَبَ اَلْاَمْرُ مِنْهُ (اس سے امر کی گردانیں) اِضْرِبْ لِتُضْرَبْ لِيَضْرِبْ لِيُضْرَبْ وَالنَّهْيُ عَنْهُ (اس سے نہی کی گردانیں) لَاتَضْرِبْ لَاتُضْرَبْ لَايَضْرِبْ لَا يُضْرَبْ ۔ الظرف منه (اس باب سے اسم ظرف) مَضْرِبٌ مَضْرِبَانِ مَضَارِبُ مُضَيْرِبٌ وَالْآلَةُ مِنْهُ مِضْرَبٌ مِضْرَبَانِ مَضَارِبُ وَمُضَيْرِبٌ مِضْرَبَةٌ مِضْرَبَتَانِ مَضَارِبُ وَمُضَيْرِبَةٌ مِضْرَابٌ مِضْرَابَانِ مَضَارِيْبُ وَمُضَيْرِيْبٌ وَمُضَيْرِيْبَةٌ وافعل التفضيل المذكر منه مذکر اَضْرَبُ اَضْرَبَانِ اَضْرَبُوْنَ اَضَارِبُ اُضَيْرِبُ والمؤنث منه ضُرْبٰی ضُرْبَيَانِ ضُرْبَيَاتٌ ضُرَبٌ وضُرَيْبٰی

علی هذا القياس

سارے ابواب سمجھ لیں' ان کی گردانیں فعل' معروف' مجہول' جحد' نفی' نہی' ماضی' مضارع' امر' ثقیلہ' خفیفہ' ظرف' آلہ تفضیل' مبالغہ سب ذہن نشین کرلیں۔ ان کے صیغے پہچان لیں اور عربی سے اردو اور اردو سے عربی بنانے کی مشق کرلیں۔ اللہ آپ کے علم میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

حصہ نحو

مستثنیٰ کی بحث

پیچھے آپ پڑھ چکے کہ جسے اِلَّا اور دوسرے حروف استثناء کے ذریعے علیحدہ کیا جاتا ہے' اسے مستثنیٰ کہتے ہیں اور جن سے علیحدہ کیا جاتا ہے' اسے مستثنیٰ منہ کہتے ہیں۔ حروف استثناء جن سے یہ کام لیا جاتا ہے' وہ یہ ہیں' اِلَّا' غَيْرَ' سِوٰی' سَوَاءُ' حَاشَا' خَلَا' عَدَا' مَا خَلَا' مَا عَدَا' لَيْسَ اور لَا يَكُوْنُ

یاد رکھیں مستثنیٰ کے استعمال کی کئی صورتیں ہیں۔ کبھی یہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہوتا ہے اور اسے الگ کیا جاتا ہے جیسے جَاءَ نِيَ الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا۔ میرے پاس قوم آئی سوائے زید کے۔ اب زید قوم کا ہی ایک فرد ہے مگر اسے آنے کے حکم سے الگ کر دیا گیا۔ اسے مستثنیٰ متصل کہتے ہیں اور کبھی مستثنیٰ' مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں ہوتا مگر اسے علیحدہ کر دیا جاتا ہے جیسے جَاءَ نِيَ الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا۔ میرے پاس قوم آئی سوائے گدھے کے۔ تو اسے مستثنیٰ منقطع کہتے ہیں پھر کبھی مستثنیٰ منہ کا ذکر ہوتا ہے اور کبھی مستثنیٰ منہ کا ذکر ہوتا ہی نہیں جیسے ما جَاءَ نِي اِلَّا زَيْدٌ۔ میرے پاس صرف زید ہی آیا۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں آیا اس صورت کو مستثنیٰ مُفَرَّغ کہتے ہیں۔ اس میں مستثنیٰ منہ کا ذکر نہیں جبکہ جَاءَ نِيَ الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا (میرے پاس زید کے سوا سب آئے) اس میں مستثنیٰ منہ (قوم) کا ذکر ہے۔ کبھی مستثنیٰ' مستثنیٰ منہ سے پہلے آ جاتا ہے۔ کبھی کلام مثبت ہوتی ہے' اسے کلام موجب کہتے ہیں اور کبھی منفی۔ اسے غیر موجب کہتے ہیں (جس میں نفی' نہی یا استفہام ہو' اسے غیر موجب اور جس میں نہ ہو اور مثبت مکمل کلام ہو' اسے موجب کہتے ہیں) پھر کبھی اِلَّا کے ذریعے استثناء ہوتا ہے' کبھی دوسرے حروف کے ذریعے سے۔ تو ان سب کو نحویوں نے چار اقسام میں محدود کر دیا ہے اور کہا کہ مستثنیٰ کے اعراب کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔

1 مستثنیٰ منصوب ہوگا۔ اگر یہ صورتیں ہوں۔ **1**۔ مستثنیٰ متصل ہو اور کلام موجب ہو۔ **2**۔ مستثنیٰ منقطع ہو۔ **3**۔ مستثنیٰ' مستثنیٰ منہ سے مقدم ہو یعنی پہلے آ جائے۔ **4**۔ مستثنیٰ مَا خَلَا'

مَاعَدَا' لَیْسَ' لَایَکُوْنُ کے بعد ہو۔ 5۔ اکثر نحویوں کے نزدیک خلا اور عدا کے بعد ہو تو بھی منصوب ہی پڑھا جائے گا۔

2۔ منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور مستثنیٰ منہ سے بدل بنا کر اس کے مطابق بھی پڑھ سکتے ہیں اگر یہ صورت ہو (i) مستثنیٰ اِلاَّ کے بعد ہو' کلام غیر موجب ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو جیسے مَاجَاءَ نِیْ اَحَدٌ اِلَّازَیْدٌ یا زَیْدًا

3۔ مستثنیٰ کا اپنا اعراب نہیں ہوگا بلکہ پچھلے عامل کے مطابق عمل دے کر پڑھیں گے۔ اگر یہ صورت ہو (i) مستثنیٰ اِلاَّ کے بعد ہو۔ کلام غیر موجب ہو اور مستثنیٰ مُفَرَّغ ہو جیسے مَاجَاءَ نِیْ اَحَدٌ اِلَّازَیْدٌ' مَارَأَیْتُ اِلَّا زَیْدًا' مَامَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ

4۔ مستثنیٰ مجرور پڑھا جائے گا اگر وہ غَیْرَ' سِوٰی' سَوَآءَ کے بعد ہو اور اکثر نحویوں کے نزدیک حاشا کے بعد بھی مجرور پڑھا جائے گا۔

نوٹ: حروف استثناء میں غَیْرَ ایسا حرف ہے جس پر اعراب بدلتے ہیں۔ کبھی ضمہ' کبھی فتحہ' کبھی کسرہ' راء پر پڑھا جاتا ہے تو اس کا اعراب کیا ہے؟ اس کے متعلق یاد رکھیں۔ اوپر اِلاَّ کے بعد مستثنیٰ کے اعراب کی جو صورتیں ہیں' بعینہ وہی صورتیں غیر کے لئے ہیں۔ پہلی پانچوں صورتیں غَیْرَ کی ہوں تو غَیْرَ پر نصب پڑھا جائے گا اور مستثنیٰ مجرور ہوگا۔ اگر دوسری صورت ہو تو غَیْرَ کو منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور مستثنیٰ منہ سے بدل بھی بنا سکتے ہیں۔ تیسری صورت ہو تو پچھلے عامل کے مطابق پڑھیں گے' یعنی فاعل بن رہا ہو تو مرفوع پڑھیں گے' مفعول بن رہا ہو تو منصوب۔ اگر حرف جر ہو تو مجرور۔ چوتھی صورت میں چونکہ اَلاَّ کا استعمال نہیں' اس لئے وہ اس کے متعلق نہیں ہے۔

نوٹ: اصل میں غَیْرَ کا لفظ صفت کے لئے وضع کیا گیا ہے یعنی ماقبل کی صفت بنتا ہے مگر چونکہ اس میں مغایرت کا معنی ہوتا ہے جو اسے ماقبل سے الگ کرتا ہے' اس لئے اسے استثناء میں استعمال کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اِلاَّ جو استثناء کے لئے ہی وضع کیا گیا ہے' کبھی اسے بھی صفت کے طور پر استعمال کر لیا جاتا ہے' کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں اِلاَّ غیر کے معنوں میں صفت کے طور پر استعمال ہو رہا ہے یہاں ہم مستثنیٰ متصل یا منقطع کی کوئی صورت نہیں بنا سکتے اسی لئے اس کا معنی "مگر اللہ" کرنا زیادہ مناسب نہیں۔ صحیح ترجمہ اس طرح ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

مشق

س 1۔ صرف صغیر لکھ کر وضاحت کریں کہ ہر لفظ کس گردان کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ مثلاً

ضَرَبَ فعل ماضی معلوم

یَضْرِبُ فعل مضارع معلوم

ضَارِبٌ اسم فاعل

س 2: اسم ظرف' اسم آلہ اور اسم تفضیل کی تعریفات کریں اور ایک ایک مثال لکھیں؟

س 3: ضَرَبَ سے فعل نہی غائب مجہول کی گردان بمع ترجمہ بانون تاکید ثقیلہ و خفیفہ لکھیں؟

س 4: حروف استثناء کون کون سے ہیں دو کی مثالیں بمع ترجمہ لکھیں؟

س 5: مستثنیٰ کے اعراب کی دو صورتیں لکھیں؟ مثالوں میں استعمال کریں۔

آخری مشق حاضر خدمت
آئندہ امتحان ہوگا۔ ان شاء اللہ

عزیز طلباء و طالبات!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ کے فضل و کرم اور آپ کے تعاون سے اس بار ہم الدعوۃ اوپن یونیورسٹی کا یونٹ 1 مکمل کر رہے ہیں۔ اب آپ مقررہ تاریخ پر اپنی مشقیں جمع کرا دیجئے۔ پہلا یونٹ یقیناً کچھ طویل ہو گیا اور آخری مشقیں کچھ مشکل بھی معلوم ہوئیں۔ اس لئے مشقیں بروقت بھیجنے میں آپ سے تاخیر ہوئی' بہر حال جو طلباء و طالبات مشقیں نہیں بھیج سکے' ان سے گزارش ہے کہ وہ اب حالیہ مشق کے ساتھ اپنی دیگر مشقیں بھی جمع کرا دیں۔ اس کے فوراً بعد امتحان ہوگا۔ جو طلبہ تمام مشقیں جمع کروائیں گے اور امتحان میں بھی کامیاب ہوں گے انہیں سند دی جائے گی اور اس سلسلے میں لاہور میں ایک شایان شان تقریب بھی منعقد ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

یاد رکھیے! تمام مشقیں کل 1200 نمبروں کی ہیں جبکہ امتحان 300 نمبروں کا ہوگا۔ دونوں میں کم از کم 33 فیصد نمبر حاصل کرنے ضروری ہیں۔

نوٹ: طلبہ اپنے گزشتہ اسباق کو ایک بار پھر دہرا لیں کیونکہ آئندہ امتحان تمام اسباق سے ہوگا۔ ان شاء اللہ

والسلام

قاضی کاشف نیاز

مدیر الدعوۃ اوپن یونیورسٹی

خوشخبری

مشق نمبر 8,7 کا نتیجہ بھی تیار

نتائج بذریعہ ڈاک حاصل کیجئے

بحمد اللہ مشق نمبر 8,7 کا نتیجہ بھی تیار ہو گیا ہے۔ انٹرنیٹ پر بھی عنقریب ملاحظہ فرمائیں۔ تاہم بذریعہ ڈاک خط میں 10 روپے ڈال کر آپ اب تک تمام مشقوں کے تیار نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔

ادارہ

جامعۃ الدعوۃ المفتوحۃ

مشق نمبر 12 یونٹ نمبر 1

بجھتے چراغوں کی روشنی

دکھی انسانیت کی خدمت میں پیش پیش

الدعوۃ میڈیکل مشن

کے زیر اہتمام

10 روزہ

آئی سرجیکل کیمپ

بتاریخ 4 تا 14 مارچ 2007ء

بمقام: طیبہ ہسپتال مرکز طیبہ مریدکے

جس میں ملک کے نامور آئی سرجن جدید مشینوں کے ذریعے آنکھوں کا چیک اپ اور آپریشن کر کے فری لینز ڈالیں گے ان شاء اللہ

زیر نگرانی ڈاکٹر احمد داؤد (آئی سپیشلسٹ 0300-4289743)

ادارہ خدمت خلق

جماعۃ الدعوۃ پاکستان

طیبہ ہسپتال مرکز طیبہ مریدکے

ابو حمزہ، 0333-4502450

مسنون رشتوں کے لئے رابطہ کریں

مروجہ نظام شادی بیاہ نیوندرہ جہیز مہندی' بارات یہ سب ہندووانہ ناسور ہیں نبی کریم ﷺ کے اسوہ کے بغیر اصلاح معاشرہ بہت مشکل ہے۔ ان رسوم سے بچیں' فوری اور مسنون رشتوں کے لئے رابطہ کریں۔

ابو حمزہ معرفت الطاف ٹیلرنگ نزد اقصیٰ پلی شالامار روڈ گلشن راوی لاہور

رابطہ: فقیر اللہ بھائی

0321-7294290-0306-3458098

اُتر کر حِرا سے سُوئے قوم آیا 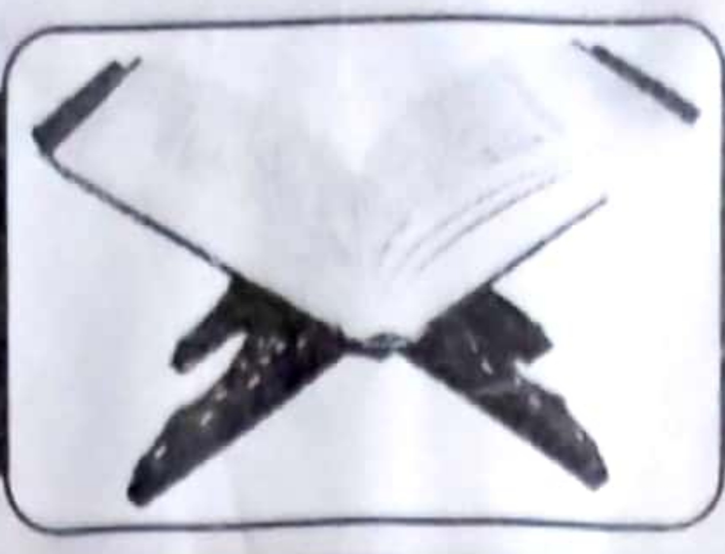 اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

الطاف حسین حالیؒ کی 1879ء میں لکھی گئی مقبول تاریخی مسدّس حالی سے انتخاب

وہ نبیوں میں رحمتؐ لقب پانے والا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ

خطا کار سے درگزر کرنے والا — بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا — قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مِس خام کو جس نے کندن بنایا — کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا — پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

پہ گدلا ہوا جب کہ چشمہ صفا کا — گیا چھوٹ سر رشتہ دین ہدیٰ کا
رہا سر پہ باقی نہ سایہ ہما کا — تو پورا ہوا عہد جو تھا خدا کا
کہ ہم نے بگاڑا نہیں کوئی اب تک
وہ بگڑا نہیں آپ دنیا میں جب تک

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

نبیؐ کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبیؐ سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے